بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفی

پیش لفظ

مفتی جسٹس محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم

قرآن پاک کی اردو تفاسیر میں "تفسیر عثمانی" کو جو امتیازی مقام حاصل ہے وہ اہل علم اور اہل دانش سے مخفی نہیں ہے۔ یہ قرآن کریم کی مختصر تفسیری حواشی کی صورت ہے۔ اس تفسیر کا ابتدائی حصہ (سورۂ آل عمران تک) شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن صاحب قدس سرہ کی تالیف ہے اور باقی حصہ ان کے شاگرد رشید شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد صاحب عثمانی قدس سرہ نے تحریر فرمایا ہے۔ یہ تفسیر ہندوستان اور پاکستان میں بارہا شائع ہو کر خواص وعوام کا باعث فیض بنی ہے۔ لیکن اب تک یہ کتاب ہمیشہ قرآن کریم کے حواشی کے طور پر شائع ہوتی رہی ہے۔

میرے برادر بزرگ جناب محمد رضی صاحب عثمانی رحمہ اللہ مالک دار الاشاعت کراچی کی عرصے سے خواہش تھی کہ یہ تفسیر حواشی کے انداز کے بجائے ایک مستقل کتاب تفسیر کے طور پر شائع ہو۔ چنانچہ انہوں نے اپنی حیات میں اس ارادے کی تکمیل کے لئے ہمارے بھائی جناب محمد ولی رازی صاحب سے فرمائش کی کہ وہ اس پر عنوانات کا اضافہ فرما دیں تاکہ اس سے استفادہ آسان ہو۔ چنانچہ برادر موصوف مدظلہم نے پوری تفسیر پر تقریباً چار ہزار عنوانات قائم کئے۔ تفسیر کی مفصل فہرست بنائی اور اسے حسن ترتیب کے ساتھ مرتب فرمایا۔

افسوس ہے کہ برادر مرحوم جناب محمد رضی صاحب عثمانی رحمہ اللہ اپنی حیات میں یہ کتاب مطبوعہ شکل میں نہ دیکھ سکے اور اس کی کتابت کی تکمیل سے پہلے ہی وہ اپنے مالک حقیقی سے جا ملے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

لیکن مرحوم کے صاحبزادے عزیزم محمد خلیل اشرف صاحب سلمہ نے اس کام کو مرحوم کی خواہش اور مزاج کے مطابق جاری رکھا اور اب یہ تفسیر ہدیہ ناظرین کی جا رہی ہے۔

امید ہے کہ نئے عنوانات، ترتیب و تزئین اور نئے انداز طباعت کے ساتھ یہ عظیم تفسیر ان شاء اللہ قرآنی علوم کے طلب اور عام قارئین کے لئے ایک بیش قیمت تحفہ ثابت ہوگی۔ اللہ تعالیٰ اس کام کے محرک، مرتب اور ناشر کو جزائے خیر عطا فرمائیں۔ اس خدمت کو اپنی بارگاہ میں شرف قبولیت عطا فرمائیں اور اس کا نفع عام اور تام فرمائیں۔ آمین۔ والسلام

احقر
محمد تقی عثمانی
دارالعلوم کراچی ۱۴

ربیع الاول ۱۴۱۲ھ

نوٹ: ادارہ حضرت مولانا مفتی عبدالرحیم صاحب مدظلہم کا شکر گزار ہے کہ انہوں نے ہماری درخواست پر اپنے نمائندے مولانا [illegible] صاحب کے ذریعے اس ایڈیشن کو طبع کرنے کی اجازت عنایت فرمائی۔ جزاک اللہ۔

کارکنان ادارہ اشاعت کراچی
17/02/07

۵۔ اسیری مالٹا اور تکمیل ترجمہ قرآن کریم:۔ آپ اپنی اسکیم سے آگاہ کرنے کے لئے خود ترکی جانے کا عزم رکھتے تھے مگر طائف میں آپ کو گرفتار کرا دیا گیا ۱۹ ربیع الاول ۱۳۳۵ھ بروز جمعہ کو انگریزی نگرانی میں روانہ کر کے ۲۱ ربیع الاول ۱۳۳۵ھ کو مالٹا پہنچا دئیے گئے۔ آپ پر بغاوت کے الزام میں مقدمہ چلایا گیا اور ۱۳۳۵ھ میں مالٹا میں قید کر دیا گیا۔ آپ ۲۰ ربیع الثانی ۱۳۳۶ھ کو مالٹا پہنچے اور شوال ۱۳۳۶ھ سے ترجمہ کلام پاک کا سلسلہ پھر شروع کیا۔ اس طرح ۱۰ شوال ۱۳۳۷ھ کو ایک سال کی قلیل مدت میں اس کی تکمیل ہوئی۔ سورۃ نساء تک تفسیری حواشی بھی انہی ایام میں لکھے گئے۔ چند سال بعد رہائی ہوئی اور ۱۳۳۸ھ کو دیوبند پہنچ کر تحریک خلافت میں زور وشور سے حصہ لیا۔

۶۔ وفات:۔ ہندوستان میں تحریک خلافت اور جمعیت کے شعلے بھڑک رہے تھے اسی دوران آپ جمعیت کے جلسوں کی بنیاد رکھنے کے لئے علی گڑھ تشریف لے گئے۔ واپسی میں سخت بیمار ہو گئے اور دہلی پہنچے جہاں پر ڈاکٹر مختار احمد انصاری نے علاج کیا آرام ہوا تو [illegible] کے عارضہ میں مبتلا ہو گئے اور ۱۸ ربیع الاول ۱۳۳۹ھ کو دہلی میں داعی اجل کو لبیک کہا۔ فانا للہ و انا الیہ راجعون

۷۔ شاگرد:۔ ویسے تو آپ سے ہزاروں طلباء کو شرف تلمذ حاصل ہوا لیکن ان میں اجلہ اساتذہ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی صاحبؒ، حضرت مولانا سید محمد انور شاہ صاحب کشمیریؒ، حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند، حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنیؒ، حضرت مولانا عبیداللہ صاحب سندھیؒ، مفتی اعظم ہند حضرت مولانا محمد کفایت اللہ صاحب شاہجہانپوری ثم دہلوی، شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانیؒ، حضرت مولانا مرتضیٰ حسن صاحب چاندپوری، حضرت مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری اور حضرت مولانا عزیز گل صاحب کاکا خیلی وہ قابل ذکر ہستیاں ہیں جن کے فیوض آج بھی عالم اسلام میں جاری وساری ہیں۔

نحمدہ اللہ العلی العظیم | بسم اللہ الرحمن الرحیم | ونصلی علی رسولہ الکریم

شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی مختصر سوانح حیات

شیخ الہند نور اللہ مرقدہ کے اردو ترجمہ پر علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے تفسیری حواشی تحریر فرمائے ہیں جن کو تفسیر عثمانی کے نام سے بھی موسوم کیا جا سکتا ہے۔ اس کی مقبولیت کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ قرآن کریم کے یہ نسخے ہزاروں کی تعداد میں ہندوستان میں شائع ہو چکے ہیں۔ اور انشاء اللہ یہ صدقہ جاریہ قیامت تک قائم ودائم رہے گا۔ آپ کی مختصر سوانح عمری پیش کی جاتی ہے۔

۱۔ پیدائش:۔ آپ محرم ۱۳۰۵ھ میں بمقام بجنور پیدا ہوئے۔ جہاں پر آپ کے والد جناب مولانا فضل الرحمن صاحبؒ ڈپٹی انسپکٹر مدارس تھے۔

۲۔ نام اور سلسلہ نسب:۔ آپ کا نام آپ کے والد صاحب نے فضل اللہ رکھا اور بعد میں گھر والے شبیر احمد کہنے لگے جو غالباً محرم میں پیدائش کی نسبت سے ہوگا۔ آپ اسی نام سے مشہور ومعروف ہوئے۔ آپ کا شجرہ نسب حضرت عثمان غنیؓ سے انتالیسویں پشت میں ملتا ہے۔ مفتی اعظم ہند حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمن صاحب اور حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند آپ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ

خدا در انتظار حمد ما نیست — محمد چشم بر راہ ثنا نیست — خدا مدح آفرین مصطفےٰ بس — محمد حامد حمد خدا بس

مناجاتے اگر باید بیاں کرد — بہ بیتے ہم قناعت میتواں کرد — محمد از تو میخواہم خدا را — خدایا از تو عشق مصطفےٰ را

دگر لب وا کنم مقطع فضولیست

طلب از حاجت افزوں تر فضولیست

اما بعد: بندہ آثم و عاجز محمود ابن مولوی ذوالفقار علی دیوبندی ضلع سہارنپور کا رہنے والا غفر اللہ تعالیٰ ولوالدیہ عرض کرتا ہے کہ بعض احباب اور مکرمین نے بندہ سے درخواست کی کہ قرآن شریف کا ترجمہ سلیس مطلب خیز اردو زبان میں مناسب حال اہل زمانہ کیا جائے جس سے دیکھنے والوں کو فائدہ پہنچے اور وہ نقصان اور غلطی اور تحریفی و معنوی اغلاط جو بعض آزادی پسند صاحبوں کے ترجمے سے لوگوں میں پھیل رہی ہیں ان سے بچاؤ کی صورت نکل آئے۔ اس عاجز نے اس درخواست کے جواب میں اپنی بے بضاعتی کے علاوہ یہ عرض کیا کہ اول تو متقدمین اکابر کے فارسی اردو کے متعدد تراجم موجود ہیں اس کے علاوہ علمائے متدینین زمانہ حال کے متعدد تراجم کئے ہوئے بحمد اللہ شائع ہو چکے ہیں جو لوگوں کو غلط و بد خواہیوں سے بچانے کے لئے کافی و وافی و شافی ہیں۔ چنانچہ بندہ کے احباب میں بھی اول مولوی عاشق الٰہی صاحب سلمہ ساکن میرٹھ نے ترجمہ کیا اس کے بعد مولانا اشرف علی صاحب سلمہ اللہ نے ترجمہ کیا احقر نے دونوں ترجموں کو تفصیل سے دیکھا ہے جو ان خرابیوں سے پاک و صاف ہیں اور عمدہ ترجمے ہیں۔ پھر اب کسی جدید اردو ترجمہ کی کیا حاجت ہے بجز اس کے کہ اسمائے مترجمین میں ایک نام اور زیادہ ہو جائے اور کوئی نفع تو نہیں معلوم ہوتا۔ مگر مکرمین احباب نے اس پر بھی بس نہ کی اور اپنے اصرار پر قائم رہے تو مجبور ہو کر مجھ کو یہ عرض کرنا پڑا کہ اس وقت تک میرے خیال میں کوئی ایسا نفع نہیں آیا کہ جس کی وجہ سے جدید ترجمہ کی جرأت اور ہمت کروں۔ اب آپ کے اصرار پر احقر تراجم قدیمہ اور جدیدہ کو بنام خدا غور سے دیکھتا ہے اس کے بعد اگر کوئی نفع سمجھ میں آیا تو موافق آپ صاحبوں کے فرمانے کی تعمیل کا ارادہ کروں گا ورنہ معذور ہوں۔ اس کے بعد حضرت مولانا شاہ ولی اللہ اور مولانا شاہ رفیع الدین اور مولانا شاہ عبد القادر قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم کے تراجم کو جو غور سے دیکھا تو یہ امر تو بے تامل معلوم ہو گیا کہ اگر یہ متقدمین اکابر قرآن شریف کی اس ضروری خدمات کو انجام نہ دے جاتے تو اس شدت ضرورت کے وقت میں ترجمہ کرنا بہت دشوار ہوتا۔ علماء کو صحیح اور معتبر ترجمہ کرنے کے لئے متعدد تفاسیر کا مطالعہ کرنا پڑتا اور بہت ہی فکر کرنا ہوتا اور ان دقتوں کے بعد بھی شاید ایسا ترجمہ نہ کر سکتے جیسا اب کر سکتے ہیں۔ پھر بھی کوئی اللہ کا بندہ ایسا ہوتا تو ہوتا کہ کمال علم و تدین کے ساتھ اس مشقت کو گوارا کر کے اس خدمت کو کما ینبغی انجام دینے کے لئے موفق ہوتا۔ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھئے کہ آپ بے نظیر علمی و عملی کمالات ہیں جو انھوں نے اپنے اور حق سبحانہ تعالیٰ

کے انعامات متعدد رسالوں میں بیان فرمائے ان انعامات عظیمہ میں یہ ترجمہ کی بے فتح الرحمٰن بھی داخل ہے اور عاجز نے اپنے بعض مرحوم بزرگواروں سے سنا ہے کہ مولانا شاہ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ جب موضح القرآن لکھ چکے تو فارسی کا ایک شعر تھوڑا سا تصرف کر کے اس طرح پڑھتے تھے۔

روز قیامت ہر کسے با خویش دارد نامۂ   من نیز حاضر می شوم تفسیر قرآں در بغل

اس سے ان حضرات مرحومین کا کمال علم و تدین تو معلوم ہوتا ہی ہے اس کے ساتھ قرآن شریف کے تراجم کی عظمت اور ضرورت بھی ظاہر ہوتی ہے۔ بالجملہ اگر اکابر مرحومین ہماری ضرورت اور منفعت کو احساس فرما کر پہلے ہی سے اس کا انتظام نہ کر جاتے تو آج اس کثرت اور سہولت کے ساتھ ہم کو تراجم کلام الٰہی اچھے سے اچھے ہرگز میسر نہ ہوتے اور کچھ عجب نہ تھا کہ جیسے خود ہندوستان میں بہت سی زبانیں اور دیگر ممالک میں مسلمانوں کی بڑی بڑی قومیں اس نعمت اور عزت سے بالکل خالی کے ہیں ہم بھی اسی آفت میں مبتلا ہوتے۔ فجزاہم اللہ عنا و عن جمیع المسلمین احسن الجزاء و افضل الجزاء والحمد للہ اسی کے ساتھ یہ بات بھی ذہن نشین ہو گئی کہ بے شبہ ترجمہ تحت لفظی میں بعض خاص فائدے ہیں مگر ترجمہ سے جو اصلی فائدہ اور بڑی غرض یہ ہے کہ ہندوستانیوں کو قرآن شریف کا سمجھنا آسان ہو جائے یہ غرض جس قدر بامحاورہ ترجمہ سے حاصل ہو سکتی ہے تحت لفظی ترجمہ سے کسی طرح ممکن نہیں۔ چنانچہ شاہ عبدالقادر رحمۃ اللہ جو بامحاورہ ترجمہ کے بانی اور امام ہیں انہوں نے بامحاورہ ترجمہ کو اختیار فرمانے کی یہی وجہ بیان کی ہے اور یہی وجہ ہے جو اسلاف مرحومین کے بعد اس زمانہ میں جس نے اس میدان میں قدم رکھا اس نے جناب شاہ صاحب ممدوح کا اتباع کیا اور بامحاورہ ترجمہ کرنے کو اختیار کیا۔ جس پر کسی کا شعر یاد آتا ہے۔

ہر مرغ کہ پر زد بہ تمنائے اسیری   اول بہ گلوں کرد طواف قفس ما

اور یہ امر بھی خوب معلوم ہو گیا کہ جیسے شاہ رفیع الدین رحمۃ اللہ کا یہ کمال ہے کہ تحت لفظی ترجمہ کا التزام کر کے ایک ضروری حد تک سہولت اور مطلب خیزی کو بھی ہاتھ سے نہیں جانے دیا۔ ایسے ہی حضرت مولانا عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ کا یہ کمال ہے کہ بامحاورہ ترجمہ کا پورا پابند ہو کر پھر نظم و ترتیب کلمات قرآنی اور معانی نحویہ کو اس حد تک نبایا ہے کہ زیادہ کہتے ہوئے تو ڈرتا ہوں مگر اتنا ضرور کہتا ہوں کہ ہم جیسوں کا ہرگز کام نہیں۔ اگر ہم ان کے کلام کی خوبیوں کو اور ان اغراض اور اشارات کو جو ان کے سیدھے مختصر الفاظ میں ہیں سمجھ جائیں تو ہم جیسوں کے فخر کے لئے یہ امر بھی کافی ہے۔

اس کے بعد ہم کو ضرور ہوا کہ خاص طور پر حضرت شاہ مولانا عبدالقادر رحمۃ اللہ کے ترجمہ بامحاورہ یعنی موضح القرآن کو دیکھ کر اول یہ سمجھیں کہ جناب شاہ صاحب ممدوح کا ترجمہ جس کا اپنی نوعیت میں اول و افضل ہونا جملہ اہل علم و فہم اور ارباب انصاف و دیانت کو مسلم ہے اس میں ایسے امور کیا ہیں جن کی وجہ سے ہم کو دوسرے کی ترجمہ کی ضرورت ہو۔ پھر یہ دیکھیں کہ جو تراجم جدیدہ اس زمانہ میں شائع ہو چکے ہیں ان سے ہماری وہ ضرورت پوری ہو گئی یا اب تک کچھ باقی ہے کہ جس کے پورا کرنے کیلئے اور ترجمہ کی ابھی تک حاجت رہتی جاتی ہے۔

امر اول کی بابت جہاں تک ہم نے ملاحظہ کیا اور دیگر حضرات نے بھی اس کی تصدیق فرمائی کل دو باتیں ایسی پائیں

جس کی وجہ سے عام طور پر لوگ ترجمہ موصوف سے نفع اٹھانے میں قاصر ہیں۔ اول بعض کلمات ومحاورات کا اس زمانہ میں متروک یا قریب بمتروک ہو جانا۔ دوسرے چونکہ حضرت شاہ صاحب مرحوم کلمات قرآنی کی موافقت اور مطابقت کا خیال زیادہ فرماتے ہیں اور تحت اللفظ ترجمہ کی پابندی بہت کرتے ہیں۔ اس لئے بعض مواقع میں بوجہ اختصار عبارت آج کل کی سہولت پسند طبائع کو مطلب سمجھنے میں بہت دقت معلوم ہوتی ہے۔ باقی رہا امر ثانی تو یہ بات تو سب جانتے ہیں کہ اس زمانہ میں اردو بامحاورہ طرز پر بکثرت تراجم یکے بعد دیگرے شائع ہو چکے ہیں۔ سو ان میں بالیقین بعض ایسے تراجم بھی ہیں جو علمائے معتبر اہل علم ودیانت کی سعی بلیغ کا نتیجہ ہیں اور بعض بعض کو ہم نے بھی تفصیلی نظر سے دیکھا ہے۔ ہمارے نزدیک وہ تراجم بیشک ہماری اس حاجت کے پورا کرنے کے لئے کافی ہیں جو اس زمانہ میں حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ کے بے نظیر ترجمہ میں اس زمانہ کو پیش آ رہی تھی۔ جزاھم اللہ سبحانہ عنا وعن جمیع مسلمی الھند خیراً۔ اور ان الفاظ و مفاسد سے بچانے کے لئے بھی مفید ہیں جو بعض آزاد خیال صاحبوں کے تراجم میں موجود ہیں۔ اس لئے امر ثانی کی بابت اس عاجز کی یہ رائے ہے کہ وہ نزاکت ولطافت اور وہ ہر امر کی رعایت جو حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ کے ترجمہ کے امتیازات اور خصوصیات میں شمار ہوتی ہیں ان کا تو ذکر نہیں۔ باقی وہ امر جو ترجمہ سے مقصود اصلی اور غرض ضروری ہے یعنی کلام الٰہی جل جلالہ کا صحیح مطلب سلف صالحین کے ارشادات کے موافق سہولت کے ساتھ مسلمانان ہند کی سمجھ میں آ سکے۔ اس امر کے لئے تراجم جدیدہ جو اہل علم ودیانت کی توجہ سے شائع ہو چکے ہیں وہ بالکل کافی اور وافی ہیں۔ ہم کو کسی جدید ترجمہ کی اس وقت حاجت نہیں رہی شکر اللہ تعالی مساعیھم ہم فخر ومسرت کے ساتھ حق سبحانہ تعالی کا شکر ادا کرتے ہیں جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ ہمارے معتبر علماء کی حسن سعی سے تراجم مفیدہ قدیمہ اتنے شائع ہو چکے ہیں کہ ایسے اور اتنے تراجم ہم کو کسی بھی زبان میں نظر نہیں آتے۔ ذلک من فضل اللہ علینا۔

اب اس کے بعد یہ بات تو بحمد اللہ ہم کو خوب محقق اور منقح ہو گئی کہ تراجم موجودہ مذکورہ معتبرہ کے ہوتے ہمارا جدید ترجمہ کرنا لہو لگا کر شہیدوں میں شامل ہونا ہے جس سے نہ مسلمانوں کو کوئی نفع معتد بہ پہنچ سکتا ہے نہ ہم کو۔ بلکہ جب ہم یہ خیال کرتے ہیں کہ ہمارا جدید ترجمہ کرنا گویا زبان حال سے یہ کہنا ہے کہ تراجم موجودہ میں کوئی خلل ہے جس کا تدارک کیا جاتا ہے یا ہمارے ترجمہ میں کوئی خوبی اور منفعت زائد ہے جس کی وجہ سے جدید ترجمہ کی حاجت ہوئی تو ہم کو جدید ترجمہ کرنا فضول سے بڑھ کر نہایت مذموم اور مکروہ نظر آتا ہے۔ نعوذ باللہ من شرور انفسنا۔

خیر یہ بات تو خوب تحقیق ہو گئی اور ظاہر ہے کہ اس کا مقتضی یہ تھا کہ ترجمہ کلام الٰہی کے متعلق اب ہم کچھ ارادہ کرتے مگر اس چھان بین اور دیکھ بھال میں تقدیر الٰہی سے یہ بات دل میں جم گئی کہ حضرت شاہ صاحبؒ کا افضل ومقبول و مفید ترجمہ رفتہ رفتہ تقویم پارینہ ہو جائے۔ یہ کس قدر ناقدردانی اور بدقسمتی بلکہ کفران نعمت ہے اور وہ بھی سرسری عذر کی وجہ سے اور عذر بھی وہ جس میں ترجمہ کا کوئی قصور نہیں۔ اگر قصور ہے تو لوگوں کی طلب کا قصور ہے۔ اگر دیکھنے والے غور سے دیکھیں اور جو غور کے بعد بھی سمجھ میں نہ آئے اس کو جاننے والوں سے دریافت کریں تو پھر سب کام سہل ہو جائے چنانچہ حضرت ممدوح نے خود شروع میں لکھ دیا ہے کہ قرآن شریف کے معنی بغیر سند کے معتبر نہیں اور بغیر استاد کے معلوم نہیں

ہوتے۔ علاوہ ازیں عوام کو یہ دشواری تو سب ترجموں میں پیش آتی ہے۔ حضرت شاہ صاحب کے ترجمہ میں کچھ زیادہ ہی۔

اس لئے اس ننگ خلائق کو یہ خیال ہوا کہ حضرت شاہ صاحب ممدوح کے مبارک مفید ترجمہ میں دو امر قابل لحاظ ہیں یعنی بعض الفاظ و محاورات کا متروک ہو جانا۔ دوسرے بعض بعض مواقع میں ترجمہ کے الفاظ کا مختصر ہونا۔ یہ اصل میں تو ترجمہ کی خوبی تھی مگر اب اہل زمانہ کی سہولت پسندی اور مذاق طبیعت کی بدولت اب یہاں تک نوبت آگئی کہ جس سے ایسے مفید و قابل قدر ترجمہ کے متروک ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے۔ سو اگر غور و احتیاط کے ساتھ ان الفاظ و محاورات کی جگہ الفاظ مستعمل لے لئے جائیں اور اختصار و اجمال کے موقعوں میں تھوڑے سے ساتھ کوئی لفظ مختصر زائد کر کے مطلب کو کھول دیا جائے تو پھر انشاء اللہ حضرت شاہ صاحب کا یہ صدقہ فاضلہ بھی جاری رہ سکتا ہے اور مسلمانان ہند بھی اس کے فوائد مخصوصہ سے خالی نہ رہ جائیں گے۔ اس مضمون کو سوچ سمجھ کر جو اپنے مخلصین کی خدمت میں پیش کیا تو ان حضرات نے بھی اس عاجز کی رائے سے اتفاق ظاہر فرمایا۔ اور یہی بات دل نشین ہو گئی کہ مستقل ترجمہ سے یہ امر زیادہ مناسب اور مفید ہے کہ موضح القرآن میں جو شکایت پیدا ہو گئی ہے اس کے رفع کرنے میں کوشش کی جائے۔ جب یہاں تک نوبت پہنچ گئی تو یہ عاجز نام خدا اس خدمت کے انجام دینے کے لئے تیار ہو بیٹھا اور ۱۳۲۷ھ شوال میں اس سے جگہ جگہ غور کرنے کا ارادہ کر دیا۔ جب ایک ثلث قرآن کا ترجمہ کر دیا تو بوجہ بعض عوارض ایسا طول طویل حرج پیش آیا کہ ترجمہ کی تکمیل کی توقع بھی دشوار ہو گئی مگر توفیق الٰہی نے ایام حرب میں بمالٹا اطمینان نصیب کیا کہ ترجمہ بصرف باطمینان ۱۳۳۶ھ میں پورا کر لیا۔ ان ربی لطیف لما یشاء والحمد للہ۔

اب حق تعالیٰ کو منظور ہے تو اپنے احباب کرمین کی خدمت میں اس ترجمہ کو پیش کر کے تفصیلی نظر کی درخواست کرینگے۔ اگر ہماری یہ ہیچمدانی ان حضرات کے نزدیک مفید و مناسب سمجھی گئی تو انشاء اللہ شائع بھی ہو جائے گا ورنہ مجبوراً جہاں ہے وہیں رہے گا۔ شعر

گو نالہ نارسا ہو نہ ہو آہ میں اثر … میں نے تو درگزر نہ کی جو مجھ سے ہو سکا

اب اس کے بعد مناسب ہے کہ حضرت شاہ صاحب کے اصل ترجمہ کی بابت اور نیز اپنی ترمیم کے متعلق چند ضروری مفید باتیں عرض کر دی جائیں جن سے دیکھنے والوں کو بالاجمال دونوں ترجموں کی حالت اور کیفیت بھی معلوم ہو جائے اور بعض شبہات جن کے پیش آنے کا کھٹکا ہوتا ہے وہ بھی دفع ہو جائیں۔ سو حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ نے شروع میں اپنے ترجمہ کی نسبت اتنا مضمون تو خود فرما دیا ہے کہ ہندی اور عربی زبان کا محاورہ ہرگز موافق نہیں۔ اس لئے اگر قرآن شریف کی ترتیب کے موافق ہر ہر لفظ کا جدا جدا ترجمہ کیا جائے یعنی تحت لفظی تو ہندیوں کی سمجھ میں آنا دشوار ہو۔ اس لئے ہم نے مجموعہ آیت کی پابندی کی ہے ہر ہر لفظ کی پابندی نہیں کی یعنی ہندی محاورہ کے موافق ترجمہ کیا ہے تحت لفظی نہیں کیا۔ یہ حضرت ممدوح کے ارشاد کا خلاصہ ہے۔ مگر اس میں اجمال بہت ہے۔ اس ارشاد سے یہ تو معلوم ہو گیا کہ حضرت ممدوح اپنے ترجمہ میں ہر ہر لفظ کی پابندی نہ کریں گے بلکہ آیت کی پابندی ضروری ہے مگر یہ معلوم نہیں ہوا کہ اس عدم پابندی کی کیا حد ہے اور کہاں تک اس عدم پابندی کو حضرت ممدوح نے اپنے ترجمہ میں اختیار اور استعمال فرمایا ہے اور تقدیم و تاخیر و

جائز رکھا ہے یعنی بقدر ضرورت و حاجت کسی لفظ کو آگے یا پیچھے کر لیا ہے یا صرف آیت کے الفاظ میں رہ کر پھر کسی تقدیم و تاخیر کی پروا نہیں کی تھوڑی ہو یا زیادہ بضرورت ہو یا بغیر ضرورت ایک تغیر ہو یا متعدد۔ اس کے سوا حضرت شاہ صاحب نے یہ امر اجمالاً بھی نہیں بیان کیا کہ ہم نے اپنے ترجمہ میں کس کس امر کا خیال رکھا ہے اور اس میں کیا کیا خوبیاں اور فوائد ہیں۔ سو ان دونوں باتوں کو مفید سمجھ کر ان کی نسبت کچھ معروض کرنا چاہتا ہے۔

سو یہ بات تو سب پر ظاہر ہے کہ احقر اس کے متعلق جو کچھ بھی عرض کرے گا وہ موضح القرآن ہی کی عبارت سے مستنبط ہوگا۔ اس کے سوا ہمارے لئے اور کیا امر ذریعہ علم ہو سکتا ہے۔ عینہ جیسا کہ حضرات علمائے کرام نے امیر المومنین فی الحدیث امام بخاری رحمۃ اللہ کی خود کتاب صحیح بخاری سے استنباط کر کے ان کی شروط وغیرہ دقائق کو بیان فرما دیا ہے۔

سو امر اول کی نسبت یہ عرض ہے کہ حضرت شاہ صاحب ترتیب قرآنی کا بہت خیال رکھتے ہیں اور اصل اور ترجمہ کی مطابقت میں بہت زیادہ سعی فرماتے ہیں مگر چونکہ ترجمہ بامحاورہ کا التزام کیا ہے اس لئے بضرورت توضیح و تسہیل بعض مواقع میں تقدیم و تاخیر لازم ہے۔ مگر جیسا کرنے میں کمی ہے۔ یہ نہیں کیا کہ آخر کا ترجمہ اول اور اول کا آخر ہو جائے۔ الغرض فصل بعید سے احتراز رکھتے ہیں۔ الا ماشاء اللہ کسی خاص ضرورت کے وقت میں دو تین کلموں کا فصل ہو جائے اور وہ بھی القلیل کالمعدوم۔

دیکھئے عربی زبان میں مضاف کو مقدم ذکر کرتے ہیں۔ اور اردو کا محاورہ یہ ہے کہ مضاف الیہ کو مقدم کرتے ہیں۔ وہ "غلام زید" کہتے ہیں۔ تو ان کے محاورہ میں "زید کا غلام" کہیں گے۔ تو ترتیب تو بدل گئی مگر دونوں کلمے متصل ہی رہے فاصلہ اور فرق کچھ نہیں ہوا۔ اس لئے حاجت کے وقت یہ تغیر کچھ تغیر نہیں سمجھا جاتا۔ اس قسم کی مثالیں شاہ صاحب کے ترجمہ میں کثرت سے ملیں گی۔ مثلاً عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰى سَمْعِهِمْ وَعَلٰٓى اَبْصَارِهِمْ کا ترجمہ بامحاورہ کریں گے تو "ان کے دل پر اور ان کے کان پر اور ان کی آنکھوں پر" کیا جائے گا اور ترجمہ تحت لفظی میں "اوپر دلوں ان کے اور اوپر کانوں ان کے اور اوپر آنکھوں ان کی کے" کہنا پڑے گا۔ مگر سب جانتے ہیں کہ ایسے اختلاف جتنے بھی ہوں ان میں کوئی حرج نہیں بلکہ ضروری ہیں۔ بامحاورہ ترجمہ کرنے والے کو اس سے مفر نہیں۔ لیکن حضرت شاہ صاحب کی احتیاط قابل تحسین اور لائق قدر ہے کہ اس پر بھی ہر جگہ مضاف الیہ کو مقدم نہیں کرتے بلکہ جہاں ترجمہ میں ذرا گنجائش مل جاتی ہے وہاں اتنے قلیل تغیر کو بھی پسند نہیں کرتے ترتیب قرآنی ہی کو اختیار فرماتے ہیں۔ دیکھو "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ" میں چونکہ "رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ" مضاف مضاف الیہ کر صفت واقع ہوئے ہیں۔ اس کے ترجمہ میں یہ گنجائش نکل آئی کہ ترجمہ محاورہ کے خلاف بھی نہ ہو اور کلام الٰہی کی ترتیب بھی باقی رہے۔ اس لئے "رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ" کا ترجمہ اصلی ترتیب پر رکھا اور "مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ" بھی صفت واقع ہوا ہے مگر اس میں دو اضافتیں جمع ہیں اول اضافت میں اصلی ترتیب باقی رکھنے کی گنجائش ہے۔ دوسری اضافت میں نہیں۔ اس لئے ترجمہ میں "مٰلِك" کا ترجمہ اصل کے موافق مقدم رکھا۔ اور "یوم" کے ترجمہ کا محاورہ اردو کے موافق "دین" ۔ کر دیا۔ چنانچہ سب پر ظاہر ہے اس میں کسی کو تردد نہیں۔ صرف توضیح اور تسہیل کی غرض سے ہم نے عرض کر دیا لیکن بعض مقامات ایسے بھی ہیں کہ وہاں محاورہ اردو کے ساتھ ترتیب قرآنی کا لحاظ رکھنا دشوار ہے حضرت شاہ صاحب

رحمۃ اللہ علیہ ان مقامات میں بھی اپنی نازک اور باریک بین نظر سے ایسا اسلوب اختیار فرماتے ہیں کہ محاورہ کی پابندی کے ساتھ ترتیب بھی باقی رہے یا فرق آئے تو خفیف و لطیف۔

بعینہ یہی حال ہے فعل اور فاعل اور مفعول اور جمیع متعلقات فعل کا اور صفت موصوف، حال، تمیز وغیرہ کا کہ اکثر مواقع میں ترتیب کی موافقت فرماتے ہیں اور بہت سے مواقع میں یہی تغیر لطیف مذکورۂ بالا سے کام لیتے ہیں۔

اور جتنے حروف روابط جن کو حروف جر بھی کہتے ہیں۔ جیسے لِ، بِ، علیٰ، الیٰ، مِن، عن، فی بہت کثرت سے مستعمل ہیں۔ مگر کلام عرب میں یہ حروف ہمیشہ اپنے معمول پر مقدم ہوتے ہیں۔ اور ہمارے محاورہ میں علی العموم موخر بولے جاتے ہیں۔ مگر شاذ و نادر۔ لیکن ان میں بعض تو ایسے ہیں کہ ان کا موخر ہونا ضروری ہے۔ ہماری زبان میں ان کو مقدم لانے کی کوئی صورت ہی نہیں جیسے مِن اور عن سب کو معلوم ہے کہ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ کے ترجمہ میں اردو زبان کے اندر ممکن نہیں کہ مِن کا ترجمہ مقدم ہو سکے اور ترتیب قرآنی کی موافقت کی جا سکے۔ ایسے ہی لَا تَجْزِیْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ کے ترجمہ میں کوئی صورت نہیں کہ عن کا ترجمہ نفس کے ترجمہ سے مقدم ہو سکے اسی وجہ سے تحت لفظی ترجمہ میں بھی یہ تغیر گوارا کرنا ہوتا ہے اور اس میں کسی کو تامل نہیں ہو سکتا۔ اور بعض ایسے ہیں کہ ان کو مقدم کرنا تو درست ہے مگر محاورہ کے خلاف ہے۔ سو تحت لفظی ترجمہ میں ان کو نظم قرآنی کے موافق مقدم لا سکتے ہیں۔ مگر با محاورہ ترجمہ کے لئے ان کو بھی موخر کرنا ضرور ہوگا۔ جیسے علیٰ، الیٰ وغیرہ حروف مذکورہ ہے۔ دیکھئے خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ کے تحت لفظی ترجمہ میں "مہر کر دی اللہ نے اوپر دلوں ان کے" کہنا مناسب ہوگا اور با محاورہ ترجمہ میں "مہر کر دی اللہ نے ان کے دلوں پر" کہنا ٹھیک سمجھا جائے گا۔ پہلی صورت میں لفظ علیٰ اپنی اصلی ترتیب پر رہا۔ دوسری صورت میں تھوڑا سا بقدر ضرورت اپنی جگہ سے ہٹ گیا اسی پر دیگر حروف کو قیاس فرما لیجئے۔ سو اول تو یہ حروف فی نفسہ غیر مستقل اور دوسروں کے تابع ہیں ان کا تقدم و تاخر چنداں قابل اعتبار نہیں۔ دوسرے بے وجہ نہیں بلکہ ضرورت اور حاجت اور تتبع کی وجہ سے کرنا ہوا۔ تیسرے اتنا لطیف و خفیف کہ ترجمہ تحت لفظی میں بھی بعض مواقع میں قابل قبول اور ضروری سمجھا جاتا ہے۔ ان سب کے بعد پھر وہی بات ہے جو پہلے عرض کر چکا ہوں۔ یعنی جہاں کچھ گنجائش نکل آتی ہے۔ وہاں حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمۃ اس خفیف قابل قبول تغیر کو بھی چھوڑ کر اصلی ترتیب کو قائم رکھتے ہیں اور ایسا ترجمہ کرتے ہیں جو ترتیب قرآنی کی پابندی کے ساتھ محاورہ کے بھی مخالف نہ ہونے پائے اس کی مثالیں حروف مذکورہ کے متعلق جگہ جگہ موجود ہیں مثلاً "اِلَّا عَلَى الْخٰشِعِيْنَ" کا ترجمہ یہ فرمایا ہے "مگر انہی پر جن کے دل پگھلے ہیں" یعنی اللہ سے ڈرتے ہیں بعد محاورہ جاری کرتے ہیں۔ دیکھئے فقط علیٰ کے ترجمہ کو مقدم کر کے اصل نظم پر رہا اور محاورہ کے مخالف بھی نہیں ہوا۔

الحاصل حضرت شاہ صاحب جگہ جگہ ترتیب میں تصرف کرتے ہیں مگر جو کیا بقدر ضرورت اور عند الحاجت نہایت غور اور احتیاط کے ساتھ جس کی وجہ سے حضرت ممدوح علیہ الرحمۃ کا ترجمہ جیسے اصل کلام میں بے نظیر سمجھا جاتا ہے ویسا ہی باوجود پابندی محاورہ و ترتیب نظم اور حفظ قوت تحمل مثل میں بھی بے مثل ہے۔ فللّٰه درہ و لله درہ۔ اس کے سوا بعض بعض تصرفات خفیفہ مفید اور بھی کر جاتے ہیں۔ مثلاً ترجمہ میں کوئی لفظ مختصر بڑھا دیتے ہیں۔ جس سے مطلب واضح ہو جائے یا مراد خداوندی متعین ہو

جائے سو یہ امر ایسا ہے کہ ترجمہ تحت لفظی میں بھی اس کی نظائر موجود ہیں۔ ایسا ہی ترجمہ میں بعض الفاظ کو چھوڑ بھی جاتے ہیں۔ مثلاً بعض مواقع میں ابی کا ترجمہ نہیں کرتے۔ یٰۤاَبَتِ کے ترجمہ میں "اے میرے باپ" نہیں کہتے صرف "اے باپ" پر قناعت کر جاتے ہیں یٰبُنَیَّ کا ترجمہ "اے میرے چھوٹے بیٹے" کی جگہ فقط "اے بیٹے" فرمایا ہے۔ ایسا ہی رَبِّ کا ترجمہ "اے رب" متعدد مواقع میں اختیار فرمایا ہے۔ سو اس قسم کے تصرفات میں کچھ حرج نہیں ترجمہ لفظی تک میں ان کی گنجائش ہے۔

اب باقی رہی دوسری بات کہ حضرت شاہ صاحبؒ نے اپنے ترجمہ میں کن کن امور کا خیال رکھا ہے اور اس میں کیا کیا فائدے ہیں۔ سو یہ بات تو ظاہر نظر آتی ہے کہ حضرت ممدوح رحمۃ اللہ علیہ چند باتوں کا بہت لحاظ رکھتے ہیں۔ ترجمہ میں اختصار و سہولت اور الفاظ قرآنی کی لفظی و معنوی موافقت اور صرف لغوی معنی پر بس نہیں بلکہ معنی مرادی اور غرض اصلی کا ہر موقع میں بہت لحاظ رکھتے ہیں اور ترجمہ میں بھی ایسا لفظ لاتے ہیں جس کی وجہ سے اگر کسی قسم کا اجمال اور اشکال ہو تو زائل ہو جاتا ہے۔ بسا اوقات ایک لفظ کا ترجمہ ایک جگہ کچھ فرماتے ہیں دوسری جگہ کچھ اور حالانکہ معنی لغوی اس لفظ کے ایک ہی ہیں مگر ہر مقام کے مناسب جدے جدے عنوان سے بیان فرماتے ہیں جس سے قرآن کی غرض اور مراد سمجھنے میں بڑی مدد ملتی ہے۔ اسی سہولت اور وضاحت کی رعایت سے کبھی مضمون ایجابی کو عنوان سلبی میں ادا کرتے ہیں۔ اور اکثر مواقع میں نفی اور استفہام کا جدا جدا ترجمہ نہیں کرتے بلکہ حصر جو اس سے مقصود ہے اس کو مختصر ہلکے لفظوں میں محاورہ کے موافق بیان کر جاتے ہیں۔ حال تمیز بدل وغیرہ حتی کہ مفعول مطلق کے متعلقات کی رعایت رکھتے ہیں اور خوبی یہ ہے کہ اردو کے محاورہ کے موافق با لحاظ الفاظ اور معانی دونوں کے متعلق بوجوہ متعددہ بہت غور اور رعایت سے کام لیا گیا ہے اور مطالب و مقاصد کی تسہیل اور توضیح میں پورے غور اور احتیاط کو ملحوظ رکھا ہے۔ ہم نے بغرض تنبیہ یہ چند باتیں مختصر طور سے عرض کر دی ہیں اہل فہم توجہ فرمائیں گے تو انشاء اللہ ان کو ہماری عرض کی صداقت جا بجا برابر ملے گی ہم کو کسی طول کی حاجت نہیں اور حاشا وکلا ہمارا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ فوائد مذکورہ کا اور کسی نے خیال نہیں فرمایا۔ فضلائے معتبرین مشہورین وغیرہ علماء کے تراجم میں ہر ایک نے اس قسم کے فوائد کا اپنی اپنی فہم اور رائے اور مصلحت اور گنجائش کے موافق ضرور خیال فرمایا ہے مگر دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت شاہ صاحب ممدوح نے چونکہ ہر موقع پر ان چھوٹے بڑے فوائد متعددہ کی طرف پوری توجہ فرمائی ہے اور ترجمہ میں ہر موقع پر ان کا اہتمام رکھا ہے۔ اس لئے کماً اور کیفاً دونوں طرح یہ امور موضح القرآن میں زائد ہیں جن کی وجہ سے ترجمہ موصوف جملہ تراجم میں ممتاز اور مفید تر نظر آتا ہے اور نظر فہم و انصاف اس کا مستحق ہے کہ کل مکمل کے ساتھ منتخب ہو۔ یہ حضرت ممدوح کا کمال ہے کہ ہر موقع پر جملہ امور پیش نظر رہتے ہیں اور ترجمہ میں حسب حاجت ان کی رعایت کرتے ہیں اور اس کے مطابق الفاظ بھی ان کو بسہولت مل جاتے ہیں۔ گویا محاورات و لغات اردو بھی سب سامنے رہتے ہیں جس کو مناسب سمجھا بے تکلف لے لیا اور اس پر ترجمہ اپنے مدعا مطلب سے ایک قدم آگے نہیں بڑھ سکا۔ فَتَبٰرَکَ اللّٰہُ فِیْ خَلْقِہٖ وَتَعَالٰی عَلَیْنَا بِجَزِیْلِ کَرَمِہٖ

یہ بات کس قدر قابل قدر اور مفید ہے کہ حضرات مفسرین اور شراح حدیث کے مقصود اور ارشادات کا خلاصہ بسہولت ہر درجہ کے مسلمانوں کو ایک لفظ سے سمجھ میں آ سکے بلکہ بعض مواقع میں تو حضرت شاہ صاحبؒ کا ایک ہی لفظ وہ کام دیتا ہے کہ

مجموعہ ارشادات سے صاف اور واضح معلوم ہوتا ہے۔ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّلْمُتَوَسِّمِیْنَ اس موقع پر ارشاد خداوندی فَفَهَّمْنٰهَا سُلَیْمٰنَ وَكُلًّا اٰتَیْنَا حُكْمًا وَّعِلْمًا کا نقشہ اور نمونہ خواہ مخواہ سامنے آ گیا۔ دیکھئے حضرت سلیمان علیہ السلام لڑکے تھے مگر حق سبحانہ نے اپنی رحمت سے ان کو وہ بات سمجھا دی کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے بھی تسلیم فرما لیا اور اپنے حکم کو واپس کر لیا اور دونوں سے کسی کے علم وفہم میں کوئی نقصان اور اعتراض بھی نہ ہوا۔ شعر

این سعادت بزور بازو نیست تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

حق تعالیٰ کے غیر متناہی خزانے ہیں جس کو جس میں سے چاہتے ہیں حصہ معین عنایت فرما دیتے ہیں۔ وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَآئِنُهٗ وَمَا نُنَزِّلُهٗ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ اب مناسب معلوم ہوتا ہے کہ جیسے یہ چند فوائد عرض کئے ہیں ایسے ہی چند مثالیں بھی کسی موقع سے عرض کر دی جائیں۔ جس سے ہمارے معروضات کی تصدیق ہو جائے اور ناظرین کے لئے تسکین اور اطمینان کا باعث ہو۔ سو اول ہی سے لیجئے۔ دیکھئے "بِسْمِ اللّٰهِ" کا ترجمہ محاورہ کے موافق کیا جس میں توضیح اور اختصار دونوں کی بقدر مناسب رعایت ہے اب سے بہتر اور خوبصورت ترجمہ اردو میں کہاں مل سکتا ہے۔ اور رحمٰن اور رحیم جو مبالغہ کے صیغے ہیں ان کے مبالغہ کو بھی ظاہر فرما دیا اور لطیف اشارہ دونوں کے فرق مراتب کی طرف بھی کر گئے۔ پچھلے تراجم سابقہ میں ان میں مبالغہ سے تعرض نہیں فرمایا۔ اس کے بعد سورۂ فاتحہ میں کیونکہ رحمٰن اور رحیم کا ترجمہ ایسا ہی کیا گیا۔ یَوْمِ الدِّیْنِ کا ترجمہ جملہ حضرات نے "روز جزا" یا "دن جزا کا" فرمایا ہے۔ مگر حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ نے صاف لکھ دیا ہے کہ کسی نے عوام کی زبان میں ترجمہ کیا ہے اور عوام کے کلام میں جزا کا لفظ شائع اور مستعمل نہیں۔ دوسرے اہل لغت اور حضرات مفسرین نے دین کے معنی جزا اور حساب دونوں فرمائے ہیں۔ ان وجوہ سے غالباً حضرت ممدوح نے جزا کے بدلے "انصاف" کا لفظ اختیار فرمایا کہ عوام میں بھی شائع ہے اور اس ایک لفظ میں جزا اور حساب دونوں آ گئے۔ "اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ" بعض حضرات "ہدایت" کا ترجمہ بھی تو لفظ "ہدایت" ہی سے کر جاتے ہیں۔ اس لئے کہ لفظ "ہدایت" فارسی اردو میں بھی مستعمل ہے اور کبھی اپنی زبان میں ترجمہ کرتے ہیں تو "ہدایت" کا ترجمہ "رستہ دکھانے" اور "راہنمائی" کے ساتھ کرتے ہیں۔ مگر حضرت ممدوح علی العموم ہدایت کا ترجمہ اپنی ہی زبان میں فرماتے ہیں۔ الا ماشاء اللہ۔ لیکن ہر موقع پر اس کا بھی لحاظ رکھتے ہیں کہ "ہدایت" کے کون سے معنی اس موقع کے مناسب ہیں کیونکہ "ہدایت" کے لغت عرب میں دو معنی ہیں۔ ایک "صرف راستہ دکھا دینا" دوسرے "مقصود تک پہنچا دینا" اول کو "ارادۃ" دوسرے کو "ایصال" کہتے ہیں۔ اس لئے اوروں نے "اِهْدِنَا" کا ترجمہ "دکھا ہم کو" فرمایا ہے اور شاہ صاحب "چلا ہم کو" فرماتے ہیں جس سے "ایصال" کی طرف اشارہ کرنا مفہوم ہوتا ہے۔ اسی طرح ہُدًی لِّلْمُتَّقِیْنَ میں اور حضرات نے "ہُدًی" کے ترجمہ میں "رہنما" یا "راہ دکھاتی ہے" فرمایا ہے۔ اور حضرت ممدوح نے "راہ بتلاتی ہے" فرمایا چونکہ "اِهْدِنَا" میں "ہدایت" حق تعالیٰ کی صفت ہے تو وہاں "چلانے" کا لفظ لائے ہیں اور اس موقع میں ہدایت قرآن کی صفت ہے تو اس کے "راہ بتانے" کا لفظ بیان فرمایا۔ دونوں جگہ مقصود "ایصال" کی طرف اشارہ کرنا معلوم ہوتا ہے۔ فرحمۃ اللہ ما ادق نظرہ وارق الفاظہ۔ "متقین" میں تقویٰ کا ترجمہ سب حضرات مرحومین نے "پرہیزگاری" فرمایا ہے جو تقاسیر کثیرہ

کے موافق ہے پھر حضرات مفسرین نے اس پر شبہ کیا کہ ہدایت کے محتاج تو گمراہ ہیں نہ کہ متقی اس لئے ھدی للضالین فرمانا چاہئے تھا۔ بعض حضرات نے متقین کے معنی صائرین الی التقوی کے لے کر جواب دیا۔ بعض نے دیگر جوابات دے کر شبہ کا قلع قمع کیا حضرت شاہ صاحب کی طبع لطیف اور باریک بین نظر اس طرف گئی کہ "تقوی" کا ترجمہ "ڈر" اور "خوف" کے ساتھ کرنا پسند کیا۔ جو "تقوی" کے معنی اصلی اور مشہور معنی ہے اور "متقین" سے وہ لوگ مراد لئے جن کے دل میں اللہ تعالیٰ کا ڈر ہے۔ اس لئے ھدی للمتقین کا ظاہر اور معروف ترجمہ "یعنی راہ دکھاتی ہے پرہیزگاروں کو" اس کو چھوڑ کر "راہ بتلاتی ہے ڈر والوں کو" اختیار فرمایا جس سے شبہ مذکورہ کے خطور کا موقع ہی نہ رہا جو کسی جواب کی حاجت ہو اور اگر "ہدایت" سے ایصال مراد ہیں جیسا کہ ترجمہ میں اس کی طرف اشارہ مفہوم ہوتا ہے۔ پھر تو شبہ کیا کسی واہی کے توہم کی بھی گنجائش نہیں۔ آگے دیکھئے "یؤمنون بالغیب" کے ترجمہ میں اگر "ایمان لاتے ہیں ساتھ غیب کے" یا "غیب پر" کہا جائے تو بہت سہل اور ظاہر نہ موافق ترجمہ ہے اور لفظ "ایمان" اور "غیب" دونوں ایسے مشہور ہیں کہ دوسرے لفظوں سے ان کے ترجمہ کرنے کی ضرورت نہیں لیکن لفظ "ایمان" اصطلاح شرع میں دو معنی میں مستعمل ہوتا ہے۔ ایک تو نفس تصدیق اور یقین قلبی جو ضروریات دین کے ساتھ متعلق ہو جس کو حقیقت ایمانی سے بھی تعبیر کرتے ہیں اور معنی لغوی کے بالکل مطابق ہے دوسرے تصدیق اور اعمال ایمانی کا مجموعہ جس کو ایمان کامل بھی کہتے ہیں۔ سو اس تو حضرت شاہ صاحب کی عام عادت ہے کہ حتی الوسع ترجمہ میں اردو کے لفظ کو اختیار فرماتے ہیں۔ دوسرے لفظ ایمان جب دو معنوں میں مستعمل ہے تو حضرت ممدوح کے اصول کے موافق ضرور ہوا کہ ترجمہ میں ایسا لفظ لائیں کہ ایمان کے جو معنی اس جگہ مراد ہیں ان کی تعیین ہو جائے اور دوسرا احتمال نہ رہے۔ علی ہذا لفظ "غیب" میں اجمال ہے۔ معلوم نہیں کس چیز سے غائب ہونا مراد ہے۔ ان وجوہ سے واضح اور ظاہر ترجمہ جس کا پہلے ذکر ہوا اس کو چھوڑ کر یہ ترجمہ اختیار فرمایا "یقین کرتے ہیں ان دیکھے" جس سے یہ معلوم ہو گیا کہ آیت میں ایمان کے اول معنی مراد ہیں نہ دوسرے اور یہ بھی معلوم ہو گیا کہ غیب کے یہ معنی ہیں کہ جن چیزوں کو آنکھوں سے نہیں دیکھا اور نہ علم وادراک سے غائب ہیں۔ جیسے دوزخ بہشت پل صراط وزن اعمال عذاب قبر فرشتے جنات سو وہ لوگ ان سب چیزوں کا خدا اور رسول کے فرمانے سے یقین کرتے ہیں۔ بعض حضرات مفسرین رحمہم اللہ نے جو "بالغیب" میں چند احتمال ذکر فرمائے ہیں ان میں سے ایک معنی جو ظاہر اور راجح ہیں اس ترجمہ سے وہ بھی متعین ہو گئے جیسا کہ کتب تفسیر میں مذکور ہے۔

تنبیہ ایمان کا ذکر قرآن شریف میں ماضی مضارع امر اسم فاعل مختلف صیغوں کے ضمن میں بہت کثرت سے موجود ہے۔ سو حضرات مترجمین تو اکثر مواقع میں اس کا حسب ظاہر ترجمہ "ایمان" یا "اسلام" سے فرما جاتے ہیں اور حضرت ممدوح "ایمان، اسلام، یقین، ماننا" جو لفظ جس موقع کے مناسب اور مفید سمجھتے ہیں۔ اس کو اختیار کرتے ہیں اور اس کی وجہ سے ترجمہ کے متعلق کار آمد باتیں معلوم ہوتی ہیں۔ جیسا کہ یؤمنون بالغیب کے ترجمہ میں ابھی عرض کر چکا ہوں۔ اور ایسی چھوٹے چھوٹے فرقوں اور بھلی بھلی رعایتوں کی وجہ سے بعض مواقع میں بڑے بڑے شبہے بسہولت دفع ہو جاتے ہیں اور تحقیقی باتیں معلوم ہو جاتی ہیں۔ دیکھئے احادیث میں وارد ہے کہ جب آیہ کریمہ الذین آمنوا ولم یلبسوا ایمانہم بظلم اولئک الآیۃ نازل ہوئی تو حضرات صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو بہت ہی شاق گزرا تھا آپ کی

خدمت میں عرض کیا "اَیُّنَا لَمْ یَظْلِمْ نَفْسَہٗ" یعنی یا رسول اللہ ہم میں ایسا کون ہے جس نے اپنے نفس پر ظلم نہ کیا ہو۔ تو پھر اب تک سب عذاب الٰہی سے غیر مامون اور ہدایت سے محروم ہو گئے۔ آپ نے فرمایا لیس ذلک انما ھو الشرک الم تسمعوا قول لقمان لابنہ یا بنی لا تشرک باللہ ان الشرک لظلم عظیم یعنی لم یلبسوا ایمانھم بظلم میں ظلم سے مراد شرک ہے مطلق گناہ نہیں۔ جو یہ شبہ اور پیش آئے۔ حضرات مفسرین اور شراح احادیث کے اقوال اس جواب کی تقریر میں مختلف ہو گئے۔ جیسا کہ اہل علم کو معلوم ہے۔ سو ایک خلجان تو لم یلبسوا ایمانھم بظلم میں تھا۔ جو حضرات صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کو پیش آیا تھا۔ دوسرا اختلاف خلجان مذکور کے جواب میں مفسرین وغیرہ علمائے کرام کو پیش آگیا کہ جواب کا مقصد اور اس کا ماخذ کیا ہے۔ سو خلجان معروضہ اصحاب کرام تو آپ کے ارشاد سے جاتا رہا۔ مگر آپ کے ارشاد کے مقصد و ماخذ میں علماء کو جو اختلاف پیش آگیا وہ موجود ہے اس پر حضرات مترجمین نے تو ان لمبی لمبی بحثوں کو دیکھا کہ ترجمہ اس کو متحمل نہیں ہو سکتا اور نہ اس کے مناسب اس لئے ترجمہ میں اس سے قطع نظر کر کے ظاہر کے موافق صحیح ترجمہ فرما دیا اور لمبی بحثوں کے لئے دوسرا موقع ہے اور حضرت شاہ صاحب کی دقیق نظر نے دیکھا کہ جب ہم ترجمہ میں کوئی زیادتی اور طول کرتے نہیں ہیں صرف ایک لفظ کی جگہ دوسرا ویسا ہی لفظ بول دینے سے سب امور طے ہو جاتے ہیں تو پھر اس میں کیوں کوتاہی کی جائے اور کام کی بات سے کیوں محروم رکھا جائے۔ تو انہوں نے اپنی عادت کے موافق یہ کیا کہ "الذین امنوا ولم یلبسوا ایمانھم بظلم" کے ترجمہ میں یہ الفاظ فرمائے "جو لوگ یقین لائے اور ملاتے نہیں اپنے یقین میں کچھ تقصیر" جس سے معلوم ہو گیا کہ ایمان سے حقیقت ایمان یعنی تصدیق قلبی مراد ہے جس کو بعض اکابر "ایمان بالمعنی الاولی" کہتے ہیں۔ اہل فہم منصف کو تو اس میں بھی کافی ہے مگر اس پر اتنا اور زیادہ کیا کہ "ظلم" کے ترجمہ میں لفظ "تقصیر" بیان فرمایا۔ جس سے اور بھی وضاحت اور تکمیل ہو گئی اب اس میں غور کرنے سے نہ آیت میں کوئی خلجان ہوتا ہے نہ آپ کے ارشاد میں اختلاف باقی رہتا ہے۔ دو لفظوں میں ایسی تحقیق فرما دی کہ لمبی لمبی بحثوں کی ضرورت نہ رہی اور طرفہ یہ کہ تحقیق و تطبیق سب سے احق بالقبول معلوم ہوتی ہے اور یہ بھی معلوم ہو گیا کہ حضرات صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے خلجان کا منشاء کیا تھا اور ارشاد نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا منشاء کیا ہے اور ترجمہ میں جو لفظ "کچھ" داخل فرمایا ہے جو اور ترجموں میں نہیں وہ یہ صاف بتلاتا ہے کہ حضرت شاہ صاحب اقوال علماء کو پیش نظر رکھ کر جو بات محقق اور راجح ہے اس کو بیان فرمانا چاہتے ہیں۔ یہاں تمثیلات کے ذیل میں یہ ذکر استطراداً آگیا اس سے زائد بسط کا موقع نہیں اور حضرات اہل علم خود بھی جانتے ہیں۔ البتہ سورۂ انعام میں اس آیت کے متعلق حاشیہ پر کچھ بسط سے عرض کر دیا جائے گا۔ انشاء اللہ

اس کے بعد مِمَّا رَزَقْنٰھُمْ کے ترجمہ میں من تبعیضیہ کا ترجمہ لفظ "کچھ" سے بیان فرما کر ممانعت اسراف کی طرف اشارہ کر دیا جیسا کہ تفسیر بیضاوی وغیرہ میں مذکور ہے یُخٰدِعُوْنَ اللّٰہَ کے ترجمہ میں فرماتے ہیں "دغا بازی کرتے ہیں اللہ سے" جو نہایت صاف اور مناسب ترجمہ ہے۔ اور کوئی خلجان اور وہم اس میں نہیں ہو سکتا۔ عذاب الیم کے ترجمہ میں "دکھ کی مار" فرما کر اشارہ کر دیا کہ فعیل بمعنی مفعول ہے جو استعمال مفرد اور راجح ہے اور محاورہ کے موافق بِمَا کَانُوْا یَکْذِبُوْنَ میں یکذبون کا ترجمہ ظاہر کے خلاف "جھوٹ کہتے تھے" فرماتے ہیں "جھوٹ بولتے تھے" نہیں فرمایا جو سہل اور ظاہر ہے

موافق تھے۔ اس کی وجہ آیت اللہ کی یہ ہے کہ جھوٹ بولتے تھے۔ بظاہر جس سے یہ سمجھ میں آتا ہے کہ ان لوگوں کا کاذب ہونا بیان کرنا مقصود ہے اور اسی کی وجہ سے ان پر عذاب الیم ہوگا۔ حالانکہ یہ بات نہیں بلکہ مقصود یہ ہے کہ وہ لوگ امنا باللہ وبالیوم الآخر جھوٹ کہا کرتے تھے۔ یعنی منافق تھے اور عذاب الیم اسی نفاق کے بدلے میں ہوگا۔ فللّٰہ درہ ما الطف طبعہ واسلم ذوقہ واحد نظرہ۔ اور جیسے ما یشعرون اور لا یشعرون جو ان آیات میں مذکور ہے دونوں جگہ یشعرون ایک لفظ ہے کوئی فرق نہیں۔ اسی لئے حضرات مترجمین دونوں کے ترجمہ میں کچھ فرق نہیں فرماتے مگر حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ اول کا ترجمہ "نہیں بوجھتے" اور دوسرے کا "نہیں سمجھتے" فرماتے ہیں۔ فرق صرف اتنا ہے کہ جہاں تامل اور فکر کی حاجت ہوتی ہے اس کے سمجھنے کو "بوجھنا" کہتے ہیں۔ حضرت ممدوح کے اس فرق فرمانے سے اس طرف اشارہ ہو گیا کہ امر اول یعنی ان لوگوں کا اپنے نفسوں کو دھوکا دینا اس کے سمجھنے میں کچھ تامل کی حاجت ہے اور امر ثانی یعنی منافقوں کا مفسد ہونا بالکل ایک امر ظاہر ہے۔ ادنیٰ تامل کی بھی حاجت نہیں۔ قاضی بیضاوی رحمۃ اللہ نے اس موقع میں لا یشعرون اور لا یعلمون کا فرق بیان کیا ہے۔ شاہ صاحب نے یہ کیا کہ ایک لفظ یشعرون کو دو موقعوں میں لانے سے جو اختلاف کیا جو باریک فرق تھا اس کی طرف اشارہ فرما گئے۔

اس کے بعد عرض ہے کہ ہم نے یہ چند نظائر چھوٹی بڑی جو شروع قرآن مجید سے متعدد جگہ کے متعلق ہیں موضح القرآن سے بطور نمونہ کے تنبیہ عرض کر دی ہیں اس کو دیکھ کر ترجمہ موصوف کی خوبی اور کیفیت بالاجمال معلوم ہو سکتی ہے اور ہمارے عرض سابق کی تصدیق کیلئے انشاء اللہ کافی ہیں اور ترجمہ مذکور کا اول سے آخر تک یہی رنگ ہے چنانچہ اہل علم پر واضح ہے کہ ہم ان امور سے معذور ہیں کہ جیسے ہم نے بطور نمونہ اس مقام سے متعلق چند کے عرض کی ہیں اسی طرح پر تمام ترجمہ کے نظائر اور فوائد بیان کریں اور نہ اس کی ضرورت۔ البتہ جو بات قابل تنبیہ ہوگی ان شاء اللہ اپنے موقع پر بالاجمال یا بالتفصیل حاشیہ پر فوائد کے ذیل میں انشاء اللہ عرض کرتے رہیں گے۔ اور اہل فہم کو ایک دو تنبیہ غور سے سمجھ لینے کے بعد ان امور کے سمجھنے میں خود سہولت ہو جائے گی۔

یہ امر بھی عرض کر دینے کے قابل ہے کہ حضرت حجۃ اللہ علی العالمین شاہ ولی اللہ قدس سرہ نے جب اول قرآن شریف کا ترجمہ فارسی فرمایا تو حاشیہ پر ضروری فوائد بھی کچھ تحریر فرمائے۔ مگر نہایت مختصر اور مجمل اور بہت کم موقعوں پر جو عام مسلمانوں کو کسی مرتبہ میں بھی کافی نہیں ہو سکتے۔ اس کے بعد جب حضرت شاہ عبدالقادر رحمۃ اللہ نے ترجمہ فرمایا تو حضرت ممدوح نے فوائد کو بھی ایک مقدار کافی تک بڑھا دیا۔ جو نہایت مفید اور کارآمد ہیں۔ مگر مختصر عبارت اور سادہ الفاظ میں کہ بعض مواقع میں بدون توجہ کے سمجھ میں نہیں آ سکتے۔

اب اصل ترجمہ کی کیفیت بیان کرنے کے بعد اپنے ترجمہ سے متعلق عرض ہے کہ یہ تو پہلے معلوم ہو چکا کہ ترجمہ صرف دو امر سے متعلق ہے۔ الفاظ متروکہ کو بدل دینا اور کہیں کہیں حسب ضرورت اجمال کو کھول دینا۔ اس کے بعد اتنا اور عرض ہے کہ جس موقع پر ہم کو الفاظ بدلنے کی نوبت آئی ہے وہاں ہم نے یہ نہیں کیا کہ اپنی طرف سے جو مناسب سمجھا بڑھا دیا نہیں بلکہ متعدد تراجم میں سے لینے کی کوشش کی ہے۔ خود موضح القرآن میں دوسری جگہ کوئی لفظ ملا لیا یا حضرت شاہ

عبدالقادر صاحبؒ کی اردو تفسیر میں یا حضرت مولانا شیخ الہند کے ترجمہ میں ''فتح الرحمٰن'' میں تھی اکثر ان میں سے لیے کو پسند کیا ہے۔ البتہ کچھ مواقع ایسے بھی نکلیں گے جہاں کسی وجہ سے ہم نے اپنے خیال کے موافق کوئی لفظ داخل کر دیا ہے اور جہاں ہم نے کوئی لفظ بدلا ہے وہاں دونوں باتوں کا خیال رکھا ہے یعنی لفظ ایسا سہل، محاورہ کے موافق بھی اور مطابق غرض اور موافق مقام بھی پورا ہو اور جس جگہ ایسا لفظ ہم کو نہیں ملا وہاں جانب معنی کو ترجیح دی ہے۔ یعنی لفظ موافق مراد اور مناسب مقام کو اختیار کیا ہے۔ گو اس میں کسی قدر طول ہو یا لفظ بہت مشہور نہ ہو۔ اور ہم نے جس جگہ کسی مصلحت سے ترتیب کو بدلا ہے یا اور کوئی تغیر کیا ہے تو یہ ضرور لحاظ رکھا ہے کہ اس کی نظیر حضرات اکابر کے تراجم میں موجود ہونی چاہئے۔ ایسا تغیر جس کی نظیر مقدس حضرات کے تراجم میں نہ ہو ہم نے نقل ترجمہ میں جائز نہیں رکھا۔ اتفاق سے اگر کوئی موقع اس غرض کے خلاف ہو تو وہ یقیناً ہمارا سہو ہے یا خطا۔ بالقصد جان بوجھ کر ہم نے ایسا کہیں نہیں کیا۔

حضرات علماء میں بعض کلمات قرآنی کے ترجمہ میں باہم کچھ اختلاف ہوا ہے۔ اور بعض آیات کے مطلب میں بھی کچھ نزاع ہے۔ سو ایسے مواقع میں ہم نے حضرت شاہ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ کا اتباع کیا ہے۔ الا ماشاء اللہ کہ کسی موقع پر حضرت شاہ ولی اللہ قدس سرہ کی متابعت اختیار کی ہے۔

فوائد کے متعلق یہ عرض ہے کہ موضح القرآن کے جملہ فوائد لینے کا التزام کیا گیا ہے۔ مگر شاذ و نادر کسی وجہ سے ان کے بیان کرنے کی حاجت نہیں سمجھی اور فوائد میں چونکہ ہر طرح سے گنجائش اور وسعت ہے ترجمہ کی طرح قید اور تنگی نہیں تو اس لئے ہم نے اکثر یہ کیا ہے کہ حضرت ممدوح کے فوائد کو اپنی عبارت میں بیان کیا ہے اور تقدیم و تاخیر، تغیر و تبدیل، اجمال و تفصیل وغیرہ امور سے احتراز نہیں کیا۔ اور بہت سے فوائد باستقلال مفید اور نافع سمجھ کر مختلف موقعوں سے لے کر اپنی رائے سے بڑھا دیئے ہیں اور حضرت شاہ صاحبؒ کی تقلید کی وجہ سے ترجمہ میں اگر کسی جگہ قدرے تنگی رہ گئی تو اس کے بدلہ میں مکافات سے بھی زائد کو فوائد میں اس کو واضح کر دیا گیا ہے۔ اور بغرض تشریح و تسہیل و تکمیل فوائد کی تکثیر کو ہم نے اختیار کیا۔ فوائد میں طول ہو جانے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ جو کوئی مترجم فوائد لکھتا ہے وہ صرف کلام مجید کے متعلق لکھتا ہے اور احقر کو اس کے علاوہ حضرت شاہ صاحبؒ کے ترجمہ کے متعلق بھی بعض مواقع میں تو کچھ عرض کرنے کی نوبت آئی ہے۔ کیونکہ ہماری تمام سعی کا لب لباب دراصل ترجمہ موصوف کی خدمت گزاری ہے۔ ویسے چونکہ بعض بعض مقامات پر کچھ کچھ ترمیم کرنے سے حقیقت میں یہ دوسرا ترجمہ نہیں ہو گیا۔ اس لئے اس کا کوئی نام مستقل مقرر کرنا بھی ٹھیک نہیں تھا مگر صرف دفع التباس اور رفع اشتباہ کی مصلحت سے مناسب معلوم ہوا کہ اگر اصل ترجمہ کے نام کے علاوہ اس کا بھی کچھ نام رکھ دیا جائے تو التباس و اشتباہ سے پورا بچاؤ رہے گا۔ اس کا نام ''موضح القرآن'' ہے۔ اس کا نام ''موضح فرقان'' بہت مناسب معلوم ہوتا ہے۔ ایک کے ہیں ایک اور ہیں دو کے دو۔ کہنے کو دو اور حقیقت میں ہیں ایک۔ مگر موضح القرآن میں یہ خوبی ہے کہ تاریخی بھی ہے۔ ''موضح فرقان'' تاریخی نہیں۔ یاں گھٹا بڑھا کر کچھ تکلف کے بعد تاریخی بھی ہو سکتا۔ قطعہ

یادگار شاہ عبدالقادرؒ — ترجمہ موضح قرآن مجید

وہ کہ آں معدن صد خوبی را — کرد ترمیم اقل العبید

بے خلش و بیچ بلفظ محمود — سال او موضح فرقان مجید

۱۳۳۶

اس کے بعد یہ عرض ہے کہ سب مسلمانوں پر فرض ہے کہ اپنے رب کو پہچانیں اور اس کی صفات اور اس کے احکام کو معلوم کریں اور تحقیق کریں کہ حق تعالیٰ کونسی باتوں سے خوش ہوتا ہے اور کونسی باتوں سے خفا ہوتا ہے اور اس کی خوشی کے کاموں کو کرنا اور اس کی ناخوشی کے کاموں سے بچنا اسی کا نام بندگی ہے اور جو بندگی نہ کرے وہ بندہ نہیں اور سب کو معلوم ہے کہ آدمی جب پیدا ہوتا ہے سب چیزوں سے ناواقف اور محض انجان ہوتا ہے۔ پھر سکھلانے سے سب کچھ سیکھ لیتا ہے۔ اور بتلانے سے ہر چیز جان لیتا ہے۔ اسی طرح حق کا پہچاننا اور اس کی صفات اور احکام کا جاننا بھی بتلانے اور سکھلانے سے آتا ہے۔ لیکن جیسا حق تعالیٰ نے ان باتوں کو قرآن شریف میں خود بتلایا ہے ویسا کوئی نہیں بتلا سکتا اور جو اثر اور برکت اور ہدایت خدائے تعالیٰ کے کلام پاک میں ہے وہ کسی کے کلام میں نہیں۔ اس لئے عام خاص جملہ اہل اسلام کو لازم ہے کہ اپنے اپنے درجہ کے موافق کلام اللہ کے سمجھنے میں غفلت اور کوتاہی نہ کریں۔ سو قرآن شریف کے اوپر کے درجہ کے مطالب اور خوبیاں تو عالموں کے سمجھنے کی بات ہے مگر جو لوگ کہ علم عربی سے ناواقف ہیں ان کو بھی کم سے کم اتنا ضرور کرنا چاہئے کہ علمائے دین نے جو سلیس ترجمے ان کی زبان میں عوام کی واقفیت اور ہدایت کے لئے کر دیئے ہیں ان کے ذریعہ سے اپنے معبود حقیقی کے کلام کے سمجھنے میں ہرگز کاہلی نہ کریں اور اس نعمت لازوال سے بالکل محروم نہ رہیں کہ بہت بڑی بدبختی اور کم نصیبی ہے۔ مگر اس میں اتنا اندیشہ ضرور ہے کہ صرف فارسی خواں یا اردو داں جو محاورات عرب سے ناواقف ہے محض سلیس ترجمہ کو دیکھ کر کچھ کا کچھ سمجھ جائے گا۔ کیونکہ پچھلی بات کا پہلی بات سے ملانا یا جدا ہو جانا اکثر موقع میں بدون بتلائے ناواقف کی سمجھ میں نہیں آتا۔ اور کسی مضمون میں مجمل اور مبہم میں کچھ کا کچھ سمجھ جانا عوام سے کچھ بعید نہیں۔ یہاں تک کہ بعض آیتوں میں ضمیر کے مرجع میں غلطی کھا کر خرابی میں پڑنے کا اندیشہ ہے۔ نیز یہ امر بھی ضروری ہے کہ کلام الٰہی کے معنی بلا سند معتبر نہیں اور سلف صالحین کے خلاف کسی آیت کے معنی لینے جہل اور گمراہی ہے بالخصوص موضح القرآن کے ان فوائد کو سمجھنا جو کہ جگہ جگہ حضرت شاہ صاحبؒ نے اشارۃً ارشاد فرمائے ہیں بدون بتلائے عالم واقف کے ممکن نہیں جیسا کہ ابھی معروض کر آیا ہوں۔ سو لامحالہ لازم ہے کہ استاد سے سمجھنے میں مسلمان کاہلی اور کوتاہی نہ کریں اور محض اپنی رائے پر اعتماد کر کے ثواب کے بدلے الٹا خسارہ نہ کمائیں۔ وَاللّٰهُ الْمُوَفِّقُ وَهُوَ يَهْدِي السَّبِيلَ۔

یہ مضمون حضرت شاہ صاحب کا ہے جو تھوڑی سی تفصیل اور تغیر کے ساتھ ہم نے مفید سمجھ کر عرض کر دیا ہے۔ اگر کاش مسلمانان ہند اس مفید قابل اہتمام مضمون کی پابندی کرتے تو آج ترجمہ موضح القرآن کے سمجھ میں نہ آنے کی شکایت نہ کرتے اور جو حضرات ترجمہ موصوف کے سمجھنے میں آج سست اور کاہل نظر آتے ہیں۔ وہ دوسروں کے سمجھانے میں چست اور مستعد نظر آتے۔ حضرات علماء عام اہل اسلام کی بہبودی اور نفع رسانی کی غرض سے پہلے سے نئے نئے ترجمے شائع کرتے رہتے ہیں مگر انصاف سے اس وقت تک نفع مذکور باوجود کثرت تراجم عام اور شائع طور پر اہل اسلام میں نہیں پھیلا۔ جب تک خود اہل اسلام ترجمہ قرآن شریف کو ضروری اور مفید سمجھ کر اپنے شوق اور توجہ سے سیکھنا اور سمجھنا نہ چاہیں گے۔ اس وقت تک تکثیر تراجم سے عوام کو کیا نفع پہنچ سکتا ہے۔ شیخ علیہ الرحمۃ نے کیا خوب فرمایا ہے۔ قطعہ

فہم سخن تا نکند مستمع — قوت طبع از متکلم مجوئے

فسحت میدان ارادت بیار — تا بزند مرد سخن گوئے گوئے

حضرات علماء نے عوام کی بہبودی کی غرض سے جیسے کہ سہل اور آسان متعدد ترجمے شائع فرما دیے ہیں ایسے ہی اس کی بھی حاجت ہے کہ علی العموم مسلمانوں کو ان ترجموں کے سیکھنے اور ان کے سمجھنے کی طرف رغبت بھی دلائی جائے۔ علمائے کرام اہل اسلام کو خاص طور پر سے ترجموں کے سمجھنے اور پڑھنے کی ضرورت اور اس کی منفعت دل نشین کرنے میں کوتاہی نہ فرمائیں۔ بلکہ ترجمہ کی تعلیم کے لئے ایسے سلسلے بھی قائم فرما دیں کہ ہر جا ہے بسہولت اپنی حالت کے مناسب اور فرصت کے موافق حاصل کر سکے۔ واللہ الموفق والمعین۔

التماس اخیر

حضرت شاہ صاحبؒ کے اصل ترجمہ کا احسن التراجم اور انفع التراجم ہونا تو انشاء اللہ ایسا نہیں کہ اہل علم و دیانت میں کوئی اس کا منکر ہو ہاں احقر نے جو اس کی خدمت اور ترمیم کی ہے اس کی نسبت ضرور ہم کو خلجان ہے۔ اس لئے اہل علم و انصاف کی خدمت میں التماس ہے کہ اگر یہ ترجمہ شائع ہو کر کسی وقت آپ حضرات تک پہنچے تو اس کی حاجت ہے کہ ایک نظر اس کو ملاحظہ فرما کر جو امور قابل اصلاح معلوم ہوں ان سے ہم کو مطلع فرمانے میں تامل نہ فرمائیں۔ اور اگر کوئی صاحب بالاستقلال ترمیم فرمانا زیادہ پسند کریں تو وہ بالاستقلال اس خدمت کو انجام دینے میں سعی فرمائیں۔ ہماری غرض یہ ہے کہ یہ عمدہ اور مفید ترجمہ جو اہل علم اور عوام دونوں کو مفید ہے ایک تھوڑے سے بہانے سے نظروں سے نہ گر جائے اور ہم اس کے فیض سے محروم نہ ہو جائیں۔ اور ایک صدقہ جاریہ میں خلل اور نقصان نہ آ جائے جس طرح ہو اور جو کوئی اس کی تلافی اور تدارک بہتر سے بہتر کر سکے وہ اس میں کوتاہی نہ کرے۔

صلائے عام ہے یاران نکتہ داں کے لئے

احقر

حضرت مولانا محمود الحسن نور اللہ مرقدہٗ

☆ ☆ ... ☆

یادداشت بعض امور کی جو ترجمہ یا فوائد میں خیال کئے گئے

از: شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسنؒ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

لغت میں یہ بات مسلم ہے کہ الرحمٰن میں بہ نسبت الرحیم مبالغہ زیادہ ہے لیکن اس کے فرق کی طرف سوائے شاہ صاحبؒ کے کسی نے ارشاد نہیں فرمایا۔ بعض مترجموں نے تو بالکل الٹا کر دیا۔ شاہ صاحبؒ کا فرق ایسا دقیق تھا کہ اس کو کسی نے خیال نہیں کیا۔ شاہ صاحبؒ نے تحریر فرمایا ہے۔ "جو بڑا مہربان نہایت رحم والا"۔ ہمارے ترجمہ میں اس کو خوب کھول دیا گیا اور یہ ترجمہ کیا گیا۔ "بے حد مہربان نہایت رحم کرنے والا" "رحمٰن" اور "رحیم" دونوں کے مبالغہ کو ظاہر کر دیا اور "بے حد" اور "نہایت" سے باہمی فرق بھی نکال دیا۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ۔ الحمد کا ترجمہ مولوی نذیر احمد صاحب نے "ہر طرح کی تعریف" کیا ہے لیکن اس ترجمہ میں نہایت باریک نقص تھا کیونکہ اس سے مفہوم ہوتا ہے کہ ہر قسم کی تعریفیں اللہ کے واسطے ہیں۔ اس سے استغراق انواع ثابت ہوا نہ کہ استغراق افراد اور استغراق افرادی بڑھا ہوا ہے اور وہی مراد بھی ہے اس ترجمہ کو چھوڑ کر یہ ترجمہ کیا گیا۔ "سب تعریفیں اللہ کے لئے" اس ترجمہ اور شاہ صاحبؒ کے ترجمے میں صرف الفاظ کے کم و بیش کا فرق ہے۔ امر مذکور کے فائدے میں مضمون کھول دیا ہے۔

مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ۔ مولوی نذیر احمد صاحب نے اس کا ترجمہ بادشاہ کا کیا ہے۔ اگرچہ یہ ترجمہ اس قرأت کے موافق درست ہو جس میں مَلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ہے اس قرأت کے موافق درست نہیں۔ اس کا خیال رکھنا چاہیے تھا۔

غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ۔ اس آیت شریفہ کا ترجمہ نہایت غور طلب امر ہے۔ تمام تفاسیر میں لکھا ہے۔ غیر۔ اَلَّذِيْنَ کی صفت ہے یا بدل ہے۔ لیکن تمام مترجموں نے اس کا خیال نہیں کیا۔ بلکہ خلاف ترکیب لفظی یہ ترجمہ کیا ہے۔ "نہ ان کی راہ" البتہ شاہ صاحبؒ کے ترجمہ میں دونوں احتمال تھے۔ اس لئے تمام تراجم کے خلاف اس آیت کے ترجمہ کو تفاسیر کے موافق کر دیا اور فائدہ میں اصل مدعا کو کھول دیا ہے۔

الٓمّٓ۔ حروف مقطعات کے معانی میں مولوی نذیر احمد صاحبؒ نے علماء کے اوپر تفسیر بالرائے کا الزام لگایا تھا جس کے جواب کی طرف فائدہ میں اشارہ کیا ہے۔

لَا رَيْبَ فِيْهِ۔ اس آیت کے فائدے میں بہت سے شبہات اور اعتراضات کا جواب دیا گیا ہے۔

دو جگہ لَا يَشْعُرُوْنَ وارد ہوا ہے۔ تمام مترجموں نے دونوں جگہ ایک ہی ترجمہ کیا ہے۔ یعنی "نہیں سمجھتے"۔ البتہ شاہ صاحبؒ نے فرق کیا ہے جو نہایت باریک ہے۔ اور یہ کہ اول میں "بوجھتے" اور دوسرے میں "سمجھتے"۔ لیکن یہ فرق بہت مخفی تھا۔ اس کو ہمارے ترجمہ میں کھول دیا گیا ہے۔

وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ بِمَا يَكْذِبُوْنَ کا ترجمہ مولوی نذیر احمد صاحب وغیرہ نے "جھوٹ بولتے تھے" کیا ہے۔ اور شاہ صاحبؒ نے "جھوٹ کہتے تھے"۔ لیکن صحیح ترجمہ بھی ہے جو شاہ صاحبؒ نے کیا ہے کیونکہ یہ مراد مطلقاً جھوٹ بولنے کی عادت نہیں تھی۔ بلکہ خاص اس جھوٹ کہنے کی کہ "اٰمَنَّا بِاللّٰهِ" کہتے تھے منافق کے بولنے اور کہنے میں بڑا فرق ہے اور فائدہ میں اس کو واضح کر دیا ہے۔

يَمُدُّهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ۔ اس آیت کے ترجمہ میں نذیر احمد وغیرہ مترجموں نے سب نے غلطی کی ہے کہ فِيْ طُغْيَانِهِمْ کو يَعْمَهُوْنَ کے متعلق کیا ہے۔ حالانکہ اس سے معتزلہ کے مذہب کی تائید ہوتی ہے۔ صحیح ترجمہ یہ ہے کہ اس کو

فہرست عنوانات

تفسیر عثمانی جلد اوّل

سُوْرَةُ الْفَاتِحَةِ مَكِّيَّةٌ

سورۃ فاتحہ مکہ میں نازل ہوئی

وَهِيَ سَبْعُ اٰيٰتٍ وَّرُكُوْعٌ

اور اس میں سات آیتیں اور ایک رکوع ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے ◆

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝۱ الرَّحْمٰنِ

سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں ◆ جو پالنے والا سارے جہان کا ◆ بے حد مہربان

الرَّحِيْمِ ۝۲ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ۝۳

نہایت رحم والا — مالک — روز جزا کا ◆

اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ۝۴

تیری ہی — ہم بندگی کرتے ہیں — اور تجھی سے مدد چاہتے ہیں ◆

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝۵ صِرَاطَ

دکھا ہم کو — راہ سیدھی — راہ

الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۙ غَيْرِ

ان لوگوں کی — جن پر تو نے فضل فرمایا ◆ جن پر نہ

الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ۝۷

تیرا غصہ ہوا — اور نہ — وہ گمراہ ہوئے ◆

الحمد ۱ — ع

سورۂ فاتحہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

(۱) رحمٰن اور رحیم دونوں مبالغہ کے صیغے ہیں اور رحمٰن میں رحیم سے زیادہ مبالغہ ہے ترجمہ میں ان سب باتوں کا لحاظ ہے۔

(۲) **ہر تعریف اللہ کی ہے** یعنی سب تعریفیں عمدہ سے عمدہ اول سے آخر تک جو ہوئی ہیں اور جو ہوں گی خدا ہی کو لائق ہیں۔ کیونکہ ہر نعمت اور ہر چیز کا پیدا کرنے والا اور عطا کرنے والا وہی ہے خواہ بلاواسطہ عطا فرمائے یا بواسطہ جیسے دھوپ کی وجہ سے اگر کسی کو حرارت یا نور پہنچے تو حقیقت میں آفتاب کا فیض ہے۔ شعر

حمد را با تو نسبتے ست درست — بر در ہر کہ رفت بر در تست

تو اب اس کا یہ ترجمہ کرنا کہ (ہر طرح کی تعریف خدا ہی کو سزاوار ہے) بڑی کوتاہی کی بات ہے جس کو اہل فہم خوب سمجھتے ہیں۔

(۳) **عالمین کے معنی** مجموعہ مخلوقات کو عالم کہتے ہیں اور اسی لئے اس کی جمع نہیں لاتے۔ مگر آیت میں عالم سے مراد ہر ہر جنس (مثلاً عالم جن، عالم ملائکہ، عالم انس وغیرہ وغیرہ) ہیں۔ اس لیے جمع لائے تاکہ جملہ افراد عالم کا مخلوق جناب باری ہونا خوب ظاہر ہو جائے۔

(۴) اس کے خاص کرنے کی اول وجہ تو یہی ہے کہ اس دن بڑے بڑے امور پیش آئیں گے ایسا خوفناک روز نہ پہلے ہوا نہ آگے کو ہوگا دوسرے اس روز بجز ذات پاک حق تعالیٰ کے کسی کو ملک و حکومت ظاہری بھی تو نصیب نہ ہوگی لِمَنِ الْمُلْکُ الْیَوْمَ لِلّٰہِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ

(۵) **صرف اللہ سے استعانت** اس آیت شریفہ سے معلوم ہوا کہ اس کی ذات پاک کے سوا کسی سے حقیقت میں مدد مانگنی بالکل ناجائز ہے۔ ہاں اگر کسی مقبول بندہ کو محض واسطہ رحمت الٰہی اور غیر مستقل سمجھ کر استعانت ظاہری اس سے کرے تو یہ جائز ہے کہ یہ استعانت درحقیقت حق تعالیٰ ہی سے استعانت ہے۔

(۶) **اہل انعام اور اہل غضب** جن پر انعام کیا گیا وہ چار فرقے ہیں نبیین وصدیقین وشہداء وصالحین کلام اللہ میں دوسرے موقع پر اس کی تصریح ہے اور المغضوب علیہم سے یہود اور ضالین سے نصاریٰ مراد ہیں۔ دیگر آیات وروایات اس پر شاہد ہیں اور صراط مستقیم سے محرومی کل دو طرح پر ہوتی ہے۔ عدم علم یا جان بوجھ کر کوئی فرقہ گمراہ اگلا پچھلا ان دو سے خارج نہیں ہو سکتا سو نصاریٰ تو وجہ اول میں اور یہود دوسری میں ممتاز ہیں۔

(۷) **قرآن میں سورۂ فاتحہ کی حیثیت** یہ سورت خدا تعالیٰ نے بندوں کی زبان سے فرمائی کہ جب ہمارے دربار میں حاضر ہو تو ہم سے یوں سوال کیا کرو اس لیے اس سورت کا ایک نام تعلیم مسئلہ بھی ہے۔ اس سورت کے ختم پر لفظ آمین کہنا مسنون ہے اور یہ لفظ قرآن شریف سے خارج ہے۔ معنی اس لفظ کے یہ ہیں کہ "الٰہی ایسا ہی ہو"۔ یعنی مقبول بندوں کی پیروی اور نافرمانوں سے علیحدگی میسر ہو اس سورت کے اول نصف میں اللہ تعالیٰ کی ثنا و صفت اور دوسرے حصہ میں بندہ کے لیے دعا ہے۔ فائدہ غیر المغضوب الخ ..... الذین کا بدل ہے یا اس کی صفت ہے اس لیے اس کے مناسب ترجمہ کیا گیا۔ بعض تراجم دہلویہ میں جو اس کا ترجمہ کیا ہے خلاف ترکیب وخلاف مقصود ہے۔

سُوْرَةُ الْبَقَرَةِ مَدَنِيَّةٌ

وَهِيَ مِائَتَانِ وَّسِتٌّ وَّثَمَانُوْنَ اٰيَةً وَّاَرْبَعُوْنَ رُكُوْعًا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الٓمّٓ ۝١ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ ۛ فِيْهِ ۛ

هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ۝٢ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ

بِالْغَيْبِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا

رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۝٣ وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ

بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ

قَبْلِكَ ۚ وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ۝٤

سورۂ بقرہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

۱ **حروف مقطعات** ان حروف کو مقطعات کہتے ہیں ان کے اصلی معنی تک اوروں کی رسائی نہیں۔ بلکہ یہ بھید ہے اللہ اور رسول کے درمیان جو بوجہ مصلحت و حکمت ظاہر نہیں فرمایا۔ اور بعض اکابر سے جو ان کے معنی منقول ہیں اس سے صرف تمثیل و تنبیہ و تسہیل مقصود ہے۔ یہ نہیں کہ مراد حق تعالیٰ یہ ہے۔ تو اب اس کو رائے تخمینی کہہ کر تغلیط کرنا محض تخمینی رائے ہے جو تحقیق علماء کے بالکل خلاف ہے۔

۲ **قرآن میں شک نہ ہونے کا مطلب** یعنی اس کے کلام الٰہی ہونے اور اس کے جملہ مضامین کے واقعی ہونے میں کچھ شبہ نہیں۔ جاننا چاہئے کہ کسی کلام میں اشتباہ ہونے کی دو صورتیں ہیں۔ یا تو خود اس کلام میں کوئی غلطی اور خرابی ہو یا سننے والے کے فہم میں خلل ہو۔ اول صورت میں محل ریب یہ کلام ہے اور دوسری صورت میں محل ریب حقیقت میں سمجھنے والے کا فہم ہے۔ کلام بالکل حق ہے گو اس کو اپنی نافہمی سے وہ کلام محل ریب معلوم ہو۔ سو اس آیت میں ریب کی صورت اول کی نفی فرمائی ہے تو اب یہ شبہ کہ کلام اللہ کے کلام الٰہی اور حق ہونے میں تو سب کفار کو ریب و انکار تھا پھر اس نفی کے کیا معنی، بالکل جاتا رہا۔ باقی رہی صورت ثانی اس کو آگے چل کر فرما دیا گیا وَاِنْ كُنْتُمْ فِیْ رَیْبٍ الخ

۳ یہاں سے اخیر قرآن تک جواب ہے اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ کا جو سوال بندوں کی طرف سے ہوا تھا۔

۴ **مومنین کی صفات** یعنی جو بندے اپنے خدا سے ڈرتے ہیں ان کو یہ کتاب راستہ بتلاتی ہے کیونکہ جو اپنے خدا سے خائف ہوگا اس کو امور مرضیہ اور غیر مرضیہ یعنی طاعت و معصیت کی ضرور تلاش ہوگی اور جس بدفرمان کے دل میں خوف ہی نہیں اس کو طاعت کی کیا فکر اور معصیت سے کیا اندیشہ۔

۵ یعنی جو چیزیں ان کی عقل و حواس سے مخفی ہیں (جیسے دوزخ، جنت، ملائکہ وغیرہ) ان سب کو اللہ اور رسول کے ارشاد کی وجہ سے حق اور یقینی سمجھتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ ان امور غائبہ کا منکر ہدایت سے محروم ہے۔

۶ اقامت صلوٰۃ کا یہ مطلب ہے کہ ہمیشہ رعایت حقوق کے ساتھ وقت پر ادا کرتے ہیں۔

۷ سب طاعتوں کی اصل تین ہیں۔ اول جو باتیں دل سے تعلق رکھتی ہیں، دوسری بدن سے، تیسری مال سے سو اس آیت میں ہر سہ اصول کو ترتیب وار لے لیا۔

۸ اس سے پہلی آیت میں ان لوگوں کا بیان تھا جن مشرکین نے ایمان قبول کیا (یعنی اہل مکہ) اور اس آیت میں ان کا بیان ہے جو اہل کتاب (یعنی یہود و نصاریٰ) مشرف باسلام ہوئے۔

أُولَٰئِكَ عَلَىٰ هُدًى مِّن رَّبِّهِمْ ۖ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴿٥﴾

وہی لوگ ہیں ہدایت پر اپنے پروردگار کی طرف سے اور وہی ہیں مراد کو پہنچنے والے

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا سَوَاءٌ عَلَيْهِمْ ءَأَنذَرْتَهُمْ أَمْ لَمْ

بے شک جو لوگ کافر ہوئے برابر ہے ان کو تم ڈراؤ یا نہ

تُنذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿٦﴾ خَتَمَ اللَّهُ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ وَعَلَىٰ

ڈراؤ وہ ایمان نہیں لانے کے مہر کر دی اللہ نے ان کے دلوں پر اور

سَمْعِهِمْ ۖ وَعَلَىٰ أَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ ۖ وَلَهُمْ عَذَابٌ

ان کے کانوں پر اور ان کی آنکھوں پر پردہ ہے اور ان کے لئے بڑا

عَظِيمٌ ﴿٧﴾ وَمِنَ النَّاسِ مَن يَقُولُ آمَنَّا بِاللَّهِ وَ

عذاب ہے اور لوگوں میں کچھ ایسے بھی ہیں جو کہتے ہیں ہم ایمان لائے اللہ پر اور

بِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَمَا هُم بِمُؤْمِنِينَ ﴿٨﴾ يُخَادِعُونَ اللَّهَ وَ

روز قیامت پر اور وہ ہرگز مومن نہیں دغا بازی کرتے ہیں اللہ سے اور

الَّذِينَ آمَنُوا وَمَا يَخْدَعُونَ إِلَّا أَنفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُونَ ﴿٩﴾

ایمان والوں سے اور دراصل کسی کو دغا نہیں دیتے مگر اپنے آپ کو اور نہیں سوچتے

فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ فَزَادَهُمُ اللَّهُ مَرَضًا ۖ وَلَهُمْ عَذَابٌ

ان کے دلوں میں بیماری ہے پھر بڑھا دیا اللہ نے ان کی بیماری اور ان کے لئے عذاب

أَلِيمٌ بِمَا كَانُوا يَكْذِبُونَ ﴿١٠﴾ وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ لَا

دردناک ہے اس بات پر کہ جھوٹ کہتے تھے اور جب کہا جاتا ہے ان کو

◆ یعنی اہل ایمان کے دونوں گروہ مذکورہ بالا دنیا میں ان کو ہدایت نصیب ہوئی اور آخرت میں ان کو ہر طرح کی مراد ملے گی جس سے معلوم ہو گیا کہ جو لوگ ایمان اور اعمال حسنہ سے محروم رہے ان کی دنیا و آخرت دونوں برباد ہیں۔ اب ان دونوں فریق مومنین سے فارغ ہو کر اس کے آگے کفار کی حالت بیان کی جاتی ہے۔

◆ **کفار کی حالت** | ان کفار سے خاص وہ لوگ مراد ہیں جن کے لیے کفر مقرر ہو چکا اور وہ طلب ایمان سے ہمیشہ کے لئے محروم کر دیے گئے (جیسے ابوجہل، ابولہب وغیرہ) ورنہ ظاہر ہے کہ بہت سے لوگ جو کافر تھے مشرف باسلام ہوئے اور ہوتے رہتے ہیں۔

◆ **منافقین کی صفات** | ان کے دلوں پر مہر کر دی (یعنی حق بات کو نہیں سمجھتے) اور کانوں پر مہر کر دی (یعنی حق بات کو متوجہ ہو کر نہیں سنتے) اور آنکھوں پر پردہ ہے (یعنی راہ حق کو نہیں دیکھتے) کفار کا بیان ختم ہو گیا۔ اب منافقوں کا حال اس کے بعد تیرہ آیتوں میں ذکر کیا جاتا ہے۔

◆ یعنی دل سے ایمان نہیں لائے جو حقیقت میں ایمان ہے صرف زبان سے فریب دینے کے لئے اظہار ایمان کرتے ہیں۔

◆ یعنی ان کی فریب بازی نہ خدائے تعالیٰ کے اوپر چل سکتی ہے کہ وہ عالم الغیب ہے اور نہ مومنین پر کہ حق تعالیٰ مومنین کو بواسطہ پیغمبر اور دیگر دلائل و قرائن کے منافقین کے فریب سے آگاہ فرما دیتا ہے بلکہ ان کی فریب بازی کا وبال اور اس کی خرابی حقیقت میں ان ہی کو پہنچتی ہے مگر وہ اس کو اپنی غفلت اور جہالت اور شرارت سے نہیں سوچتے اور نہیں سمجھتے۔ اگر غور کریں تو سمجھ لیں کہ اس فریب بازی سے مسلمانوں کو نقصان نہیں پہنچتا بلکہ اس کا نتیجہ خراب ہم کو پہنچ رہا ہے۔ حضرت شاہ صاحب قدس سرہ (شاہ عبد القادر صاحب) کے فہم کی نزاکت ہے کہ یہاں یشعرون کا ظاہر ترجمہ چھوڑ کر اس کا ترجمہ بوجھنا یعنی سوچنا فرمایا۔

◆ یعنی ان کے دلوں میں نفاق اور دین اسلام سے نفرت اور مسلمانوں سے حسد اور عناد یہ مرض پہلے سے موجود تھے۔ اب نزول قرآن اور ظہور شوکت اسلام اور ترقی و نصرت اہل اسلام کو دیکھ دیکھ کر ان کی وہ بیماری اور بڑھ گئی۔

◆ **ایمان کا جھوٹا دعویٰ** | اس جھوٹ کہنے سے دعوی اسلام کا جھوٹا دعوی آمنا باللہ وبالیوم الآخر مراد ہے جو اوپر گزر چکا یعنی عذاب الیم حقیقت میں ان کے نفاق کی سزا ہے نہ مطلق جھوٹ بولنے کی۔ شاہ صاحب کو اسی باریک فرق پر متنبہ فرمانا منظور ہے جو یکذبون کا ترجمہ جھوٹ بولنے کی جگہ "جھوٹ کہنا" فرماتے ہیں۔ فجزاہ اللہ ما ادق نظرہ

تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ ۙ قَالُوْٓا اِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُوْنَ ۞

فساد نہ ڈالو — ملک میں — تو کہتے ہیں — ہم تو — اصلاح کرنے والے ہیں ۞

اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُوْنَ وَلٰكِنْ لَّا يَشْعُرُوْنَ ۞ وَاِذَا

جان لو — وہی ہیں — خرابی کرنے والے — لیکن نہیں سمجھتے ۞ — اور جب

قِيْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا كَمَآ اٰمَنَ النَّاسُ قَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ

کہا جاتا ہے ان کو — ایمان لاؤ — جس طرح — ایمان لائے سب لوگ — تو کہتے ہیں ۞ — کیا ہم ایمان لائیں

كَمَآ اٰمَنَ السُّفَهَآءُ ۭ اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَآءُ وَلٰكِنْ

جس طرح ایمان لائے — بیوقوف ۞ — جان لو — وہی ہیں — بیوقوف — لیکن

لَّا يَعْلَمُوْنَ ۞ وَاِذَا لَقُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْٓا اٰمَنَّا ښ وَ

نہیں جانتے ۞ — اور جب ملاقات کرتے ہیں — مسلمانوں سے — تو کہتے ہیں ہم ایمان لائے ہیں — اور

اِذَا خَلَوْا اِلٰى شَيٰطِيْنِهِمْ ۙ قَالُوْٓا اِنَّا مَعَكُمْ ۙ اِنَّمَا نَحْنُ

جب تنہا ہوتے ہیں — اپنے شیطانوں کے پاس ۞ — تو کہتے ہیں کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں ۞ — ہم

مُسْتَهْزِءُوْنَ ۞ اَللّٰهُ يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ وَيَمُدُّهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ

تو ہنسی کرتے ہیں ۞ (یعنی مسلمانوں سے) — اللہ ہنسی کرتا ہے ان سے ۞ — اور ترقی دیتا ہے ان کو ان کی سرکشی میں (اور)

يَعْمَهُوْنَ ۞ اُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰى

حالت یہ ہے کہ وہ عقل کے اندھے ہیں ۞ — یہ وہی ہیں — جنہوں نے — مول لی — گمراہی — ہدایت کے بدلے

۞ **فساد فی الارض** خلاصہ یہ ہے کہ منافقین چند وجوہ فساد پھیلاتے تھے۔ اول تو خواہشات نفسانیہ میں منہمک تھے اور اتباع احکام شریعہ سے کاہل اور متنفر تھے دوسرے مسلمانوں اور کافروں دونوں کے پاس آتے جاتے تھے اور اپنی قدر و منزلت بڑھانے کو ایک کی باتیں دوسروں تک پہنچاتے رہتے تھے تیسرے کفار سے نہایت مدارات و ملاطفت سے پیش آتے تھے اور امور دین کی مخالفت پر

کار یا اصلاح اور مداہنت ذکر کرتے تھے اور کفار کے اعتراضات و شبہات کو جو دین کی باتوں پر ہوتے تھے مسلمانوں کو روبرو نقل کرتے تھے تاکہ ضعیف الاعتقاد اور ضعیف الفہم احکام شرعیہ میں متردد ہو جائیں اور جب کوئی ان فسادات سے ان کو منع کرتا تو جواب دیتے تھے کہ ہم تو اصلاح کرنے والے ہیں اور چاہتے ہیں کہ تمام قوم اور ملک مثل زمانہ سابق شیر و شکر ہو کر رہیں اور دین جدید کی وجہ سے جو مخالفت ہو گئی ہے بالکل جاتی رہے چنانچہ ہر زمانہ میں دنیا طلب ہوا پرست ایسا ہی کیا کرتے ہیں۔

◆ یعنی اصلاح تو حقیقت میں یہ ہے کہ دین حق جملہ ادیان پر غالب ہو اور جملہ اغراض و منافع دنیوی سے احکام شرعیہ کی رعایت زیادہ کی جائے اور دربارۂ دین کسی کی موافقت و مخالفت کی پروا نہ ہو۔ "خاک بر در اولی الابصار باش" منافقین جس کو مصالحت و مصلحت اندیشی جو کچھ کرتے ہیں وہ حقیقت میں فساد محض ہے مگر ان کو اس کا شعور نہیں۔

◆ یعنی اپنے دلوں میں یہ کہتے تھے یا آپس میں یا ان ضعفائے مسلمین سے جو کسی وجہ سے ان کے ہمراز رہتے تھے۔

◆ یعنی جیسا اور مسلمانوں کو احکام خداوندی پر دل سے یقین ہے اور لوگوں کی مخالفت ہو اس کے نتائج ہوں اور انقلاب زمانہ کی مضرات کا کچھ بچاؤ نہ کرتے تھے منافقین کہتے کہ مسلمان بیوقوف ہیں کہ بظاہر مصالح اور اغراض نفسانی کے سبب آخرت کا کچھ فکر نہ تھا۔ مصلحت یہی ہے کہ اب بھی کہ ایمان و پابندی احکام شرع کی ضرورت نہ سمجھتے تھے فقط دعویٰ زبانی و ضروری اعمال ظاہری ادا کر لینے پر قناعت تھی۔

◆ **منافقین ہی بے وقوف ہیں** یعنی بیوقوف حقیقت میں منافقین ہی ہیں کہ مصالح و اغراض دنیوی پادر ہوا کی وجہ سے آخرت کا خیال نہ کیا فانی کو لیا اور باقی کو چھوڑا کس قدر حماقت ہے اور مخلوقات سے ڈرنا کہ جن سے ہزار طرح اپنا بچاؤ کر سکتے ہیں اور علام الغیوب سے نہ ڈرنا کہ جس کی طرح کوئی امر مخفی ہی نہ ہو سکے تحقیق جہالت ہے اور صلح کل کیے کہ جس میں احکم الحاکمین اور اس کے مقبول بندوں سے مخالفت کی جاتی ہے مگر منافقین اس درجہ بیوقوف ہیں کہ ایسی موٹی بات بھی نہیں سمجھتے۔

◆ شیاطین یعنی شریر اور امراء ان سے یا وہ کفار ہیں جو اپنے کفر کو خوب ظاہر کرتے تھے یا وہ منافقین مراد ہیں جو فن میں رئیس سمجھے جاتے تھے۔

◆ یعنی شرک اور اعتقاد دین کے معاملہ میں ہم بالکل تمہارے ساتھ ہیں تم سے کسی حالت میں جدا نہیں ہو سکتے

◆ **مومنین سے استہزاء** یعنی ظاہری موافقت جو ہم مسلمانوں سے کرتے ہیں اس سے یہ نہ سمجھنا کہ ہم واقع میں ان کے موافق ہیں۔ ہم تو ان سے تمسخر کرتے ہیں اور ان کی بیوقوفی سب پر ظاہر کرتے ہیں کہ باوجودیکہ ہمارے افعال ہمارے اقوال کے مخالف ہیں مگر وہ اپنی بیوقوفی سے صرف ہماری زبانی باتوں پر ہم کو مسلمان سمجھ کر ہمارے مال اور اولاد پر ہاتھ نہیں ڈالتے اور مال غنیمت میں ہم کو شریک کر لیتے ہیں اور اپنی اولاد سے ہمارا نکاح کر دیتے ہیں اور ہم ان کے راز کی باتیں اڑا لاتے ہیں اور وہ اس پر بھی ہمارے فریب کو نہیں سمجھتے۔

◆ یعنی اللہ تعالیٰ نے مومنین کو فرما دیا کہ منافقین کے ساتھ مسلمانوں کا سا معاملہ کرو ان کے جان و مال سے ہرگز تعرض نہ کرو اس سے منافقین اپنی حماقت سے یہ سمجھ گئے کہ ایمان لانے سے جو فائدہ مسلمانوں کو ہوا وہ سب فوائد ہم کو بھی صرف زبانی اظہار اسلام سے حاصل ہو گئے اس وجہ سے بالکل مطمئن ہو گئے حالانکہ انجام کار یہ امر منافقین کو سخت بلا میں پھنسانے والا ہے اس کا انجام نہایت خراب ہے تو اب انصاف کیجئے کہ حقیقت میں تمسخر مسلمانوں کا ہوا یا منافقین کا اور یا تمسخر کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس تمسخر کا بدلہ اور سزا ان کو دے گا۔

◆ یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کو ڈھیل دی گئی تھی کہ انہوں نے سرکشی میں خوب ترقی کی اور ایسے بہکے کہ اس کا انجام کچھ نہ سوچا اور خوش ہوئے کہ ہم مسلمانوں سے ہنسی کرتے ہیں حالانکہ معاملہ بالعکس تھا جاننا چاہئے کہ آیت میں فی طغیانهم کو یمدهم کے متعلق ہے مگر تراجم و حواشی جدیدہ میں اس کو یعمهون کے متعلق کر دیا جس سے معنی بگڑ کر معتزلہ کے موافق اور اہل سنت کے خلاف اور استعمال اہل عرب کے مخالف ہو گئے (جو غلط ہے اور جاننے والے اس کو خوب جانتے ہیں۔

فَمَا رَبِحَتْ تِّجَارَتُهُمْ وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ ۝

سو نافع نہ ہوئی ان کی سوداگری اور نہ ہوئے راہ پانے والے

مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِي اسْتَوْقَدَ نَارًا ۚ فَلَمَّآ اَضَآءَتْ

ان کی مثال اس شخص کی سی ہے جس نے آگ جلائی پھر جب روشن کر دیا آگ نے

مَا حَوْلَهٗ ذَهَبَ اللّٰهُ بِنُوْرِهِمْ وَتَرَكَهُمْ فِيْ ظُلُمٰتٍ

اس کے آس پاس کو تو زائل کر دی اللہ نے ان کی روشنی اور چھوڑا ان کو اندھیروں میں

لَّا يُبْصِرُوْنَ ۝ صُمٌّ ۢ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ ۝

کہ کچھ نہیں دیکھتے بہرے ہیں گونگے ہیں اندھے ہیں سو وہ نہیں لوٹیں گے

اَوْ كَصَيِّبٍ مِّنَ السَّمَآءِ فِيْهِ ظُلُمٰتٌ وَّرَعْدٌ وَّبَرْقٌ ۚ

یا ان کی مثال ایسی ہے جیسے زور سے مینہ پڑ رہا ہو آسمان سے اس میں اندھیرے ہیں اور گرج اور بجلی

يَجْعَلُوْنَ اَصَابِعَهُمْ فِيْٓ اٰذَانِهِمْ مِّنَ الصَّوَاعِقِ حَذَرَ

دیتے ہیں انگلیاں اپنے کانوں میں مارے کڑک کے موت کے ڈر

الْمَوْتِ ۭ وَاللّٰهُ مُحِيْطٌۢ بِالْكٰفِرِيْنَ ۝ يَكَادُ الْبَرْقُ

سے اور اللہ احاطہ کرنے والا ہے کافروں کا قریب ہے کہ بجلی

يَخْطَفُ اَبْصَارَهُمْ ۭ كُلَّمَآ اَضَآءَ لَهُمْ مَّشَوْا فِيْهِ ۝ وَاِذَآ

اچک لے ان کی آنکھیں جب چمکتی ہے ان پر تو چلنے لگتے ہیں اس کی روشنی میں اور جب

اَظْلَمَ عَلَيْهِمْ قَامُوْا ۭ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَذَهَبَ بِسَمْعِهِمْ

اندھیرا ہوتا ہے تو کھڑے رہ جاتے ہیں اور اگر چاہے اللہ تو لے جائے ان کے کان

وَاَبْصَارِهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ ﴿٢٠﴾ يٰۤاَيُّهَا

النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ وَالَّذِيْنَ مِنْ

قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿٢١﴾ الَّذِىْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ

فِرَاشًا وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً ۪ وَّاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ

بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ ۚ فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا وَّ

اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿٢٢﴾ وَاِنْ كُنْتُمْ فِىْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى

عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ ۪ وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ

مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿٢٣﴾ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا

وَلَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِىْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَ

حاصل یہ ہے کہ منافقین اپنی ضلالت اور ظلماتی خیال میں مبتلا ہیں لیکن جب غلبہ نور اسلام اور ظہور معجزات کو دیکھتے ہیں اور تاکید و تہدید شرعی سنتے ہیں تو متنبہ ہو کر کلام میں صراط مستقیم کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں اور جب کوئی اذیت و مشقت دینی نظر آتی ہے تو متحیر رہ جاتے ہیں جیسے شدت باراں اور تاریکی میں بجلی چمکی تو قدم رکھ لیا پھر کھڑے ہو گئے مگر چونکہ اس کو سب کا علم ہے اور اس کی قدرت سے کوئی چیز باہر نہیں تو ایسے حیلوں اور تدبیروں سے کیا کام نکل سکتا ہے۔ فائدہ سورت کے اول سے یہاں تک تین طرح کے لوگوں کا ذکر فرمایا۔ اول مومنوں کا پھر کافروں کا (جن کے دلوں پر مہر ہے کہ ہرگز ایمان نہ لائیں گے) تیسرے منافقوں کا (جو دیکھنے میں مسلمان ہیں مگر دل ان کا ایک طرف نہیں)

تمام انسانوں کو توحید کا پیغام اب سب بندوں کو مومن ہوں یا کافر یا منافق خطاب فرما کر توحید جناب باری سمجھائی جاتی ہے جو ایمان کے لئے اصل الاصول ہے خلاصہ معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو اور تم سے پہلوں کو سب کو پیدا کیا اور تمہاری ضروریات اور کل منافع کو بنایا۔ پھر اس کو چھوڑ کر کسی دوسرے کو معبود بنانا جو تم کو نفع پہنچا سکے نہ مضرت (جیسے بت) کس قدر حماقت اور جہالت ہے حالانکہ تم یہ بھی جانتے ہو کہ اس جیسا کوئی نہیں۔

کفار کو چیلنج یہ بات گزر چکی ہے کہ اس کلام پاک میں شبہ کی وجہ یا یہ ہو سکتی تھی کہ اس کلام میں کوئی بات شک کی ہو سو اس کے رفع کے لئے لا ریب فیہ فرما چکے ہیں اور یا یہ صورت ہو سکتی ہے کہ کسی کے دل میں اپنی کوتاہی فہم یا ازراہ عناد سے شبہ پیدا ہو تو یہ صورت چونکہ ممکن بلکہ موجود تھی تو اس کے رفع کرنے کی یہ عمدہ اور سہل صورت بیان فرمادی کہ اگر تم کو اس کلام کے کلام بشری ہونے کا خیال ہے تو تم بھی تو ایک سورت ایسی فصیح و بلیغ تین آیت کی مقدار بنا دیکھو اور جب تم باوجود کمال فصاحت و بلاغت چھوٹی سی سورت کے مقابلہ سے بھی عاجز ہو جاؤ تو پھر سمجھ لو کہ یہ اللہ کا کلام ہے کسی بندہ کا نہیں اس آیت میں آپ کی نبوت کو مدلل فرمادیا۔

قرآن معجزہ ہے یعنی اگر تم اپنے اس دعوے میں سچے ہو کہ یہ بندے کا کلام ہے تو جس قدر قائل اور شاعر اور فصحاء و بلغاء موجود ہیں خدا تعالیٰ کے سوا سب سے مدد لے کر ہی ایک چھوٹی سی سورت ایسی بنا لاؤ یا یہ مطلب ہے کہ خداوند کریم کے سوا تمہارے جتنے معبود ہیں سب سے تضرع اور گریہ وزاری کے ساتھ دعا مانگو کہ اس مشکل بات میں تمہاری کچھ مدد کریں۔

الْحِجَارَةُ ۖ أُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ ﴿٢٤﴾ وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ

پتھر ہیں ، تیار کی ہوئی ہے کافروں کے واسطے ◆ اور خوشخبری دے اُن لوگوں کو جو ایمان لائے اور

عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا

اچھے کام کیے کہ ان کے واسطے باغ ہیں کہ بہتی ہیں ان کے نیچے

الْاَنْهٰرُ ۖ كُلَّمَا رُزِقُوْا مِنْهَا مِنْ ثَمَرَةٍ رِّزْقًا ۙ قَالُوْا

نہریں جب ملے گا ان کو وہاں کا کوئی پھل کھانے کو تو کہیں گے

هٰذَا الَّذِيْ رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ ۙ وَاُتُوْا بِهٖ مُتَشَابِهًا ۖ وَلَهُمْ

یہ وہی ہے جو ملا تھا ہم کو اس سے پہلے اور دیے جاویں گے ان کو پھل ایک صورت کے ◆ اور ان کے لیے

فِيْهَآ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ ۙ وَّهُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿٢٥﴾ اِنَّ اللّٰهَ

وہاں عورتیں ہوں گی پاکیزہ اور وہ وہیں ہمیشہ رہیں گے ◆ بیشک اللہ

لَا يَسْتَحْيٖٓ اَنْ يَّضْرِبَ مَثَلًا مَّا بَعُوْضَةً فَمَا فَوْقَهَا ۚ

شرماتا نہیں اس بات سے کہ بیان کرے کوئی مثال مچھر کی یا اس چیز کی جو اس سے بڑھ کر ہے ◆

فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ۚ وَاَمَّا

سو جو لوگ مومن ہیں وہ یقیناً جانتے ہیں کہ یہ مثال ٹھیک ہے جو نازل ہوئی ان کے رب کی طرف سے اور وہ

الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَيَقُوْلُوْنَ مَاذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِهٰذَا مَثَلًا ۘ

کافر ہیں سو کہتے ہیں کیا مطلب تھا اللہ کا اس مثال سے

يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا ۙ وَّيَهْدِيْ بِهٖ كَثِيْرًا ۗ وَمَا يُضِلُّ بِهٖٓ اِلَّا

گمراہ کرتا ہے خدا تعالیٰ اس مثال سے بہتیروں کو اور ہدایت کرتا ہے اس سے بہتیروں کو ◆ اور گمراہ نہیں کرتا اس مثال سے مگر

- پھر اس پر بھی اگر تم ایسی ایک سورت نہ بنا سکو اور یہ بات یقینی ہے کہ ہرگز نہ بنا سکو گے تو پھر ضد اور ہٹ دھرمی چھوڑ دو اور دوزخ سے جو سب آگوں سے تیز ہے اس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں جن کی تم پرستش کرتے ہو اور بچنے کی صورت یہی ہے کہ کلام الٰہی پر ایمان لاؤ اور وہ آگ کافروں کے واسطے تیار کی ہوئی ہے جو قرآن شریف اور نبی کریم کو جھوٹا بتاتے تھے۔
- **جنت کے پھل** | جنت کے میوے دنیا کے میووں سے شکل و صورت میں ملتے جلتے ہوں گے مگر لذت میں زمین و آسمان کا فرق ہوگا یا جنت کے میوے باہم ایک شکل و صورت کے ہوں گے اور مزا جدا جدا تو جب کسی میوے کو دیکھیں گے تو کہیں گے وہی قسم ہے جو پہلے دنیا میں یا جنت میں کھا چکے ہیں اور چکھیں گے تو مزا اور ہی پائیں گے۔
- **جنت کی عورتیں** | جنت کی عورتیں نجاسات ظاہرہ و باطنہ (اخلاق رذیلہ) سے سب سے پاک صاف ہوں گی

فائدہ | یہاں تک تین چیزیں جن کا جاننا ضروری تھا بیان فرمائیں اول مبداء (یعنی ہم کہاں سے آئے اور کیا تھے) دوسرے معاش (کہ کیا کھائیں اور کہاں رہیں) تیسرا معاد (کہ ہمارا انجام کیا ہے)

- **کفار کے ایک اعتراض کا جواب** | اس آیت میں اس معارضہ کا جواب دیا گیا ہے جو کفار کی طرف سے پہلی آیت پر ہوا۔ خلاصہ اس کا یہ ہے کہ جب چھوٹی سی سورت بھی اس کلام جیسی ان سے نہ ہو سکی جس سے اس کا کلام الٰہی ہونا ثابت ہو چکا تو کفار نے کہا ہر چند ہم اس کلام کے مقابلہ سے عاجز ہیں مگر امر دوسرا بھی ہے جس سے اس کا کلام الٰہی نہ ہونا اور کسی بشر کی بناوٹ ہونا ثابت کرتے ہیں۔ وہ یہ کہ بڑے بڑے عظیم الشان اپنے کلام میں ذلیل و حقیر چیزوں کے ذکر سے اجتناب کیا کرتے ہیں حق تعالیٰ جو سب بزرگوں سے بزرگ اور اعظم ہے اس نے کیسے اپنے کلام میں مکھی اور مکڑی کا ذکر فرمایا۔ اس معارضہ کا جواب دیا گیا کہ اس میں کوئی شرم اور عار کی بات نہیں کہ حق تعالیٰ مچھر یا اس سے بڑی چیز مکھی اور مکڑی کی مثال بیان فرمائے کیونکہ مثال سے تو توضیح و تفصیل ممثل لہ کی مطلوب ہوتی ہے۔ حقارت اور عظمت سے کیا بحث اور مطلوب جب ہی حاصل ہوگا کہ مثال اور ممثل لہ میں پوری مطابقت ہو۔ ممثل لہ حقیر ہوگا تو اس کی مثال بھی حقیر ہونی چاہیے ورنہ تمثیل ہی بیہودہ سمجھی جائے گی۔ ہاں اگر تمثیل میں یہ ہوتا کہ مثال اور مثال دینے والے میں موافقت ضروری ہوتی تو بے وقوفوں کا یہ اعتراض چل سکتا مگر اس کا تو کوئی بیوقوف بھی قائل نہ ہوگا اور توراۃ و انجیل و کلام حکماء و بلغاء میں ایسی مثالیں بکثرت موجود ہیں۔ اس کے خلاف کہنا کفار کی حماقت اور عناد کی بات ہے اور ما فوقہا کے معنی یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ مچھر سے حقارت اور چھوٹائی میں زیادہ ہو جیسے مچھر کے بازو کہ بعض احادیث میں اس کو دنیا کی تمثیل میں ذکر فرمایا ہے۔
- یعنی ایمان والے تو ان مثالوں کو حق اور مفید سمجھتے ہیں اور کفار بطور تحقیر کہتے ہیں کہ ایسی حقیر مثالوں سے خدا کی مراد اور غرض کیا ہوگی۔ جواب دیا گیا کہ اس کلام سے گمراہ یا ہدایت سے بہتیروں کو گمراہی میں ڈالنا اور بہتیروں کو راہ راست دکھانا منظور ہے (یعنی اہل حق اور اہل باطل میں تمیز تام منظور ہے جو نہایت مفید اور ضروری ہے)۔

الْفٰسِقِيْنَ ﴿۲۶﴾ الَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ

مِيْثَاقِهٖ ۪ وَيَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَ

يُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۲۷﴾ كَيْفَ

تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَكُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْيَاكُمْ ۚ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ

يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۲۸﴾ هُوَ الَّذِيْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا

فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ۗ ثُمَّ اسْتَوٰٓى اِلَى السَّمَآءِ فَسَوّٰىهُنَّ

سَبْعَ سَمٰوٰتٍ ؕ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۲۹﴾ وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ

لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّيْ جَاعِلٌ فِي الْاَرْضِ خَلِيْفَةً ؕ قَالُوْٓا اَتَجْعَلُ

فِيْهَا مَنْ يُّفْسِدُ فِيْهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَآءَ ۚ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ

بِحَمۡدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ ۖ قَالَ اِنِّیۡۤ اَعۡلَمُ مَا لَا تَعۡلَمُوۡنَ ﴿۳۰﴾

تیری خوبیاں اور یاد کرتے ہیں تیری پاک ذات کو فرمایا بیشک مجھ کو معلوم ہے جو تم نہیں جانتے

وَعَلَّمَ اٰدَمَ الۡاَسۡمَآءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمۡ عَلَى الۡمَلٰٓئِكَةِ ۙ

اور سکھلا دیے اللہ نے آدم کو نام سب چیزوں کے پھر سامنے کیا ان سب چیزوں کو فرشتوں کے

فَقَالَ اَنۡۢبِـُٔوۡنِیۡ بِاَسۡمَآءِ هٰۤؤُلَآءِ اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰدِقِیۡنَ ﴿۳۱﴾

پھر فرمایا بتاؤ مجھ کو نام ان کے اگر تم سچے ہو

قَالُوۡا سُبۡحٰنَكَ لَا عِلۡمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمۡتَنَا ؕ اِنَّكَ اَنۡتَ الۡعَلِیۡمُ

بولے پاک ہے تو ہم کو معلوم نہیں مگر جتنا تو نے ہم کو سکھایا بیشک تو ہی ہے اصل جاننے والا

الۡحَكِیۡمُ ﴿۳۲﴾ قَالَ یٰۤاٰدَمُ اَنۡۢبِئۡهُمۡ بِاَسۡمَآئِهِمۡ ۚ فَلَمَّاۤ اَنۡۢبَاَهُمۡ

حکمت والا فرمایا اے آدم بتا دے فرشتوں کو ان چیزوں کے نام پھر جب بتا دیے

بِاَسۡمَآئِهِمۡ ۙ قَالَ اَلَمۡ اَقُلۡ لَّكُمۡ اِنِّیۡۤ اَعۡلَمُ غَیۡبَ السَّمٰوٰتِ

اس نے ان کے نام فرمایا کیا نہ کہا تھا میں نے تم کو کہ میں خوب جانتا ہوں چھپی ہوئی چیزیں آسمانوں کی

وَالۡاَرۡضِ ۙ وَاَعۡلَمُ مَا تُبۡدُوۡنَ وَمَا كُنۡتُمۡ تَكۡتُمُوۡنَ ﴿۳۳﴾ وَاِذۡ

اور زمین کی اور جانتا ہوں جو تم ظاہر کرتے ہو اور جو چھپاتے ہو اور جب

قُلۡنَا لِلۡمَلٰٓئِكَةِ اسۡجُدُوۡا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوۡۤا اِلَّاۤ اِبۡلِیۡسَ ؕ اَبٰی

ہم نے حکم دیا فرشتوں کو کہ سجدہ کرو آدم کو تو سب سجدہ میں گر پڑے مگر شیطان اس نے نہ مانا

وَاسۡتَكۡبَرَ ٭۫ وَكَانَ مِنَ الۡكٰفِرِیۡنَ ﴿۳۴﴾ وَقُلۡنَا یٰۤاٰدَمُ اسۡكُنۡ

اور تکبر کیا اور تھا وہ کافروں میں کا اور ہم نے کہا اے آدم رہا کر

اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ وَكُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَيْثُ شِئْتُمَا وَلَا

تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿٣٥﴾ فَاَزَلَّهُمَا

الشَّيْطٰنُ عَنْهَا فَاَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيْهِ ۪ وَقُلْنَا اهْبِطُوْا

بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۚ وَلَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ

اِلٰى حِيْنٍ ﴿٣٦﴾ فَتَلَقّٰۤى اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ ؕ

اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿٣٧﴾ قُلْنَا اهْبِطُوْا مِنْهَا جَمِيْعًا ۚ

فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّيْ هُدًى فَمَنْ تَبِعَ هُدَايَ فَلَا خَوْفٌ

عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿٣٨﴾ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا

بِاٰيٰتِنَاۤ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿٣٩﴾ ع

◆ **شجر ممنوعہ** مشہور ہے کہ وہ درخت گیہوں کا تھا یا بقول بعض انگور یا انجیر یا ترنج وغیرہ واللہ اعلم۔

◆ کہتے ہیں کہ حضرت آدم اور حوا بہشت میں رہنے لگے اور شیطان کو اس کی عزت کی جگہ سے نکال دیا شیطان کو اور حسد چڑھا آخر مور اور سانپ سے مل کر بہشت میں گیا اور بی بی حوا کو طرح طرح سے بہلایا پھسلایا اور بہکایا کہ انہوں نے وہ درخت کھالیا اور حضرت آدم کو بھی کھلایا اور ان کو یقین دلا دیا تھا کہ اس کے کھانے سے اللہ کے ہمیشہ کو مقرب ہو جاؤ گے اور حق تعالیٰ نے جو ممانعت فرمائی تھی اس کی توجیہ گھڑ دی۔ آگے جا کر یہ قصہ مفصل آئے گا۔

◆ **ہبوط آدم** اس خطا کی سزا میں حضرت آدم اور حوا اور جو اولاد پیدا ہونے والی تھی سب کی نسبت یہ حکم ہوا کہ بہشت سے زمین پر جا کر رہو۔ باہم ایک دوسرے کے دشمن ہو گے جس کی وجہ سے تکلیفیں پیش آئیں گی۔ بہشت دار العصیان اور دار العداوت نہیں۔ ان امور کے مناسب دار دنیا ہے جو تمہارے امتحان کے لئے بنایا گیا ہے۔

◆ یعنی دنیا میں ہمیشہ نہ رہو گے بلکہ ایک وقت معین تک وہاں رہو گے اور وہاں کی چیز اس سے بہرہ مند ہو گے اور پھر ہمارے ہی روبرو آؤ گے اور وہ وقت معین ہر ہر شخص کی نسبت تو اس کی موت کا وقت ہے اور تمام عالم کے حق میں قیامت کا۔

◆ جب حضرت آدم نے حق تعالیٰ کا حکم عتاب آمیز سنا اور جنت سے بچھڑ گئے تو بحالت ندامت و انفعال گریہ وزاری میں مصروف تھے اس حالت میں حق تعالیٰ نے اپنی رحمت سے چند کلمات ان کو القاء والہام کے طور پر بتلائے جن سے ان کی توبہ قبول ہوئی وہ کلمات یہ ہیں ربنا ظلمنا انفسنا آخر آیت تک۔

◆ مطلب یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے حضرت آدم کی توبہ تو قبول فرمالی مگر فی الفور جنت میں جانے کا حکم نہ فرمایا بلکہ دنیا میں رہنے کا جو حکم ہوا تھا اسی کو قائم رکھا کیونکہ مقتضائے حکمت و مصلحت یہی تھا ظاہر ہے کہ زمین کے لئے خلیفہ بنائے گئے تھے نہ کہ جنت کے لئے اور اللہ تعالیٰ نے یہ فرما دیا کہ جو ہمارے مطیع ہوں گے ان کو دنیا میں رہنا مضرت نہ ہوگا بلکہ مفید ہاں جو نافرمان ہیں ان کے لئے جہنم ہے اور اس تفریق و امتحان کے لئے بھی دنیا ہی مناسب ہے۔

◆ **خوف اور حزن کے معنی** جو صدمہ اور اندیشہ کسی مصیبت پر اس کے ہونے سے پہلے ہوتا ہے اس کو "خوف" کہتے ہیں اور اس کے واقع ہو چکنے کے بعد جو غم ہوتا ہے اس کو "حزن" کہتے ہیں۔ مثلاً کسی مریض کے مر جانے کے خیال پر جو صدمہ ہے وہ خوف ہے اور مر جانے کے بعد جو صدمہ ہے وہ حزن ہے۔ اس آیت میں جو خوف و حزن کی نفی فرمائی اس سے اگر خوف و حزن دنیوی مراد لیا جائے تو یہ معنی ہوں گے کہ جو لوگ ہماری ہدایت کے موافق چلیں گے اس میں اس اندیشہ کی گنجائش نہیں کہ شاید یہ ہدایت حقہ نہ ہو شیطان کی طرف سے دھوکہ اور مغالطہ ہو اور نہ وہ اس وجہ سے کہ ان کے باپ سے بالفعل بہشت چھوٹ گئی محزون ہوں گے کیونکہ ہدایت والوں کو عنقریب جنت ملنے والی ہے اور اگر خوف و حزن آخرت مراد ہو تو یہ مطلب ہوگا کہ قیامت کو اہل ہدایت کو نہ خوف ہوگا نہ حزن مگر حزن کا نہ ہونا تو بیشک مسلم لیکن خوف کی نفی فرمانے پر ضرور یہ خلجان ہوتا ہے کہ اس روز خوف تو حضرات انبیاء علیہم السلام تک کو ہوگا کوئی بھی خوف سے خالی نہ ہوگا۔ تو بات یہ ہے کہ خوف دو طرح ہوتا ہے کبھی تو خوف کا باعث اور مرجع خائف (یعنی ڈرنے والے) میں پایا جاتا ہے جیسے مجرم بادشاہی جو بادشاہ سے ڈرتا ہے تو موجب خوف جرم ہے جو مجرم کی طرف رجوع ہوتا ہے اور کبھی مرجع خوف مخوف منہ یعنی جس سے ڈرتے ہیں اس میں کوئی امر ہوتا ہے مثلاً اگر کوئی شخص کسی بادشاہ صاحب جاہ و جلال کے روبرو یا شیر کے روبرو ہو تو اس کے خائف ہونے کی یہ وجہ نہیں کہ اس نے بادشاہ یا شیر کا جرم کیا ہے بلکہ قہر و جلال سلطانی اور ہیبت اور غضب و درندگی شیر موجب خوف ہے جس کا مرجع ذات سلطانی اور خود شیر ہے۔ آیت سے پہلی قسم کی نفی ہوئی نہ دوسری قسم کی۔ شبہ تو جب ہو سکتا تھا کہ لا خوف علیہم کی جگہ لا خوف فیہم یا لا یخافون فرماتے۔

يٰبَنِىٓ اِسۡرَآءِيۡلَ اذۡكُرُوۡا نِعۡمَتِىَ الَّتِىۡٓ اَنۡعَمۡتُ عَلَيۡكُمۡ

وَاَوۡفُوۡا بِعَهۡدِىۡٓ اُوۡفِ بِعَهۡدِكُمۡ ۚ وَاِيَّاىَ فَارۡهَبُوۡنِ ﴿۴۰﴾ وَ

اٰمِنُوۡا بِمَآ اَنۡزَلۡتُ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمۡ وَلَا تَكُوۡنُوۡٓا اَوَّلَ

كَافِرٍۢ بِهٖ ۖ وَلَا تَشۡتَرُوۡا بِاٰيٰتِىۡ ثَمَنًا قَلِيۡلًا ۡ وَّاِيَّاىَ

فَاتَّقُوۡنِ ﴿۴۱﴾ وَلَا تَلۡبِسُوا الۡحَـقَّ بِالۡبَاطِلِ وَتَكۡتُمُوا

الۡحَـقَّ وَاَنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ ﴿۴۲﴾ وَاَقِيۡمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا

الزَّكٰوةَ وَارۡكَعُوۡا مَعَ الرّٰكِعِيۡنَ ﴿۴۳﴾ اَتَاۡمُرُوۡنَ النَّاسَ

بِالۡبِرِّ وَتَنۡسَوۡنَ اَنۡفُسَكُمۡ وَاَنۡتُمۡ تَتۡلُوۡنَ الۡكِتٰبَ ؕ اَفَلَا

تَعۡقِلُوۡنَ ﴿۴۴﴾ وَاسۡتَعِيۡنُوۡا بِالصَّبۡرِ وَالصَّلٰوةِ ؕ وَاِنَّهَا

◆ **بنی اسرائیل سے خطاب** اول یایھا الناس اعبدوا خطاب عام تھا اور ان نعمتوں کو ذکر فرمایا تھا جو تمام بنی آدم پر عام تھیں مثلاً زمین و آسمان و جملہ اشیاء کا پیدا کرنا۔ پھر حضرت آدم کو پیدا کر کے ان کو خلیفہ بنانا اور بہشت میں داخل کرنا وغیرہ اب ان میں سے خاص بنی اسرائیل کو خطاب کیا گیا اور خاص نعمتیں جو وقتاً فوقتاً پشت در پشت ان پر ہوتی چلی آئیں اور انہوں نے جو کفران نعمت کیا ان سب باتوں کو مفصل ذکر کیا جاتا ہے۔ کیونکہ بنی اسرائیل تمام فرقوں سے بنی آدم میں ممتاز اور اہل علم و کتاب و نبوت اور انبیاء کو پہچاننے والے سمجھے جاتے تھے کیونکہ حضرت یعقوب علیہ السلام سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک چار ہزار نبی ان میں آ چکے تھے۔ تمام عرب کی نظریں ان کی طرف تھیں کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کرتے ہیں یا نہیں اس لئے ان انعامات و مزایا کو بسط کے ساتھ ذکر فرمایا کہ شرما کر ایمان لائیں اور لوگ ان کی حرکات سے واقف ہو کر ان کی بات کا اعتبار نہ کریں اور اسرائیل نام ہے حضرت یعقوب کا اس کے معنی ہیں عبداللہ۔

◆ **بنی اسرائیل کی نعمتیں** ہزاروں انبیاء ان میں بھیجے گئے۔ توریت وغیرہ کتابیں نازل فرمائیں۔ فرعون سے نجات دے کر ملک شام میں تسلط دیا من و سلوٰی نازل ہوا ایک پتھر سے بارہ چشمے جاری کئے جو نعمتیں اور خوارق عادات کسی فرقہ کو نصیب نہیں۔

◆ **توریت کا عہد پورا کرو** توریت میں یہ قرار دیا تھا کہ تم توریت کے حکم پر قائم رہو گے اور جس پیغمبر کو بھیجوں اس پر ایمان لا کر اس کے رفیق رہو گے تو ملک شام تمہارے قبضہ میں رہے گا (بنی اسرائیل نے اس کو قبول کر لیا تھا) مگر پھر اقرار پر قائم نہ رہے بدنیتی کی اور رشوت لے کر مسئلے غلط بتانے اور حق کو چھپایا اپنی ریاست جمائی پیغمبر کی اطاعت نہ کی بلکہ بعض پیغمبروں کو قتل کیا توریت میں جہاں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت تھی اس کو بدل ڈالا اس لئے گمراہ ہوئے۔

◆ یعنی منافع دنیوی کے فوت ہونے سے مت ڈرو۔

◆ **توریت کے مطابق قرآن پر ایمان لاؤ** توریت میں بتا دیا گیا تھا کہ جو نبی آئے اگر توریت کی تصدیق کرے تو اس کو جانو کہ سچا ہے نہیں تو جھوٹا ہے۔ جاننا چاہئے کہ احکام قرآنی در بارۂ اعتقادات اور اخبار انبیاء و احوال آخرت و اوامر و نواہی توریت وغیرہ کتب سابقہ کے موافق ہیں، ہاں بعض اوامر و نواہی میں نسخ بھی کیا گیا ہے مگر وہ تصدیق کے مخالف نہیں تصدیق کے مخالف تکذیب ہے اور تکذیب کسی کتاب الٰہی کی ہو بالکل کفر ہے۔ منسوخ تو بعض آیات قرآنی بھی ہیں مگر اس کو نعوذ باللہ کون تکذیب کہہ سکتا ہے۔

◆ یعنی قرآن کی دیدہ و دانستہ تکذیب کرنے والوں میں اول مت ہو کہ قیامت تک کے منکرین کا وبال تمہاری گردن پر ہو اور مشرکین مکہ نے جو انکار کیا ہے وہ جہل اور بے خبری کے سبب کیا ہے یہ دیدہ و دانستہ ہرگز نہ تھا اس میں تو اول تم ہی ہو گے اور یہ کفر پہلے کفر سے سخت تر ہے۔

◆ **نماز باجماعت کا حکم** یعنی باجماعت نماز پڑھا کرو۔ پہلے کسی دین میں باجماعت نماز نہیں تھی اور یہودی نماز میں رکوع نہ تھا۔ خلاصہ آیت کا یہ ہوا کہ صرف امور مذکورہ بالا نجات کے لئے تم کو کافی نہیں بلکہ تمام اصول میں نبی آخر الزماں کی پیروی کرو۔ نماز بھی ان کے طور پر پڑھو جس میں جماعت بھی ہو اور رکوع بھی۔

◆ **صرف تبلیغ کافی نہیں عمل بھی ضروری ہے** بعض علمائے یہود یہ کمال کرتے تھے کہ اپنے لوگوں سے کہتے تھے کہ یہ دین اسلام اچھا ہے اور خود مسلمان نہ ہوتے تھے اور نیز علمائے یہود بلکہ اکثر ظاہر بینوں کو اس موقع پر یہ شبہ پڑ جاتا ہے کہ جب ہم تعلیم احکام شریعت میں قصور نہیں کرتے اور حق پوشی بھی نہیں کرتے تو اس کی ضرورت نہیں کہ ہم خود بھی احکام پر عمل کریں جب ہماری ہدایت کے موافق بہت سے آدمی اعمال شریعت بجا لاتے ہیں تو بحکم قاعدہ الدال علی الخیر کفاعلہ وہ ہمارے ہی اعمال ہیں تو اس آیت میں دونوں کا بطلان فرما دیا گیا اور آیت سے مقصود یہ ہے کہ واعظ کو اپنے وعظ پر ضرور عمل کرنا چاہئے۔ یہ غرض نہیں کہ فاسق کسی کو نصیحت نہ کرے۔

◆ علمائے اہل کتاب جو بعد وضوح حق بھی آپ پر ایمان نہ لاتے تھے اس کی بڑی وجہ حب جاہ اور حب مال تھی۔ اللہ تعالیٰ نے دونوں کا علاج بتا دیا صبر سے مال کی طلب اور محبت جائے گی اور نماز سے عبودیت و تذلل آئے گا اور حب جاہ کم ہوگی۔

لَكَبِيرَةٌ إِلَّا عَلَى الْخَاشِعِينَ ﴿٤٥﴾ الَّذِينَ يَظُنُّونَ

وہ بھاری ہے مگر انہی عاجزوں پر جن کو خیال ہے

أَنَّهُمْ مُلَاقُوا رَبِّهِمْ وَأَنَّهُمْ إِلَيْهِ رَاجِعُونَ ﴿٤٦﴾ يَا بَنِي

کہ وہ روبرو ہونے والے ہیں اپنے رب کے اور یہ کہ ان کو اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے ۞ اے بنی

ربع

إِسْرَائِيلَ اذْكُرُوا نِعْمَتِيَ الَّتِي أَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَأَنِّي

اسرائیل یاد کرو میرے احسان جو میں نے تم پر کئے اور اس کو

فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعَالَمِينَ ﴿٤٧﴾ وَاتَّقُوا يَوْمًا لَا تَجْزِي نَفْسٌ

میں نے تم کو بڑائی دی تمام عالم پر ۞ اور ڈرو اس دن سے کہ کام نہ آئے کوئی شخص کسی

عَنْ نَفْسٍ شَيْئًا وَلَا يُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ وَلَا يُؤْخَذُ

کے کچھ بھی اور قبول نہ ہو اس کی طرف سے سفارش اور نہ لیا جائے

مِنْهَا عَدْلٌ وَلَا هُمْ يُنْصَرُونَ ﴿٤٨﴾ وَإِذْ نَجَّيْنَاكُمْ مِنْ

اس کی طرف سے بدلا اور نہ ان کو مدد پہنچے ۞ اور یاد کرو اس وقت کو جب کہ رہائی دی ہم نے تم کو

آلِ فِرْعَوْنَ يَسُومُونَكُمْ سُوءَ الْعَذَابِ يُذَبِّحُونَ

فرعون کے لوگوں سے جو کرتے تھے تم پر بڑا عذاب ذبح کرتے تھے

أَبْنَاءَكُمْ وَيَسْتَحْيُونَ نِسَاءَكُمْ وَفِي ذَٰلِكُمْ بَلَاءٌ مِنْ

تمہارے بیٹوں کو اور زندہ چھوڑتے تھے تمہاری عورتوں کو ۞ اور اس میں آزمائش تھی

رَبِّكُمْ عَظِيمٌ ﴿٤٩﴾ وَإِذْ فَرَقْنَا بِكُمُ الْبَحْرَ فَأَنْجَيْنَاكُمْ

تمہارے رب کی طرف سے بڑی ۞ اور جب پھاڑ دیا ہم نے تمہاری وجہ سے دریا کو پھر بچا دیا ہم نے تم کو

① **عاجزی کرنے والوں پر نماز بھاری نہیں** یعنی صبر اور نماز حضورِ دل سے بہت بھاری ہے مگر ان پر آسان ہے جو عاجزی کرتے ہیں اور ڈرتے ہیں جن کا خیال اور دھیان یہ ہے کہ ہم کو خدا کے روبرو ہونا اور اس کی طرف پھر جانا ہے (یعنی نماز میں خدا کا قرب اور گویا اس سے ملاقات ہے) یا قیامت میں حساب و کتاب کے لئے روبرو جانا ہے۔

② **بنی اسرائیل کی فضیلت کا مطلب** چونکہ تقویٰ اور کمال ایمان کا حاصل کرنا، صبر و حضور و استغراقِ عبادات کے ذریعہ سے دشوار تھا۔ اس لئے اس کا سہل طریقہ تعلیم فرماتے ہیں اور وہ شکر ہے۔ اس وجہ سے حق تعالیٰ اپنے احسانات و انعامات جو ان پر وقتاً فوقتاً ہوتے تھے ان کو یاد دلاتا ہے اور ان کی بدکرداریاں بھی ظاہر فرماتا ہے۔ انسان بلکہ حیوانات تک میں یہ مضمون موجود ہے کہ اپنے منعم کی محبت اور اس کی اطاعت دل نشین ہو جاتی ہے اور چند رکوع میں اس مضمون کو شرح و بسط کے ساتھ بیان فرمایا گیا ہے۔ فائدہ: اہل عالم پر فضیلت کا یہ مطلب ہے کہ جس وقت سے بنی اسرائیل کا وجود ہوا تھا اس وقت سے لے کر اس خطاب کے نزول تک تمام فرقوں سے افضل رہے کوئی ان کا ہم پلہ نہ تھا، جب انہوں نے نبی آخر الزمان اور قرآن کا مقابلہ کیا تو وہ فضیلت بالکل جاتی رہی اور مغضوب علیھم اور ضلال کا لقب عنایت ہوا اور حضورؐ کے متبعین کو کنتم خیر امۃ کا خلعت ملا۔

③ **آخرت میں باپ دادا کی سفارش نہیں ہوگی** جب کوئی کسی بلا میں مبتلا ہو جاتا ہے تو اس کے رفیق اکثر یہی کیا کرتے ہیں کہ اول تو اس کے ادائے حق لازم میں کوشش کرتے ہیں یہ نہیں ہو سکتا تو کسی سفارش سے بچانے کی تدبیر کرتے ہیں یہ بھی نہ ہو سکے تو پھر تاوان و فدیہ دے کر چھڑاتے ہیں اگر یہ بھی نہیں ہو سکتا تو ناچار اپنے مددگاروں کو جمع کر کے بزور پرخاش اس کی نجات کی فکر کرتے ہیں حق تعالیٰ نے اسی ترتیب کے موافق ارشاد فرمایا کہ کوئی شخص کیسا ہی مقرب خداوندی ہو مگر کسی نافرمان عدو اللہ کافر کو مذکورہ چاروں صورتوں کی کسی صورت سے نفع نہیں پہنچا سکتا۔ بنی اسرائیل کہتے تھے کہ ہم کیسے ہی گناہ کریں ہم پر عذاب نہ ہوگا۔ ہمارے باپ دادا جو پیغمبر ہیں ہمیں بخشوا لیں گے سو خدائے تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ خیال تمہارا غلط ہے اس سے اس شفاعت کا انکار نہیں نکلتا جس کے اہل سنت قائل ہیں اور جو دیگر آیات میں مذکور ہے۔

④ **بنی اسرائیل پر فرعون کے مظالم** فرعون نے خواب دیکھا تھا۔ نجومیوں نے اس کی تعبیر دی کہ بنی اسرائیل میں ایک شخص پیدا ہوگا جو تیرے دین اور سلطنت کو غارت کر دے گا۔ فرعون نے حکم دیا کہ بنی اسرائیل میں جو بیٹا پیدا ہو اس کو مار ڈالو اور جو بیٹی ہو اس کو خدمت کے لئے زندہ رہنے دو۔ خدائے تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو پیدا کیا اور زندہ رکھا۔

⑤ بلاء کے چند معنی آتے ہیں اگر ذلکم کا اشارہ ذبح کی طرف لیا جائے تو اس کے معنی مصیبت کے ہوں گے اور اگر نجات کی طرف اشارہ ہے تو بلاء کے معنی نعمت کے ہوں گے اور مجموعہ کی طرف ہو تو امتحان کے معنی لئے جائیں گے۔

وَاَغْرَقْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ﴿٥٠﴾ وَاِذْ وٰعَدْنَا

مُوْسٰٓى اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِنْۢ بَعْدِهٖ

وَاَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ ﴿٥١﴾ ثُمَّ عَفَوْنَا عَنْكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ

لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿٥٢﴾ وَاِذْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَ

الْفُرْقَانَ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿٥٣﴾ وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى

لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ اِنَّكُمْ ظَلَمْتُمْ اَنْفُسَكُمْ بِاتِّخَاذِكُمُ الْعِجْلَ

فَتُوْبُوْٓا اِلٰى بَارِىِٕكُمْ فَاقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ

لَّكُمْ عِنْدَ بَارِىِٕكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ

الرَّحِيْمُ ﴿٥٤﴾ وَاِذْ قُلْتُمْ يٰمُوْسٰى لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى نَرَى

- **دریا کا دو حصوں میں بٹ جانا** یعنی یاد کرو اے بنی اسرائیل اس نعمت عظیم کو کہ جب تمہارے باپ دادا فرعون سے ڈر کر بھاگے اور آگے دریا اور پیچھے فرعون کا لشکر تھا اور ہم نے تم کو بچا لیا اور فرعون اور اس کے لشکر کو غرق کر دیا۔ یہ قصہ آگے مفصل آئے گا۔

- **بچھڑے کی پرستش** اور یہ قصہ اور احسان بھی یاد کرنے کے قابل ہے کہ ہم نے توریت عطا فرمانے کا وعدہ موسیٰ سے چالیس دن رات کا کیا اور ان کے طور پر تشریف لے جانے کے بعد بنی اسرائیل نے بچھڑے کی پرستش شروع کر دی اور تم بڑے بے انصاف ہو کہ بچھڑے کو خدا بنا لیا۔ مفصل یہ قصہ آگے آئے گا۔

- مطلب یہ ہے کہ باوجود اس شرک جلی کے ہم نے تم سے درگذر فرمائی اور تمہاری توبہ منظور کی اور تم کو فی الفور ہلاک نہ کیا (جیسے آل فرعون کو اس سے کم قصور پر ہلاک کر دیا تھا) کہ تم ہمارا شکر ادا کرو اور احسان مانو۔

- **فرقان کیا چیز ہے؟** کتاب تو توریت ہے اور فرقان فرمایا ان احکام شرعیہ کو جن سے جائز ناجائز معلوم ہو یا فرقان کہا حضرت موسیٰ کے معجزوں کو جن سے جھوٹے سچے اور کافر و مومن کی تمیز ہو یا توریت ہی کو کہا کہ وہ کتاب بھی ہے اور اس سے حق اور ناحق بھی جدا ہوتا ہے۔

- قوم سے مراد خاص وہ لوگ ہیں جنہوں نے بچھڑے کو سجدہ کیا۔

- **ایک دوسرے کو قتل کرنے کا حکم** یعنی جنہوں نے بچھڑے کو سجدہ نہ کیا تھا وہ سجدہ کرنے والوں کو قتل کریں۔ اور بعض کا قول ہے کہ بنی اسرائیل میں تین گروہ تھے۔ ایک وہ جنہوں نے گوسالہ پرستی نہ کی اور دوسروں کو بھی روکا۔ دوسرے وہ جنہوں نے گوسالہ کو سجدہ کیا۔ تیسرے وہ جنہوں نے خود تو سجدہ نہ کیا مگر دوسروں کو بھی منع نہ کیا۔ فریق دوم کو حکم ہوا کہ مقتول ہو جاؤ۔ تیسرے فریق کو حکم ہوا کہ ان کو قتل کر دو کہ ان کے سکوت کرنے کی توبہ ہو جائے۔ اور فریق اول اس توبہ میں شریک نہیں ہوئے۔ کیونکہ ان کو توبہ کی حاجت نہ تھی۔

- علماء کو اس میں اختلاف ہے کہ مقتول ہو جانا ہی توبہ تھی یا توبہ کا تتمہ تھا جیسا کہ ہماری شریعت میں قاتل عمد کی توبہ کے مقبول ہونے کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ اپنے آپ کو وارثان مقتول کے حوالے کر دے ان کو اختیار ہے بدلہ لیں یا معاف کریں۔

اللّٰهَ جَهْرَةً فَاَخَذَتْكُمُ الصّٰعِقَةُ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ﴿۵۵﴾

اللہ کو سامنے پھر آ لیا تم کو بجلی نے اور تم دیکھ رہے تھے

ثُمَّ بَعَثْنٰكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَوْتِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۵۶﴾ وَ

پھر اٹھا کھڑا کیا ہم نے تم کو مر گئے پیچھے تاکہ تم احسان مانو اور

ظَلَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْغَمَامَ وَاَنْزَلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى ؕ

سایہ کیا ہم نے تم پر ابر کا اور اتارا تم پر من اور سلویٰ

كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ ؕ وَمَا ظَلَمُوْنَا وَلٰكِنْ كَانُوْٓا

کھاؤ پاکیزہ چیزیں جو ہم نے تم کو دیں اور انہوں نے ہمارا کچھ نقصان نہ کیا بلکہ اپنا ہی

اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿۵۷﴾ وَاِذْ قُلْنَا ادْخُلُوْا هٰذِهِ الْقَرْيَةَ

نقصان کرتے رہے اور جب ہم نے کہا داخل ہو اس شہر میں

فَكُلُوْا مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ رَغَدًا وَّادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا

اور کھاتے پھرو اس میں جہاں چاہو فراغت سے اور دروازہ میں داخل ہونا سجدہ کرتے ہوئے

وَّقُوْلُوْا حِطَّةٌ نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطٰيٰكُمْ ؕ وَسَنَزِيْدُ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۵۸﴾

اور کہتے جاؤ بخش دے تو معاف کر دیں گے ہم تمہارے قصور اور زیادہ بھی دیں گے نیکی والوں کو

فَبَدَّلَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا قَوْلًا غَيْرَ الَّذِيْ قِيْلَ لَهُمْ فَاَنْزَلْنَا

پھر بدل ڈالا ظالموں نے بات کو خلاف اس کے جو کہہ دی گئی تھی ان سے پھر اتارا

عَلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا كَانُوْا

ہم نے ظالموں پر عذاب آسمان سے ان کی

توریت کو ماننے سے انکار اور اس کی سزا اس وقت کو بھی ضرور یاد کرو کہ باوجود اس قدر احسانات کے جب تم نے کہا تھا کہ اے موسیٰ ہم ہرگز تمہارا یقین نہ کریں گے کہ یہ اللہ کا کلام ہے جب تک آنکھوں سے صریحاً خدائے تعالیٰ کو نہ دیکھ لیں۔ اس پر بجلی نے تم کو ہلاک کیا اس کے بعد موسیٰ کی دعا سے ہم نے تم کو زندہ کیا اور یہ اس وقت کا حال ہے کہ حضرت موسیٰ ستر آدمیوں کو منتخب فرما کر کوہ طور پر کلام الٰہی سننے کی غرض سے لے گئے تھے۔ پھر جب انہوں نے کلام الٰہی کو سنا تو انہی ستر نے کہا اے موسیٰ پردے میں سننے کا ہم اعتبار نہیں کرتے آنکھوں سے خدا کو دکھاؤ۔ اس پر ان ستر آدمیوں کو بجلی نے ہلاک کر دیا تھا۔

من وسلویٰ جب فرعون غرق ہو چکا اور بنی اسرائیل بحکم الٰہی مصر سے شام کو چلے جنگل میں ان کے خیمے پھٹ گئے اور گرمی آفتاب کی ہوئی تو تمام دن ابر رہتا اور اناج نہ رہا تو من وسلویٰ کھانے کے لیے اترا من ایک چیز تھی شیریں دھنیے کے سے دانے ترنجبین کے مشابہ رات کو اس میں برستے لشکر کے گرد ڈھیر لگ جاتے صبح کو ہر ایک اپنی حاجت کے موافق اٹھا لیتا۔ اور سلویٰ ایک پرندہ ہے جس کو بٹیر کہتے ہیں۔ شام کو لشکر کے گرد ہزاروں جمع ہو جاتے۔ اندھیرا ہونے کے بعد پکڑ لاتے کباب کر کے کھاتے مدتوں تک یہی کھایا کیے۔

یعنی اس لطیف و لذیذ غذا کو کھاؤ اور اسی پر اکتفا کرو نہ آگے کے لیے ذخیرہ جمع کر کے رکھو اور نہ دوسری غذا سے بدلنے کی خواہش کرو۔

اول حکم یہ کیا کہ ذخیرہ کر کے رکھا تو گوشت سڑنا شروع ہو گیا دوسرے یہ بدلنا چاہا کہ مسور، گیہوں، ککڑی، پیاز وغیرہ ملے۔ جس سے طرح طرح کی تکلیف و مشقت میں مبتلا ہوئے۔

بستی میں داخل ہونے کا حکم جب جنگل مذکورہ بالا میں پھرتے پھرتے تنگ آ گئے اور من وسلویٰ کھاتے کھاتے اکتا گئے تو بنی اسرائیل کو ایک شہر میں داخل ہونے کا حکم ہوا اس کا نام اریحا تھا اس میں قوم عمالقہ جو قوم عاد سے تھی مقیم تھی، اور بعض نے بیت المقدس فرمایا ہے۔

اس شہر کے دروازے میں سے سجدہ شکر کرتے ہوئے جاؤ (اور یہ شکر بدنی ہوا) اور بعض فرماتے ہیں کہ بہت تواضع کر کے جھک کر جاؤ۔

اور زبان سے اپنے گناہوں کی معافی مانگتے ہوئے جاؤ (یہ شکر زبانی ہوا) جو یہ دونوں باتیں کرے گا اس کی خطائیں ہم معاف کر دیں گے اور نیک بندوں کے لیے ثواب بڑھا دیں گے۔

يَفْسُقُونَ ﴿٥٩﴾ وَإِذِ اسْتَسْقَىٰ مُوسَىٰ لِقَوْمِهِ فَقُلْنَا

عدول حکمی کرتے ◆ اور جب پانی مانگا موسیٰ نے اپنی قوم کے واسطے تو ہم نے کہا

اضْرِب بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ ۖ فَانفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ

مار اپنے عصا کو پتھر پر سو بہہ نکلے اس سے بارہ

عَيْنًا ۖ قَدْ عَلِمَ كُلُّ أُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ ۖ كُلُوا وَاشْرَبُوا مِن

چشمے ◆ پہچان لیا ہر قوم نے اپنا گھاٹ کھاؤ اور پیو

رِّزْقِ اللَّهِ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ ﴿٦٠﴾ وَإِذْ

اللہ کی روزی اور نہ پھرو ملک میں فساد مچاتے ◆ اور جب

قُلْتُمْ يَا مُوسَىٰ لَن نَّصْبِرَ عَلَىٰ طَعَامٍ وَاحِدٍ فَادْعُ لَنَا

کہا تم نے اے موسیٰ ہم ہرگز صبر نہ کریں گے ایک ہی طرح کے کھانے پر سو دعا مانگ ہمارے واسطے

رَبَّكَ يُخْرِجْ لَنَا مِمَّا تُنبِتُ الْأَرْضُ مِن بَقْلِهَا وَ

اپنے پروردگار سے کہ نکال دے ہمارے واسطے جو اگتا ہے زمین سے ترکاری اور

قِثَّائِهَا وَفُومِهَا وَعَدَسِهَا وَبَصَلِهَا ۖ قَالَ أَتَسْتَبْدِلُونَ

ککڑی اور گیہوں اور مسور اور پیاز ◆ کہا موسیٰ نے کیا لینا چاہتے ہو

الَّذِي هُوَ أَدْنَىٰ بِالَّذِي هُوَ خَيْرٌ ۚ اهْبِطُوا مِصْرًا فَإِنَّ

وہ چیز جو ادنیٰ ہے اس کے بدلے میں جو بہتر ہے ◆ اترو کسی شہر میں تو تم

لَكُم مَّا سَأَلْتُمْ ۗ وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ

کو ملے جو مانگتے ہو ◆ اور ڈالی گئی ان پر ذلت اور محتاجی

وَبَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ

بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ بِغَيْرِ الْحَقِّ ۭ ذٰلِكَ بِمَا

عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ﴿٦١﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ

الَّذِيْنَ هَادُوْا وَالنَّصٰرٰى وَالصّٰبِـِٕيْنَ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ

وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ

رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿٦٢﴾ وَاِذْ

اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّوْرَ ۭ خُذُوْا مَآ

اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّاذْكُرُوْا مَا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿٦٣﴾

ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ ۚ فَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ

بنی اسرائیل کی دائمی ذلت ذلت یہ کہ ہمیشہ مسلمان اور نصاریٰ کے محکوم اور رعیت رہتے ہیں۔ کسی کے پاس مال ہوا تو کیا، حکومت سے بالکل محروم ہو گئے، جو موجب عزت تھی اور محتاجی یہ کہ اول تو یہود میں مال کی قلت اور جن کے پاس مال ہو بھی تو حکام وغیرہ کے خوف سے اپنے آپ کو مفلس اور حاجتمند ہی ظاہر کرتے ہیں۔ شدت حرص اور بخل کے باعث محتاجوں سے بدتر نظر آتے ہیں اور یہ بھی درست کہ "تونگری بدل است نہ بمال" اس لئے مالدار ہو کر بھی محتاج ہی رہے اور عظمت اور عزت جو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی تھی اس سے رجوع کر کے اس کے غضب و قہر میں آ گئے۔

یعنی اس ذلت اور مسکنت و غضب الٰہی کا باعث ان کا کفر اور انبیاء علیہم السلام کا قتل کرنا تھا اور اس کفر و قتل کا باعث احکام کی نافرمانی اور حدود شرع سے خروج تھا۔

صابئین کون ہیں یعنی کسی فرقہ خاص پر موقوف نہیں یقین لانا شرط ہے اور عمل نیک۔ سو جس کو یہ نصیب ہوا ثواب پایا۔ یہ اس واسطے فرمایا کہ بنی اسرائیل اس بات پر مغرور تھے کہ ہم پیغمبروں کی اولاد ہیں "ہم ہر طرح اللہ کے نزدیک بہتر ہیں۔" فائدہ یہود کہتے ہیں حضرت موسیٰ کی امت کو اور نصاریٰ حضرت عیسیٰ کی امت کو اور صابئین ایک فرقہ ہے جس نے ہر ایک دین میں سے اچھا سمجھ کر کچھ اختیار کر لیا ہے اور حضرت ابراہیم کو مانتے ہیں اور فرشتوں کی بھی پرستش کرتے ہیں اور زبور پڑھتے ہیں اور کعبہ کی طرف نماز پڑھتے ہیں۔

کوہ طور کو معلق کرنے کی وجہ کہتے ہیں کہ توریت نازل ہوئی تو بنی اسرائیل شرارت سے کہنے لگے کہ "توریت کے حکم تو مشکل اور بھاری ہیں ہم سے نہیں ہو سکتے"۔ جب خدائے تعالیٰ نے ایک پہاڑ کو حکم کیا جو ان سب کے سروں پر آن کر اترنے لگا اور سامنے آگ پیدا ہوئی۔ کچھ گنجائش سرتابی اصلاً نہ رہی مجبور احکام توریت کو قبول کیا۔ باقی یہ شبہ کہ "پہاڑ سروں پر معلق کر کے تسلیم کرانا توریت کا یہ تو صریح اجبار و اکراہ ہے جو آیت لا اکراہ فی الدین اور نیز قاعدہ تکلیف کے بالکل خلاف ہے کیونکہ مدار تکلیف تو اختیار پر ہے اور اکراہ منافی اختیار ہے" تو اس کا جواب یہ ہے کہ اکراہ در بارہ قبول دین ہرگز نہیں "دین تو بنی اسرائیل پہلے سے قبول کئے ہوئے تھے" اور بار بار حضرت موسیٰ سے تقاضا کرتے تھے کہ "کوئی کتاب متضمن احکام ہم کو لا کر دو کہ اس پر عمل کریں" اور اس پر معاہدہ کر چکے تھے۔ جب توریت ان کو دی گئی تو عہد شکنی پر کمر بستہ ہوئے تو اب پہاڑ کا معلق کرنا نقض عہد سے روکنے کے لئے تھا نہ کہ قبول دین کے لیے۔

وَرَحْمَتُهٗ لَكُنْتُمْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝٦٤ وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ

اور اس کی مہربانی ◆ تو ضرور تم تباہ ہو جاتے ◆ اور تم خوب جان چکے ہو

الَّذِيْنَ اعْتَدَوْا مِنْكُمْ فِي السَّبْتِ فَقُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا

جنہوں نے کہ تم میں سے زیادتی کی تھی — ہفتے کے دن میں — تو ہم نے کہا ان سے ہو جاؤ

قِرَدَةً خٰسِئِيْنَ ۝٦٥ فَجَعَلْنٰهَا نَكَالًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهَا

بندر ذلیل ◆ پھر کیا ہم نے اس واقعہ کو عبرت — ان لوگوں کے لئے جو وہاں تھے

وَمَا خَلْفَهَا وَمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ ۝٦٦ وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى

اور جو پیچھے آنے والے تھے — اور نصیحت — ڈرنے والوں کے واسطے ◆ اور جب کہا موسیٰ نے

لِقَوْمِهٖٓ اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تَذْبَحُوْا بَقَرَةً ط قَالُوْٓا

اپنی قوم سے — اللہ فرماتا ہے تم کو — ذبح کرو — ایک گائے ◆ — وہ بولے

اَتَتَّخِذُنَا هُزُوًا ط قَالَ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ

کیا تو ہم سے ہنسی کرتا ہے ◆ — کہا — پناہ اللہ کی — کہ ہوں میں

الْجٰهِلِيْنَ ۝٦٧ قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا مَا هِيَ ط قَالَ

جاہلوں میں ◆ — بولے کہ دعا کر ہمارے واسطے اپنے رب سے کہ بتلا دے ہم کو کہ وہ گائے کیسی ہے ◆ — کہا

اِنَّهٗ يَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا فَارِضٌ وَّلَا بِكْرٌ ط عَوَانٌۢ

وہ فرماتا ہے — کہ وہ ایک گائے ہے — نہ بوڑھی — اور نہ بن بیاہی — درمیان میں ہے

بَيْنَ ذٰلِكَ فَافْعَلُوْا مَا تُؤْمَرُوْنَ ۝٦٨ قَالُوا ادْعُ لَنَا

بڑھاپے اور جوانی کے — اب کر ڈالو — جو تم کو حکم ملا ہے ◆ — بولے — کہ دعا کر ہمارے واسطے

- یعنی عہد و میثاق کر کے پھر پھر گئے۔ سو اگر اللہ کا فضل نہ ہوتا تو بالکل تباہ ہو جاتے یعنی اسی وقت ہلاک کر دیے جاتے یا یہ کہ توبہ و استغفار بھی کرتے اور نبی آخر الزمان کی متابعت بھی کرتے تو بھی تمہاری تقصیرات معاف نہ کی جاتیں۔

- **بنی اسرائیل کو مسخ صورت کا عذاب** بنی اسرائیل کو توریت میں حکم ہوا تھا کہ "شنبہ کا دن خاص عبادت کے لئے مقرر ہے اس دن مچھلی کا شکار مت کرو" وہ لوگ فریب اور حیلے سے ہفتے کے دن شکار کرنے لگے تو اللہ نے ان کو مسخ کر کے ان کی صورت بندر کی سی کر دی فہم و شعور انسانی موجود تھا۔ ایک دوسرے کو دیکھتا تھا اور روتا تھا۔ مگر کلام نہیں کر سکتا تھا۔ تین دن کے بعد سب مر گئے اور یہ واقعہ حضرت داؤد کے عہد میں ہوا۔ مفصل سورہ اعراف میں آئے گا۔

- یعنی اس واقعہ اور اس عقوبت کو ہم نے باعث خوف و عبرت بنا دیا اگلے اور پچھلے لوگوں کے واسطے "یعنی جنہوں نے اس عذاب کا مشاہدہ کیا اور جو آیندہ پیدا ہوں گے" یا جو بستیاں شہر کے آگے اور اس کے پیچھے آباد تھیں۔

- **بنی اسرائیل کو گائے ذبح کرنے کا حکم** یعنی یاد کرو اس وقت کو کہ بنی اسرائیل میں ایک شخص عامیل نامی مارا گیا تھا اور اس کا قاتل معلوم نہ ہوتا تھا تو حضرت موسیٰ نے فرمایا "اللہ کا یہ حکم ہے کہ ایک گائے ذبح کر کے اس کا ایک ٹکڑا مردے پر مارو تو وہ جی اٹھے اور آپ اپنے قاتل کو بتا دے" اللہ تعالیٰ نے اسی طرح اس مردے کو جلایا اور اس نے قاتل کو بتا دیا کہ اس کے وارثوں نے ہی بطمع مال قتل کیا تھا۔

- کیونکہ یہ تو دکھانا نہ تھا کہ گائے کا ٹکڑا مارنے سے مردہ زندہ ہو جائے۔

- یعنی مسخرا کرنا احمق جاہل کا کام ہے اور وہ بھی احکام شرعیہ میں پیغمبر سے یہ ہرگز ممکن نہیں

- **بنی اسرائیل کی کج بحثی** یعنی اس کی عمر کتنی ہے اور اس کے حالات کیا ہیں تو عمر ہے یا بوڑھی۔

- یعنی اس گائے کو ذبح کر ڈالو۔

رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا مَا لَوْنُهَا ۚ قَالَ اِنَّهٗ يَقُوْلُ اِنَّهَا

بَقَرَةٌ صَفْرَآءُ ۙ فَاقِعٌ لَّوْنُهَا تَسُرُّ النّٰظِرِيْنَ ۝٦٩ قَالُوا

ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا مَا هِيَ ۙ اِنَّ الْبَقَرَ تَشٰبَهَ عَلَيْنَا ۭ

وَاِنَّآ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ لَمُهْتَدُوْنَ ۝٧٠ قَالَ اِنَّهٗ يَقُوْلُ اِنَّهَا

بَقَرَةٌ لَّا ذَلُوْلٌ تُثِيْرُ الْاَرْضَ وَلَا تَسْقِي الْحَرْثَ ۚ

مُسَلَّمَةٌ لَّا شِيَةَ فِيْهَا ۭ قَالُوا الْـٰٔنَ جِئْتَ بِالْحَقِّ ۭ

فَذَبَحُوْهَا وَمَا كَادُوْا يَفْعَلُوْنَ ۝٧١ وَاِذْ قَتَلْتُمْ نَفْسًا

فَادّٰرَءْتُمْ فِيْهَا ۭ وَاللّٰهُ مُخْرِجٌ مَّا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ ۝٧٢

فَقُلْنَا اضْرِبُوْهُ بِبَعْضِهَا ۭ كَذٰلِكَ يُحْيِ اللّٰهُ الْمَوْتٰى ۙ

وَيُرِيكُمْ آيَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ﴿٧٣﴾ ثُمَّ قَسَتْ

قُلُوبُكُمْ مِنْ بَعْدِ ذَٰلِكَ فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ أَوْ أَشَدُّ

قَسْوَةً ۚ وَإِنَّ مِنَ الْحِجَارَةِ لَمَا يَتَفَجَّرُ مِنْهُ الْأَنْهَارُ ۚ

وَإِنَّ مِنْهَا لَمَا يَشَّقَّقُ فَيَخْرُجُ مِنْهُ الْمَاءُ ۚ وَإِنَّ مِنْهَا

لَمَا يَهْبِطُ مِنْ خَشْيَةِ اللَّهِ ۗ وَمَا اللَّهُ بِغَافِلٍ عَمَّا

تَعْمَلُونَ ﴿٧٤﴾ أَفَتَطْمَعُونَ أَنْ يُؤْمِنُوا لَكُمْ وَقَدْ

كَانَ فَرِيقٌ مِنْهُمْ يَسْمَعُونَ كَلَامَ اللَّهِ ثُمَّ يُحَرِّفُونَهُ

مِنْ بَعْدِ مَا عَقَلُوهُ وَهُمْ يَعْلَمُونَ ﴿٧٥﴾ وَإِذَا لَقُوا

الَّذِينَ آمَنُوا قَالُوا آمَنَّا وَإِذَا خَلَا بَعْضُهُمْ إِلَىٰ بَعْضٍ

◆ **حیات بعد الموت پر استدلال** | یعنی اسی طرح زندہ کرے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن مردوں کو اپنی قدرت کاملہ سے اور اپنی قدرت کی نشانیاں تم کو دکھلاتا ہے تاکہ شاید تم غور کرو اور سمجھو کہ خدائے تعالیٰ مردوں کو زندہ کر سکتا ہے۔

◆ یعنی قتیل کے جی اٹھنے کے بعد مطالبہ پر کہ ایسی نشانی قدرت دیکھی تھی پھر بھی تمہارے دل نرم نہ ہوئے۔

◆ **یہودیوں کے دل پتھر سے زیادہ سخت ہیں** | یعنی بعض پتھر ان سے بڑا نفع پہنچتا ہے کہ انہار اور پانی نکلتے ہیں ان سے جاری ہوتے ہیں اور بعض پتھر ایسے ہیں کہ ان سے پانی کم نکلتا ہے اول قسم کی نسبت نفع کم ہوتا ہے اور بعض پتھروں سے گو کسی کو نفع نہ پہنچے مگر خود ان میں ایک اثر ہو جاتا ہے تو معلوم ہوا کہ تمہارے قلوب ان تینوں قسموں کے پتھر سے سخت تر ہیں نہ ان سے کسی کو نفع اور نہ ان میں وہ مضمون خشیت موجود ہے اور اللہ اے یہود تمہارے اعمال سے بے خبر نہیں۔

◆ **توریت میں تحریف** | مفسرین کہتے ہیں مراد وہ لوگ ہیں جو کوہ طور پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ کلام الٰہی سننے کے لئے گئے تھے انہوں نے وہاں سے آ کر یہ تحریف کی کہ بنی اسرائیل سے کہہ دیا کہ تمام کلام کے آخر میں ہم نے یہ بھی سنا کہ اگر تم ان احکام کو نہ بجا لا سکو تو ان کے نہ کرنے کا بھی تم کو اختیار ہے (اور بعض نے فرمایا کہ کلام الٰہی سے مراد توریت ہے اور تحریف سے مراد یہ ہے کہ اس کی آیات میں تحریف لفظی و معنوی کرتے تھے) جیسے آپ کی نعت کو بدل دیا اور آیت رجم کو اڑا دیا وغیرہ۔

قَالُوْٓا اَتُحَدِّثُوْنَهُمْ بِمَا فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ لِيُحَآجُّوْكُمْ

بِهٖ عِنْدَ رَبِّكُمْ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۷۶﴾ اَوَلَا يَعْلَمُوْنَ

اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ﴿۷۷﴾ وَمِنْهُمْ

اُمِّيُّوْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ الْكِتٰبَ اِلَّآ اَمَانِيَّ وَاِنْ هُمْ اِلَّا

يَظُنُّوْنَ ﴿۷۸﴾ فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ يَكْتُبُوْنَ الْكِتٰبَ بِاَيْدِيْهِمْ

ثُمَّ يَقُوْلُوْنَ هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ لِيَشْتَرُوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۭ

فَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا كَتَبَتْ اَيْدِيْهِمْ وَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا

يَكْسِبُوْنَ ﴿۷۹﴾ وَقَالُوْا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّآ اَيَّامًا مَّعْدُوْدَةً ۭ

قُلْ اَتَّخَذْتُمْ عِنْدَ اللّٰهِ عَهْدًا فَلَنْ يُّخْلِفَ اللّٰهُ عَهْدَهٗٓ

◆ ۱ **توریت میں آنحضرتؐ کا ذکر** | یہود میں جو لوگ منافق تھے وہ بطور خوشامد اپنی کتاب میں سے پیغمبر آخر الزمان کی باتیں مسلمانوں سے بیان کرتے دوسرے لوگ ان میں سے ان کو اس بات پر ملامت کرتے کہ اپنی کتاب کی سند ان کے ہاتھ میں کیوں دیتے ہو کیا تم نہیں جانتے کہ مسلمان تمہارے پروردگار کے آگے تمہاری خبر دی ہوئی باتوں سے تم پر الزام قائم کریں گے کہ پیغمبر آخر الزمان کو سچا جان کر بھی ایمان نہ لائے اور تم کو لاجواب ہونا پڑے گا۔

◆ ۲ یعنی اللہ کو تو ان کے سب امور ظاہر ہوں یا مخفی بالکل معلوم ہیں ان کی کتاب کی سب تحریفوں کی خبر مسلمانوں کو دے سکتا ہے اور چنانچہ مطلع فرما بھی دیا آیت رجم کو انہوں نے چھپایا مگر اللہ نے ظاہر کر کر ان کو فضیحت کیا یہ تو ان کے علماء کا حال ہوا جو عقلمندی اور کتاب دانی کے مدعی تھے۔

◆ ۳ اور جو جاہل ہیں ان کو تو کچھ بھی خبر نہیں کہ توریت میں کیا لکھا ہے مگر چند آرزوئیں جو اپنے عالموں سے جھوٹی سن رکھی ہیں (مثلاً بہشت میں یہودیوں کے سوا کوئی نہ جائے گا اور ہمارے باپ دادا ہم کو ضرور بخشوا لیں گے) اور یہ ان کے خیالات بے اصل ہیں جن کی کوئی سند ان کے پاس نہیں۔

◆ ۴ **مال کے عوض توریت میں تحریف** | یہ وہ لوگ ہیں جو ان عوام جاہلوں کے موافق باتیں اپنی طرف سے بنا کر لکھ دیتے تھے اور خدا کی طرف ان باتوں کو منسوب کرتے۔ مثلاً توریت میں لکھا تھا کہ "پیغمبر آخر الزمان خوبصورت گھونگروالے بال، سیاہ آنکھیں، میانہ قد، گندم رنگ پیدا ہوں گے" انہوں نے پھیر کر یوں لکھا "لانبا قد، نیلی آنکھیں، سیدھے بال" تاکہ عوام آپ کی تصدیق نہ کریں اور ہمارے منافع دنیوی میں خلل نہ آجائے۔

◆ ۵ **بنی اسرائیل کی خوش فہمی** | بعض نے کہا سات دن اور بعض نے کہا چالیس دن (جتنے روز بچھڑے کی پوجا کی تھی) اور بعض نے چالیس سال (جتنی مدت تیہ میں سرگرداں رہے تھے) اور بعض نے کہا ہر ایک جتنی مدت دنیا میں زندہ رہا۔

أَمْ تَقُولُونَ عَلَى اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ ۝ بَلَىٰ مَنْ كَسَبَ

سَيِّئَةً وَأَحَاطَتْ بِهِ خَطِيئَتُهُ فَأُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ ۖ

هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ۝ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ

أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ ۖ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ۝ وَإِذْ

أَخَذْنَا مِيثَاقَ بَنِي إِسْرَائِيلَ لَا تَعْبُدُونَ إِلَّا اللَّهَ قف وَ

بِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينِ

وَقُولُوا لِلنَّاسِ حُسْنًا وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ ط

ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ إِلَّا قَلِيلًا مِنْكُمْ وَأَنْتُمْ مُعْرِضُونَ ۝

وَإِذْ أَخَذْنَا مِيثَاقَكُمْ لَا تَسْفِكُونَ دِمَاءَكُمْ وَلَا تُخْرِجُونَ

◆ یعنی یہ بات غلط ہے کہ یہودی ہمیشہ کے لئے دوزخ میں نہ رہیں گے۔ کیونکہ خلود فی النار اور خلود فی الجنۃ کا جو قاعدہ کلیہ آگے بیان فرمایا ہے اسی کے مطابق سب سے معاملہ ہوگا یہودی اس سے نکل نہیں سکتے۔

◆ گناہ نے کسی کا احاطہ کر لیں۔ اس کا یہ مطلب ہے کہ گناہ اس پر ایسا غلبہ کر لیں کہ کوئی جانب ایسی نہ ہو کہ گناہ کا غلبہ نہ ہو حتی کہ دل میں ایمان و تصدیق باقی ہو گی تو بھی احاطہ مذکور متحقق نہ ہوگا۔ تو اب کافر ہی پر یہ صورت صادق آ سکتی ہے۔

◆ یعنی احکام الٰہی سے اعراض کرنا تو تمہاری عادت بلکہ طبیعت ہو گئی ہے۔

أَنْفُسَكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ ثُمَّ أَقْرَرْتُمْ وَأَنْتُمْ تَشْهَدُونَ ﴿٨٤﴾

اپنوں کو | اپنے وطن سے | پھر تم نے اقرار کر لیا | اور تم مانتے ہو ◆

ثُمَّ أَنْتُمْ هٰٓؤُلَآءِ تَقْتُلُونَ أَنْفُسَكُمْ وَتُخْرِجُونَ فَرِيقًا

پھر تم وہ لوگ ہو | کہ ویسے ہی خون کرتے ہو آپس میں | اور نکال دیتے ہو اپنے ایک فرقہ کو

مِّنْكُمْ مِّنْ دِيَارِهِمْ ز تَظٰهَرُونَ عَلَيْهِمْ بِالْإِثْمِ

ان کے وطن سے | چڑھائی کرتے ہو | ان پر | گناہ

وَالْعُدْوَانِ ط وَإِنْ يَأْتُوكُمْ أُسٰرٰى تُفٰدُوهُمْ وَهُوَ

اور ظلم سے ◆ | اور اگر وہی آویں تمہارے پاس کسی کے قیدی ہو کر | تو ان کا بدلہ دے کر چھڑاتے ہو | حالانکہ

مُحَرَّمٌ عَلَيْكُمْ إِخْرَاجُهُمْ ط أَفَتُؤْمِنُونَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ

حرام ہے | تم پر | ان کا نکال دینا بھی | تو کیا مانتے ہو | بعض کتاب کو

وَتَكْفُرُونَ بِبَعْضٍ ج فَمَا جَزَآءُ مَنْ يَّفْعَلُ ذٰلِكَ

اور نہیں مانتے | بعض کو ◆ | سو کوئی سزا نہیں | اس کی جو تم میں سے

مِنْكُمْ إِلَّا خِزْيٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ج وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ

کام کرتا ہے | مگر رسوائی | دنیا کی زندگی میں | اور قیامت کے دن

يُرَدُّونَ إِلٰٓى أَشَدِّ الْعَذَابِ ط وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ

پہنچائے جاویں | سخت سے سخت عذاب میں | اور اللہ بے خبر نہیں

عَمَّا تَعْمَلُونَ ﴿٨٥﴾ أُولٰٓئِكَ الَّذِينَ اشْتَرَوُا الْحَيٰوةَ

تمہارے کاموں سے ◆ | یہ وہی ہیں | جنہوں نے مول لی | دنیا کی

◆ یعنی نہ اپنی قوم کو قتل کرو اور نہ ان کو جلاوطن کرو۔

◆ **بنی اسرائیل کی بدعملیاں** مدینہ میں دو فریق یہودیوں کے تھے ایک بنی قریظہ دوسرے بنی نضیر۔ یہ دونوں آپس میں لڑا کرتے تھے اور مشرکوں کے بھی مدینہ میں دو فرقے تھے ایک "اوس" دوسرے "خزرج" یہ دونوں بھی آپس میں دشمن تھے۔ بنی قریظہ تو اوس کے موافق ہوئے اور بنی نضیر نے خزرج سے دوستی کی تھی۔ لڑائی میں ہر کوئی اپنے موافقوں اور دوستوں کی حمایت کرتا جب ایک کو دوسرے پر غلبہ ہوتا تو کمزوروں کو جلاوطن کرتے ان کے گھر ڈھاتے اور اگر کوئی قید ہو کر پکڑا آتا تو سب مل کر مال جمع کر کے اس کا بدلہ دے کر قید سے اس کو چھڑاتے جیسا کہ آئندہ آیت میں آتا ہے۔

◆ یعنی اپنی قوم غیر کے ہاتھ میں پھنسی تو چھڑانے کو مستعد اور خود ان کے ستانے اور گلا کاٹنے تک کو موجود۔ اگر خدا کے حکم پر چلتے ہو تو دونوں جگہ چلو۔

◆ **شریعت کے سب احکام پر عمل ضروری ہے** ایسا کرے "یعنی بعض احکام کو مانے اور بعض کا انکار کرے اس لئے کہ ایمان کا تجزیہ تو ممکن نہیں تو اب بعض احکام کا انکار کرنے والا بھی کافر مطلق ہوگا۔ صرف بعض احکام پر ایمان لانے سے کچھ بھی ایمان نصیب نہ ہوگا۔ اس آیت سے صاف معلوم ہو گیا کہ اگر کوئی شخص بعض احکام شرعیہ کی تو متابعت کرے اور جو حکم کہ اس کی طبیعت یا عادت یا غرض کے خلاف ہو اس کے قبول میں قصور کرے تو بعض احکام کی متابعت اس کو کچھ نفع نہیں دے سکتی۔

الدُّنْيَا بِالْاٰخِرَةِ ز فَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ

زندگی آخرت کے بدلے — سو نہ ہلکا ہوگا — ان پر عذاب

وَلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴿۸۶﴾ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ

اور نہ ان کو — مدد پہنچے گی ◆ — اور بیشک دی ہم نے — موسیٰ کو — کتاب

وَقَفَّيْنَا مِنْ بَعْدِهٖ بِالرُّسُلِ ز وَاٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ

اور پے درپے بھیجے — اس کے پیچھے — رسول — اور دیے ہم نے عیسیٰ مریم کے بیٹے کو

مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ وَاَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ط اَفَكُلَّمَا

معجزے صریح — اور قوت دی اس کو — روح پاک سے ◆ — پھر بھلا کیا جب

جَآءَكُمْ رَسُوْلٌۢ بِمَا لَا تَهْوٰٓى اَنْفُسُكُمُ اسْتَكْبَرْتُمْ

تمہارے پاس لایا — کوئی رسول — وہ حکم — جو نہ بھایا تمہارے جی کو — تو تم تکبر کرنے لگے

فَفَرِيْقًا كَذَّبْتُمْ ز وَفَرِيْقًا تَقْتُلُوْنَ ﴿۸۷﴾ وَقَالُوْا

پھر ایک جماعت کو — جھٹلایا ◆ — اور ایک جماعت کو — تم نے قتل کر دیا ◆ — اور کہتے ہیں

قُلُوْبُنَا غُلْفٌ ط بَلْ لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفْرِهِمْ فَقَلِيْلًا

ہمارے دلوں پر غلاف ہے — بلکہ لعنت کی ہے اللہ نے — ان کے کفر کے سبب — سو بہت کم

مَّا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۸۸﴾ وَلَمَّا جَآءَهُمْ كِتٰبٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ

ایمان لاتے ہیں ◆ — اور جب پہنچی ان کے پاس — کتاب — اللہ کی طرف سے

مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ ۙ وَكَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى

جو سچا بتاتی ہے — اس کتاب کو جو ان کے پاس ہے — اور پہلے سے — فتح مانگتے تھے

- یعنی مفاد دنیوی کو آخرت کے مقابلہ میں قبول کیا اس لئے کہ جن لوگوں سے عہد کیا تھا اس کو دنیا کے خیال سے بھلایا اور اللہ کے جو احکام تھے ان کی پرواہ نہ کی تو پھر اللہ کے پاس ایسوں کی کون سفارش یا حمایت کر سکتا ہے۔

- **حضرت عیسیٰ کے معجزے** مردوں کا زندہ کرنا، اکمہ و ابرص وغیرہ مریضوں کا صحت یاب ہونا، غیب کی خبریں بتانا یہ حضرت عیسیٰ کے کھلے معجزے ہیں، اور روح القدس کہتے ہیں حضرت جبرئیل کو جو ہر وقت ان کے ساتھ رہتے تھے یا اسم اعظم کہ جس کی برکت سے مردوں کو زندہ کرتے تھے۔

- **انبیاء کی تکذیب اور قتل** جیسا کہ حضرت عیسیٰ اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو جھوٹا کہا۔

- جیسا کہ حضرت زکریا اور حضرت یحییٰ علیہما السلام کو قتل کیا۔

- **بنی اسرائیل پر اللہ کی لعنت** یہود اپنی تعریف میں کہتے تھے کہ "ہمارے دل غلاف کے اندر محفوظ ہیں سوائے اپنے دین کے کسی کی بات ہم کو اثر نہیں کرتی۔ ہم کسی کی چاپلوسی سحر بیانی یا کرشمے اور دھوکے کی وجہ سے ہرگز اس کی متابعت نہیں کر سکتے۔" حق تعالیٰ نے فرمایا "وہ بالکل جھوٹے ہیں بلکہ ان کے کفر کے باعث اللہ نے ان کو ملعون اور اپنی رحمت سے دور کر دیا ہے۔ اس لئے کسی طرح دین حق کو نہیں مانتے اور بہت کم دولتِ ایمان سے مشرف ہوتے ہیں۔"

الَّذِیْنَ كَفَرُوْا ۚ فَلَمَّا جَآءَهُمْ مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ ۚ

کافروں پر — پھر جب پہنچا ان کو — جس کو پہچان رکھا تھا — تو اس سے منکر ہو گئے

فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰفِرِیْنَ ﴿۸۹﴾ بِئْسَمَا اشْتَرَوْا بِهٖۤ

سو لعنت ہے اللہ کی — منکروں پر ◆ — بری چیز ہے وہ جس کے بدلے بیچا انہوں نے

اَنْفُسَهُمْ اَنْ یَّكْفُرُوْا بِمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ بَغْیًا اَنْ یُّنَزِّلَ

اپنے آپ کو — کہ منکر ہوئے — اس چیز سے جو اتاری اللہ نے — اس ضد پر — کہ اتارے

اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ عَلٰى مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ۚ فَبَآءُوْ

اللہ اپنے فضل سے — جس پر چاہے — اپنے بندوں میں سے ◆ — سو کما لائے

بِغَضَبٍ عَلٰى غَضَبٍ ؕ وَ لِلْكٰفِرِیْنَ عَذَابٌ مُّهِیْنٌ ﴿۹۰﴾ وَ

غصہ پر — غصہ ◆ — اور کافروں کے واسطے — عذاب ہے ذلت کا ◆ — اور

اِذَا قِیْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا بِمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا نُؤْمِنُ بِمَاۤ

جب کہا جاتا ہے — ان سے — مانو اس کو — جو اللہ نے بھیجا ہے — تو کہتے ہیں — ہم مانتے ہیں جو

اُنْزِلَ عَلَیْنَا وَ یَكْفُرُوْنَ بِمَا وَرَآءَهٗ ۗ وَ هُوَ الْحَقُّ

اترا ہم پر — اور نہیں مانتے اس کو — جو سوا اس کے ہے — حالانکہ وہ کتاب

مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَهُمْ ؕ قُلْ فَلِمَ تَقْتُلُوْنَ اَنْۢبِیَآءَ اللّٰهِ

سچی ہے تصدیق کرتی ہے اس کتاب کی جو ان کے پاس ہے ◆ — تو کہہ پھر کیوں قتل کرتے رہے ہو — اللہ کے پیغمبروں

مِنْ قَبْلُ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ﴿۹۱﴾ وَ لَقَدْ جَآءَكُمْ مُّوْسٰى

پہلے سے — اگر تم ایمان رکھتے تھے ◆ — اور آچکا تمہارے پاس موسیٰ

◆ **بنی اسرائیل آنحضرت کے وسیلے سے دعا مانگتے تھے** | اُن کے پاس جو کتاب آئی وہ قرآن ہے اور جو کتاب اُن کے پاس پہلے سے تھی وہ توریت ہوئی۔ قرآن کے اترنے سے پہلے یہودی کافروں سے مغلوب ہوتے تو خدا سے دعا مانگتے کہ "ہم کو نبی آخر الزماں اور جو کتاب اُن پر نازل ہوگی اُن کے طفیل سے کافروں پر غلبہ عطا فرما۔" جب حضورؐ پیدا ہوئے اور سب نشانیاں بھی دیکھ چکے تو منکر ہوگئے اور ملعون ہوئے۔

◆ یعنی جس چیز کے بدلے انہوں نے اپنے آپ کو چھڑایا وہ کفر اور انکار ہے قرآن کا اور انکار بھی محض عناد اور حسد کے سبب۔

◆ ایک غضب تو یہ کہ قرآن بلکہ اس کے ساتھ اپنی کتاب کے بھی منکر ہو کر کافر ہوئے دوسرے محض حسد اور ضد سے پیغمبر وقت سے انحراف اور خلاف کیا۔

◆ **کافروں اور مسلمانوں کے عذاب میں فرق** | اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر عذاب ذلت کے لئے نہیں ہوتا بلکہ مسلمانوں کو جو اُن کے معاصی پر عذاب ہوگا گناہوں سے پاک کرنے کے لئے ہوگا نہ بغرض تذلیل البتہ کافروں کو بغرض تذلیل عذاب دیا جائے گا۔

◆ جو اللہ نے بھیجا یعنی انجیل و قرآن اور جو اترا ہم پر یعنی توریت مطلب یہ ہوا کہ "بجز توریت اور کتابوں کا صاف انکار کرتے ہیں اور انجیل و قرآن کو نہیں مانتے" حالانکہ وہ کتابیں بھی سچی اور توریت کی تصدیق کرنے والی ہیں۔

◆ **انبیاء کا قتل توریت پر ایمان کے منافی ہے** | اُن سے کہہ دو کہ "اگر تم توریت پر ایمان رکھتے ہو تو پھر تم نے انبیاء کو کیوں قتل کیا" کیونکہ توریت میں یہ حکم ہے کہ "جو نبی توریت کو سچا کہنے والا آئے اس کی نصرت کرنا اور اس پر ضرور ایمان لانا"، اور قتل بھی اُن انبیاء کو کیا جو پہلے گذر چکے ہیں (جیسے حضرت زکریا اور حضرت یحییٰ) جو احکام توریت پر عمل کرتے تھے اور اسی کی ترویج کے لئے مبعوث ہوئے تھے اُن کے مصدق توریت ہونے پر تو یہود کو بھی تامل نہیں ہو سکتا (یہ بات لفظ قبل سے مفہوم ہوئی)

بِالْبَيِّنٰتِ ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِنْ بَعْدِهٖ وَاَنْتُمْ

صریح معجزے لے کر | پھر بنا لیا تم نے بچھڑا | اس کے گئے پیچھے | اور تم

ظٰلِمُوْنَ ﴿۹۲﴾ وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ

ظالم ہو ◆ | اور جب ہم نے لیا قرار تمہارا | اور بلند کیا تمہارے اوپر

الطُّوْرَ ؕ خُذُوْا مَاۤ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّاسْمَعُوْا ؕ قَالُوْا

کوہ طور کو | پکڑو | جو ہم نے تم کو دیا | زور سے | اور سنو | بولے

سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا ۗ وَاُشْرِبُوْا فِىْ قُلُوْبِهِمُ الْعِجْلَ بِكُفْرِهِمْ ؕ

سنا ہم نے | اور نہ مانا | اور پلائی گئی ان کے دلوں میں محبت | اسی بچھڑے کی بسبب ان کے کفر کے ◆

قُلْ بِئْسَمَا يَاْمُرُكُمْ بِهٖۤ اِيْمَانُكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۹۳﴾

کہہ دے | کہ بری باتیں سکھاتا ہے تم کو | ایمان تمہارا | اگر تم ایمان والے ہو

قُلْ اِنْ كَانَتْ لَكُمُ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ عِنْدَ اللّٰهِ خَالِصَةً

کہہ دے | کہ اگر ہے تمہارے واسطے | آخرت کا گھر | اللہ کے ہاں | تنہا

مِّنْ دُوْنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۹۴﴾

سوا اور لوگوں کے | تو تم مرنے کی آرزو کرو | اگر تم سچے ہو ◆

وَلَنْ يَّتَمَنَّوْهُ اَبَدًاۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ

اور ہرگز آرزو نہ کریں گے موت کی کبھی | بسبب ان گناہوں کے | کہ بھیج چکے ہیں ان کے ہاتھ | اور اللہ خوب جانتا ہے

بِالظّٰلِمِيْنَ ﴿۹۵﴾ وَلَتَجِدَنَّهُمْ اَحْرَصَ النَّاسِ عَلٰى

گنہگاروں کو | اور تو دیکھے گا ان کو | سب لوگوں سے زیادہ حریص زندگی پر

◆ **بنی اسرائیل ظالم ہیں** | یعنی حضرت موسیٰ کے دین کی شریعت پر قائم ہو اور ان کی شریعت کی وجہ سے اور شرائع حقہ کا انکار کرتے ہو حالانکہ انہوں نے کھلے کھلے معجزے تم کو دکھائے (جیسے عصا، ید بیضا اور دریا کا پھاڑنا وغیرہ) پھر جب چند دن کے لئے کوہ طور پر گئے تو اتنے ہی میں بچھڑے کو تم نے خدا بنا لیا۔ حالانکہ موسیٰ علیہ السلام اپنے درجہ نبوت پر قائم زندہ موجود تھے تو اس وقت تمہارا حضرت موسیٰ اور ان کی شریعت پر ایمان کہاں چلا گیا تھا اور رسول آخر الزمان کے بغض و حسد میں آپ شریعت موسوی کو اپنا پکڑ رکھا ہے کہ خدا کا حکم بھی نہیں سنتے، بیشک تم ظالم تمہارے باپ دادا ظالم۔ یہ حال تو بنی اسرائیل کا حضرت موسیٰ کے ساتھ تھا۔ آگے توریت کی نسبت جو ان کے ایمان کی حالت تھی اس کو بتاتے ہیں۔

◆ یعنی احکام توریت کی جو تکلیف دی گئی اس کو پوری ہمت و استقلال سے مضبوط پکڑو، چونکہ پہاڑ سر پر معلق تھا جان کے اندیشے سے زبان سے (یا اس وقت) تو کہہ دیا سمعنا یعنی احکام توریت ہم نے سن لئے اور دل سے (یا بعد میں) کہا عصینا یعنی ہم نے قبول نہیں کیا احکام کو اور بچھڑے کی محبت یہی تھی کہ صورت پرستی ان کے دل میں راسخ ہو چکی تھی ان کے کفر کے باعث وہ رنگ بالکل ان کے دل سے زائل نہیں ہوا بلکہ روز بروز بڑھتا گیا۔

◆ **بنی اسرائیل کے ایک دعوی کی تردید** | یہود کہتے تھے کہ "جنت میں ہمارے سوا کوئی نہ جائے گا اور ہم کو عذاب نہ ہوگا" اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر "تم جنتی ہو تو مرنے سے کیوں ڈرتے ہو۔"

حَيٰوةٍ ۚ وَمِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا ۚ يَوَدُّ اَحَدُهُمْ لَوْ يُعَمَّرُ

پر — اور زیادہ حریص مشرکوں سے بھی — چاہتا ہے ایک ایک اُن میں کا کہ عمر پاوے

اَلْفَ سَنَةٍ ۚ وَمَا هُوَ بِمُزَحْزِحِهٖ مِنَ الْعَذَابِ اَنْ

ہزار برس — اور نہیں اس کو بچانے والا عذاب سے اس قدر

يُّعَمَّرَ ۗ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ ﴿٩٦﴾ قُلْ مَنْ كَانَ

جینا — اور اللہ دیکھتا ہے جو کچھ وہ کرتے ہیں ◆ — تو کہہ دے جو کوئی ہووے

عَدُوًّا لِّجِبْرِيْلَ فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰى قَلْبِكَ بِاِذْنِ اللّٰهِ

دشمن جبریل کا — سو اس نے تو اتارا ہے یہ کلام تیرے دل پر — اللہ کے حکم سے

مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَهُدًى وَّبُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٩٧﴾

کہ سچا بتانے والا ہے اس کلام کو جو اس کے پہلے ہے — اور راہ دکھاتا ہے — اور خوشخبری سناتا ہے — ایمان والوں کو

مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّلّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَرُسُلِهٖ وَجِبْرِيْلَ

جو کوئی ہووے دشمن اللہ کا — اور اس کے فرشتوں کا — اور اس کے پیغمبروں کا — اور جبریل

وَمِيْكٰلَ فَاِنَّ اللّٰهَ عَدُوٌّ لِّلْكٰفِرِيْنَ ﴿٩٨﴾ وَلَقَدْ

اور میکائیل کا — تو اللہ دشمن ہے — ان کافروں کا ◆ — اور

اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ ۚ وَمَا يَكْفُرُ بِهَآ اِلَّا

ہم نے اتاریں تیری طرف — آیتیں روشن — اور انکار نہ کریں گے ان کا — مگر

الْفٰسِقُوْنَ ﴿٩٩﴾ اَوَكُلَّمَا عٰهَدُوْا عَهْدًا نَّبَذَهٗ فَرِيْقٌ

وہی جو نافرمان ہیں — کیا جب کبھی باندھیں گے کوئی اقرار — تو پھینک دے گی اس کو — ایک جماعت

◆ بعض یہودیوں نے ایسے برے کام کیے ہیں کہ موت سے نہایت بھاگتے ہیں اور ڈرتے ہیں کہ مرتے ہی خیر نظر نہیں آتی حتیٰ کہ مشرکین سے بھی زیادہ جینے پر حریص ہیں۔ اس سے اُن کے دعووں کی تکذیب خوب ہو گئی۔

◆ **حضرت جبریل سے یہودیوں کی دشمنی** | یہود کہتے تھے کہ "جبریل فرشتہ اس نبی کے پاس وحی لاتا ہے اور وہ ہمارا دشمن ہے۔ ہمارے اگلے بڑوں کو اس سے بہت تکلیفیں پہنچیں۔ اگر جبریل کے بدلے اور فرشتہ وحی لاوے تو ہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائیں۔" اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ فرشتے جو کچھ کرتے ہیں اللہ کے حکم سے کرتے ہیں اپنی طرف سے کچھ نہیں کرتے جو اُن کا دشمن ہے اللہ بیشک ان کا دشمن ہے۔

مِّنْهُمْ ۚ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝ وَلَمَّا جَآءَهُمْ

ان میں سے | بلکہ ان میں اکثر | یقین نہیں رکھتے ◆ | اور جب ان کے پاس

رَسُوْلٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ نَبَذَ

رسول | اللہ کی طرف سے | تصدیق کرنے والا ان کی کتاب کی | جو ان کے پاس ہے | تو پھینک دیا

فَرِيْقٌ مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ ۙ كِتٰبَ اللّٰهِ وَرَآءَ

ایک جماعت نے | اہل کتاب سے | کتاب خدا | الٹی پیٹھ

ظُهُوْرِهِمْ كَاَنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ وَاتَّبَعُوْا مَا تَتْلُوا

کے پیچھے | گویا وہ جانتے ہی نہیں ◆ | اور پیچھے ہو لئے اس (علم) کے جو پڑھتے تھے

الشَّيٰطِيْنُ عَلٰى مُلْكِ سُلَيْمٰنَ ۚ وَمَا كَفَرَ سُلَيْمٰنُ

شیاطین | سلیمان کی بادشاہت کے وقت ◆ | اور کفر کیا نہ سلیمان نے

وَلٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ كَفَرُوْا يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ ۗ وَمَآ

لیکن شیطانوں نے کفر کیا | کہ سکھاتے تھے لوگوں کو جادو | اور اس علم کے

اُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هَارُوْتَ وَمَارُوْتَ ۭ

پیچھے جو نازل ہوا دو فرشتوں پر | شہر بابل میں | جن کا نام ہاروت | اور ماروت ہے

وَمَا يُعَلِّمٰنِ مِنْ اَحَدٍ حَتّٰى يَقُوْلَآ اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ

اور کسی کو نہیں سکھاتے تھے وہ دونوں فرشتے کچھ | جب تک یہ نہ کہہ دیتے | کہ ہم تو آزمائش کے لئے ہیں

فَلَا تَكْفُرْ ۭ فَيَتَعَلَّمُوْنَ مِنْهُمَا مَا يُفَرِّقُوْنَ بِهٖ بَيْنَ

سو تو کافر مت ہو | پھر ان سے سیکھتے وہ جادو | جس سے جدائی ڈالتے ہیں

◆ یعنی ان کی عادت قدیم ہے کہ جب اللہ یا رسول یا کسی شخص سے کوئی عہد مقرر کرتے ہیں تو انہی میں کی ایک جماعت اس عہد کو پس پشت ڈال دیتی ہے بلکہ بہت سے یہودی ایسے ہیں جو توریت پر ایمان ہی نہیں رکھتے۔ ایسوں کو عہد شکنی میں کیا باک ہو سکتا ہے۔

◆ **آنحضرت کی وجہ سے توریت سے انحراف** | رسول سے مراد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور مصدق لما معہم سے توریت اور کتاب اللہ سے بھی توریت مراد ہے۔ یعنی جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے حالانکہ وہ توریت وغیرہ کتب کے مصدق تھے تو یہود کی ایک جماعت نے خود توریت کو پس پشت ڈال دیا کہ گویا جانتے ہی نہیں کہ یہ کیا کتاب ہے اور اس میں کیا کیا حکم ہیں۔ سو جن کو جب اپنی ہی کتاب پر ایمان نہیں تو ان سے تم کو کیا امید کی جائے۔

◆ **شیطانوں سے جادو کی تعلیم** | یعنی ان احمقوں نے کتاب الٰہی تو پس پشت ڈالی اور شیطانوں سے جادو سیکھا اور اسی کی متابعت کرنے لگے۔

الْمَرْءِ وَزَوْجِهٖ ۭ وَمَا ھُمْ بِضَاۗرِّيْنَ بِهٖ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا

مرد میں اور اس کی عورت میں — اور وہ اس سے نقصان نہیں کر سکتے — کسی کا — بغیر

بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ وَيَتَعَلَّمُوْنَ مَا يَضُرُّھُمْ وَلَا يَنْفَعُھُمْ ۭ

حکم اللہ کے — اور سیکھتے ہیں — وہ چیز جو نقصان کرے ان کا — اور فائدہ نہ کرے

وَلَقَدْ عَلِمُوْا لَمَنِ اشْتَرٰىهُ مَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ

اور وہ خوب جان چکے ہیں — کہ جس نے اختیار کیا جادو کو — نہیں اس کے لئے — آخرت میں

خَلَاقٍ ڜ وَلَبِئْسَ مَا شَرَوْا بِهٖٓ اَنْفُسَهُمْ ۭ لَوْ كَانُوْا

کچھ حصہ — اور بہت ہی بری چیز ہے — جس کے بدلے بیچا انہوں نے اپنے آپ کو — اگر ان کو

يَعْلَمُوْنَ ۝ وَلَوْ اَنَّھُمْ اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَمَثُوْبَةٌ مِّنْ

سمجھ ہوتی — اور اگر وہ ایمان لاتے — اور تقویٰ کرتے — تو بدلہ پاتے اللہ

عِنْدِ اللّٰهِ خَيْرٌ ۭ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ۝ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ

کے ہاں سے بہتر — اگر ان کو سمجھ ہوتی ◆ — اے

ع ۱۲

اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَقُوْلُوا انْظُرْنَا وَاسْمَعُوْا ۭ

ایمان والو — تم نہ کہو راعنا — اور کہو — انظرنا — اور سنتے رہو

وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ مَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ

اور کافروں کو — عذاب ہے دردناک ◆ — دل نہیں چاہتا ان لوگوں کا جو

كَفَرُوْا مِنْ اَھْلِ الْكِتٰبِ وَلَا الْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يُّنَزَّلَ

کافر ہیں — اہل کتاب میں — اور نہ مشرکوں میں — اس بات کو کہ اترے

ہاروت ماروت اور علم سحر | خلاصہ یہ کہ یہود اپنے دین اور کتاب کا علم چھوڑ کر علم سحر کے تابع ہو گئے اور سحر لوگوں میں دو طرف سے پھیلا۔ ایک حضرت سلیمانؑ کے عہد میں۔ چونکہ جنات اور آدمی ملے جلے رہتے تھے تو آدمیوں نے شیطانوں سے سحر سیکھا اور نسبت کر دیا حضرت سلیمانؑ کی طرف (کہ "ہم کو انہی سے پہنچا ہے اور ان کو حکم جن اور انس پر اسی کے زور سے تھا" سو اللہ تعالیٰ نے فرما دیا کہ "یہ کام کفر کا ہے سلیمانؑ کا نہیں۔" دوسرے پھیلا ہاروت ماروت کی طرف سے۔ وہ دو فرشتے تھے شہر بابل میں بصورت آدمی رہتے تھے ان کو علم سحر معلوم تھا۔ جو کوئی طالب اس کا جاتا اول اس کو روک دیتے کہ اس میں ایمان جاتا رہے گا اس پر بھی باز نہ آتا تو اس کو سکھا دیتے۔ اللہ تعالیٰ کو ان کے ذریعہ سے بندوں کی آزمائش منظور تھی سو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ایسے علموں سے آخرت کا کچھ نفع نہیں بلکہ سراسر نقصان ہے اور دنیا میں بھی ضرر ہے اور بغیر حکم خدا کے کچھ نہیں کر سکتے اور علم دین اور علم کتاب سیکھتے تو اللہ کے ہاں ثواب پاتے۔

صحابہ کو راعنا کہنے کی ممانعت | یہودی آ کر آپ کی مجلس میں بیٹھتے اور حضرت کی باتیں سنتے۔ بعض بات جو اچھی طرح نہ سنتے اس کو مکرر تحقیق کرنا چاہتے تو کہتے راعنا (یعنی ہماری طرف متوجہ ہو اور ہماری رعایت کرو) یہ کلمہ ان سے سن کر کبھی مسلمان بھی کہہ دیتے۔ اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا کہ یہ لفظ نہ کہو اگر کہنا ہو تو انظرنا کہو (اس کے معنی بھی یہی ہیں) اور ابتدا ہی سے متوجہ ہو کر سنتے رہو تاکہ پوچھنا ہی نہ پڑے۔ یہود اس لفظ کو بدنیتی اور فریب سے کہتے تھے اس لفظ کو زبان دبا کر کہتے تو راعینا ہو جاتا (یعنی ہمارا چرواہا) اور یہود کی زبان میں راعنا احمق کو بھی کہتے ہیں۔

عَلَيْكُمْ مِّنْ خَيْرٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ ۗ وَاللّٰهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ

تم پر کوئی نیک بات | تمہارے رب کی طرف سے | اور اللہ خاص کر لیتا ہے | اپنی رحمت کے ساتھ

مَنْ يَّشَآءُ ۗ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ﴿١٠٥﴾ مَا نَنْسَخْ مِنْ

جس کو چاہے | اور اللہ بڑے فضل والا ہے ◆ | جو منسوخ کر دیتے ہیں ہم کوئی

اٰيَةٍ اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَآ اَوْ مِثْلِهَا ۗ اَلَمْ تَعْلَمْ

آیت | یا بھلا دیتے ہیں | تو بھیج دیتے ہیں اس سے بہتر | یا اس کے برابر | کیا تجھ کو معلوم نہیں

اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ ﴿١٠٦﴾ اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ

کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے ◆ | کیا تجھ کو معلوم نہیں کہ

اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۗ وَمَا لَكُمْ مِّنْ

اللہ ہی کے لئے ہے | سلطنت آسمان | اور زمین کی | اور نہیں تمہارے واسطے

دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ﴿١٠٧﴾ اَمْ تُرِيْدُوْنَ اَنْ

اللہ کے سوا | کوئی حمایتی | اور نہ مددگار ◆ | کیا تم مسلمان بھی چاہتے ہو کہ

تَسْـَٔلُوْا رَسُوْلَكُمْ كَمَا سُئِلَ مُوْسٰى مِنْ قَبْلُ ۗ وَمَنْ

سوال کرو اپنے رسول سے | جیسے سوال ہو چکے ہیں موسیٰ سے | اس سے پہلے | اور جو

يَّتَبَدَّلِ الْكُفْرَ بِالْاِيْمَانِ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ ﴿١٠٨﴾

کوئی کفر لیوے | بدلے ایمان کے | تو وہ بہکا | سیدھی راہ سے ◆

وَدَّ كَثِيْرٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَوْ يَرُدُّوْنَكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ اِيْمَانِكُمْ

دل چاہتا ہے بہت سے | اہل کتاب کا | کہ کسی طرح تم کو پھیر کر | مسلمان ہوئے پیچھے

◆ یعنی کفار (یہود ہوں یا مشرکین مکہ) قرآن کے نزول کو تم پر ہرگز پسند نہیں کرتے بلکہ یہود تمنا کرتے ہیں کہ نبی آخر الزماں بنی اسرائیل میں پیدا ہوا اور مشرکین مکہ چاہتے ہیں کہ ہماری قوم میں سے ہو مگر یہ تو اللہ کے فضل کی بات ہے کہ اُمّی لوگوں میں نبی آخر الزماں کو پیدا فرمایا۔

◆ **نسخ پر اعتراض کا جواب** | یہ بھی یہود کا طعن تھا" تمہاری کتاب میں بعض آیات منسوخ ہوتی ہیں، اگر یہ کتاب اللہ کی طرف سے ہوتی تو جس عیب کی وجہ سے اب منسوخ ہوئی اس عیب کی خبر کیا خدا کو پہلے سے نہ تھی" اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ "عیب نہ پہلی بات میں تھا نہ پچھلی میں لیکن حاکم مناسب وقت دیکھ کر جو چاہے حکم کرے اس وقت وہی مناسب تھا اور اب دوسرا حکم مناسب ہے۔

◆ یعنی اول تو اللہ کی قدرت و ملکیت سب پر شامل اور اس کی اپنے بندوں پر کمال درجہ کی عنایت تو اب مصالح اور منافع بندوں کی اطلاع اور ان پر قدرت کس کو ہو سکتی ہے اور اس کے برابر بندوں کی خیر خواہی کون کر سکتا ہے۔

◆ **ایمان والو! یہودیوں کی طرح سوال نہ کرو** | یعنی یہودیوں کی باتوں پر ہرگز التفات نہ کرو جس کسی کو یہودیوں کے شبہ ڈالنے سے شبہ پڑ گیا وہ کافر ہوا اس کی احتیاط رکھو اور یہود کے کہنے سے تم اپنے نبی کے پاس شبہ مت لاؤ جیسے وہ اپنے نبی کے پاس لاتے تھے۔

كُفَّارًا ۚ حَسَدًا مِّنْ عِنْدِ اَنْفُسِهِمْ مِّنْ بَعْدِ مَا

کافر بنا دیں بسبب اپنے دلی حسد کے بعد اس کے کہ

تَبَيَّنَ لَهُمُ الْحَقُّ ۚ فَاعْفُوْا وَاصْفَحُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ

ظاہر ہو چکا ان پر حق ◆ سو تم درگزر کرو اور خیال میں نہ لاؤ جب تک بھیجے اللہ

بِاَمْرِهٖ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۰۹﴾ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ

اپنا حکم ◆ بیشک اللہ ہر چیز پر قادر ہے ◆ اور قائم رکھو نماز

وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ ۭ وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوْهُ

اور دیتے رہو زکوٰۃ اور جو کچھ آگے بھیج دو گے اپنے واسطے بھلائی پاؤ گے اس کو

عِنْدَ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۱۱۰﴾ وَقَالُوْا

اللہ کے پاس بیشک اللہ جو کچھ تم کرتے ہو سب دیکھتا ہے ◆ اور کہتے ہیں کہ

لَنْ يَّدْخُلَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ كَانَ هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى ۭ

ہرگز نہ جاویں گے جنت میں مگر جو ہوں گے یہودی یا نصرانی ◆

تِلْكَ اَمَانِيُّهُمْ ۭ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ

یہ آرزوئیں باندھ لی ہیں انہوں نے کہہ دے لے آؤ سند اپنی اگر تم

صٰدِقِيْنَ ﴿۱۱۱﴾ بَلٰى ۚ مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ

سچے ہو کیوں نہیں جس نے تابع کر دیا منہ اپنا اللہ کے اور وہ

مُحْسِنٌ فَلَهٗٓ اَجْرُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ۠ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا

نیک کام کرنے والا ہے تو اسی کے لیے ہے ثواب اس کا اپنے رب کے پاس اور نہ ڈر ہے ان پر اور نہ

- یعنی بہت سے یہودیوں کو آرزو ہے کہ کسی طرح تم کو اے مسلمانو! پھیر کر پھر کافر بنا دیں حالانکہ ان کو واضح ہو چکا ہے کہ مسلمانوں کا دین اور ان کی کتاب اور ان کا نبی سب سچے ہیں۔

- یعنی جب تک ہمارا حکم کوئی نہ دے اُس وقت تک یہود کی باتوں پر صبر کرو سو آخر وہ حکم آ گیا کہ یہود کو مدینہ سے نکال دو۔

- یعنی اپنے ضعف سے تردد مت کرو اللہ تعالیٰ اپنی قدرت سے تم کو عزیز اور یہود کو ذلیل کرے گا یا یوں کہ تاخیر عجز کی وجہ سے نہیں کی جاتی۔

- **نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو** | یعنی ان کی ایذاء پر صبر کرو اور عبادات میں مشغول رہو۔ اور اللہ تعالیٰ تمہارے کاموں سے غافل ہرگز نہیں۔ تمہاری کوئی نیک بات ضائع نہیں ہو سکتی۔

- یعنی یہودی تو کہتے ہیں کہ بجز ہمارے کوئی جنت میں نہ جائے گا اور نصاریٰ کہتے تھے کہ بجز ہمارے کوئی بہشت میں نہ جائے گا۔

هُمْ يَحْزَنُونَ ﴿١١٢﴾ وَقَالَتِ الْيَهُودُ لَيْسَتِ النَّصٰرٰى عَلٰى

وہ غمگین ہوں گے ◆ اور یہود تو کہتے ہیں کہ نصاریٰ نہیں کسی

شَيْءٍ ۖ وَقَالَتِ النَّصٰرٰى لَيْسَتِ الْيَهُودُ عَلٰى شَيْءٍ ۙ

راہ پر اور نصاریٰ کہتے ہیں کہ یہود نہیں کسی راہ پر

وَهُمْ يَتْلُونَ الْكِتٰبَ ۗ كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ

باوجودیکہ وہ سب پڑھتے ہیں کتاب ◆ اسی طرح کہا ان لوگوں نے جو جاہل ہیں

مِثْلَ قَوْلِهِمْ ۚ فَاللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيمَا

ان ہی کی سی بات اب اللہ حکم کرے گا ان میں قیامت کے دن جس بات میں

كَانُوا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ﴿١١٣﴾ وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ

جھگڑتے تھے ◆ اور اس سے بڑا ظالم کون جس نے منع کیا اللہ کی مسجدوں

اللّٰهِ أَنْ يُذْكَرَ فِيهَا اسْمُهُ وَسَعٰى فِي خَرَابِهَا ۗ أُولٰٓئِكَ

میں کہ لیا جاوے وہاں نام اس کا اور کوشش کی ان کے اجاڑنے میں ◆ ایسوں کو

مَا كَانَ لَهُمْ أَنْ يَدْخُلُوهَا إِلَّا خَآئِفِينَ ۗ لَهُمْ فِي

لائق نہیں کہ داخل ہوں ان میں مگر ڈرتے ہوئے ◆ ان کے لئے دنیا میں

الدُّنْيَا خِزْيٌ وَّلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿١١٤﴾

ذلت ہے ◆ اور ان کے لئے آخرت میں بڑا عذاب ہے

وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ ۚ فَأَيْنَمَا تُوَلُّوا فَثَمَّ وَجْهُ

اور اللہ ہی کا ہے مشرق اور مغرب سو جس طرف تم منہ کرو وہاں ہی متوجہ ہے

◆ یعنی جس نے خدا کے احکام کو مانا اور اس کا اتباع کیا وہ احکام خواہ کسی نبی کے ذریعہ سے معلوم ہوں اور اپنی قومیت اور آئین پر تعصب نہ کیا جیسا کہ یہود کرتے ہیں تو ان کے لئے اجر نیک ہے اور نہ کوئی امر ان میں ایسا ہے جس کی وجہ سے خوف ہو اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

◆ یہودیوں نے توریت پڑھ کر سمجھ لیا کہ جب نصرانیوں نے حضرت عیسیٰ کو خدا کا بیٹا کہا تو بیشک وہ کافر ہو گئے اور نصرانیوں نے انجیل میں صاف دیکھ لیا کہ یہودی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت کا انکار کر کے کافر ہو گئے۔

◆ **کفار و مشرکین کے بے دلیل دعوے** ان جاہلوں سے مشرکین عرب اور بت پرست مراد ہیں یعنی جیسے یہود و نصاریٰ ایک دوسرے کو گمراہ جانتے ہیں۔ اسی طرح بت پرست بھی اپنے سوا سب فرقوں کو گمراہ اور بے دین بتلاتے ہیں، سو دنیا میں کیسے ہی جھگڑیں قیامت کو فیصلہ ہو جائے گا۔ فائدہ: یہاں یہ شبہ ہوتا ہے کہ جب کذالک فرما دیا پھر مثل قولھم فرمانے کی کیا حاجت۔ بعض مفسرین نے جواب دیا کہ مثل قولھم توضیح اور تاکید ہے کذالک کے لئے اور بعض کہتے ہیں کہ یہاں دو تشبیہیں جدا جدا ہیں اس لئے دو لفظ لائے ایک تشبیہ سے تو یہ غرض ہے کہ ان کا اور ان کا قول باہم مشابہ ہے (یعنی جیسے وہ دوسروں کو گمراہ کہتے ہیں ایسا ہی یہ بھی) اور ایک تشبیہ سے یہ غرض ہے کہ جیسا اہل کتاب یہ دعویٰ بے دلیل اپنی ہوائے نفس اور عداوت سے کرتے تھے ایسے ہی بت پرست بھی بے دلیل محض خواہش نفسانی سے یہ دعویٰ کرتے ہیں۔

◆ **مساجد کا احترام** اس کے شان نزول نصاریٰ ہیں کہ انہوں نے یہود سے مقاتلہ کر کے توریت کو جلایا اور بیت المقدس کو خراب کیا یا مشرکین مکہ کہ انہوں نے مسلمانوں کو محض تعصب و عناد سے حدیبیہ میں مسجد حرام (بیت اللہ) میں جانے سے روکا۔ باقی جو شخص کسی مسجد کو ویران یا خراب کرے وہ اسی حکم میں داخل ہے۔

◆ یعنی ان کفار کو لائق یہی تھا کہ مساجد اللہ میں خوف و تواضع اور ادب و تعظیم کے ساتھ داخل ہوتے کفار نے جو وہاں کی بے حرمتی کی یہ صریح ظلم ہے۔ یا یہ مطلب ہے کہ ان کی ملک میں حکومت اور عزت کے ساتھ رہنے کے لائق نہیں۔ چنانچہ یہی ہوا کہ ملک شام اور مکہ اللہ نے مسلمانوں کو دلوا دیا۔

◆ یعنی دنیا میں مغلوب ہوئے جزیہ میں پڑے اور مسلمانوں کے ہاتھ گرفتار ہوئے۔

اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿١١٥﴾ وَقَالُوا اتَّخَذَ

اللہ ◆ بیشک اللہ بے انتہا بخشش کرنے والا سب کچھ جاننے والا ہے ◆ اور کہتے ہیں کہ اللہ

اللّٰهُ وَلَدًا ۙ سُبْحٰنَهٗ ۭ بَلْ لَّهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ

رکھتا ہے اولاد وہ تو سب باتوں سے پاک ہے بلکہ اسی کا ہے جو کچھ ہے آسمان اور

الْاَرْضِ ۭ كُلٌّ لَّهٗ قٰنِتُوْنَ ﴿١١٦﴾ بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَ

زمین میں سب اسی کے تابعدار ہیں نیا پیدا کرنے والا ہے آسمان

الْاَرْضِ ۭ وَاِذَا قَضٰٓى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ

اور زمین کا اور جب حکم کرتا ہے کسی کام کو تو یہی فرماتا ہے اس کو کہ ہو جا

فَيَكُوْنُ ﴿١١٧﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ لَوْلَا يُكَلِّمُنَا

پس وہ ہو جاتا ہے ◆ اور کہتے ہیں وہ لوگ جو کچھ نہیں جانتے کیوں نہیں بات کرتا ہم سے

اللّٰهُ اَوْ تَاْتِيْنَآ اٰيَةٌ ۭ كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ

اللہ یا کیوں نہیں آتی ہمارے پاس کوئی آیت ◆ اسی طرح کہہ چکے ہیں وہ لوگ جو ان سے پہلے تھے

مِّثْلَ قَوْلِهِمْ ۭ تَشَابَهَتْ قُلُوْبُهُمْ ۭ قَدْ بَيَّنَّا الْاٰيٰتِ

انہی کی سی بات ایک سے ہیں دل ان کے بیشک ہم نے بیان کر دیں نشانیاں

لِقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ﴿١١٨﴾ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا

ان لوگوں کے واسطے جو یقین لاتے ہیں ◆ بیشک ہم نے تجھ کو بھیجا ہے سچا دین دے کر خوشخبری دینے والا

وَّنَذِيْرًا ۙ وَّلَا تُسْـَٔـلُ عَنْ اَصْحٰبِ الْجَحِيْمِ ﴿١١٩﴾ وَلَنْ

اور ڈرانے والا اور تجھ سے پوچھ نہیں دوزخ میں رہنے والوں کی ◆ اور ہرگز

- **اللہ جہت سے منزہ ہے** | یہ بھی یہود و نصاریٰ کا جھگڑا تھا کہ ہر کوئی اپنے قبلہ کو بہتر بتاتا تھا اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ "اللہ مخصوص کسی طرف نہیں بلکہ تمام مکان اور جہت سے منزہ۔ البتہ اس کے حکم سے جس طرف منہ کرو گے وہ متوجہ ہے تمہاری عبادت قبول کرے گا" بعض نے کہا کہ سفر میں سواری پر نوافل پڑھنے کی بابت یہ آیت اتری۔ یا سفر میں قبلہ مشتبہ ہو گیا تھا جب اتری۔

- یعنی اس کی رحمت سب جگہ عام ہے ایک مکان کے ساتھ مخصوص نہیں اور بندوں کے مصالح اور ان کی نیتوں کو اور ان کے اعمال کو سب کو خوب جانتا ہے کہ بندوں کے حق میں کون سی شے مفید ہے اور کون سی مضر۔ اسی کے موافق حکم دیتا ہے اور جو اس کی موافقت کرے گا اس کو جزا اور خلاف کو سزا دے گا۔

- یہود حضرت عزیر کو اور نصاریٰ حضرت عیسیٰ کو خدا کا بیٹا کہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس کی ذات سب باتوں سے پاک ہے بلکہ سب کے سب اس کے مملوک اور مطیع و محکوم ہیں۔

- **اللہ اولاد سے پاک ہے** | یعنی اہل کتاب اور بت پرستوں میں جو جاہل ہیں وہ سب کہتے ہیں کہ "اللہ ہم سے بلا واسطہ بات کیوں نہیں کرتا یا کوئی نشانی کیوں نہیں بھیجتا کہ رسالت کی تصدیق کر لیں۔

- اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ "پہلے لوگوں نے بھی ایسی ہی جہالت کی بات کی تھی یہ نئی بات نہیں اور جو یقین لانے والے ہیں ان کے لئے ہم نے نبی کے برحق ہونے کی نشانیاں بیان کر دی ہیں۔ اور جو ضد اور عداوت پر اڑ رہے ہیں وہ انکار کریں تو یہ محض عناد ہے ان کا۔"

- یعنی تجھ پر الزام نہیں کہ ان کو مسلمان کیوں نہیں کیا۔

تَرْضٰى عَنْكَ الْيَهُوْدُ وَلَا النَّصٰرٰى حَتّٰى تَتَّبِعَ

مِلَّتَهُمْ ؕ قُلْ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى ؕ وَلَئِنِ

اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ بَعْدَ الَّذِيْ جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ

مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ﴿۱۲۰﴾ اَلَّذِيْنَ

اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَتْلُوْنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ ؕ اُولٰٓئِكَ

يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ ؕ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ

الْخٰسِرُوْنَ ﴿۱۲۱﴾ يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ

الَّتِيْٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَاَنِّيْ فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۲۲﴾

وَاتَّقُوْا يَوْمًا لَّا تَجْزِيْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَيْئًا وَّلَا

- یعنی یہود اور نصاریٰ کو امر حق سے سروکار نہیں، اپنی ضد پر اڑ رہے ہیں وہ کبھی تمہارا دین قبول نہ کریں گے۔ بالفرض اگر تم ہی ان کے تابع ہو جاؤ تو خوش ہو جاویں گے اور یہ ممکن نہیں تو اب ان سے موافقت کی امید نہ رکھنی چاہیے۔

- یعنی ہر زمانہ میں معتبر وہی ہدایت ہے جو اس زمانہ کا نبی لائے سو اب وہ طریقہ اسلام ہے نہ کہ طریقہ یہود و نصاریٰ۔

- یہ بات بطریق فرض ہے۔ یعنی بالفرض اگر آپ ایسا کریں تو قہر الٰہی سے کوئی نہیں بچا سکتا۔ یا حضور صحیح ہے امت کو کہ اگر کوئی مسلمان ہو کر قرآن کو سمجھ کر دین سے پھرے گا تو اس کو عذاب سے کوئی نہ چھڑا سکے گا۔

- __مخلص اہل یہود__ یہود میں تھوڑے سے آدمی منصف بھی تھے کہ اپنی کتاب کو پڑھتے تھے سمجھ کر وہ قرآن پر ایمان لائے (جیسے حضرت عبداللہ بن سلام اور ان کے ساتھی) یہ آیت انہی لوگوں کے بارے میں ہے یعنی انہوں نے توریت کو غور سے پڑھا انہی کو ایمان نصیب ہوا اور جس نے انکار کیا کتاب کا یعنی اس میں تحریف کی وہ خائب و خاسر ہوئے۔

يُقْبَلُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّلَا تَنْفَعُهَا شَفَاعَةٌ وَّلَا هُمْ

قبول کیا جائے گا اس کی طرف سے | بدلہ | اور نہ کام آئے اس کو | سفارش | اور نہ ان کو

يُنْصَرُوْنَ ﴿۱۲۳﴾ وَاِذِ ابْتَلٰٓى اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ

مدد پہنچے ◆ اور جب آزمایا ابراہیم کو اس کے رب نے | کئی باتوں میں ◆ پھر اس نے وہ پوری کیں

قَالَ اِنِّیْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا ؕ قَالَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِیْ ؕ

تب فرمایا | میں تجھ کو کروں گا سب لوگوں کا | پیشوا ◆ | بولا | اور میری اولاد میں سے بھی

قَالَ لَا يَنَالُ عَهْدِی الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۲۴﴾ وَاِذْ جَعَلْنَا

فرمایا | نہیں پہنچے گا میرا اقرار | ظالموں کو ◆ | اور جب ہم نے بنایا

الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَاَمْنًا ؕ وَاتَّخِذُوْا مِنْ

خانہ کعبہ | اجتماع کی جگہ | لوگوں کے واسطے | اور جگہ امن کی ◆ | اور بناؤ

مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّی ؕ وَعَهِدْنَآ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَ

ابراہیم کے کھڑے ہونے کی جگہ کو | نماز کی جگہ ◆ | اور حکم کیا ہم نے | ابراہیم | اور

اِسْمٰعِيْلَ اَنْ طَهِّرَا بَيْتِیَ لِلطَّآئِفِيْنَ وَالْعٰكِفِيْنَ

اسمٰعیل کو | کہ پاک رکھو میرے گھر کو ◆ | واسطے طواف کرنے والوں کے | اور اعتکاف کرنے والوں کے

وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ ﴿۱۲۵﴾ وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اجْعَلْ

اور رکوع | اور سجدہ کرنے والوں کے | اور جب کہا ابراہیم نے | اے میرے رب بنا

هٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا وَّارْزُقْ اَهْلَهٗ مِنَ الثَّمَرٰتِ مَنْ

اس کو | شہر امن کا ◆ | اور روزی دے اس کے رہنے والوں کو | میوے | جو کوئی

1. بنی اسرائیل کو جو باتیں شروع میں یاد دلائی گئی تھیں اب ان کے سب حالات ذکر کرنے کے بعد پھر وہی امور بغرض تاکید و تنبیہ یاد دلائے گئے کہ خوب دل نشین ہو جائیں ۔ ہدایت قبول کریں اور معلوم ہو جائے کہ اصل مقصود اس قصہ سے یہ ہے۔

2. **حضرت ابراہیم کی آزمائش اور امامت** جیسے حج کے افعال اور ختنہ اور حجامت اور مسواک وغیرہ سو حضرت ابراہیم علیہ السلام ان احکام کو اللہ کے ارشاد کے موافق اخلاص کے ساتھ بجالائے اور سب کو پوری طرح سے ادا کیا جس پر لوگوں کے پیشوا بنائے گئے۔

3. یعنی تمام انبیاء تیری متابعت پر چلیں گے۔

4. **وعدۂ نبوت ظالموں کیلئے نہیں تھا** بنی اسرائیل اس پر بہت مغرور تھے کہ ہم اولاد ابراہیم میں ہیں اور اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم سے وعدہ کیا ہے کہ نبوت و بزرگی تیری اولاد میں رہے گی اور ہم حضرت ابراہیم کے دین پر ہیں۔ اور ان کے دین کو سب مانتے ہیں۔ اب اللہ تعالیٰ ان کو سمجھاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا جو وعدہ تھا وہ ان سے تھا جو نیک راہ پر چلیں اور حضرت ابراہیم کے دو بیٹے تھے ایک مدت تک حضرت اسحٰق کی اولاد میں پیغمبری اور بزرگی رہی اب حضرت اسمٰعیل کی اولاد میں پہنچی (اور انہوں نے دونوں بیٹوں کے حق میں دعا کی تھی) اور فرماتا ہے کہ دین اسلام ہمیشہ ایک ہے سب پیغمبر اور سب امتیں اس پر گذری ہیں (وہ یہ کہ جو حکم اللہ بھیجے پیغمبر کے ہاتھ اس کو قبول کرے) اب یہ طریقہ مسلمانوں کا ہے اور تم اس سے پھرے ہوئے ہو۔ پچھلی آیات میں اپنے انعامات جتلائے تھے اب ان کے اس شبہ کو دفع کیا کہ بنی اسرائیل اپنے آپ کو سارے عالم کا امام اور متبوع اور سب سے افضل سمجھ کر کسی کا اتباع نہ کرتے تھے۔ **فائدہ** بنی اسرائیل کے واقعات میں حضرت ابراہیم کا ذکر اور ان کی منقبت مذکور ہوئی اب ان کے ذکر کے ذیل میں خانہ کعبہ کی حالت اور فضیلت ان آیات میں ذکر فرمائی اور ان کے ضمن میں یہود و نصاریٰ پر الزامات بھی ہیں جیسا کہ مفسرین نے ذکر کیا۔

5. **بیت اللہ امن کا مقام ہے** یعنی ہر سال بغرض حج وہاں لوگ مجتمع ہوتے ہیں اور جو وہاں جا کر ارکان حج بجالاتے ہیں وہ عذاب دوزخ سے مامون ہو جاتے ہیں یا وہاں کوئی کسی پر زیادتی نہیں کرتا۔

6. **مقام ابراہیم** مقام ابراہیم وہ پتھر ہے جس پر کھڑے ہو کر خانہ کعبہ کو تعمیر کیا تھا۔ اس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قدموں کا نشان ہے اور اسی پتھر پر کھڑے ہو کر حج کی دعوت دی تھی اور وہ جنت سے لایا گیا تھا جیسے حجر اسود۔ اب اس پتھر کے پاس نماز پڑھنے کا حکم ہے اور یہ حکم استحبابی ہے۔

7. یعنی وہاں بر اکام نہ کرے اور ناپاک اس کا طواف نہ کرے اور تمام آلودگیوں سے صاف رکھا جاوے۔

8. **حضرت ابراہیم کی دعا** حضرت ابراہیم نے بوقت بنانے کعبہ یہ دعا کی کہ یہ میدان ایک شہر آباد اور با امن ہو سو ایسا ہی ہوا۔

اٰمَنَ مِنْهُمْ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ قَالَ وَمَنْ كَفَرَ

ان میں سے ایمان لائے اللہ پر ◆ اور قیامت کے دن پر ◆ فرمایا ◆ اور جو کفر کرے

فَاُمَتِّعُهٗ قَلِيْلًا ثُمَّ اَضْطَرُّهٗۤ اِلٰى عَذَابِ النَّارِ ؕ وَ

اسے بھی فائدہ پہنچاؤں گا تھوڑے سے دنوں ◆ پھر اس کو مجبور کر بلاؤں گا دوزخ کے عذاب میں ◆ اور وہ

بِئْسَ الْمَصِيْرُ ۝۱۲۶ وَاِذْ يَرْفَعُ اِبْرٰهٖمُ الْقَوَاعِدَ

بری جگہ ہے رہنے کی ◆ اور یاد کر ◆ جب اٹھاتے تھے ابراہیم ◆ بنیادیں

مِنَ الْبَيْتِ وَاِسْمٰعِيْلُ ؕ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ؕ اِنَّكَ

خانہ کعبہ کی ◆ اور اسمٰعیل ◆ اور دعا کرتے تھے اے پروردگار ہمارے قبول کر ہم سے ◆ بیشک تو

اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝۱۲۷ رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ

ہی ہے سننے والا جاننے والا ◆ اے پروردگار ہمارے ◆ اور کر ہم کو حکم بردار

لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَاۤ اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ ۠ وَاَرِنَا

اپنا ◆ اور ہماری اولاد میں بھی کر ◆ ایک جماعت فرمانبردار اپنی ◆ اور بتلا ہم کو

مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا ۚ اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ۝۱۲۸

قاعدے حج کرنے کے ◆ اور ہم کو معاف کر ◆ بیشک تو ہی ہے ◆ توبہ قبول کرنے والا ◆ مہربان

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ

اے پروردگار ہمارے ◆ اور بھیج ان میں ایک رسول ◆ انہی میں کا ◆ کہ پڑھے ان پر تیری آیتیں

وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيْهِمْ ؕ اِنَّكَ اَنْتَ

اور سکھلاوے ان کو کتاب ◆ اور عقل کی باتیں ◆ اور پاک کرے ان کو ◆ بیشک تو ہی ہے

◆ یعنی اس کے رہنے والے جو اہل ایمان ہوں ان کو روزی دے میووں کی اور کفار کے لیے دعا نہ کی تاکہ وہ مقام لوث کفر سے پاک رہے۔

◆ **کفار کو بھی رزق کا وعدہ** | حق تعالیٰ نے فرمایا کہ دنیا میں کفار کو بھی رزق دیا جائے گا اور رزق کا حال امامت جیسا نہیں کہ اہل ایمان کے سوا کسی کو مل ہی نہ سکے۔

◆ قبول کر ہم سے اس کام کو (کہ تعمیر خانہ کعبہ ہے) تو سب کی دعا سنتا ہے اور نیت کو جانتا ہے۔

الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿١٢٩﴾ وَمَنْ يَرْغَبُ عَنْ مِلَّةِ إِبْرٰهٖمَ

إِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهٗ ۚ وَلَقَدِ اصْطَفَيْنٰهُ فِي الدُّنْيَا ۚ

وَإِنَّهٗ فِي الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿١٣٠﴾ إِذْ قَالَ لَهٗ

رَبُّهٗ أَسْلِمْ ۙ قَالَ أَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿١٣١﴾ وَوَصّٰى

بِهَا إِبْرٰهٖمُ بَنِيْهِ وَيَعْقُوْبُ ۚ يٰبَنِيَّ إِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى

لَكُمُ الدِّيْنَ فَلَا تَمُوْتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿١٣٢﴾ أَمْ

كُنْتُمْ شُهَدَآءَ إِذْ حَضَرَ يَعْقُوْبَ الْمَوْتُ ۙ إِذْ قَالَ

لِبَنِيْهِ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ بَعْدِيْ ؕ قَالُوْا نَعْبُدُ إِلٰهَكَ

وَإِلٰهَ اٰبَآئِكَ إِبْرٰهٖمَ وَإِسْمٰعِيْلَ وَإِسْحٰقَ إِلٰهًا وَّاحِدًا ۚۖ

◆ **آنحضرت کی نبوت کی دلیل** | یہ دعا حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے بیٹے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام دونوں نے مانگی کہ ہماری جماعت میں ایک جماعت فرمانبردار پیدا کر اور ایک رسول ان میں بھیج جو ان کو کتاب و حکمت کی تعلیم دے اور یہ نبی جو ان دونوں کی اولاد میں ہو گا وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کوئی نہیں اس وجہ سے یہود کے گذشتہ حیلوں کا ابطال ہو گیا۔ کتاب سے مراد معانی و مطالب ظاہرہ ہیں جو عبارت سے واضح ہوتے ہیں اور حکمت سے علوم و اسرار مخفیہ اور رموز لطیفہ ہیں۔

◆ **حضرت ابراہیم کی اپنے بیٹوں کو وصیت** | جس طرح مذہب کا شرف مذکور ہوا اسی طرح اس کی وصیت حضرت ابراہیم و حضرت یعقوب نے اپنی اولاد کو فرمائی تو جو اس دین سے کنارہ کش ہو گا مخالف ہوا اور یہود کہتے تھے کہ حضرت یعقوب نے اپنی اولاد کو یہودیت کی وصیت فرمائی سو وہ جھوٹے ہیں جیسا اگلی آیت میں آتا ہے۔

وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ﴿١٣٣﴾ تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ ۚ لَهَا مَا

اور ہم سب اُسی کے فرمانبردار ہیں ◆ وہ ایک جماعت تھی جو گذر چکی اُن کے واسطے ہے

كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ ۚ وَلَا تُسْـَٔلُوْنَ عَمَّا كَانُوْا

جو انہوں نے کیا اور تمہارے واسطے ہے جو تم نے کیا اور تم سے پوچھ نہیں اُن کے

يَعْمَلُوْنَ ﴿١٣٤﴾ وَقَالُوْا كُوْنُوْا هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى تَهْتَدُوْا ۭ

کاموں کی ◆ اور کہتے ہیں کہ ہو جاؤ یہودی یا نصرانی تو تم پاؤ گے راہ راست ◆

قُلْ بَلْ مِلَّةَ اِبْرٰهٖمَ حَنِيْفًا ۭ وَمَا كَانَ مِنَ

کہہ دے کہ ہرگز نہیں بلکہ ہم نے اختیار کی راہ ابراہیم کی جو ایک ہی طرف کا تھا اور نہ تھا

الْمُشْرِكِيْنَ ﴿١٣٥﴾ قُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَمَآ

شرک کرنے والوں میں ◆ تم کہہ دو کہ ہم ایمان لائے اللہ پر اور جو اترا ہم پر اور جو

اُنْزِلَ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ

اترا ابراہیم اور اسمٰعیل اور اسحٰق اور یعقوب

وَالْاَسْبَاطِ وَمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى وَمَآ اُوْتِيَ

اور اس کی اولاد پر اور جو ملا موسیٰ کو اور عیسیٰ کو اور جو ملا دوسرے

النَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ ۚ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ ۡ

پیغمبروں کو اُن کے رب کی طرف سے ہم فرق نہیں کرتے اُن سب میں سے ایک میں بھی

وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ﴿١٣٦﴾ فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِهٖ

اور ہم اسی پروردگار کے فرمانبردار ہیں ◆ سو اگر وہ بھی ایمان لاویں جس طرح تم ایمان لائے

- **حضرت یعقوب کی اپنے بیٹوں کو وصیت** | یعنی تم حضرت یعقوب کی وصیت کے وقت تو موجود بھی نہ تھے انہوں نے ملت انبیاء موصوفین کا ارشاد فرمایا تھا تم نے یہ کیا کہ یہود اپنے سوا سب کو اور نصاریٰ اپنے سوا سب کو بے دین بتانے لگے (اور مذہب حق یعنی اسلام کے دونوں مخالف ہو گئے) تمہارا اختراع ہے۔

- **ہر شخص اپنے عمل کا ذمہ دار ہے** | یہودیوں کو اور نصرانیوں کو یقین تھا کہ ماں باپ کے گناہوں میں اولاد گرفتار ہوگی اور ان کے ثواب میں بھی اولاد شریک ہوگی۔ سو یہ غلط ہے اپنا کیا اپنے آگے آئے گا۔ بھلا یا برا۔

- مطلب یہ ہے کہ یہودی مسلمانوں کو کہتے ہیں کہ یہودی ہو جاؤ اور نصرانی کہتے ہیں کہ نصرانی ہو جاؤ تو تم کو ہدایت نصیب ہو۔

- **صرف مسلمان ملت ابراہیمی پر ہیں** | یعنی کہہ دو اے محمد کہ تمہارا کہنا ہرگز منظور نہیں بلکہ ہم موافق ہیں ملت ابراہیم علیہ السلام کے جو سب دینوں سے علیحدہ ہے۔ نہیں تھا وہ شرک کرنے والوں میں اشارہ ہے کہ تم دونوں فریق شرک میں مبتلا ہو۔ بلکہ مشرکین عرب بھی مذہب ابراہیم کے مدعی تھے مگر وہ بھی مشرک تھے تو اس میں ان پر بھی رد ہو گیا۔ اب ان فرقوں میں بروئے انصاف کوئی بھی ملت ابراہیمی پر نہ رہا صرف اہل اسلام ملت ابراہیم میں رہے۔ فائدہ: ہر شریعت میں تین باتیں ہوتی ہیں۔ اول عقائد (جیسے توحید و نبوت وغیرہ) سو اس میں تو سب دین والے شریک اور موافق ہیں اختلاف ممکن ہی نہیں۔ دوسرے قواعد کلیہ شریعت کہ جن سے جزئیات و فروع مسائل حاصل ہوتے ہیں اور تمام جزئیات میں وہ کلیات ملحوظ رہتے ہیں اور ملت فی الحقیقت انہی اصول اور کلیات کا نام ہے اور ملت محمدی اور ملت ابراہیمی کا توافق و اتحاد انہی کلیات میں ہے۔ تیسرے مجموعہ کلیات و جزئیات و جمیع اصول و فروع (جس کو شریعت کہتے ہیں) جس کا خلاصہ یہ ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ملت ایک ہے اور شریعت جدا جدا۔

- **پچھلی کتابوں اور انبیاء پر مسلمانوں کا ایمان** | یعنی ہم سب رسولوں اور سب کتابوں پر ایمان لاتے ہیں۔ اور سب کو حق سمجھتے ہیں اور اپنے اپنے زمانہ میں سب واجب الاتباع ہیں اور ہم خدا کے فرمانبردار ہیں جس وقت جو نبی ہوگا اس کے ذریعہ سے جو احکام خداوندی پہنچیں گے اس کا اتباع ضروری ہے بخلاف اہل کتاب کے کہ اپنے دین کے سوا سب کی تکذیب کرتے ہیں چاہے ان کا دین منسوخ ہی ہو چکا ہو اور انبیاء کے احکام کو جھٹلاتے ہیں جو خدا کے احکام ہیں۔

فَقَدِ اهْتَدَوْا ۚ وَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا هُمْ فِي شِقَاقٍ ۚ

فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللَّهُ ۚ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ﴿١٣٧﴾ صِبْغَةَ

اللَّهِ ۚ وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللَّهِ صِبْغَةً ۫ وَنَحْنُ لَهُ

عَابِدُونَ ﴿١٣٨﴾ قُلْ أَتُحَاجُّونَنَا فِي اللَّهِ وَهُوَ رَبُّنَا وَ

رَبُّكُمْ ۚ وَلَنَا أَعْمَالُنَا وَلَكُمْ أَعْمَالُكُمْ ۚ وَنَحْنُ لَهُ

مُخْلِصُونَ ﴿١٣٩﴾ أَمْ تَقُولُونَ إِنَّ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ

وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ وَالْأَسْبَاطَ كَانُوا هُودًا أَوْ

نَصَارَىٰ ۗ قُلْ أَأَنْتُمْ أَعْلَمُ أَمِ اللَّهُ ۗ وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ

كَتَمَ شَهَادَةً عِنْدَهُ مِنَ اللَّهِ ۗ وَمَا اللَّهُ بِغَافِلٍ عَمَّا

◆ یعنی ان کی دشمنی اور حسد سے خوف مت کرو اللہ ان کے شر اور مضرت سے تمہارا حافظ ہے۔ وہ تمہارا کام بنا رکھیں گے۔ خدا سب کی باتوں کو سنتا اور سب کے حال اور نیت کو جانتا ہے۔

◆ اللہ کا رنگ سب رنگوں سے بہتر ہے | یہودی ان آیتوں سے چڑ گئے اور اسلام قبول نہ کیا اور نصرانیوں نے بھی انکار کر دیا اور شیخی میں آ کر کہنے لگے کہ ہمارے یہاں ایک رنگ ہے جو مسلمانوں کے پاس نہیں ہے۔ نصرانیوں نے ایک زرد رنگ بنا رکھا تھا اور یہ دستور تھا کہ جب ان کے بچہ پیدا ہوتا یا کوئی ان کے دین میں آتا تو اس کو اس رنگ میں غوطہ دے کر سمجھتے کہ خاص پاکیزہ نصرانی ہو گیا۔ سو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے مسلمانو کہو ہم نے خدا کا رنگ یعنی (دین حق) قبول کیا کہ اس دین میں آ کر سب طرح کی ناپاکی سے پاک ہوتا ہے۔

◆ یعنی اللہ تعالیٰ کی نسبت تمہارا نزاع کرنا اور تمہارا یہ سمجھنا کہ اس کی عنایت و رحمت کا ہمارے سوا کوئی مستحق نہیں لغویات ہے وہ جیسا تمہارا رب ہے ہمارا بھی رب ہے اور ہم جو کچھ اعمال کرتے ہیں خالص اسی کے لئے کرتے ہیں تمہاری طرح تقلید آباؤ اجداد اور تعصب و نفسانیت سے نہیں کرتے پھر کیا وجہ کہ ہمارے اعمال تو مقبول نہ ہوں اور تمہارے اعمال مقبول ہوں۔

تَعۡمَلُوۡنَ ﴿۱۴۰﴾ تِلۡكَ اُمَّةٌ قَدۡ خَلَتۡ ۚ لَهَا مَا كَسَبَتۡ

تمہارے کاموں سے ◆ وہ ایک جماعت تھی جو گذر چکی اُن کے واسطے ہے جو اُنہوں نے کیا

وَلَكُمۡ مَّا كَسَبۡتُمۡ ۚ وَلَا تُسۡـَٔلُوۡنَ عَمَّا كَانُوۡا يَعۡمَلُوۡنَ ﴿۱۴۱﴾

اور تمہارے واسطے ہے جو تم نے کیا اور تم سے پوچھ نہیں اُن کے کاموں کی ◆

یہود و نصاریٰ کے دعوے کا رد | حضرت ابراہیم اور حضرت اسمٰعیل اور دیگر انبیاء علیہم السلام کی بابت یہود اور نصاریٰ کا یہ دعویٰ کرنا کہ وہ یہودی یا نصرانی تھے دروغ صریح ہے علاوہ ازیں حق تعالیٰ تو فرماتا ہے ما کان ابراہیم یہودیا ولا نصرانیا تو اب تم کو علم زیادہ ہے یا اللہ تعالیٰ کو

آخرت میں باپ دادا کام نہیں آئیں گے | یہی آیت قریب گذر چکی ہے مگر چونکہ اہل کتاب کے دل میں اپنی بزرگ زادگی کی وجہ سے خوب جم رہا تھا کہ ہمارے اعمال کیسے ہی برے ہوں بالآخر ہمارے باپ دادا ہم کو ضرور بخشوا ہی لیں گے۔ اس لئے اس بیہودہ خیال کے رد کرنے کے لئے تاکیداً اس آیت کو مکرر بیان فرمایا۔ نیز یوں کہو کہ پہلی آیت میں اہل کتاب کو خطاب تھا اور اس آیت میں آپ کی امت کو ہے کہ اس بیہودہ خیال میں ان کا اتباع نہ کریں کیونکہ ایسی توقع اپنے بزرگوں سے ہر کسی کے دل میں آ ہی جاتی ہے جو سراسر بے عقلی ہے اب اس کے بعد یہود وغیرہ کی دوسری بے عقلی کی اطلاع دی جاتی ہے جو بہ نسبت تحویل قبلہ عنقریب ظاہر ہونے والی ہے۔

سَيَقُولُ السُّفَهَآءُ مِنَ النَّاسِ مَا وَلّٰىهُمْ عَنْ

اب کہیں گے ◆ بیوقوف لوگ ◆ کس چیز نے پھیر دیا مسلمانوں کو ان

قِبْلَتِهِمُ الَّتِىْ كَانُوْا عَلَيْهَا ؕ قُلْ لِّلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَ

ان کے قبلہ سے ◆ جس پر وہ تھے ◆ تو کہہ ◆ اللہ ہی کا ہے ◆ مشرق اور

الْمَغْرِبُ ؕ يَهْدِىْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۱۴۲﴾

مغرب ◆ چلائے ◆ جس کو چاہے ◆ سیدھی راہ ◆

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ

اور اسی طرح ◆ کیا ہم نے تم کو ◆ امت معتدل ◆ تاکہ ہو تم ◆ گواہ

عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ؕ وَمَا

لوگوں پر ◆ اور ہو رسول ◆ تم پر گواہی دینے والا ◆ اور نہیں

جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِىْ كُنْتَ عَلَيْهَآ اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ

مقرر کیا تھا ہم نے ◆ وہ قبلہ ◆ جس پر تو پہلے تھا ◆ مگر ◆ اس واسطے کہ معلوم کریں ◆ کون

يَّتَّبِعُ الرَّسُوْلَ مِمَّنْ يَّنْقَلِبُ عَلٰى عَقِبَيْهِ ؕ وَاِنْ

تابع رہے گا رسول کا ◆ اور کون پھر جائے گا ◆ الٹے پاؤں ◆ اور یقیناً

كَانَتْ لَكَبِيْرَةً اِلَّا عَلَى الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ ؕ وَمَا كَانَ

وہ بات بھاری ہوئی ◆ مگر ◆ ان پر جن کو راہ دکھائی اللہ نے ◆ اور اللہ ایسا

اللّٰهُ لِيُضِيْعَ اِيْمَانَكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۴۳﴾

نہیں ◆ کہ ضائع کرے ◆ تمہارا ایمان ◆ بیشک ◆ اللہ لوگوں پر ◆ بہت شفیق ◆ نہایت مہربان ہے ◆

تحویل قبلہ پر اعتراضات کا جواب | حضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ سے مدینہ میں تشریف لائے تو سولہ سترہ مہینے بیت المقدس ہی کی طرف نماز پڑھتے رہے اس کے بعد کعبہ کی طرف منہ کرنے کا حکم آ گیا تو یہود اور مشرکین اور منافقین اور بعضے کچے مسلمان ان کے بہکانے سے شبہے ڈالنے لگے کہ یہ تو بیت المقدس کی طرف نماز پڑھا کرتے تھے جو قبلہ تھا پہلے انبیاء کا اب انہیں کیا ہوا جو اس کو چھوڑ کر کعبہ کو منہ کرنے لگے کسی نے کہا کہ یہود کی عداوت و حسد سے ایسا کیا کسی نے کہا کہ یہ اپنے دین میں متردد اور متحیر ہیں جس سے ان کا نبی اللہ ہونا ظاہر نہیں ہوتا۔ مخالفوں کے اس اعتراض اور اس کے جواب کی جو آگے ہے اللہ نے اطلاع فرما دی کہ کسی کو اس وقت کوئی تردد نہ ہو اور جواب میں تامل نہ ہو

یعنی اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہہ دو کہ نہ ہم نے یہود کے حسد سے اور نہ کسی نفسانی تعصب اور اپنی رائے کے اتباع سے قبلہ کو بدلا بلکہ محض اتباع فرمان خداوندی سے جو کہ ہمارا اصل دین ہے ہم نے ایسا کیا پہلے بیت المقدس کو منہ کرنے کا حکم تھا اس کو ہم نے تسلیم کیا اب کعبہ کی طرف منہ کرنے کا حکم آیا اس کو دل سے قبول کیا ہم سے اس کی وجہ پوچھنا اور ہم پر اعتراض کرنا سخت حماقت ہے۔ غلام تابعدار پر یہ اعتراض کرنا کہ تو پہلے وہ کام کرتا تھا اب یہ کام کیوں کرنے لگا عاقل کا کام نہیں اور اگر ان احکام مختلفہ کے اسرار دریافت کرتے ہو تو اس کے تمام اسرار کون سمجھے اور تم بیوقوفوں کو کون سمجھائے البتہ اتنی بات ہر کوئی سمجھ سکتا ہے اور ہر ایک سمجھا سکتا ہے کہ قبلہ کا معین فرمانا تو طریقہ عبادت کو بتلانے کی غرض سے ہے اصل عبادت ہرگز نہیں اور اس بارہ میں حق تعالیٰ کا معاملہ جدا جدا ہے کسی کو اپنی حکمت و رحمت کے مطابق ایک خاص رستہ بتلایا جاتا ہے کسی کو دوسرا۔ تمام مواقع اور مختلف جہات کا وہ مالک ہے جس کو جس وقت چاہتا ہے اس کو ایسا رستہ بتلا دیتا ہے جو نہایت سیدھا اور سب رستوں سے مختصر اور قریب تر ہو چنانچہ ہم کو اس وقت اس قبلہ کی ہدایت فرمائی جو سب قبلوں میں افضل اور بہتر ہے

امت محمدیہ کے فضائل | یعنی جیسا تمہارا قبلہ کعبہ ہے جو حضرت ابراہیمؑ کا قبلہ اور تمام قبلوں سے افضل ہے ایسا ہی ہم نے تم کو سب امتوں سے افضل اور تمہارے پیغمبر کو سب پیغمبروں سے کامل اور برگزیدہ کیا تا کہ اس فضیلت اور کمال کی وجہ سے تم تمام امتوں کے مقابلہ میں گواہ مقبول الشہادت قرار دیے جاؤ اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہاری عدالت و صداقت کی گواہی دیں جیسا کہ احادیث میں وارد ہے کہ جب پچھلی امتوں کے کافر اپنے پیغمبروں کے دعوے کی تکذیب کریں گے اور کہیں گے کہ ہم کو تو کسی نے بھی دنیا میں ہدایت نہیں کی اس وقت آپ کی امت انبیاء کے دعوے کی صداقت پر گواہی دے گی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو اپنی امتوں کے حالات سے پورے واقف ہیں ان کی صداقت و عدالت پر گواہ ہوں گے اس وقت وہ امتیں کہیں گی کہ انہوں نے تو نہ ہمارا زمانہ پایا نہ ہم کو دیکھا پھر گواہی کیسے مقبول ہو سکتی ہے اس وقت آپ کی امت جواب دے گی کہ ہم کو خدا کی کتاب اور اس کے رسول کے بتلانے سے اس امر کا علم یقینی ہوا اس کی وجہ سے ہم گواہی دیتے ہیں۔ فائدہ: وسط یعنی معتدل کا یہ مطلب ہے کہ یہ امت ٹھیک سیدھی راہ پر ہے جس میں کچھ بھی کجی کا شائبہ نہیں اور افراط و تفریط سے بالکل بری ہے

◆ **تحویل قبلہ کی حکمت اور اللہ کے علم کی تحقیق** | یعنی اصلی قبلہ تمہارا تو کعبہ ہی تھا جو حضرت ابراہیم کے وقت سے چلا آ رہا ہے اور چند روز کے لئے جو بیت المقدس مقرر کر دیا تھا وہ تو صرف امتحان کے لئے تھا کہ کون تابعداری پر قائم رہتا ہے اور کون دین سے پھر جاتا ہے سو اس میں جو لوگ ایمان پر قائم رہے ان کا بڑا اجر ہے۔ فائدہ اس آیت میں لنعلم جو صیغہ استقبال ہے اور دیگر آیات میں جو حتی نعلم اور فلیعلمن اور لما یعلم اللہ اور لنبلونکم اور لیعلم وغیرہ کلمات موجود ہیں ان سب سے بظاہر یوں سمجھ میں آتا ہے کہ حق تعالیٰ کو نعوذ باللہ ان اشیاء کا علم بعد کو ہوا ان چیزوں کے وجود سے پہلے علم نہ تھا حالانکہ اس کا علم ہر چیز کے ساتھ قدیم ہے کان اللہ بکل شیء علیما علماء نے کئی طرح سے اس کا جواب دیا ہے بعض نے علم سے تمیز اور جدا جدا کر دینا مراد لیا ہے بعض نے امتحان کے معنی لئے ہیں کسی نے علم کو کنایہ رویت لیا کسی نے مستقبل کو بمعنی ماضی فرمایا بعض نے صورت علم کو نبی اور مومنین کی طرف رجوع کیا یا کافرین کی طرف لوٹایا بعض اکابر محققین نے علم حالی جو بعد وجود معلوم متحقق ہوتا ہے جس پر جزا و سزا اور احکام مترتب ہوتی ہیں مراد لیا اور اسی کو پسند فرمایا بعض ماہرین محققین نے اس کی تحقیق ایسی نہایت دقیق واضح بیان فرمائی ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حسب ارشاد ان اللہ قد احاط بکل شیء علما تمام چیزیں اول سے آخر تک حقیر و عظیم قلیل و کثیر خدا کے سامنے ہیں اور سب کا علم اس کو ایک ساتھ ہے اس کے علم میں تقدم و تاخر ہرگز نہیں مگر آپس میں ایک دوسرے کی نسبت بیشک مقدم اور مؤخر کی جاتی ہیں سو علم خداوندی کے حساب سے تو سب کی سب بمنزلہ شئ واحد موجود ہیں اس لئے وہاں ماضی حال استقبال نکالنا بالکل غلط ہوگا البتہ تقدم و تاخر باہمی کی وجہ سے یہ تینوں زمانے بالبداہت جدا جدا نکلیں گے سو جناب باری بھی کو حسب موقع و حکمت اپنے معلوم ہونے کے لحاظ سے کلام فرماتا ہے اور کبھی ان وقائع کے تقدم و تاخر کا لحاظ ہوتا ہے پہلی صورت میں تو ہمیشہ بلحاظ ایک فرق و تحقیق کے ہمیشہ ماضی کا صیغہ یا حال کا صیغہ مستعمل ہوتا ہے استقبال کا صیغہ مستعمل نہیں ہو سکتا اور دوسری صورت میں ماضی کے موقع میں ماضی اور حال کے موقع میں حال اور استقبال کی جگہ استقبال لایا جاتا ہے سو جہاں کہیں وقائع آئندہ کو ماضی کے الفاظ سے بیان فرمایا ہے جیسا ونادی اصحب الجنۃ وغیرہ تو وہاں اس کا لحاظ ہے کہ حق تعالیٰ کو سب مستحضر اور پیش نظر ہے اور جہاں امور گذشتہ کو صیغہ استقبال سے بیان فرمایا ہے جیسا اس آیت میں لنعلم ہے یا اور اس کے سوا تو وہاں یہ نظر ہے کہ بہ نسبت اپنے ماقبل کے مستقبل ہے علم الٰہی کے لحاظ سے استقبال نہیں جو اس کے علم میں حدوث کا وہم ہو دوسری تحقیق کا خلاصہ یہ ہے کہ ہم کو علم اشیاء دو طریق سے حاصل ہوتا ہے ایک تو بلاواسطہ دوسرا بالواسطہ مثلاً آگ کو کبھی تو آنکھ سے مشاہدہ کرتے ہیں اور کبھی آگ تو ہم سے کسی آڑ میں ہوتی ہے مگر دھوئیں کو دیکھ کر آگ کا یقین ہو جاتا ہے اور بسا اوقات یہ دونوں علم ایک جگہ ایک ساتھ موجود ہوتے ہیں مثلاً آگ کو پاس سے دیکھتے تو دھواں بھی اس کے ساتھ نظر آئے گا۔ سو اس صورت میں آگ کا علم دونوں طرح حاصل ہوگا ایک تو بلاواسطہ کیونکہ آنکھ سے آگ کو دیکھ رہے ہیں دوسرا بالواسطہ یعنی آگ کا علم دھوئیں کے واسطے سے اور یہ دونوں علم ہر چند ایک ساتھ ہیں آگے پیچھے پیدا نہیں ہوئے مگر علم بالواسطہ علم بلاواسطہ میں ایسا محو ہوتا ہے کہ اس کا دھیان بھی نہیں گذرتا علی ہذا القیاس کبھی ان چیزوں کا علم بلاواسطہ بھی ایک ساتھ حاصل ہوتا ہے مثلاً آگ اور دھوئیں کو ایک ساتھ دیکھے اسی طرح کبھی ایک شے کا علم بلاواسطہ اور دوسری شے کا علم کسی شے کے واسطے سے ایک ساتھ حاصل ہوتے ہیں مثلاً دھوئیں کا علم بلاواسطہ اور آگ کا علم دھوئیں کے واسطے سے یا آگ کا علم بلاواسطہ اور دھوئیں کا علم آگ کے واسطے سے دونوں ساتھ ہی پیدا ہوتے ہیں مگر جیسا قلم کو ہاتھ میں لے کر لکھیں تو ہر چند ہاتھ اور قلم ساتھ ہی چلتے ہیں لیکن پھر یوں کہتے ہیں کہ ہاتھ پہلے ہلا تو قلم ہلا اسی طرح پر عقل سلیم باوجود ایک ساتھ ہونے کے ایک شے کے علم

قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ ۚ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ

بیشک ہم دیکھتے ہیں بار بار اٹھنا تیرے منہ کا آسمان کی طرف سو البتہ پھیریں گے ہم تجھ کو

قِبْلَةً تَرْضٰىهَا ۪ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ؕ

جس قبلہ کی طرف تو راضی ہے ◆ اب پھیر منہ اپنا طرف مسجد الحرام کے ◆

وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ ؕ وَاِنَّ

اور جس جگہ تم ہوا کرو پھیرو منہ اسی کی طرف ◆ اور جن کو

الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ

ملی ہے کتاب البتہ جانتے ہیں کہ یہی ٹھیک ہے ان کے

رَّبِّهِمْ ؕ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴۴﴾ وَلَئِنْ

رب کی طرف سے اور اللہ بے خبر نہیں ان کاموں سے جو وہ کرتے ہیں ◆ اور اگر

اَتَيْتَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ بِكُلِّ اٰيَةٍ مَّا تَبِعُوْا

تو لائے اہل کتاب کے پاس ساری نشانیاں تو بھی نہ مانیں گے

قِبْلَتَكَ ۚ وَمَا اَنْتَ بِتَابِعٍ قِبْلَتَهُمْ ۚ وَمَا بَعْضُهُمْ

تیرے قبلہ کو اور نہ تو مانے ان کا قبلہ اور نہ ان میں ایک

بِتَابِعٍ قِبْلَةَ بَعْضٍ ؕ وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ مِّنْ

مانتا ہے دوسرے کا قبلہ ◆ اور اگر تو چلا ان کی خواہشوں پر بعد

بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ اِنَّكَ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۴۵﴾

اس علم کے جو تجھ کو پہنچا تو بیشک تو بھی ہوا بے انصافوں میں ◆

الَّذِينَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ يَعْرِفُونَهُ كَمَا يَعْرِفُونَ أَبْنَاءَهُمْ

جن کو ہم نے دی ہے کتاب — پہچانتے ہیں اس کو — جیسے پہچانتے ہیں — اپنے بیٹوں کو

وَإِنَّ فَرِيقًا مِنْهُمْ لَيَكْتُمُونَ الْحَقَّ وَهُمْ يَعْلَمُونَ ﴿١٤٦﴾

اور بیشک ایک فرقہ ان میں سے — البتہ چھپاتے ہیں حق کو — جان کر

الْحَقُّ مِنْ رَبِّكَ فَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِينَ ﴿١٤٧﴾

حق وہی ہے جو تیرا رب کہے — پھر تو نہ ہو — شک لانے والا

وَلِكُلٍّ وِجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيهَا فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ

اور ہر کسی کے واسطے ایک جانب ہے یعنی قبلہ — کہ وہ منہ کرتا ہے اس طرف — سو تم سبقت کرو — نیکیوں میں

أَيْنَ مَا تَكُونُوا يَأْتِ بِكُمُ اللَّهُ جَمِيعًا إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ

جہاں کہیں تم ہو گے — کر لائے گا تم کو اللہ اکٹھا — بیشک اللہ ہر چیز پر

شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿١٤٨﴾ وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ

کر سکتا ہے — اور جس جگہ سے — تو نکلے — سو منہ کر اپنا

شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۖ وَإِنَّهُ لَلْحَقُّ مِنْ رَبِّكَ ۗ وَمَا

مسجد الحرام کی طرف — اور بیشک یہی حق ہے — تیرے رب کی طرف سے — اور

اللَّهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ ﴿١٤٩﴾ وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ

اللہ بے خبر نہیں — تمہارے کاموں سے — اور جہاں سے — تو نکلے

فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۚ وَحَيْثُ مَا

منہ کر اپنا — مسجد الحرام کی طرف — اور جس جگہ

كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ ۙ لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ

تم ہوا کرو | منہ کرو | اسی کی طرف ◆ | تاکہ نہ رہے | لوگوں کو

عَلَيْكُمْ حُجَّةٌ ۙ اِلَّا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ ۚ فَلَا

تم سے جھگڑنے کا موقع | مگر جو | ان میں بے انصاف ہیں | سو

تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِيْ ۚ وَلِاُتِمَّ نِعْمَتِيْ عَلَيْكُمْ وَلَعَلَّكُمْ

ان سے (یعنی ان کے اعتراضوں سے) مت ڈرو اور مجھ سے ڈرتے رہو ◆ اور اس واسطے کہ پورا کروں تم پر فضل اپنا | اور تاکہ تم

تَهْتَدُوْنَ ۝ كَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ يَتْلُوْا

پاؤ راہ سیدھی ◆ | جیسا کہ بھیجا ہم نے | تم میں رسول | تم ہی میں کا | پڑھتا ہے

عَلَيْكُمْ اٰيٰتِنَا وَيُزَكِّيْكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَ

تمہارے سامنے | آیتیں ہماری | اور پاک کرتا ہے تم کو | اور سکھلاتا ہے تم کو | کتاب | اور

الْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ ۝ؕ

اس کے اسرار | اور سکھاتا ہے تم کو | جو تم نہ جانتے تھے ◆

فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْا لِيْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ ۝ ع

سو تم یاد کرو مجھ کو | میں یاد کروں تم کو | اور احسان مانو میرا | اور ناشکری مت کرو ◆

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ۭ اِنَّ

اے مسلمانو | مدد لو | صبر اور نماز سے | بیشک

اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ۝ وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ

اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے ◆ | اور نہ کہو | ان کو جو مارے گئے | خدا کی راہ میں

اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ﴿۱۵۴﴾ وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ

کہ مردے ہیں ◆ بلکہ وہ زندہ ہیں ◆ لیکن تم کو خبر نہیں ◆ اور البتہ ہم آزمائیں گے

بِشَیْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَ

تم کو تھوڑے سے ڈر سے ◆ اور بھوک سے ◆ اور نقصان سے ◆ مالوں کے ◆ اور

الْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ ؕ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِیْنَ ﴿۱۵۵﴾ الَّذِیْنَ اِذَآ

جانوں کے ◆ اور میووں کے ◆ اور خوشخبری دے ان صبر کرنے والوں کو ◆ کہ جب

اَصَابَتْهُمْ مُّصِیْبَةٌ ۙ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَیْهِ

پہنچے ان کو ◆ کچھ مصیبت ◆ تو کہیں ہم تو اللہ ہی کا مال ہیں ◆ اور ہم اسی کی طرف

رٰجِعُوْنَ ﴿۱۵۶﴾ اُولٰٓئِكَ عَلَیْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَ

لوٹ کر جانے والے ہیں ◆ ایسے ہی لوگوں پر عنایتیں ہیں ◆ اپنے رب کی ◆ اور

رَحْمَةٌ ۫ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ ﴿۱۵۷﴾ اِنَّ الصَّفَا وَ

مہربانی ◆ اور وہی ہیں ◆ سیدھی راہ پر ◆ بیشک صفا ◆ اور

الْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ ۚ فَمَنْ حَجَّ الْبَیْتَ اَوِ اعْتَمَرَ

مروہ نشانیوں میں سے ہیں اللہ کی ◆ سو جو کوئی حج کرے بیت اللہ کا ◆ یا عمرہ

فَلَا جُنَاحَ عَلَیْهِ اَنْ یَّطَّوَّفَ بِهِمَا ؕ وَمَنْ تَطَوَّعَ خَیْرًا ۙ

تو کچھ گناہ نہیں اس کو ◆ کہ طواف کرے ان دونوں میں ◆ اور جو کوئی اپنی خوشی سے کرے کچھ نیکی

فَاِنَّ اللّٰهَ شَاكِرٌ عَلِیْمٌ ﴿۱۵۸﴾ اِنَّ الَّذِیْنَ یَكْتُمُوْنَ مَآ

تو اللہ قدردان ہے سب کچھ جاننے والا ◆ بیشک جو لوگ چھپاتے ہیں ◆ جو کچھ

- **حیات شہداء** یعنی جس نے اللہ کے لئے جان دی وہ اس جہان میں جیتے ہیں مگر تم کو ان کی زندگی کی خبر اور اس کی کیفیت معلوم نہیں اور یہ سب صبر کا نتیجہ ہے۔

- **صبر کی اہمیت اور فضائل** پہلے تو ان کا ذکر تھا جنہوں نے صبر کا اعلیٰ مرتبہ حاصل کیا یعنی شہداء اب فرماتے ہیں کہ تمہارا اہل اسلام تھوڑی تھوڑی تکلیف اور مصیبت میں وقتاً فوقتاً امتحان لیا جائے گا اور تمہارے صبر کو دیکھا جائے گا صابرین میں داخل ہونا کچھ سہل نہیں اس واسطے پہلے سے متنبہ فرما دیا۔

- یعنی جن لوگوں نے ان مصائب پر صبر کیا اور کفران نعمت نہ کیا بلکہ ان مصائب کو وسیلۂ ذکر و شکر بنایا تو ان کو اے پیغمبر ہماری طرف سے بشارت سنا دو۔

- **صفا و مروہ شعائر ہیں** پہلے ذکر تھا تحویل الی الکعبہ کا اور کعبہ کے سب قبلوں سے افضل ہونے کا، اب اس کے متعلق حج و عمرہ ہونے کو بیان فرماتے ہیں تاکہ وَلِاُتِمَّ نِعْمَتِیْ عَلَیْکُمْ کی تصدیق اور تکمیل خوب ہو جائے یا یوں کہیے کہ اس سے پہلے صبر کی فضیلت مذکور تھی اب یہ فرمایا گیا کہ دیکھو صفا و مروہ جو شعائر اللہ میں داخل ہو گئے اور ان میں سعی کرنا حج و عمرہ میں ضروری ہوا اس کی وجہ بھی تو یہ ہے کہ یہ اہل صابرین یعنی حضرت ہاجرہ اور ان کے صاحبزادہ حضرت اسمٰعیل کے آثار میں سے ہے حدیث و تفسیر و تاریخ میں یہ قصہ صریح مذکور و مشہور ہے جس کے دیکھنے سے اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ کی تصدیق ہوتی ہے۔

- صفا اور مروہ دو پہاڑیاں ہیں مکہ میں اہل عرب حضرت ابراہیم کے وقت سے ہمیشہ حج کرتے رہے اور حج کرتے تو ان دو پہاڑیوں کا بھی طواف کرتے کفر کے زمانہ میں ان دو پہاڑیوں پر کفار نے دو بت رکھے تھے ان کی تعظیم کرتے تھے اور سمجھتے تھے کہ یہ طواف ان دو بتوں کی تعظیم کے لئے ہے جب لوگ مسلمان ہوئے اور بت پرستی سے تائب ہوئے تو خیال ہوا کہ صفا اور مروہ کا طواف تو ان بتوں کی تعظیم کے لئے تھا جب بتوں کی تعظیم حرام ہوئی تو صفا اور مروہ کا طواف بھی ممنوع ہونا چاہئے یا ان کو معلوم نہ تھا کہ صفا اور مروہ کا طواف تو اصل میں حج کے لئے تھا کفار نے اپنی جہالت سے بت رکھ چھوڑے تھے وہ دور ہو گئے اور انصار مدینہ چونکہ کفر کے زمانہ میں بھی صفا اور مروہ کے طواف کو برا جانتے تھے تو اسلام کے بعد بھی ان کو اس طواف میں خلجان ہوا اور آپ سے عرض کیا کہ ہم پہلے سے اس کو مذموم جانتے ہیں اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور فریق اول اور ثانی دونوں کو بتلا دیا گیا کہ صفا اور مروہ کے طواف میں کوئی گناہ اور خرابی نہیں یہ تو اصل سے اللہ کی نشانیاں ہیں ان کا طواف کرنا چاہیے

أَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ وَالْهُدٰى مِنْ بَعْدِ مَا بَيَّنّٰهُ

ہم نے اتارے صاف حکم اور ہدایت کی باتیں بعد اس کے کہ ہم ان کو کھول چکے

لِلنَّاسِ فِي الْكِتٰبِ ۙ أُولٰٓئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللّٰهُ وَيَلْعَنُهُمُ

لوگوں کے واسطے کتاب میں ◆ ان پر لعنت کرتا ہے اللہ اور لعنت کرتے ہیں ان کو

اللّٰعِنُوْنَ ﴿١٥٩﴾ إِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا وَأَصْلَحُوْا وَبَيَّنُوْا

لعنت کرنے والے ◆ مگر جنہوں نے توبہ کی اور درست کیا اپنے کام کو اور بیان کر دیا حق بات کو

فَأُولٰٓئِكَ أَتُوْبُ عَلَيْهِمْ ۚ وَأَنَا التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿١٦٠﴾

تو ان کو معاف کرتا ہوں ◆ اور میں ہوں بڑا معاف کرنے والا نہایت مہربان

إِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَمَاتُوْا وَهُمْ كُفَّارٌ أُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ

بیشک جو لوگ کافر ہوئے اور مر گئے کافر ہی انہی پر

لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِيْنَ ﴿١٦١﴾ خٰلِدِيْنَ

لعنت ہے اللہ کی اور فرشتوں کی اور لوگوں کی سب کی ◆ ہمیشہ رہیں گے

فِيْهَا ۚ لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ ﴿١٦٢﴾

اسی لعنت میں نہ ہلکا ہوگا ان پر سے عذاب اور نہ ان کو مہلت ملے گی ◆

وَإِلٰهُكُمْ إِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ

اور معبود تم سب کا ایک ہی معبود ہے کوئی معبود نہیں اس کے سوا بڑا مہربان ہے

الرَّحِيْمُ ﴿١٦٣﴾ إِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَ

نہایت رحم والا ◆ بیشک آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے میں اور

اختلاف الیل والنهار والفلك التی تجری

رات اور دن کے بدلتے رہنے میں — اور کشتیوں میں — جو کہ لے کر چلتی ہیں

فی البحر بما ینفع الناس وما انزل الله من

دریا میں — لوگوں کے کام کی چیزیں — اور پانی میں جس کو کہ اتارا

السماء من ماء فاحیا به الارض بعد موتها

اللہ نے آسمان سے — پھر جلایا اس سے زمین کو — اس کے مرگئے پیچھے

وبث فیها من کل دابة وتصریف الریح و

اور پھیلائے اس میں — سب قسم کے جانور — اور ہواؤں کے بدلنے میں — اور

السحاب المسخر بین السماء والارض لایت

بادل میں جو کہ تابعدار ہے اس کے حکم کا — درمیان آسمان و زمین کے — بیشک ان سب چیزوں میں نشانیاں ہیں

لقوم یعقلون ۝ ومن الناس من یتخذ من

عقلمندوں کے لیے ◆ — اور بعضے لوگ وہ ہیں — جو بناتے ہیں اللہ کے برابر

دون الله اندادا یحبونهم کحب الله والذین

اوروں کو ◆ — ان کی محبت ایسی رکھتے ہیں — جیسی محبت اللہ کی ◆ — اور ایمان والوں کو

امنوا اشد حبا لله ولو یری الذین ظلموا اذ یرون

اس سے زیادہ ہے محبت اللہ کی ◆ — اور اگر دیکھ لیں یہ ظالم — اس وقت کو جب کہ دیکھیں گے

العذاب ان القوة لله جمیعا وان الله شدید

عذاب — کہ قوت ساری اللہ ہی کے لیے ہے — اور یہ کہ — اللہ کا عذاب

مخلوقات میں اللہ کی نشانیاں | یعنی آسمان کے اس قدر وسیع اور اونچا اور بے ستون پیدا کرنے میں اور زمین کے اتنی وسیع اور مضبوط پیدا کرنے اور اس کے پانی پر پھیلانے میں اور رات اور دن کے بدلتے رہنے اور ان کے گھٹنے اور بڑھ جانے میں اور کشتیوں کے دریا میں چلنے میں اور آسمان سے پانی برسانے اور اس سے زمین کو سرسبز و تازہ کرنے میں اور تمام حیوانات میں اس سے توالد و تناسل نشوونما ہونے میں اور جہات مختلفہ سے ہواؤں کے چلانے میں اور بادلوں کو آسمان اور زمین میں معلق کرنے میں دلائل عظیمہ اور کثیرہ ہیں حق تعالیٰ کی وحدانیت اور اس کی قدرت اور حکمت اور رحمت پر ان کے لئے جو صاحب عقل اور فکر ہیں۔ **فائدہ** | لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ میں توحید ذات کا اور الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ میں توحید صفات کا ثبوت تھا اور اِنَّ فِیْ خَلْقِ ... الخ میں توحید افعال کا ثبوت ہوا جس سے مشرکین کے شبہات بالکلیہ مندفع ہو گئے۔

یعنی آدمیوں میں جو کہ شعور و عقل میں جمیع مخلوقات سے افضل ہیں ایسے بھی ہیں کہ باوجود دلائل ظاہرہ و باہرہ کے پھر غیر اللہ کو حق تعالیٰ کا شریک اور اس کے برابر بناتے ہیں۔

باطل معبودوں کی محبت | یعنی صرف اقوال و افعال جزئیہ ہی میں ان کو اللہ تعالیٰ کے برابر نہیں مانتے بلکہ محبت بھی جو کہ مصدر افعال کی اصل ہے اس تک شرک اور مساوات کی نوبت پہنچا رکھی ہے جو شرک کا اعلیٰ درجہ ہے اور شرک فی الافعال اس کا خادم اور تابع ہے۔

مومنین کو اللہ سے زیادہ محبت ہے | یعنی مشرکین کو جو اپنے معبودوں سے محبت ہے مومنین کو اپنے اللہ سے اس سے بھی بہت زیادہ اور مستحکم محبت ہے کیونکہ مصائب دنیا میں مشرکین کی محبت بسا اوقات زائل ہو جاتی ہے اور عذاب آخرت دیکھ کر تو بالکل تبرّی اور بیزاری ظاہر کریں گے جیسا اگلی آیت میں آتا ہے بخلاف مومنین کے کہ ان کی محبت اپنے اللہ کے ساتھ ہر ایک رنج و راحت و مرض و صحت دنیا و آخرت میں برابر باقی اور پائدار رہنے والی ہے اور نیز اہل ایمان کو جو اللہ سے محبت ہے وہ اس محبت سے بھی بہت زیادہ ہے جو محبت کہ اہل ایمان ماسوی اللہ یعنی انبیاء و اولیاء و ملائکہ و علماء و اپنے آباؤ اجداد اور اولاد و مال وغیرہ سے رکھتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ سے تو اس کی عظمت شان کے موافق بالاصالت اور بالاستقلال محبت رکھتے ہیں اور اوروں سے بالواسطہ اور حق تعالیٰ کے حکم کے موافق ہر ایک کے اندازہ کے مطابق محبت رکھتے ہیں ع "گر فرق مراتب نہ کنی زندیقی" خدا اور غیر خدا کو محبت میں برابر کرنا تو انہی بددین مشرکین کا کام ہے۔

الْعَذَابِ ﴿۱۶۵﴾ اِذْ تَبَرَّاَ الَّذِيْنَ اتُّبِعُوْا مِنَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْا

سخت ہے ◆ جب کہ بیزار ہو جاویں گے وہ کہ جن کی پیروی کی تھی ان سے کہ جو ان کے پیرو ہوئے تھے

وَرَاَوُا الْعَذَابَ وَتَقَطَّعَتْ بِهِمُ الْاَسْبَابُ ﴿۱۶۶﴾ وَقَالَ

اور دیکھیں گے عذاب اور منقطع ہو جاویں گے ان کے سب علاقے ◆ اور کہیں گے

الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْا لَوْ اَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَتَبَرَّاَ مِنْهُمْ كَمَا

پیرو کیا اچھا ہو جو ہم کو دنیا کی طرف لوٹ جانا مل جاوے تو پھر ہم بھی بیزار ہو جاویں ان سے جیسے

تَبَرَّءُوْا مِنَّا ؕ كَذٰلِكَ يُرِيْهِمُ اللّٰهُ اَعْمَالَهُمْ حَسَرٰتٍ

یہ ہم سے بیزار ہو گئے ◆ اسی طرح پر دکھلائے گا اللہ ان کو ان کے کام حسرتیں

عَلَيْهِمْ ؕ وَمَا هُمْ بِخٰرِجِيْنَ مِنَ النَّارِ ﴿۱۶۷﴾ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ

دلانے کو اور وہ ہرگز نکلنے والے نہیں آگ سے ◆ اے لوگو

كُلُوْا مِمَّا فِى الْاَرْضِ حَلٰلًا طَيِّبًا ۖ وَّلَا تَتَّبِعُوْا

کھاؤ زمین کی چیزوں میں سے حلال پاکیزہ اور پیروی نہ کرو

خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۱۶۸﴾ اِنَّمَا

شیطان کی ◆ بیشک وہ تمہارا دشمن ہے صریح وہ تو یہی

يَاْمُرُكُمْ بِالسُّوْٓءِ وَالْفَحْشَآءِ وَاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى

حکم کرے گا تم کو برے کام اور بے حیائی کا اور یہ کہ جھوٹ لگاؤ

اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۶۹﴾ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا

اللہ پر وہ باتیں جن کو تم نہیں جانتے ◆ اور جب کوئی ان سے کہے کہ تابعداری کرو

ع ۲۰

◆ یعنی جن ظالموں نے خدا کے لئے شریک بنائے اگر وہ اس آنے والے وقت کو دیکھ لیں کہ جس وقت ان کو عذاب الٰہی کا مشاہدہ ہوگا کہ زور سارا اللہ ہی کے لئے ہے عذاب خداوندی سے کوئی شخص بچ نہیں سکتا اور اللہ کا عذاب سخت ہے تو ہرگز اللہ کی عبادت کو چھوڑ کر دوسروں کی طرف متوجہ نہ ہوں اور نہ ان سے امید منفعت رکھیں۔

◆ **مشرکین کی اپنے معبودوں سے بیزاری** | یعنی وہ وقت ایسا ہوگا کہ بیزار ہو جائیں گے متبوع اپنے تابعداروں سے اور بت پرست اور بتوں میں کوئی علاقہ باقی نہ رہے گا۔ ایک دوسرے کا دشمن ہو جائے گا عذاب الٰہی دیکھ کر۔

◆ اور مشرکین اس وقت کہیں گے کہ اگر کسی طرح ہم کو پھر دنیا میں لوٹ جانا نصیب ہو تو ہم بھی ان سے اپنا انتقام لیں اور جیسا یہ آج ہم سے جدا ہو گئے ہم بھی ان کو جواب دے کر جدا ہو جائیں لیکن اب آرزو وخیال سے بجز افسوس کچھ نفع نہ ہوگا۔

◆ **مشرکوں کے اعمال حسرت بن جائیں گے** | یعنی جیسے مشرکین کو عذاب الٰہی اور اپنے معبودوں کی بیزاری دیکھ کر سخت حسرت ہوگی اسی طرح پر ان کے جملہ اعمال کو حق تعالیٰ ان کے لئے موجب حسرت بنا دے گا کیونکہ حج و عمرہ اور صدقات وخیرات جو اچھی باتیں کی ہوں گی وہ سب تو بسبب شرک مردود ہو جائیں گی اور شرک وگناہ جس قدر کئے ہوں گے ان کا بدلہ عذاب ملے گا تو اب ان کے بھلے اور برے اعمال سب کے سب موجب حسرت ہو گئے کسی عمل سے کچھ نفع نہ ہوگا اور ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے۔ بخلاف موحدین اور اہل ایمان کے کہ اگر بسبب معاصی دوزخ میں جائیں گے تو انجام کار نجات پائیں گے۔

◆ اہل عرب بت پرستی کرتے تھے اور بتوں کے نام پر سانڈ بھی چھوڑتے تھے اور ان جانوروں سے نفع اٹھانا حرام سمجھتے تھے اور یہ بھی ایک طرح کا شرک ہے کیونکہ تحلیل وتحریم کا منصب اللہ کے سوا کسی کو نہیں اس بارہ میں کسی کی بات ماننی گویا اس کو اللہ کا شریک بنانا ہے اس لئے پہلی آیات میں شرک کی خرابی بیان فرما کر اب تحریم حلال سے ممانعت کی جاتی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ جو کچھ زمین میں پیدا ہوتا ہے ان میں سے کھاؤ بشرطیکہ وہ شرعاً حلال وطیب ہو نہ تو فی نفسہ حرام ہو جیسے مردار اور خنزیر اور مَآ اُھِلَّ بِهٖ لِغَیْرِ اللّٰهِ (جن جانوروں پر اللہ کے سوا کسی کا نام پکارا جائے اور اس کی قربت مقصود ان جانوروں کے ذبح سے ہو) اور نہ کسی امر عارضی سے اس میں حرمت آ گئی ہو جیسے غصب، چوری، رشوت، سود کا مال کہ ان سب سے اجتناب ضروری ہے اور شیطان کی پیروی ہرگز نہ کرو کہ جس کو چاہا حرام کر لیا جیسے بتوں کے نام کے سانڈ وغیرہ اور جس کو چاہا حلال کر لیا جیسے مَآ اُھِلَّ بِهٖ لِغَیْرِ اللّٰهِ وغیرہ۔

◆ یعنی مسئلے اور احکام شرعیہ اپنی طرف سے بنا کر جیسا کہ بہت سے مواقع میں دیکھا جاتا ہے کہ مسائل جزئیہ سے گذر کر امور اعتقادیہ تک نصوص شرعیہ کو چھوڑ کر اپنی طرف سے احکام تراشے جاتے ہیں اور نصوص قطعیہ اور اقوال سلف کی تحریف اور تغلیط کرتے ہیں۔

مَآ اَنۡزَلَ اللّٰهُ قَالُوۡا بَلۡ نَتَّبِعُ مَآ اَلۡفَيۡنَا عَلَيۡهِ

اس حکم کی جو کہ نازل فرمایا اللہ نے تو کہتے ہیں ہرگز نہیں ہم تو پیروی کریں گے اس کی جس پر دیکھا ہم نے

اٰبَآءَنَا ؕ اَوَلَوۡ كَانَ اٰبَآؤُهُمۡ لَا يَعۡقِلُوۡنَ شَيۡـًٔـا وَّلَا

اپنے باپ دادوں کو بھلا اگرچہ ان کے باپ دادا نہ سمجھتے ہوں کچھ بھی اور نہ

يَهۡتَدُوۡنَ ﴿۱۷۰﴾ وَمَثَلُ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا كَمَثَلِ

جانتے ہوں سیدھی راہ ◆ اور مثال ان کافروں کی ایسی ہے جیسے

الَّذِىۡ يَنۡعِقُ بِمَا لَا يَسۡمَعُ اِلَّا دُعَآءً وَّنِدَآءً ؕ صُمٌّۢ

پکارے کوئی شخص ایک چیز کو جو کچھ نہ سنے سوا پکارنے اور چلانے کے ◆ بہرے

بُكۡمٌ عُمۡىٌ فَهُمۡ لَا يَعۡقِلُوۡنَ ﴿۱۷۱﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيۡنَ

گونگے اندھے ہیں سو وہ کچھ نہیں سمجھتے ◆ اے ایمان

اٰمَنُوۡا كُلُوۡا مِنۡ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقۡنٰكُمۡ وَاشۡكُرُوۡا

والو کھاؤ پاکیزہ چیزیں جو روزی دی ہم نے تم کو اور شکر کرو

لِلّٰهِ اِنۡ كُنۡتُمۡ اِيَّاهُ تَعۡبُدُوۡنَ ﴿۱۷۲﴾ اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيۡكُمُ

اللہ کا اگر تم اسی کے بندے ہو ◆ اس نے تو تم پر یہی حرام کیا ہے

الۡمَيۡتَةَ وَالدَّمَ وَلَحۡمَ الۡخِنۡزِيۡرِ وَمَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيۡرِ

مردہ جانور ◆ اور لہو ◆ اور گوشت سور کا ◆ اور جس جانور پر نام پکارا جائے اللہ کے سوا

◆ باپ دادوں کا اتباع یعنی حق تعالیٰ کے احکام کے مقابلہ میں اپنے باپ دادا کا اتباع کرتے ہیں اور یہ بھی شرک ہے چنانچہ بعض جاہل مسلمان بھی ترک نکاح بیوگان وغیرہ رسوم باطلہ میں ایسی بات کہہ گذرتے ہیں اور بعض زبان سے گو نہ کہیں مگر عمل درآمد سے ان کے ایسا ہی صریح ہوتا ہے جو بینات اسلام کے خلاف ہے۔

◆ بعض ان کافروں کو راہ ہدایت کی طرف بلانا ایسا ہے جیسا کوئی جنگل کے جانوروں کو بلائے کہ وہ سوائے آواز کے کچھ نہیں سمجھتے یہی حال ان لوگوں کا ہے جو خود علم نہ رکھیں اور نہ علم والوں کی بات قبول کریں۔

◆ **کفار کی مثال** | یعنی یہ کفار گویا بہرے ہیں جو حق بات بالکل نہیں سنتے گونگے ہیں جو حق بات نہیں کہتے اندھے ہیں جو راہ مستقیم نہیں دیکھتے سو وہ کچھ نہیں سمجھتے کیونکہ جب ان کے ہر سہ قویٰ مذکورہ فاسد ہو گئے تو تحصیل علم و فہم کی اب کیا صورت ہو سکتی ہے۔

◆ **مسلمانوں کو اکل حلال کا حکم** | اکل طیبات کا حکم اوپر گزر چکا تھا لیکن مشرکین چونکہ شیطان کی پیروی سے باز نہیں آتے اور احکام اپنی طرف سے بنا کر خدا کے ذمہ لگاتے ہیں اور اپنے رسوم باطلہ آبائی کو نہیں چھوڑتے اور حق بات سمجھنے کی ان میں گنجائش ہی نہیں تو اب ان سے اعراض فرما کر خاص مسلمانوں کو اکل طیبات کا حکم فرمایا گیا اور اپنا انعام ظاہر کر کے ادائے شکر کا امر کیا گیا اس میں اہل ایمان کے مقبول اور منتفع ہونے کی جانب اور مشرکین کے مردود و مغضوب و نافرمان ہونے کی طرف اشارہ ہو گیا۔

◆ **حرام چیزوں کی تفصیل** | مردار وہ ہے کہ خود بخود مر جائے اور ذبح کی نوبت نہ آئے یا خلاف طریقہ شرعیہ اس کو ذبح یا شکار کیا جائے مثلاً گلا گھونٹا جائے یا زندہ جانور کا کوئی عضو کاٹ لیا جائے یا لکڑی اور پتھر یا غلیل و بندوق سے مارا جائے یا اوپر سے گر کر یا کسی جانور کے سینگ مارنے سے مر جائے یا درندہ پھاڑ ڈالے یا ذبح کے وقت قصداً تکبیر کو ترک کیا جائے کہ یہ سب مردار اور حرام ہیں البتہ دو جانور مردار بحکم حدیث شریف اس حرمت سے مستثنیٰ اور ہم کو حلال ہیں مچھلی اور ٹڈی۔

◆ اور خون سے مراد وہ خون ہے جو رگوں سے بہتا ہے اور ذبح کے وقت نکلتا ہے اور جو خون کہ گوشت پر لگا رہتا ہے وہ حلال اور پاک ہے اگر گوشت کو بغیر دھوئے ہوئے پکا لیا جائے تو اس کا کھانا درست ہے البتہ نظافت کے خلاف ہے اور کلیجی اور تلی کہ خون منجمد ہیں بحکم حدیث شریف حلال ہیں۔

◆ اور خنزیر زندہ ہو یا مردہ یا قاعدہ شریعت کے موافق ذبح کر لیا جائے ہر حال میں حرام ہے اور اس کے تمام اجزاء گوشت پوست چربی ناخن بال ہڈی پٹھا ناپاک اور ان سے نفع اٹھانا اور کسی کام میں لانا حرام ہے۔ اس موقع پر چونکہ کھانے کی چیزوں کا ذکر ہے اس لئے فقط گوشت کا حکم بتلایا گیا مگر اس پر سب کا اجماع ہے کہ خنزیر چونکہ بے غیرتی اور بے حیائی اور حرص اور رغبت الی النجاسات میں سب جانوروں میں بڑھا ہوا ہے اور اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اس کی نسبت فَاِنَّهٗ رِجْسٌ فرمایا بلاشبہ نجس العین ہے تو اس کا کوئی جزو پاک اور کسی قسم کا انتفاع اس سے جائز نہیں جو لوگ کثرت سے اس کو کھاتے ہیں اور اس کے اجزاء سے نفع اٹھاتے ہیں ان میں یہی اوصاف مذکورہ واضح طور پر مشاہدہ ہوتے ہیں۔

اللّٰهِ ۚ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَلَآ اِثْمَ

کسی اور کا ◆ پھر جو کوئی بے اختیار ہو جائے نہ تو نافرمانی کرے اور نہ زیادتی تو اس پر کچھ گناہ

عَلَيْهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۷۳﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ

نہیں ◆ بے شک اللہ ہے بڑا بخشنے والا نہایت مہربان ◆ بے شک جو لوگ

يَكْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ الْكِتٰبِ وَيَشْتَرُوْنَ بِهٖ

چھپاتے ہیں جو کچھ نازل کی اللہ نے کتاب ◆ اور لیتے ہیں اس پر

ثَمَنًا قَلِيْلًا ۙ اُولٰۗىِٕكَ مَا يَاْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ اِلَّا

تھوڑا سا مول ◆ وہ نہیں بھرتے اپنے پیٹ میں مگر

النَّارَ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ ښ

آگ ◆ اور نہ بات کرے گا ان سے اللہ قیامت کے دن ◆ اور نہ پاک کرے گا ان کو ◆

وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۷۴﴾ اُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ

اور ان کے لیے ہے عذاب دردناک ◆ یہی ہیں جنہوں نے خریدا گمراہی کو

بِالْهُدٰى وَالْعَذَابَ بِالْمَغْفِرَةِ ۚ فَمَآ اَصْبَرَهُمْ عَلَى

بدلے ہدایت کے اور عذاب بدلے بخشش کے ◆ سو کس قدر صبر کرنے والے ہیں وہ

النَّارِ ﴿۱۷۵﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ نَزَّلَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ ۭ وَاِنَّ

دوزخ پر ◆ یہ اس واسطے کہ اللہ نے نازل فرمائی کتاب سچی اور

الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِي الْكِتٰبِ لَفِيْ شِقَاقٍ بَعِيْدٍ ﴿۱۷۶﴾ ع

جنہوں نے اختلاف ڈالا کتاب میں وہ بیشک ضد میں دور جا پڑے ◆

◆ **حرام ذبیحہ کی تفصیل** مَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ کا یہ مطلب ہے کہ ان جانوروں پر اللہ کے سوا بت وغیرہ کا نام پکارا جائے یعنی اللہ کے سوا کسی بت یا جن یا کسی روح خبیث یا پیر و پیغمبر کے نامزد کئے جاویں اور ان جانوروں کی جان ان کی نذر کر کے ان کے تقرب و رضا جوئی کی نیت سے ذبح کیا جائے اور محض ان کی خوشنودی کی غرض سے ان کی جان نکالی مقصود ہو تو ان سب جانوروں کا کھانا حرام ہے گو وقت ذبح تکبیر پڑھی ہو اور اللہ کا نام لیا ہو کیونکہ جان دینا اور جان آفرین کے سوا کسی دوسرے کے لئے نذر و نیاز کرنا ہرگز درست نہیں اس لئے جس جانور کی جان غیر اللہ کی نذر کی جائے تو اس کی خباثت مردار کی خباثت سے بھی بڑھ جاتی ہے کیونکہ مردار میں تو یہی خرابی تھی کہ اس کی جان اللہ کے نام پر نہیں نکلی اور اس کی جان تو غیر اللہ کے نامزد کر دی گئی جو عین شرک ہے سو جیسے خنزیر اور کتے پر وقت ذبح تکبیر کہنے سے حلت نہیں آ سکتی اور مردار پر اللہ کا نام لینے سے کوئی نفع نہیں ہو سکتا ایسے ہی جس جانور کی جان غیر اللہ کی نذر اور ان کے نامزد کر دی ہو اس پر ذبح کے وقت نام الٰہی لینے سے ہرگز ہرگز کوئی نفع اور حلت اس میں نہیں آ سکتی البتہ اگر غیر اللہ کے نامزد کرنے کے بعد اپنی نیت سے توبہ کی اور رجوع کر کے ذبح کر لیا تو اس کے حلال ہونے میں کوئی شبہ نہیں علماء نے تصریح فرما دی ہے کہ اگر کسی بادشاہ کے آنے پر اس کی تعظیم کی نیت سے جانور ذبح کیا جائے یا کسی جن کی اذیت سے بچنے کے لئے اس کے نام کا جانور ذبح کیا جائے یا توپ چلنے یا انجنوں کے چلنے کے لئے بطور بھینٹ جانور ذبح کیا جائے تو وہ جانور بالکل مردار اور حرام اور کرنے والا مشرک ہے اگرچہ ذبح کے وقت خدا کا نام لیا جائے۔ حدیث شریف میں آیا ہے لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ ذَبَحَ لِغَيْرِ اللّٰهِ یعنی جو غیر اللہ کے تقرب اور تعظیم کی نیت سے جانور ذبح کرے اس پر اللہ کی لعنت ہے ذبح کے وقت اللہ کا نام پاک لے یا نہ لے البتہ اس میں کوئی حرج نہیں کہ جانور کو اللہ کے نام پر ذبح کر کے فقراء کو کھلانے اور اس کا ثواب کسی قریب یا پیر اور بزرگ کو پہنچاوے یا کسی مردہ کی طرف سے قربانی کر کے اس کا ثواب اس کو دیا جائے کیونکہ یہ ذبح غیر اللہ کے لئے ہرگز نہیں بلکہ اپنی مجبوری سے یہ جیسا پیچھے مواقع میں بیان کرتے ہیں کہ جو لوگ گیارہویں وغیرہ میں ہم کو بھی مقصود ہوتا ہے کہ کھانا پکا کر مردہ کے نام سے صدقہ کر دیا جائے تو اول تو خوب سمجھ لیں کہ اللہ کے سامنے جھوٹے حیلوں سے بجز مضرت کوئی نفع حاصل نہیں ہو سکتا دوسرے ان سے پوچھا جائے کہ جس جانور کی تم نے غیر اللہ کے لئے نذر مانی ہے اگر اسی قدر گوشت اس جانور کے عوض خرید کر اور پکا کر فقیروں کو کھلا دو تو تمہارے نزدیک وہ منت پوری ہو جاتی ہے یا نذر ادا ہو جاتی ہے یا نہیں اگر بلا تامل تم اس کو کر سکتے ہو اور اپنی نذر میں کسی قسم کا خلل تمہارے دل میں نہیں رہتا تو تم سچے ورنہ تم جھوٹے اور تمہارا یہ فعل شرک اور وہ جانور مردار اور حرام ہے۔ **فائدہ** یہاں یہ شبہ ہوتا ہے کہ آیت میں حکم حرمت کو اشیائے مذکورہ میں منحصر کر کے بیان فرمایا ہے جس کا مطلب یہ سمجھا جاتا ہے کہ اشیائے مذکورہ کے سوا کوئی چیز حرام نہیں حالانکہ بعض درندے اور گدھا اور کتا وغیرہ سب کا کھانا حرام ہے اس کا جواب ایک تو یہ ہے کہ اس حصر سے حکم حرمت کو اشیائے مذکورہ میں منحصر کرنا ہرگز مراد نہیں کہ کسی کو اعتراض کی گنجائش ہو بلکہ حکم حرمت کو صحت وصداقت کے ساتھ مخصوص فرما کر اس حکم کی جانب مخالف کا بطلان منظور ہے یعنی یہ بات سچی ہے کہ یہ چیزیں اللہ پاک نے تم پر حرام فرما دیں ان میں دوسرا احتمال ہی نہیں یعنی ان کو حلال سمجھنا بالکل باطل اور غلط ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ حکم حرمت کو اشیائے مذکورہ ہی میں منحصر رکھا جائے مگر اس حصر کو اضافی یعنی خاص انہی چیزوں کے لحاظ سے تسلیم کیا جائے جن کو مشرکین نے اپنی طرف سے حرام کر لیا تھا جیسے بحیرہ اور سائبہ وغیرہ جن کا ذکر آگے آئیگا۔

مطلب یہ ہوا کہ ہم نے تو تم پر فقط میتہ اور خون اور خنزیر وغیرہ کو حرام کیا تھا تم جو سائبہ وغیرہ کی تحریم اور تعظیم کے قائل ہو یہ محض تمہارا افترا ہے باقی رہے مذکورہ اور خبیث جانوران کے حرام ہونے میں مشرکین بھی نزاع نہ کرتے تھے سو یہ حصر انہی جانوروں کے لحاظ سے ہے جن کو مشرکین نے خلاف حکم الٰہی اپنی طرف سے حرام ٹھہرا لیا تھا تمام جہان کے جانوروں سے اس کو کیا تعلق جو اعتراض مذکور کی نوبت آئے۔

◆ **مضطر کا حکم** | یعنی اشیائے مذکورہ حرام ہیں لیکن جب کوئی بھوک سے مرنے لگے تو اس کو لاچاری کی حالت میں کھا لینے کی اجازت ہے بشرطیکہ نافرمانی اور زیادتی نہ کرے نافرمانی یہ کہ مثلاً نوبت اضطرار کی نہ پہنچی اور کھانے لگے اور زیادتی یہ کہ قدر ضرورت سے زائد خوب پیٹ بھر کر کھا لے بس اتنی ہی کھائے جس سے مرے نہیں۔

◆ یعنی اللہ پاک تو بڑا بخشنے والا ہے بندوں کے ہر قسم کے گناہوں کو بخش دیتا ہے پھر ایسے لاچار اور مضطر کی بخشش کیسے نہ فرماتا اور اپنے بندوں پر بڑا ہی مہربان ہے کہ مجبوری کی حالت میں صاف اجازت دے دی کہ جس طرح بن پڑے اپنی جان بچالو اصلی حکم ممانعت کا لاچاری کی حالت میں تم پر سے اٹھا لیا گیا ورنہ اس مالک الملک کا حق تھا کہ فرما دیتا تمہاری جان جائے یا رہے مگر ہمارے حکم کے خلاف ہرگز نہ کرنا۔ ایک خلجان یہاں یہ بھی ہوتا تھا کہ بھوک سے مرتے ہوئے مضطر کو جو اس کا اندازہ کرنا کہ اتنے لقموں سے سد رمق ہو جائیگا اور اس سے زائد ایک لقمہ نہ کھائے کوئی سہل نہیں تو دشوار تو بہت ہے اس لئے اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ فرما کر اس میں سہولت کر دی۔

◆ **حلال و حرام میں یہودیوں کی تحریف** | یعنی اللہ نے جو کتاب آسمانی میں حلال و حرام کا حکم بھیجا یہود نے اس کو چھپایا اور اپنی طرف سے بدل لیا گھڑ لیا جیسا کہ پہلی آیت میں مذکور ہو چکا ایسے ہی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات جو اس میں لکھی تھیں ان کو بھی چھپاتے اور بدلتے تھے اور یہ دونوں سخت گناہ ہیں کیونکہ ان کا مطلب اور نتیجہ یہ ہے کہ ہدایت اور طریقہ حق کسی کو نصیب نہ ہو سب گمراہ رہیں حالانکہ حق تعالیٰ نے تو کتاب اور رسول کو ہدایت خلق کے لئے بھیجا تھا سو انہوں نے خدا کے بھی خلاف کیا اور خلق اللہ کو بھی جاہل اور گمراہ بنانا چاہا۔

◆ یعنی اللہ کی نافرمانی اور خلق اللہ کی گمراہی پر بس نہیں کی بلکہ اس حق پوشی کے عوض میں جن کو گمراہ کرتے تھے ان سے کچھ رشوت میں مال بھی لیتے تھے جس کا نام ہدیہ اور نذرانات اور شکرانہ رکھ چھوڑا تھا حالانکہ یہ حرام خوری مردار اور خنزیر کے کھانے سے بھی بدتر ہے اب ظاہر ہے کہ ایسی حرکات شنیعہ کی سزا بھی سخت ہوگی جس کو آگے بتلایا جاتا ہے۔

◆ یعنی گو ظاہر نظر میں ان کو وہ مال لذیذ اور نفیس معلوم ہوتا ہے مگر حقیقت میں وہ آگ ہے جس کو خوش ہو کر اپنے پیٹ میں بھر رہے ہیں جیسے طعام لذیذ میں زہر قاتل ملا ہو کہ کھاتے وقت لذت معلوم ہوتی ہے اور پیٹ میں جا کر آگ لگا دے۔

◆ **کفار سے اللہ کے کلام نہ کرنے کا مطلب** اس میں یہ شبہ کسی کو ہو سکتا ہے کہ دیگر آیات سے تو معلوم ہوتا ہے کہ جناب باری قیامت کو ان سے خطاب فرمائیگا سو کلام نہ کرنے کا یہ مطلب ہے کہ لطف و رحمت کے ساتھ ان سے کلام نہ کیا جائے گا اور بطور تخویف و تذلیل و تہدید و وعید جناب باری ان سے کلام کرے گا جس سے ان کو سخت صدمہ اور غم ہوگا یا یوں کہیے کہ بلا واسطہ ان سے کلام نہ کیا جائے گا اور کلام کرنے کا جو ذکر ہے وہ ملائکہ عذاب کی وساطت سے ہوگا۔ فائدہ: لا یُکلّمھم اللّٰہ کی دھمکی سے یہ امر صاف معلوم ہوتا ہے کہ ہر کسی کے دل میں محبت الٰہی خوب راسخ ہے گو کسی وجہ سے محسوس نہ ہو تو اس کو ایسا اثر بوجہ مانع مستتر سمجھنا چاہیے قیامت کو جب کل موانع دور ہوں گے تو اس کا ظہور کامل ہوگا کیونکہ اگر یہ نہ ہوتا تو پھر کلام نہ کرنے کی دھمکی ایسی ہوتی کہ کوئی اپنے دشمن کو ناخوشی اور اعراض سے ڈرانے لگے جو بالکل بے سود ہے ہاں جاں نثار اعراض محبوب کو درد جانگداز سمجھتے ہیں تو اس سے یوں معلوم ہوا کہ قیامت کو ہر ایک کو اللہ کی محبت سے ایسی بے چینی ہوگی کہ یہ بے اشتیاقی عذاب دوزخ سے بھی بڑھ کر جانگزا ان کو معلوم ہوگی۔

◆ **مومن اور کافر کی سزا کا فرق** یعنی اہل ایمان کو کتنے ہی گناہ ہوں مگر دوزخ میں زیادہ سے زیادہ مدت معین تک رہ کر اور گناہوں سے پاک ہو کر جنت میں داخل کر دیئے جائیں گے بخلاف کفار کے کہ وہ ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے اور کبھی پاک ہو کر جنت میں جانے کے قابل نہ ہوں گے حدیث شریف نے ان کو مثل نجس العین کے بتلایا ہے کہ نجاست ان کی کسی طرح دور نہیں ہو سکتی اور مسلمان عاصی کا حال ایسا سمجھئے کہ پاک چیز پر نجاست واقع ہوئی نجاست زائل ہو کر پھر پاک ہو گیا۔

◆ واقعی اس سے زیادہ اور کیا عذاب الیم ہوگا کہ ظاہر بدن سے جو علاوہ ان کے باطن میں بھی آگ ہوگی اور محبوب حقیقی ان سے ناخوش ہوگا پھر اس مصیبت جانکاہ سے کبھی نجات نہ ملے گی نعوذ باللہ۔

◆ یعنی وہ لوگ بیشک اسی قابل ہیں کیونکہ انہوں نے خود سرمایۂ نجات کو غارت کیا اور گمراہی کو ہدایت کے مقابلہ میں پسند اور اختیار کیا اور اسباب مغفرت کو چھوڑ کر اسباب عذاب کو منظور کیا۔

◆ یعنی اپنی خوشی سے موجبات دخول نار کو اختیار کرتے ہیں گویا آگ ان کو نہایت مرغوب اور محبوب ہے کہ اپنی جان و مال کے بدلے اس کو خرید رہے ہیں ورنہ سب جانتے ہیں کہ عذاب نار پر صبر کرنا کیسا ہے۔

◆ یعنی ضلالت کو ہدایت کے بدلے اور عذاب کو مغفرت کے بدلے خریدنے کی دلیل یا ان پر عذابات مذکورہ سابقہ کے ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اللہ نے جو کتاب سچی نازل فرمائی انہوں نے اس کے خلاف کیا اور طرح طرح کے اختلاف اس میں ڈالے اور خلاف اور دشمنی میں دور جا پڑے یعنی جو خلاف کیا یا ظلم یقینًا حق سے دور ہو گئے ایک صورت یہ بھی ہے کہ ان کا معاملہ علی اللہ ہوتا چونکہ یہ بھی احتمال نظر آتا تھا اس لئے لفظ ذٰلک سے اخیر تک اسکے جواب کی طرف اشارہ فرما دیا فافہم۔

لَيْسَ الْبِرَّ أَنْ تُوَلُّوا وُجُوهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَ

نیکی یہی نہیں کہ منہ کرو اپنا مشرق کی طرف یا

الْمَغْرِبِ وَلَٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَ

مغرب کی ◆ لیکن بڑی نیکی تو یہ ہے جو کوئی ایمان لائے اللہ پر اور قیامت کے دن پر اور

الْمَلَائِكَةِ وَالْكِتَابِ وَالنَّبِيِّينَ ۚ وَآتَى الْمَالَ عَلَىٰ

فرشتوں پر اور سب کتابوں پر اور پیغمبروں پر اور دے مال

حُبِّهِ ذَوِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينَ وَابْنَ

اس کی محبت پر رشتہ داروں کو اور یتیموں اور محتاجوں کو اور

السَّبِيلِ وَالسَّائِلِينَ وَفِي الرِّقَابِ ۚ وَأَقَامَ الصَّلَاةَ

مسافروں کو اور مانگنے والوں کو اور گردنیں چھڑانے میں اور قائم رکھے نماز

وَآتَى الزَّكَاةَ ۚ وَالْمُوفُونَ بِعَهْدِهِمْ إِذَا عَاهَدُوا ۖ

اور دیا کرے زکوٰۃ اور پورا کرنے والے اپنے اقرار کو جب عہد کریں

وَالصَّابِرِينَ فِي الْبَأْسَاءِ وَالضَّرَّاءِ وَحِينَ الْبَأْسِ ۗ

اور صبر کرنے والے سختی میں اور تکلیف میں اور لڑائی کے وقت ◆

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ صَدَقُوا ۖ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ ﴿١٧٧﴾

یہی لوگ ہیں سچے اور یہی ہیں پرہیزگار ◆

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي

اے ایمان والو فرض ہوا تم پر (قصاص) برابری کرنا

◆ جب آیات سابقہ اپنی برائی میں سن کر یہود و نصاریٰ کہنے لگے کہ ہم میں تو بہت سے اسباب و آثار ہدایت و مغفرت موجود ہیں ایک کھلی بات یہی ہے کہ ہم جس قبلہ کی طرف منہ کرنے کے مامور ہیں اسی کی طرف متوجہ ہو کر نماز جو افضل عبادات ہے اس کو اللہ کے حکم کے موافق ادا کرتے ہیں پھر ان خرابیوں اور عذاب کے ہم کیسے مستحق ہو سکتے ہیں اس خیال کی تردید میں فرمایا جاتا ہے کہ نری یہی بات مغفرت و ہدایت کے لئے کافی ہو سکتی کہ تم صرف اپنا منہ نماز میں مشرق و مغرب کی طرف کر لیا کرو اور عقائد و اعمال ضروریہ کی پروا بھی نہ کرو۔

◆ نیکی اور بڑے کے جواب: یعنی نیکی اور بڑا ثواب اور ہدایت اس کی ہے جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لایا اور روز قیامت اور سب ملائکہ اور کتب آسمانی اور انبیاء پر دل سے ایمان لائے اور ان پر یقین کرے اور باوجود محبت اور رغبت کے اپنے مال کو رشتہ داروں اور یتیموں اور محتاجوں اور مسافروں اور سائلوں کو جو کہ محتاج ہوں دے اور گردنیں چھڑانے میں یعنی مسلمان جس کو کفار نے ظلماً قید کر لیا ہو اس کی رہائی میں یا مقروض کو قرض خواہ سے چھڑانے میں یا غلام کو آزاد کرانے میں یا مکاتب کو غلامی سے چھڑانے میں مال دیوے اور نماز کو خوب ادب کے ساتھ پڑھے اور چاندی اور سونے اور جملہ اموال تجارت میں سے زکوۃ دیوے اور اپنے عہد و اقرار کو پورا کرے اور فقر و فاقہ اور بیماری اور تکلیف اور خوف کی حالت میں صبر و استقلال سے رہے اور یہود و نصاریٰ چونکہ ان عقائد و اعمال اور اخلاق میں قاصر اور ناقص تھے اور طرح طرح سے ان میں خلل اندازی کرتے تھے جیسا کہ آیات قرآنی میں ان کا ذکر ہے تو اب یہود یا نصاریٰ کا صرف اپنے استقبال قبلہ پر نازاں ہونا اور اپنے آپ کو طریق ہدایت پر مستقیم سمجھنا اور مستحق مغفرت کہنا بیہودہ خیال ہے جو لوگ ان اعتقادات اور اخلاق و اعمال پر قائم نہ ہوں کہ جو اس آیۃ میں بالتفصیل مذکور ہیں صرف استقبال قبلہ سے نہ ہدایت نصیب ہو سکتی ہے نہ عذاب الٰہی سے نجات مل سکتی ہے۔

◆ یعنی جو لوگ اعتقادات و اخلاق و اعمال مذکورہ کے ساتھ متصف ہیں وہی لوگ سچے ہیں اعتقادات اور ایمان اور دین میں یا اپنے قول و اقرار میں اور وہی لوگ پرہیزگار اور متقی ہیں اپنے اخلاق اور اعمال میں بچنے والے ہیں گناہ اور بری باتوں سے یا عذاب الٰہی سے اب خیال کر لو کہ جن لوگوں میں سے ایک بھی بات نہیں ان کا اپنی نسبت ایسا خیال کرنا کیسے درست ہو سکتا ہے۔

الْقَتْلٰى ؕ اَلْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَالْاُنْثٰى

مقتولوں میں ◆ آزاد کے بدلے آزاد ◆ اور غلام کے بدلے غلام ◆ اور عورت کے بدلے

بِالْاُنْثٰى ؕ فَمَنْ عُفِيَ لَهٗ مِنْ اَخِيْهِ شَيْءٌ فَاتِّبَاعٌۢ

عورت ◆ پھر جس کو معاف ہو جائے ◆ اس کے بھائی کی طرف سے کچھ بھی ◆ تو تابعداری کرنی چاہیے

بِالْمَعْرُوْفِ وَاَدَآءٌ اِلَيْهِ بِاِحْسَانٍ ؕ ذٰلِكَ تَخْفِيْفٌ

موافق دستور کے ◆ اور ادا کرنا چاہیے اس کو خوبی کے ساتھ ◆ یہ آسانی ہوئی

مِّنْ رَّبِّكُمْ وَرَحْمَةٌ ؕ فَمَنِ اعْتَدٰى بَعْدَ ذٰلِكَ

تمہارے رب کی طرف سے ◆ اور مہربانی ◆ پھر جو زیادتی کرے ◆ اس فیصلہ کے بعد

فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۷۸﴾ وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ

تو اس کے لیے ہے عذاب دردناک ◆ اور تمہارے واسطے ◆ قصاص میں ◆ بڑی زندگی ہے

◆ **قصاص میں برابری کا حکم** زمانہ جاہلیت میں اہل عرب نے یہ دستور کر رکھا تھا کہ شریف النسب لوگوں کے غلام کے بدلے رذیل لوگوں کے آزاد کو اور عورت کے بدلے مرد کو اور ایک آزاد کے بدلے دو کو قصاص میں قتل کرتے تھے حق تعالیٰ نے اس آیت میں حکم دیا کہ اے ایمان والو تم پر مقتولین میں برابری اور مساوات کو فرض کر دیا۔ قصاص کے حکم کے تحت میں برابری اور مساوات کے یہ معنی ہیں جو تم نے دستور نکالا ہے کہ شریف اور رذیل میں امتیاز کرتے ہو یہ لغو ہے جان سب کی برابر ہے خواہ صاحب نسب ہو یا کم نسب، شریف ہو یا رذیل، عالم و فاضل ہو یا جاہل، جوان ہو یا بوڑھا، تندرست ہو یا بیمار قریب المرگ ہی کیوں نہ ہو سالم الاعضا ہو یا ناقص الاعضا۔

فائدہ: پہلی آیت میں نیکی اور بر کے اصول مذکور تھے جن پر مدار نجات و مغفرت تھا اور اس طرف بھی اشارہ تھا کہ اہل کتاب ان خوبیوں سے بے بہرہ ہیں اور بالتصریح فرما دیا تھا کہ دین میں سچا اور متقی بدون ان خوبیوں کے کوئی نہیں ہو سکتا تو اب اہل اسلام کے سوا اہل کتاب اس کے مصداق ہو سکتے ہیں نہ جہال عرب اس لئے اب سب سے اعراض فرما کر خاص اہل ایمان کو خطاب فرمایا جاتا ہے اور نیکی اور بر کے مختلف فروع عبادات جانی و مالی اور معاملات مختلفہ بیان فرماتے ہیں کہ ان فروع کو وہی کر سکتا ہے جو اصول مذکورہ سابقہ پر پختہ ہو گیا اور لوگ اس خطاب کے قابل بھی نہ سمجھے گئے جو ان کو تخصیص کا باعث ہونا چاہئے اب جو احکام فرعی بالتفصیل بیان کئے جاتے ہیں درحقیقت تو ان سے اہل ایمان کی ہدایت اور تعلیم مقصود ہے مگر ضمناً کہیں صاف کہیں تعریضاً دوسروں کی خرابی پر بھی متنبہ کیا جائے گا مثلاً کُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلٰى میں اسی کی طرف اشارہ ہے کہ یہود وغیرہ نے جو قصاص میں دستور کر لیا ہے یہ ان کی ایجاد ہے جو سراسر خلاف حکم الٰہی ہے جس سے ظاہر ہو گیا کہ اصول مذکورہ سابقہ میں سے نہ ان کو ایمان بالکتاب ہے

يٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۱۷۹﴾ كُتِبَ عَلَيْكُمْ اِذَا

اے عقل مندو ۞ تاکہ تم بچتے رہو ۞ فرض کر دیا گیا تم پر جب

حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ اِنْ تَرَكَ خَيْرًا ۚۖ الْوَصِيَّةُ

حاضر ہو کسی کو تم میں سے موت اگر چھوڑے کچھ مال وصیت کرنا

لِلْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ بِالْمَعْرُوْفِ ۚ حَقًّا عَلَى

ماں باپ کے واسطے اور رشتہ داروں کے لیے انصاف کے ساتھ یہ حکم لازم ہے

الْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۸۰﴾ؕ فَمَنْۢ بَدَّلَهٗ بَعْدَ مَا سَمِعَهٗ فَاِنَّمَآ

پرہیزگاروں پر ۞ پھر جو کوئی بدل ڈالے اس وصیت کو بعد اس کے جو سن چکا تو

اِثْمُهٗ عَلَى الَّذِيْنَ يُبَدِّلُوْنَهٗ ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۸۱﴾ؕ

اس کا گناہ انہی پر ہے جنہوں نے اس کو بدلا بیشک اللہ سننے والا جاننے والا ہے ۞

فَمَنْ خَافَ مِنْ مُّوْصٍ جَنَفًا اَوْ اِثْمًا فَاَصْلَحَ

پھر جو کوئی خوف کرے وصیت کرنے والے سے طرفداری کا یا گناہ کا پھر ان میں باہم

بَيْنَهُمْ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۸۲﴾ؒ

صلح کرا دے تو اس پر کچھ گناہ نہیں ۞ بیشک اللہ بخشنے والا نہایت مہربان ہے ۞

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا

اے ایمان والو فرض کیا گیا تم پر روزہ جیسے

كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۱۸۳﴾

فرض کیا گیا تھا تم سے اگلوں پر ۞ تاکہ تم پرہیزگار ہو جاؤ ۞

◆ قصاص میں زندگی ہے | یعنی حکم قصاص بظاہر نظر اگرچہ بھاری معلوم ہو مگر عقلمند سمجھ سکتے ہیں کہ یہ حکم بڑی زندگانی کا سبب ہے کیونکہ قصاص کے خوف سے ہر کوئی کسی کو قتل کرنے سے رکے گا تو دونوں کی جان محفوظ رہے گی اور قصاص کے سبب قاتل اور مقتول دونوں کی جماعتیں بھی قتل سے محفوظ اور مطمئن رہیں گی عرب میں ایسا ہوتا تھا کہ قاتل اور غیر قاتل کا لحاظ نہیں کرتے تھے جو ہاتھ آجاتا مقتول کے وارث اس کو قتل کر ڈالتے تھے اور فریقین میں اس کے باعث ایک خون کی وجہ سے ہزاروں جانیں ضائع ہونے کی نوبت آتی تھی جب خاص قاتل ہی سے قصاص لیا گیا تو یہ تمام جانیں بچ گئیں اور یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ قصاص قاتل کے حق میں باعث حیات اخروی ہے۔

◆ یعنی بچتے رہو قصاص کے خوف سے کسی کو قتل کرنے سے یا بچو قصاص کے سبب عذاب آخرت سے یا اس لئے کہ تم کو حکم قصاص کی حکمت معلوم ہوتی ہے تو اس کی مخالفت یعنی ترک قصاص سے بچتے رہو۔

◆ وصیت کی فرضیت کا بیان | پہلا حکم قصاص یعنی مردہ کی جان کے متعلق تھا یہ دوسرا حکم اس کے مال کے متعلق ہے اور آیات مذکورہ سابقہ میں جو واٰتی المال علیٰ حبہ ذوی القربیٰ ارشاد ہوا تھا اس کی تشریح ہے لوگوں میں دستور تھا کہ مردہ کا تمام مال اس کی بیوی اور اولاد کو ملتا تھا ماں باپ اور سب اقارب محروم رہتے تھے اس آیت میں ارشاد ہوا کہ ماں باپ اور جملہ اقارب کو انصاف کے ساتھ دینا چاہئے مرنے والے پر اسی کے موافق وصیت فرض ہوئی اور یہ وصیت اس وقت فرض تھی جس وقت تک آیت میراث نہیں اتری تھی جب سورۂ نساء میں احکام میراث نازل ہوئے سب کا حصہ خدا تعالیٰ نے آپ معین فرما دیا اب ترکہ میت میں وصیت فرض نہ رہی اس کی حاجت ہی جاتی رہی البتہ مستحب ہے مگر وارث کے لئے وصیت جائز نہیں اور تہائی ترکہ سے زائد میں بھی جائز نہیں اگر کسی شخص کے متعلق دین یا امانت ودائع وغیرہ ہوں یا حق کا جھگڑا ہو اس پر وصیت اب بھی فرض ہے۔

◆ وصیت کے احکام | یعنی مردہ تو وصیت انصاف کے ساتھ کر مرا تھا مگر دینے والوں نے اس کی تعمیل نہ کی تو مردہ پر کوئی گناہ نہیں وہ اپنے فرض سے سبکدوش ہو چکا وہی لوگ گنہگار رہیں گے بیشک حق تعالیٰ سب کی باتیں سنتا ہے اور سب کی نیتوں کو جانتا ہے۔

◆ اگر کسی کو مردہ کی طرف سے یہ اندیشہ یا علم ہوا کہ اس نے کسی وجہ سے غلطی کھائی اور کسی کی بے موقع رعایت کی یا دیدہ و دانستہ خلاف حکم الٰہی وصیت کی پس اس شخص نے اہل وصیت اور وارثوں میں حکم شریعت کے موافق صلح کرا دی تو اس کو کچھ گناہ نہ ہوگا وصیت میں یہ تغییر اور تبدیل جائز اور بہتر ہے۔

◆ یعنی حق تعالیٰ تو گنہگاروں کی بھی مغفرت فرماتا ہے تو جس نے اصلاح کی غرض سے ایک برائی سے سب کو بچایا اس کی مغفرت تو ضرور فرمائیگا یا یوں کہو کہ بخشنے والا ہے وصیت کرنے والے کو جس نے وصیت ناجائز کی تھی مگر پھر سمجھ کر اس وصیت سے اپنی زندگی ہی میں پھر گیا۔

◆ روزہ کی فرضیت اور حکمت | یہ حکم روزہ کے متعلق ہے جو ارکان اسلام میں داخل ہے اور نفس کے بغاوت پرستوں کو نہایت ہی شاق ہوتا ہے اس لئے تاکید اور اہتمام کے الفاظ سے بیان کیا گیا اور یہ حکم حضرت آدم کے زمانہ سے اب تک برابر جاری رہا ہے گو تعیین ایام میں اختلاف ہو اور اصول مذکورہ سابقہ میں جو صبر کا حکم تھا روزہ اس کا ایک بڑا رکن ہے حدیث میں روزہ کو نصف صبر فرمایا ہے۔

◆ یعنی روزہ سے نفس کو اس کی مرغوبات سے روکنے کی عادت پڑے گی تو پھر اس کو ان مرغوبات سے جو شرعاً حرام ہیں روک سکو گے۔ اور روزہ سے نفس کی قوت و شہوت میں ضعف بھی آئیگا تو اب تم متقی ہو جاؤ گے بڑی حکمت روزہ میں یہی ہے کہ نفس سرکش کی اصلاح ہو اور شریعت کے احکام جو نفس کو بھاری معلوم ہوتے ہیں ان کا کرنا سہل ہو جائے اور متقی بن جاؤ۔ جاننا چاہئے کہ یہود و نصاریٰ پر بھی رمضان کے روزے فرض ہوئے تھے مگر انہوں نے اپنی خواہشات کے موافق ان میں اپنی رائے سے تغییر و تبدیل کیا تو لعلکم تتقون میں ان پر تعریض ہے معنی یہ ہوں گے کہ اے مسلمانو تم نافرمانی سے بچو یعنی مثل یہود و نصاریٰ کے اس حکم میں خلل نہ ڈالو۔

أَيَّامًا مَّعْدُودٰتٍ ۭ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا أَوْ

چند روز ہیں گنتی کے ◆ پھر جو کوئی تم میں سے بیمار ہو یا

عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ ۭ وَعَلَى الَّذِيْنَ

مسافر تو اس پر اُن کی گنتی ہے اور دنوں سے ◆ اور جن کو طاقت

يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ ۭ فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا

ہے روزہ کی اُن کے ذمہ بدلا ہے ایک فقیر کا کھانا ◆ پھر جو کوئی خوشی سے کرے نیکی

فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ ۭ وَأَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ إِنْ كُنْتُمْ

تو اچھا ہے اس کے واسطے ◆ اور روزہ رکھو تو بہتر ہے تمہارے لیے اگر تم سمجھ

تَعْلَمُوْنَ ﴿١٨٤﴾ شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ أُنْزِلَ فِيْهِ

رکھتے ہو ◆ مہینہ رمضان کا ہے جس میں نازل ہوا

الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَ

قرآن ہدایت ہے واسطے لوگوں کے اور دلیلیں روشن راہ پانے کی اور

الْفُرْقَانِ ۚ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ۭ وَمَنْ

حق کو باطل سے جدا کرنے کی ◆ سو جو کوئی پائے تم میں سے اس مہینہ کو تو ضرور روزے رکھے اس کے ◆ اور جو کوئی

كَانَ مَرِيْضًا أَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ ۭ

ہو بیمار یا مسافر تو اس کو گنتی پوری کرنی چاہیے اور دنوں سے ◆

يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ ۡ وَلِتُكْمِلُوا

اللہ چاہتا ہے تم پر آسانی اور نہیں چاہتا تم پر دشواری اور اس واسطے کہ تم پوری کرو

◆ **روزے کے احکام** | یعنی چند روز گنتی کے جن پر روزہ رکھنا ہے ان سے مراد رمضان کا مہینہ ہے جیسا اگلی آیت میں آتا ہے

◆ پھر اس مدت قلیل میں بھی اتنی سہولت اور فرما دی گئی کہ جو ایسا بیمار ہو کہ روزہ رکھنا دشوار ہو یا مسافر ہو تو اس کو اختیار ہے کہ روزے نہ رکھے اور جتنے روزے کھائے اتنے ہی رمضان کے سوا اور دنوں میں روزے رکھ لے خواہ ایک ساتھ یا متفرق کر کے

◆ مطلب یہ ہے کہ جو لوگ روزہ رکھنے کی تو طاقت رکھتے ہیں مگر ابتداء میں چونکہ روزہ کی بالکل عادت نہ تھی اس لئے ایک ماہ کامل پے درپے روزے رکھنا ان کو نہایت شاق تھا تو ان کے لئے یہ سہولت فرما دی گئی تھی کہ اگرچہ تم کو کوئی عذر مثل مرض یا سفر کے پیش نہ ہو مگر صرف عادت نہ ہونے کے سبب روزہ تم کو دشوار ہو تو اب تم کو اختیار ہے چاہو روزہ رکھو چاہو روزہ کا بدلا دو ایک روزہ کے بدلے ایک مسکین کو دو وقت پیٹ بھر کر کھانا کھلاؤ کیونکہ جب اس نے ایک دن کا کھانا دوسرے کو دے دیا تو گویا اپنے نفس کو ایک روز کے کھانے سے روک لیا اور فی الجملہ روزہ کی مشابہت ہو گئی پھر جب وہ لوگ روزہ کے عادی ہو گئے تو یہ اجازت باقی نہ رہی جس کا بیان اس سے اگلی آیت میں آتا ہے اور بعض اکابر نے طعام مسکین سے صدقۃ الفطر بھی مراد لیا ہے تو معنی یہ ہوں گے کہ جو لوگ فدیہ دینے کی طاقت رکھتے ہیں وہ ایک مسکین کے کھانے کی مقدار اس کو دے دیں جس کی مقدار شرع میں گیہوں کا آدھا صاع اور جو کا پورا صاع ہے تو اب یہ آیت منسوخ نہ ہو گی اور جو لوگ اب بھی یہ کہتے ہیں کہ جس کا جی چاہے روزہ رمضان کا رکھ لے اور جس کا جی چاہے فدیہ پر قناعت کرے خاص روزہ ہی ضرور رکھے یہ حکم نہیں دیا گیا جاہل ہیں یا بے دین ہیں۔

◆ یعنی اگر ایک دن کے کھانے سے زیادہ ایک مسکین کو دے یا کئی مسکینوں کا پیٹ بھر دے تو سبحان اللہ بہت ہی بہتر ہے

◆ یعنی اگر تم کو روزہ کی فضیلت اور حکمت اور منافع معلوم ہوں تو جان لو کہ روزہ رکھنا فدیہ ادا کر دینے سے بہتر ہے اور روزہ رکھنے میں کوتاہی نہ کرو۔

◆ **رمضان نزول قرآن کا مہینہ ہے** | حدیث میں آیا ہے کہ صحف ابراہیمی اور توریت اور انجیل سب کا نزول رمضان ہی میں ہوا ہے اور قرآن شریف بھی رمضان کی چوبیسویں رات میں لوح محفوظ سے اول آسمان پر سب ایک ساتھ بھیجا گیا پھر تھوڑا تھوڑا کر کے مناسب احوال آپ پر نازل ہوتا رہا اور ہر رمضان میں حضرت جبرئیل علیہ السلام قرآن نازل شدہ آپ کو مکرر سناتے تھے ان سب حالات سے مہینے رمضان کی فضیلت اور قرآن مجید کے ساتھ اس کی مناسبت اور خصوصیت خوب ظاہر ہو گئی اس لئے اس مہینے میں تراویح مقرر ہوئی پس قرآن کی خدمت اس مہینے میں خوب اہتمام سے کرنی چاہیے کہ اسی واسطے مقرر اور مسنون ہوا ہے۔

◆ **روزے کے مسائل** | یعنی جب اس ماہ مبارک کے فضائل مخصوصہ تم کو معلوم ہو چکے تو اب جس کسی کو یہ مہینہ ملے اس کو روزہ ضرور رکھنا چاہیے اور بغرض سہولت ابتداء اسلام میں جو فدیہ کی اجازت برائے چندے دی گئی تھی وہ موقوف ہو گئی۔

◆ اس حکم عام سے یہ سمجھ میں آتا تھا کہ شاید مریض اور مسافر کو بھی افطار و قضا کی اجازت باقی نہیں رہی اور جیسے روزہ کی طاقت رکھنے والوں کو اب افطار کی ممانعت کر دی گئی ایسے ہی مسافر اور مریض کو بھی ممانعت ہو گئی ہو اس لئے مریض و مسافر کی نسبت پھر صاف فرما دیا کہ ان کو رمضان میں افطار کرنے اور اور دنوں میں اس کے قضا کر دینے کی اجازت اسی طرح باقی ہے جیسے تھی۔

لِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ وَلَعَلَّكُمْ

تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۸۵﴾ وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ

قَرِيْبٌ ؕ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ ۙ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا

لِيْ وَلْيُؤْمِنُوْا بِيْ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ ﴿۱۸۶﴾ اُحِلَّ لَكُمْ

لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ اِلٰى نِسَآئِكُمْ ؕ هُنَّ لِبَاسٌ

لَّكُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ ؕ عَلِمَ اللّٰهُ اَنَّكُمْ

كُنْتُمْ تَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَعَفَا عَنْكُمْ ۚ

فَالْـٰٔنَ بَاشِرُوْهُنَّ وَابْتَغُوْا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ ۪ وَكُلُوْا

وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ

◆ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو اول رمضان میں روزہ کا حکم فرمایا اور بوجہ عذر مریض اور مسافر کو افطار کرنے کی اجازت دی اور دیگر اوقات میں ان دنوں کی شمار کے برابر روزوں کا قضا کرنا تم پر پھر واجب فرمایا ایک ساتھ ہونے یا متفرق ہونے کی ضرورت نہیں تو اس میں یہی لحاظ ہے کہ تم پر سہولت رہے دشواری نہ ہو اور یہ بھی منظور ہے کہ تم اپنے روزوں کی شمار پورا کر لیا کرو۔ ثواب میں کمی نہ آجائے اور یہ بھی مدنظر ہے کہ تم اس طریقہ سراسر خیر کی ہدایت پر اپنے اللہ کی بڑائی بیان کرو اور اس کو بزرگی سے یاد کرو اور یہ بھی مطلب ہے کہ ان نعمتوں پر تم شکر کرو اور شکر کرنے والوں کی جماعت میں داخل ہو جاؤ سبحان اللہ روزہ جیسی مفید عبادت ہم پر واجب فرمائی اور مشقت اور تکلیف کی حالت میں سہولت بھی فرما دی اور فراغت کے وقت میں اس نقصان کے جبر کا طریقہ بھی بتلا دیا۔

◆ **اللہ تعالیٰ بندوں سے قریب ہے** شروع میں یہ حکم تھا کہ رمضان میں اول شب میں کھانے پینے اور عورتوں کے پاس جانے کی اجازت تھی مگر سو رہنے کے بعد ان چیزوں کی ممانعت تھی۔ بعض لوگوں نے اس کے خلاف کیا اور سونے کے بعد عورتوں سے قربت کی پھر آپ ؐ سے آ کر عرض کیا اور اپنے قصور کا اقرار اور ندامت کا اظہار کیا اور توبہ کی نسبت آپ ؐ سے سوال کیا تو اس پر یہ آیت اتری کہ تمہاری توبہ قبول کی گئی اور احکام خداوندی کی اطاعت کی تاکید فرما دی گئی اور حکم سابق منسوخ فرما کر آئندہ کو اجازت دے دی گئی کہ تمام شب رمضان میں صبح صادق سے پہلے کھانا وغیرہ تم کو حلال ہے جس کا ذکر اس کے بعد کی آیت میں آتا ہے اور آیت سابقہ میں جو بندوں پر سہولت اور عنایت کا ذکر تھا اس قرب و اجابت و اباحت سے اس کی بھی خوب تاکید ہو گئی۔ اور ایک تعلق کی وجہ یہ بھی ہے کہ پہلی آیت میں تکبیر اور اللہ کی بڑائی بیان کرنے کا حکم تھا آپ ؐ سے بعض نے پوچھا کہ ہمارا رب دور ہے تو ہم اس کو پکاریں یا نزدیک ہے تو آہستہ بات کریں اس پر یہ آیت اتری یعنی وہ تو قریب ہے ہر ایک بات سنتا ہے آہستہ ہو یا پکار کر اور جن موقعوں میں پکار کر تکبیر کہنے کا حکم ہے وہ دوسری وجہ سے ہے یہ نہیں کہ وہ آہستہ بات کو نہیں سنتا۔

◆ **رمضان کی راتوں میں مباشرت کی اجازت** رمضان کی رات میں جو نیند کے بعد کھانا پینا عورت کے پاس جانا حرام تھا اس میں بھی سہولت کر دی گئی اب تمام رات میں جب چاہو عورتوں کے ساتھ اختلاط کرو۔

◆ لباس اور پوشاک سے غرض غایت اتصال و اختلاط ہے یعنی جس طرح بدن سے کپڑے لگے اور ملے ہوتے ہیں اسی طرح مرد اور عورت آپس میں ملتے ہیں۔

◆ اپنے نفس کے ساتھ خیانت کرنے کا مطلب یہ ہے کہ سونے کے بعد عورتوں کے پاس جا کر بوجہ مخالفت حکم الٰہی تم اپنے آپ کو گنہگار بناتے ہو جس سے تمہارے نفس مستحق عذاب ہوتے ہیں اور ان کے ثواب میں نقصان پڑتا ہے سو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے تم کو معاف فرمایا اور آئندہ کو اجازت فرما دی۔

◆ **مجامعت کی غرض و غایت** یعنی لوح محفوظ میں جو اولاد تمہارے لئے اللہ نے مقدر فرما دی ہے عورتوں کی مباشرت سے وہ مطلوب ہونی چاہئے محض شہوت رانی مقصود نہ ہو اور اس میں عزل کی کراہت اور لواطت کی ممانعت کی طرف بھی اشارہ ہے۔

الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ثُمَّ أَتِمُّوا الصِّيَامَ إِلَى

جدا معلوم ہونے لگے دھاری سیاہ سے ◆ پھر پورا کرو روزہ کو رات تک

اللَّيْلِ وَلَا تُبَاشِرُوهُنَّ وَأَنْتُمْ عَاكِفُونَ فِي

تک ◆ اور نہ مباشرت کرو عورتوں سے جب تک کہ تم اعتکاف کرو

الْمَسَاجِدِ تِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ فَلَا تَقْرَبُوهَا كَذَٰلِكَ

مسجدوں میں ◆ یہ حدیں باندھی ہوئی ہیں اللہ کی سو ان کے نزدیک نہ جاؤ اسی طرح

يُبَيِّنُ اللَّهُ آيَاتِهِ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ ﴿١٨٧﴾ وَلَا

بیان فرماتا ہے اللہ اپنی آیتیں لوگوں کے واسطے تاکہ وہ بچتے رہیں ◆ اور نہ

تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوا بِهَا إِلَى

کھاؤ مال ایک دوسرے کا آپس میں ناحق ◆ اور نہ پہنچاؤ ان کو

الْحُكَّامِ لِتَأْكُلُوا فَرِيقًا مِنْ أَمْوَالِ النَّاسِ بِالْإِثْمِ

حاکموں تک کہ کھا جاؤ کوئی حصہ لوگوں کے مال میں سے ظلم کر کے (ناحق)

وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿١٨٨﴾ يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْأَهِلَّةِ قُلْ هِيَ

اور تم کو معلوم ہے ◆ تجھ سے پوچھتے ہیں حال نئے چاند کا ◆ کہہ دے کہ وہ

مَوَاقِيتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ وَلَيْسَ الْبِرُّ بِأَنْ تَأْتُوا

اوقات مقررہ ہیں لوگوں کے واسطے اور حج کے واسطے ◆ اور نیکی یہ نہیں کہ گھروں میں آؤ

الْبُيُوتَ مِنْ ظُهُورِهَا وَلَٰكِنَّ الْبِرَّ مَنِ اتَّقَىٰ وَأْتُوا

گھروں کی پشت کی طرف سے ولیکن نیکی یہ ہے کہ جو کوئی ڈرے اللہ سے اور گھروں

- **روزے اور اعتکاف کے مسائل** | یعنی جیسے رات بھر میں جماعت کی اجازت دی گئی اسی طرح رمضان کی رات میں تم کو کھانے اور پینے کی بھی اجازت ہے صبح صادق تک۔
- یعنی طلوع صبح صادق سے رات تک روزہ کو پورا کرو اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کئی روزے متصل رکھنے اس طرح پر کہ رات کو بھی افطار کی نوبت نہ آئے مکروہ ہے۔
- یعنی روزہ میں تو رات کو مباشرت کی اجازت ہے مگر اعتکاف میں رات دن کسی وقت عورت کے پاس نہ جائے۔
- روزہ اور اعتکاف کے متعلق جو حکم دیا اور جملہ باتیں مذکور ہوئیں یہ قاعدے اللہ کے مقرر فرمائے ہوئے ہیں ان سے ہرگز باہر نہ ہونا بلکہ ان کے قریب بھی نہ جانا یہ مطلب ہے کہ اپنی رائے یا کسی حجت سے ان میں سرمو تفاوت نہ کرنا۔
- **مال ناحق کی ممانعت** | روزے عبادت نفس مقصود تھی اب تعلیم اموال کا ارشاد ہے اور معلوم ہو گیا کہ مال حلال تو صرف روزہ میں ہی کھانا منع ہے اور مال حرام سے روزہ و بے روزہ ہمیشہ کے لئے ہے اس کے لئے کوئی حد نہیں جیسے چوری یا خیانت یا دغابازی یا رشوت یا زبردستی یا قمار یا عیوض ناچ گانا یا سود وغیرہ ان ذریعوں سے مال کمانا بالکل حرام اور ناجائز ہے۔
- **رشوت کی ممانعت** | نہ پہنچاؤ حاکموں تک یعنی کسی کے مال کی خبر نہ دو ظالم حاکموں کو یا اپنا مال بطریق رشوت حاکم تک نہ پہنچاؤ کہ حاکم کو موافق بنا کر کسی کا مال کھا لو یا جھوٹی گواہی دے کر یا جھوٹی قسم کھا کر یا جھوٹا دعویٰ کر کے کسی کا مال نہ کھاؤ اور تم کو اپنے ناحق پر ہونے کا علم بھی ہو۔
- **رویت ہلال کی اہمیت** | آفتاب ہمیشہ ایک صورت اور ایک حالت پر رہتا ہے چاند کی صورت بدلتی اور اس کی مقدار گھٹتی بڑھتی رہتی ہے اس لئے لوگوں نے چاند کے کم زیادہ ہونے کی وجہ آپ سے پوچھی اس پر یہ آیت نازل ہوئی پچھلی آیات میں شہر رمضان اور روزہ کا ذکر تھا اس آیت میں ہلال کا ذکر ہے اور روزہ اور رویت ہلال میں تعلق ظاہر ہے کہ ایک دوسرے پر موقوف ہے اور آگے بھی ذکر حج اور اس کے احکام کا آتا ہے تو ہلال اس کے بھی مناسب ہے۔
- **ایام حج** | یعنی ان کے گھٹنے بڑھنے کو چاند کا اس طرح پر نکلنا اس سے لوگوں کے معاملات اور عبادات مثل قرض و اجارہ و عدت و مدت حمل و رضاعت و روزہ و زکوۃ وغیرہ کے اوقات بے تکلف معلوم ہو جاتے ہیں بالخصوص حج کہ روزہ وغیرہ کی قضا تو ان کے غیر ایام میں ہو سکتی ہے حج کی تو قضا بھی بجز ایام حج کے دوسرے ایام میں نہیں کر سکتے اور حج کے خاص بیان فرمانے کی یہ بھی وجہ ہے کہ ذیقعدہ ذی الحجہ محرم رجب یہ چار مہینے اشہر حرم کہلاتے ان میں لڑائی کرنی کسی کو قتل کرنا حرام تھا اہل عرب کو اگر ان مہینوں میں لڑائی پیش آتی تو مہینوں کو مقدم موخر کر کے لڑائی کر لیتے مثلاً ذی الحجہ یا محرم میں لڑائی پیش آتی تو اس کو صفر بنا لیتے اور جب صفر آتا تو اس کو ذی الحجہ یا محرم ٹھہرا لیتے ان کے اس خیال کے ابطال کی غرض سے یہاں حج کی تصریح فرمائی کہ جو ایام حج کے لئے اللہ نے مقرر فرمائے ان میں تقدیم و تاخیر ہرگز جائز نہیں اب یہاں سے حج کے متعلقات اور اس کے احکام مفصل مذکور ہوں گے۔

الْبُيُوتَ مِنْ أَبْوَابِهَا ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴿١٨٩﴾

گھروں میں ان کے دروازوں سے — اور اللہ سے ڈرتے رہو — تاکہ تم اپنی مراد کو پہنچو

وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَكُمْ وَلَا

اور لڑو — اللہ کی راہ میں — ان لوگوں سے جو لڑتے ہیں تم سے — اور کسی پر

تَعْتَدُوا ۚ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ ﴿١٩٠﴾ وَاقْتُلُوهُمْ

زیادتی مت کرو — بیشک اللہ تعالیٰ نہیں پسند کرتے حد سے نکلنے والوں کو — اور مار ڈالو

حَيْثُ ثَقِفْتُمُوهُمْ وَأَخْرِجُوهُمْ مِنْ حَيْثُ أَخْرَجُوكُمْ

ان کو جس جگہ پاؤ — اور نکال دو ان کو — جہاں سے انہوں نے تم کو نکالا

وَالْفِتْنَةُ أَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ ۚ وَلَا تُقَاتِلُوهُمْ عِنْدَ

اور دین سے بچلانا — مار ڈالنے سے بھی زیادہ سخت ہے — اور مت لڑو ان سے

الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ حَتَّىٰ يُقَاتِلُوكُمْ فِيهِ ۖ فَإِنْ قَاتَلُوكُمْ

مسجد الحرام کے پاس — جب تک کہ وہ نہ لڑیں تم سے اس جگہ — پھر اگر وہ خود ہی لڑیں

فَاقْتُلُوهُمْ ۗ كَذَٰلِكَ جَزَاءُ الْكَافِرِينَ ﴿١٩١﴾ فَإِنِ انْتَهَوْا

تم سے تو ان کو مارو — یہی ہے سزا کافروں کی — پھر اگر وہ باز آئیں

فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿١٩٢﴾ وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّىٰ لَا تَكُونَ

تو بیشک اللہ بہت بخشنے والا نہایت مہربان ہے — اور لڑو ان سے — یہاں تک کہ نہ باقی رہے

فِتْنَةٌ وَيَكُونَ الدِّينُ لِلَّهِ ۖ فَإِنِ انْتَهَوْا فَلَا

فساد — اور حکم رہے خدا تعالیٰ ہی کا — پھر اگر وہ باز آئیں — تو کسی پر

◆ **گھروں میں داخل ہونے کا حکم** | زمانہ جاہلیت کا ایک دستور یہ بھی تھا کہ جب گھر سے نکل کر حج کا احرام باندھتے پھر کوئی ضرورت گھر میں جانے کی پیش آتی تو دروازہ سے نہ جاتے چھت پر چڑھ کر گھر کے اندر اترتے یا گھر کی پشت کی جانب نقب لگا لیتے اور اس کو نیکی کی بات سمجھتے اللہ نے اس کو منع فرما دیا۔ غالباً پہلے جملہ میں حج کا ذکر تھا اور یہ حکم بھی حج کے متعلق تھا اسی مناسبت سے اس حکم کو یہاں بیان فرمایا اور بعض حضرات فرماتے ہیں کہ ظاہر یہ ہے کہ آیت میں اہلہ سے مراد اشہر حج یعنی شوال اور ذیقعدہ اور دس راتیں ذی الحجہ کی ہیں کہ احرام حج ان میں ہوتا چاہئے لوگوں نے آپ سے پوچھا کہ حج کے بھی ایام ہیں یا اور ایام میں بھی حج ہو سکتا ہے اللہ نے جواب دیا کہ حج کے لئے اشہر حج مقرر اور معین ہیں اسی کی مناسبت سے احرام کے اندر گھر میں جانے کی کیفیت ذکر فرما دی اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ اپنی طرف سے کسی جائز اور مباح امر کو نیکی بنا لینا اور دین میں داخل کر لینا مذموم اور ممنوع ہے جس سے بہت سی چیزوں کا بدعت اور مذموم ہونا معلوم ہو گیا۔

◆ **حرم میں قتال کا حکم** | حضرت ابراہیم علیہ السلام کے وقت سے مکہ دار الامن تھا کوئی اپنے دشمن کو بھی مکہ میں پاتا تو کچھ نہ کہتا اور اشہر حرام یعنی ذی القعدہ اور ذی الحجہ اور محرم اور رجب یہ چاروں مہینے بھی امن کے تھے۔ ان میں تمام ملک عرب میں لڑائی موقوف ہو جاتی اور کوئی کسی کو کچھ نہ کہتا۔ ذی القعدہ سنہ ۶ ہجری میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم جماعت صحابہؓ کے ہمراہ عمرہ کے قصد سے مکہ کی زیارت کو تشریف لائے جب آپ مکہ کے نزدیک پہنچے تو مشرکین جمع ہو کر لڑنے کو تیار ہو گئے اور مسلمانوں کو روک دیا آخر کو اس پر صلح ہوئی کہ اب تو بدون زیارت واپس ہو جائیں اور اگلے برس آن کر عمرہ کریں اور تین روز اطمینان سے مکہ میں رہیں جب دوسرے برس ذی القعدہ سنہ ۷ ہجری میں آپؐ نے مکہ کا قصد فرمایا تو آپ کے اصحاب کو یہ اندیشہ تھا کہ اہل مکہ اگر اب بھی وعدہ خلافی کر کے لڑنے بھڑنے کو تیار ہو گئے تو پھر ہم کیا کریں گے اگر لڑیں تو شہر حرام اور حرم مکہ میں کیونکر لڑیں اور نہ لڑیں تو عمرہ کیسے کریں اس پر حکم الٰہی آیا کہ اگر وہ اس مسجد حرام میں خلاف عہد تم سے لڑیں تو تم بھی بے تامل ان سے لڑو ہاں تمہاری طرف سے ابتداء اور زیادتی نہ ہونی چاہئے حج کے ذیل میں عمرۂ حدیبیہ کی مناسبت سے قتال کفار کا ذکر آیا اس لئے جہاد کے بعض احکام و آداب مناسب مقام مذکور فرمائے جاتے ہیں اس کے بعد پھر حج کے احکام بیان ہوں گے۔

◆ زیادتی مت کرو اس کے معنی یہ کہ لڑائی میں لڑکے اور عورتیں اور بوڑھے قصداً نہ مارے جائیں یا حرم کے اندر اپنی طرف سے لڑائی شروع نہ کی جائے۔

◆ جس جگہ پاؤ یعنی حرم میں ہوں یا غیر حرم میں جہاں سے تم کو نکالا یعنی مکہ سے۔

◆ **فتنہ پھیلانا قتل سے بڑا گناہ ہے** | یعنی دین سے پھر جانا یا دوسرے کو پھرانا یا مسجد حرام کے اندر مارا ماری سے بہت بڑا گناہ ہے مطلب یہ کہ حرم مکہ میں کفار کا شرک کرنا اور کرانا زیادہ قبیح ہے حرم میں مقاتلہ کرنے سے تو اب اے مسلمانو! تم کچھ اندیشہ نہ کرو اور جواب ترکی بہ ترکی دو۔

◆ یعنی مکہ ضرور دار الامن ہے لیکن جب انہوں نے ابتداء کی اور تم پر ظلم کیا اور ایمان لانے پر دشمنی کرنے لگے کہ یہ بات مار ڈالنے سے بھی سخت ہے تو اب ان کو امان خداوندی جہاں پڑا ہو اب گر جب مکہ فتح ہوا تو آپؐ نے حکم فرما دیا کہ جو ہتھیار سامنے کرے اسی کو مارو اور باقی سب کو امن دیا۔

◆ یعنی باوجود ان سب باتوں کے اگر اب بھی مسلمان ہوں اور شرک سے باز آ جائیں تو توبہ قبول ہے۔

عُدْوَانَ اِلَّا عَلَى الظّٰلِمِيْنَ ﴿١٩٣﴾ اَلشَّهْرُ الْحَرَامُ بِالشَّهْرِ

زیادتی نہیں — مگر ظالموں پر ◆ — حرمت والا مہینہ بدلا (مقابل) ہے حرمت والے

الْحَرَامِ وَالْحُرُمٰتُ قِصَاصٌ ؕ فَمَنِ اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ

مہینہ کا — اور ادب رکھنے میں بدلہ ہے — پھر جس نے تم پر زیادتی کی

فَاعْتَدُوْا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ ۪

تم اس پر زیادتی کرو — جیسی اس نے زیادتی کی — تم پر

وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ ﴿١٩٤﴾

اور ڈرتے رہو اللہ سے — اور جان لو — کہ اللہ ساتھ ہے پرہیزگاروں کے ◆

وَاَنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى

اور خرچ کرو — اللہ کی راہ میں — اور نہ ڈالو — اپنی جان کو

التَّهْلُكَةِ ۛۚ وَاَحْسِنُوْا ۛۚ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿١٩٥﴾

ع

ہلاکت میں ◆ — اور نیکی کرو — بیشک اللہ دوست رکھتا ہے نیکی کرنے والوں کو

وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ ؕ فَاِنْ اُحْصِرْتُمْ فَمَا

اور پورا کرو حج اور عمرہ اللہ کے واسطے ◆ — پھر اگر تم روک دیے جاؤ — تو

اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ ۚ وَلَا تَحْلِقُوْا رُءُوْسَكُمْ حَتّٰى

تم پر ہے جو کچھ کہ میسر ہو قربانی سے — اور حجامت نہ کرو اپنے سروں کی — جب تک

يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهٗ ؕ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا

پہنچ نہ چکے قربانی اپنے ٹھکانے پر ◆ — پھر جو کوئی تم میں سے بیمار ہو

◆ یعنی کافروں سے لڑائی اسی واسطے ہے کہ ظلم موقوف ہو اور کسی کو دین سے گمراہ نہ کر سکیں اور خاص اللہ ہی کا حکم جاری رہے سو وہ جب شرک سے باز آجائیں تو زیادتی سوائے ظالموں کے اور کسی پر نہیں یعنی جو بدی سے باز آگئے وہ اب ظالم نہ رہے تو اب ان پر زیادتی بھی مت کرو ہاں جو فتنہ سے باز نہ آئیں ان کو شوق سے قتل کرو۔

◆ حرمت کا مہینہ یعنی ذی قعدہ کہ جس میں عمرہ کی قضا کرنے جا رہے ہو بدلا ہے اس حرمت کے مہینے یعنی ذی قعدہ کا کہ سال گزشتہ میں اسی مہینے کے اندر کفار مکہ نے تم کو عمرہ سے روک دیا تھا اور مکہ میں جانے نہ دیا تھا یعنی اب تم شوق سے ان سے بدلا لو کیونکہ ادب اور حرمت رکھنے میں تو برابری ہے یعنی اگر کوئی کافر ماہ حرام کی حرمت کرے اور اس مہینے میں تم سے نہ لڑے تو تم بھی ایسا ہی کرو کہ جو لوگ سال گزشتہ میں تم پر ظلم کر چکے اور نہ ماہ حرام کی حرمت کی نہ حرم مکہ کی نہ تمہارے احرام کا لحاظ کیا اور تم نے اس پر بھی صبر کیا اگر اس دفعہ بھی سب حرمتوں سے قطع نظر کر کے آمادہ جنگ ہوں تو تم بھی کسی حرمت کا خیال مت کرو بلکہ اگلی پچھلی سب کسر نکالو مگر جو کرو حد سے زیادہ کرو اس کی خلاف اجازت ہرگز نہ ہو اور اللہ تعالیٰ پرہیزگاروں کا بیشک ذمہ دار و مددگار ہے۔

◆ مطلب یہ ہے کہ اللہ کی اطاعت میں یعنی جہاد وغیرہ میں اپنے مال کو صرف کرو اور اپنی جان کو ہلاکت میں نہ ڈالو یعنی جہاد کو چھوڑ بیٹھو یا اپنے مال کو جہاد میں صرف نہ کرو کہ اس سے تم ضعیف اور دشمن قوی ہوگا۔

◆ حج کے ضمن میں جہاد کا ذکر جو مناسب تھا اس کو بیان فرما کر اب احکام حج و عمرہ بتلائے جاتے ہیں۔

◆ <u>حج اور عمرے کے احکام</u> | مطلب یہ ہے کہ جب کسی نے حج یا عمرہ شروع کیا یعنی اس کا احرام باندھا تو اس کا پورا کرنا لازم ہو گیا بیچ میں چھوڑ بیٹھے اور احرام سے نکل جائے یہ نہیں ہو سکتا لیکن اگر کوئی دشمن یا مرض کی وجہ سے بیچ ہی میں رک گیا اور حج و عمرہ نہیں کر سکتا تو اس کے ذمہ پر ہے قربانی جو اس کو میسر آئے جس کا ادنیٰ مرتبہ ایک بکری ہے اس قربانی کو کسی کے ہاتھ مکہ کو بھیجے اور یہ مقرر کر دے کہ فلاں روز اس کو حرم مکہ میں پہنچ کر ذبح کر دینا اور جب اطمینان ہو جائے کہ اب اپنے ٹھکانے یعنی حرم میں پہنچ کر اس کی قربانی ہو چکی ہوگی اس وقت سر کی حجامت کرا دے اس سے پہلے ہرگز نہ کرائے اس کو احصار کہتے ہیں کہ حج یا عمرہ سے رکنے کی وجہ سے لازم ہوتا ہے۔

أَوْ بِهٖٓ أَذًى مِّنْ رَّأْسِهٖ فَفِدْيَةٌ مِّنْ صِيَامٍ أَوْ

یا اس کو تکلیف ہو   سر کی   تو بدلا دیوے   روزے سے   یا

صَدَقَةٍ أَوْ نُسُكٍ ۚ فَإِذَآ أَمِنتُمْ ۛ فَمَن تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ

خیرات   یا قربانی ◆ پھر جب تم کو خاطر جمع ہو   تو جو کوئی فائدہ اٹھائے عمرہ کو ملا کر

إِلَى الْحَجِّ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ ۚ فَمَن لَّمْ

حج تک   تو اس پر ہے جو کچھ میسر ہو قربانی سے ◆ پھر جس کو

يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ أَيَّامٍ فِي الْحَجِّ وَسَبْعَةٍ إِذَا

قربانی نہ ملے   تو روزے رکھے تین   حج کے دنوں میں   اور سات روزے جب

رَجَعْتُمْ ۗ تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ ۗ ذٰلِكَ لِمَن لَّمْ يَكُنْ

لوٹو   یہ دس روزے ہوئے پورے ◆ یہ حکم اس کے لیے ہے جس کے گھر والے

أَهْلُهٗ حَاضِرِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ

نہ رہتے ہوں مسجد الحرام کے پاس ◆ اور ڈرتے رہو اللہ سے

وَاعْلَمُوٓا أَنَّ اللّٰهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ ﴿١٩٦﴾ الْحَجُّ أَشْهُرٌ

اور جان لو   کہ بیشک اللہ کا عذاب سخت ہے   حج کے چند مہینے ہیں

مَّعْلُومٰتٌ ۚ فَمَن فَرَضَ فِيهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ

معلوم ◆ پھر جس نے لازم کر لیا   ان میں حج   تو بے حجاب ہونا جائز نہیں عورت سے

وَلَا فُسُوقَ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ ۗ وَمَا تَفْعَلُوا مِنْ

اور نہ گناہ کرنا   اور نہ جھگڑا کرنا   حج کے زمانہ میں   اور جو کچھ تم کرتے ہو

احرام کے مسائل | یعنی اگر حالت احرام میں کوئی بیمار ہو یا اس کے سر میں درد یا سر میں زخم ہو تو اس کو بضرورت حالت احرام میں حجامت کرنا سر کا جائز ہے مگر بدلہ دینا پڑیگا۔ تین روزے یا چھ محتاجوں کو کھانا کھلانا یا ایک دنبے یا بکرے کی قربانی کرنا۔ یہ دم جنایت ہے کہ حالت احرام میں بضرورت مرض سے لاچار ہو کر امور مخالف احرام کرنے پڑے۔

یعنی جو محرم کہ دشمن کی طرف سے اور مرض سے مطمئن ہو خواہ اس کو کسی قسم کا اندیشہ پیش ہی نہ آیا یا دشمن کا خوف یا بیماری کا کھٹکا پیش تو آیا مگر جلد زائل ہو گیا احرام حج و عمرہ میں اس سے خلل نہ آنے پایا تو اس کو دیکھنا چاہیے کہ اس نے حج اور عمرہ دونوں ادا کئے یعنی قران یا تمتع کیا افراد نہیں کیا تو اس پر قربانی ایک بکرا یا ساتواں حصہ اونٹ کا یا گائے کا لازم ہے اس کو دم قران اور دم تمتع کہتے ہیں امام ابو حنیفہ اس کو دم شکر کہتے ہیں اور اس کو اس میں سے کھانے کی اجازت دیتے ہیں اور امام شافعی اس کو دم جبر کہتے ہیں اور قربانی کرنے والے کو اس میں سے کھانے کی اجازت بھی نہیں دیتے۔

یعنی جس نے قران یا تمتع کیا اور اس کو قربانی میسر نہ ہوئی تو اس کو چاہیے کہ تین روزے رکھے حج کے دنوں میں جو کہ یوم عرفہ یعنی نویں ذی الحجہ پر ختم ہوتے ہیں اور سات روزے جب رکھے کہ حج سے بالکل فارغ ہو جائے دونوں کا مجموعہ دس روزے ہو گیا۔

یعنی قران و تمتع اس کے لئے ہے جو مسجد حرام یعنی حرم مکہ کے اندر یا اس کے قریب نہ رہتا ہو بلکہ حل یعنی خارج از میقات کا رہنے والا ہو اور جو حرم مکہ کے رہنے والے ہیں وہ صرف افراد کریں۔

اشہر حج | شوال کے غرہ سے لے کر جو عید کی صبح یعنی ذی الحجہ کی دسویں رات تک ان کا نام اشہر حج ہے اس لئے کہ احرام حج ان کے اندر ہوتا ہے اگر اس سے پہلے کوئی احرام حج کا باندھے گا تو وہ نا جائز یا مکروہ ہوگا یعنی حج کے لئے چند مہینے مقرر ہیں اور سب کو معلوم ہیں۔ مشرکین عرب جو اپنی ضرورت میں ان میں تغیر تبدل کرتے تھے جس کو دوسری آیت میں إنما النسيء زيادة في الكفر فرمایا گیا ہے یہ بالکل بے اصل اور باطل ہے

خَيْرٍ يَّعْلَمْهُ اللّٰهُ ۗ وَتَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ

نیکی — اللہ اس کو جانتا ہے ◆ اور زاد راہ لے لیا کرو — کہ بیشک بہتر فائدہ زاد راہ کا

التَّقْوٰى ۫ وَاتَّقُوْنِ يٰٓاُولِى الْاَلْبَابِ ﴿۱۹۷﴾ لَيْسَ عَلَيْكُمْ

بچنا ہے سوال سے — اور مجھ سے ڈرتے رہو — اے عقل مندو ◆ — تم پر کچھ گناہ نہیں

جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ ۗ فَاِذَآ اَفَضْتُمْ

تم کو — کہ تلاش کرو فضل — اپنے رب کا ◆ پھر جب طواف کے لیے لوٹو

مِّنْ عَرَفٰتٍ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ ۪

عرفات سے — تو یاد کرو اللہ کو — نزدیک مشعر الحرام کے ◆

وَاذْكُرُوْهُ كَمَا هَدٰىكُمْ ۚ وَاِنْ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ

اور اس کو یاد کرو — جس طرح تم کو سکھلایا — اور بیشک تم تھے اس سے پہلے

الضَّآلِّيْنَ ﴿۱۹۸﴾ ثُمَّ اَفِيْضُوْا مِنْ حَيْثُ اَفَاضَ

ناواقف ◆ پھر طواف کے لیے پھرو — جہاں سے سب

النَّاسُ وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۹۹﴾

لوگ پھریں — اور مغفرت چاہو اللہ سے — بیشک اللہ تعالیٰ بخشنے والا ہے مہربان ◆

فَاِذَا قَضَيْتُمْ مَّنَاسِكَكُمْ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ

پھر جب پورے کر چکو — اپنے حج کے کام — تو یاد کرو اللہ کو — جیسے تم یاد کرتے تھے

اٰبَآءَكُمْ اَوْ اَشَدَّ ذِكْرًا ۭ فَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ

اپنے باپ دادوں کو — بلکہ اس سے بھی زیادہ یاد کرو ◆ پھر کوئی آدمی — تو کہتا ہے

وقف النبي صلى الله عليه وسلم

◆ **زادِ راہ لینا بہتر ہے** | حج لازم کیا یعنی احرام حج کا باندھا اس طرح پر کہ دل سے نیت کی اور زبان سے تلبیہ پڑھا۔

◆ ایک غلط دستور کفر میں یہ بھی تھا کہ بغیر زادِ راہ خالی ہاتھ حج کو جانا ثواب سمجھتے اور اس کو توکل کہتے اور وہاں جا کر ہر ایک سے مانگتے پھرتے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جن کو مقدور ہو وہ خرچ ہمراہ لے کر جائیں تاکہ ذلت سوال سے بچیں اور لوگوں کو تنگ نہ کریں۔

◆ **حج میں تجارت کی اجازت** | حج کے سفر میں اگر سوداگری بھی کرو تو گناہ نہیں بلکہ مباح ہے لوگوں کو اس میں شبہ ہوا تھا کہ شاید تجارت کرنے سے حج میں نقصان آئے اب جس کا مقصود اصلی حج ہو اور اس کے ذیل میں تجارت بھی کرے تو اس کے ثواب میں نقصان نہ آئے گا۔

◆ **مزدلفہ میں قیام کا حکم** | مشعر الحرام ایک پہاڑ کا نام ہے جو مزدلفہ میں واقع ہے جس پر امام وقوف کرتا ہے اس پہاڑ پر قیام کرنا افضل ہے اور تمام مزدلفہ میں جہاں قیام کرے جائز ہے سوا وادی محسر کے۔

◆ یعنی کفار بھی اللہ کا ذکر تو کرتے تھے مگر شرک کے ساتھ وہ ذکر نہ چاہئے بلکہ توحید کے ساتھ جس کی تم کو ہدایت فرمائی۔

◆ **عرفات میں واپس آنے کا حکم** | زمانہ کفر کی ایک غلطی یہ بھی تھی کہ مکہ کے لوگ عرفات تک نہ جاتے کہ عرفات حرم سے باہر ہے بلکہ حرم کی حد یعنی مزدلفہ میں ٹھہر جاتے اور قریش مکہ کے سوا اور سب عرفات تک پہنچتے اور پھر وہاں سے طواف کے لئے مکہ کو واپس آتے سو اس لئے فرمایا کہ جہاں سے سب لوگ طواف کو آئیں تم بھی وہیں سے جا کر لوٹو یعنی عرفات سے اور اگلی تقصیر پر نادم ہو۔

◆ **منیٰ میں ذکر اللہ کا اہتمام** | یعنی دسویں ذی الحجہ کو جب افعال حج یعنی رمی جمرہ اور ذبح قربانی اور سر منڈانے اور طواف کعبہ اور سعی صفا مروہ سے فراغت پا چکو تو زمانہ قیام منیٰ میں اللہ کا ذکر کرو جیسے کفر کے زمانہ میں اپنے باپ دادوں کا ذکر کیا کرتے تھے بلکہ اس سے بھی زیادہ ذکر کرنا چاہئے۔ اُن کا قدیم دستور تھا کہ حج سے فارغ ہو کر منیٰ میں تین روز قیام کرتے اور بازار لگاتے اور اپنے باپ دادا کی بڑائی اور فضائل بیان کیا کرتے سو حق تعالیٰ نے اس سے روکا اور فرمایا کہ ان دنوں میں خدا تعالیٰ کی بڑائی بیان کرو۔

رَبَّنَآ اٰتِنَا فِى الدُّنْيَا وَمَا لَهٗ فِى الْاٰخِرَةِ مِنْ

اے رب ہمارے — دے ہم کو دنیا میں — اور اس کے لیے آخرت میں کچھ

خَلَاقٍ ﴿۲۰۰﴾ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِى

حصہ نہیں — اور کوئی ان میں کہتا ہے — اے رب ہمارے دے ہم کو

الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِى الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ

دنیا میں خوبی — اور آخرت میں خوبی — اور بچا ہم کو دوزخ کے

النَّارِ ﴿۲۰۱﴾ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ نَصِيْبٌ مِّمَّا كَسَبُوْا ؕ

عذاب سے — انہی لوگوں کے واسطے — حصہ ہے — اپنی کمائی سے

وَاللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿۲۰۲﴾ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ فِىْٓ اَيَّامٍ

اور اللہ جلد حساب لینے والا ہے — اور یاد کرو اللہ کو — گنتی کے

مَّعْدُوْدٰتٍ ؕ فَمَنْ تَعَجَّلَ فِىْ يَوْمَيْنِ فَلَآ اِثْمَ

چند دنوں میں — پھر جو کوئی جلدی چلا گیا — دو ہی دن میں — تو اس پر گناہ

عَلَيْهِ ۚ وَمَنْ تَاَخَّرَ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ۙ لِمَنِ اتَّقٰى ؕ

نہیں — اور جو کوئی رہ گیا — تو اس پر بھی کچھ گناہ نہیں — جو کہ ڈرتا ہے

وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿۲۰۳﴾

اور ڈرتے رہو اللہ سے — اور جان لو — بیشک تم سب اسی کے پاس جمع ہو گے

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّعْجِبُكَ قَوْلُهٗ فِى الْحَيٰوةِ

اور بعضا آدمی وہ ہے — کہ پسند آتی ہے تجھ کو اس کی بات — دنیا کی زندگانی کے کاموں میں

◆ **دعا مانگنے کے آداب** | پہلے یہ فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو اور اس کی کثرت کرو اب یہ بتلایا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والے اور اس سے دعا مانگنے والے بھی دو قسم کے ہیں ایک وہ کہ جن کا مطلوب صرف دنیا ہے اُن کی دعا یہی ہے کہ ہم کو جو کچھ ملے دولت عزت وغیرہ وہ سب دنیا ہی میں دے دی جائے سو یہ لوگ تو آخرت کی نعمتوں سے بے بہرہ ہیں دوسرے وہ کہ طالب آخرت ہیں جو دنیا کی خوبی یعنی توفیق بندگی وغیرہ اور آخرت کی خوبی یعنی ثواب اور رحمت و جنت دونوں کو طلب کرتے ہیں سو ایسوں کو آخرت میں ان کے حج اور دعا کا ثمرہ حسنات سے پورا حصہ ملے گا۔

◆ یعنی قیامت کو سب سے ایک دم میں حساب لے گا یا یوں کہو کہ قیامت کو دور مت سمجھو بلکہ جلد آنے والی ہے اس سے کسی طرح بچاؤ ممکن نہیں اس کی فکر سے غافل مت ہو۔

◆ ایام معدودات سے مراد ذی الحجہ کی گیارھویں، بارھویں، تیرھویں تاریخیں ہیں جن میں حج سے فارغ ہو کر منیٰ میں قیام کا حکم ہے ان دنوں میں رمی جمار یعنی کنکریوں کے مارنے کے وقت اور ہر نماز کے بعد تکبیر کہنے کا حکم ہے اور دیگر اوقات میں بھی ان دنوں میں چاہیے کہ تکبیر اور ذکر الٰہی کثرت سے کرے۔

◆ **منیٰ میں قیام کی مدت** | یعنی گناہ تو یہ ہے کہ ممنوعات شرعیہ سے پرہیز نہ کرے اور جو کوئی اللہ سے ڈرے اور ممنوعات حج میں پرہیزگاری کرے تو پھر اس بات میں کچھ گناہ نہیں کہ منیٰ میں دو دن قیام کیا یا تین دن کی تعجیل و تاخیر دونوں باتیں جائز رکھیں گو افضل یہی ہے کہ تین روز قیام کرے۔

◆ یعنی حج کی خصوصیت نہیں بلکہ خدا تعالیٰ سے ہر کام میں اور ہر وقت ڈرتے رہو کہ تم سب کو قبروں سے اٹھ کر اس کے پاس جمع ہونا ہے حساب دینے کو۔ اب حج کا ذکر تو تمام ہو چکا مگر حج کے ذیل میں جو لوگوں کی دو قسموں کا ذکر آ گیا تھا فَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اور وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ یعنی کافر اور مومن کا تو اب اس کی مناسبت سے تیسری قسم یعنی منافق کا حال بھی بیان کیا جاتا ہے۔

الدُّنْيَا وَيُشْهِدُ اللّٰهَ عَلٰى مَا فِيْ قَلْبِهٖ ۙ وَهُوَ اَلَدُّ

اور گواہ کرتا ہے اللہ کو | اپنے دل کی بات پر | اور وہ سخت

الْخِصَامِ ۝ وَاِذَا تَوَلّٰى سَعٰى فِي الْاَرْضِ لِيُفْسِدَ

جھگڑالو ہے | اور جب پھرے تیرے پاس سے تو دوڑتا پھرے | ملک میں | تاکہ اس میں

فِيْهَا وَيُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ ۭ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ

خرابی ڈالے | اور تباہ کرے کھیتیاں | اور جانیں | اور اللہ ناپسند کرتا ہے

الْفَسَادَ ۝ وَاِذَا قِيْلَ لَهُ اتَّقِ اللّٰهَ اَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ

فساد کو | اور جب اس سے کہا جائے | کہ اللہ سے ڈر | تو آمادہ کرے اس کو غرور

بِالْاِثْمِ فَحَسْبُهٗ جَهَنَّمُ ۭ وَلَبِئْسَ الْمِهَادُ ۝ وَمِنَ

گناہ پر | سو کافی ہے اس کو دوزخ | اور وہ بیشک برا ٹھکانا ہے | اور

النَّاسِ مَنْ يَّشْرِيْ نَفْسَهُ ابْتِغَاۗءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ ۭ

لوگوں میں ایک شخص وہ ہے | کہ بیچتا ہے اپنی جان کو | اللہ کی رضا جوئی میں

وَاللّٰهُ رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ ۝ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا

اور اللہ نہایت مہربان ہے اپنے بندوں پر | اے ایمان والو | داخل ہو جاؤ

فِي السِّلْمِ كَاۗفَّةً ۠ وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ۭ

اسلام میں پورے | اور مت چلو | قدموں پر شیطان کے

اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ۝ فَاِنْ زَلَلْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا

بیشک وہ تمہارا صریح دشمن ہے | پھر اگر تم بچلنے لگو | بعد اس کے کہ

- یہ حال ہے منافق کا کہ ظاہر میں خوشامد کرے اور اللہ کو گواہ کرے کہ میں سچا ہوں اور میرے دل میں اسلام کی محبت ہے اور جھگڑے کے وقت کی ضد کرے اور قابو پاوے تو لوٹ مار مچاوے اور منع کرنے سے اس کو زیادہ ضد چڑھے اور گناہ میں ترقی کرے کہتے ہیں ایک شخص اخنس ابن شریق تھا منافق فصیح و بلیغ جب آپ کی خدمت میں آتا تو نہایت اخلاص اور محبت اسلام ظاہر کرتا اور جب چلا جاتا تو کسی کی کھیتی جلا دیتا کسی کے جانوروں کے پیر کاٹ ڈالتا اس پر منافقین کی برائی میں یہ آیت نازل ہوئی۔
- پہلی آیت میں اس منافق کا ذکر تھا جو دین کے بدلے دنیا چاہتا تھا اس کے مقابلے میں اب اس آیت میں اس شخص کامل الایمان کا ذکر ہے جو دنیا اور جان و مال کو طلب دین میں صرف کرتا ہے۔ کہتے ہیں حضرت صہیبؓ رومی بارادہ ہجرت آپ کی خدمت میں آتے تھے رستے میں مشرکین نے ان کو گھیر لیا صہیبؓ نے کہا کہ میں اپنا گھر اور تمام مال تم کو اس شرط پر دیتا ہوں کہ مجھ کو مدینہ جانے دو اور ہجرت سے منع نہ کرو اس پر وہ راضی ہو گئے اور صہیب آپ ﷺ کی خدمت میں چلے گئے اس پر یہ آیت مخلصین کی تعریف میں نازل ہوئی۔
- اس کی کتنی بڑی رحمت ہے کہ اپنے بندوں کو توفیق دی جو اس کی خوشی میں اپنی جان اور مال حاضر کر دیتے ہیں اور پھر ہر ایک کی جان و مال تو اللہ کی ملک ہے پھر جنت کے بدلے اس کو خریدنا یہ محض اس کا احسان ہے۔
- اسلام پر پورا پورا عمل کرو اور بدعت سے بچو | پہلی آیت میں مومن مخلص کی مدح فرمائی تھی جس سے نفاق کا ابطال منظور تھا اب فرماتے ہیں کہ اسلام کو پورا پورا قبول کرو یعنی ظاہر اور باطن اور عقیدہ اور عمل میں صرف احکام اسلام کا اتباع کرو۔ یہ نہ ہو کہ اپنی عقل یا کسی دوسرے کے کہنے سے کوئی حکم تسلیم کرو یا کوئی عمل کرنے لگو سو اس سے بدعت کا قلع قمع مقصود ہے کیونکہ بدعت کی حقیقت یہی ہے کہ کسی عقیدہ یا کسی عمل کو کسی وجہ سے مستحسن سمجھ کر اپنی طرف سے دین میں شمار کر لیا جائے مثلاً نماز اور روزہ جو کہ افضل عبادات ہیں اگر بدون حکم شریعت کوئی اپنی طرف سے مقرر کرنے لگے جیسے عید کے دن عیدگاہ میں نوافل کا پڑھنا یا ہر روز روزہ رکھنا یہ بدعت ہوگا خلاصہ ان آیات کا یہ ہوا کہ اخلاص کے ساتھ ایمان لاؤ اور بدعات سے بچو۔ بعض چند حضرات یہود سے مشرف باسلام ہوئے مگر احکام اسلام کے ساتھ احکام توراۃ کی بھی رعایت کرنی چاہتے تھے مثلاً ہفتہ کے دن کو معظم سمجھنا اور اونٹ کے گوشت اور دودھ کو حرام سمجھنا اور توراۃ کی تلاوت کرنا اس پر یہ آیت نازل ہوئی جس سے بدعت کا استیصال فرما دیا گیا۔
- کہ اپنے دوسرے بے اصل چیزوں کو تمہارے سامنے مستحسن کر دیتا ہے اور دین میں بدعات کو شامل کرا کر تمہارے دین کو خراب کرتا ہے اور تم اس کو پسند کرتے ہو۔

جَآءَتْكُمُ الْبَيِّنٰتُ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۲۰۹﴾

پہنچ چکے تم کو صاف حکم — تو جان رکھو — کہ بیشک اللہ زبردست ہے حکمت والا ◆

هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيَهُمُ اللّٰهُ فِيْ ظُلَلٍ مِّنَ

کیا وہ اسی کی راہ دیکھتے ہیں — کہ آوے ان پر اللہ — ابر کے

الْغَمَامِ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَقُضِيَ الْاَمْرُ ؕ وَاِلَى اللّٰهِ

سائبانوں میں — اور فرشتے — اور طے ہو جاوے قصہ — اور اللہ ہی کی طرف

تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ﴿۲۱۰﴾ سَلْ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ كَمْ اٰتَيْنٰهُمْ

لوٹیں گے سب کام ◆ پوچھ بنی اسرائیل سے — کس قدر عنایت کیں ہم نے ان کو

مِّنْ اٰيَةٍۢ بَيِّنَةٍ ؕ وَمَنْ يُّبَدِّلْ نِعْمَةَ اللّٰهِ مِنْۢ

نشانیاں کھلی ہوئی ◆ اور جو کوئی بدل ڈالے — اللہ کی نعمت — بعد

بَعْدِ مَا جَآءَتْهُ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿۲۱۱﴾

اس کے کہ پہنچ چکی ہو وہ نعمت اس کو — تو اللہ کا عذاب سخت ہے ◆

زُيِّنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَيَسْخَرُوْنَ

فریفتہ کیا ہے کافروں کو — دنیا کی زندگی پر — اور ہنستے ہیں

مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۘ وَالَّذِيْنَ اتَّقَوْا فَوْقَهُمْ يَوْمَ

ایمان والوں کو ◆ اور جو پرہیزگار ہیں — وہ ان کافروں سے بالاتر ہوں گے قیامت

الْقِيٰمَةِ ؕ وَاللّٰهُ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۲۱۲﴾

کے دن — اور اللہ روزی دیتا ہے — جس کو چاہے — بے شمار ◆

كَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً ۣ فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيّٖنَ

تھے سب لوگ — ایک دین پر — پھر بھیجے اللہ نے — نبی

مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ ۠ وَاَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتٰبَ

خوشخبری سنانے والے — اور ڈرانے والے — اور اتاری ان کے ساتھ — کتاب

بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيْمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ ۭ

سچی — کہ فیصلہ کرے لوگوں میں — جس بات میں وہ جھگڑا کریں

وَمَا اخْتَلَفَ فِيْهِ اِلَّا الَّذِيْنَ اُوْتُوْهُ مِنْۢ بَعْدِ

اور نہیں جھگڑا ڈالا کتاب میں — مگر انہی لوگوں نے جن کو کتاب ملی تھی — اس کے بعد

مَا جَاۗءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ ۚ فَهَدَى اللّٰهُ

کہ ان کو پہنچ چکے صاف حکم — آپس کی ضد سے — پھر اب ہدایت کی اللہ نے

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ مِنَ الْحَقِّ بِاِذْنِهٖ ۭ

ایمان والوں کو — اس سچی بات کی جس میں وہ جھگڑ رہے تھے — اپنے حکم سے

وَاللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَاۗءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿٢١٣﴾

اور اللہ بتلاتا ہے — جس کو چاہے — سیدھا راستہ ◆

اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَاْتِكُمْ مَّثَلُ

کیا تم کو یہ خیال ہے — کہ جنت میں چلے جاؤ گے — حالانکہ تم پر نہیں گزرے حالات

الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ ۭ مَسَّتْهُمُ الْبَاْسَاۗءُ وَ

ان لوگوں جیسے — جو ہو چکے تم سے پہلے — کہ پہنچی ان کو سختی — اور

پیغمبروں اور کتابوں کے بھیجنے کی حکمت | حضرت آدم کے وقت سے ایک ہی سچا دین رہا ایک مدت تک۔ اس کے بعد دین میں لوگوں نے اختلاف ڈالا تو خدا تعالیٰ نے انبیاء کو بھیجا جو اہل ایمان و طاعت کو ثواب کی بشارت دیتے تھے اور اہل کفر و معصیت کو عذاب سے ڈراتے تھے اور ان کے ساتھ سچی کتاب بھی بھیجی تاکہ لوگوں کا اختلاف اور نزاع دور ہو اور دین حق ان کے اختلافات سے محفوظ اور قائم رہے اور احکام الٰہی میں انہی لوگوں نے اختلاف ڈالا جن کو وہ کتاب دی گئی تھی جیسے یہود و نصاریٰ توریت و انجیل میں اختلاف و تحریف کرتے تھے اور یہ نزاع بے سمجھی سے نہیں کرتے تھے بلکہ خوب سمجھ کر محض ضد دنیا اور ضد اور حسد سے ایسا کرتے تھے سو حق تعالیٰ نے اپنے فضل سے اہل ایمان کو طریقہ حق کی ہدایت فرمائی اور گمراہوں کے اختلافات سے بچا لیا جیسے آپ کی امت کو ہر عقیدہ اور ہر عمل میں امر حق کی تعلیم فرمائی اور یہود و نصاریٰ کے اختلاف اور افراط و تفریط سے ان کو محفوظ رکھا۔

فائدہ | اس آیت سے دو باتیں معلوم ہوئیں ایک تو یہ کہ اللہ نے جو کتابیں اور نبی متعدد بھیجے تو اس واسطے نہیں کہ ہر فرقہ کو جدا طریقہ بتایا ہو بلکہ سب کے لئے اللہ نے اصل میں ایک ہی راہ مقرر کیا جس وقت اس راہ سے بچلے تو اللہ نے نبی کو بھیجا اور کتاب اتاری کہ اس کے موافق چلیں اس کے بعد پھر بہکے تو دوسرا نبی اور کتاب اللہ پاک نے اسی ایک راہ کے قائم کرنے کو بھیجا اس کی مثال ایسی ہے جیسے کہ تندرستی ایک ہے اور بیماریاں بے شمار جب ایک مرض پیدا ہوا تو اس کے موافق دوا اور پرہیز فرمایا جب دوسرا مرض پیدا ہوا تو دوسری دوا اور پرہیز اس کے موافق فرمایا اب آخر میں ایسا طریقہ اور قاعدہ بتلا دیا جو سب بیماریوں سے بچانے اور سب کے بدلے کفایت کرے اور وہ طریقہ اسلام ہے جس کے لئے پیغمبر آخر الزمان حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن شریف بھیجے گئے۔ دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ سنت اللہ یہی جاری ہے کہ برے لوگ ہر نبی مبعوث کے خلاف اور ہر کتاب الٰہی میں اختلاف و پھوٹ کرتے رہے اور اس میں ساعی رہے تو اب اہل ایمان کو کفار کی بدسلوکی اور فساد سے تنگدل نہ ہونا چاہئے۔

الضَّرَّآءُ وَزُلْزِلُوْا حَتّٰى يَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ

اٰمَنُوْا مَعَهٗ مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ ؕ اَلَاۤ اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ

قَرِيْبٌ ﴿۲۱۴﴾ يَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ ؕ قُلْ مَاۤ اَنْفَقْتُمْ

مِّنْ خَيْرٍ فَلِلْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ

وَابْنِ السَّبِيْلِ ؕ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ

بِهٖ عَلِيْمٌ ﴿۲۱۵﴾ كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ ۚ

وَعَسٰۤى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْـًٔا وَّهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَ

عَسٰۤى اَنْ تُحِبُّوْا شَيْـًٔا وَّهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ ؕ وَاللّٰهُ

يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۱۶﴾ يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الشَّهْرِ

تکالیف میں صبر کی حکیمانہ تاکید پہلے مذکور ہوا کہ دشمنوں کے ہاتھ سے انبیاء اور ان کی امتوں کو ہمیشہ ایذائیں ہوئیں تو اب اہل اسلام کو ارشاد ہے کہ کیا تم کو اس بات کی طمع ہے کہ جنت میں داخل ہو جاؤ حالانکہ اگلی امتوں کو جو ایذائیں پیش آئیں وہ تم کو پیش نہیں آئیں کہ ان کو فقر و فاقہ اور مرض اور خوف کفار اس درجہ کو پیش آئے کہ مجبور اور عاجز ہو کر نبی اور ان کی امت بول اٹھی کہ دیکھئے اللہ نے جس مدد اور اعانت کا وعدہ فرمایا تھا وہ کب آئے گی یعنی بمقتضائے بشریت پریشانی کی حالت میں مایوسانہ کلمات سرزد ہونے لگے انبیاء اور مومنین کا یہ کہنا کچھ شک کی وجہ سے نہ تھا حضرت مولانا روم اسی کی بابت مثنوی میں فرماتے ہیں ۔ درگمان افتاد جان انبیاء ۔ زاتفاق منکری اشقیاء ۔ بلکہ بحالت اضطرار بمقتضائے بشریت اس کی نوبت آئی جس میں کوئی ان پر الزام نہیں جب نوبت یہاں تک پہنچی تو رحمت الٰہی متوجہ ہوئی اور ارشاد ہوا کہ ہوشیار ہو جاؤ اللہ کی مدد آ گئی گھبراؤ نہیں سو اے مسلمانو تکلیف دنیوی سے اور دشمنوں کے غلبہ سے گھبراؤ نہیں تحمل کرو اور ثابت قدم رہو۔

آیات سابقہ میں کلیۃً یہ مضمون بہت تاکید سے بیان ہوا کہ کفر و نفاق کو چھوڑو اور اسلام میں پوری طرح داخل ہو حکم الٰہی کے مقابل کسی کی مت سنو اللہ کی خوشی میں جان و مال خرچ کرو اور ہر طرح کی شدت اور تکلیف پر تحمل کرو اب یہاں سے اسی کلیہ کے متعلق جزئیات کی تفصیل بیان ہوتی ہے جو کہ مال اور جان اور دیگر معاملات مثل نکاح و طلاق وغیرہ کے متعلق ہیں تاکہ اس کلیہ کی تحقیق و تاکید خوب ذہن نشین ہو جائے۔

انفاق مال کے مصارف بعض اصحاب جو مالدار تھے انہوں نے آپ ﷺ سے دریافت کیا تھا کہ مال میں سے کیا خرچ کریں اور کس پر خرچ کریں اس پر یہ حکم ہوا کہ قلیل خواہ کثیر جو کچھ خدا کے لئے خرچ کرو وہ والدین اور اقارب اور یتیم اور محتاج اور مسافروں کے لئے ہے یعنی حصول ثواب کے لئے خرچ کرنا چاہو تو جتنا چاہو کرو اس کی کوئی تعیین و تحدید نہیں البتہ یہ ضرور ہے کہ جو مواقع ہم نے بتلائے ان میں صرف کرو۔

جہاد کی فرضیت یعنی دین کے دشمنوں سے لڑنا فرض ہوا۔ فائدہ: جب تک آپ مکہ میں رہے آپ کو مقاتلہ کی اجازت نہ ہوئی جب مدینہ کو ہجرت فرمائی تو مقاتلہ کی اجازت ہوئی مگر صرف ان کفار سے کہ جو خود اہل اسلام سے مقاتلہ کریں اس کے بعد علی العموم کفار سے مقاتلہ کی اجازت ہو گئی اور جہاد فرض ہوا اگر دشمنان دین مسلمانوں پر چڑھائی کریں تو مسلمانوں پر جہاد فرض عین ہے ورنہ فرض کفایہ بشرطیکہ جملہ شرائط جہاد جو کتب فقہ میں مذکور ہیں پائی جائیں البتہ جن لوگوں سے مسلمان مصالحت اور معاہدہ کرلیں یا ان کی امن اور حفاظت میں آجائیں تو ان سے لڑائی کرنا یا ان کے مقابلہ میں ان کے کسی مخالف کو مدد دینا ہرگز مسلمانوں کو جائز نہیں۔

جہاد کے فضائل برے لگنے کا مطلب یہ ہے کہ نفس کو دشوار اور گراں معلوم ہوتا ہے یہ نہیں کہ اس میں رد و انکار نظر آئے اور خلاف حکمت و مصلحت سمجھا جائے اور وجہ یہ ہے کہ ناخوشی اور تنفر ہونا کسی بات میں کوئی الزام نہیں جب انسان کو بالطبع زندگی سے زیادہ کوئی چیز مرغوب نہیں تو ضرور مقاتلہ سے زیادہ دشوار کوئی شے نہ ہونی چاہئے۔

یعنی یہ بات ضروری نہیں کہ جس چیز کو تم اپنے حق میں نافع یا مضر سمجھو وہ واقع میں بھی تمہارے حق میں ویسی ہی ہوا کرے بلکہ ہو سکتا ہے کہ تم ایک چیز کو اپنے لئے مضر سمجھو اور وہ مفید ہو اور کسی چیز کو مفید خیال کرو اور وہ مضر ہو تم نے تو سمجھ لیا کہ جہاد میں جان و مال سب کا نقصان ہے اور ترک جہاد میں دونوں کی حفاظت اور یہ نہ جانا کہ جہاد میں دنیا اور آخرت کے کیا کیا منافع ہیں اور اس کے ترک میں کیا کیا نقصان ہیں تمہارے نفع نقصان کو خدا ہی خوب جانتا ہے تم اسے نہیں جانتے اس لئے وہ جو حکم دے اس کو حق سمجھو اور اپنے اس خیال کو چھوڑ دو۔

الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيهِ ۖ قُلْ قِتَالٌ فِيهِ كَبِيرٌ ۖ وَصَدٌّ

حرام کو کہ اس میں لڑنا کیسا ◆ کہہ دے لڑائی اس میں بڑا گناہ ہے ◆ اور روکنا

عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ وَكُفْرٌ بِهِ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ

اللہ کی راہ سے اور اس کو نہ ماننا اور مسجد الحرام سے روکنا

وَإِخْرَاجُ أَهْلِهِ مِنْهُ أَكْبَرُ عِنْدَ اللَّهِ ۚ وَالْفِتْنَةُ

اور نکال دینا اس کے لوگوں کو وہاں سے اس سے بھی زیادہ گناہ ہے اللہ کے نزدیک ◆ اور لوگوں کو دین سے بچلانا

أَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ ۗ وَلَا يَزَالُونَ يُقَاتِلُونَكُمْ حَتَّىٰ

قتل سے بھی بڑھ کر ہے ◆ اور کفار ہمیشہ تم سے لڑتے ہی رہیں گے یہاں تک کہ

يَرُدُّوكُمْ عَنْ دِينِكُمْ إِنِ اسْتَطَاعُوا ۚ وَمَنْ

تم کو پھیر دیں تمہارا مذہب یعنی دین سے اگر قابو پاویں ◆ اور جو کوئی

يَرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِينِهِ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ

پھرے تم میں سے اپنے دین سے پھر مر جاوے حالت کفر ہی میں

فَأُولَٰئِكَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ۖ

تو ایسوں کے ضائع ہوئے عمل دنیا اور آخرت میں

وَأُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ ۖ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴿٢١٧﴾

اور وہ لوگ رہنے والے ہیں دوزخ میں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے ◆

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَاجَرُوا وَجَاهَدُوا

بیشک جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے ہجرت کی اور لڑے

فِي سَبِيلِ اللّٰهِ ۙ أُولٰٓئِكَ يَرْجُونَ رَحْمَتَ اللّٰهِ ۚ وَاللّٰهُ

اللہ کی راہ میں وہ امیدوار ہیں اللہ کی رحمت کے اور اللہ

غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿٢١٨﴾ يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ ۖ قُلْ

بخشنے والا مہربان ہے تجھ سے پوچھتے ہیں حکم شراب کا اور جوئے کا کہہ دے

فِيهِمَا إِثْمٌ كَبِيرٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَإِثْمُهُمَا أَكْبَرُ

ان دونوں میں بڑا گناہ ہے اور فائدے بھی ہیں لوگوں کو اور ان کا گناہ بہت بڑا ہے

مِن نَّفْعِهِمَا ۗ وَيَسْأَلُونَكَ مَاذَا يُنفِقُونَ ۖ قُلِ

ان کے فائدہ سے اور تجھ سے پوچھتے ہیں کیا خرچ کریں کہہ دے

الْعَفْوَ ۗ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْآيَاتِ لَعَلَّكُمْ

جو بچے اپنے خرچ سے اسی طرح بیان کرتا ہے اللہ تمہارے واسطے حکم تاکہ تم

تَتَفَكَّرُونَ ﴿٢١٩﴾ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ۗ وَيَسْأَلُونَكَ

فکر کرو دنیا و آخرت کی باتوں میں اور تجھ سے پوچھتے ہیں

عَنِ الْيَتَامَىٰ ۖ قُلْ إِصْلَاحٌ لَّهُمْ خَيْرٌ ۖ وَإِنْ

یتیموں کا حکم کہہ دے سنوارنا ان کے کام کا بہتر ہے اور اگر

تُخَالِطُوهُمْ فَإِخْوَانُكُمْ ۚ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ

ان کا خرچ ملا لو تو وہ تمہارے بھائی ہیں اور اللہ جانتا ہے خرابی کرنے والے اور

الْمُصْلِحِ ۚ وَلَوْ شَاءَ اللّٰهُ لَأَعْنَتَكُمْ ۚ إِنَّ اللّٰهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴿٢٢٠﴾

سنوارنے والے کو اور اگر اللہ چاہتا تو تم پر مشقت ڈالتا بیشک اللہ زبردست ہے تدبیر والا

◆ **مخلصین کی غلطیوں کا حکم** آیت سابقہ سے جماعت اصحاب مذکورہ بالا کو یہ تو معلوم ہو گیا کہ ہمارے اوپر اس بارے میں کوئی مواخذہ نہیں مگر یہ تردد ان کو تھا کہ دیکھئے اس جہاد کا ثواب بھی ملتا ہے یا نہیں اس پر یہ آیت اتری کہ جو لوگ ایمان لائے اور ہجرت کی اور اللہ کے واسطے اس کے دشمنوں سے لڑے اپنی کوئی غرض اس لڑائی میں نہ تھی وہ بیشک اللہ کی رحمت کے امیدوار اور اس کے مستحق ہیں اور اللہ اپنے بندوں کی خطا میں بخشنے والا اور ان پر انعام فرمانے والا ہے وہ ایسے تابعداروں کو محروم نہ کرے گا۔

◆ **شراب اور جوئے کا بیان** شراب اور جوئے کے حق میں کئی آیتیں اتریں ہر ایک میں ان کی برائی ظاہر کی گئی آخر سورہ مائدہ کی آیت میں صاف ممانعت کر دی گئی اب جو چیز نشہ لاوے وہ سب حرام ہیں اور جو شرط بدی جائے کسی چیز پر جس میں ہار اور جیت ہو وہ بھی حرام ہے اور ایک طرف کی شرط حرام نہیں۔

◆ شراب پینے سے عقل جاتی رہتی ہے جو تمام امور شنیعہ سے بچاتی ہے اور لڑائی اور قتل وغیرہ طرح طرح کی خرابیوں کی نوبت آتی ہے اور مختلف قسم کے امراض روحانی اور جسمانی پیدا ہوتے ہیں جو بسا اوقات باعث ہلاکت ہوتے ہیں اور جوا کھیلنے میں حرام مال کا کھانا اور سرقہ اور تضییع مال اور عیال و باہم دشمنی وغیرہ طرح طرح کے مفاسد ظاہری و باطنی پیش آتے ہیں ہاں ان میں سرسری نفع بھی ہے مثلاً شراب پی کر لذت و سرور ہو گیا اور جوا کھیل کر بلا مشقت مال ہاتھ آ گیا۔

◆ **مال خرچ کرنے کے آداب** لوگوں نے پوچھا تھا کہ مال اللہ کے واسطے کس قدر خرچ کریں۔ حکم ہوا کہ جو اپنے اخراجات ضروری سے افزوں ہو (زائد) اور کیونکہ جیسا آخرت کا فکر ضرور ہے دنیا کا فکر بھی ضرور ہے اگر سارا مال لٹا دو تو اپنی ضروریات کیونکر پوری کرو اور جو حقوق تم پر لازم ہیں ان کو کیونکر ادا کرو معلوم نہیں کس کس خرابی دینی اور دنیوی میں پھنسو۔

◆ یعنی دنیا فانی اور زائل ہونی ہے اور آخرت باقی اور موطن ثواب ہے اس لئے سوچ سمجھ کر ہر ایک امر میں اس کے مناسب حال خرچ کرنا چاہئے اور مصلحت دنیا و آخرت دونوں کو پیش نظر رکھنا مناسب ہے اور احکام کو واضح طور پر بیان فرمانے سے یہی مطلب ہے کہ تم کو فکر کرنے کا موقع ملے۔

◆ **یتیموں کے مال کا حکم** بعض لوگ یتیم کے مال میں احتیاط نہ کرتے تھے تو ان پر حکم ہوا تھا وَلَا تَقْرَبُوا مَالَ الْيَتِيمِ إِلَّا بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ اور إِنَّ الَّذِينَ يَأْكُلُونَ أَمْوَالَ الْيَتَامَىٰ ظُلْمًا ... الخ اس پر جو لوگ یتیموں کی پرورش کرتے تھے وہ ڈر گئے اور یتیموں کے کھانے اور خرچ کو بالکل جدا کر دیا کیونکہ شرکت کی حالت میں یتیم کا مال کھا جانے کا ڈر تھا تو اس میں یہ دشواری ہوئی کہ ایک چیز یتیم کے واسطے تیار کی اب جو کچھ بچ رہی وہ خراب جاتی اور تنگی پڑتی اس احتیاط میں یتیموں کا نقصان ہونے لگا تو آپ سے عرض کیا تو اس پر اب یہ آیت نازل ہوئی۔

◆ یعنی مقصود تو صرف یہ بات ہے کہ یتیم کے مال کی درستی اور اصلاح ہو سو جس موقع میں علیحدگی میں یتیم کا نفع ہو تو اس کو اختیار کرنا چاہئے اور جہاں شرکت میں بہتری نظر آئے تو ان کا خرچ شامل کر لو تو کچھ مضائقہ نہیں کہ ایک وقت ان کی چیز کھا لی تو دوسرے وقت اپنی چیز ان کو کھلا دی کیونکہ وہ یتیم بچے تمہارے دینی یا نسبی بھائی ہیں اور بھائیوں میں شرکت اور کھانا اور کھلانا بیجا نہیں ہاں یہ ضرور ہے کہ یتیموں کی اصلاح کی رعایت پوری رہے اور اللہ خوب جانتا ہے کہ اس شرکت سے کس کو خیانت اور افساد مال یتیم مقصود ہے اور کس کو یتیموں کی اصلاح اور ان کی نفع رسانی منظور ہے۔

◆ مشقت ڈالتا یعنی کھانے پینے میں یتیموں کی شرکت علی وجہ الاصلاح بھی مباح نہ فرماتا یا یہ کہ بلا علم و بلا قصد مجبوراً بھی اگر کچھ کمی بیشی ہو جاتی تو اس پر بھی مواخذہ کرتا۔

◆ یعنی بھاری سے بھاری حکم دے سکتا ہے اس لئے کہ وہ زبردست ہے لیکن ایسا نہ کیا بلکہ سہولت کا حکم دیا اس لئے کہ وہ حکمت اور مصلحت کے موافق کرنے والا ہے۔

وَلَا تَنكِحُوا الْمُشْرِكَٰتِ حَتَّىٰ يُؤْمِنَّ ۚ وَلَأَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ

اور نکاح مت کرو مشرک عورتوں سے — جب تک ایمان نہ لے آئیں — اور البتہ لونڈی مسلمان

خَيْرٌ مِّن مُّشْرِكَةٍ وَلَوْ أَعْجَبَتْكُمْ ۗ وَلَا تُنكِحُوا

بہتر ہے — مشرک بی بی سے — اگرچہ وہ تم کو بھلی لگے — اور نکاح نہ کر دو

الْمُشْرِكِينَ حَتَّىٰ يُؤْمِنُوا ۚ وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّن

مشرکین سے — جب تک وہ ایمان نہ لے آویں — اور البتہ غلام مسلمان — بہتر ہے

مُّشْرِكٍ وَلَوْ أَعْجَبَكُمْ ۗ أُولَٰئِكَ يَدْعُونَ إِلَى النَّارِ ۖ

مشرک سے — اگرچہ وہ تم کو بھلا لگے ◆ — وہ بلاتے ہیں — دوزخ کی طرف ◆

وَاللَّهُ يَدْعُو إِلَى الْجَنَّةِ وَالْمَغْفِرَةِ بِإِذْنِهِ ۖ

اور اللہ بلاتا ہے — جنت کی اور بخشش کی طرف — اپنے حکم سے

وَيُبَيِّنُ آيَاتِهِ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ ﴿٢٢١﴾

اور بتلاتا ہے اپنے حکم — لوگوں کو — تاکہ وہ — نصیحت قبول کریں

وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الْمَحِيضِ ۖ قُلْ هُوَ أَذًى فَاعْتَزِلُوا

اور تجھ سے پوچھتے ہیں — حکم حیض کا — کہہ دے — وہ گندگی ہے — سو تم الگ رہو

النِّسَاءَ فِي الْمَحِيضِ ۖ وَلَا تَقْرَبُوهُنَّ حَتَّىٰ

عورتوں سے — حیض کے وقت ◆ — اور نزدیک نہ ہو ان کے — جب تک

يَطْهُرْنَ ۖ فَإِذَا تَطَهَّرْنَ فَأْتُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ أَمَرَكُمُ

پاک نہ ہو جاویں ◆ — پھر جب خوب پاک ہو جاویں — تو جاؤ ان کے پاس — جہاں سے حکم دیا تم کو

مشرک عورتوں سے نکاح کا حکم | پہلے مسلمان مرد اور کافر عورت اور اس کے برعکس دونوں صورتوں میں نکاح کی اجازت تھی اس آیت سے اس کو منسوخ کر دیا گیا اگر مرد یا عورت مشرک ہو تو اس کا نکاح مسلمان سے درست نہیں، نکاح کے بعد ایک مشرک ہو گیا تو نکاح سابق ٹوٹ جائے گا اور شرک یہ کہ علم یا قدرت یا کسی اور صفت خداوندی میں کسی کو خدا کا مماثل سمجھے یا خدا کے مثل کسی کی تعظیم کرنے لگے مثلاً کسی کو سجدہ کرے یا کسی کو حق سمجھ کر اس سے اپنی حاجت مانگے۔ باقی اتنی بات دیگر آیات سے معلوم ہوئی کہ یہود اور نصاریٰ کی عورتوں سے مسلمان مرد کا نکاح درست ہے وہ مشرکین میں داخل نہیں بشرطیکہ وہ اپنے دین پر قائم ہوں دہریہ اور ملحد نہ ہوں جیسا کہ اکثر نصاریٰ آجکل کے نظر آتے ہیں خلاصہ تمام آیت کا یہ ہے کہ مسلمان مرد کو مشرک عورت سے نکاح کرنا درست نہیں ہو جب تک مسلمان نہ ہو جائے بیشک لونڈی مسلمان کافر عورت سے بہتر ہے گو وہ آزاد بی بی ہی کیوں نہ ہو اگرچہ مشرکہ بی بی بسبب مال اور جمال اور شرافت کے تم کو پسند آئے اور ایسے ہی مسلمان عورت کا نکاح مشرک مرد سے نہ کرو مسلمان غلام بھی مشرک سے بہت بہتر ہے گو وہ آزاد ہی کیوں نہ ہو اگرچہ مشرک مرد بسبب صورت اور دولت کے تم کو پسند ہوں یعنی مسلمان ادنیٰ سے ادنیٰ بھی مشرک سے بہت افضل ہے گو وہ اعلیٰ سے اعلیٰ ہی کیوں نہ ہو۔

یعنی مشرکین اور مشرکات جن کا ذکر ہوا ان کے اقوال ان کے افعال ان کی محبت ان کے ساتھ اختلاط کرنا شرک کی نفرت اور اس کی برائی دل سے کم کرتا ہے اور شرک کی طرف رغبت کا باعث ہوتا ہے جس کا انجام دوزخ ہے اس لئے ایسوں کے ساتھ نکاح کرنے سے اجتناب کلی لازم ہے۔

حیض کے احکام | حیض کہتے ہیں اس خون کو جو عورتوں کی عادت ہے اس حالت میں مجامعت کرنا نماز روزہ سب حرام ہیں اور خلاف عادت جو خون آئے وہ بیماری ہے اس میں مجامعت نماز روزہ سب درست ہیں اس کا حکم ایسا ہے جیسا زخم یا فصد سے خون نکلنے کا۔ یہود اور مجوس حالت حیض میں عورت کے ساتھ کھانے اور ایک گھر میں رہنے کو بھی جائز نہ سمجھتے تھے اور نصاریٰ مجامعت سے بھی پرہیز نہ کرتے تھے آپ سے پوچھا گیا تو اس پر یہ آیت اتری آپ نے اس پر صاف فرما دیا کہ مجامعت اس حالت میں حرام ہے اور ان کے ساتھ کھانا پینا رہنا سہنا سب درست ہیں یہود کا افراط اور نصاریٰ کی تفریط دونوں مردود ہو گئیں۔

پاک ہونے میں یہ تفصیل ہے کہ اگر حیض اپنی پوری مدت یعنی دس دن پر موقوف ہوا تو اسی وقت سے مجامعت درست ہے اور اگر دس دن سے پہلے ختم ہو گیا مثلاً چھ روز کے بعد اور عورت کی عادت بھی چھ روز کی تھی تو مجامعت خون کے موقوف ہوتے ہی درست نہیں بلکہ جب عورت غسل کر لے یا نماز کا وقت ختم ہو جائے اس کے بعد مجامعت درست ہوئی اور اگر عورت کی عادت سات یا آٹھ دن کی تھی تو ان دنوں کے پورا کرنے کے بعد مجامعت درست ہوگی۔

اللّٰهُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ ﴿۲۲۲﴾

اللہ نے ◆ بیشک اللہ کو پسند آتے ہیں توبہ کرنے والے اور پسند آتے ہیں گندگی سے بچنے والے ◆

نِسَاۗؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ ۠ فَاْتُوْا حَرْثَكُمْ اَنّٰى شِئْتُمْ ۡ

تمہاری عورتیں تمہاری کھیتی ہیں سو جاؤ اپنی کھیتی میں جہاں سے چاہو ◆

وَقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ ۭ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ

اور آگے کی تدبیر کرو اپنے واسطے ◆ اور ڈرتے رہو اللہ سے اور جان رکھو کہ تم کو

مُّلٰقُوْهُ ۭ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۲۲۳﴾ وَلَا تَجْعَلُوا اللّٰهَ عُرْضَةً

اس سے ملنا ہے اور خوشخبری سنا ایمان والوں کو اور مت بناؤ اللہ کے نام کو نشانہ

لِّاَيْمَانِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْا وَتَتَّقُوْا وَتُصْلِحُوْا بَيْنَ

اپنی قسمیں کھانے کے لیے کہ سلوک کرنے سے اور پرہیزگاری سے اور لوگوں میں صلح کرانے سے

النَّاسِ ۭ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۲۴﴾ لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ

تم کو ◆ اور اللہ سب کچھ سنتا جانتا ہے ◆ نہیں پکڑتا تم کو اللہ

بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا كَسَبَتْ

بیہودہ قسموں پر تمہاری ◆ لیکن پکڑتا ہے تم کو ان قسموں پر کہ جن کا قصد کیا

قُلُوْبُكُمْ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ﴿۲۲۵﴾ لِلَّذِيْنَ يُؤْلُوْنَ

تمہارے دلوں نے ◆ اور اللہ بخشنے والا تحمل کرنے والا ہے ◆ جو لوگ قسم کھا لیتے ہیں

مِنْ نِّسَاۗىِٕهِمْ تَرَبُّصُ اَرْبَعَةِ اَشْهُرٍ ۚ فَاِنْ فَاۗءُوْ

اپنی عورتوں کے پاس جانے سے ان کے لیے مہلت ہے چار مہینے کی پھر اگر باہم مل گئے

فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿٢٢٦﴾ وَإِنْ عَزَمُوا الطَّلَاقَ

فَإِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴿٢٢٧﴾ وَالْمُطَلَّقَاتُ يَتَرَبَّصْنَ

بِأَنفُسِهِنَّ ثَلَاثَةَ قُرُوءٍ ۚ وَلَا يَحِلُّ لَهُنَّ أَن

يَكْتُمْنَ مَا خَلَقَ اللَّهُ فِي أَرْحَامِهِنَّ إِن كُنَّ

يُؤْمِنَّ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ۚ وَبُعُولَتُهُنَّ أَحَقُّ

بِرَدِّهِنَّ فِي ذَٰلِكَ إِنْ أَرَادُوا إِصْلَاحًا ۚ وَلَهُنَّ

مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ ۚ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ

دَرَجَةٌ ۗ وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴿٢٢٨﴾ الطَّلَاقُ مَرَّتَانِ ۖ

فَإِمْسَاكٌ بِمَعْرُوفٍ أَوْ تَسْرِيحٌ بِإِحْسَانٍ ۗ وَلَا يَحِلُّ

◆ **ایلاء کے احکام** یعنی اگر کوئی قسم کھاوے کہ میں اپنی عورت کے پاس نہ جاؤں گا تو اگر چار مہینے کے اندر عورت کے پاس گیا تو قسم کا کفارہ دیگا اور عورت اس کے نکاح میں رہے گی اور اگر چار مہینے گذر گئے اور اس کے پاس نہ گیا تو عورت پر طلاق بائن ہو جائے گی۔ فائدہ ایلاء شرع میں اس کو کہتے ہیں کہ عورت کے پاس جانے سے چار مہینے یا زائد کے لئے یا بلا قید مدت قسم کھالے اور چار مہینے سے کم ایلاء نہ ہوگا ایلاء کی تینوں صورتوں میں چار مہینے کے اندر عورت کے پاس جائے گا تو قسم کا کفارہ دینا پڑے گا ورنہ چار ماہ کے ختم پر بلا طلاق دیئے عورت مطلقہ بائنہ ہو جائے گی اور اگر چار مہینے سے کم پر قسم کھائے مثلاً قسم کھائی کہ تین مہینے عورت کے پاس نہ جاؤں گا تو یہ ایلاء شرعی نہیں اس کا یہ حکم ہے کہ اگر قسم کو توڑا مثلاً صورت مذکورہ میں تین مہینے کے اندر عورت کے پاس گیا تو قسم کا کفارہ لازم ہوگا اور اگر قسم کو پورا کیا یعنی تین مہینے تک مثلاً اس کے پاس نہ گیا تو نہ عورت پر طلاق پڑے گی اور نہ کفارہ لازم ہوگا۔

◆ **طلاق اور عدت کے احکام** جب مرد نے عورت کو طلاق دی تو ابھی اس عورت کو کسی دوسرے مرد سے نکاح روا نہیں جب تک تین حیض پورے نہ ہو جائیں تاکہ حمل ہو تو معلوم ہو جائے اور کسی کی اولاد کسی کو نہ مل جائے اس لئے عورت پر فرض ہے کہ جو ان کے پیٹ میں ہو اس کو ظاہر کر دیں خواہ حمل ہو یا حیض آتا ہو اور اسی مدت کو عدت کہتے ہیں۔ فائدہ معلوم کرنا چاہئے کہ یہاں مطلقات سے خاص وہ عورتیں مراد ہیں کہ ان سے نکاح کے بعد صحبت یا خلوت صحیحہ کی نوبت خود آچکی ہو اور ان عورتوں کو حیض بھی آتا ہو اور آزاد بھی ہوں کسی کی لونڈی نہ ہوں کیونکہ جس عورت سے صحبت یا خلوت کی نوبت نہ آنے پائی اس پر طلاق کے بعد عدت بالکل نہیں اور جس عورت کو حیض نہ آئے مثلاً صغیر سن ہے یا بہت بوڑھی ہو گئی یا اس کو حمل ہے تو پہلی دونوں صورتوں میں اس کی عدت تین مہینے ہے اور حاملہ کی عدت وضع حمل ہے اور جو عورت آزاد نہ ہو بلکہ کسی کی شرعی قاعدہ کے موافق لونڈی ہو اگر اس کو حیض آتا ہو تو اس کی عدت دو حیض اور حیض نہ آئے تو اگر وہ صغیرہ یا بڑھیا ہے تو اس کی عدت ڈیڑھ مہینہ ہے اور حاملہ ہے تو وہی وضع حمل ہے دوسری آیتوں اور حدیثوں سے یہ تفصیل ثابت ہے۔

◆ **طلاق سے رجوع کرنے کا حکم** یعنی عدت کے اندر مرد چاہے تو عورت کو پھر رکھ لے اگرچہ عورت کی خوشی نہ ہو مگر اس لوٹانے سے مقصود سلوک اور اصلاح ہو۔ عورت کو ستانا یا اس کو دبانا یا اس سے مہر کا معاف کرانا منظور نہ ہو یہ ظلم ہے اگر ایسا کرے گا گنہگار ہوگا گو رجعت بھی صحیح ہو جائے گی۔

◆ **مردوں کی عورتوں پر فضیلت** یعنی یہ امر تو حق ہے کہ جیسے مردوں کے حقوق عورتوں پر ہیں ایسے ہی عورتوں کے حقوق مردوں پر ہیں جن کا قاعدہ کے موافق ادا کرنا ہر ایک پر ضروری ہے تو اب مرد کو عورت کے ساتھ بدسلوکی اور ایذا کی ہر قسم کی حق تلفی ممنوع ہوئی مگر یہ بھی ہے کہ مردوں کو عورتوں پر فضیلت اور فوقیت ہے تو اس لئے رجعت میں اختیار مرد کو دیا گیا۔

◆ **صرف دو طلاقیں** اسلام سے پہلے دستور تھا کہ دس بیس جتنی بار چاہے زوجہ کو طلاق دیتا پھر عدت کے ختم ہونے سے پہلے رجعت کر لیتے پھر جب چاہتے طلاق دیتے اور رجعت کر لیتے اور اس صورت سے بعض شخص عورتوں کو اسی طرح بہت ستاتے اس واسطے یہ آیت اتری کہ طلاق جس میں رجعت ہو سکے کل دو بار ہے ایک یا دو طلاق تک تو اختیار دیا گیا کہ عدت کے اندر مرد چاہے تو عورت کو پھر دستور کے موافق رکھ لے یا بھلی طرح سے چھوڑ دے پھر بعد عدت کے رجعت باقی نہیں رہتی ہاں اگر دونوں راضی ہوں تو دوبارہ نکاح کر سکتے ہیں اور اگر تیسری بار طلاق دے گا تو پھر ان میں نکاح بھی درست نہیں ہوگا جب تک دوسرا خاوند اس سے نکاح کر کے صحبت نہ کر لے۔ فائدہ فَإِمْسَاكٌ بِمَعْرُوفٍ اور تَسْرِيحٌ بِإِحْسَانٍ سے غرض یہ ہے کہ رجعت کرے تو موافقت اور حسن معاشرت کے ساتھ رہے عورت کو قید میں رکھ کر ستانا مقصود نہ ہو جیسا کہ ان میں دستور تھا ورنہ سہولت اور خوبی کے ساتھ اس کو رخصت کرے۔

لَكُمْ أَنْ تَأْخُذُوا مِمَّا آتَيْتُمُوهُنَّ شَيْئًا إِلَّا أَنْ

نہیں کہ لے لو کچھ اپنا دیا ہوا عورتوں سے مگر جب کہ

يَخَافَا أَلَّا يُقِيمَا حُدُودَ اللَّهِ ۖ فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا

خاوند عورت دونوں ڈریں اس بات سے کہ قائم نہ رکھ سکیں گے حکم اللہ کا ۞ پھر اگر تم لوگ ڈرو اس بات سے

يُقِيمَا حُدُودَ اللَّهِ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيمَا

کہ وہ دونوں قائم نہ رکھ سکیں گے اللہ کا حکم تو کچھ گناہ نہیں دونوں پر اس میں

افْتَدَتْ بِهِ ۗ تِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ فَلَا تَعْتَدُوهَا ۚ

کہ عورت بدلہ دے کر چھوٹ جاوے ۞ یہ اللہ کی باندھی ہوئی حدیں ہیں سو ان سے آگے مت بڑھو

وَمَنْ يَتَعَدَّ حُدُودَ اللَّهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ ﴿٢٢٩﴾

اور جو کوئی بڑھ چلے اللہ کی باندھی ہوئی حدوں سے سو وہی لوگ ہیں ظالم ۞

فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتَّىٰ تَنْكِحَ

پھر اگر اس عورت کو طلاق دی یعنی تیسری بار تو اب حلال نہیں اس کو وہ عورت اس کے بعد جب تک نکاح نہ کرے

زَوْجًا غَيْرَهُ ۗ فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا

کسی خاوند سے اس کے سوا پھر اگر طلاق دے دے دوسرا خاوند تو کچھ گناہ نہیں ان دونوں پر

أَنْ يَتَرَاجَعَا إِنْ ظَنَّا أَنْ يُقِيمَا حُدُودَ اللَّهِ ۗ وَتِلْكَ

کہ پھر باہم مل جاویں اگر خیال کریں کہ قائم رکھیں گے اللہ کا حکم اور یہ

حُدُودُ اللَّهِ يُبَيِّنُهَا لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ ﴿٢٣٠﴾ وَإِذَا طَلَّقْتُمُ

حدیں باندھی ہوئی ہیں اللہ کی بیان فرماتا ہے ان کو واسطے جاننے والوں کے ۞ اور جب طلاق دی تم نے

◆ یعنی مردوں کو یہ روا نہیں کہ عورتوں کو جو مہر دیا ہے اس کو طلاق کے بدلہ میں واپس لینے لگیں البتہ یہ جب روا ہے کہ نباہ دشوار ہو اور کسی طرح دونوں میں موافقت نہ آئے اور ان کو اس بات کا اندیشہ ہو کہ بوجہ شدت مخالفت ہم احکام خداوندی کی پابندی معاشرت باہمی میں نہ کر سکیں گے اور مرد کی طرف سے ادائے حقوق زوجیہ میں قصور بھی نہ ہو ورنہ مال لینا زوج کو حرام ہے۔

◆ **خلع کا بیان** | یعنی اے مسلمانو! اگر تم کو یہ ڈر ہو کہ خاوند اور بیوی میں ایسی ناچاقی ہے کہ ان کی گذران موافقت سے نہ ہوگی تو پھر ان دونوں پر کچھ گناہ نہیں کہ عورت مال دے کر اپنے آپ کو نکاح سے چھڑا لے اور مرد وہ مال لے لے اس کو خلع کہتے ہیں اور جب اس ضرورت کی حالت میں زوجین کو خلع کرنا درست ہوا تو سب مسلمانوں کو اس میں سعی کرنی ضرور درست ہوگی۔ **فائدہ** | ایک عورت آپ کی خدمت میں آئی اور عرض کیا کہ میں اپنے خاوند سے ناخوش ہوں اس کے یہاں رہنا نہیں چاہتی آپ نے تحقیق کیا تو عورت نے کہا کہ وہ میرے حقوق میں کوتاہی نہیں کرتا اور نہ اس کے اخلاق و دین پر مجھ کو اعتراض ہے لیکن مجھ کو اس سے منافرت طبعی ہے آپ نے عورت سے مہر واپس کرا دیا اور زوج سے طلاق دلوا دی اس پر یہ آیت اتری۔

◆ یہ سب احکام مذکورہ یعنی طلاق اور رجعت اور خلع حدود اور قواعد مقرر فرمودۂ حق تعالیٰ ہیں ان کی پوری پابندی لازم ہے کسی قسم کا خلاف اور تغیر اور کوتاہی ان میں نہ کرنی چاہئے۔

◆ **تیسری طلاق کا حکم** | یعنی اگر زوج اپنی عورت کو تیسری بار طلاق دیگا تو پھر وہ عورت اس کے لئے حلال نہ ہوگی تاوقتیکہ وہ عورت دوسرے شخص سے نکاح نہ کر لے اور دوسرا خاوند اس سے صحبت کر کے اپنی خوشی سے طلاق نہ دے اس کی عدت پوری کر کے پھر زوج اول سے نکاح جدید ہو سکتا ہے اس کو حلالہ کہتے ہیں اور حلالہ کے بعد زوج اول کے ساتھ نکاح ہونا جب ہی روا ہے کہ ان کو حکم خداوندی کے قائم رکھنے یعنی ایک دوسرے کے حقوق ادا کرنے کا خیال اور اس پر اعتماد ہو ورنہ پھر نزاع باہمی اور اتلاف حقوق کی نوبت آئے گی اور گناہ میں مبتلا ہوں گے۔

النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ

عورتوں کو پھر وہ پہنچیں اپنی عدت تک ♦ تو رکھ لو ان کو موافق دستور کے

اَوْ سَرِّحُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ وَّلَا تُمْسِكُوْهُنَّ ضِرَارًا

یا چھوڑ دو ان کو بھلی طرح سے اور نہ روکے رکھو ان کو ستانے کے لئے

لِّتَعْتَدُوْا ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ ؕ

تاکہ ان پر زیادتی کرو ♦ اور جو ایسا کرے گا وہ بیشک اپنا ہی نقصان کرے گا

وَلَا تَتَّخِذُوْٓا اٰيٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا ز وَّاذْكُرُوْا نِعْمَتَ

اور مت ٹھہراؤ اللہ کے احکام کو ہنسی اور یاد کرو اللہ کا احسان

اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَمَآ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنَ الْكِتٰبِ

جو تم پر ہے اور اس کو کہ جو اتاری تم پر کتاب

وَالْحِكْمَةِ يَعِظُكُمْ بِهٖ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ

اور علم کی باتیں کہ تم کو نصیحت کرتا ہے اس کے ساتھ اور ڈرتے رہو اللہ سے اور جان رکھو کہ

اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۲۳۱﴾ وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ

اللہ سب کچھ جانتا ہے ♦ اور جب طلاق دی تم نے عورتوں کو

فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ اَنْ يَّنْكِحْنَ

پھر پورا کر چکیں اپنی عدت کو تو اب نہ روکو ان کو اس سے کہ نکاح کر لیں

اَزْوَاجَهُنَّ اِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ ذٰلِكَ

اپنے انہی خاوندوں سے جب کہ راضی ہو جاویں آپس میں موافق دستور کے ♦ یہ

◆ یعنی عدت ختم ہونے کو آئی۔

◆ **رجعت کے آداب** یعنی عدت ختم ہونے تک خاوند کو اختیار ہے کہ اس عورت کو موافقت اور اتحاد کے ساتھ پھر ملا لے یا خوبی اور رضامندی کے ساتھ بالکل چھوڑ دے یہ ہرگز جائز نہیں کہ قید میں رکھ کر اس کو ستانے کے قصد سے رجعت کر لے جیسا کہ بعض اشخاص کیا کرتے تھے۔ فائدہ آیت سابقہ یعنی الطلاق مرتان الخ میں یہ بتلایا تھا کہ دو طلاق تک زوج کو اختیار ہے کہ عورت کو عدت کی ہی پھر ملا لے یا بالکل چھوڑ دے اب اس آیت میں یہ ارشاد ہے کہ یہ اختیار صرف عدت تک ہے عدت کے بعد زوج کو اختیار مذکور حاصل نہ ہوگا اس لئے کوئی تکرار کا شبہ نہ کرے۔

◆ نکاح طلاق ایلاء خلع رجعت حلالہ وغیرہ میں بڑی حکمتیں اور مصلحتیں ہیں ان میں حیلے کرنے اور بیہودہ اغراض کو دخل دینا مثلاً کوئی رجعت کرلے اور اس سے مقصود عورت کو تنگ کرنا ہے تو گویا اللہ کے احکام کے ساتھ ٹھٹھا بازی ٹھہری نعوذ باللہ من ذلک اللہ کو سب کچھ روشن ہے ایسے حیلوں سے بجز معصیت اور کیا حاصل ہو سکتا ہے۔

◆ **معروف طریقے کے معنی** ایک عورت کو اس کے خاوند نے ایک یا دو طلاق دی اور پھر عدت میں رجعت بھی نہ کی جب عدت ختم ہو چکی تو دوسرے لوگوں کے ساتھ زوج اول نے بھی نکاح کا پیام دیا عورت بھی اس پر راضی تھی مگر عورت کے بھائی کو غصہ آیا اور نکاح کو روک دیا اس پر یہ حکم اترا عورت کی خوشنودی اور بہبودی کو ملحوظ رکھو اس کے موافق نکاح ہونا چاہئے اپنے کسی خیال اور ناخوشی کو دخل مت دو اور یہ خطاب عام ہے نکاح سے روکنے والوں کو سب کو خواہ زوج اول جس نے کہ طلاق دی ہے وہ دوسری جگہ عورت کو نکاح کرنے سے روکے یا عورت کے ولی اور وارث عورت کو پہلے خاوند سے یا کسی دوسری جگہ نکاح کرنے سے مانع ہوں سب کو روکنے سے ممانعت آگئی ہاں اگر خلاف قاعدہ کوئی بات ہو مثلاً غیر کفو میں عورت نکاح کرنے لگے یا پہلے خاوند کی عدت کے اندر کسی دوسرے سے نکاح کرنا چاہے تو بیشک ایسے نکاح سے روکنے کا حق ہے بالمعروف فرمانے کا یہی مطلب ہے۔

يُوعَظُ بِهٖ مَنْ كَانَ مِنْكُمْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ

نصیحت اس کو کی جاتی ہے جو کوئی تم میں سے ایمان رکھتا ہے اللہ پر اور قیامت کے

الْاٰخِرِ ۭ ذٰلِكُمْ اَزْكٰى لَكُمْ وَاَطْهَرُ ۭ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ

دن پر ◆ اس میں تمہارے واسطے بڑی ستھرائی ہے اور بہت پاکیزگی اور اللہ جانتا ہے اور تم

لَا تَعْلَمُوْنَ ۝۲۳۲ وَالْوَالِدٰتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ

نہیں جانتے ◆ اور بچے والی عورتیں دودھ پلاویں اپنے بچوں کو

حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ اَرَادَ اَنْ يُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ ۭ

دو برس پورے جو کوئی چاہے کہ پوری کرے دودھ کی مدت ◆

وَعَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهٗ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۭ

اور لڑکے والے یعنی باپ پر ہے کھانا اور کپڑا ان عورتوں کا موافق دستور کے

لَا تُكَلَّفُ نَفْسٌ اِلَّا وُسْعَهَا ۚ لَا تُضَاۗرَّ وَالِدَةٌ

تکلیف نہیں دی جاتی کسی کو مگر اس کی گنجائش کے موافق نہ نقصان دیا جاوے ماں کو

بِوَلَدِهَا وَلَا مَوْلُوْدٌ لَّهٗ بِوَلَدِهٖ ۤ وَعَلَى الْوَارِثِ

اس کے بچہ کی وجہ سے اور نہ اس کو کہ جس کا وہ بچہ ہے یعنی باپ کو اس کے بچہ کی وجہ سے ◆ اور وارثوں پر بھی

مِثْلُ ذٰلِكَ ۚ فَاِنْ اَرَادَا فِصَالًا عَنْ تَرَاضٍ مِّنْهُمَا

یہی لازم ہے ◆ پھر اگر ماں باپ چاہیں کہ دودھ چھڑا لیں یعنی دو برس کے اندر ہی اپنی رضا

وَتَشَاوُرٍ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا ۭ وَاِنْ اَرَدْتُّمْ اَنْ

اور مشورہ سے تو ان پر کچھ گناہ نہیں ◆ اور اگر تم لوگ چاہو کہ

یہ سب احکام حکمت سے پُر ہیں | یعنی حکم جو مذکور ہوئے اُن سے اہل ایمان کو نصیحت دی جاتی ہے کیونکہ اس نصیحت سے وہی مستفیض ہوتے ہیں اور یوں تو نصیحت سب کے لئے ہے کسی کی خصوصیت نہیں اور مومنین کے خاص کرنے سے دوسروں پر تہدید اور اُن کی تحقیر بھی مفہوم ہوتی ہے یعنی جو لوگ ان حکموں پر عمل نہیں کرتے گویا اُن کو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان ہی نہیں۔

یعنی عورت کو نکاح سے مت روکنے اور اس کے نکاح ہو جانے میں وہ پاکیزگی ہے جو نکاح سے روکنے میں ہرگز نہیں اور عورت جب کہ پہلے خاوند کی طرف راغب ہو تو اسی کے ساتھ نکاح ہو جانے میں وہ پاکیزگی ہے کہ دوسرے کے ساتھ نکاح کرنے میں ہرگز نہیں اللہ تعالیٰ ان کے دلوں کی باتوں کو اور نفع نقصان آئندہ کو خوب جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔

رضاعت کے احکام | یعنی ماں کو حکم ہے کہ اپنے بچہ کو دو برس تک دودھ پلائے اور یہ مدت اس کے لئے ہے جو ماں باپ بچہ کے دودھ پینے کی مدت کو پورا کرنا چاہیں ورنہ اس میں کمی بھی جائز ہے جیسا آیت کے اخیر میں آتا ہے اور اس حکم میں وہ مائیں بھی داخل ہیں جن کا نکاح باقی ہے اور وہ بھی جن کو طلاق مل چکی ہو یا ان کی عدت بھی گذر چکی ہو ہاں اتنا فرق ہوگا کہ کھانا کپڑا منکوحہ اور معتدہ کو تو دینا زوج کو ہر حال میں لازم ہے دودھ پلائے یا نہ پلائے اور عدت ختم ہو چکی تو پھر صرف دودھ پلانے کی وجہ سے دینا ہوگا اور اس آیت سے یہ معلوم ہوا کہ دودھ کی مدت کو جس ماں سے پورا کرانا چاہیں یا جس صورت میں باپ سے دودھ پلانے کی اجرت ماں دلوانا چاہیں تو اس کی انتہا دو برس کامل ہیں یہ معلوم نہیں ہوا کہ علی العموم دودھ پلانے کی مدت دو برس سے زیادہ نہیں۔

یعنی باپ کو بچہ کی ماں کو کھانا کپڑا اچھی طرح میں دینا پڑے گا اول صورت میں تو اس لئے کہ وہ اس کے نکاح میں ہے دوسری صورت میں عدت میں ہے اور تیسری صورت میں دودھ پلانے کی اجرت دینی ہوگی اور بچہ کے ماں باپ بچہ کی وجہ سے ایک دوسرے کو تکلیف نہ دیں مثلاً ماں بلاوجہ دودھ پلانے سے انکار کرے یا باپ بلاسبب ماں سے بچہ کو جدا کر کے کسی اور سے دودھ پلوائے یا کھانے کپڑے میں تنگی کرے۔

یعنی اگر باپ مر جاوے تو بچہ کے وارثوں پر بھی یہی لازم ہے کہ دودھ پلانے کی مدت میں اس کی ماں کے کھانے کپڑے کا خرچ اٹھائیں اور تکلیف نہ پہنچائیں اور وارث سے مراد وہ وارث ہے جو محرم بھی ہو۔

یعنی اگر ماں باپ کسی مصلحت کی وجہ سے دو سال کے اندر ہی بچہ کی مصلحت کا لحاظ کر کے باہمی مشورہ اور رضامندی سے دودھ چھڑانا چاہیں تو اس میں گناہ نہیں مثلاً ماں کا دودھ اچھا نہ ہو۔

تَسْتَرْضِعُوْٓا اَوْلَادَكُمْ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِذَا سَلَّمْتُمْ

دودھ پلواؤ کسی دایہ سے | اپنی اولاد کو | تو تم پر کچھ گناہ نہیں | جب کہ حوالہ کردو

مَّآ اٰتَيْتُمْ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ

جو تم نے دینا ٹھہرایا تھا | موافق دستور کے ◆ | اور ڈرو اللہ سے | اور جان رکھو | کہ

اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝ وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ

اللہ تمہارے سب کاموں کو خوب دیکھتا ہے | اور جو لوگ | مر جاویں

مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا يَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ

تم میں سے | اور چھوڑ جاویں اپنی عورتیں | تو چاہیے کہ وہ عورتیں انتظار میں رکھیں | اپنے آپ کو

اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا ۚ فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ

چار مہینے اور دس دن ◆ | پھر جب پورا کر چکیں | اپنی عدت کو

فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا فَعَلْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِنَّ

تو تم پر کچھ گناہ نہیں | اس بات میں کہ کریں | وہ اپنے حق میں

بِالْمَعْرُوْفِ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۝ وَلَا

قاعدہ کے موافق ◆ | اور اللہ تمہارے تمام کاموں کی خبر رکھتا ہے | اور کچھ

جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا عَرَّضْتُمْ بِهٖ مِنْ خِطْبَةِ النِّسَآءِ

گناہ نہیں تم پر | اس میں | کہ اشارہ میں کہو پیغام نکاح ان عورتوں کا

اَوْ اَكْنَنْتُمْ فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ ؕ عَلِمَ اللّٰهُ اَنَّكُمْ سَتَذْكُرُوْنَهُنَّ

یا پوشیدہ رکھو | اپنے دل میں | اللہ کو معلوم ہے | کہ تم البتہ ان عورتوں کا ذکر کرو گے

◆ یعنی اے مردو اگر تم کسی ضرورت یا مصلحت سے ماں کے سوا کسی دوسری عورت سے دودھ پلوانا چاہو تو اس میں بھی گناہ نہیں مگر اس کی وجہ سے ماں کا کچھ حق نہ کاٹ رکھے بلکہ دستور کے موافق جو ماں کو دینا ٹھہرایا تھا وہ دے دے اور یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ دودھ پلانے والی کا حق نہ کاٹ لے۔

◆ **موت کی عدت** | پہلے گذر چکا ہے کہ طلاق کی عدت میں تین حیض انتظار کرے اب فرمایا کہ موت کی عدت میں چار مہینے دس دن انتظار کرے سو اس مدت میں اگر معلوم ہو گیا کہ عورت کو حمل نہیں تو عورت کو نکاح کی اجازت ہو گی ورنہ وضع حمل کے بعد اجازت ہو گی اس کی تفصیل سورۂ طلاق میں آئے گی حقیقت میں تین حیض یا چار مہینے دس دن حمل کے انتظار اور اس کے دریافت کرنے کے لئے مقرر فرمائے۔

◆ **بیوہ کا نکاح** | جب بیوہ عورتیں اپنی عدت پوری کر لیں یعنی غیر حاملہ چار ماہ دس روز اور حاملہ مدت حمل تو ان کو دستور شریعت کے موافق نکاح کر لینے میں کچھ گناہ نہیں اور زینت اور خوشبو سب حلال ہیں۔

وَلٰكِنْ لَّا تُوَاعِدُوْهُنَّ سِرًّا اِلَّاۤ اَنْ تَقُوْلُوْا قَوْلًا

لیکن ان سے نکاح کا وعدہ نہ کرو چھپ کر مگر یہی کہ کہو کوئی بات

مَّعْرُوْفًا ؕ وَلَا تَعْزِمُوْا عُقْدَةَ النِّكَاحِ حَتّٰى

دستور شریعت کے موافق اور نہ ارادہ کرو نکاح کا یہاں تک

يَبْلُغَ الْكِتٰبُ اَجَلَهٗ ؕ وَاعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِىْۤ

کہ پہنچ جاوے عدت مقررہ اپنی انتہا کو ◆ اور جان رکھو کہ خدا کو معلوم ہے جو کچھ

اَنْفُسِكُمْ فَاحْذَرُوْهُ ۚ وَاعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ﴿۲۳۵﴾

تمہارے دل میں ہے سو اس سے ڈرتے رہو اور جان رکھو کہ اللہ بخشنے والا اور تحمل کرنے والا ہے ◆

لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِنْ طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ مَا لَمْ تَمَسُّوْهُنَّ

کچھ گناہ نہیں تم پر اگر طلاق دو تم عورتوں کو اس وقت کہ ان کو ہاتھ بھی نہ لگایا ہو

اَوْ تَفْرِضُوْا لَهُنَّ فَرِيْضَةً ۖۚ وَّمَتِّعُوْهُنَّ ۚ عَلَى

اور نہ مقرر کیا ہو ان کے لیے کچھ مہر اور ان کو کچھ خرچ دو مقدور

الْمُوْسِعِ قَدَرُهٗ وَعَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهٗ ۚ مَتَاعًۢا بِالْمَعْرُوْفِ ۚ

والے پر اس کے موافق ہے اور تنگی والے پر اس کے موافق جو خرچ کہ قاعدہ کے موافق ہے

حَقًّا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۲۳۶﴾ وَاِنْ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ

لازم ہے نیکی کرنے والوں پر ◆ اور اگر طلاق دو ان کو پہلے

قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ وَقَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِيْضَةً

لگانے سے پہلے اور ٹھہرا چکے تھے تم ان کے لیے مہر

◆ خلاصہ آیت کا یہ ہوا کہ عورت خاوند کے نکاح سے جدا ہوئی تو جب تک عدت میں ہے تو کسی دوسرے کو جائز نہیں کہ اس سے نکاح کر لے یا صاف وعدہ کرا لے یا صاف پیام بھیجے لیکن اگر دل میں نیت رکھے کہ بعد عدت اس سے نکاح کر لوں گا یا اشارۃً اپنے مطلب کو اسے جتا دے تاکہ کوئی دوسرا اس سے پہلے پیام نہ دے بیٹھے مثلاً عورت کو سنا دے کہ مجھ کو بھی کوئی عزیز رکھے گا یا کہے کہ میرا ارادہ کہیں نکاح کرنے کا ہے تو کچھ گناہ نہیں مگر صاف پیام ہرگز نہ دے۔

◆ یعنی حق تعالیٰ تمہارے جی کی باتیں جانتا ہے سو ناجائز ارادہ سے بچتے رہو اور ناجائز ارادہ ہو گیا تو اس سے توبہ کرو وہ بخشنے والا ہے اور گنہگار پر عذاب نہ ہوا تو اس سے مطمئن نہ ہو جائے کیونکہ وہ حلیم ہے عقوبت میں جلدی نہیں فرماتا۔

◆ **مہر کا بیان** | اگر نکاح کے وقت مہر کا ذکر نہ آیا اور بلا مہر ہی نکاح کر لیا تو بھی نکاح درست ہے مہر بعد میں مقرر ہو رہے گا لیکن اس صورت میں اگر ہاتھ لگانے سے پہلے یعنی مجامعت اور خلوت صحیحہ سے پہلے ہی طلاق دے دی تو مہر کچھ لازم نہ ہوگا لیکن زوج کو لازم ہے کہ اپنے پاس سے عورت کو کچھ دے کم سے کم یہی کہ تین کپڑے کرتہ اور سربند اور چادر اپنی حالت کے موافق اور خوشی سے دے دے۔

فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ إِلَّآ أَنْ يَّعْفُوْنَ أَوْ يَعْفُوَا

تو لازم ہے آدھا اس کا کہ تم مقرر کر چکے تھے — مگر یہ کہ درگزر کریں عورتیں — یا درگزر کرے

الَّذِىْ بِيَدِهٖ عُقْدَةُ النِّكَاحِ ۚ وَأَنْ تَعْفُوْٓا

وہ شخص — کہ اس کے اختیار میں ہے گرہ نکاح کی — اور تم مرد درگزر کرو

أَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى ۚ وَلَا تَنْسَوُا الْفَضْلَ بَيْنَكُمْ ۚ

تو قریب ہے پرہیزگاری سے — اور نہ بھلا دو — احسان کرنا — آپس میں

إِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿٢٣٧﴾ حٰفِظُوْا عَلَى

بیشک اللہ جو کچھ تم کرتے ہو خوب دیکھتا ہے ◆ — خبردار رہو — سب

الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى ۚ وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ ﴿٢٣٨﴾

نمازوں سے — اور بیچ والی نماز سے — اور کھڑے رہو اللہ کے آگے ادب سے ◆

فَإِنْ خِفْتُمْ فَرِجَالًا أَوْ رُكْبَانًا ۚ فَإِذَآ أَمِنْتُمْ

پھر اگر تم کو ڈر ہو کسی کا — تو پیادہ پڑھ لو یا سوار — پھر جس وقت تم امن پاؤ

فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَمَا عَلَّمَكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ ﴿٢٣٩﴾

تو یاد کرو اللہ کو — جس طرح کہ تم کو سکھایا ہے — جس کو تم نہ جانتے تھے ◆

وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ أَزْوَاجًا ۖ

اور جو لوگ تم میں سے مر جاویں — اور چھوڑ جاویں — اپنی عورتیں

وَّصِيَّةً لِّأَزْوَاجِهِمْ مَّتَاعًا إِلَى الْحَوْلِ غَيْرَ

تو وصیت کر دیں — اپنی عورتوں کے واسطے — خرچ دینا ایک برس تک — بغیر

إِخْرَاجٍ ۚ فَإِنْ خَرَجْنَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِي مَا

نکالنے کے گھر سے ◆ پھر اگر وہ عورتیں آپ نکل جاویں تو کچھ گناہ نہیں تم پر اس میں جو

فَعَلْنَ فِي أَنْفُسِهِنَّ مِنْ مَعْرُوفٍ ۗ وَاللَّهُ عَزِيزٌ

کر گزریں وہ عورتیں اپنے حق میں بھلی بات اور اللہ زبردست ہے

حَكِيمٌ ﴿٢٤٠﴾ وَلِلْمُطَلَّقَاتِ مَتَاعٌ بِالْمَعْرُوفِ ۖ حَقًّا

حکمت والا ◆ اور طلاق دی ہوئی عورتوں کے واسطے خرچ دینا ہے قاعدہ کے موافق لازم ہے

عَلَى الْمُتَّقِينَ ﴿٢٤١﴾ كَذَٰلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ آيَاتِهِ

پرہیزگاروں پر ◆ اسی طرح بیان فرماتا ہے اللہ تمہارے واسطے اپنے حکم

لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ﴿٢٤٢﴾ أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ خَرَجُوا

تاکہ تم سمجھو ◆ کیا نہ دیکھا تو نے ان لوگوں کو جو کہ نکلے

مِنْ دِيَارِهِمْ وَهُمْ أُلُوفٌ حَذَرَ الْمَوْتِ ص

اپنے گھروں سے اور وہ ہزاروں تھے موت کے ڈر سے

فَقَالَ لَهُمُ اللَّهُ مُوتُوا ثُمَّ أَحْيَاهُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ

پھر فرمایا ان کو اللہ نے کہ مر جاؤ پھر ان کو زندہ کر دیا بیشک اللہ

لَذُو فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ

فضل کرنے والا ہے لوگوں پر لیکن اکثر لوگ

لَا يَشْكُرُونَ ﴿٢٤٣﴾ وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَاعْلَمُوا

شکر نہیں کرتے ◆ اور لڑو اللہ کی راہ میں اور جان لو

أَنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ۝ مَنْ ذَا الَّذِي يُقْرِضُ

کہ اللہ بیشک خوب سنتا جانتا ہے — کون شخص ہے ایسا — جو کہ قرض دے

اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضَاعِفَهُ لَهُ أَضْعَافًا كَثِيرَةً ۚ

اللہ کو — اچھا قرض — پھر وہ کئی گنا کر دے اللہ اس کو — کئی گنا

وَاللَّهُ يَقْبِضُ وَيَبْسُطُ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ۝ أَلَمْ

اور اللہ ہی تنگی کر دیتا ہے — اور وہی کشائش کرتا ہے — اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے ◆ — کیا نہ

تَرَ إِلَى الْمَلَإِ مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ مِنْ بَعْدِ مُوسَىٰ ۘ

دیکھا تو نے ایک جماعت — بنی اسرائیل کو — موسیٰ کے بعد ◆

إِذْ قَالُوا لِنَبِيٍّ لَهُمُ ابْعَثْ لَنَا مَلِكًا نُقَاتِلْ

جب انہوں نے کہا — اپنے نبی سے — مقرر کر دو ہمارے لیے — ایک بادشاہ — تاکہ ہم لڑیں

فِي سَبِيلِ اللَّهِ ۖ قَالَ هَلْ عَسَيْتُمْ إِنْ كُتِبَ

اللہ کی راہ میں — پیغمبر نے کہا — کیا تم سے یہ بھی توقع ہے — کہ اگر حکم ہو

عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ أَلَّا تُقَاتِلُوا ۖ قَالُوا وَمَا لَنَا أَلَّا

تم کو لڑائی کا — تو تم اس وقت نہ لڑو — وہ بولے — ہم کو کیا ہوا کہ ہم

نُقَاتِلَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَقَدْ أُخْرِجْنَا مِنْ دِيَارِنَا

نہ لڑیں — اللہ کی راہ میں — اور ہم تو نکال دیے گئے — اپنے گھروں سے

وَأَبْنَائِنَا ۖ فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ تَوَلَّوْا

اور بیٹوں سے — پھر جب — حکم ہوا — ان کو لڑائی کا — تو وہ سب پھر گئے

◆ **انفاق مال کے فضائل** | یعنی جب معلوم ہو چکا کہ اللہ کے حکم میں تمہاری جان اور مال ہے تو اب تم کو چاہئے کہ لڑو کافروں سے اللہ کے واسطے دین کے لئے اور جان لو کہ خدا تعالیٰ سنتا ہے بہانے کرنے والوں کی باتیں اور جانتا ہے ان کے منصوبوں کو اور چاہئے کہ خرچ کرو اللہ کے رستہ میں مال اور تنگی سے مت ڈرو کہ کشائش اور تنگی سب اس کے اختیار میں ہے اور اسی کی طرف لوٹ کر سب کو جانا ہے قرض حسن اسے کہتے ہیں جو قرض دیکر تقاضا نہ کرے اور اپنا احسان نہ رکھے اور بدلہ نہ چاہے اور اسے حقیر نہ سمجھے اور خدا کو دینے سے جہاد میں خرچ کرنا مراد ہے یا محتاجوں کو دینا۔

◆ اس قصہ سے حق تعالیٰ کا بسط و قبض جو ابھی مذکور ہوا خوب ثابت ہوتا ہے یعنی فقیر کو بادشاہ بنانا اور بادشاہ سے بادشاہت چھین لینا اور ضعیف کو قوی اور قوی کو ضعیف کر دینا۔

إِلَّا قَلِيلًا مِّنْهُمْ ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِالظَّالِمِينَ ﴿٢٤٦﴾

مگر تھوڑے سے — ان میں کے — اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے گنہگاروں کو ◆

وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ إِنَّ اللَّهَ قَدْ بَعَثَ لَكُمْ طَالُوتَ

اور فرمایا ان سے — ان کے نبی نے — بے شک اللہ نے مقرر فرما دیا — تمہارے لیے طالوت کو

مَلِكًا ۚ قَالُوا أَنَّىٰ يَكُونُ لَهُ الْمُلْكُ عَلَيْنَا وَنَحْنُ

بادشاہ — کہنے لگے — کیونکر ہو سکتی ہے — اس کو حکومت ہم پر — اور ہم

أَحَقُّ بِالْمُلْكِ مِنْهُ وَلَمْ يُؤْتَ سَعَةً مِّنَ الْمَالِ ۚ

زیادہ مستحق ہیں سلطنت کے — اس سے — اور اس کو نہیں ملی — کشائش مال میں

قَالَ إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَاهُ عَلَيْكُمْ وَزَادَهُ بَسْطَةً

نبی نے کہا — بے شک اللہ نے پسند فرمایا اس کو — تم پر — اور زیادہ فراخی دی

فِي الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ ۖ وَاللَّهُ يُؤْتِي مُلْكَهُ مَنْ

اس کو علم اور جسم میں — اور اللہ دیتا ہے ملک اپنا — جس کو

يَشَاءُ ۚ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ ﴿٢٤٧﴾ وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ

چاہے — اور اللہ ہے فضل کرنے والا سب کچھ جاننے والا ◆ — اور کہا — بنی اسرائیل سے — ان کے نبی نے

إِنَّ آيَةَ مُلْكِهِ أَنْ يَأْتِيَكُمُ التَّابُوتُ فِيهِ

کہ طالوت کی سلطنت کی نشانی یہ ہے — کہ آوے تمہارے پاس ایک صندوق — کہ جس میں

سَكِينَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَبَقِيَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ آلُ مُوسَىٰ

تسلی خاطر ہے — تمہارے رب کی طرف سے — اور کچھ بچی ہوئی چیزیں ہیں ان میں سے جو چھوڑ گئی تھی

طالوت بادشاہ کا واقعہ | حضرت موسیٰ کے بعد کچھ عرصہ تک بنی اسرائیل کا کام درست رہا پھر جب ان کی نیت بگڑی تب ان پر ایک ظالم کافر بادشاہ جالوت نام مسلط ہوا ان کو شہر سے نکال دیا اور لوٹا اور ان کو پکڑ کر بندہ بنایا۔ بنی اسرائیل بھاگ کر بیت المقدس میں جمع ہوئے اس وقت حضرت شمویل علیہ السلام پیغمبر تھے ان سے درخواست کی کہ کوئی بادشاہ ہم پر مقرر کر دو کہ اس کے ساتھ ہو کر ہم جہاد کریں فی سبیل اللہ۔

طالوت کی قوم میں آگے سے سلطنت نہ تھی غریب محنتی آدمی تھے ان (بنی اسرائیل) کی نظر میں سلطنت کے قابل نظر نہ آئے اور بوجہ مال و دولت اپنے آپ کو سلطنت کے لائق خیال کیا۔ نبی نے فرمایا کہ سلطنت کسی کا حق نہیں اور سلطنت کی بڑی لیاقت ہے عقل اور بدن میں زیادتی اور وسعت ہونی جس میں طالوت تم سے افضل ہے۔ فائدہ بنی اسرائیل نے جب یہ سنا تو پھر کہا پیغمبر سے کہ اس کے سوا کوئی اور دلیل بھی اس کی بادشاہت پر دکھلا دو تا کہ ہمارے دل میں کوئی اشتباہ نہ رہے نبی نے دعا کی جناب الٰہی میں اور طالوت کی سلطنت کی دوسری نشانی بیان فرما دی گئی۔

وَّاٰلُ هٰرُوْنَ تَحْمِلُهُ الْمَلٰٓئِكَةُ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً

موسیٰ اور ہارون کی اولاد — اٹھا لائیں گے اس صندوق کو فرشتے — بے شک اس میں پوری نشانی ہے

لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ۝۲۴۸ فَلَمَّا فَصَلَ

تمہارے واسطے — اگر تم یقین رکھتے ہو ◆ — پھر جب باہر نکلا

طَالُوْتُ بِالْجُنُوْدِ ۙ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ مُبْتَلِیْكُمْ

طالوت — فوجیں لے کر — کہا — بے شک اللہ تمہاری آزمائش کرتا ہے

بِنَهَرٍ ۚ فَمَنْ شَرِبَ مِنْهُ فَلَیْسَ مِنِّیْ ۚ وَمَنْ

ایک نہر سے — سو جس نے پانی پیا — اس نہر کا تو وہ میرا نہیں — اور جس نے

لَّمْ یَطْعَمْهُ فَاِنَّهٗ مِنِّیْۤ اِلَّا مَنِ اغْتَرَفَ غُرْفَةًۢ

اس کو نہ چکھا — تو وہ بے شک میرا ہے — مگر جو کوئی بھرے ایک چلو

بِیَدِهٖ ۚ فَشَرِبُوْا مِنْهُ اِلَّا قَلِیْلًا مِّنْهُمْ ؕ فَلَمَّا جَاوَزَهٗ

اپنے ہاتھ سے — پھر پی لیا سب نے اس کا پانی — مگر تھوڑوں نے ان میں سے — پھر جب پار ہوا

هُوَ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ ۙ قَالُوْا لَا طَاقَةَ لَنَا الْیَوْمَ

طالوت — اور ایمان والے ساتھ اس کے — تو کہنے لگے — طاقت نہیں ہم کو آج

بِجَالُوْتَ وَجُنُوْدِهٖ ؕ قَالَ الَّذِیْنَ یَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ

جالوت اور اس کے لشکروں سے لڑنے کی — کہنے لگے — وہ لوگ جن کو خیال تھا — کہ ان کو

مُّلٰقُوا اللّٰهِ ۙ كَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِیْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً

اللہ سے ملنا ہے — بارہا تھوڑی جماعت — غالب ہوئی ہے — بڑی

بنی اسرائیل کا تابوت | بنی اسرائیل میں ایک صندوق چلا آتا تھا اس میں تبرکات تھے حضرت موسیٰ علیہ السلام وغیرہ انبیاء کے بنی اسرائیل اس صندوق کو لڑائی میں آگے رکھتے اللہ اس کی برکت سے فتح دیتا جب جالوت غالب آیا ان پر تو یہ صندوق بھی وہ لے گیا تھا جب اللہ تعالیٰ کو صندوق کا پہنچانا منظور ہوا تو یہ کیا کہ وہ کافر جہاں صندوق کو رکھتے وہیں وبا اور بلا آتی پانچ شہر ویران ہو گئے ناچار ہو کر دو بیلوں پر اس کو لاد کر ہانک دیا فرشتے بیلوں کو ہانک کر طالوت کے دروازے پر پہنچا گئے۔ بنی اسرائیل اس نشانی کو دیکھ کر طالوت کی بادشاہت پر یقین لائے اور طالوت نے جالوت پر فوج کشی کی اور موسم نہایت گرم تھا۔

كَثِيرَةً بِإِذْنِ اللَّهِ ۗ وَاللَّهُ مَعَ الصَّابِرِينَ ﴿٢٤٩﴾

وَلَمَّا بَرَزُوا لِجَالُوتَ وَجُنُودِهِ قَالُوا رَبَّنَا أَفْرِغْ

عَلَيْنَا صَبْرًا وَثَبِّتْ أَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى

الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ ﴿٢٥٠﴾ فَهَزَمُوهُمْ بِإِذْنِ اللَّهِ

وَقَتَلَ دَاوُودُ جَالُوتَ وَآتَاهُ اللَّهُ الْمُلْكَ وَ

الْحِكْمَةَ وَعَلَّمَهُ مِمَّا يَشَاءُ ۗ وَلَوْلَا دَفْعُ اللَّهِ

النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَفَسَدَتِ الْأَرْضُ وَ

لَٰكِنَّ اللَّهَ ذُو فَضْلٍ عَلَى الْعَالَمِينَ ﴿٢٥١﴾ تِلْكَ آيَاتُ

اللَّهِ نَتْلُوهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ ۚ وَإِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ ﴿٢٥٢﴾

◆ **جالوت کے خلاف طالوت کا جہاد** | بہت سے طالوت کے ساتھ چلنے کو سب تیار ہو گئے طالوت نے کہا کہ جو کوئی جوان زور آور اور بے فکر ہو وہ چلے ایسے بھی اسی ہزار نکلے پھر طالوت نے ان کو آزمانا چاہا ایک منزل میں پانی نہ ملا دوسری منزل میں ایک نہر ملی طالوت نے حکم کر دیا کہ جو ایک چلو سے زیادہ پانی پیے وہ میرے ساتھ نہ چلے صرف تین سو تیرہ ان کے ساتھ رہ گئے اور سب جدا ہو گئے جنہوں نے ایک چلو سے زیادہ پیا ان کی پیاس بجھی اور جنہوں نے زیادہ پیا ان کو اور پیاس زیادہ لگی اور آگے نہ چل سکے۔

◆ **جالوت کی شکست** | جب سامنے ہوئے جالوت کے جتنی فوج تھی سو تین سو تیرہ اور ان تین سو تیرہ میں حضرت داؤد کے والد اور ان کے چھ بھائی اور خود حضرت داؤد بھی تھے حضرت داؤد کو راہ میں تین پتھر ملے اور بولے کہ ہم کو اٹھا لے ہم کو تو جالوت کو قتل کرے گا جب مقابلہ ہوا جالوت خود باہر نکلا اور کہا میں اکیلا سب کو کافی ہوں میرے سامنے آتے جاؤ۔ حضرت اشمویل نے حضرت داؤد کے باپ کو بلایا کہ اپنے بیٹے مجھ کو دکھلا اس نے چھ بیٹے دکھائے جو قد آور تھے حضرت داؤد کو نہیں دکھایا ان کا قد چھوٹا تھا اور بکریاں چراتے تھے پیغمبر نے ان کو بلوایا اور پوچھا کہ تو جالوت کو مارے گا۔ انہوں نے کہا کہ ماروں گا۔ پھر جالوت کے سامنے گئے اور تینوں پتھر اپنی فلاخن میں رکھ کر مارے۔ پھر جالوت کا صرف ماتھا کھلا تھا اور تمام بدن لوہے میں غرق تھا تینوں پتھر اس کے ماتھے پر لگے اور پیچھے نکل گئے۔ جالوت کا لشکر بھاگا اور مسلمانوں کو فتح ہوئی پھر طالوت نے حضرت داؤد سے اپنی بیٹی کا نکاح کر دیا اور طالوت کے بعد یہ بادشاہ ہوئے اس سے معلوم ہو گیا کہ حکم جہاد ہمیشہ سے چلا آیا ہے اور اس میں اللہ کی بڑی رحمت اور احسان ہے۔ نادان کہتے ہیں کہ لڑائی نبیوں کا کام نہیں۔

◆ **اس واقعہ میں آنحضرت ﷺ کی نبوت کا ثبوت** | یہ قصہ بنی اسرائیل کا گزرا ہوا ہزاروں برس کا اور ان کا دفعۃً مرنا اور جینا اور طالوت کا بادشاہ ہونا یہ سب اللہ کی آیتیں ہیں جو تجھ کو سنائی جاتی ہیں اور تو بیشک اللہ کے رسولوں میں ہے جیسے پہلے پیغمبر ہو چکے ہیں ویسے ہی تم بھی پیغمبر رسول ہو کہ ان قصص قرون ماضیہ کو ٹھیک ٹھیک بیان کرتے ہو حالانکہ نہ کسی کتاب میں آپ نے دیکھا اور نہ کسی آدمی سے سنا۔

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ۘ

یہ سب رسول | فضیلت دی ہم نے | ان میں بعض کو بعض سے

مِنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ ؕ

کوئی تو وہ ہے | کہ کلام فرمایا اس سے اللہ نے | اور بلند کیے | بعضوں کے درجے

وَاٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ وَاَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ

اور دیئے ہم نے | عیسیٰ مریم کے بیٹے کو | معجزے صریح | اور قوت دی اس کو | روح القدس

الْقُدُسِ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا اقْتَتَلَ الَّذِيْنَ مِنْ

یعنی جبرئیل سے ◆ | اور اگر اللہ چاہتا | تو نہ لڑتے | وہ لوگ جو ہوئے ان پیغمبروں

بَعْدِهِمْ مِّنْ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ وَلٰكِنِ

کے پیچھے | بعد اس کے | کہ پہنچ چکے ان کے پاس | صاف حکم | لیکن

اخْتَلَفُوْا فَمِنْهُمْ مَّنْ اٰمَنَ وَمِنْهُمْ مَّنْ كَفَرَ ؕ وَلَوْ

ان میں اختلاف پڑ گیا | پھر کوئی تو ان میں ایمان لایا | اور کوئی کافر ہوا | اور اگر

شَآءَ اللّٰهُ مَا اقْتَتَلُوْا ۟ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ ﴿۲۵۳﴾

چاہتا اللہ | تو وہ باہم نہ لڑتے | لیکن | اللہ کرتا ہے | جو چاہے ◆

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ

اے ایمان والو | خرچ کرو | اس میں سے | جو ہم نے تم کو روزی دی

قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خُلَّةٌ وَّلَا شَفَاعَةٌ ؕ

پہلے | اس دن کے آنے سے | کہ جس میں نہ خرید و فروخت ہے | اور نہ آشنائی | اور نہ سفارش ◆

۳۳ ع ۱

انبیاء کی ایک دوسرے پر فضیلت یہ پیغمبر جن کا ذکر ہوا ان میں فضیلت دی ہم نے بعض کو بعض سے ان میں ایسے ہیں کہ ان سے بات کی خدا تعالیٰ نے جیسے آدم اور موسیٰ علیہما السلام اور بلند کئے بعضوں کے درجے جیسے کوئی ایک قوم کا نبی کوئی ایک گاؤں کا کوئی ایک شہر کا کوئی تمام جہان کا جیسے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور عنایت ہوئے حضرت عیسیٰ کو کھلے معجزے جیسے احیائے موتیٰ اور ابراء اکمہ اور ابرص وغیرہ اور قوت دی ان کو روح پاک یعنی حضرت جبرئیل کو ان کی مدد کو بھیج کر۔

امتوں کا اختلاف جو لوگ ان انبیاء پر ایمان لے آئے اور مسائل محکم اور روشن نشانیاں ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی ہونے کی دیکھ چکے اگر خدا چاہتا تو یہ باہم نہ لڑتے اور مخالفت نہ کرتے اور کوئی ان میں مومن اور کوئی کافر نہ ہوتا لیکن حق تعالیٰ مختار ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے کوئی فعل اس کا حکمت سے خالی نہیں۔

انفاق مال کا حکم اس سورت میں عبادات و معاملات کے متعلق احکام کثیرہ بیان فرمائے جن سب کی تحصیل نفس کو نہایت گراں اور بھاری ہے اور تمام اعمال میں زیادہ دشوار انسان کو جان اور مال کا خرچ کرنا ہوتا ہے اور احکام الٰہی اکثر جو دیکھے جاتے ہیں یا جان کے متعلق ہیں یا مال کے اور گناہ میں بندہ کو جان یا مال کی محبت اور رعایت ہی اکثر مبتلا کرتی ہے۔ گویا ان دونوں کی محبت گناہوں کی جڑ اور اس سے نجات جملہ طاعات کی سہولت کا منشاء ہے اس لئے ان احکامات کو بیان فرما کر قتال اور انفاق کو بیان فرمانا مناسب ہوا وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ ....الخ اول کا بیان تھا مَنْ ذَا الَّذِي يُقْرِضُ اللّٰهَ دوسرے کا ذکر ہے اس کے بعد قصہ طالوت سے اول کی تاکید ہوئی اب أَنْفِقُوا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ.... الخ سے دوسرے کی تاکید منظور ہے اور چونکہ انفاق مال پر بہت سے امور عبادات و معاملات کے موقوف ہیں تو اس کے بیان میں زیادہ تفصیل اور تاکید سے کام لیا چنانچہ اب جو رکوع آتے ہیں ان میں اکثروں میں امر ثانی یعنی انفاق مال کا ذکر ہے۔ خلاصہ معنی یہ ہوا کہ عمل کا وقت ابھی ہے آخرت میں تو نہ عمل بکتے ہیں نہ کوئی آشنائی سے دیتا ہے نہ کوئی سفارش سے چھڑا سکتا ہے جب تک پکڑنے والا نہ چھوڑے۔

وَالْكٰفِرُوْنَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا

اور جو کافر ہیں وہی ہیں ظالم ◆ اللہ اس کے سوا کوئی معبود

هُوَ ۚ اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ۚ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ ۭ

نہیں زندہ ہے سب کا تھامنے والا ◆ نہیں پکڑتی اس کو اونگھ اور نہ نیند

لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ مَنْ ذَا

اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے ایسا کون ہے

الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ۭ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ

جو سفارش کرے اس کے پاس مگر اجازت سے جانتا ہے جو کچھ خلقت کے

اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ ۚ وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِشَيْءٍ مِّنْ

روبرو ہے اور جو کچھ ان کے پیچھے ہے اور وہ سب احاطہ نہیں کر سکتے کسی چیز کا اس کی

عِلْمِهٖٓ اِلَّا بِمَا شَاۗءَ ۚ وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَ

معلومات میں سے مگر جتنا کہ وہی چاہے گنجائش ہے اس کی کرسی میں تمام آسمانوں اور

الْاَرْضَ ۚ وَلَا يَـــُٔـوْدُهٗ حِفْظُهُمَا ۚ وَهُوَ الْعَلِيُّ

زمین کو اور گراں نہیں اس کو تھامنا ان کا اور وہی ہے سب سے برتر

الْعَظِيْمُ ۝ لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ ڐ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ

عظمت والا ◆ زبردستی نہیں دین کے معاملہ میں بےشک جدا ہو چکی ہے ہدایت

مِنَ الْغَيِّ ۚ فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَيُؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ

گمراہی سے ◆ اب جو کوئی نہ مانے گمراہ کرنے والوں کو اور یقین لاوے اللہ پر

فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى لَا انْفِصَامَ لَهَا

تو اس نے پکڑ لیا حلقہ مضبوط جو ٹوٹنے والا نہیں

وَاللّٰهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴿۲۵۶﴾ اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِينَ اٰمَنُوا

اور اللہ سب کچھ سنتا جانتا ہے ◆ اللہ مددگار ہے ایمان والوں کا

يُخْرِجُهُمْ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّورِ ۗ وَالَّذِينَ كَفَرُوْٓا

نکالتا ہے ان کو اندھیروں سے روشنی کی طرف اور جو لوگ کافر ہوئے

اَوْلِيٰٓـئُهُمُ الطَّاغُوتُ يُخْرِجُونَهُمْ مِنَ النُّوْرِ

ان کے رفیق ہیں شیطان نکالتے ہیں ان کو روشنی سے

اِلَى الظُّلُمٰتِ ۗ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيهَا

اندھیروں کی طرف یہی لوگ ہیں دوزخ میں رہنے والے وہ اسی میں

خٰلِدُونَ ﴿۲۵۷﴾ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِي حَآجَّ اِبْرٰهٖمَ فِي

ہمیشہ رہیں گے کیا نہ دیکھا تو نے اس شخص کو جس نے جھگڑا کیا ابراہیم سے اس کے

رَبِّهٖٓ اَنْ اٰتٰىهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ ۘ اِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّيَ

رب کی بابت اسی وجہ سے کہ دی تھی اللہ نے اس کو سلطنت جب کہا ابراہیم نے میرا رب وہ ہے

الَّذِي يُحْيٖ وَيُمِيتُ ۙ قَالَ اَنَا اُحْيٖ وَاُمِيتُ ۭ

جو زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے وہ بولا میں بھی جلاتا ہوں اور مارتا ہوں

قَالَ اِبْرٰهٖمُ فَاِنَّ اللّٰهَ يَاْتِيْ بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ

کہا ابراہیم نے کہ بیشک اللہ تو لاتا ہے سورج کو مشرق سے

◆ یعنی جب ہدایت و گمراہی میں تمیز ہو گئی تو اب جو کوئی گمراہی کو چھوڑ کر ہدایت کو منظور کرے گا تو اس نے ایسی مضبوط چیز کو پکڑ لیا جس میں ٹوٹنے چھوٹنے کا ڈر نہیں اور حق تعالیٰ اقوال ظاہرہ کو خوب سنتا ہے اور نیت و حالت قلبی کو خوب جانتا ہے اس سے کسی کی خباثت اور فساد نیت چھپا نہیں رہ سکتا۔

فَأْتِ بِهَا مِنَ الْمَغْرِبِ فَبُهِتَ الَّذِي كَفَرَ ۗ وَ

اب تو لے آ اس کو مغرب کی طرف سے تب حیران رہ گیا وہ کافر اور

اللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ﴿٢٥٨﴾ أَوْ كَالَّذِي مَرَّ

اللہ سیدھی راہ نہیں دکھاتا بے انصافوں کو ◆ یا مانند اس شخص کے کہ گذرا

عَلَىٰ قَرْيَةٍ وَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلَىٰ عُرُوشِهَا قَالَ أَنَّىٰ

وہ ایک شہر پر اور وہ گرا پڑا تھا اپنی چھتوں پر بولا کیونکر

يُحْيِي هَٰذِهِ اللَّهُ بَعْدَ مَوْتِهَا ۖ فَأَمَاتَهُ اللَّهُ مِائَةَ

زندہ کرے گا اس کو اللہ مر گئے پیچھے پھر مردہ رکھا اس شخص کو اللہ نے سو

عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهُ ۖ قَالَ كَمْ لَبِثْتَ ۖ قَالَ لَبِثْتُ يَوْمًا

برس پھر اٹھایا اس کو ◆ کہا تو کتنی دیر یہاں رہا بولا میں رہا ایک دن

أَوْ بَعْضَ يَوْمٍ ۖ قَالَ بَل لَّبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ

یا ایک دن سے کچھ کم ◆ کہا نہیں بلکہ تو رہا سو برس

فَانظُرْ إِلَىٰ طَعَامِكَ وَشَرَابِكَ لَمْ يَتَسَنَّهْ ۖ وَانظُرْ

اب دیکھ اپنا کھانا اور پینا نہیں سڑ گیا اور دیکھ

إِلَىٰ حِمَارِكَ وَلِنَجْعَلَكَ آيَةً لِّلنَّاسِ ۖ وَانظُرْ إِلَى

اپنے گدھے کو اور ہم نے تجھ کو نمونہ بنانا چاہا لوگوں کے واسطے اور دیکھ ہڈیوں

الْعِظَامِ كَيْفَ نُنشِزُهَا ثُمَّ نَكْسُوهَا لَحْمًا ۚ

کی طرف کہ ہم ان کو کس طرح ابھار کر جوڑ دیتے ہیں پھر ان پر پہناتے ہیں گوشت ◆

حضرت ابراہیم اور نمرود کا مکالمہ | پہلی آیت میں اہل ایمان و اہل کفر اور ان کے نور ہدایت اور ظلمت کفر کا ذکر تھا اب اس کی تائید میں چند نظائر بیان فرماتے ہیں۔ نظیر اول میں نمرود بادشاہ کا ذکر ہے وہ اپنے آپ کو سلطنت کے غرور سے سجدہ کرواتا تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اس کے سامنے آئے تو سجدہ نہ کیا نمرود نے دریافت کیا تو فرمایا کہ میں اپنے رب کے سوا کسی کو سجدہ نہیں کرتا۔ اس نے کہا رب تو میں ہوں۔ انہوں نے جواب دیا کہ میں حاکم کو رب نہیں کہتا رب وہ ہے جو جلاتا ہے اور مارتا ہے۔ نمرود نے دو قیدی منگا کر بے قصور کو مار ڈالا اور قصوروار کو چھوڑ دیا اور کہا کہ دیکھا میں جس کو چاہوں مارتا ہوں جسے چاہوں نہیں مارتا۔ اس پر حضرت ابراہیم نے آفتاب کی دلیل پیش فرمائی کہ اس مغرور احمق کو لاجواب کیا اور اس کو ہدایت نہ ہوئی یعنی لاجواب ہو کر بھی ارشاد ابراہیم علیہ السلام پر ایمان نہ لایا۔ یا یوں کہو کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دوسری بات کا کچھ جواب نہ دے سکا حالانکہ جیسا جواب پہلے ارشاد کا دیا تھا ویسا جواب دینے کی یہاں بھی گنجائش تھی۔

حضرت عزیرؑ کا عجیب واقعہ | وہ شخص حضرت عزیر پیغمبر تھے اور تمام توریت ان کو یاد تھی۔ بخت نصر کافر بادشاہ تھا اس نے بیت المقدس کو ویران کیا اور بنی اسرائیل سے بہت لوگوں کو قید کر کے لے گیا ان میں حضرت عزیر بھی تھے جب قید سے چھوٹ آئے تب حضرت عزیر نے راہ میں ایک شہر دیکھا ویران۔ اس کی عمارت گری ہوئی دیکھ کر اپنے جی میں کہا کہ یہاں کے ساکن سب مر گئے کیونکر حق تعالیٰ ان کو جلاوے اور یہ شہر پھر آباد ہو۔ اسی جگہ ان کی روح قبض ہوئی اور جن کی سواری کا گدھا بھی مر گیا۔ سو برس تک اسی حال میں رہے اور کسی نے نہ ان کو وہاں آ کر دیکھا نہ ان کی خبر ہوئی۔ اس مدت میں بخت نصر بھی مر گیا اور کسی بادشاہ نے اس مدت میں بیت المقدس کو آباد کیا اور اس شہر کو بھی خوب آباد کیا۔ پھر سو برس کے بعد حضرت عزیر زندہ کیے گئے ان کا کھانا اور پانی اسی طرح پاس دھرا ہوا تھا ان کا گدھا جو مر چکا تھا اور اس کی بوسیدہ ہڈیاں اپنی حالت پر دھری تھیں وہ ان کے روبرو زندہ کیا گیا اور ان سو برس میں بنی اسرائیل قید سے خلاص ہو کر شہر میں آباد بھی ہو چکے تھے حضرت عزیر نے زندہ ہو کر آبادی دیکھا۔

جب حضرت عزیر مرے تھے اس وقت کچھ دن چڑھا تھا اور جب زندہ ہوئے تو ابھی شام نہ ہوئی تھی تو یہ سمجھے کہ اگر میں یہاں کل آیا تھا تو ایک دن ہوا اور اگر آج ہی آیا تھا تو دن سے بھی کم رہا۔

حضرت عزیر علیہ السلام کے سامنے وہ سب ہڈیاں موافق ترکیب بدن کے جمع کی گئیں پھر ان پر گوشت پھیلایا گیا اور چمڑا درست ہوا پھر خدا کی قدرت سے یکبارگی اس میں جان آئی اور اٹھ کھڑا ہوا اور اپنی بولی بولا۔

فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗ ۙ قَالَ اَعْلَمُ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ

پھر جب اس پر ظاہر ہوا یہ حال تو کہہ اٹھا کہ مجھ کو معلوم ہے کہ بیشک اللہ ہر چیز پر

قَدِیْرٌ ﴿۲۵۹﴾ وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اَرِنِیْ كَیْفَ تُحْیِ

قادر ہے ◆ اور یاد کر جب کہا ابراہیم نے اے پروردگار میرے دکھلا دے مجھ کو کہ کیونکر زندہ کرے گا

الْمَوْتٰى ؕ قَالَ اَوَلَمْ تُؤْمِنْ ؕ قَالَ بَلٰى وَلٰكِنْ

تو مردے فرمایا کیا تو نے یقین نہیں کیا کہا کیوں نہیں لیکن

لِّیَطْمَئِنَّ قَلْبِیْ ؕ قَالَ فَخُذْ اَرْبَعَةً مِّنَ الطَّیْرِ

اس واسطے چاہتا ہوں کہ تسکین ہو جاوے میرے دل کو ◆ فرمایا تو پکڑ لے چار جانور اڑنے والے

فَصُرْهُنَّ اِلَیْكَ ثُمَّ اجْعَلْ عَلٰى كُلِّ جَبَلٍ

پھر ان کو ہلا لے اپنے ساتھ پھر رکھ دے ہر پہاڑ پر

مِّنْهُنَّ جُزْءًا ثُمَّ ادْعُهُنَّ یَاْتِیْنَكَ سَعْیًا ؕ وَاعْلَمْ

ان کے بدن کا ایک ایک ٹکڑا پھر ان کو بلا چلے آویں گے تیرے پاس دوڑتے ◆ اور جان لے

اَنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ ﴿۲۶۰﴾ مَثَلُ الَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ

کہ بیشک اللہ زبردست ہے حکمت والا ◆ مثال ان لوگوں کی جو خرچ کرتے ہیں

اَمْوَالَهُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ

اپنے مال اللہ کی راہ میں ایسی ہے کہ جیسے ایک دانہ اس سے اگیں سات

سَنَابِلَ فِیْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ؕ وَاللّٰهُ یُضٰعِفُ

بالیں ہر بال میں سو سو دانے اور اللہ بڑھاتا ہے

حضرت عزیر نے اس تمام کیفیت کو ملاحظہ کرنے کے بعد فرمایا کہ مجھ کو خوب یقین ہوا کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے یعنی میں جو جانتا تھا کہ مردوں کو جلانا خدا تعالیٰ کو آسان ہے سو اب اپنی آنکھ سے دیکھ لیا یہ مطلب نہیں کہ پہلے یقین میں کچھ کمی تھی ہاں مشاہدہ نہ ہوا تھا پھر حضرت عزیر یہاں سے اٹھ کر بیت المقدس میں پہنچے کسی نے ان کو نہ پہچانا کیونکہ یہ تو جوان رہے اور اگلے آگے کے بچے بوڑھے ہو گئے جب انہوں نے توریت حفظ سنائی تب لوگوں کو انکا یقین آیا۔ بخت نصر بنی اسرائیل کی تمام کتابیں جلا گیا تھا جن میں توریت بھی تھی۔

خلاصہ یہ ہوا کہ یقین پورا تھا صرف عین الیقین کے خواستگار تھے جو مشاہدہ پر موقوف ہے۔

حضرت ابراہیمؑ کیلئے مردہ پرندوں کا زندہ ہونا حضرت ابراہیم حسب ارشاد الٰہی چار جانور لائے ایک مور ایک مرغ ایک کوا ایک کبوتر اور چاروں کو اپنے ساتھ ہلایا تاکہ پہچان رہے اور بلانے سے آنے لگیں پھر چاروں کو ذبح کیا پھر ایک پہاڑ پر چاروں کے سر رکھے ایک پر پر رکھے ایک پر سب کے دھڑ رکھے ایک پر پاؤں رکھے، پہلے بیچ میں کھڑے ہو کر ایک کو پکارا وہ اس کا سر اٹھ کر ہوا میں کھڑا ہوا پھر دھڑ ملا پھر پر لگے پھر پاؤں مل کر دوڑتا چلا آیا پھر اسی طرح چاروں آ گئے۔

اس واقعہ پر اشکال کا جواب یہاں دو خلجان گذرنے کا قوی احتمال ہے اول تو جسم بے جان متفرق شدہ اجزا کا زندہ ہونا قابل انکار، دوسرے ان خصوصیات کو کہ وہ پرندے ہوں اور چار ہی ہوں اور چار بھی فلاں فلاں ہوں اور اس طرح ان کے اجزا کو متفرق کر کے بلایا جائے تو زندہ ہو کر دوڑتے ہوئے چلے آئیں گے اس کا کوئی دخل اور ان قیود کا کوئی نفع معلوم نہیں ہوتا اس لئے اول خلجان کے جواب میں عزیز اور دوسرے کے جواب میں حکیم فرما کر دونوں شبہوں کا قلع قمع فرما دیا یعنی اس کو خوب سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ زبردست قدرت والا ہے جو چاہے کر سکتا ہے اور اس کے ہر حکم میں اس قدر حکمتیں ہوتی ہیں کہ جن کا ادراک اور احاطہ اگر ہم کو نہ ہو تو یہ ہمارے نقصان علم کی بات ہے اس کی حکمت کا انکار ایسے امور سے ہرگز ممکن نہیں واللہ اعلم۔ آیت الکرسی میں علم و قدرت وغیرہ صفات الٰہی کو ذکر فرمایا اس کے بعد یہ تین قصے بیان فرمائے کہ اللہ تعالیٰ جس کو چاہے ہدایت کر سکتا ہے اور جس کو چاہے گمراہ کر سکتا ہے اور مارنا جلانا سب اس کے اختیار میں ہے۔ اب جہاد اور اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنے کی فضیلت اور اس کے متعلق قیود و شرائط بیان فرماتے ہیں جس کا ذکر کسی قدر گذر بھی چکا ہے کیونکہ جہاد و انفاق میں جو موانع نظر آتے ہیں حق تعالیٰ کے علم و قدرت کے یقین کر لینے کے بعد اور اس کی عجائب قدرت کے حالات معلوم ہونے کے بعد ان کا ازالہ ہو گا ورنہ نقصان تو ان میں ضرور آنا چاہئے۔

لِمَنْ يَّشَآءُ ۭ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿٢٦١﴾ اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ

جس کے واسطے چاہے | اور اللہ بے نہایت بخشش کرنے والا ہے سب کچھ جانتا ہے ◆ | جو لوگ خرچ کرتے ہیں

اَمْوَالَھُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ لَا يُتْبِعُوْنَ مَآ اَنْفَقُوْا

اپنے مال | اللہ کی راہ میں | پھر خرچ کرنے کے بعد

مَنًّا وَّلَآ اَذًى ۙ لَّھُمْ اَجْرُھُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا

نہ احسان رکھتے ہیں اور نہ ستاتے ہیں | انہی کے لئے ہے ثواب ان کا | اپنے رب کے یہاں | اور نہ

خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا ھُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿٢٦٢﴾ قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ

ڈر ہے ان پر | اور نہ وہ غمگین ہوں گے ◆ | جواب دینا نرم

وَّمَغْفِرَةٌ خَيْرٌ مِّنْ صَدَقَةٍ يَّتْبَعُهَآ اَذًى ۭ وَاللّٰهُ

اور درگذر کرنا | بہتر ہے اس خیرات سے | جس کے پیچھے ہو ستانا | اور اللہ

غَنِيٌّ حَلِيْمٌ ﴿٢٦٣﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا

بے پرواہ ہے نہایت تحمل والا ◆ | اے ایمان والو | مت ضائع کرو

صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰى ۙ كَالَّذِيْ يُنْفِقُ

اپنی خیرات | احسان رکھ کر | اور ایذا دے کر | اس شخص کی طرح | جو خرچ کرتا ہے

مَالَهٗ رِئَاۗءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۭ

اپنا مال | لوگوں کے دکھانے کو | اور یقین نہیں رکھتا ہے | اللہ پر | اور قیامت کے دن پر ◆

فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ صَفْوَانٍ عَلَيْهِ تُرَابٌ فَاَصَابَهٗ

سو اس کی مثال ایسی ہے | جیسے صاف پتھر | کہ اس پر پڑی ہے کچھ مٹی | پھر برسا اس پر

انفاق مال کے فضائل | یعنی اللہ کی راہ میں تھوڑے مال کا بھی ثواب بہت ہے جیسے ایک دانہ سے سات سو دانے پیدا ہوں اور اللہ تعالیٰ بڑھائے جس کے واسطے چاہے اور سات سو سے سات ہزار اور اس سے بھی زیادہ کر دے اور اللہ بہت بخشش کرنے والا ہے ہر ایک خرچ کرنے والے کی نیت اور اس کے خرچ کی مقدار اور مال کی کیفیت کو خوب جانتا ہے یعنی ہر ایک سے اس کے مناسب معاملہ فرماتا ہے۔

احسان جتانے کی ممانعت | جو لوگ اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اور خرچ کئے پر نہ زبان سے احسان رکھتے ہیں اور نہ ستاتے ہیں عمل سے اور نہ خدمت لیتے ہیں اور نہ تحقیر کرنے سے انہی کے لئے ہے ثواب کامل اور نہ ڈر ہے ان کو ثواب کم ہونے کا اور نہ غمگین ہوں گے ثواب کے نقصان سے۔

سائل کے جواب دینے کا طریقہ | یعنی مانگنے والے کو نرمی سے جواب دینا اور اس کے اصرار اور بدخوئی پر درگزر کرنا بہتر ہے اس خیرات سے کہ بار بار اس کو شرمائے یا احسان رکھے یا طعنہ دے اور اللہ غنی ہے کسی کے مال کی اس کو حاجت نہیں جو صدقہ اس کی راہ میں کرتا ہے اپنے واسطے کرتا ہے اور حلیم ہے کہ ستانے پر عذاب بھیجنے میں جلدی نہیں فرماتا۔

ریاکاری صدقہ کو باطل کر دیتی ہے | یعنی صدقہ دے کر محتاج کو ستانے اور اس پر احسان رکھنے سے صدقہ کا ثواب جاتا رہتا ہے یا اوروں کو دکھا کر اس لئے صدقہ دیتا ہے کہ لوگ سخی جانیں۔ اس طرح کی بھی خیرات کا ثواب کچھ نہیں ہوتا باقی یہ فرمانا کہ وہ یقین نہیں رکھتا ہے اللہ پر اور قیامت کے دن پر یہ ابطال صدقہ کے لئے قید و شرط نہیں ہیں کیونکہ صدقہ تو صرف ریا سے ہی باطل ہو سکتا ہے اگرچہ خرچ کرنے والا مومن ہی کیوں نہ ہو مگر اس قید کو صرف اس نفع کی غرض سے بڑھایا کہ یہ معلوم ہو جائے کہ ریاکاری مومن کی شان سے بعید ہے بلکہ یہ امر منافقین کے مناسب حال ہے۔

وَابِلٌ فَتَرَكَهٗ صَلْدًا ۭ لَا يَقْدِرُوْنَ عَلٰي شَيْءٍ

زور کا مینہ | تو کر چھوڑا اس کو بالکل صاف | کچھ ہاتھ نہیں لگتا ایسے لوگوں کے ثواب

مِّمَّا كَسَبُوْا ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ۝٢٦٤

اس چیز کا جو انہوں نے کمایا | اور اللہ نہیں دکھاتا سیدھی راہ کافروں کو

وَمَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمُ ابْتِغَاۗءَ مَرْضَاتِ

اور مثال ان کی | جو خرچ کرتے ہیں اپنے مال | خدا کی خوشی حاصل کرنے

اللّٰهِ وَتَثْبِيْتًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ كَمَثَلِ جَنَّةٍۢ بِرَبْوَةٍ

کو | اور اپنے دلوں کو ثابت کر کر | ایسی ہے جیسے ایک باغ ہے | بلند زمین پر

اَصَابَهَا وَابِلٌ فَاٰتَتْ اُكُلَهَا ضِعْفَيْنِ ۚ فَاِنْ لَّمْ

اس پر پڑا زور کا مینہ | تو لایا وہ باغ اپنا پھل دو چند | پھر اگر نہ

يُصِبْهَا وَابِلٌ فَطَلٌّ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝٢٦٥

پڑا اس پر مینہ | تو پھوار ہی کافی ہے | اور اللہ تمہارے کاموں کو خوب دیکھتا ہے

اَيَوَدُّ اَحَدُكُمْ اَنْ تَكُوْنَ لَهٗ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّ

کیا پسند آتا ہے تم میں سے کسی کو | کہ ہووے اس کا ایک باغ | کھجور | اور

اَعْنَابٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۙ لَهٗ فِيْهَا

انگور کا | بہتی ہوں نیچے اس کے نہریں | اس کو اس باغ میں

مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ۙ وَاَصَابَهُ الْكِبَرُ وَلَهٗ ذُرِّيَّةٌ

اور بھی سب طرح کا میوہ حاصل ہو | اور آگیا اس پر بڑھاپا | اور اس کی اولاد ہیں

◆ **دکھاوے کی مثال** اوپر مثال بیان فرمائی تھی خیرات کی کہ ایسی ہے جیسے ایک دانہ بویا اور اس سے سات سو دانے پیدا ہو گئے۔ اب فرماتے ہیں کہ نیت شرط ہے اگر کسی نے ریا اور دکھاوے کی نیت سے صدقہ کیا تو اس کی مثال ایسی ہے کہ کسی نے دانہ بویا ایسے پتھر پر کہ جس پر تھوڑی سی مٹی نظر آتی تھی جب مینہ برسا تو بالکل صاف رہ گیا اب اس پر دانہ کیا اُگے گا ایسے ہی صدقات میں ریاکاروں کو کیا ثواب ملے گا۔

◆ **اخلاص سے مال خرچ کرنے کی مثال** زور کے مینہ سے مراد بہت مال خرچ کرنا اور پھوار سے مراد تھوڑا مال خرچ کرنا اور دلوں کو ثابت کرنے سے مراد یہ ہے کہ ثابت کریں دلوں کو ثواب پانے میں یعنی ان کو یقین ہے کہ خیرات کا ثواب ضرور ملے گا۔ سو اگر نیت درست ہے تو بہت خرچ کرنے میں بہت ثواب ملے گا اور تھوڑی خیرات میں بھی فائدہ ہوگا جیسے خالص زمین پر باغ ہے تو جتنا مینہ برسے گا اتنا ہی باغ کو فائدہ پہنچے گا اور نیت درست نہیں تو جس قدر زیادہ خرچ کرے اتنا ہی مال ضائع ہوگا اور نقصان پہنچے گا کیونکہ زیادہ مال دینے میں ریا اور دکھاوا بھی زیادہ ہوگا جیسا پتھر پر دانہ اُگے گا تو جتنا زور کا مینہ برسے گا اتنا ہی ضرر زیادہ ہوگا۔

ضُعَفَآءُ ۖ فَاَصَابَهَآ اِعْصَارٌ فِيْهِ نَارٌ فَاحْتَرَقَتْ ۗ

ضعیف | تب آپڑا اس باغ پر ایک بگولا | جس میں آگ تھی | جس سے وہ باغ جل گیا

كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ ﴿۲۶۶﴾ ع

یوں سمجھاتا ہے تم کو اللہ آیتیں | تاکہ تم غور کرو ◆

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْفِقُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ

اے ایمان والو | خرچ کرو ستھری چیزیں | اپنی کمائی میں سے

وَمِمَّاۤ اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ ۪ وَلَا تَيَمَّمُوا

اور اس چیز میں سے | کہ جو ہم نے پیدا کیا تمہارے واسطے | زمین سے | اور قصد نہ کرو

الْخَبِيْثَ مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ وَلَسْتُمْ بِاٰخِذِيْهِ اِلَّاۤ اَنْ

گندی چیز کا اس میں سے | کہ اس کو خرچ کرو | حالانکہ تم اس کو کبھی نہ لو گے | مگر یہ کہ

تُغْمِضُوْا فِيْهِ ۗ وَاعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ ﴿۲۶۷﴾

چشم پوشی کر جاؤ | اور جان رکھو | کہ اللہ بے پروا ہے خوبیوں والا ◆

اَلشَّيْطٰنُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وَيَاْمُرُكُمْ بِالْفَحْشَآءِ ۚ

شیطان وعدہ دیتا ہے تم کو | تنگدستی کا | اور حکم کرتا ہے بے حیائی کا

وَاللّٰهُ يَعِدُكُمْ مَّغْفِرَةً مِّنْهُ وَفَضْلًا ۗ وَاللّٰهُ

اور اللہ وعدہ دیتا ہے تم کو | اپنی بخشش اور فضل کا | اور اللہ

وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۶۸﴾ يُؤْتِي الْحِكْمَةَ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَمَنْ

بہت کشائش والا ہے سب کچھ جانتا ہے ◆ | عنایت کرتا ہے سمجھ | جس کو چاہے | اور جس کو

ایذا اور دکھاوے کی ایک اور مثال | یہ مثال ان کی ہے جو لوگوں کو دکھانے کو صدقہ خیرات کرتے ہیں یا خیرات کر کے احسان رکھتے ہیں یا ایذا پہنچاتے ہیں یعنی جیسے کسی شخص نے جوانی اور قوت کے وقت باغ لگایا تاکہ ضعیفی اور بڑھاپے میں اس سے میوہ کھائے اور ضرورت کے وقت کام آئے پھر جب بڑھاپا آیا اور میوے کی پوری حاجت ہوئی تب وہ باغ عین حاجت میں جل گیا یعنی صدقہ مثل باغ میوہ دار کے ہے کہ اس کا میوہ آخرت میں کام آئے۔ جب کسی کی نیت بری ہے تو وہ باغ جل گیا پھر اس کا میوہ جو ثواب ہے کیونکر نصیب ہو حق تعالیٰ اسی طرح کھول کر سمجھاتا ہے تم کو تاکہ تم غور کرو اور سمجھو۔

اللہ کی راہ میں عمدہ اور پاک مال خرچ کرو | یعنی منجملہ صدقہ کے مقبول ہونے کی یہ بھی شرط ہے کہ مال حلال کمائی کا ہو حرام کا مال اور شبہ کا مال نہ ہو اور اچھی سے اچھی چیز اللہ کی راہ میں دے بری چیز خیرات میں نہ لگائے کیا اگر کوئی ایسی ویسی چیز دے تو تم کبھی نہ چاہو گے لینے کو مگر شرما شرمی یا بے خوشی سے چشم پوشی کر کے لے اور جان لو کہ اللہ بے پروا ہے تمہارا۔ محتاج نہیں اور خوبیوں والا ہے اگر بہتر سے بہتر چیز دل کے شوق اور محبت سے دے تو پسند فرماتا ہے۔

شیطان تنگدستی سے ڈراتا ہے | جب کسی کے دل میں خیال آئے کہ اگر خیرات کروں گا تو مفلس رہ جاؤں گا اور حق تعالیٰ کی تاکید سن کر بھی یہی ہمت ہو اور دل چاہے کہ اپنا مال خرچ نہ کرے اور وعدۂ الٰہی سے اعراض کر کے وعدۂ شیطانی پر طبیعت کو میلان اور اعتماد ہو تو اس کو یقین کر لینا چاہئے کہ یہ مضمون شیطان کی طرف سے ہے یہ نہ کہے کہ "شیطان کی تو ہم نے کبھی صورت بھی نہیں دیکھی حکم کرنا تو درکنار" اور اگر یہ خیال آوے کہ صدقہ خیرات سے گناہ بخشے جائیں گے اور مال میں بھی ترقی اور برکت ہوگی تو جان لیوے کہ یہ مضمون اللہ کی طرف سے آیا ہے اور خدا کا شکر کرے اور اللہ کے خزانہ میں کمی نہیں سب کے ظاہر و باطن نیت و عمل کو خوب جانتا ہے۔

يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا ؕ وَمَا

حکمت — اس کو بڑی خوبی ملی — اور نصیحت

يَذَّكَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿۲۶۹﴾ وَمَآ اَنْفَقْتُمْ

وہی قبول کرتے ہیں — جو عقل والے ہیں — اور جو خرچ کرو گے

مِّنْ نَّفَقَةٍ اَوْ نَذَرْتُمْ مِّنْ نَّذْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ

تم خیرات — یا قبول کرو گے — کوئی منت — تو بیشک اللہ کو

يَعْلَمُهٗ ؕ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ﴿۲۷۰﴾ اِنْ تُبْدُوا

سب معلوم ہے — اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں — اگر ظاہر کر کے دو

الصَّدَقٰتِ فَنِعِمَّا هِيَ ۚ وَاِنْ تُخْفُوْهَا وَتُؤْتُوْهَا

خیرات — تو کیا اچھی بات ہے — اور اگر اس کو چھپاؤ — اور فقیروں کو

الْفُقَرَآءَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ؕ وَيُكَفِّرُ عَنْكُمْ مِّنْ

پہنچاؤ — تو وہ بہتر ہے تمہارے حق میں — اور دور کرے گا — کچھ

سَيِّاٰتِكُمْ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿۲۷۱﴾ لَيْسَ

گناہ تمہارے — اور اللہ تمہارے کاموں سے خوب خبردار ہے — تجھ

عَلَيْكَ هُدٰىهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ؕ

ذمہ نہیں ان کو راہ پر لانا — اور لیکن اللہ راہ پر لاوے — جس کو چاہے

وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَلِاَنْفُسِكُمْ ؕ وَمَا تُنْفِقُوْنَ

اور جو کچھ خرچ کرو گے تم مال — سو اپنے ہی واسطے — جب تک کہ خرچ کرو گے

سمجھ بڑی نعمت ہے یعنی جس کو چاہتا ہے دین کی باتوں میں دانائی اور خیرات کرنے میں سمجھ عنایت کرتا ہے کہ کس نیت سے اور کس مال سے اور کس کو اور کس طرح محتاج کو دینا چاہیے اور جس کو سمجھ عنایت ہوئی اس کو بڑی نعمت اور بڑی خوبی ملی۔

منت اور نذر کا بیان یعنی جو کچھ خیرات کی جائے تھوڑی یا بہت بھلی نیت سے یا بری نیت سے چھپا کر یا لوگوں کو دکھا کر یا منت مانی جائے کسی طرح کی تو بیشک خدا تعالیٰ کو پورا علم ہے سب کا اور جو لوگ انفاق مال اور نذر میں حکم الٰہی کے خلاف کرتے ہیں ان کا کوئی مددگار نہیں اللہ جو چاہے ان پر عذاب کرے۔ منت قبول کرنے سے واجب ہو جاتی ہے اب اگر ادا نہ کی تو گنہگار ہوگا اور نذر اللہ کے سوا کسی کی جائز نہیں مگر یہ کہے کہ اللہ کے واسطے فلانے محتاج کو دوں گا یا اس نذر کا ثواب فلاں کو پہنچے تو کچھ مضائقہ نہیں۔

اگر لوگوں کے دکھانے کی نیت نہ ہو تو خیرات کرنا لوگوں کے روبرو بھی بہتر ہے تا کہ اوروں کو بھی شوق اور رغبت ہو اور چھپا کر خیرات کرنا بھی بہتر ہے تا کہ لینے والا نہ شرمائے۔ خلاصہ یہ کہ اظہار و اخفاء دونوں بہتر ہیں مگر ہر موقع اور مصلحت کا لحاظ ضروری بات ہے۔

إِلَّا ابْتِغَاءَ وَجْهِ اللَّهِ ۚ وَمَا تُنْفِقُوا مِنْ خَيْرٍ

اللہ کی رضا جوئی میں — اور جو کچھ خرچ کرو گے — تم مال سے

يُوَفَّ إِلَيْكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تُظْلَمُونَ ﴿٢٧٢﴾ لِلْفُقَرَاءِ

سو پورا ملے گا تم کو — اور تمہارا حق نہ رہے گا ◆ — خرچ کرو ان مفلسوں کے لیے

الَّذِينَ أُحْصِرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ لَا يَسْتَطِيعُونَ

جو رکے ہوئے ہیں — اللہ کی راہ میں — نہیں چل پھر

ضَرْبًا فِي الْأَرْضِ يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ أَغْنِيَاءَ مِنَ

سکتے ملک میں — سمجھے ان کو ناواقف — مالدار

التَّعَفُّفِ تَعْرِفُهُمْ بِسِيمَاهُمْ لَا يَسْأَلُونَ النَّاسَ إِلْحَافًا ۗ

سوال نہ کرنے سے — تو پہچانتا ہے ان کو ان کے چہرے سے — نہیں سوال کرتے — لوگوں سے لپٹ کر ◆

وَمَا تُنْفِقُوا مِنْ خَيْرٍ فَإِنَّ اللَّهَ بِهِ عَلِيمٌ ﴿٢٧٣﴾

اور جو کچھ خرچ کرو گے — کام کی چیز — وہ بیشک اللہ کو معلوم ہے ◆

الَّذِينَ يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَ

جو لوگ خرچ کرتے ہیں اپنے مال اللہ کی راہ میں — رات کو — اور دن کو — چھپا کر

عَلَانِيَةً فَلَهُمْ أَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ

ظاہر میں — تو ان کے لئے ہے ثواب ان کا — اپنے رب کے پاس — اور نہ ڈر ہے

عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴿٢٧٤﴾ الَّذِينَ يَأْكُلُونَ

ان پر — اور نہ وہ غمگین ہوں گے ◆ — جو لوگ کھاتے ہیں

◆ **صدقہ دینے میں مسلمان کی تخصیص نہیں** جب آپ نے صحابہؓ کو مسلمانوں کے سوا اوروں پر صدقہ کرنے سے روکا اور اس میں یہ مصلحت تھی کہ مال ہی کی غرض سے دین حق کی طرف راغب ہوں۔ آگے یہ فرمادیا کہ یہ ثواب جب ہی تک ملے گا کہ اللہ کی خوشی مطلوب ہوگی تو یہ آیت نازل ہوئی اور اس میں عام حکم آگیا کہ اللہ کی راہ میں جس کو مال دو گے تم کو اس کا ثواب دیا جائے گا مسلم غیر مسلم کسی کی تخصیص نہیں یعنی جس پر صدقہ کرو اس میں مسلم کی تخصیص نہیں البتہ صدقہ میں یہ ضرور ہے کہ محض لوجہ اللہ ہو۔

◆ **اللہ والے اہل حاجت کی مدد** یعنی ایسوں کو بڑا ثواب ہے جو اللہ کی راہ اور اس کے دین کے کام میں مقید ہو کر چلنے پھرنے کمانے کھانے سے رک گئے ہیں اور کسی پر اپنی حاجت ظاہر نہیں کرتے جیسے حضرت کے اصحاب تھے۔ اہل صفہ نے گھر بار چھوڑ کر حضرت کی صحبت اختیار کی تھی علم دین سیکھنے کو اور مفسدین فتنہ پردازوں پر جہاد کرنے کو اسی طرح اب بھی جو کوئی قرآن کو حفظ کرے یا علم دین میں مشغول ہو تو لوگوں پر لازم ہے کہ ان کی مدد کریں۔ اور چہرہ سے ان کو پہچاننا اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کے چہرے زرد اور بدن دبلے ہورہے ہیں اور آثار جہد ان کی صورت سے نمودار ہیں۔

◆ اہل علوم اور خاص کر ایسے لوگوں پر جن کا ذکر ہوا۔

◆ **خیرات وصدقات کے فائدے** یہاں تک خیرات کا بیان اور اس کی فضیلت اور اس کی قیود وشرائط کا ذکر تھا اور چونکہ خیرات کرنے سے اکثر معاملات میں سہولت وتسہیل کی عادت ہوتی ہے اور بے مروتی وسخت گیری کی برائی ذہن نشین ہوتی ہے اور دوسرے یہ ہوتا ہے کہ معاملات واعمال میں جو گناہ ہوجاتا ہے خیرات سے اس کا کفارہ کردیا جاتا ہے اور نیز خیرات کرنے سے اخلاق ومروت وخیر اندیشی ونفع رسانی خلق اللہ میں ترقی ہوتی ہے تو ان وجوہ سے ان آیات مذکورہ میں اسکا ذکر فرمایا گیا تھا اب سود لینا چونکہ خیرات کی ضد ہے وہاں مروت ونفع رسانی تھی تو سود میں محض بے مروتی اور ضرر رسانی اور ظلم ہے۔ اس لئے خیرات کی فضیلت کے بعد سود کی مذمت اور اس کی ممانعت کا ذکر بہت مناسب ہے اور جس قدر خیرات میں بھلائی ہے اتنی ہی سود میں برائی اور ضرر کی بات ہے۔

الرِّبٰوا لَا يَقُوْمُوْنَ اِلَّا كَمَا يَقُوْمُ الَّذِىْ يَتَخَبَّطُهُ

الشَّيْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْٓا اِنَّمَا

الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا ۘ وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا ؕ

فَمَنْ جَآءَهٗ مَوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ فَانْتَهٰى فَلَهٗ مَا

سَلَفَ ؕ وَاَمْرُهٗٓ اِلَى اللّٰهِ ؕ وَمَنْ عَادَ فَاُولٰٓئِكَ

اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۲۷۵﴾ يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا

وَيُرْبِى الصَّدَقٰتِ ؕ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ اَثِيْمٍ ﴿۲۷۶﴾

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ

وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ لَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ

مذمت اور حقیقت یعنی ربوا کھانے والے قیامت کو قبروں سے ایسے اٹھیں گے جیسے آسیب زدہ
اور مجنون اور یہ حالت اس واسطے ہوگی کہ انہوں نے حلال و حرام کو یکساں کر دیا اور صرف اس وجہ سے
کہ دونوں میں نفع مقصود ہوتا ہے دونوں کو حلال کہا حالانکہ بیع اور ربا میں بڑا فرق ہے کہ بیع کو حق تعالیٰ
نے حلال کیا ہے اور سود کو حرام۔ **فائدہ** بیع میں جو نفع ہوتا ہے وہ مال کے مقابلہ میں ہوتا ہے جیسا کسی
نے ایک درہم کی قیمت کا کپڑا دو درہم کو فروخت کیا اور سود وہ ہوتا ہے جس میں نفع بلا عوض ہو جیسے ایک
درہم سے دو درہم خرید لے تو اس صورت میں چونکہ کپڑا اور درہم جدی جدی قسم کی چیزیں ہیں اور
نفع اور غرض ہر ایک کی دوسرے سے علیحدہ ہے اس لئے ان میں فی نفسہ موازنہ اور مساوات غیر ممکن
ہے ضرورت فریقین رغبت موازنہ کرنے کی کوئی صورت اپنی اپنی ضرورت اور حاجت کے سوا اور کچھ
نہیں ہو سکتی اور ضرورت اور رغبت ہر ایک کی از حد مختلف ہوتی ہے کسی کو ایک درہم کی اتنی حاجت ہوتی
ہے کہ دس روپیہ قیمت کے کپڑے سے بھی اس قدر نہیں ہوتی اور کسی کو ایک کپڑے کی جو کہ بازار میں
ایک درہم کا شمار ہوتا ہے اتنی حاجت ہو سکتی ہے کہ دس درہم کی بھی اتنی احتیاج اور رغبت نہیں ہوتی تو
اب ایک کپڑے کو ایک درہم میں کوئی خریدے گا تو اس میں سود یعنی نفع خالی عن العوض نہیں اور اگر
بالفرض اسی کپڑے کو ایک ہزار درہم کو خریدے گا تو سود نہیں ہو سکتا کیونکہ فی حد ذاتہ تو ان میں موازنہ
و مساوات ہو ہی نہیں سکتی اس لئے اگر ہو سکتی ہے تو اپنی اپنی رغبت اور ضرورت اور اس میں اتنا
تفاوت ہے کہ خدا کی پناہ تو سود متعین ہو تو کیونکر ہو اور ایک درہم کو دو درہم کے عوض فروخت کرے گا تو
یہاں فی نفسہ مساوات ہو سکتی ہے جس کے باعث ایک درہم ایک درہم کے مقابلہ میں متعین ہوگا اور
دوسرا درہم خالی عن العوض ہو کر سود ہوگا اور شرعاً یہ معاملہ حرام ہوگا۔

یعنی نزول حرمت سے پہلے جو تم نے سود لیا دنیا میں اس کو مالک کی طرف واپس کرنے کا حکم نہیں دیا
جاتا یعنی تم کو اس سے مطالبہ کا حق نہیں اور آخرت میں حق تعالیٰ کو اختیار ہے چاہے اپنی رحمت سے اس
کو بخش دے لیکن حرمت کے بعد بھی اگر کوئی باز نہ آیا بلکہ برابر سود لئے گیا تو وہ دوزخی ہے اور خدا تعالیٰ
کے حکم کے سامنے اپنی عقلی دلیلوں کو پیش کرنے کی سزا ابدی سزا ہے جو فرمائی۔

اللہ سود کو گھٹاتا ہے اور صدقات کو بڑھاتا ہے اللہ سود کے مال کو مٹاتا ہے یعنی اس میں برکت
نہیں ہوتی بلکہ اصل مال بھی ضائع ہو جاتا ہے چنانچہ حدیث میں ارشاد ہے کہ سود کا مال کتنا ہی بڑھ
جائے انجام اس کا افلاس ہے اور خیرات کے مال کو بڑھانے سے یہ مطلب ہے کہ اس مال میں زیادتی
ہوتی ہے اور اللہ برکت دیتا ہے یا اس کا ثواب بڑھایا جاتا ہے چنانچہ احادیث میں وارد ہے۔

مطلب یہ کہ سود لینے والے نے مالدار ہو کر اتنا بھی نہ کیا کہ کسی محتاج کو قرض ہی بلا سود دے دیتا چاہئے تو
یہ تھا کہ بطریق خیرات حاجتمند کو دیتا تو اب اس سے زیادہ اللہ کی نعمت کی ناشکری کیا ہوگی۔

عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۲۷۷﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا

خوف ہے ◆ اور نہ وہ غمگین ہوں گے ◆ اے ایمان والو

اتَّقُوا اللّٰهَ وَذَرُوْا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبٰوٓا اِنْ كُنْتُمْ

ڈرو اللہ سے ◆ اور چھوڑ دو ◆ جو کچھ باقی رہ گیا ہے سود ◆ اگر تم

مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۲۷۸﴾ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ

یقین رکھتے ہو ◆ پھر اگر نہیں چھوڑتے ◆ تو تیار ہو جاؤ لڑنے کو

اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۚ وَاِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوْسُ اَمْوَالِكُمْ ۚ

اللہ سے اور اس کے رسول سے ◆ اور اگر توبہ کرتے ہو تو تمہارے واسطے ہے ◆ اصل مال تمہارا

لَا تَظْلِمُوْنَ وَلَا تُظْلَمُوْنَ ﴿۲۷۹﴾ وَاِنْ كَانَ ذُوْ

نہ تم کسی پر ظلم کرو ◆ اور نہ کوئی تم پر ◆ اور اگر ہے

عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ اِلٰى مَيْسَرَةٍ ۚ وَاَنْ تَصَدَّقُوْا خَيْرٌ

تنگدست ◆ تو مہلت دینی چاہئے کشائش ہونے تک ◆ اور بخش دو ◆ تو بہت بہتر ہے

لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۸۰﴾ وَاتَّقُوْا يَوْمًا تُرْجَعُوْنَ

تمہارے لئے ◆ اگر تم کو سمجھ ہو ◆ اور ڈرتے رہو اس دن سے ◆ کہ جس دن

فِيْهِ اِلَى اللّٰهِ ۖ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ

لوٹائے جاؤ گے اللہ کی طرف ◆ پھر پورا پا جائے گا ہر شخص ◆ جو کچھ اس نے کمایا

وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۲۸۱﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا

اور ان پر ظلم نہ ہوگا ◆ اے ایمان والو ◆ جب

اس آیت میں سود لینے والے کے مقابلے میں اہل ایمان کے اوصاف اور ان کا انعام ذکر کر دیا جو سود خوار کے اوصاف و حالات اور اس کے حکم کے خلاف اور ضد ہیں جس سے سود خوار کی پوری تہدید و تشنیع بھی ظاہر ہو گئی

یعنی ممانعت سے پہلے جو سود لے چکے سو لے چکے لیکن ممانعت کے بعد جو چڑھا اس کو ہرگز نہ مانگو۔

پچھلا سود معاف ہے | یعنی پہلے سود جو تم لے چکے ہو اس کو اگر تمہارے اصل مال میں محسوب کریں اور اس میں سے کاٹ لیویں تو تم پر ظلم ہے اور ممانعت کے بعد کا سود چڑھا ہوا اگر تم مانگو تو یہ تمہارا ظلم ہے۔

یعنی جب سود کی ممانعت آ گئی اور اس کا لینا دینا موقوف ہو گیا تو اب تم مدیون مفلس سے تقاضا کرنے لگو یہ ہرگز نہ چاہیے بلکہ مفلس کو مہلت دو اور توفیق ہو تو بخش دو۔

یعنی قیامت کو تمام اعمال کی جزا اور سزا ملے گی تو اب ہر کوئی اپنا فکر کر لے اچھے کام کرے چاہے سود لے یا خیرات کرے۔

تَدَايَنْتُمْ بِدَيْنٍ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوهُ ۚ

تم آپس میں معاملہ کرو ادھار کا — کسی وقت مقرر تک — تو اس کو لکھ لیا کرو

وَلْيَكْتُبْ بَّيْنَكُمْ كَاتِبٌ بِالْعَدْلِ ۚ وَلَا يَأْبَ

اور چاہیے کہ لکھ دے تمہارے درمیان — کوئی لکھنے والا — انصاف سے — اور انکار نہ کرے

كَاتِبٌ أَنْ يَكْتُبَ كَمَا عَلَّمَهُ اللَّهُ ۚ فَلْيَكْتُبْ وَلْيُمْلِلِ

لکھنے والا اس سے کہ لکھ دیوے — جیسا سکھایا اس کو اللہ نے — سو اس کو چاہیے کہ لکھ دے — اور بتلاتا جاوے

الَّذِي عَلَيْهِ الْحَقُّ وَلْيَتَّقِ اللَّهَ رَبَّهُ وَلَا يَبْخَسْ

وہ شخص کہ جس پر قرض ہے — اور ڈرے اللہ سے جو اس کا رب ہے — اور کم نہ کرے

مِنْهُ شَيْئًا ۚ فَإِنْ كَانَ الَّذِي عَلَيْهِ الْحَقُّ سَفِيهًا

اس میں سے کچھ ۱ — پھر اگر وہ شخص — کہ جس پر قرض ہے — بے عقل ہے

أَوْ ضَعِيفًا أَوْ لَا يَسْتَطِيعُ أَنْ يُمِلَّ هُوَ فَلْيُمْلِلْ

یا ضعیف ہے — یا آپ نہیں بتلا سکتا — تو بتلاوے

وَلِيُّهُ بِالْعَدْلِ ۚ وَاسْتَشْهِدُوا شَهِيدَيْنِ مِنْ

کارگزار اس کا — انصاف سے ۲ — اور گواہ کرو — دو شاہد — اپنے

رِجَالِكُمْ ۖ فَإِنْ لَمْ يَكُونَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَامْرَأَتَانِ

مردوں میں سے — پھر اگر نہ ہوں دو مرد — تو ایک مرد — اور دو عورتیں

مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَاءِ أَنْ تَضِلَّ إِحْدَاهُمَا

ان لوگوں میں سے کہ جن کو تم پسند کرتے ہو — گواہوں میں — تاکہ اگر بھول جائے ایک ان میں سے

① **قرض کا لین دین اور اس کے احکام** | پہلے صدقہ خیرات کی فضیلت اور اس کے احکام بیان فرمائے اس کے بعد ربوا اور اسکی حرمت اور برائی مذکور ہوئی اب اس معاملہ کا ذکر ہے جس میں قرض ہو اور آئندہ کسی مدت کا وعدہ ہو اس کی نسبت یہ معلوم ہوا کہ ایسا معاملہ جائز ہے مگر چونکہ یہ معاملہ آئندہ مدت کے لئے ہوا ہے بھول چوک خلاف نزاع کا احتمال ہے اس لئے یہ ضرور ہے کہ اس کا تعین اور اہتمام ایسا کیا جائے کہ آئندہ کوئی قضیہ اور خلاف نہ ہو۔ اس کی صورت یہی ہے کہ ایک کاغذ لکھو جس میں مدت کا تقرر ہو اور دونوں معاملہ والوں کا نام اور معاملہ کی تفصیل سب باتیں صاف صاف کھول کر لکھی جاویں کاتب کو چاہئے بلا انکار جس طرح شرع کا حکم ہے اسکے موافق انصاف میں کوتاہی نہ کرے اور چاہئے کہ مدیون اپنے ہاتھ سے لکھے یا کاتب کو اپنی زبان سے بتلائے اور دوسرے کے حق میں ذرا نقصان نہ ڈالے۔

② یعنی جو قرضدار اور مدیون ہے وہ اگر بے عقل، بھولا یا سست اور ضعیف ہے مثلاً بچہ ہے یا بہت بوڑھا ہے کہ معاملہ کے لکھنے کی سمجھ ہی نہیں ہے یا معاملہ کو کاتب کو بتلا نہیں سکتا تو ایسی صورتوں میں مدیون کے مختار اور وارث اور کارگذار کو چاہئے کہ معاملہ کو انصاف سے بلا کم و کاست لکھوا دے۔

فَتُذَكِّرَ اِحْدٰىهُمَا الْاُخْرٰى ؕ وَلَا يَاْبَ الشُّهَدَآءُ

اِذَا مَا دُعُوْا ؕ وَلَا تَسْئَمُوْٓا اَنْ تَكْتُبُوْهُ صَغِيْرًا اَوْ كَبِيْرًا

اِلٰٓى اَجَلِهٖ ؕ ذٰلِكُمْ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ وَ اَقْوَمُ

لِلشَّهَادَةِ وَ اَدْنٰٓى اَلَّا تَرْتَابُوْٓا اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ

تِجَارَةً حَاضِرَةً تُدِيْرُوْنَهَا بَيْنَكُمْ فَلَيْسَ

عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَلَّا تَكْتُبُوْهَا ؕ وَاَشْهِدُوْٓا اِذَا تَبَايَعْتُمْ ۪

وَلَا يُضَآرَّ كَاتِبٌ وَّلَا شَهِيْدٌ ؕ وَاِنْ تَفْعَلُوْا

فَاِنَّهٗ فُسُوْقٌۢ بِكُمْ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ وَيُعَلِّمُكُمُ اللّٰهُ ؕ

وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۲۸۲﴾ وَاِنْ كُنْتُمْ عَلٰى سَفَرٍ

◆ ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی | اور تم کو چاہئے کہ اس معاملہ پر کم سے کم دو گواہ مردوں میں سے یا ایک مرد اور دو عورتیں گواہ بنالی جائیں اور گواہ قابل پسند یعنی لائق اعتبار اور معتمد ہوں۔

◆ یعنی گواہوں کو جس وقت گواہ بنانے کے لئے یا ادائے شہادت کے لئے بلائیں تو اُن کو انکار نہ چاہئے اور کاہلی اور سستی نہ کرو اس کے لکھنے لکھانے میں معاملہ چھوٹا ہو یا بڑا کہ انصاف پورا اس میں ہے اور گواہی پر بھی کامل اعتماد اسی لکھ لینے میں ہے اور بھول چوک اور کسی کے حق ضائع ہونے سے اطمینان بھی اسی میں ہے۔

وَلَمْ تَجِدُوْا كَاتِبًا فَرِهٰنٌ مَّقْبُوْضَةٌ ۭ فَاِنْ اَمِنَ

اور نہ پاؤ تم کوئی لکھنے والا | تو گروی قبضہ میں رکھی ہوئی | پھر اگر اعتبار کرے

بَعْضُكُمْ بَعْضًا فَلْيُؤَدِّ الَّذِي اؤْتُمِنَ اَمَانَتَهٗ

ایک دوسرے کا | تو چاہیے کہ پورا ادا کرے | وہ شخص کہ جس پر اعتبار کیا | اپنی امانت

وَلْيَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ ۭ وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ ۭ وَمَنْ

اور ڈرتا رہے اللہ سے جو رب ہے اس کا | اور مت چھپاؤ گواہی | اور جو شخص

يَّكْتُمْهَا فَاِنَّهٗٓ اٰثِمٌ قَلْبُهٗ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ ﴿۲۸۳﴾

اس کو چھپاوے | تو بیشک گنہگار ہے دل اس کا | اور اللہ تمہارے کاموں کو خوب جانتا ہے ◆

لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ وَاِنْ تُبْدُوْا

اللہ ہی کا ہے | جو کچھ کہ آسمانوں اور زمین میں ہے | اور اگر ظاہر کرو گے

مَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ ۭ

اپنے جی کی بات | یا چھپاؤ گے اس کو | حساب لے گا اس کا تم سے اللہ

فَيَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَاۗءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰي

پھر بخشے گا جس کو چاہے | اور عذاب کرے گا جس کو چاہے | اور اللہ

كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۲۸۴﴾ اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ

ہر چیز پر قادر ہے ◆ | مان لیا رسول نے | جو کچھ اترا

اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ۭ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ

اس پر | اس کے رب کی طرف سے | اور مسلمانوں نے بھی | سب نے مانا | اللہ

وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ

مِّنْ رُّسُلِهٖ وَقَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا غُفْرَانَكَ

رَبَّنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ ﴿۲۸۵﴾ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا

وُسْعَهَا لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ

رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَّسِيْنَا اَوْ اَخْطَاْنَا رَبَّنَا

وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَا اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِيْنَ

مِنْ قَبْلِنَا رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ

وَاعْفُ عَنَّا وَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا اَنْتَ مَوْلٰىنَا

فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۲۸۶﴾

آیاتہا ۲۰۰ — (۳) سُوْرَةُ اٰلِ عِمْرٰنَ مَدَنِيَّةٌ (۸۹) — رکوعاتہا ۲۰

مدینہ میں نازل ہوئی اور اس میں دو سو آیتیں ہیں اور بیس رکوع

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

الٓمّٓ ﴿۱﴾ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ﴿۲﴾ نَزَّلَ

الٓمّٓ — اللہ — اس کے سوا کوئی معبود نہیں — زندہ ہے — سب کا تھامنے والا ◆ — اتاری

عَلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ

تجھ پر کتاب — سچی ◆ — تصدیق کرتی ہے — اگلی کتابوں کی

وَاَنْزَلَ التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ ﴿۳﴾ مِنْ قَبْلُ هُدًى

اور اتارا تورات — اور انجیل کو — اس کتاب سے پہلے — لوگوں کی

لِّلنَّاسِ وَاَنْزَلَ الْفُرْقَانَ ۬ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ

ہدایت کے لئے ◆ — اور اتارا فیصلے ◆ — بیشک جو منکر ہوئے — اللہ کی آیتوں

اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ۭ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ ﴿۴﴾

سے — ان کے واسطے سخت عذاب ہے — اور اللہ زبردست ہے — بدلہ لینے والا ◆

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَخْفٰى عَلَيْهِ شَيْءٌ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي

اللہ پر چھپی نہیں — کوئی چیز — زمین میں — اور نہ

◆ **الوہیت مسیح کا رد** | نجران کے ساٹھ عیسائیوں کا ایک موقر و معزز وفد نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس میں تین شخص عبد المسیح عاقب بحیثیت امارت و سیادت کے، ایہم السید بلحاظ اپنے دانشمندی کے، اور ابو حارثہ بن علقمہ باعتبار سب سے بڑے مذہبی عالم اور لاٹ پادری ہونے کے عام شہرت اور اقتدار رکھتے تھے۔ یہ تیسرا شخص اصل میں عرب کے مشہور قبیلہ "بنی بکر بن وائل" سے تعلق رکھتا

تھا۔ پھر پکا نصرانی بن گیا۔ سلاطین روم نے اس کی مذہبی صدارت اور مجد و شرف کو دیکھتے ہوئے بڑی تعظیم و تکریم کی۔ علاوہ وظیفہ قرار واقعی امداد کے اس کے لئے گرجے تعمیر کئے اور امور مذہبی کے اعلیٰ منصب پر مامور کیا۔ یہ وفد بارگاہ رسالت میں بڑی آن بان سے حاضر ہوا اور متنازع فیہ مسائل میں حضور سے گفتگو کی جس کی پوری تفصیل محمد بن اسحٰق کی سیرت میں منقول ہے۔ سورۂ "آل عمران" کا ابتدائی حصہ تقریباً اسی آیات تک اسی واقعہ میں نازل ہوا۔ عیسائیوں کا پہلا اور بنیادی عقیدہ یہ تھا کہ حضرت مسیح علیہ السلام بعینہ خدا یا خدا کے بیٹے یا تین خداؤں میں سے ایک ہیں۔ سورۂ ہٰذا کی پہلی آیت میں توحید خالص کا دعویٰ کرتے ہوئے خدا تعالیٰ کی جو صفات "حیّ قیوم" بیان کی گئیں وہ عیسائیوں کے اس دعوے کو صاف طور پر باطل ٹھہراتی ہیں۔ چنانچہ حضور ﷺ نے دوران مناظرہ میں ان سے فرمایا کیا تم نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ حی (زندہ) ہے جس پر کبھی موت طاری نہیں ہو سکتی۔ اسی نے تمام مخلوقات کو وجود عطا کیا اور سامان بقاء دے کر ان کو اپنی قدرت کاملہ سے تھام رکھا ہے۔ برخلاف اس کے عیسیٰ علیہ السلام پر یقیناً موت وفنا آ کر رہے گی۔ اور ظاہر ہے جو شخص خود اپنی ہستی کو برقرار نہ رکھ سکے دوسری مخلوقات کی ہستی کیا برقرار رکھ سکتا ہے۔ "نصاریٰ" نے سن کر اقرار کیا (کہ بیشک صحیح ہے) شاید انہوں نے غنیمت سمجھا ہو گا کہ آپ اپنے اعتقاد کے موافق "عیسیٰ یاتی علیہ الفناء" کا سوال کر رہے ہیں یعنی عیسیٰ پر فنا ضرور آئے گی۔ اگر جواب نفی میں دیا تو آپ ہمارے عقیدہ کے موافق کہ حضرت عیسیٰ کو عرصہ ہوا موت آ چکی ہے، ہم کو اور زیادہ صریح طور پر ملزم اور مفحم کریں گے۔ اس لئے لفظی مناقشہ میں پڑنا مصلحت نہ سمجھا۔ اور ممکن ہے یہ لوگ ان فرقوں میں سے ہوں جو عقیدہ اسلام کے موافق مسیح علیہ السلام کے قتل و صلب کا قطعاً انکار کرتے تھے اور رفع جسمانی کے قائل تھے جیسا کہ حافظ ابن تیمیہ نے "الجواب الصحیح" میں اور "الفارق بین المخلوق والخالق" کے مصنف نے تصریح کی ہے کہ شام و مصر کے نصاریٰ عموماً اسی عقیدہ پر تھے صدیوں کے بعد پولوس نے عقیدۂ صلب کی اشاعت کی۔ پھر یہ خیال یورپ سے مصر و شام وغیرہ پہنچا۔ بہرحال نبی کریم ﷺ کا ان عیسیٰ اتی علیہ الفناء کے بجائے یاتی علیہ الفناء فرمانا اور اس حالیہ پہلے الفاظ کو ترک فرمانا، الوہیت مسیح کے موقع پر زیادہ صاف اور مسکت ہوتے ہوئے اظہار کرتا ہے کہ موقع الزام میں بھی مسیح علیہ السلام پر موت سے پہلے لفظ موت کا اطلاق آپ نے پسند نہیں کیا۔

۲ یعنی قرآن کریم جو عین حکمت کے موافق نہایت برمحل سچائی اور انصاف کو اپنی آغوش میں لے کر اترا۔

۳ **قرآن پچھلی کتابوں کی تصدیق کرتا ہے** یعنی قرآن اگلی کتابوں کی تصدیق کرتا ہے اور اگلی کتابیں (تورات و انجیل وغیرہ) پہلے سے قرآن اور اس کے لانے والے کی طرف لوگوں کی رہنمائی کر رہی تھیں اور اپنے اپنے وقت میں مناسب احکام و ہدایات دیتی تھیں۔ گویا بتلا دیا کہ "الوہیت" یا "ابنیت مسیح" کا عقیدہ کسی آسمانی کتاب میں موجود نہ تھا۔ کیونکہ اصول دین کے اعتبار سے تمام کتب سماویہ متفق و متحد ہیں۔ مشرکانہ عقائد کی تعلیم کبھی نہیں دی گئی۔

۴ یعنی ہر زمانہ کے مناسب ایسی چیزیں اتاریں جو حق و باطل، حلال و حرام اور جھوٹ سچ کے درمیان فیصلہ کرنے والی ہوں۔ اس میں قرآن کریم، کتب سماویہ، معجزات انبیاء سب داخل ہو گئے اور ادھر بھی اشارہ ہو گیا کہ جن مسائل میں یہود و نصاریٰ جھگڑتے چلے آ رہے ہیں ان اختلافات کا فیصلہ بھی قرآن کے ذریعہ سے کر دیا گیا۔

۵ **اللہ ہی قادر مطلق ہے** یعنی ایسے مجرموں کو وہ سزا دیے بغیر نہ چھوڑے گا نہ وہ اس کے زبردست اقتدار سے چھوٹ کر بھاگ سکیں گے۔ اس میں بھی الوہیت مسیح کے ابطال کی طرف لطیف اشارہ ہو گیا۔ کیونکہ جو اختیار و اقتدار حقیقی خدا کے لئے ثابت کیا گیا، ظاہر ہے وہ مسیح میں نہیں پایا جاتا۔ بلکہ نصاریٰ کے نزدیک حضرت مسیح کسی کو سزا کیا دے سکتے خود اپنے کو باوجود سخت تضرع و الحاح کے ظالموں کے پنجہ سے نہ چھڑا سکے۔ پھر خدا یا خدا کا بیٹا کیسے بن سکتے ہیں؟ بیٹا وہی کہلاتا ہے جو باپ کی نوع سے ہو۔ لہٰذا خدا کا بیٹا خدا ہی ہونا چاہئے۔ ایک عاجز مخلوق کو حقیقتہً قادر مطلق کا بیٹا کہنا باپ اور بیٹے دونوں پر سخت عیب لگانا ہے۔ العیاذ باللہ۔

السَّمَآءِ ۝٥ هُوَ الَّذِیْ یُصَوِّرُکُمْ فِی الْاَرْحَامِ کَیْفَ

آسمان میں ۝٥ وہی تمہارا نقشہ بناتا ہے ماں کے پیٹ میں جس طرح

یَشَآءُ ؕ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ ۝٦ هُوَ

چاہے کسی کی بندگی نہیں اس کے سوا زبردست ہے حکمت والا ۝٦ وہی ہے

الَّذِیْۤ اَنْزَلَ عَلَیْکَ الْکِتٰبَ مِنْهُ اٰیٰتٌ مُّحْکَمٰتٌ

جس نے اتاری تجھ پر کتاب اس میں بعض آیتیں ہیں محکم یعنی ان کے معنی واضح ہیں

هُنَّ اُمُّ الْکِتٰبِ وَ اُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ ؕ فَاَمَّا الَّذِیْنَ

وہ اصل ہیں کتاب کی اور دوسری ہیں متشابہ یعنی جن کے معنی معلوم یا معین نہیں سو جن کے

فِیْ قُلُوْبِهِمْ زَیْغٌ فَیَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَآءَ

دلوں میں کجی ہے وہ پیروی کرتے ہیں متشابہات کی گمراہی پھیلانے کی

الْفِتْنَةِ وَ ابْتِغَآءَ تَاْوِیْلِهٖ ۚ وَ مَا یَعْلَمُ تَاْوِیْلَهٗۤ اِلَّا

غرض سے اور مطلب معلوم کرنے کی وجہ سے اور ان کا مطلب کوئی نہیں جانتا سوا

اللّٰهُ ۘ وَ الرّٰسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ یَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ ۙ

اللہ کے اور مضبوط علم والے کہتے ہیں ہم اس پر یقین لائے

کُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا ۚ وَ مَا یَذَّکَّرُ اِلَّاۤ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝٧

سب ہمارے رب کی طرف سے اتری ہیں اور سمجھانے سے وہی سمجھتے ہیں جن کو عقل ہے ۝٧

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَیْتَنَا وَ هَبْ

اے رب نہ پھیر ہمارے دلوں کو جب تو ہم کو ہدایت کر چکا اور عطا کر

لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً ۚ إِنَّكَ أَنْتَ الْوَهَّابُ ﴿٨﴾

ہم کو — اپنے پاس سے رحمت — تو ہی ہے سب کچھ دینے والا

رَبَّنَآ إِنَّكَ جَامِعُ النَّاسِ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيهِ ۚ

اے رب — تو جمع کرنے والا ہے لوگوں کو — ایک دن — جس میں کچھ شبہ نہیں

إِنَّ اللَّهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيعَادَ ﴿٩﴾ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا

بیشک اللہ خلاف نہیں کرتا اپنا وعدہ — بیشک جو لوگ کافر ہیں

لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ أَمْوَالُهُمْ وَلَآ أَوْلَادُهُمْ مِّنَ

ہرگز کام نہ آویں گے ان کو — ان کے مال — اور نہ ان کی اولاد

اللَّهِ شَيْئًا ۖ وَأُولَٰٓئِكَ هُمْ وَقُودُ النَّارِ ﴿١٠﴾ كَدَأْبِ آلِ

اللہ کے سامنے کچھ — اور وہی ہیں — ایندھن دوزخ کے — جیسے دستور فرعون

فِرْعَوْنَ ۙ وَالَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۚ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا ۚ

والوں کا — اور جو ان سے پہلے تھے — جھٹلایا انہوں نے ہماری آیتوں کو

فَأَخَذَهُمُ اللَّهُ بِذُنُوبِهِمْ ۗ وَاللَّهُ شَدِيدُ الْعِقَابِ ﴿١١﴾

پھر پکڑا ان کو اللہ نے — ان کے گناہوں پر — اور اللہ کا عذاب سخت ہے

قُلْ لِّلَّذِينَ كَفَرُوا سَتُغْلَبُونَ وَتُحْشَرُونَ إِلَىٰ

کہہ دے — کافروں کو — کہ اب تم مغلوب ہو گے — اور ہانکے جاؤ گے دوزخ

جَهَنَّمَ ۚ وَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴿١٢﴾ قَدْ كَانَ لَكُمْ آيَةٌ

کی طرف — اور کیا برا ٹھکانا ہے — ابھی گذر چکا ہے تمہارے سامنے — ایک نمونہ

فِىْ فِئَتَيْنِ الْتَقَتَا ۭ فِئَةٌ تُقَاتِلُ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ

دو فوجوں میں | جن میں مقابلہ ہوا | ایک فوج ہے کہ لڑتی ہے | اللہ کی راہ میں

وَاُخْرٰى كَافِرَةٌ يَّرَوْنَهُمْ مِّثْلَيْهِمْ رَاْىَ الْعَيْنِ ۭ

اور دوسری فوج کافروں کی ہے | دیکھتے ہیں یہ ان کو اپنے سے دو چند | صریح آنکھوں سے

وَاللّٰهُ يُؤَيِّدُ بِنَصْرِهٖ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ

اور اللہ زور دیتا ہے | اپنی مدد کا | جس کو چاہے | اسی میں

لَعِبْرَةً لِّاُولِى الْاَبْصَارِ ﴿۱۳﴾ زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ

عبرت ہے | دیکھنے والوں کو ◆ | فریفتہ کیا ہے لوگوں کو | مرغوب

الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَاۗءِ وَالْبَنِيْنَ وَالْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ

چیزوں کی محبت نے | جیسے عورتیں ◆ | اور بیٹے | اور خزانے جمع کئے ہوئے

مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَ

سونے | اور چاندی کے | اور گھوڑے نشان لگائے ہوئے ◆ | اور

الْاَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ۭ ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ

مویشی | اور کھیتی | یہ فائدہ اٹھانا ہے | دنیا کی زندگی میں

وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ ﴿۱۴﴾ قُلْ اَؤُنَبِّئُكُمْ

اور اللہ ہی کے پاس ہے اچھا ٹھکانا ◆ | کہہ دے کیا بتاؤں میں تم کو

بِخَيْرٍ مِّنْ ذٰلِكُمْ ۭ لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا عِنْدَ رَبِّهِمْ

اس سے بہتر | پرہیزگاروں کے لئے | اپنے رب کے ہاں

غزوہ بدر میں مسلمانوں کی تائید و نصرت ! جنگ بدر میں کفار تقریباً ایک ہزار تھے جن کے پاس سات سو اونٹ اور ایک سو گھوڑے تھے۔ دوسری طرف مسلمان مجاہدین تین سو تیرہ سے کچھ اوپر تھے جن کے پاس کل ستر اونٹ، دو گھوڑے، چھ زرہیں اور آٹھ تلواریں تھیں۔ اور تماشہ یہ تھا کہ ہر ایک فریق کو حریف مقابل اپنے سے دوگنا نظر آتا تھا جس کا نتیجہ یہ تھا کہ کفار کے دل مسلمانوں کی کثرت کا تصور کر کے مرعوب ہوتے تھے اور مسلمان اپنے سے دوگنی تعداد دیکھ کر اور زیادہ حق تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوتے اور کامل توکل و استقلال سے خدا کے وعدہ "اِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ مِّائَةٌ صَابِرَةٌ يَّغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ" پر اعتماد کر کے فتح و نصرت کی امید رکھتے تھے۔ اگر ان کی پوری تعداد جو تگنی تھی منکشف ہوتی تو ممکن تھا خوف طاری ہو جاتا۔ اور یہ فریقین کو دوگنی تعداد دکھلانا بعض احوال میں تھا۔ ورنہ بعض احوال وہ تھے جب ہر ایک کو دوسرے فریق کی جمعیت کم محسوس ہوئی۔ جیسا کہ "سورۂ انفال" میں آئے گا بہرحال ایک قلیل اور بے سروسامان جماعت کو ایک مضبوط جمعیت کے مقابلہ میں ان پیشین گوئیوں کے مطابق جو مکہ میں کی گئی تھیں اس طرح مظفر و منصور کرنا آنکھیں رکھنے والوں کے لئے بہت بڑا عبرتناک واقعہ ہے۔

مرغوبات کی محبت آزمائش یعنی جب ان میں پھنس کر آدمی خدا سے غافل ہو جائے۔ اسی لئے حدیث میں فرمایا "ما ترکت بعدی فتنة اضر علی الرجال من النساء" (میرے بعد مردوں کے لئے کوئی ضرر رساں فتنہ عورتوں سے بڑھ کر نہیں) ہاں اگر عورت سے مقصود عفاف اور کثرت اولاد ہو تو وہ مذموم نہیں بلکہ مطلوب و مندوب ہے۔ چنانچہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ دنیا کی بہترین متاع نیک بیوی ہے کہ اگر اس کی طرف دیکھے تو خوش ہو، حکم دے تو فرمانبردار پائے، کہیں غائب ہو تو پیچھے شوہر کے مال اور اپنی عصمت کے معاملہ میں اس کی حفاظت کرے۔ اسی طرح جتنی چیزیں آگے متاع دنیا کے سلسلہ میں بیان ہوئی ہیں سب کا محمود و مذموم ہونا نیت اور طریق کار کے تفاوت سے متفاوت ہو جاتا ہے۔ مگر چونکہ دنیا میں کثرت ایسے افراد کی ہے جو عیش و عشرت کے سامانوں میں پھنس کر خدا تعالیٰ کو اور سچے انجام کو بھول جاتے ہیں اس لئے "زُيِّنَ لِلنَّاسِ" میں کلام کی عام رکھی گئی ہے۔

یعنی جن پر نمبر یا نشان لگائے جائیں، یا پنج کلیان گھوڑے جن کے ہاتھ پاؤں اور پیشانی پر قدرتی نشان ہوتے ہیں یا وہ گھوڑے جو چراگاہ میں چرنے کے لئے چھوڑے گئے ہوں۔

یعنی ابدی لذت ان چیزوں سے حاصل نہیں ہو سکتی۔ دنیا میں چند روز فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔ کامیاب مستقبل اور اچھا ٹھکانا چاہے تو خدا کے پاس ملے گا۔ اس کی خوشنودی اور قرب حاصل کرنے کی فکر کرو۔ اگلی آیت میں بتلاتے ہیں کہ وہ اچھا ٹھکانا کیا ہے اور کن لوگوں کو ملتا ہے۔

جَنّٰتٌ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا

باغ ہیں — جن کے نیچے جاری ہیں نہریں — ہمیشہ رہیں گے ان میں

وَ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَّ رِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَ اللّٰهُ

اور عورتیں ہیں ستھری ◆ اور رضامندی اللہ کی ◆ اور اللہ

بَصِیْرٌۢ بِالْعِبَادِ ۚ﴿۱۵﴾ اَلَّذِیْنَ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَاۤ اِنَّنَاۤ اٰمَنَّا

کی نگاہ میں ہیں بندے ◆ — وہ جو کہتے ہیں — اے رب ہمارے — ہم ایمان لائے ہیں

فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَ قِنَا عَذَابَ النَّارِ ۚ﴿۱۶﴾ اَلصّٰبِرِیْنَ وَ

سو بخش دے ہم کو گناہ ہمارے — اور بچا ہم کو دوزخ کے عذاب سے ◆ — وہ صبر کرنے والے ہیں — اور

الصّٰدِقِیْنَ وَ الْقٰنِتِیْنَ وَ الْمُنْفِقِیْنَ وَ الْمُسْتَغْفِرِیْنَ

سچے — اور حکم بجالانے والے — اور خرچ کرنے والے — اور گناہ بخشوانے والے

بِالْاَسْحَارِ ﴿۱۷﴾ شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۙ وَ

پچھلی رات میں ◆ — اللہ نے گواہی دی — کہ کسی کی بندگی نہیں اس کے سوا ◆ — اور

الْمَلٰٓئِكَةُ وَ اُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًۢا بِالْقِسْطِ ؕ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا

فرشتوں نے ◆ — اور علم والوں نے بھی ◆ — وہی حاکم انصاف کا ہے — کسی کی بندگی نہیں سوا اس کے

◆ یعنی ہر قسم کی صوری و معنوی گندگی سے پاک صاف ہوں گی۔

◆ کہ اس سے بڑھ کر کیا نعمت ہو سکتی ہے بلکہ جنت بھی فی الحقیقت اسی لیے مطلوب ہے کہ وہ محل رضا ہے۔

◆ **اللہ بندوں کی نگرانی کرتا ہے** بندوں کے تمام اعمال و احوال اس کے سامنے ہیں جو جس جزاء و سزا کا مستحق ہوگا بلا کم و کاست دی جائے گی۔ دنیا کی بہار پر مرنے والے اور اس کے فانی مزوں سے پرہیز کرنے والے سب اپنے اپنے ٹھکانے پہنچا دیئے جائیں گے۔ یا یہ مطلب لیا جائے کہ پرہیزگار بندوں پر خدا کی نگاہ لطف و کرم ہے جو دنیا کی ایسی فریب کاریوں سے ان کو محفوظ

رکھتی ہے۔ چنانچہ حدیث میں آپ نے فرمایا کہ جب خدا کسی بندہ کو محبوب رکھتا ہے تو اسی طرح دنیا سے اس کا پرہیز کراتا ہے جیسے تم اپنے مریض کو پانی (وغیرہ) سے پرہیز کراتے ہو۔

◆ معلوم ہوا کہ گناہ معاف ہونے کے لئے ایمان لانا شرط ہے۔

◆ **اچھے بندوں کے اوصاف** | یعنی اللہ کے راستہ میں بڑی بڑی تکلیفیں اٹھا کر بھی اس کی فرمانبرداری پر جمے رہتے اور معصیت سے رکے رہتے ہیں۔ زبان کے، دل کے، نیت کے معاملہ کے سچے ہیں۔ پوری تسلیم و انقیاد کے ساتھ خدا کے احکام بجالاتے ہیں۔ خدا کی دی ہوئی دولت کو اس کے بتلائے ہوئے مواقع میں خرچ کرتے ہیں۔ اور پچھلی رات میں اٹھ کر (جو طمانیت و اجابت کا وقت ہوتا ہے لیکن اٹھنا اس وقت سہل نہیں ہوتا) اپنے رب سے گناہ اور تقصیرات معاف کراتے ہیں۔ کانوا قلیلا من الیل ما یھجعون وبالاسحار ھم یستغفرون (ذاریات رکوع ۱) یعنی اکثر رات عبادت میں گذارتے اور سحر کے وقت استغفار کرتے کہ خداوندا! عبادت میں جو تقصیر رہ گئی اپنے فضل سے معاف فرما۔

◆ **توحید پر اللہ کی فرشتوں کی اور اہل علم کی گواہی** | ابتداء میں نصاریٰ "نجران" سے خطاب تھا اور نہایت لطیف انداز سے الوہیت مسیح کے عقیدہ کا ابطال اور توحید خالص کا اعلان کر کے ایمان لانے کی ترغیب دی گئی تھی۔ درمیان میں ان موانع کا ذکر فرمایا جو انسان کو وضوح حق کے باوجود شرف ایمان سے محروم رکھتے ہیں۔ یعنی زن و اولاد و سامان عیش و عشرت۔ ان آیات میں مومنین کی صفات بیان کرنے کے بعد پھر اصل مضمون توحید وغیرہ کی طرف عود کیا گیا ہے۔ یعنی توحید خالص کے ماننے میں کیا تردد ہو سکتا ہے جبکہ خود حق تعالیٰ اپنی تمام کتابوں میں برابر اسی مضمون کی گواہی دیتا رہا ہے۔ اور اس کی فطری کتاب (صحیفۂ کائنات) کا ایک ایک ورق بلکہ ایک ایک نقطہ شہادت دیتا ہے کہ بندگی کے لائق رب العالمین کے سوا کوئی نہیں ہو سکتا۔ وَفِي كُلِّ شَيْءٍ لَهُ آيَةٌ تَدُلُّ عَلَى أَنَّهُ وَاحِدٌ۔ سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْآفَاقِ وَفِي أَنفُسِهِمْ حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُ الْحَقُّ أَوَلَمْ يَكْفِ بِرَبِّكَ أَنَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ (حم سجدہ رکوع ۶)

◆ ظاہر ہے فرشتوں کی گواہی خدا کی گواہی کے خلاف کیسے ہو سکتی ہے۔ فرشتہ تو نام ہی اس مخلوق کا ہے جو صدق و حق کے راستہ سے سرتابی نہ کرے۔ چنانچہ فرشتوں کی تسبیح و تحمید تمامتر توحید و تفرید باری پر مشتمل ہے۔

◆ علم والے ہر زمانہ میں توحید کی شہادت دیتے رہے ہیں اور آج تو عام طور پر توحید کے خلاف ایک لفظ کہنا جہل محض کا مرادف سمجھا جاتا ہے۔ مشرکین بھی دل میں مانتے ہیں کہ علمی اصول کبھی مشرکانہ عقائد کی تائید نہیں کر سکتے۔

هُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝١٨ إِنَّ الدِّينَ عِندَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ ۗ

زبردست ہے حکمت والا ◆ بیشک دین جو ہے اللہ کے ہاں سو یہی مسلمانی حکم برداری ◆

وَمَا اخْتَلَفَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ إِلَّا مِن بَعْدِ

اور مخالف نہیں ہوئے کتاب والے مگر بعد

مَا جَاءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ ۗ وَمَن يَكْفُرْ

اس کے کہ ان کو علم پہنچا آپس کی ضد سے ◆ اور جو کوئی انکار کرے

بِآيَاتِ اللَّهِ فَإِنَّ اللَّهَ سَرِيعُ الْحِسَابِ ۝١٩ فَإِنْ

اللہ کے حکموں کا تو اللہ جلدی حساب لینے والا ہے ◆ پھر بھی اگر

حَاجُّوكَ فَقُلْ أَسْلَمْتُ وَجْهِيَ لِلَّهِ وَمَنِ اتَّبَعَنِ ۗ

تجھ سے جھگڑیں تو کہہ دے میں نے تابع کیا اپنا منہ اللہ کے حکم پر اور انہوں نے بھی کہ جو میرے ساتھ ہیں ◆

وَقُل لِّلَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ وَالْأُمِّيِّينَ أَأَسْلَمْتُمْ ۚ

اور کہہ دے کتاب والوں کو اور ان پڑھوں کو کہ تم بھی تابع ہوتے ہو

فَإِنْ أَسْلَمُوا فَقَدِ اهْتَدَوا ۖ وَّإِن تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا

پھر اگر وہ تابع ہوئے تو انہوں نے راہ پائی اور اگر منہ پھیریں تو تیرا ذمہ

◆ انصاف کرنے کے لئے دو باتیں ضروری ہیں، زبردست ہو کہ اس کے فیصلہ سے کوئی سرتابی نہ کر سکے، اور حکیم ہو کہ حکمت و دانائی سے پوری طرح جانچ تول کر ٹھیک ٹھیک فیصلہ کرے، کوئی حکم بے موقع نہ ہو۔ چونکہ حق تعالیٰ عزیز و حکیم ہے لہٰذا اس کے منصف علی الاطلاق ہونے میں کیا شبہ ہو سکتا ہے۔ غالبًا اسی لفظ "قائمًا بالقسط" میں عیسائیوں کے مسئلہ کفارہ کا بھی رد ہو گیا۔ بھلا یہ کیسا انصاف ہوگا کہ ساری دنیا کے جرائم ایک شخص پر لاد دیے جائیں اور وہ تنہا سزا پا کر سب مجرموں کو ہمیشہ کے لئے بری اور پاک کر دے۔ خدا کے عادل و حکیم کی بارگاہ ایسی کمزوریوں سے کہیں بالا و برتر ہے۔

◆ دین اللہ کے نزدیک صرف اسلام ہے۔ (لفظ اسلام کی تشریح) "اسلام" کے اصلی معنی سپرد کرنے کے ہیں "مذہب اسلام" کو بھی اسی لحاظ سے اسلام کہا جاتا ہے کہ ایک مسلم اپنے کو ہمہ تن خدائے واحد کے سپرد کر دیتا ہے اور اس کے احکام کے

عَلَيْكَ الْبَلٰغُ ۭ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ ۝ اِنَّ

صرف پہنچا دینا ہے — اور اللہ تعالیٰ خود دیکھ لیں گے بندوں کو ◆ — جو

الَّذِيْنَ يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ

لوگ انکار کرتے ہیں اللہ کے حکموں کا — اور قتل کرتے ہیں پیغمبروں کو

بِغَيْرِ حَقٍّ ۙ وَّيَقْتُلُوْنَ الَّذِيْنَ يَاْمُرُوْنَ بِالْقِسْطِ

ناحق — اور قتل کرتے ہیں ان کو — جو تعلیم کرتے ہیں انصاف کرنے کی

مِنَ النَّاسِ ۙ فَبَشِّرْھُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝ اُولٰۗىِٕكَ

لوگوں میں سے — سو خوشخبری سنادیجئے ان کو — عذاب دردناک کی — یہ وہ ہیں

الَّذِيْنَ حَبِطَتْ اَعْمَالُھُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۡ وَمَا لَھُمْ

جن کے اعمال غارت ہوگئے — دنیا میں — اور آخرت میں — اور کوئی نہیں

مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ۝ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا

ان کا مددگار ◆ — کیا تو نے دیکھا نہیں ان لوگوں کو — جن کو ملا ہے ایک حصہ

مِّنَ الْكِتٰبِ يُدْعَوْنَ اِلٰى كِتٰبِ اللّٰهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَھُمْ

کتاب کا ◆ — ان کو بلاتے ہیں اللہ کی کتاب کی طرف — تاکہ وہ کتاب ان میں فیصلہ کرے

ثُمَّ يَتَوَلّٰى فَرِيْقٌ مِّنْھُمْ وَھُمْ مُّعْرِضُوْنَ ۝

پھر منہ پھیرتے ہیں — بعضے ان میں سے — تغافل کرکے ◆

ذٰلِكَ بِاَنَّھُمْ قَالُوْا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّآ اَيَّامًا

یہ اس واسطے — کہ کہتے ہیں وہ — ہم کو ہرگز نہ لگے گی آگ دوزخ کی — مگر چند دن

یعنی سوچ لو کیا تم بھی ہماری طرح خدا کے تابعدار بندے بنتے ہو یا اب بھی نہیں ہو، ایسا ہو تو سمجھ لو سیدھے رستہ پر لگ گئے اور ہمارے بھائی بن گئے ورنہ ہمارا کام سمجھا دینا اور تبلیغ فرما کر جتلا دینا تھا، وہ کر چکے آگے سب بندے اور ان کے اعمال ظاہری و باطنی خدا کی نظر میں ہیں، وہ ہر ایک کا بھگتان کر دیگا۔ (تنبیہ) ان پڑھ کہتے تھے عرب کے مشرکوں کو کہ ان کے پاس کتاب سماوی کا علم نہ تھا۔

بنی اسرائیل کے جرائم اور سزا حدیث میں ہے کہ "بنی اسرائیل" نے ایک دن میں تینتالیس نبیوں اور ایک سو ستر یا ایک سو بارہ صالحین کو شہید کیا۔ یہاں نصاریٰ نجران اور دوسرے کفار کو سنایا جا رہا ہے کہ احکام الٰہی سے منکر ہو کر انبیاء اور انصاف پسند ناصحین سے مقابلہ کرنا اور یہ حد درجہ کی شقاوت و سنگدلی سے ان کے خون میں ہاتھ رنگنا معمولی چیز نہیں۔ ایسے لوگ سخت دردناک عذاب کے مستحق اور دونوں جہان کی کامیابی سے محروم ہیں۔ ان کی محنت برباد اور ان کی کوششیں اکارت ہوں گی اور دنیا و آخرت میں جب سزا ملے گی تو کوئی بچانے والا اور مدد کرنے والا نہ ملے گا۔

یعنی تھوڑا بہت حصہ تورات و انجیل وغیرہ کا جو ان کی تحریفات لفظی و معنوی سے بچ بچا کر رہ گیا ہے یا جو تھوڑا بہت حصہ فہم کتاب کا ملا۔

یہودیوں کا کتاب اللہ سے اعراض یعنی جب انہیں دعوت دی جاتی ہے کہ قرآن کریم کی طرف آؤ جو خود تمہاری تسلیم کردہ کتابوں کی بشارات کے موافق آیا اور تمہارے اختلافات کا ٹھیک ٹھیک فیصلہ کرنے والا ہے تو ان کے علماء کا ایک فریق تغافل برت کر منہ پھیر لیتا ہے۔ حالانکہ قرآن کی طرف دعوت فی الحقیقت تورات و انجیل کی طرف دعوت دینا ہے۔ بلکہ کچھ بعید نہیں کہ اس جگہ کتاب اللہ سے مراد تورات و انجیل ہی ہو۔ یعنی لو ہم تمہارے نزاعات کا فیصلہ تمہاری ہی کتاب پر چھوڑتے ہیں مگر غضب تو یہ ہے کہ وہ اپنی خواہشات اور پست اغراض کے سامنے خود اپنی کتاب کی ہدایات سے بھی منہ پھیر لیتے ہیں۔ نہ اس کی بشارات سنتے ہیں نہ احکام پر کان دھرتے ہیں۔ چنانچہ رجم زانی کے مسئلہ میں تورات کے حکم منصوص سے صریح روگردانی کی۔ جیسا کہ آگے سورۂ مائدہ میں آئے گا۔

مَّعْدُوْدٰتٍ ۪ وَغَرَّهُمْ فِيْ دِيْنِهِمْ مَّا كَانُوْا

يَفْتَرُوْنَ ﴿٢٤﴾ فَكَيْفَ اِذَا جَمَعْنٰهُمْ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ

فِيْهِ ۣ وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا

يُظْلَمُوْنَ ﴿٢٥﴾ قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ

مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ ۡ وَتُعِزُّ

مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ ۭ بِيَدِكَ الْخَيْرُ ۭ اِنَّكَ

عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿٢٦﴾ تُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَ

تُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ ۡ وَتُخْرِجُ الْـحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ

وَتُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْـحَيِّ ۡ وَتَرْزُقُ مَنْ تَشَآءُ

بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿٢٧﴾ لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ

أَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ

فَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ فِيْ شَيْءٍ إِلَّآ أَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ

تُقٰىةً ۗ وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ ۗ وَإِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ ﴿٢٨﴾

قُلْ إِنْ تُخْفُوْا مَا فِيْ صُدُوْرِكُمْ أَوْ تُبْدُوْهُ يَعْلَمْهُ

اللّٰهُ ۗ وَيَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۗ

وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿٢٩﴾ يَوْمَ تَجِدُ كُلُّ

نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ مِنْ خَيْرٍ مُّحْضَرًا ۚۛ وَّمَا عَمِلَتْ

مِنْ سُوْٓءٍ ۚۛ تَوَدُّ لَوْ أَنَّ بَيْنَهَا وَبَيْنَهٗٓ أَمَدًۢا بَعِيْدًا ۗ

ع ۳ / ۱۱

وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ ۭ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ ۝۳۰

اور اللہ تم کو ڈراتا ہے اپنے سے — اور اللہ نہایت مہربان ہے — بندوں پر ◆

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ

تو کہہ — اگر تم محبت رکھتے ہو اللہ کی — تو میری راہ چلو — تاکہ محبت کرے تم سے اللہ

وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝۳۱

اور بخشے تمہارے گناہ — اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے ◆

قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ

تو کہہ — حکم مانو اللہ کا — اور رسول کا — پھر اگر اعراض کریں — تو اللہ کو

لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ ۝۳۲ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰٓي اٰدَمَ وَ

محبت نہیں کافروں سے ◆ — بیشک اللہ نے پسند کیا — آدم کو — اور

نُوْحًا وَّاٰلَ اِبْرٰهِيْمَ وَاٰلَ عِمْرٰنَ عَلَي الْعٰلَمِيْنَ ۝۳۳

نوح کو — اور ابراہیم کے گھر کو — اور عمران کے گھر کو ◆ — سارے جہان سے

ذُرِّيَّةًۢ بَعْضُهَا مِنْۢ بَعْضٍ ۭ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝۳۴

جو اولاد تھے ایک دوسرے کی ◆ — اور اللہ سننے والا جاننے والا ہے ◆

◆ یہ بھی اس کی مہربانی ہے کہ تم کو اس خوفناک دن کے آنے سے پہلے ڈراتا اور آگاہ کرتا ہے تاکہ برائی کے طرح خصوصاً موالات کفار ترک کرو اور جلالی صفات پر بھی نظر رکھو یہ خوف ہو کہ غصہ جبار کا تحمل نہ ہو سکے انتقام کر رکھو قرآن کریم کا یہ خاص طرز ہے کہ عموماً خوف کے ساتھ رجا اور رجا کے ساتھ خوف کا مضمون ملا دیتا ہے یہاں بھی مضامین ترہیب کو معتدل بنانے کے لئے اخیر میں واللہ رؤف بالعباد فرمایا یعنی خدا سے ڈر کر برائی چھوڑ دو گے تو اس کی مہربانی تمہارا استقبال کرنے کو تیار ہے نا امید ہونے کی کوئی وجہ نہیں۔ آدمی اگر واپس ہونا چاہے کسی طرح سے داخل ہو کر مغفرت و رحمت کے پورے مستحق بن جائے خدا تعالیٰ نے محبوب بنانے کو فرمایا۔ قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ ویغفر لکم ذنوبکم واللہ غفور رحیم۔

◆ اللہ کی محبت کا معیار رسول کی محبت | دشمنان خدا کی موالات و محبت سے منع کرنے کے بعد خدا سے محبت کرنے کا معیار

بتلاتے ہیں۔ یعنی اگر دنیا میں آج کسی شخص کو اپنے مالک حقیقی کی محبت کا دعویٰ یا خیال ہو تو لازم ہے کہ اس کو اتباع محمدی ﷺ کی کسوٹی پر کس کر دیکھ لے سب کھرا کھوٹا معلوم ہو جائے گا۔ جو شخص جس قدر حبیب خدا محمد رسول اللہ ﷺ کی راہ چلتا اور آپ ﷺ کی لائی ہوئی روشنی کو مشعل راہ بناتا ہے اسی قدر سمجھنا چاہئے کہ خدا کی محبت کے دعوے میں سچا اور کھرا ہے۔ اور جتنا اس دعوے میں سچا ہوگا اتنا ہی حضور ﷺ کی پیروی میں مضبوط و مستعد پایا جائے گا۔ جس کا پھل یہ ملے گا کہ حق تعالیٰ اس سے محبت کرنے لگے گا۔ اور اللہ کی محبت اور حضور ﷺ کے اتباع کی برکت سے پچھلے گناہ معاف ہو جائیں گے اور آئندہ طرح طرح کی ظاہری و باطنی مہربانیاں مبذول ہوں گی۔ گویا توحید وغیرہ کے بیان سے فارغ ہو کر یہاں سے نبوت کا بیان شروع کیا گیا اور پیغمبر آخر الزمان کی اطاعت کی دعوت دی گئی۔

یہود و نصاریٰ کہتے تھے نحن ابناء اللہ واحباؤہ (ہم خدا کے بیٹے اور محبوب ہیں) انہیں بتلا دیا گیا کہ کافر کبھی خدا کا محبوب نہیں ہو سکتا۔ اگر واقعی محبوب بننا چاہتے ہو تو اس کے احکام کی تعمیل کرو، پیغمبر کا کہنا مانو اور خدا کے سب سے بڑے محبوب کے نقش قدم پر چلے آؤ۔ وفد نجران نے یہ بھی کہا تھا کہ ہم مسیح کی تعظیم و عبادت اللہ کی محبت و تعظیم کے لئے کرتے ہیں۔ اس کا بھی جواب ہو گیا۔ آگے خدا تعالیٰ کے چند محب و محبوب بندوں کا حال سنایا گیا اور وفد نجران کی رعایت سے حضرت مسیح علیہ السلام کی سوانح زیادہ شرح و بسط کے ساتھ بیان کی گئی ہے۔ جو تمہید ہے خاتم الانبیاء ﷺ کے ذکر مبارک کی۔ جیسا کہ آگے چل کر معلوم ہوگا۔

آل عمران "عمران" دو ہیں، ایک حضرت موسیٰ علیہ السلام کے والد، دوسرے حضرت مریم کے والد۔ اکثر سلف و خلف نے یہاں عمران ثانی مراد لیا ہے کیونکہ آگے اذ قالت امرأۃ عمران الخ سے اسی دوسرے عمران کے گھرانے کا قصہ بیان ہوا ہے اور غالباً سورت کا نام "آل عمران" اسی بناء پر ہوا کہ اس میں عمران ثانی کے گھرانے (یعنی حضرت مریم و مسیح علیہ السلام) کا واقعہ بہت بسط و تفصیل سے ذکر کیا گیا ہے۔

حضرت آدم و نوح اور آل ابراہیم کی خصوصیت خدا کی مخلوقات میں زمین، آسمان، چاند، سورج، ستارے، فرشتے، جن، شجر، حجر سب ہی شامل تھے۔ مگر اس نے اپنے علم محیط اور حکمت بالغہ سے وہ قوت، استعداد اور کمالات جسمانی و روحانی جو مجموعہ ابو البشر آدم علیہ السلام میں ودیعت کیے وہ مخلوقات میں سے کسی کو نہ دیئے۔ بلکہ آدم کو مسجود ملائکہ بنا کر ظاہر فرما دیا کہ آدم اور اولاد آدم کی پاک نسل بہت سی مخلوق سے زیادہ ہے۔ آدم کا یہ انتخاب و اصطفاء جس کو ہم "نبوت" سے تعبیر کرتے ہیں، کچھ ان کی شخصیت پر محدود و منحصر نہ تھا۔ بلکہ منتقل ہو کر ان کی اولاد میں نوح علیہ السلام کو ملا، پھر منتقل ہو کر نوح کی اولاد حضرت ابراہیم علیہ السلام تک پہنچا۔ یہاں سے ایک نئی صورت پیدا ہوگئی۔ آدم و نوح کے بعد جتنے انسان دنیا میں آباد ہے تھے وہ سب ان دونوں کی نسل سے تھے۔ کوئی خاندان ان دونوں کی ذریت سے باہر نہ تھا۔ برخلاف اس کے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد ان کی نسل کے علاوہ دنیا میں دوسرے بہت خاندان موجود تھے۔ لیکن جس خدا نے اپنی بے شمار مخلوقات میں سے منصب نبوت کے لئے آدم کا انتخاب کیا تھا اسی کے علم محیط اور انتقاء کامل نے آئندہ کے لئے ہزاروں گھرانوں میں سے اس منصب جلیل کے واسطے ابراہیم کے گھرانے کو مخصوص فرمایا۔ جس قدر انبیاء و رسل ابراہیم کے بعد آئے ان ہی کے دو صاحبزادوں اسحٰق و اسمٰعیل کی نسل سے آئے۔ چونکہ عموماً نسب کا سلسلہ باپ کی طرف سے چلتا ہے اور حضرت مسیح علیہ السلام بدون باپ کے پیدا ہوئے تھے اس لحاظ سے وہم ہو سکتا تھا کہ ان کو نسل ابراہیمی سے مستثنیٰ کرنا پڑے گا۔ اس لئے حق تعالیٰ نے "آل عمران" اور ذریۃ بعضہا من بعض فرما کر متنبہ کر دیا کہ حضرت مسیح جب صرف ماں سے پیدا ہوئے تو ان کا سلسلہ نسب بھی ماں ہی کی طرف سے لیا جائے گا نہ کہ معاذ اللہ خدا کی طرف سے اور ظاہر ہے کہ ان کی والدہ مریم صدیقہ کے باپ عمران کا سلسلہ آخر حضرت ابراہیم پر منتہی ہوتا ہے تو آل عمران آل ابراہیم کی ایک شاخ ہوئی اور کوئی پیغمبر خاندان ابراہیمی سے باہر نہ ہوا۔

سب کی دعاؤں اور باتوں کو سنتا اور سب کے ظاہری و باطنی احوال و استعداد کو جانتا ہے۔ لہٰذا یہ وہم نہ کرنا چاہئے کہ یوں ہی کیف ما اتفق انتخاب کر لیا ہوگا۔ وہاں کا ہر کام پورے علم و حکمت پر مبنی ہے۔

◆ **حضرت مریم کی والدہ کی منت اور دعا** عمران کی عورت کا نام "حنہ بنت فاقوذا" تھا۔ آپ نے اپنے زمانہ کے رواج کے مطابق منت مانی تھی کہ خداوندا جو بچہ میرے پیٹ میں ہے میں اسے "محرر" (آج سے نام پر آزاد) کرتی ہوں۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ وہ تمام دنیوی مشاغل اور تعلقات سے آزاد رہ کر ہمیشہ خدا کی عبادت اور ہیکل کی خدمت میں لگا رہے گا۔ اسے اللہ تعالیٰ اپنی

الْمِحْرَابَ ۙ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا ۚ قَالَ يٰمَرْيَمُ اَنّٰى

حجرے میں ۔ پاتے اس کے پاس کچھ کھانا ◆ کہا ۔ اے مریم ۔ کہاں سے

لَكِ هٰذَا ۭ قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَرْزُقُ

آیا تجھ کو یہ ۔ کہنے لگی ۔ یہ اللہ کے پاس سے آتا ہے ۔ اللہ رزق دیتا ہے

مَنْ يَّشَاۗءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝۳۷ هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا

جس کو چاہے ۔ بے گمان ◆ وہیں ۔ دعا کی زکریا نے

رَبَّهٗ ۚ قَالَ رَبِّ هَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً

اپنے رب سے ۔ کہا ۔ اے رب میرے عطا کر مجھ کو ۔ اپنے پاس سے ۔ اولاد

طَيِّبَةً ۚ اِنَّكَ سَمِيْعُ الدُّعَاۗءِ ۝۳۸ فَنَادَتْهُ الْمَلٰۗىِٕكَةُ

پاکیزہ ۔ بیشک تو سننے والا ہے دعا کو ◆ پھر آواز دی اس کو فرشتوں نے

وَهُوَ قَاۗىِٕمٌ يُّصَلِّيْ فِي الْمِحْرَابِ ۙ اَنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكَ

جب وہ کھڑے تھے نماز میں ۔ حجرہ کے اندر ۔ کہ اللہ تجھ کو خوشخبری دیتا ہے

بِيَحْيٰى مُصَدِّقًۢا بِكَلِمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَسَيِّدًا وَّ

یحییٰ کی ◆ جو گواہی دے گا اللہ کے ایک حکم کی ◆ اور سردار ہوگا ۔ اور

حَصُوْرًا وَّنَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝۳۹ قَالَ رَبِّ اَنّٰى

عورت کے پاس نہ جائے گا ◆ اور نبی ہو گا نیکوں میں سے ◆ کہا ۔ اے رب ۔ کہاں سے

يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ وَّقَدْ بَلَغَنِيَ الْكِبَرُ وَامْرَاَتِيْ عَاقِرٌ ۭ

ہوگا میرے لڑکا ۔ اور پہنچ چکا مجھ کو بڑھاپا ۔ اور عورت میری بانجھ ہے

◆ **حضرت مریمؑ کی برکات کا ظہور** | اکثر سلف کے نزدیک "رزق" سے مراد ظاہری کھانا ہے کہتے ہیں مریمؑ کے پاس بے موسم میوے آتے گرمی کے پھل سردی میں، سردی کے گرمی میں۔ اور مجاہد سے ایک روایت ہے کہ "رزق" سے مراد علمی صحیفے ہیں جن کو روحانی غذا کہنا چاہئے۔ بہرحال اب کھل کھلا مریمؑ کی برکات و کرامات اور غیر معمولی نشانات ظاہر ہونے شروع ہوئے جن کو بار بار مشاہدہ ہونے پر زکریاؑ نے سوال کیا اور از راہ تعجب پوچھنے لگے کہ مریم! یہ چیزیں تم کو کہاں سے آتی ہیں۔

◆ یعنی خدا کی قدرت اسی طرح مجھ کو یہ چیزیں پہنچاتی ہے جو قیاس و گمان سے باہر ہے۔

◆ **اولاد کیلئے حضرت زکریاؑ کی دعاء** | حضرت زکریاؑ بالکل بوڑھے ہو چکے تھے، ان کی بیوی بانجھ تھی، اولاد کی کوئی ظاہری امید نہ تھی، مریمؑ کی نیکی اور برکت اور یہ غیر معمولی خوارق دیکھ کر دفعۃً قلب میں ایک جوش اٹھا اور قوی تحریک ہوئی کہ میں بھی اولاد کی دعا کروں۔ عجب ہے مجھے بھی بے موسم میوہ مل جائے۔ یعنی بڑھاپے میں اولاد مرحمت ہو۔

◆ **حضرت یحییٰؑ کی بشارت** | دعا قبول ہوئی، بشارت ملی کہ لڑکا ہو گا، جس کا نام یحییٰ رکھا گیا۔

◆ ایک کلمہ سے یہاں حضرت مسیح علیہ السلام مراد ہیں، جو خدا کے کلمہ سے بدون باپ کے پیدا ہوئے۔ حضرت یحییٰ لوگوں کو پہلے سے خبر دیتے تھے کہ مسیحؑ پیدا ہونے والے ہیں۔

◆ **حضرت یحییٰؑ کے اوصاف** | یعنی لذات و شہوات سے بہت زیادہ رکنے والا ہو گا، اللہ کی عبادت میں اس قدر مشغول رہے گا کہ عورت کی طرف التفات کرنے کی نوبت نہ آئے گی۔ یہ حضرت یحییٰؑ کا مخصوص حال تھا، جس سے نفس تجرد کے لئے کوئی ضابطہ نہیں بن سکتا۔ ہمارے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اعلیٰ امتیاز یہ ہے کہ کمال معاشرت کے ساتھ کمال عبادت کو جمع فرمایا۔

◆ یعنی صلاح و رشد کے اعلیٰ مرتبہ پر فائز ہو گا جسے نبوت کہتے ہیں یا "صالح" کے معنی "شائستہ" کے لئے جائیں یعنی نہایت شائستہ ہو گا۔

قَالَ كَذٰلِكَ اللّٰهُ يَفْعَلُ مَا يَشَآءُ ﴿۴۰﴾ قَالَ رَبِّ

فرمایا — اسی طرح اللہ کرتا ہے جو چاہے ◆ کہا — اے رب

اجْعَلْ لِّيْۤ اٰيَةً ؕ قَالَ اٰيَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ

مقرر کر میرے لئے کوئی نشانی ◆ فرمایا نشانی تیری یہ ہے — کہ نہ بات کرسکے تو لوگوں سے

ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ اِلَّا رَمْزًا ؕ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ كَثِيْرًا وَّ

تین دن — مگر اشارہ سے ◆ اور یاد کر اپنے رب کو بہت — اور

سَبِّحْ بِالْعَشِيِّ وَالْاِبْكَارِ ﴿۴۱﴾ وَاِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ

تسبیح کر شام اور صبح ◆ اور جب فرشتے بولے

ع ۴

يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰىكِ وَطَهَّرَكِ وَاصْطَفٰىكِ

اے مریم — اللہ نے تجھ کو پسند کیا — اور ستھرا بنایا — اور پسند کیا تجھ کو

عَلٰى نِسَآءِ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۴۲﴾ يٰمَرْيَمُ اقْنُتِيْ لِرَبِّكِ

سب جہان کی عورتوں پر ◆ اے مریم — بندگی کر اپنے رب کی

وَاسْجُدِيْ وَارْكَعِيْ مَعَ الرّٰكِعِيْنَ ﴿۴۳﴾ ذٰلِكَ

اور سجدہ کر ◆ اور رکوع کر ساتھ رکوع کرنے والوں کے ◆ یہ

مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ ؕ وَمَا كُنْتَ

خبریں ہیں غیب کی — جو ہم بھیجتے ہیں تجھ کو ◆ اور تو نہ تھا

◆ **غیر معمولی واقعات کی توجیہ** یعنی اس کی قدرت و مشیت سلسلۂ اسباب کی پابند نہیں۔ گو اس عالم میں اس کی عادت یہی ہے کہ اسباب عادیہ سے مسببات کو پیدا کرے لیکن کبھی کبھی اسباب عادیہ کے خلاف غیر معمولی طریقہ سے کسی چیز کا پیدا کر دینا بھی اس کی خاص عادت ہے۔ حاصل یہ ہے کہ مریم صدیقہ کے پاس خارق عادت طریقہ سے رزق کا پہنچنا اور بہت سے غیر معمولی واقعات کا ظہور پذیر ہونا دیکھ کر مریم کے حجرہ میں بیساختہ حضرت زکریا کا دعا مانگنا ابھرا نکلا اور ان کی یہ مراد بڑھاپے میں غیر متوقع طور پر

لَدَيْهِمْ إِذْ يُلْقُونَ أَقْلَامَهُمْ أَيُّهُمْ يَكْفُلُ مَرْيَمَ ص

ان کے پاس جب وہ ڈالتے تھے اپنے قلم کہ کون ان میں سے پرورش میں لے مریم کو

وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ إِذْ يَخْتَصِمُونَ ﴿۴۴﴾ إِذْ قَالَتِ

اور نہ تم تھے ان کے پاس جب وہ جھگڑتے تھے ◆ جب کہا

الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ إِنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ ق

فرشتوں نے اے مریم اللہ تجھ کو بشارت دیتا ہے ایک اپنے حکم کی

اسْمُهُ الْمَسِيحُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ وَجِيهًا فِي

جس کا نام مسیح ہے عیسیٰ مریم کا بیٹا مرتبہ والا دنیا

الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِينَ ﴿۴۵﴾ وَيُكَلِّمُ

میں اور آخرت میں اور اللہ کے مقربوں میں ◆ اور باتیں کرے گا

النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا وَّمِنَ الصّٰلِحِينَ ﴿۴۶﴾

لوگوں سے جب کہ ماں کی گود میں ہوگا اور پختہ عمر میں ہوکر اور نیک بختوں میں ہے ◆

قَالَتْ رَبِّ أَنّٰى يَكُونُ لِي وَلَدٌ وَّلَمْ يَمْسَسْنِي

بولی اے رب کہاں سے ہوگا میرے لڑکا اور مجھ کو ہاتھ نہیں لگایا

◆ **حضرت مریم کی پرورش کیلئے قرعہ اندازی** جب حضرت مریم نذر میں قبول کر لی گئیں تو مسجد کے علماء دین میں جھگڑا ہوا کہ انہیں کس کی پرورش میں رکھا جائے تو قرعہ اندازی کی نوبت آئی۔ سب نے اپنے اپنے قلم جن سے تورات لکھتے تھے پانی میں چھوڑ دیے کہ جس کا قلم پانی کے بہاؤ پر نہ بہے بلکہ الٹا بہہ جائے اسی کا حق دار سمجھیں۔ اس میں کی قرعہ حضرت زکریا کے نام نکلا اور حق حقدار تک پہنچ گیا۔

◆ **عیسیٰ ابن مریم کی بشارت کلمۃ اللہ کی تشریح** حضرت مسیح علیہ السلام کو یہاں اور قرآن و حدیث میں کئی جگہ "کلمۃ اللہ" فرمایا اِنَّمَا الْمَسِيحُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُولُ اللّٰهِ وَكَلِمَتُهُ أَلْقَاهَا إِلٰى مَرْيَمَ وَرُوحٌ مِّنْهُ (نساء رکوع ۲۳) یوں تو اللہ کے کلمات بے شمار ہیں جیسا کہ دوسری جگہ فرمایا قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمٰتِ رَبِّي لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ أَنْ تَنْفَدَ كَلِمٰتُ رَبِّي وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهِ مَدَدًا (کہف رکوع ۱۲) لیکن بالتخصیص حضرت مسیح کو "کلمۃ اللہ" (اللہ کا حکم) کہنا اس حیثیت سے ہے کہ آپ کی

یعنی بن باپ کے تولد کے جو ان عام سلسلہ اسباب کے خلاف محض خدا کے حکم سے ہوئی۔ اور جو فعل عام اسباب عادیہ کے سلسلہ سے خارج ہو عموماً اس کی نسبت براہ راست حق تعالیٰ کی طرف کر دی جاتی ہے جیسے فرمایا "وَمَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ رَمٰی" (انفال رکوع ۲) "مسیح" اصل عبرانی میں "ماشیح" یا "مشیحا" تھا جس کے معنی مبارک کے ہیں۔ معرب ہو کر "مسیح" بن گیا۔ باقی دجال کو جو "مسیح" کہا جاتا ہے وہ بالاجماع عربی لفظ ہے جس کی وجہ تسمیہ اپنے موقع پر کئی طرح بیان کی گئی ہے۔ "مسیح" کا دوسرا نام یا لقب "عیسیٰ" ہے یہ اصل عبرانی میں "ایشوع" تھا۔ معرب ہو کر "عیسیٰ" بنا۔ جس کے معنی سید کے ہیں۔ یہ بات خاص طور پر قابل غور ہے کہ قرآن کریم نے یہاں "ابن مریم" کو حضرت مسیح کے لئے بطور جزو علم کے استعمال کیا ہے۔ کیونکہ خود مریم کو بشارت سناتے وقت یہ کہنا کہ تجھے "کلمۃ اللہ" کی خوشخبری دی جاتی ہے جس کا نام "مسیح عیسیٰ ابن مریم" ہوگا۔ عیسیٰ کا پتہ بتلانے کے لئے نہ تھا بلکہ اس پر متنبہ کرنا تھا کہ باپ نہ ہونے کی وجہ سے ان کی نسبت صرف ماں ہی کی طرف ہوا کرے گی۔ حتیٰ کہ لوگوں کو خدا کی یہ عجیب نشانی یاد دلانے اور مریم کی بزرگی ظاہر کرنے کے لئے گویا نام کا جزو بنا دی گئی۔ ممکن تھا کہ حضرت مریم کو بمقتضائے بشریت یہ بشارت سن کر تشویش ہو کہ دنیا کس طرح باور کرے گی کہ تنہا عورت سے لڑکا پیدا ہو جائے۔ ناچار مجھ پر تہمت رکھیں گے اور بچہ کو ہمیشہ برے لقب سے مشہور کر کے ایذا پہنچائیں گے۔ میں کس طرح برداشت کروں گی۔ اس لئے آگے "وَجِیْھًا فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ" سے تسکین کر دی کہ خدا اس کو نہ صرف آخرت میں بلکہ دنیا میں بھی بڑی عزت و وجاہت عطا کرے گا اور دشمنوں کے سارے الزام جھوٹے ثابت کر دے گا۔ "وجیہ" کا لفظ یہاں ایسا ہی ہے جیسے موسیٰ علیہ السلام کے متعلق فرمایا "یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَکُوْنُوْا کَالَّذِیْنَ اٰذَوْا مُوْسٰی فَبَرَّاَہُ اللّٰہُ مِمَّا قَالُوْا وَکَانَ عِنْدَ اللّٰہِ وَجِیْھًا" (احزاب رکوع ۹) گویا جو لوگ "وجیہ" کہلاتے ہیں ان کو حق تعالیٰ خصوصی طور پر جھوٹے طعن و تشنیع اور الزامات سے بری کرتا ہے۔ حضرت مسیح علیہ السلام کے نسب پر جو خبیث باطن طعن کریں گے یا خدا کو یا کسی انسان کو جھوٹ موٹ ان کا باپ بتلائیں گے یا خلاف واقعہ ان کو مصلوب و مقتول یا ملعون زندگی مردہ کہیں گے یا الوہیت و ابنیت وغیرہ کے باطل عقائد کی مشرکانہ تعلیم ان کی طرف منسوب کریں گے، اس طرح کے تمام الزامات سے حق تعالیٰ دنیا اور آخرت میں علانیہ بریت ظاہر کر کے ان کی وجاہت و نزاہت کا علیٰ رؤس الاشہاد اظہار فرمائے گا۔ جو وجاہت ان کو ولادت و بعثت کے بعد دنیا میں حاصل ہوئی اس کی پوری پوری تکمیل نزول کے بعد ہوگی جیسا کہ اہل اسلام کا اجماعی عقیدہ ہے۔ پھر آخرت میں خصوصیت کے ساتھ ان سے "ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِیْ" الخ کا سوال کر کے اور انعامات خصوصی یاد دلا کر تمام اولین و آخرین کے روبرو وجاہت و کرامت کا اظہار ہوگا جیسا کہ سورۂ "مائدہ" میں مذکور ہے۔ علاوہ بریں یہ کہ دنیا و آخرت میں با وجاہت ہوں گے بلکہ خدا تعالیٰ کے ہاں خواص مقربین میں ان کا شمار ہوگا۔

گود میں باتیں کرنے کی پیشگوئی یعنی نہایت شائستہ اور اعلیٰ درجہ کے ٹھیک ہو گئے اور لڑکپن میں ماں کی گود میں پڑے ہو کر عجیب و غریب باتیں کریں گے۔ ان الفاظ سے فی الحقیقت مریم کی پوری تسکین کر دی گئی۔ گذشتہ بشارات سے ممکن تھا یہ خیال کرتیں کہ وجاہت تو جب ہی حاصل ہوگی مگر یہاں تو ولادت کے بعد ہی طعن و تشنیع کا ہدف بننا پڑے گا۔ اس وقت برداشت کی کیا صورت ہوگی۔ اس کا جواب دے دیا کہ گھبراؤ نہیں تم کو زبان ہلانے کی ضرورت نہ پڑے گی، بلکہ تم کہہ دینا کہ میں نے آج روزہ رکھا ہوا ہے کلام نہیں کر سکتی یہ بچہ خود جواب دہی کرے گا جیسا کہ سورۂ "مریم" میں پوری تفصیل آئے گی۔ بعض محققین نے کہا ہے کہ "یُکَلِّمُ النَّاسَ فِی الْمَھْدِ وَکَھْلًا" ... سے صرف مریم کی تسلی کرانی تھی کہ لڑکا گونگا نہ ہوگا تمام لوگوں کی طرح بچپن اور کہولت میں کلام کرے گا۔ لیکن عجیب بات ہے کہ محشر میں بھی لوگ حضرت مسیح کو یوں خطاب کریں گے "یَا عِیْسٰی اَنْتَ رَسُوْلُ اللّٰہِ وَکَلِمَتُہٗ اَلْقٰھَا اِلٰی مَرْیَمَ وَرُوْحٌ مِّنْہُ وَکَلَّمْتَ النَّاسَ فِی الْمَھْدِ صَبِیًّا" اور خود حق تعالیٰ بھی قیامت کے دن فرمائیں گے "اذْکُرْ نِعْمَتِیْ عَلَیْکَ وَعَلٰی وَالِدَتِکَ اِذْ اَیَّدْتُّکَ بِرُوْحِ الْقُدُسِ تُکَلِّمُ النَّاسَ فِی الْمَھْدِ وَکَھْلًا" کیا وہاں بھی یہ معمولی شان کا بیان فرمانا اسی لئے ہے کہ مریم کا اطمینان ہو جائے کہ لڑکا گونگا نہیں عام بچوں کی طرح بولنے والا ہے۔ اعاذنا اللہ من الغوایۃ والضلالۃ۔

بَشَرٌ ؕ قَالَ كَذٰلِكِ اللّٰهُ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ؕ اِذَا قَضٰٓى

کسی آدمی نے ◆ فرمایا اسی طرح اللہ پیدا کرتا ہے جو چاہے جب ارادہ کرتا ہے

اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴿۴۷﴾ وَيُعَلِّمُهُ

کسی کام کا تو یہی کہتا ہے اس کو کہ ہو جا سو وہ ہو جاتا ہے ◆ اور سکھاوے گا اس کو

الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ ﴿۴۸﴾ وَرَسُوْلًا

کتاب اور حکمت کی باتیں اور توریت اور انجیل ◆ اور کرے گا اس کو پیغمبر

اِلٰى بَنِىْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۙ اَنِّىْ قَدْ جِئْتُكُمْ بِاٰيَةٍ

بنی اسرائیل کی طرف کہ میں آیا ہوں تمہارے پاس نشانیاں لے کر

مِّنْ رَّبِّكُمْ ۙ اَنِّىْٓ اَخْلُقُ لَكُمْ مِّنَ الطِّيْنِ كَهَيْـَٔةِ

تمہارے رب کی طرف سے ◆ کہ میں بنا دیتا ہوں تم کو گارے سے پرندہ کی

الطَّيْرِ فَاَنْفُخُ فِيْهِ فَيَكُوْنُ طَيْرًاۢ بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ وَ

شکل پھر اس میں پھونک مارتا ہوں تو ہو جاتا ہے وہ اڑتا جانور اللہ کے حکم سے ◆ اور

اُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ وَاُحْىِ الْمَوْتٰى بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ

اچھا کرتا ہوں مادرزاد اندھے کو اور کوڑھی کو اور جلا دیتا ہوں مردے اللہ کے حکم سے ◆

وَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَاْكُلُوْنَ وَمَا تَدَّخِرُوْنَ ۙ فِىْ

اور بتا دیتا ہوں تم کو جو کھا کر آؤ اور جو رکھ آؤ اپنے

◆ معلوم ہوا کہ وہ بشارت سے یہی سمجھیں کہ لڑکا بطریق معہود ہونے والا ہے ورنہ تعجب کا کیا موقع تھا۔

◆ حضرت عیسیٰ بغیر باپ کے پیدا ہوں گے یعنی اسی طرح یہاں بھی بشر کے ملنے کا خلاف عادت ہونے کی وجہ سے تعجب نہ کرو حق تعالیٰ جو چاہے جس طرح چاہے پیدا کرے اس کی قدرت [illegible]

بُيُوْتِكُمْ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ

مُّؤْمِنِيْنَ ۝ وَمُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ

التَّوْرٰىةِ وَلِاُحِلَّ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِيْ حُرِّمَ عَلَيْكُمْ

وَجِئْتُكُمْ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ ۣ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ

اَطِيْعُوْنِ ۝ اِنَّ اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ۭ

هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ۝ فَلَمَّآ اَحَسَّ عِيْسٰى مِنْهُمُ

الْكُفْرَ قَالَ مَنْ اَنْصَارِيْٓ اِلَى اللّٰهِ ۭ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ

نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ ۚ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ ۚ وَاشْهَدْ بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ۝

رَبَّنَآ اٰمَنَّا بِمَآ اَنْزَلْتَ وَاتَّبَعْنَا الرَّسُوْلَ فَاكْتُبْنَا

- آئندہ کے لئے یعنی بعض مغیبات ماضیہ و مستقبلہ پر تم کو مطلع کرتا ہوں۔ عملی معجزات کے بعد یہ ایک علمی معجزہ ذکر کر دیا۔

- یعنی تورات کی تصدیق کرتا ہوں کہ خدا کی کتاب ہے اور اس کے عام اصول و احکام کو بحالہ قائم رکھتے ہوئے زمانہ کے مناسب حق تعالیٰ کے حکم سے چند جزئی و فرعی تغیرات کروں گا۔ مثلاً بعض احکام میں پہلے جو سختی تھی وہ اب اٹھا دی جائے گی اس کا نام خواہ نسخ رکھو یا تکمیل اختیار ہے۔

- یعنی میری صداقت کے نشان جب دیکھ چکے تو اب خدا سے ڈر کر میری باتیں مانتے جاؤ۔

- یعنی سب باتوں کی ایک بات اور ساری چیزوں کی اصل جڑ یہ ہے کہ حق تعالیٰ کو میرا اور اپنا دونوں کا یکساں رب سمجھو (باپ بیٹے کے رشتے قائم نہ کرو) اور اسی کی بندگی کرو۔ سیدھا راستہ رضائے الٰہی تک پہنچنے کا یہی توحید اعتقادی اور اطاعت رسول ہے۔

- یعنی یہ میرا دین قبول نہ کریں گے بلکہ دشمنی و ایذا رسانی کے درپے ہوں گے۔

- یعنی میرا ساتھ دے اور دین الٰہی کو رواج دینے میں میری مدد کرے۔

- اللہ کی مدد کرنا یہی ہے کہ اس کے دین و آئین اور پیغمبروں کی مدد کی جائے جس طرح انصار مدینہ نے اپنے پیغمبر علیہ السلام اور دین حق کی مدد کر کے دکھلائی۔

- **حواری کون تھے؟** "حواری" کون لوگ تھے اور یہ لقب ان کا کس وجہ سے ہوا۔ اس میں علماء کے بہت اقوال ہیں مشہور یہ ہے کہ پہلے دو شخص جو حضرت مسیح کے تابع ہوئے دھوبی تھے اور کپڑے صاف کرنے کی وجہ سے حواری کہلاتے تھے۔ حضرت مسیح نے ان کو کہا کہ کپڑے کیا دھوتے ہو، آؤ میں تم کو دل دھونے سکھا دوں۔ وہ ساتھ ہو لئے۔ پھر سب ساتھیوں کو یہ لقب پڑ گیا۔

مَعَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿۵۳﴾ وَمَكَرُوْا وَمَكَرَ اللّٰهُ ۭ وَاللّٰهُ خَيْرُ

ہم کو ماننے والوں میں ◆ اور مکر کیا ان کافروں نے اور مکر کیا اللہ نے اور اللہ کا داؤ سب سے

الْمٰكِرِيْنَ ﴿۵۴﴾ اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسٰٓى اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ

بہتر ہے ◆ جس وقت کہا اللہ نے اے عیسیٰ میں لے لوں گا تجھ کو

وَرَافِعُكَ اِلَىَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا

اور اٹھا لوں گا اپنی طرف اور پاک کر دوں گا تجھ کو کافروں سے

وَجَاعِلُ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا

اور رکھوں گا ان کو جو تیرے تابع ہیں غالب ان لوگوں سے جو انکار کرتے ہیں

اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۚ ثُمَّ اِلَىَّ مَرْجِعُكُمْ فَاَحْكُمُ

قیامت کے دن تک پھر میری طرف ہے تم سب کو پھر آنا پھر فیصلہ کر دوں گا

بَيْنَكُمْ فِيْمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ﴿۵۵﴾ فَاَمَّا

تم میں جس بات میں تم جھگڑتے تھے ۱۰۳

الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَاُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا فِي

سو وہ لوگ جو کافر ہوئے ان کو عذاب کروں گا سخت عذاب دنیا

الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۡ وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴿۵۶﴾ وَاَمَّا

میں اور آخرت میں اور کوئی نہیں ان کا مددگار اور وہ لوگ

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَيُوَفِّيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ

جو ایمان لائے اور کام نیک کئے سو ان کو پورا دے گا ان کا حق

پیغمبر کے سامنے اقرار کرنے کے بعد پروردگار کے سامنے یہ اقرار کیا کہ ہم انجیل پر ایمان لا کر تیرے رسول کا اتباع کرتے ہیں۔ آپ اپنے فضل و توفیق سے ہمارا نام ماننے والوں کی فہرست میں ثبت فرما دیں۔ گویا ایمان کی رجسٹری ہو جائے کہ پھر لوٹنے کا احتمال نہ رہے۔

مکر اور ماکر کے معنی "مکر" کہتے ہیں لطیف و خفیہ تدبیر کو۔ اگر وہ اچھے مقصد کے لئے ہو، اچھا ہے۔ اور برائی کے لئے ہو تو برا ہے۔ اسی لئے "وَلَا یَحِیْقُ الْمَکْرُ السَّیِّئُ" میں مکر کے ساتھ "سیئ" کی قید لگائی۔ اور یہاں خدا کو "خیر الماکرین" کہا۔ مطلب یہ ہے کہ یہود نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے خلاف طرح طرح کی سازشیں اور خفیہ تدبیریں شروع کر دیں۔ حتیٰ کہ بادشاہ کے کان بھر دیئے کہ یہ شخص (معاذ اللہ) ملحد ہے۔ تورات کو بدلنا چاہتا ہے۔ سب کو بد دین بنا کر چھوڑے گا۔ اس نے مسیح علیہ السلام کی گرفتاری کا حکم دے دیا۔ ادھر یہ ہو رہا تھا اور ادھر حق تعالیٰ کی لطیف و خفیہ تدبیر ان کے توڑ میں اپنا کام کر رہی تھی جس کا ذکر آگے آتا ہے۔ بیشک خدا کی تدبیر سب سے بہتر اور مضبوط ہے۔ جسے کوئی نہیں توڑ سکتا۔

وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۵۷﴾ ذٰلِكَ نَتْلُوْهُ عَلَيْكَ

مِنَ الْاٰيٰتِ وَالذِّكْرِ الْحَكِيْمِ ﴿۵۸﴾ اِنَّ مَثَلَ عِيْسٰى

عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ ؕ خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ

لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴿۵۹﴾ اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُنْ مِّنَ

الْمُمْتَرِيْنَ ﴿۶۰﴾ فَمَنْ حَآجَّكَ فِيْهِ مِنْ بَعْدِ مَا

جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَ

اَبْنَآءَكُمْ وَنِسَآءَنَا وَنِسَآءَكُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَكُمْ ۟

ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ ﴿۶۱﴾

اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْقَصَصُ الْحَقُّ ۚ وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّا

◆ **حضرت عیسیٰ کا آسمان پر اٹھانا اور دوبارہ دنیا میں نزول** بادشاہ نے لوگوں کو مامور کیا کہ مسیح علیہ السلام کو پکڑیں۔ صلیب (سولی) پر چڑھائیں اور ایسی عبرتناک سزائیں دیں جسے دیکھ کر دوسرے لوگ اس کا اتباع کرنے سے رک جائیں۔ فبعث فی طلبہ من یاخذہ ویصلبہ وینکل بہ (ابن کثیر) خداوند قدوس نے اس کے جواب میں مسیح علیہ السلام کو مطمئن فرما دیا کہ میں ان اشقیاء کے ارادوں اور منصوبوں کو خاک میں ملا دوں گا۔ یہ چاہتے ہیں کہ تجھے پکڑ کر قتل کر دیں اور پیدائش و بعثت سے جو مقصد ہے پورا نہ ہونے دیں اور اس طرح خدا کی نعمت عظمیٰ کی بے قدری کریں۔ لیکن میں ان سے اپنی یہ نعمت لے لوں گا۔ تیری عمر مقدر اور جو مقصد عظیم اس سے متعلق ہے پورا کر کے رہوں گا اور تجھ کو پورے کا پورا بحفاظت تمام لے جاؤں گا کہ ذرا بھی تیرا بال بیکا نہ کر سکیں۔ بجائے اس کے کہ وہ لے جائیں خدا تجھ کو اپنی پناہ میں بچائے گا۔ وہ صلیب پر چڑھانا چاہتے ہیں خدا تجھ کو آسمان پر چڑھا لے گا۔ ان کا ارادہ ہے کہ رسوا کن اور عبرتناک سزائیں دیکر لوگوں کو تیرے اتباع سے روک دیں لیکن خدا ان کے ناپاک ہاتھ تیرے تک نہ پہنچنے دے گا بلکہ اس گندے اور نجس مجمع کے درمیان سے تجھ کو بالکل پاک صاف اٹھا لے گا اور بجائے اس کے کہ تیری بے عزتی ہو اور لوگ ڈر کر تیرے اتباع سے رک جائیں، تیرا اتباع کرنے والوں اور نام لیوا والوں کو قرب قیامت تک منکروں پر غالب و قاہر رکھے گا۔ جب تک تیرا اقرار کرنے والے یہود اور اقرار کرنے والے مسلمان یا نصاریٰ دنیا میں رہیں گے ہمیشہ اقرار کرنے والے منکرین پر فائق و غالب رہیں گے۔ بعدہ ایک وقت آئے گا جب تجھ کو اور تیرے موافق و مخالف سب لوگوں کو میرے حکم کی طرف لوٹنا ہے۔ اس وقت میں تمہارے سب جھگڑوں کا دو ٹوک فیصلہ کر دوں گا اور سب اختلافات ختم کر دیئے جائیں گے۔ یہ فیصلہ کب ہوگا؟ اس کی جو تفصیل فاما الذین کفروا فاعذبھم عذابا شدیدا فی الدنیا الخ سے بیان کی گئی ہے وہ بتلاتی ہے کہ آخرت سے پیشتر دنیا ہی میں اس کا نمونہ شروع کر دیا جائے گا۔ یعنی اس وقت تمام کافر عذاب شدید کے نیچے ہوں گے۔ کوئی طاقت ان کی مدد اور فریاد کو نہ پہنچ سکے گی۔ اس کے بالمقابل جو ایمان والے ہیں گے ان کو دنیا و آخرت میں پورا پورا اجر دیا جائے گا اور بے انصاف ظالموں کی جڑ کاٹ دی جائے گی۔ امت مرحومہ کا اجماعی عقیدہ ہے کہ جب یہود نے اپنی ناپاک تدبیریں پختہ کر لیں تو حق تعالیٰ نے حضرت مسیح علیہ السلام کو زندہ آسمان پر اٹھا لیا۔ نبی کریم ﷺ کی متواتر احادیث کے موافق قیامت کے قریب جب دنیا کفر و ضلالت اور دجل و شیطنت سے بھر جائے گی، خدا تعالیٰ خاتم انبیاء بنی اسرائیل (حضرت مسیح علیہ السلام) کو خاتم الانبیاء علی الاطلاق حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے ایک نہایت وفادار جرنیل کی حیثیت میں نازل کر کے دنیا کو دکھلا دے گا کہ انبیائے سابقین کو بارگاہ خاتم النبیین کے ساتھ کس قسم کا تعلق ہے۔ حضرت مسیح علیہ السلام دجال کو قتل کریں گے اور اس کے اتباع یہود کو چن چن کر ماریں گے کوئی یہودی جان نہ بچا سکے گا۔ شجر و حجر تک پکاریں گے کہ ہمارے پیچھے یہ یہودی کھڑا ہے قتل کرو۔ حضرت مسیح صلیب کو توڑیں گے نصاریٰ کے باطل عقائد و خیالات کی اصلاح کر کے تمام دنیا کو دین کے راستہ پر ڈال دیں گے۔ اس وقت تمام جھگڑوں کا فیصلہ ہو کر اور مذہبی اختلافات مٹا کر ایک خدا کا سچا دین (اسلام) رہ جائے گا۔ اسی وقت کی نسبت فرمایا وان من اھل الکتب الا لیؤمنن بہ قبل موتہ (نساء رکوع ۲۲) جس کی پوری تقریر اور رفع مسیح کی کیفیت سورۂ "نساء" میں آئے گی۔

لفظ موت اور توفی کی تحقیق بہرحال میرے نزدیک ثم الی مرجعکم الخ صرف آخرت سے متعلق نہیں بلکہ دنیا و آخرت دونوں سے تعلق رکھتا ہے جیسا کہ آگے تفصیل کے موقع پر فی الدنیا والاخرۃ کا لفظ صاف شہادت دے رہا ہے۔ اور یہاں کا قرینہ ہے کہ الی یوم القیامۃ کے معنی قرب قیامت کے ہیں۔ چنانچہ احادیث صحیحہ میں تصریح ہے کہ قیامت سے پہلے ایک مبارک

وقت مقرر آنے والا ہے جب سب اختلافات مٹ مٹا کر ایک دین باقی رہ جائے گا۔ وَ لِلّٰهِ الْحَمْدُ اَوَّلًا وَّ اٰخِرًا۔ چند امور اس آیت کے متعلق یاد رکھنے چاہئیں۔ لفظ "توفی" کے متعلق کلیات ابوالبقاء میں ہے "التوفی الاماتة و قبض الروح و عليه استعمال العامة او الاستيفاء و اخذ الحق و عليه استعمال البلغاء" اھ "توفی" کا لفظ عوام کے یہاں موت دینے اور جان لینے کے لئے استعمال ہوتا ہے لیکن بلغاء کے نزدیک اس کے معنی ہیں پورا وصول کرنا اور ٹھیک لینا (گویا ان کے نزدیک موت پر بھی "توفی" کا اطلاق اسی حیثیت سے ہوا کہ موت میں کوئی عضو خاص نہیں بلکہ خدا کی طرف سے پوری جان وصول کر لی جاتی ہے۔ اب اگر فرض کرو خدا تعالیٰ نے کسی کی جان بدن سمیت لے لی تو اسے بطریق اولیٰ "توفی" کہا جائے گا۔ جن اہل لغت نے "توفی" کے معنی قبض روح کے لکھے ہیں انہوں نے یہ نہیں کہا کہ قبض روح مع البدن کو "توفی" نہیں کہتے۔ نہ کوئی ایسا ضابطہ بتایا ہے کہ جب "توفی" کا فاعل اللہ اور مفعول ذی روح ہو تو بجز موت کے کوئی معنی نہ ہو سکیں۔ ہاں چونکہ عموماً قبض روح کا وقوع بدن سے جدا کر کے ہوتا ہے اس لئے کثرت و عادت کے لحاظ سے اکثر موت کا لفظ اس کے ساتھ لکھ دیتے ہیں ورنہ لفظ کا لغوی مدلول قبض روح مع البدن کو شامل ہے دیکھئے "اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِيْ لَمْ تَمُتْ فِيْ مَنَامِهَا" (زمر۔ رکوع ۵) میں "توفی نفس" (قبض روح) کی دو صورتیں بتائی گئیں۔ موت اور نیند۔ اس تقسیم سے ظاہر ہے کہ "توفی" کو "نفس" پر وارد کر کے اور "حِيْنَ مَوْتِهَا" کی قید لگا کر بتا دیا کہ "توفی" اور "موت" دو الگ الگ چیزیں ہیں۔ اصل یہ ہے کہ قبض روح کے متعلق مختلف مدارج ہیں۔ ایک درجہ وہ ہے جو موت کی صورت میں پایا جائے۔ دوسرا وہ جو نیند کی صورت میں ہو۔ قرآن کریم نے بتلا دیا کہ وہ دونوں پر "توفی" کا لفظ اطلاق کرتا ہے۔ کچھ موت کی تخصیص نہیں۔ "وَهُوَ الَّذِيْ يَتَوَفّٰىكُمْ بِالَّيْلِ وَيَعْلَمُ مَا جَرَحْتُمْ بِالنَّهَارِ" (انعام۔ رکوع ۷) اب جس طرح اس نے ان دو آیتوں میں نوم پر توفی کا اطلاق جائز رکھا حالانکہ نوم میں قبض روح بھی پورا نہیں ہوتا۔ اسی طرح اگر "آل عمران" اور "مائدہ" کی دو آیتوں میں "توفی" کا لفظ قبض روح مع البدن پر اطلاق کر دیا گیا تو کونسا استحالہ لازم آتا ہے۔ بالخصوص جب یہ دیکھا جائے کہ موت اور نوم میں لفظ "توفی" کا استعمال قرآن کریم ہی نے شروع کیا ہے۔ جاہلیت والے تو عموماً اس حقیقت سے ہی ناآشنا تھے کہ موت یا نوم میں خدا تعالیٰ کوئی چیز آدمی سے وصول کر لیتا ہے اسی لئے لفظ "توفی" کا استعمال موت اور نوم پر ان کے یہاں شائع نہ تھا۔ قرآن کریم نے موت وغیرہ کی حقیقت پر روشنی ڈالنے کے لئے اول اس لفظ کا استعمال شروع کیا۔ تو اسی کو حق ہے کہ موت و نوم کی طرح قبض روح مع البدن کے نادر مواقع میں بھی اسے استعمال کرے۔ بہر حال آیت حاضرہ میں جمہور کے نزدیک "توفی" سے موت مراد نہیں۔ اور ابن عباسؓ سے بھی صحیح ترین روایت یہی ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام زندہ آسمان پر اٹھائے گئے۔ کمافی روح المعانی وغیرہ زندہ اٹھائے جانے یا دوبارہ نازل ہونے کا انکار سلف میں کسی سے منقول نہیں بلکہ "تلخیص الحبیر" میں حافظ ابن حجر نے اس پر اجماع نقل کیا ہے اور ابن کثیر وغیرہ نے احادیث نزول کو متواتر کہا ہے اور "اکمال اکمال المعلم" میں امام مالکؒ سے اس کی تصریح نقل کی ہے۔ پھر جو معجزات حضرت مسیح علیہ السلام نے دکھلائے ان میں علاوہ دوسری حکمتوں کے ایک خاص مناسبت آپ کے رفع الی السماء کے ساتھ پائی جاتی ہے۔ آپ نے شروع ہی سے متنبہ کر دیا کہ جب ایک مٹی کا پتلا میرے پھونک مارنے سے باذن اللہ پرندہ بن کر ہوا پر اڑا چلا جاتا ہے کیا وہ بشر جس پر خدا نے روح اللہ کا لفظ اطلاق کیا اور "روح القدس" کے نفخ سے پیدا ہوا، یہ ممکن نہیں کہ خدا کے حکم سے اڑ کر آسمان تک چلا جائے۔ جس کے ہاتھ لگانے یا دو لفظ کہنے پر حق تعالیٰ کے حکم سے اندھے اور کوڑھی اچھے اور مردے زندہ ہو جاتے ہیں اگر وہ اس موطن کون و فساد سے الگ ہو کر ہزاروں برس فرشتوں کی طرح آسمان پر

زندہ اور تندرست ہے تو کیا استبعاد ہے۔ قال قتادۃ فطار مع الملائکۃ فھو معھم حول العرش وصار انسیا ملکیا سماویا ارضیا (بغوی) اس موضوع پر مستقل رسالے اور کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔ مگر میں خاص طور پر توجہ دلاتا ہوں کہ ہمارے مخدوم علامہ فقید العصر حضرت مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری اطال اللہ بقاءہ نے رسالہ "عقیدۃ الاسلام" میں جو علمی لعل و جواہر ودیعت کئے ہیں ان سے متمتع ہونے کی سعی کریں۔ میری نظر میں ایسی جامع کتاب اس موضوع پر نہیں لکھی گئی۔

◆ **حضرت عیسیٰ حضرت آدم کی طرح بغیر باپ کے پیدا ہوئے** | نصاریٰ اس بات پر حضرت سے بہت جھگڑے کہ عیسیٰ بندہ نہیں اللہ کا بیٹا ہے۔ آخر کہنے لگے کہ وہ اللہ کا بیٹا نہیں تو تم بتاؤ کس کا بیٹا ہے؟ اس کے جواب میں یہ آیت اتری کہ آدم کے تو نہ باپ تھا نہ ماں۔ عیسیٰ کے باپ نہ ہوا تو کیا عجب ہے (موضح القرآن) اس حساب سے تو آدم کو خدا کا بیٹا ثابت کرنے پر زیادہ زور دینا چاہئے۔ حالانکہ کوئی بھی اس کا قائل نہیں۔

◆ یعنی مسیح علیہ السلام کے متعلق جو کچھ حق تعالیٰ نے فرمایا وہی حق ہے جس میں شک و شبہ کی قطعاً گنجائش نہیں۔ جو بات تھی بلا کم و کاست سمجھا دی گئی۔

◆ **نجران کے عیسائیوں کو دعوت مباہلہ** | اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا کہ نصاریٰ نجران اس قدر سمجھانے پر بھی اگر قائل نہ ہوں تو ان کے ساتھ "مباہلہ" کرو جس کی زیادہ موثر اور مکمل صورت یہ تجویز کی گئی کہ دونوں فریق اپنی جان سے اور اولاد سے حاضر ہوں اور خوب گڑگڑا کر دعا کریں کہ جو کوئی ہم میں جھوٹا ہے اس پر خدا کی لعنت اور عذاب پڑے۔ یہ "مباہلہ" کی صورت پہلے ہی قدم پر اس بات کا اظہار کر دے گی کہ کون فریق کس حد تک خود اپنے دل میں اپنی صداقت و حقانیت پر وثوق و یقین رکھتا ہے۔ چنانچہ دعوت "مباہلہ" کا اعلان کر کے وفد نجران نے مہلت لی کہ ہم آپس میں مشورہ کر کے جواب دیں گے۔ آخر مجلس مشاورت میں ان کے ہوشمند تجربہ کار رؤساء نے کہا کہ اے گروہ نصاریٰ! تم یقیناً دلوں میں سمجھ چکے ہو کہ محمد ﷺ نبی مرسل ہیں اور حضرت مسیحؑ کے متعلق انہوں نے صاف صاف فیصلہ کن باتیں کہی ہیں۔ تم کو معلوم ہے کہ اللہ نے بنی اسمٰعیل میں نبی بھیجنے کا وعدہ کیا تھا۔ کچھ بعید نہیں یہ وہی نبی ہوں۔ پس ایک نبی سے مباہلہ و ملاعنہ کرنا کا نتیجہ کسی قوم کے حق میں یہی نکل سکتا ہے کہ ان کا کوئی چھوٹا بڑا ہلاکت یا عذاب الٰہی سے نہ بچے۔ اور پیغمبر کی لعنت کا اثر نسلوں تک پہنچ کر رہے۔ بہتر یہی ہے کہ ہم ان سے صلح کر کے اپنی بستیوں کی طرف روانہ ہو جائیں۔ کیونکہ سارے عرب سے لڑائی مول لینے کی طاقت ہم میں نہیں۔" یہی تجویز پاس کر کے حضورؐ کی خدمت میں پہنچے۔ آپ حضرت حسن، حسین، فاطمہ، علی رضی اللہ عنہم کو ساتھ لئے باہر تشریف لا رہے تھے۔ نورانی صورتیں دیکھ کر ان کے لاٹ پادری نے کہا کہ میں ایسے پاک چہرے دیکھ رہا ہوں جن کی دعا پہاڑوں کو اپنی جگہ سے سرکا سکتی ہے۔ ان سے مباہلہ کر کے ہلاک نہ ہو ورنہ ایک نصرانی زمین پر باقی نہیں رہے گا۔ آخر انہوں نے مقابلہ چھوڑ کر سالانہ جزیہ دینا قبول کیا اور صلح کر کے واپس چلے گئے۔ حدیث میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اگر مباہلہ کرتے تو وادی آگ بن کر ان پر برستی اور خدا تعالیٰ نجران کا بالکل استیصال کر دیتا۔ ایک سال کے اندر اندر تمام نصاریٰ ہلاک ہو جاتے۔ (تنبیہ) قرآن نے یہ نہیں بتلایا کہ مباہلہ کی صورت نبی کریم ﷺ کے بعد بھی اختیار کی جا سکتی ہے اور یہ کہ مباہلہ کا اثر کیا ہمیشہ وہی ظاہر ہونا چاہئے جو آپ کے مباہلہ میں ظاہر ہونے والا تھا۔ بعض سلف کے طریق عمل اور بعض فقہائے حنفیہ کی تصریحات سے مفہوم ہوتا ہے کہ مباہلہ کی مشروعیت اب بھی باقی ہے مگر ان چیزوں میں جن کا ثبوت بالکل قطعی ہو۔ یہ ضروری نہیں کہ مباہلہ میں بچوں عورتوں کو بھی شریک کیا جائے۔ نہ مباہلین پر اس قسم کا عذاب آنا ضروری ہے جو پیغمبر ﷺ کے مباہلہ پر آتا۔ بلکہ ایک طرح کا اتمام حجت کر کے کشمکش و جدال سے الگ ہو جانا ہے۔ اور میرے خیال میں مباہلہ جو ایک کاذب کے ساتھ نہیں صرف کاذب معاند کے ساتھ ہونا چاہئے۔ ابن کثیر لکھتے ہیں ثم قال تعالیٰ آمراً رسولہ ﷺ ان یباھل من عاند الحق فی امر عیسیٰ بعد ظھور البیان واللہ اعلم۔

اللّٰهُ ۚ وَاِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ﴿۶۲﴾ فَاِنْ

اللہ کے ◆ اور اللہ جو ہے وہی ہے زبردست حکمت والا ◆ پھر اگر

تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌۢ بِالْمُفْسِدِیْنَ ﴿۶۳﴾ ع قُلْ یٰۤاَهْلَ

قبول نہ کریں تو اللہ کو معلوم ہیں فساد کرنے والے ◆ تو کہہ اے

الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰی كَلِمَةٍ سَوَآءٍۭ بَیْنَنَا وَبَیْنَكُمْ

اہل کتاب آؤ ایک بات کی طرف جو برابر ہے ہم میں اور تم میں

اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَیْـًٔا وَّلَا یَتَّخِذَ

کہ بندگی نہ کریں ہم مگر اللہ کی اور شریک نہ ٹھہراویں اس کا کسی کو اور نہ بناوے

بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ فَاِنْ تَوَلَّوْا

کوئی کسی کو رب سوا اللہ کے ◆ پھر اگر وہ قبول نہ کریں

فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ﴿۶۴﴾ یٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ

تو کہہ دو گواہ رہو کہ ہم تو حکم کے تابع ہیں ◆ اے اہل کتاب

لِمَ تُحَآجُّوْنَ فِیْۤ اِبْرٰهِیْمَ وَمَاۤ اُنْزِلَتِ التَّوْرٰىةُ

کیوں جھگڑتے ہو ابراہیم کی بابت اور توریت

وَالْاِنْجِیْلُ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِهٖ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۶۵﴾

اور انجیل تو اتری اس کے بعد کیا تم کو عقل نہیں

هٰۤاَنْتُمْ هٰۤؤُلَآءِ حَاجَجْتُمْ فِیْمَا لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ فَلِمَ

سنتے ہو تم لوگ جھگڑ چکے جس بات میں تم کو کچھ خبر تھی اب

تُحَآجُّوْنَ فِيْمَا لَيْسَ لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَ

کیوں جھگڑتے ہو | جس بات میں تم کو کچھ خبر نہیں | اور اللہ جانتا ہے | اور

اَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۶۶﴾ مَا كَانَ اِبْرٰهِيْمُ يَهُوْدِيًّا

تم نہیں جانتے ◆ | نہ تھا ابراہیم یہودی

وَّلَا نَصْرَانِيًّا وَّلٰكِنْ كَانَ حَنِيْفًا مُّسْلِمًا ؕ وَمَا

اور نہ تھا نصرانی | لیکن تھا حنیف | یعنی سب جھوٹے مذہبوں سے بیزار اور حکم بردار | اور نہ

كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۶۷﴾ اِنَّ اَوْلَى النَّاسِ بِاِبْرٰهِيْمَ

تھا مشرک ◆ | لوگوں میں زیادہ مناسبت ابراہیم سے ان کو تھی

لَلَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ وَهٰذَا النَّبِيُّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ؕ

جو ساتھ اس کے تھے | اور اس نبی کو | اور جو ایمان لائے اس نبی پر ◆

وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۶۸﴾ وَدَّتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ

اور اللہ ولی ہے مسلمانوں کا ◆ | آرزو ہے بعضے

اَهْلِ الْكِتٰبِ لَوْ يُضِلُّوْنَكُمْ ؕ وَمَا يُضِلُّوْنَ اِلَّآ

اہل کتاب کو | کہ کسی طرح گمراہ کریں تم کو | اور گمراہ نہیں کرتے | مگر

اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۶۹﴾ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ

اپنے آپ کو | اور نہیں سمجھتے ◆ | اے اہل کتاب | کیوں

تَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَاَنْتُمْ تَشْهَدُوْنَ ﴿۷۰﴾ يٰٓاَهْلَ

انکار کرتے ہو | اللہ کے کلام کا | اور تم قائل ہو ◆ | اے

الْكِتٰبِ لِمَ تَلْبِسُوْنَ الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ

اہل کتاب کیوں ملاتے ہو سچ میں جھوٹ اور چھپاتے ہو سچی بات

وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۷۱﴾ وَقَالَتْ طَّآىِٕفَةٌ مِّنْ اَهْلِ

جان کر ◆ اور کہا بعضے اہل

الْكِتٰبِ اٰمِنُوْا بِالَّذِیْٓ اُنْزِلَ عَلَى الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَجْهَ

کتاب نے مان لو جو کچھ اترا مسلمانوں پر دن

النَّهَارِ وَاكْفُرُوْٓا اٰخِرَهٗ لَعَلَّهُمْ یَرْجِعُوْنَ ﴿۷۲﴾ وَلَا تُؤْمِنُوْٓا

چڑھے اور منکر ہو جاؤ آخر دن میں شاید وہ پھر جاویں ◆ اور مت مانو

اِلَّا لِمَنْ تَبِعَ دِیْنَكُمْ ط قُلْ اِنَّ الْهُدٰى هُدَى اللّٰهِ

مگر اسی کی جو چلے تمہارے دین پر ◆ کہہ دے کہ بیشک ہدایت وہی ہے جو اللہ ہدایت کرے ◆

اَنْ یُّؤْتٰٓى اَحَدٌ مِّثْلَ مَآ اُوْتِیْتُمْ اَوْ یُحَآجُّوْكُمْ

اور یہ سب کچھ اس لئے ہے کہ اور کسی کو بھی ملے جیسا کچھ تم کو ملا تھا یا وہ غالب کیوں آ گئے تم

عِنْدَ رَبِّكُمْ ط قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِیَدِ اللّٰهِ ج یُؤْتِیْهِ مَنْ

پر تمہارے رب کے آگے ◆ تو کہہ بڑائی اللہ کے ہاتھ میں ہے دیتا ہے جس کو

یَّشَآءُ ط وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ ﴿۷۳﴾ یَّخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ

چاہے اور اللہ بہت گنجائش والا ہے خبردار خاص کرتا ہے اپنی مہربانی جس کو

یَّشَآءُ ط وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ ﴿۷۴﴾ وَمِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ

چاہے اور اللہ کا فضل بڑا ہے ◆ اور بعضے اہل کتاب میں

مَنْ اِنْ تَاْمَنْهُ بِقِنْطَارٍ يُّؤَدِّهٖٓ اِلَيْكَ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ

وہ ہیں کہ اگر تو ان کے پاس امانت رکھے ڈھیر مال کا تو ادا کریں تجھ کو اور بعضے ان میں وہ ہیں

اِنْ تَاْمَنْهُ بِدِيْنَارٍ لَّا يُؤَدِّهٖٓ اِلَيْكَ اِلَّا مَا دُمْتَ

کہ اگر تو ان کے پاس امانت رکھے ایک اشرفی تو ادا نہ کریں تجھ کو مگر جب تک کہ تو رہے

عَلَيْهِ قَآئِمًا ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لَيْسَ عَلَيْنَا فِي

ان کے سر پر کھڑا ◆ یہ اس واسطے کہ انہوں نے کہہ رکھا ہے کہ نہیں ہے ہم پر

الْاُمِّيّٖنَ سَبِيْلٌ ۚ وَيَقُوْلُوْنَ عَلَي اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُمْ

امی لوگوں کے حق لینے میں کچھ گناہ ◆ اور جھوٹ بولتے ہیں اللہ پر اور وہ

يَعْلَمُوْنَ ۝ بَلٰي مَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ وَاتَّقٰى فَاِنَّ اللّٰهَ

جانتے ہیں ◆ کیوں نہیں جو کوئی پورا کرے اپنا قرار اور وہ پرہیزگار رہے تو اللہ کو

يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ

محبت ہے پرہیزگاروں سے ◆ جو لوگ مول لیتے ہیں اللہ کے قرار پر

وَاَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيْلًا اُولٰۗىِٕكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِي

اور اپنی قسموں پر تھوڑا سا مول ◆ ان کا کچھ حصہ نہیں

الْاٰخِرَةِ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ وَلَا يَنْظُرُ اِلَيْهِمْ يَوْمَ

آخرت میں اور نہ بات کرے گا ان سے اللہ اور نہ نگاہ کرے گا ان کی طرف قیامت کے

الْقِيٰمَةِ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ ۠ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ وَاِنَّ

دن اور نہ پاک کرے گا ان کو اور ان کے واسطے عذاب ہے دردناک ◆ اور ان میں

اہل کتاب کی خیانت اور امانت اہل کتاب کی دینی خیانت و نفاق کے سلسلہ میں دنیوی خیانت کا ذکر آ گیا جس سے اس پر روشنی پڑتی ہے کہ جو لوگ چار پیسہ پر نیت خراب کریں اور امانتداری نہ برتیں ان سے کیا توقع ہو سکتی ہے کہ دینی معاملات میں امین ثابت ہوں گے۔ چنانچہ ان میں بہت سے وہ ہیں جن کے پاس زیادہ تو کیا ایک اشرفی بھی امانت رکھی جائے تو تھوڑی دیر بعد مکر جائیں۔ اور جب تک کوئی تقاضے کے لئے ہر وقت ان کے سر پر کھڑا نہ رہے اور پیچھا کرنے والا نہ ہو امانت ادا نہ کریں۔ بیشک ان میں سب کا حال یہ نہیں۔ بعض ایسے بھی ہیں جن کے پاس اگر سونے کا ڈھیر رکھ دیا جائے تو ایک رتی خیانت نہ کریں۔ یعنی بڑی خوش معاملہ اور امین لوگ ہیں جو یہودیت سے بیزار ہو کر اسلام کے حلقہ بگوش بنتے جا رہے ہیں۔ مثلاً حضرت عبداللہ بن سلام وغیرہ رضی اللہ عنہ۔

یعنی پرایا حق کھانے کو یہ مسئلہ بنا لیا کہ عرب کے اُمی جو ہمارے مذہب پر نہیں، ان کا مال جس طرح لے روا ہے۔ غیر مذہب والوں کی امانت میں خیانت کی جائے تو کچھ گناہ نہیں۔ خصوصاً وہ عرب جو اپنا آبائی دین چھوڑ کر مسلمان بن گئے ہیں۔ خدا نے ان کا مال ہمارے لئے حلال کر دیا ہے۔

اہل کتاب اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں یعنی جان بوجھ کر خدا کی طرف جھوٹی بات منسوب کر رہے ہیں۔ امانت میں خیانت کرنے کی خدا نے ہرگز اجازت نہیں دی۔ آج بھی اسلامی فقہ کا مسئلہ یہی ہے کہ مسلم ہو یا کافر، کسی کی امانت میں خیانت جائز نہیں۔

اللہ کے عہد پر معاوضہ لینے والے خیانت و بدعہدی میں گناہ کیوں نہیں، جبکہ خدا تعالیٰ کا عام قانون یہ ہے کہ جو کوئی خدا کے اور بندوں کے جائز عہد پورے کرے اور خدا سے ڈر کر تقویٰ کی راہ چلے یعنی فاسد خیالات، مذموم اعمال اور پست اخلاق سے پرہیز کرے۔ اسی سے خدا محبت کرتا ہے۔ اس میں امانتداری کی خصلت بھی آ گئی۔

یعنی جو لوگ دنیا کی متاع قلیل لے کر خدا کے عہد اور آپس کی قسموں کو توڑ ڈالتے ہیں، نہ باہمی معاملات درست رکھتے ہیں نہ خدا سے جو قول و قرار کیا تھا اس پر قائم رہتے ہیں، بلکہ مال و جاہ کی حرص میں احکام شرعیہ کو بدلتے اور کتب سماویہ میں تحریف کرتے رہتے ہیں ان کا انجام آگے مذکور ہے۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں۔ "یہود میں صفت تھی کہ اللہ نے ان سے اقرار لیا تھا اور قسمیں دی تھیں کہ ہر نبی کے مددگار رہیو۔ پھر غرض دنیا کے واسطے پھر گئے اور جو کوئی جھوٹی قسم کھائے دنیا لینے کے واسطے اس کا یہی حال ہے۔"

اس قسم کی آیت سورہ "بقرہ" کے اکیسویں رکوع میں گذر چکی۔ وہاں کے فوائد میں الفاظ کی تشریح دیکھ لی جائے۔

مِنْهُمْ لَفَرِيقًا يَلْوُونَ أَلْسِنَتَهُمْ بِالْكِتَابِ لِتَحْسَبُوهُ

ایک فریق ہے کہ زبان مروڑ کر پڑھتے ہیں کتاب تاکہ تم جانو

مِنَ الْكِتَابِ وَمَا هُوَ مِنَ الْكِتَابِ وَيَقُولُونَ هُوَ مِنْ

کہ وہ کتاب میں ہے اور وہ نہیں کتاب میں اور کہتے ہیں وہ

عِنْدِ اللَّهِ وَمَا هُوَ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ وَيَقُولُونَ عَلَى اللَّهِ

اللہ کا کہا ہے اور وہ نہیں اللہ کا کہا اور اللہ پر

الْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُونَ ﴿٧٨﴾ مَا كَانَ لِبَشَرٍ أَنْ يُؤْتِيَهُ

جھوٹ بولتے ہیں جان کر کسی بشر کا کام نہیں کہ اللہ اس کو

اللَّهُ الْكِتَابَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُولَ لِلنَّاسِ

دیوے کتاب اور حکمت اور پیغمبر کرے پھر وہ کہے لوگوں کو

كُونُوا عِبَادًا لِي مِنْ دُونِ اللَّهِ وَلَٰكِنْ كُونُوا رَبَّانِيِّينَ

کہ تم میرے بندے ہو جاؤ اللہ کو چھوڑ کر لیکن یوں کہے کہ تم اللہ والے ہو جاؤ

بِمَا كُنْتُمْ تُعَلِّمُونَ الْكِتَابَ وَبِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُونَ ﴿٧٩﴾

جیسے کہ تم سکھلاتے تھے کتاب اور جیسے کہ تم آپ بھی پڑھتے تھے

وَلَا يَأْمُرَكُمْ أَنْ تَتَّخِذُوا الْمَلَائِكَةَ وَالنَّبِيِّينَ أَرْبَابًا

اور نہ یہ کہے تم کو کہ ٹھہراؤ فرشتوں کو اور نبیوں کو رب

أَيَأْمُرُكُمْ بِالْكُفْرِ بَعْدَ إِذْ أَنْتُمْ مُسْلِمُونَ ﴿٨٠﴾ وَإِذْ

کیا تم کو کفر سکھائے گا بعد اس کے کہ تم مسلمان ہو چکے ہو اور جب

کلام اللہ کی عبارت میں تحریف یہ اہل کتاب کی تحریف کا حال بیان فرمایا۔ یعنی آسمانی کتاب میں کچھ چیزیں اپنی طرف سے ملا کر ایسے انداز اور لہجہ میں پڑھتے ہیں کہ جو واقف نہ ہو وہ دھوکہ میں آجائے۔ اور یہ سمجھے کہ یہ بھی آسمانی کتاب کی عبارت ہے۔ یہی نہیں بلکہ زبان سے بھی کہتے ہیں کہ یہ سب اللہ کے پاس سے آیا ہوا ہے حالانکہ نہ وہ مضمون کتاب میں موجود ہے اور نہ خدا کے پاس سے آیا ہے۔ بلکہ خود اس تحریف شدہ کتاب کو بھی بہ حیثیت مجموعی خدا کی کتاب نہیں کہہ سکتے۔ کیونکہ اس میں طرح طرح کے تصرفات اور تحریفات کی گئی ہیں۔ آج بائبل کے جو نسخے دنیا میں موجود ہیں ان میں باہم شدید اختلاف پایا جاتا ہے اور بعض ایسے مضامین درج ہیں جو قطعاً خدا کی طرف سے نہیں ہو سکتے۔ اس کی کچھ تفصیل "روح المعانی" میں موجود ہے۔ اور اثبات تحریف پر ہمارے علماء نے مبسوط بحثیں کی ہیں۔ جزاھم اللہ احسن الجزاء۔

آنحضرت کی عصمت کا بیان وفد نجران کی موجودگی میں بعض یہود و نصاریٰ نے کہا تھا کہ اے محمد ﷺ! کیا تم یہ چاہتے ہو کہ ہم تمہاری اسی طرح پرستش کرنے لگیں جیسے نصاریٰ عیسیٰ ابن مریم کو پوجتے ہیں۔ آپ نے فرمایا، معاذ اللہ کہ ہم غیر اللہ کی بندگی کریں۔ یا دوسروں کو اس کی دعوت دیں۔ حق تعالیٰ نے ہم کو اس کام کے لئے نہیں بھیجا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی یعنی جس بشر کو حق تعالیٰ کتاب و حکمت اور قوت فیصلہ دیتا اور پیغمبری کے منصب جلیل پر فائز کرتا ہے کہ وہ خلق کو ٹھیک ٹھیک پیغام الٰہی پہنچا کر لوگوں کو اس کی بندگی اور وفاداری کی طرف متوجہ کرے۔ اس کا یہ کام کبھی نہیں ہو سکتا کہ ان کو خالص ایک خدا کی بندگی سے ہٹا کر خود اپنا یا کسی دوسری مخلوق کا بندہ بنانے لگے۔ اس کے تو یہ معنی ہوں گے کہ خداوند قدوس نے جس کو جس منصب کا اہل جان کر بھیجا تھا فی الواقع وہ اس کا اہل نہ تھا۔ دنیا کی کوئی گورنمنٹ بھی اگر کسی شخص کو ایک ذمہ داری کے عہدہ پر مامور کرتی ہے تو پہلے دو باتیں سوچ لیتی ہے (۱) یہ شخص گورنمنٹ کی پالیسی کو سمجھنے اور اپنے فرائض کو انجام دینے کی لیاقت رکھتا ہے یا نہیں (۲) گورنمنٹ کے احکام کی تعمیل کرنے اور رعایا کو وفاداری پر قائم رکھنے کی کہاں تک اس سے توقع کی جا سکتی ہے؟ کوئی بادشاہ یا پارلیمنٹ ایسے آدمی کو نائب السلطنت یا سفیر مقرر نہیں کر سکتی جس کی نسبت حکومت کے خلاف بغاوت پھیلانے یا اس کی پالیسی اور احکام سے انحراف کرنے کا ادنیٰ شبہ ہو۔ بیشک یہ ممکن ہے کہ ایک شخص کی قابلیت یا جذبہ وفاداری کا اندازہ حکومت صحیح طور پر نہ کر سکی ہو۔ لیکن خداوند قدوس کے یہاں یہ بھی احتمال نہیں۔ اگر کسی فرد کی نسبت اس کو علم ہے کہ یہ پوری وفاداری اور اطاعت شعاری سے بال برابر تجاوز نہ کرے گا تو محال ہے کہ وہ آگے چل کر اس کے خلاف ثابت ہو سکے۔ ورنہ علم الٰہی کا غلط ہونا لازم آتا ہے۔ العیاذ باللہ یہیں سے عصمت انبیاء علیہم السلام کا مسئلہ بھی سمجھ میں آجاتا ہے (کما نبہ علیہ ابو حیان فی البحر وفصلہ مولانا قاسم العلوم و الخیرات فی تصانیفہ) پھر جب انبیاء علیہم السلام ادنیٰ عصیان سے پاک ہیں تو شرک اور خدا کے مقابلہ میں بغاوت کرنے کا امکان کہاں باقی رہ سکتا ہے۔ اس میں نصاریٰ کے اس دعوے کا بھی رد ہو گیا جو کہتے تھے کہ الوہیت و ابنیت مسیح کا عقیدہ ہم کو خود مسیح علیہ السلام نے تعلیم فرمایا ہے۔ اور ان مسلمانوں کو بھی نصیحت کر دی گئی جنہوں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا تھا کہ ہم سلام کی بجائے آپ کو سجدہ کیا کریں تو کیا حرج ہے اور اہل کتاب پر بھی تعریض ہو گئی جنہوں نے اپنے احبار و رہبان کو خدائی کا درجہ دے رکھا تھا (العیاذ باللہ) تنبیہ۔ ما کان لبشر الخ میں ابو حیان کے نزدیک اسی طرح کی نفی ہے جیسے ما کان لکم ان تنبتوا شجرھا میں، یا وما کان لنفس ان تموت الا باذن اللہ میں۔ وھو اصوب عندی۔

موضح القرآن میں ہے "حکم اللہ نے دیا نبی بنانے اور وہ لوگوں کو کفر و شرک سے نکال کر مسلمانی میں لائے۔ پھر کیونکر ان کو کفر سکھلائے گا۔ ہاں تم کو (اے اہل کتاب!) یہ کہتا ہے کہ تم میں جو آگے دینداری تھی کتاب کا پڑھنا اور سکھانا وہ نہیں رہی۔ اب میری صحبت میں پھر وہی کمال حاصل کرو۔" اور عالم، حکیم، متقی، عارف، مدبر، محقق اور پکے خدا پرست بن جاؤ۔ اور یہ بات اب قرآن کریم پڑھنے پڑھانے اور سیکھنے سکھانے سے حاصل ہو سکتی ہے۔

جیسے نصاریٰ نے مسیح و روح القدس کو بعض یہود نے عزیر کو اور بعض مشرکین نے فرشتوں کو ٹھہرا لیا تھا۔ جب فرشتے اور پیغمبر خدائی میں شریک نہیں ہو سکتے تو پتھر کے بت اور صلیب کی لکڑی تو کس شمار میں ہے۔

یعنی پہلے تو "ربانی" (اللہ والا) اور مسلم موحد بنانے میں کوشش کی، جب لوگوں نے قبول کر لیا تو کیا پھر انہیں شرک و کفر کی طرف بلا کر اپنی ساری محنت اور کمائی اپنے ہاتھ سے برباد کرے گا؟ یہ بات سمجھ میں نہیں آ سکتی۔

أَخَذَ اللّٰهُ مِيثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ

لیا اللہ نے عہد نبیوں سے کہ جو کچھ میں نے تم کو دیا کتاب

وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُولٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ

اور علم پھر آئے تمہارے پاس کوئی رسول کہ سچا بتائے تمہارے پاس والی کتاب کو

لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ ؕ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ

تو اس رسول پر ایمان لاؤ گے اور اس کی مدد کرو گے فرمایا کہ کیا تم نے اقرار کیا اور اس

عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِيْ ؕ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا ؕ قَالَ فَاشْهَدُوْا

شرط پر میرا عہد قبول کیا بولے ہم نے اقرار کیا ◆ فرمایا تو اب گواہ رہو

وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿۸۱﴾ فَمَنْ تَوَلّٰى بَعْدَ

اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہ ہوں ◆ پھر جو کوئی پھر جاوے اس کے

ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۸۲﴾ اَفَغَيْرَ دِيْنِ اللّٰهِ

بعد تو وہی لوگ ہیں نافرمان ◆ اب کوئی اور دین ڈھونڈتے ہیں

يَبْغُوْنَ وَلَهٗٓ اَسْلَمَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

سوا دین اللہ کے اور اسی کے حکم میں ہے جو کوئی آسمان اور زمین میں ہے

طَوْعًا وَّكَرْهًا وَّاِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ ﴿۸۳﴾ قُلْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ

خوشی سے یا لاچاری سے ◆ اور اسی کی طرف سب پھر جاویں گے ◆ تو کہہ ہم ایمان لائے اللہ پر

وَمَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا وَمَآ اُنْزِلَ عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ

اور جو کچھ اترا ہم پر اور جو کچھ اترا ابراہیم پر اور اسمٰعیل پر

وَإِسْحٰقَ وَيَعْقُوبَ وَالْأَسْبَاطِ وَمَا أُوتِيَ مُوسٰى

اور اسحٰق پر — اور یعقوب پر — اور ان کی اولاد پر — اور جو ملا موسیٰ کو

وَعِيسٰى وَالنَّبِيُّونَ مِنْ رَبِّهِمْ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ

اور عیسیٰ کو — اور جو ملا سب نبیوں کو — ان کے پروردگار کی طرف سے — ہم جدا نہیں کرتے ان میں

أَحَدٍ مِنْهُمْ وَنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُونَ ﴿٨٤﴾ وَمَنْ يَبْتَغِ

کسی کو — اور ہم اسی کے فرمانبردار ہیں — اور جو کوئی چاہے

غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي

سوا دین اسلام کے اور کوئی دین — سو اس سے ہرگز قبول نہ ہوگا — اور وہ

الْآخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِينَ ﴿٨٥﴾ كَيْفَ يَهْدِي اللّٰهُ قَوْمًا

آخرت میں خراب ہے — کیونکر راہ دے گا اللہ — ایسے لوگوں کو

كَفَرُوا بَعْدَ إِيمَانِهِمْ وَشَهِدُوا أَنَّ الرَّسُولَ حَقٌّ وَ

کہ کافر ہوگئے ایمان لا کر — اور گواہی دے کر — کہ بیشک رسول سچا ہے — اور

جَاءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ ۚ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِينَ ﴿٨٦﴾

آئیں ان کے پاس نشانیاں روشن — اور اللہ راہ نہیں دیتا ظالم لوگوں کو

أُولٰٓئِكَ جَزَاؤُهُمْ أَنَّ عَلَيْهِمْ لَعْنَةَ اللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ

ایسے لوگوں کی سزا ہے — کہ ان پر لعنت ہے اللہ کی — اور فرشتوں کی

وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ ﴿٨٧﴾ خٰلِدِينَ فِيهَا ۚ لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ

اور لوگوں کی سب کی — ہمیشہ رہیں گے اس میں — نہ ہلکا ہوگا ان سے

(۱) **تمام انبیاء برحق تھے** یعنی جو کچھ جس زمانہ میں خدا کی طرف سے اترا یا کسی پیغمبر کو دیا گیا ہم بلا تفریق سب کو حق مانتے ہیں۔ ایک مسلم فرمانبردار کا یہ طریقہ نہیں کہ خدا کے بعض پیغمبروں کو مانے بعض کو نہ مانے، گویا اخیر میں ونحن له مسلمون کہہ کر اسلام کی حقیقت بتلا دی اور آگاہ کر دیا کہ اسلام کسی نبی برحق اور کسی آسمانی کتاب کی تکذیب کا روادار نہیں۔ اس کے نزدیک جس طرح قرآن کریم اور پیغمبر عربی ﷺ کا نہ ماننا کفر ہے ایسے ہی کسی ایک نبی یا کتاب سماوی کا انکار کرنے سے بھی انسان کافر ہو جاتا ہے۔ بلکہ پیغمبر آخر الزمان کی یہی شان ہونی چاہئے کہ وہ تمام پہلی کتابوں اور نبیوں کا مصدق ہو۔ اور اس طرح کی تمام اقوام و امم جن کے پاس مقامی "نذیر" و "ہادی" آتے رہے تھے، جمعیت مرکزی کے سب سے بڑے جھنڈے کے نیچے جمع ہونے کا راستہ کھلا ہے۔ (تنبیہ) اسی قسم کی آیت پارۂ الم کے آخر میں آچکی ہے اس کے فوائد ملاحظہ کر لئے جائیں۔

(۲) **اسلام کے سوا کوئی دین قبول نہیں** یعنی جب خدا کا دین (اسلام) اپنی مکمل صورت میں آچکا تو کوئی ادھورا یا مکمل دین قبول نہیں کیا جا سکتا۔ طلوع آفتاب کے بعد بھی کے چراغ جلانا یا کسی بجلی اور ستاروں کی روشنی تلاش کرنا محض لغو اور کھلی حماقت ہے۔ مقامی نبوتوں اور ہدایتوں کا عہد گزر چکا۔ اب سب سے بڑی آخری اور عالمگیر نبوت و ہدایت سے ہی روشنی حاصل کرنی چاہئے کہ یہی تمام روشنیوں کا خزانہ ہے جس میں پہلی تمام روشنیاں مدغم ہو چکی ہیں۔ فانک شمس والملوک کواکب اذا طلعت لم یبد منهن کوکب۔

(۳) یعنی ثواب و کامیابی سے قطعاً محروم ہے۔ اس سے بڑا خسارہ کیا ہوگا کہ راس المال ہی کھو بیٹھا۔ حق تعالیٰ نے جس صحیح فطرت پر پیدا کیا تھا اپنے سوء اختیار اور غلط کاری سے اسے بھی تباہ کر ڈالا۔

(۴) **جھٹلانے والوں کا دردناک انجام** جن لوگوں نے وضوح حق کے بعد جان بوجھ کر کفر اختیار کیا، جنکی دل میں یقین رکھتے ہیں اور آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں بلکہ اپنی خاص خاص مجلسوں میں اقرار کرتے ہیں کہ یہ رسول سچا ہے۔ اس کی حقانیت و صداقت کے روشن دلائل، کھلے نشانات اور صاف بشارات ان کو پہنچ چکی ہیں۔ اس پر بھی محض حسد اور حب جاہ و مال اسلام قبول کرنے اور کفر و عناد کے چھوڑنے سے مانع ہے جیسا کہ عموماً یہود و نصاریٰ کا حال تھا ایسے ہٹ دھرم، ضدی معاندین کی نسبت کیونکر توقع کی جا سکتی ہے کہ باوجود اس طرح کا رویہ قائم رکھنے کے خدا تعالیٰ انکو نجات و فلاح اور اپنی خوشنودی کے راستہ پر لے جائیگا یا جنت تک پہنچنے کی راہ دے گا۔ اسکی عادت نہیں کہ ایسے بے انصاف متعصب ظالموں کو حقیقی کامیابی کی راہ دے۔ اسی بیان میں وہ لوگ بھی آگئے جو معرفت و یقین کی وجہ سے ایک مرتبہ مسلمان بھی ہو چکے تھے۔ پھر دنیوی اغراض اور شیطانی اغواء سے مرتد ہو گئے۔ یہ ان پہلوں سے بھی زیادہ مجرم اور بے حیا واقع ہوئے ہیں۔ اس لئے ان سے بڑھ کر لعنت و عقوبت کے مستحق ہوں گے۔

(۵) یعنی خدا، فرشتے اور مسلمان لوگ سب ان پر لعنت بھیجتے ہیں بلکہ یہ انسان حتیٰ کہ وہ خود بھی اپنے اوپر لعنت کرتے ہیں جب کہتے ہیں کہ ظالموں اور جھوٹوں پر خدا کی لعنت۔ گو اس وقت سمجھتے نہیں کہ یہ لعنت خود ان ہی پر واقع ہو رہی ہے۔

(۶) یعنی اس لعنت کا اثر ہمیشہ رہیگا۔ دنیا میں پھٹکار اور آخرت میں خدا کی مار۔

الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْظَرُونَ ﴿٨٨﴾ إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا مِنْ

عذاب | اور نہ اُن کو فرصت ملے ◆ | مگر جنہوں نے توبہ کی | اس کے

بَعْدِ ذٰلِكَ وَأَصْلَحُوا فَإِنَّ اللّٰهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿٨٩﴾ إِنَّ

بعد | اور نیک کام کئے | تو بیشک اللہ غفور رحیم ہے ◆ | جو

الَّذِينَ كَفَرُوا بَعْدَ إِيمَانِهِمْ ثُمَّ ازْدَادُوا كُفْرًا لَّنْ

لوگ منکر ہوئے | مان کر | پھر بڑھتے رہے انکار میں | ہرگز

تُقْبَلَ تَوْبَتُهُمْ وَأُولٰٓئِكَ هُمُ الضَّآلُّونَ ﴿٩٠﴾ إِنَّ

قبول نہ ہوگی اُن کی توبہ | اور وہی ہیں گمراہ ◆ | جو

الَّذِينَ كَفَرُوا وَمَاتُوا وَهُمْ كُفَّارٌ فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْ

لوگ کافر ہوئے | اور مر گئے کافر ہی | تو ہرگز قبول نہ ہوگا کسی

أَحَدِهِمْ مِّلْءُ الْأَرْضِ ذَهَبًا وَّلَوِ افْتَدٰى بِهٖ

ایک سے | زمین بھر کر سونا ◆ | اور اگرچہ بدلا دیوے اس قدر سونا

أُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ وَّمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِينَ ﴿٩١﴾

اُن کو عذاب دردناک ہے | اور کوئی نہیں اُن کا مددگار ◆

◆ یعنی انہیں نہ کسی وقت عذاب کی شدت میں کمی محسوس ہوگی اور نہ ذرا سی دیر کے لئے عذاب ملتوی کر کے آرام دیا جائیگا۔

◆ ایسے سخت بے حیا مجرموں اور شدید ترین باغیوں کو کون بادشاہ معافی دے سکتا ہے؟ لیکن یہ اس غفور رحیم ہی کی بارگاہ ہے کہ اس قدر شدید جرائم اور بغاوتوں کے بعد بھی اگر مجرم نادم ہو کر سچے دل سے توبہ اور نیک چال چلن اختیار کر لے تو سب گناہ یک قلم معاف کر دیے جاتے ہیں۔ اللّٰھم اغفر ذنوبی فانک غفور رحیم۔

رسمی توبہ سے معافی نہیں ہوگی یعنی جو لوگ حق کو مان کر اور سمجھ بوجھ کر منکر ہوئے پھر اخیر تک انکار میں ترقی کرتے رہے، نہ کبھی کفر سے ہٹنے کا نام لیا نہ حق اور اہل حق کی عداوت ترک کی، بلکہ حق پرستوں کے ساتھ ہمیشہ مناظرہ اور جنگ وجدل کرتے رہے جب مرنے کا وقت آیا اور فرشتے جان نکالنے لگے تو توبہ کی سوجھی۔ یا کبھی کسی مصلحت سے ظاہری طور پر رسمی الفاظ توبہ کے کہہ لئے یا کفر پر برابر قائم رہتے ہوئے بعض دوسرے اعمال سے توبہ کر لی جنہیں اپنے زعم میں گناہ سمجھ رہے تھے۔ یہ توبہ کسی کام کی نہیں۔ بارگاہ رب العزت میں اس کے قبول کی کوئی امید نہ رکھیں۔ ایسے لوگوں کو سچی توبہ نصیب ہی نہ ہوگی جو قبول ہو۔ ان کا کام ہمیشہ گمراہی کی وادیوں میں پڑے بھٹکتے رہنا ہے۔

ایمان کے بغیر کوئی عمل قبول نہیں یعنی دنیا کی حکومتوں کی طرح وہاں سونے چاندی کی رشوت نہ چلے گی وہاں تو صرف دولت ایمان کام دے سکتی ہے۔ فرض کرو ایک کافر کے پاس اگر اتنا ڈھیر سونے کا ہو جس سے ساری زمین بھر جائے اور وہ سب کا سب مثلاً خیرات کر دے تو خدا کے یہاں اس کی ذرہ برابر وقعت نہیں نہ آخرت میں یہ عمل کچھ کام دیگا۔ کیونکہ عمل کی روح ایمان ہے جو عمل روح ایمان سے خالی ہو مردہ عمل ہوگا۔ جو آخرت کی ابدی زندگی میں کام نہیں دے سکتا۔

یعنی اگر فرض کرو کافر کے پاس وہاں اتنا مال ہو اور خود اپنی طرف سے درخواست کر کے بطور فدیہ پیش کرے کہ یہ لیکر مجھے چھوڑ دو تب بھی قبول نہیں کیا جا سکتا اور بدون پیش کئے تو پوچھتا ہی کون ہے۔ دوسری جگہ فرمایا اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَوْ اَنَّ لَھُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا وَّ مِثْلَہٗ مَعَہٗ لِیَفْتَدُوْا بِہٖ مِنْ عَذَابِ یَوْمِ الْقِیٰمَةِ مَا تُقُبِّلَ مِنْھُمْ وَلَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ (مائدہ، رکوع ۶)

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ؕ

ہرگز نہ حاصل کر سکو گے نیکی میں کمال جب تک نہ خرچ کرو اپنی پیاری چیز سے کچھ

وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَیْءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِیْمٌ ﴿۹۲﴾ كُلُّ

اور جو چیز خرچ کرو گے سو اللہ کو معلوم ہے ﴿۱﴾ سب

الطَّعَامِ كَانَ حِلًّا لِّبَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ اِلَّا مَا حَرَّمَ

کھانے کی چیزیں حلال تھیں بنی اسرائیل کو مگر وہ جو حرام کر لی تھی

اِسْرَآءِیْلُ عَلٰی نَفْسِهٖ مِنْ قَبْلِ اَنْ تُنَزَّلَ التَّوْرٰىةُ ؕ

اسرائیل نے اپنے اوپر توریت نازل ہونے سے پہلے ﴿۲﴾

قُلْ فَاْتُوْا بِالتَّوْرٰىةِ فَاتْلُوْهَاۤ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ﴿۹۳﴾

تو کہہ لاؤ توریت اور پڑھو اگر سچے ہو ﴿۳﴾

فَمَنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰهِ الْكَذِبَ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ

پھر جو کوئی جوڑے اللہ پر جھوٹ اس کے بعد

فَاُولٰٓىِٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۹۴﴾ قُلْ صَدَقَ اللّٰهُ

تو وہی ہیں بے انصاف ﴿۴﴾ تو کہہ سچ فرمایا اللہ نے

فَاتَّبِعُوْا مِلَّةَ اِبْرٰهِیْمَ حَنِیْفًا ؕ وَمَا كَانَ مِنَ

اب تابع ہو جاؤ دین ابراہیم کے جو ایک ہی کا ہو رہا تھا اور نہ تھا

الْمُشْرِكِیْنَ ﴿۹۵﴾ اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ

شرک کرنے والا ﴿۵﴾ بیشک سب سے پہلا گھر جو مقرر ہوا لوگوں کے واسطے یہی ہے

◆ **محبوب چیزیں خرچ کرنے کی فضیلت** یعنی اللہ کو معلوم ہے کہ کیسی چیز خرچ کی، کہاں خرچ کی اور کس کے لئے خرچ کی۔ جتنی محبوب اور پیاری چیز جس طرح کے مصرف میں جس قدر اخلاص و حسن نیت سے خرچ کرو گے اسی کے موافق خدا تعالیٰ کے یہاں سے بدلہ ملنے کی امید رکھو۔ اعلیٰ درجہ کی نیکی حاصل کرنا چاہو تو اپنی محبوب و عزیز ترین چیزوں میں سے کچھ خدا کے راستہ میں نکالو۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں "یعنی جس چیز سے دل بہت لگا ہو اس کے خرچ کرنے کا بڑا درجہ ہے، یوں ثواب ہر چیز میں ہے" شاید یہود و نصاریٰ کے ذکر میں یہ آیت اس واسطے نازل فرمائی کہ ان کو اپنی ریاست بہت عزیز تھی جس کے تھامنے کو نبی کے تابع نہ ہوتے تھے تو جب تک وہی اللہ کے راستہ میں نہ چھوڑیں درجہ ایمان نہ پا سکیں گے۔ پچھلی آیت سے یہ مناسبت ہوئی کہ وہاں کافر کا مال خرچ کرنا بیکار بتلایا تھا، اب اس کے بالمقابل بتلا دیا کہ مومن جو خرچ کرے اس سے نیکی میں کمال حاصل ہوتا ہے۔

◆ **تحریم حلال کی نذر کا مسئلہ** یہود آنحضرت ﷺ اور مسلمانوں سے کہتے تھے کہ تم اپنے کو دین ابراہیم پر کیسے بتلاتے ہو جبکہ وہ چیزیں کھاتے ہو جو اللہ تعالیٰ نے ابراہیم کے گھرانے پر حرام کی تھیں جیسے اونٹ کا گوشت اور دودھ۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جتنی چیزیں اب لوگ کھاتے ہیں سب ابراہیم کے وقت میں حلال تھیں جب تک تورات نازل ہوئی، بیشک تورات میں خاص بنی اسرائیل پر بعض چیزیں حرام ہوئی ہیں۔ مگر ایک اونٹ تورات سے پہلے حضرت اسرائیل (یعقوب) علیہ السلام نے اس کے کھانے سے قسم کھائی تھی، ان کی پیروی میں ان کی اولاد نے بھی چھوڑ دیا تھا۔ اور اس قسم کا سبب یہ تھا کہ یعقوب علیہ السلام کو "عرق النساء" کا درد تھا، اس وقت نذر کی کہ اگر صحت پاؤں تو جو چیز میری رغبت کی ہے اسے چھوڑ دوں گا۔ ان کو یہی (اونٹ کا گوشت اور دودھ) بہت مرغوب تھا سو نذر کے سبب چھوڑ دیا۔ اس قسم کی نذر جو تحریم حلال پر مشتمل ہو ہماری شریعت میں روا نہیں۔ کما قال تعالیٰ یٰاَیُّهَا النَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَکَ (تحریم، رکوع ۱) اگر کر لی تو توڑ دے اور کفارہ ادا کرے (تنبیہ) پچھلی آیت میں محبوب چیز کے خرچ کرنے کا ذکر تھا۔ اس آیت میں یعقوب کا ایک محبوب چیز کو چھوڑ دینا مذکور ہے۔ اس طرح دونوں آیتوں میں لطیف مناسبت ہوگی۔ نیز ان آیات میں متنبہ کیا گیا ہے کہ پچھلی شرائع میں نسخ واقع ہوا ہے، جو چیز ایک زمانہ میں حلال تھی بعد میں حرام ہو گئی۔ اگر اسی طرح اب شریعت محمدیہ اور شرائع سابقہ میں حلال و حرام کے اعتبار سے تفاوت ہو تو انکار و استبعاد کی کوئی وجہ نہیں۔

◆ **یہودیوں کو آنحضرت ﷺ کا چیلنج** یعنی اگر تم سچے ہو کہ یہ چیزیں ابراہیم کے زمانے سے حرام تھیں تو لاؤ یہ مضمون خود اپنی مسلم کتاب تورات میں دکھلا دو۔ اگر اس میں بھی نہ نکلا تو تمہارے کذاب و مفتری ہونے میں کیا شبہ ہو سکتا ہے۔ روایات میں ہے کہ یہود نے یہ دعوت چیلنج منظور نہ کیا۔ اور اس طرح نبی امی ﷺ کی صداقت پر ایک دلیل قائم ہو گئی۔

◆ یعنی بڑی بے انصافی ہوگی اگر اس کے بعد بھی وہی مرغے کی ایک ٹانگ گاتے رہو کہ نہیں، یہ چیزیں ابراہیم کے زمانہ سے حرام ہیں اور دین ابراہیم کے اصلی پیرو ہم ہیں۔

◆ یعنی خدا تعالیٰ نے حلال و حرام کے متعلق نیز اسلام اور محمد ﷺ کے باب میں کچی پکی اور کھری کھری باتیں تم کو سنا دیں جن کو کوئی جھٹلا نہیں سکتا۔ اب چاہئے کہ تم بھی مسلمانوں کی طرح اصلی دین ابراہیم کی پیروی اور اس کے اصول کا اتباع کرنے لگو جن میں سب سے بڑی چیز توحید خالص تھی۔ چاہئے کہ تم بھی عزیر و مسیح اور احبار و رہبان کی پرستش چھوڑ کر پکے موحد مسلم بن جاؤ۔

بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا وَّهُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿٩٦﴾ فِيْهِ اٰيٰتٌۢ

جو مکہ میں ہے ۔ برکت والا ۔ اور ہدایت ۔ جہان کے لوگوں کو ۔ اس میں نشانیاں ہیں

بَيِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبْرٰهِيْمَ ۚ وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا ۭ

ظاہر ۔ جیسے مقام ابراہیم ۔ اور جو اس کے اندر آیا اس کو امن ملا

وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ

اور اللہ کا حق ہے لوگوں پر ۔ حج کرنا اس گھر کا ۔ جو شخص قدرت رکھتا ہو اس کی طرف راہ

سَبِيْلًا ۭ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٩٧﴾

چلنے کی ۔ اور جو نہ مانے ۔ تو پھر اللہ پروا نہیں رکھتا جہان کے لوگوں کی

قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ

تو کہہ ۔ اے اہل کتاب ۔ کیوں منکر ہوتے ہو ۔ اللہ کے کلام سے

وَاللّٰهُ شَهِيْدٌ عَلٰي مَا تَعْمَلُوْنَ ﴿٩٨﴾ قُلْ يٰٓاَهْلَ

اور اللہ کے روبرو ہے ۔ جو تم کرتے ہو ۔ تو کہہ ۔ اے

الْكِتٰبِ لِمَ تَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ

اہل کتاب ۔ کیوں روکتے ہو ۔ اللہ کی راہ سے ۔ ایمان لانے والوں کو

تَبْغُوْنَهَا عِوَجًا وَّاَنْتُمْ شُهَدَاۗءُ ۭ وَمَا اللّٰهُ

کہ ڈھونڈتے ہو اس میں عیب ۔ اور تم خود جانتے ہو ۔ اور اللہ

بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿٩٩﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا

بے خبر نہیں ۔ تمہارے کام سے ۔ اے ایمان والو

سب سے پہلا گھر کعبہ مسلمانوں کے اس دعوے پر کہ ہم سب سے زیادہ ابراہیمؑ سے اشبہ و اقرب ہیں، یہود کو یہ بھی اعتراض تھا کہ ابراہیم علیہ السلام نے وطن اصلی (عراق) چھوڑ کر شام کو ہجرت کی وہیں رہے وہیں وفات پائی بعدہٗ ان کی اولاد شام میں رہی، تمام انبیاء اسی مقدس سرزمین میں مبعوث ہوئے سب کا قبلہ بیت المقدس رہا، پھر تم حجاز کے رہنے والے جنہوں نے بیت المقدس کو چھوڑ کر کعبہ کو اپنا قبلہ بنا لیا ہے اور سرزمین شام سے دور ایک طرف پڑے ہو کس منہ سے دعویٰ کر سکتے ہو کہ ابراہیمؑ و ملت ابراہیمؑ سے تم کو زیادہ قرب و مناسبت حاصل ہے۔ اس آیت میں معترضین کو بتلایا گیا کہ بیت المقدس وغیرہ مقامات مقدسہ تو بعد میں تعمیر ہوئے ہیں دنیا میں سب سے پہلا متبرک گھر جو لوگوں کی توجہ الی اللہ کے لئے مقرر کیا گیا اور بطور ایک عبادت گاہ اور نشان ہدایت کے بنایا گیا وہ یہی کعبہ شریف ہے۔ جو اس مبارک شہر مکہ معظمہ میں واقع ہوا ہے۔

بیت اللہ کی برکات اور اہمیت حق تعالیٰ نے شروع سے اس گھر کو ظاہری و باطنی حسی و معنوی برکات سے معمور کیا اور سارے جہان کی ہدایت کا سرچشمہ ٹھہرایا ہے۔ روئے زمین پر جس کسی مکان میں برکت و ہدایت پائی جاتی ہے اسی بیت مقدس کا ایک عکس اور پرتو سمجھنا چاہئے جہیں سے رسول الثقلین کو اٹھایا، مناسک حج ادا کرنے کے لئے سارے جہان کو اسی کی طرف دعوت دی۔ عالمگیر مذہب اسلام کے پیروؤں کو مشرق و مغرب میں اسی کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کا حکم ہوا۔ اسکے طواف کرنیوالوں پر عجیب و غریب برکات و انوار کا افاضہ فرمایا۔ انبیائے سابقین بھی حج ادا کرنے کے لئے نہایت شوق و ذوق سے تلبیہ پکارتے ہوئے اسی شمع کے پروانے بنے اور طرح طرح کی ظاہری و باہر نشانیاں قدرت نے بیت اللہ کی برکت سے اس سرزمین میں رکھ دیں۔ اسی لئے ہر زمانہ میں مختلف مذاہب والے اسکی غیر معمولی تعظیم و احترام کرتے رہے اور ہمیشہ وہاں داخل ہونے والے کو مامون سمجھا گیا۔ اسکے پاس مقام ابراہیمؑ کی موجودگی پتہ دے رہی ہے کہ یہاں ابراہیمؑ کے قدم آئے ہیں اور اسکی تصریح جو تمام عرب کے نزدیک بالکل مسلم چلی آرہی ہے بتلاتی ہے کہ یہ وہ پتھر ہے جس پر کھڑے ہو کر ابراہیم علیہ السلام نے کعبہ تعمیر کیا تھا اور خدا کی قدرت سے اس پتھر میں ابراہیمؑ کے قدم کا نشان پڑ گیا تھا جو آج تک محفوظ چلا آتا ہے گویا علاوہ تاریخی روایات کے اس مقدس پتھر کا وجود ایک ٹھوس دلیل اس کی ہے کہ یہ گھر طوفان نوح کی تباہی کے بعد حضرت ابراہیمؑ کے پاک ہاتھوں سے تعمیر ہوا جس کی مدد کے لئے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام شریک کار رہے جیسا کہ پارہ الٓمّ کے آخر میں گذر چکا۔

بیت اللہ کے حج کا حکم اس پاک گھر میں جمال خداوندی کی کوئی خاص تجلی ہے جس کی وجہ سے ادائے حج کے لئے اسے مخصوص کیا گیا کیونکہ حج ایک ایسی عبادت ہے جس کی ہر ادا اس جمیل مطلق اور محبوب برحق کے عشق و محبت کے جذبہ کا اظہار کرتی ہے پس ضروری ہے کہ جسے اس کی محبت کا ادنیٰ ہوا و بدنی و مالی حیثیت سے بیت اللہ تک پہنچنے کی قدرت رکھتا ہو کم از کم عمر میں ایک مرتبہ دیار محبوب میں حاضری دے اور دیوانہ وار وہاں کا چکر لگائے۔ (اس مضمون کو حضرت مولانا محمد قاسم قدس اللہ سرہ نے "قبلہ نما" میں بڑی شرح و بسط سے لکھا ہے) جو مدعی محبت اتنی تکلیف اٹھانے سے بھی انکار کرے سمجھ لو کہ جھوٹا عاشق ہے۔ اختیار ہے جہاں چاہے بھٹکتا پھرے خود محروم و مہجور رہیگا۔ اس محبوب حقیقی کو کسی کی کیا پرواہ ہے کوئی یہودی ہو کر مرے یا نصرانی ہو کر اس کا کیا بگڑتا ہے۔ احکام حج کی تفصیل کتب فقہ میں دیکھنی چاہئے۔

اہل کتاب کو تنبیہ پہلے سے خطاب یہود و نصاریٰ کو کیا جا رہا تھا۔ درمیان میں ان کے بعض شبہات کا جواب دیا گیا۔ یہاں سے پھر ان کو تنبیہ و توبیخ کی گئی۔ یعنی حق و صداقت کے واضح دلائل اور قرآن کریم کی ایسی کھلی اور پکی باتیں سننے کے بعد بھی تمہیں کیا ہوا کہ باوجود اہل کتاب کہلانے کے برابر کلام اللہ اور اسکے لانیوالے کے انکار پر تلے ہوئے ہو۔ یاد رکھو تمہاری سب کارروائیاں خدا کے سامنے ہیں تمہاری نیتوں اور تدبیروں کو وہ خوب جانتا ہے جس وقت نمٹائے گا رتی رتی کا حساب لے کر چھوڑیگا۔

یعنی نہ صرف یہ کہ خود ایمانی سعادت حاصل کرنے سے محروم ہو دوسروں کو بھی چاہتے ہو کہ اللہ کے راستہ سے روک دو اور جو سعید روحیں مشرف بایمان ہو چکی ہیں ان کو اسلام کے فرضی عیب بتلا کر دین اسلام سے واپس لے آؤ۔ پھر یہ حرکتیں محض جہل و بے خبری سے نہیں کرتے بلکہ جان بوجھ کر سیدھی باتوں کو ٹیڑھا ثابت کرنے کی فکر میں رہتے ہو۔ تمہارے اس ہیر پھیر سے خدا بے خبر نہیں، مناسب وقت پر اس کی سزا دے گا۔

اِنۡ تُطِيۡعُوۡا فَرِيۡقًا مِّنَ الَّذِيۡنَ اُوۡتُوا الۡكِتٰبَ يَرُدُّوۡكُمۡ

اگر تم کہا مانو گے — بعضے اہل کتاب کا — تو پھر کر دیں گے وہ تم کو

بَعۡدَ اِيۡمَانِكُمۡ كٰفِرِيۡنَ ﴿۱۰۰﴾ وَكَيۡفَ تَكۡفُرُوۡنَ وَ

ایمان لائے پیچھے کافر — اور تم کس طرح کافر ہوتے ہو — اور

اَنۡتُمۡ تُتۡلٰى عَلَيۡكُمۡ اٰيٰتُ اللّٰهِ وَفِيۡكُمۡ رَسُوۡلُهٗ ؕ

تم پر پڑھی جاتی ہیں — آیتیں اللہ کی — اور تم میں اس کا رسول ہے

وَمَنۡ يَّعۡتَصِمۡ بِاللّٰهِ فَقَدۡ هُدِىَ اِلٰى صِرَاطٍ

اور جو کوئی مضبوط پکڑے اللہ کو — تو اس کو ہدایت ہوئی — سیدھے

مُّسۡتَقِيۡمٍ ﴿۱۰۱﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ

رستہ کی — اے ایمان والو — ڈرتے رہو اللہ سے جیسا چاہیے اس سے

تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوۡتُنَّ اِلَّا وَاَنۡتُمۡ مُّسۡلِمُوۡنَ ﴿۱۰۲﴾ وَاعۡتَصِمُوۡا

ڈرنا — اور نہ مریو — مگر مسلمان — اور مضبوط پکڑو

بِحَبۡلِ اللّٰهِ جَمِيۡعًا وَّلَا تَفَرَّقُوۡا ص وَاذۡكُرُوۡا نِعۡمَتَ

رسی اللہ کی سب مل کر — اور پھوٹ نہ ڈالو — اور یاد کرو احسان

اللّٰهِ عَلَيۡكُمۡ اِذۡ كُنۡتُمۡ اَعۡدَآءً فَاَلَّفَ بَيۡنَ قُلُوۡبِكُمۡ

اللہ کا — اپنے اوپر — جب کہ تھے تم آپس میں دشمن — پھر الفت دی تمہارے دلوں میں

فَاَصۡبَحۡتُمۡ بِنِعۡمَتِهٖۤ اِخۡوَانًا ۚ وَكُنۡتُمۡ عَلٰى شَفَا حُفۡرَةٍ

اب ہو گئے اس کے فضل سے بھائی — اور تم تھے کنارے پر ایک آگ کے

۱ **مومنین کو نصیحتیں** | پہلے اہل کتاب کو الزام دیا تھا کہ جان بوجھ کر کیوں لوگوں کو گمراہ کرتے پھرتے ہو۔ یہاں مسلمانوں کو نصیحت کی گئی کہ تم ان مفسدین کے چکر میں نہ آنا اگر ان کے اشاروں پر چلو گے تو اندیشہ ہے کہ آہستہ آہستہ نور ایمان سے نکل کر کفر کے تاریک گڑھے میں دوبارہ جا گرو۔

۲ یعنی بہت بعید ہے کہ وہ قوم ایمان لا کر بیٹھے کافر بن جائے یا کافروں جیسے کام کرنے لگے جس کے درمیان خدا کا عظیم الشان پیغمبر جلوہ افروز ہو جو شب و روز ان کو اللہ کا روح پرور کلام اور اس کی تازہ بتازہ آیتیں پڑھ کر سناتا رہتا ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ جس نے ہر طرف سے قطع نظر کر کے ایک خدا کا مضبوط پکڑ لیا اور اسی پر دل سے اعتماد و توکل کیا اسے کوئی طاقت کامیابی کے سیدھے رستے سے ادھر ادھر نہیں ہٹا سکتی۔ **تنبیہ** | انصار مدینہ کے دو خاندانوں اوس و خزرج کے باہم اسلام سے قبل سخت عداوت اور دشمنی تھی ذرا ذرا بات پر لڑائی اور خونریزی کا بازار گرم ہو جاتا تھا جو برسوں تک سرد نہ ہوتا تھا۔ چنانچہ "بعاث" کی مشہور جنگ ایک سو بیس سال تک رہی آخر حضور پرنور ﷺ کی ہجرت پر ان کی قسمت کا ستارہ چمکا اور اسلام کی تعلیم اور نبی کریم ﷺ کے فیض صحبت نے دونوں قبیلوں کو جو صدیوں سے ایک دوسرے کے خون کے پیاسے رہتے تھے ملا کر شیر و شکر کر دیا اور نہایت مضبوط برادرانہ تعلقات قائم کر دیے۔ یہود مدینہ کو ان دونوں حریف خاندانوں کا اس طرح مل بیٹھنا اور متفقہ طاقت سے اسلام کی خدمت و حمایت کرنا ایک آنکھ نہ بھاتا تھا۔ ایک اندھے یہودی شاس بن قیس نے کسی فتنہ پرداز شخص کو بھیجا کہ جس مجلس میں دونوں خاندان جمع ہوں وہاں کسی ترکیب سے بعاث کی لڑائی کا ذکر چھیڑ دے چنانچہ اس نے مناسب موقع پا کر بعاث کی یاد تازہ کرنے والے اشعار سنانے شروع کر دیے۔ اشعار کا سننا تھا کہ ایک مرتبہ بجھی ہوئی چنگاریاں پھر سلگ اٹھیں۔ زبانی جنگ سے گزر کر ہتھیاروں کی لڑائی شروع ہونے کو تھی کہ نبی کریم ﷺ جماعت مہاجرین کو ہمراہ لیے ہوئے موقع پر پہنچ گئے۔ آپ نے فرمایا اے گروہ مسلمین اللہ سے ڈرو میں تم میں موجود ہوں۔ پھر یہ جاہلیت کی پکار کیسی؟ خدا نے تم کو ہدایت دی، اسلام سے مشرف کیا، جاہلیت کی تاریکیوں کو دور کر دیا کیا ان ہی کفریات کی طرف پھر الٹے پاؤں لوٹنا چاہتے ہو جن سے نکل کر آئے تھے۔ اس پیغمبرانہ آواز کا سننا تھا کہ شیطانی جال کے سب حلقے ایک ایک کر کے ٹوٹ گئے۔ اوس و خزرج نے ہتھیار پھینک دیے اور ایک دوسرے سے گلے مل کر رونے لگے۔ سب نے سمجھ لیا کہ یہ سب ان کے دشمنوں کی فتنہ انگیزی تھی جس سے آئندہ ہمیشہ ہشیار رہنا چاہیے۔ اسی واقعہ کے متعلق یہ کئی آیتیں نازل ہوئیں۔

۳ **تقویٰ اختیار کرو** | یعنی ہر مسلمان کے دل میں پورا ڈر خدا کا ہونا چاہیے کہ اپنے مقدور بھر پرہیزگاری و تقویٰ کی راہ سے نہ ہٹے اور ہمیشہ اس سے استقامت کا طالب رہے۔ شیاطین چاہتے ہیں کہ تمہارا قدم اسلام کے راستہ سے ڈگمگا دیں۔ تم کو چاہیے کہ انہیں مایوس کر دو۔ اور مرتے دم تک کوئی حرکت مسلمانی کے خلاف نہ کرو۔ تمہارا جینا اور مرنا خالص اسلام پر ہونا چاہیے۔

۴ **اللہ کی رسی کو تھامے رہو** | یعنی سب مل کر قرآن کو مضبوط تھامے رہو جو خدا کی مضبوط رسی ہے۔ یہ رسی ٹوٹ تو نہیں سکتی ہاں چھوٹ سکتی ہے۔ اگر سب مل کر اس کو پوری قوت سے پکڑے رہو گے کوئی شیطان شرانگیزی میں کامیاب نہ ہو سکے گا اور انفرادی زندگی کی طرح مسلم قوم کی اجتماعی قوت بھی غیر متزلزل اور ناقابل اختلال ہو جائے گی۔ قرآن کریم سے تمسک کرنا ہی وہ چیز ہے جس سے بکھری ہوئی قوتیں جمع ہوتی ہیں اور ایک مردہ قوم حیات تازہ حاصل کرتی ہے لیکن تمسک بالقرآن کا یہ مطلب نہیں کہ قرآن کو اپنی آراء و اہواء کا تختہ مشق بنا لیا جائے بلکہ قرآن کریم کا مطلب وہی معتبر ہوگا جو احادیث صحیحہ اور سلف صالحین کی متفقہ تصریحات کے خلاف نہ ہو۔

۵ **اسلامی اخوت و اتحاد** | یعنی صدیوں کی عداوتیں اور کینے نکال کر خدا نے نبی کریم ﷺ کی برکت سے تم کو بھائی بھائی بنا دیا۔ جس سے تمہارا دین اور دنیا دونوں درست ہوئے اور ایسی ساکھ قائم ہو گئی جسے دیکھ کر تمہارے دشمن مرعوب ہوتے ہیں یہ برادرانہ اتحاد خدا کی اتنی بڑی نعمت ہے جو روئے زمین کا خزانہ خرچ کر کے بھی میسر نہ ہو سکتی تھی۔

مِّنَ النَّارِ فَأَنقَذَكُم مِّنْهَا ۗ كَذَٰلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ

گڑھے سے ۔ پھر تم کو اس سے نجات دی ① ۔ اسی طرح کھولتا ہے اللہ تم پر

آيَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ ﴿١٠٣﴾ وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ

آیتیں ۔ تاکہ تم راہ پاؤ ② ۔ اور چاہیے کہ رہے تم میں ایک جماعت

يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ

ایسی جو بلاتی رہے نیک کام کی طرف ۔ اور حکم کرتی رہے اچھے کاموں کا ۔ اور منع کرے

عَنِ الْمُنكَرِ ۚ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴿١٠٤﴾ وَلَا تَكُونُوا

برائی سے ۔ اور وہی پہنچے اپنی مراد کو ③ ۔ اور مت ہو

كَالَّذِينَ تَفَرَّقُوا وَاخْتَلَفُوا مِن بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ

ان کی طرح جو متفرق ہو گئے ۔ اور اختلاف کرنے لگے ۔ بعد اس کے کہ پہنچ چکے

الْبَيِّنَاتُ ۚ وَأُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿١٠٥﴾ يَوْمَ

ان کو حکم صاف ۔ اور ان کو بڑا عذاب ہے ④ ۔ جس دن کہ

تَبْيَضُّ وُجُوهٌ وَتَسْوَدُّ وُجُوهٌ ۚ فَأَمَّا الَّذِينَ

کہ سفید ہوں گے بعضے منہ ۔ اور سیاہ ہوں گے بعضے منہ ⑤ ۔ سو وہ لوگ

اسْوَدَّتْ وُجُوهُهُمْ أَكَفَرْتُم بَعْدَ إِيمَانِكُمْ

کہ سیاہ ہوئے منہ ان کے ۔ ان سے کہا جائے گا کیا تم کافر ہو گئے ایمان لا کر ⑥

---

① یعنی کفر و عصیان کی بدولت دوزخ کے بالکل کنارے پر کھڑے تھے کہ موت آئی اور اس میں گرے، خدا نے آپ ﷺ کو بھیج کر اس سے بچایا اور نبی کریم ﷺ کے ذریعے سے ایمان و یقین کی روشنی سینوں میں ڈالی۔ حق تعالیٰ کے ان عظیم الشان دینی و دنیوی احسانات کو یاد رکھو گے تو کبھی گمراہی کی طرف واپس نہ جاؤ گے۔

② یعنی یہ باتیں اس قدر کھول کھول کر سنانے سے مقصود یہ ہے کہ ہمیشہ ٹھیک راستہ پر چلتے رہو۔ ایسی مہلک اور خطرناک غلطی کا پھر اعادہ نہ کرو اور کسی شیطان کے اغوا سے استقامت کی راہ نہ چھوڑو۔

فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ﴿۱۰۶﴾ وَاَمَّا

الَّذِيْنَ ابْيَضَّتْ وُجُوْهُهُمْ فَفِيْ رَحْمَةِ اللّٰهِ ۭ

هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۱۰۷﴾ تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا

عَلَيْكَ بِالْحَقِّ ۭ وَمَا اللّٰهُ يُرِيْدُ ظُلْمًا لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۰۸﴾

وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ وَاِلَى اللّٰهِ

تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ﴿۱۰۹﴾ كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ

لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ

وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ۭ وَلَوْ اٰمَنَ اَهْلُ الْكِتٰبِ لَكَانَ

خَيْرًا لَّهُمْ ۭ مِنْهُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ وَاَكْثَرُهُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۱۱۰﴾

◆ یعنی جنت میں۔ کیونکہ جنت محض عمل سے نہیں ملتی۔ عمل کے بعد خدا کی رحمت سے ملتی ہے۔ اور وہی جگہ ہے جہاں اللہ تعالیٰ نے ہر قسم کی رحمت کے سامان کئے ہیں۔ بہشت لیجا کہ آراستہ باشد۔

◆ حقیقی معنی میں ظلم تو وہاں ممکن ہی نہیں لیکن ظاہری طور پر جسے تم ظلم سمجھتے ہو اس کا صدور بھی خدا تعالیٰ سے نہیں ہوتا۔ مثلاً ایسے سخت احکام بندوں کو بھیجے جن سے غرض محض ستانا اور دق کرنا ہو یا مستحق رحمت پر عذاب کرنے لگے یا تھوڑی سزا کی جگہ زائد سزا جاری کر دے یا کسی کی ادنیٰ ترین نیکی کا صلہ نہ دے وغیرہ ذلک۔ خوب سمجھ لو اس کا جو حکم ہے خالص بندوں کی تربیت کیلئے اور جو معاملہ کسی کے ساتھ ہے عین حکمت و مصلحت کے موافق ہے۔

◆ جب ہر چیز اللہ کی مخلوق و مملوک اور ہر کام کا انجام اسی کے ہاتھ میں ہے تو ظلم کیونکر اور کس لئے کیا جائیگا۔

◆ **حضور ﷺ کی امت سب سے بہتر امت ہے** | گذشتہ رکوع کے شروع میں فرمایا تھا یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ . بیچ درمیان میں اسی کے مناسب کچھ امر و نواہی اور وعدہ وعید آگئی۔ یہاں سے پھر اسی مضمون کی تکمیل کی جاتی ہے یعنی اے مسلمانو! خدا تعالیٰ نے تم کو تمام امتوں میں بہترین امت قرار دیا ہے اس کے علم ازلی میں پہلے سے یہی مقدر ہو چکا تھا جس کی خبر بعض انبیائے سابقین کو بھی دے دی گئی تھی کہ جس طرح نبی آخر الزمان محمد رسول اللہ ﷺ تمام نبیوں سے افضل ہوں گے۔ آپ کی امت بھی جملہ امم و اقوام پر گوئے سبقت لے جائے گی کیونکہ اس کو سب سے اشرف و اکرم پیغمبر نصیب ہوگا اور تمام و اکمل شریعت ملے گی۔ علوم و معارف کے دروازے اس پر کھول دیئے جائیں گے۔ ایمان و عمل و تقویٰ کی تمام شاخیں اس کی محنت اور قربانیوں سے سرسبز و شاداب ہوں گی۔ وہ کسی خاص قوم و نسب یا مخصوص ملک و اقلیم میں محصور نہ ہوگی بلکہ اس کا دائرۂ عمل سارے عالم کو اور انسانی زندگی کے تمام شعبوں کو محیط ہوگا گویا اس کا وجود ہی اس لئے ہوگا کہ دوسروں کی خیر خواہی کرے اور جہاں تک ممکن ہو انہیں جنت کے دروازوں پر لا کر کھڑا کر دے۔ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ میں اسی طرف اشارہ ہے۔ (تنبیہ) اس سورت کے نویں رکوع میں وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ الخ سے نبی کریم ﷺ کی امامت و جامعیت کبریٰ کا بیان ہوا تھا۔ دسویں رکوع میں اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَکَّةَ سے اس امت کے قبلہ کی برتری دکھلائی گئی۔ گیارہویں رکوع میں وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِیْعًا الخ سے اس امت کی کتاب و شریعت کی مضبوطی کا اظہار فرمایا۔ اب یہاں بارہویں رکوع کے آغاز سے خود امت مرحومہ کی فضیلت و عظمت کا اعلان کیا جا رہا ہے۔

◆ "منکر" (برے کام) میں کفر، شرک، بدعات، رسوم قبیحہ، فسق و فجور اور ہر قسم کی بداخلاقی اور نامعقول باتیں شامل ہیں۔ ان سے روکنا بھی کئی طرح ہوگا کبھی زبان سے، کبھی ہاتھ سے، کبھی قلم سے، کبھی تلوار سے، غرض ہر قسم کا جہاد اس میں داخل ہو گیا۔ یہ صفت جس قدر عموم و اہتمام سے امت محمدیہ میں پائی گئی پہلی امتوں میں اس کی نظیر نہیں ملتی۔

◆ **خیر الامۃ کی ذمہ داریاں** | اللہ پر ایمان لانے میں، اس کی توحید پر، اس کے رسولوں پر، اس کی کتابوں پر ایمان لانا بھی داخل ہے اور سچ تو یہ ہے کہ توحید خالص و کامل کا تاشیوع و اہتمام بھی کسی امت میں نہیں رہا جو بحمد اللہ اس امت میں رہا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا جو شخص تم میں سے چاہتا ہے کہ اس امت (خیر الامم) میں شامل ہو چاہئے کہ اللہ کی شرط پوری کرے یعنی امر بالمعروف و نہی عن المنکر اور ایمان باللہ جس کا حاصل ہے خود درست ہو کر دوسروں کو درست کرنا۔ یہ شان حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کی تھی۔

◆ یعنی اہل کتاب اگر ایمان لے آتے تو وہ بھی اس خیر الامم میں شامل ہو سکتے تھے۔ جس سے دنیا میں عزت پاتے اور آخرت میں دوہرا اجر ملتا۔ مگر افسوس ہے ان میں سے چند افراد کے سوا (مثلاً عبد اللہ بن سلام یا نجاشی وغیرہ) کسی نے حق کو قبول نہ کیا۔ باوجود وضوح حق کے نافرمانی ہی پر اڑے رہے۔

لَنْ يَّضُرُّوْكُمْ اِلَّآ اَذًى ۭ وَاِنْ يُّقَاتِلُوْكُمْ يُوَلُّوْكُمُ

وہ ہرگز تمہارا نہ بگاڑ سکیں گے مگر ستانا زبان سے اور اگر تم سے لڑیں گے تو پھیر دیں گے

الْاَدْبَارَ ۣ ثُمَّ لَا يُنْصَرُوْنَ ۝ ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ

تم سے پیٹھ پھر ان کی مدد نہ ہوگی ماری گئی ان پر

الذِّلَّةُ اَيْنَ مَا ثُقِفُوْٓا اِلَّا بِحَبْلٍ مِّنَ اللّٰهِ وَحَبْلٍ

ذلت جہاں دیکھے جائیں سوائے دست آویز اللہ کے اور دست آویز

مِّنَ النَّاسِ وَبَاۗءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَضُرِبَتْ

لوگوں کے اور کما لائے غصہ اللہ کا اور ڈالی گئی

عَلَيْهِمُ الْمَسْكَنَةُ ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّھُمْ كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ

ان کے اوپر حاجت مندی یہ اس واسطے کہ وہ انکار کرتے رہے ہیں

بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ الْاَنْۢبِيَاۗءَ بِغَيْرِ حَقٍّ ۭ ذٰلِكَ

اللہ کی آیتوں سے اور قتل کرتے رہے ہیں پیغمبروں کو ناحق یہ

بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ۝ لَيْسُوْا سَوَاۗءً ۭ مِنْ

اس واسطے کہ نافرمانی کی انہوں نے اور حد سے نکل گئے وہ سب برابر نہیں اہل

اَھْلِ الْكِتٰبِ اُمَّةٌ قَاۗىِٕمَةٌ يَّتْلُوْنَ اٰيٰتِ اللّٰهِ اٰنَاۗءَ

کتاب میں ایک فرقہ ہے سیدھی راہ پر پڑھتے ہیں آیتیں اللہ کی راتوں کے

الَّيْلِ وَھُمْ يَسْجُدُوْنَ ۝ يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ

وقت اور وہ سجدے کرتے ہیں ایمان لاتے ہیں اللہ پر اور

اہل کتاب پر مسلمانوں کے غلبہ کی پیشینگوئی یعنی اگر اکثر نافرمان ہیں تو ہونے دو تم کو ان کی اکثریت یا مادی ساز و سامان سے خوف کھانے کی کوئی وجہ نہیں (اے خیر الامم!) خدا کا وعدہ ہے کہ یہ شیطانی لشکر تمہارا کچھ نہ بگاڑ سکے گا (بشرطیکہ تم اپنے کو خیر الامم ثابت کرو) بس یہ اتنا ہی کر سکتے ہیں کہ زبان سے گالی دیں اور نامردوں کی طرح تم کو برا بھلا کہتے پھریں یا کوئی چھوٹی موٹی عارضی تکلیف پہنچائیں، باقی تم پر غالب و مسلط ہو جائیں، یا کوئی بڑا قومی نقصان پہنچا سکیں، یہ کبھی نہ ہوگا۔ اگر لڑائی میں تمہارے مقابلہ پر آئے تو پیٹھ دے کر بھاگیں گے اور کسی طرف سے ذرہ بھر مدد نہ پہنچے گی جو ان کی ہزیمت کو روک سکے۔ یہ پیشین گوئی حرف بحرف پوری ہوئی۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کے عہد میں اہل کتاب کا یہی حشر ہوا۔ اسلام اور مسلمانوں کی تباہی کے لئے انہوں نے ایڑی چوٹی کا زور خرچ کر دیا مگر بال بیکا نہ کر سکے جہاں مقابلہ ہوا حُمُر مستنفرہ کی طرح بھاگے۔ ہر موقع پر خدا کی نصرت و امداد خیر الامم کے شامل حال رہی اور دشمن بدحواسی اور بےکسی کی حالت میں مقہور و مخذول ہو کر بھاگے یا قید ہوئے یا جزیہ منظور کرے یا جہنم میں پہنچ گئے فللّٰہ الحمد والمنہ۔

یہ آیتیں اہل کتاب میں سے خاص یہود کے متعلق معلوم ہوتی ہیں جیسا کہ سیاق کلام اور قرآن کی دوسری آیات سے ظاہر ہے یعنی یہود پر ہمیشہ کے لئے ذلت کی مہر کر دی گئی۔ یہ بدبخت جہاں کہیں پائے جائیں، ذلت کا نقش ان سے محو نہیں ہو سکتا۔ بڑے بڑے کروڑپتی یہودی بھی آزادی و خود مختاری سے اپنے جان و مال کی حفاظت نہیں کر سکتے۔ کیونکہ ان کی آزاد حکومت کسی جگہ نہیں "سوائے دستاویز اللہ کے" یعنی بعض بچے کچھے رکھیں تو رات کی ظل میں لاتے ہیں یا کسی کے ظل سے پڑے ہیں اور "سوائے دستاویز لوگوں کے" یعنی کسی کی رعیت ہیں یا کسی کی پناہ میں پڑے ہیں۔ (کذا فی الموضح) بعض مفسرین نے "حَبْلٍ مِّنَ اللَّهِ" "وَحَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ" سے اللہ کا ذمہ اور مسلمانوں کا عہد مراد لیا ہے یعنی بجز اس کے کہ مسلمانوں سے عہد کر کے خدا کے ذمہ میں آ جائیں۔ بعض کہتے ہیں کہ "حَبْلٍ مِّنَ اللَّهِ" سے اسلام مراد ہے یعنی اسلام لا کر ہی ذلت سے نکل سکتے ہیں یا معاہد بن کر، کیونکہ معاہدہ بھی جان و مال کی طرف سے مامون کر دیتا ہے۔ واللہ اعلم۔

یعنی نافرمانی کرتے کرتے حد سے نکل گئے جس کا انتہائی اثر یہ تھا کہ اللہ کی صریح آیتوں کے انکار اور معصوم پیغمبروں کے قتل پر آمادہ ہو گئے۔ اسی مضمون کی آیت بقرہ پارہ "الم" میں گزر چکی ہے۔ وہاں کے فوائد ملاحظہ کئے جائیں۔

الْاٰخِرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ
الْمُنْكَرِ وَيُسَارِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ مِنَ
الصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۱۴﴾ وَمَا يَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَلَنْ يُّكْفَرُوْهُ ۭ
وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۱۵﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَنْ
تُغْنِيَ عَنْهُمْ اَمْوَالُهُمْ وَلَآ اَوْلَادُھُمْ مِّنَ اللّٰهِ
شَـيْـــًٔا ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ ھُمْ فِيْھَا خٰلِدُوْنَ ﴿۱۱۶﴾
مَثَلُ مَا يُنْفِقُوْنَ فِيْ ھٰذِهِ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَثَلِ
رِيْحٍ فِيْھَا صِرٌّ اَصَابَتْ حَرْثَ قَوْمٍ ظَلَمُوْٓا
اَنْفُسَھُمْ فَاَهْلَكَتْهُ ۭ وَمَا ظَلَمَھُمُ اللّٰهُ وَلٰكِنْ

◆ **مومنین اہل کتاب** | یعنی سب اہل کتاب کا حال یکساں نہیں، ان کے بُروں میں بھلے بھی ہیں۔ ان ہی مسخ شدہ قوموں کے درمیان چند سعید روحیں ہیں جن کو حق تعالیٰ نے قبول حق کی توفیق دی اور اسلام کی آغوش میں آگئے اور جادۂ حق پر ایسے مستقیم ہو گئے کہ کوئی طاقت ہلا نہیں سکتی۔ وہ رات کی تاریکی میں میٹھی نیند اور نرم بستر سے چھوڑ کر خدا کے سامنے کھڑے ہوتے ہیں، اپنے مالک کے سامنے خضوع و تذلل اختیار کرتے ہیں۔ جبین نیاز زمین پر رکھتے ہیں، نماز میں اس کا کلام پڑھتے ہیں، اللہ پر اور یوم آخرت پر ٹھیک ٹھیک ایمان لاتے ہیں، خالص توحید کے قائل ہیں، قیامت کے دن سے ڈرتے ہیں اور جب کسی نیک کام کی طرف پکارا جائے دوڑ کر دوسروں سے آگے نکلنا چاہتے ہیں۔ پھر نہ صرف یہ کہ خود راست رو ہیں، دوسروں کو بھی سیدھے رستے پر لانا چاہتے ہیں۔ بلاشبہ ان یہود میں سے یہ لوگ ہیں جن کو خدا نے نیک بختی اور صلاح و رشد کا خاص حصہ عطا فرمایا ہے یہ عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کا ذکر ہوا۔

◆ بلکہ کئی گنا اجر ملے گا۔ جیسا کہ دوسری جگہ ارشاد ہوا اُولٰٓئِکَ یُؤْتَوْنَ اَجْرَهُمْ مَّرَّتَیْنِ بِمَا صَبَرُوْا (قصص رکوع ۶) اور حدیث صحیح میں نبی کریم ﷺ نے اس کی تشریح فرما دی۔

◆ اسی لئے جب یہودی برائیوں کا ذکر آتا ہے حق تعالیٰ ان پرہیزگاروں کو مستثنیٰ کر دیتا ہے اور پرہیزگاری کے موافق دنیا و آخرت میں ان کے ساتھ معاملہ بھی بالکل ممتاز کیا جائے گا۔

◆ **کفار کا بغض و حسد** | صالحین و متقین کے بالمقابل یہاں کافروں کا حال و انجام کا ذکر فرماتے ہیں پہلے فرمایا وَمَا یَفْعَلُوْا مِنْ خَیْرٍ فَلَنْ یُّکْفَرُوْهُ یعنی مومنین کی ادنیٰ ترین نیکی بھی کام آئے گی، ان کے کسی بھلے کام کی بے قدری نہیں کی جائے گی۔ اسکے برخلاف کافر جو کچھ مال و وقت دنیا میں خرچ کرے، خواہ اپنے نزدیک بڑا ثواب اور خیرات کا کام سمجھ کر کرتا ہو، آخرت میں اس کی کوئی قدر و قیمت اور پرسش نہیں۔ کیونکہ ایمان و معرفت صحیحہ کی روح نہ ہونے سے اس کا ہر ایک عمل بے جان اور مردہ ہے۔ اس کی جزاء بھی اسی فانی زندگی میں دار فانی میں مل رہی ہے۔ عمل کی ابدی حفاظت کرنے والی چیز ایمان و عرفان ہے اس کے بدون عمل کی مثال ایسی سمجھو جیسے کسی شریر ظالم نے کھیتی یا باغ لگایا اور اسکو برف پالے سے بچانے کا کوئی انتظام نہ کیا، چند روز اسکی سرسبزی و شادابی کو دیکھ کر خوش ہوتا اور بہت کچھ امیدیں باندھتا رہا۔ یکایک وہ کسی شرارت و بدبختی سے سرد ہوا چلی، برف پالا اتنا پڑا کہ ایک دم میں ساری لہلہاتی کھیتی جلا کر رکھ دی آخر اپنی کھلی تباہی و بربادی پر کف افسوس ملتا رہ گیا۔ تمام امیدیں پوری ہونا کیسی، احتیاج کے وقت اسکی پیداوار سے منتفع ہوا۔ اور چونکہ یہ تباہی ظلم و شرارت کی سزا تھی، اسلئے اس مصیبت پر کوئی اجر اخروی بھی نہ ملا جیسا کہ مومنین کو ملتا ہے۔ بعینہ یہ مثال ان کفار کی ہے جو کفر و شرک پر قائم رہتے ہوئے اپنے خیال میں بہت سی خیرات کرتے ہیں، باقی وہ بدبخت جن کا زر و وقت اور پیسہ حق اور اہل حق کی دشمنی یا فسق و فجور میں خرچ ہوتا ہو، ان کا تو پوچھنا ہی کیا ہے، وہ نہ صرف بیکار خرچ کر رہے ہیں، بلکہ وہ پیسہ خرچ کر کے اپنے لئے اور زیادہ وبال خرید رہے ہیں ان سب کو یاد رکھنا چاہئے کہ مال ہو یا اولاد کوئی چیز عذاب الٰہی سے نہ بچا سکے گی اور نہ متقین کے مقابلہ پر وہ اپنی توقعات میں کامیاب ہوں گے۔ (تنبیہ) "ریح" کا لفظ مفرد قرآن میں عموماً عذاب کے موقع پر استعمال ہوا ہے "رِیْحٌ فِیْهَا عَذَابٌ اَلِیْمٌ" ... "وَلَئِنْ اَرْسَلْنَا رِیْحًا" ..... "اِنَّآ اَرْسَلْنَا عَلَیْهِمْ رِیْحًا صَرْصَرًا" اور رحمت کے موقع پر جمع کا لفظ "ریاح" لاتے ہیں۔ "یُرْسِلَ الرِّیٰحَ مُبَشِّرٰتٍ" "وَاَرْسَلْنَا الرِّیٰحَ لَوَاقِحَ" "یُرْسِلُ الرِّیٰحَ بُشْرًا" کا ذکر ہو چکا ہے۔

أَنفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ ﴿۱۱۷﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا

وہ اپنے اوپر ظلم کرتے ہیں ◆ اے ایمان والو نہ بناؤ

بِطَانَةً مِّن دُونِكُمْ لَا يَأْلُونَكُمْ خَبَالًا ط وَدُّوا

بھیدی کسی کو اپنوں کے سوا وہ کمی نہیں کرتے تمہاری خرابی میں ان کی خوشی ہے

مَا عَنِتُّمْ ج قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَاءُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ صلے

تم جس قدر تکلیف میں رہو نکل پڑتی ہے دشمنی ان کی زبان سے

وَمَا تُخْفِي صُدُورُهُمْ أَكْبَرُ ط قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ

اور جو کچھ مخفی ہے ان کے جی میں وہ اس سے بہت زیادہ ہے ہم نے بتا دیئے تم کو

الْآيَاتِ إِن كُنتُمْ تَعْقِلُونَ ﴿۱۱۸﴾ هَا أَنتُمْ أُولَاءِ

پتے اگر تم کو عقل ہے ◆ سن لو تم لوگ

تُحِبُّونَهُمْ وَلَا يُحِبُّونَكُمْ وَتُؤْمِنُونَ بِالْكِتَابِ

ان کے دوست ہو اور وہ تمہارے دوست نہیں اور تم سب کتابوں کو مانتے ہو ◆

كُلِّهِ ج وَإِذَا لَقُوكُمْ قَالُوا آمَنَّا صلے ق وَإِذَا خَلَوْا عَضُّوا

اور جب تم سے ملتے ہیں کہتے ہیں ہم مسلمان ہیں ◆ اور جب اکیلے ہوتے ہیں تو کاٹ کاٹ کھاتے ہیں

عَلَيْكُمُ الْأَنَامِلَ مِنَ الْغَيْظِ ط قُلْ مُوتُوا بِغَيْظِكُمْ ط

تم پر انگلیاں غصہ سے ◆ تو کہہ مرو تم اپنے غصہ میں ◆

إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ﴿۱۱۹﴾ إِن تَمْسَسْكُمْ

اللہ کو خوب معلوم ہیں دلوں کی باتیں ◆ اگر تم کو ملے

حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ ۫ وَاِنْ تُصِبْكُمْ سَيِّئَةٌ يَّفْرَحُوْا

بِهَا ؕ وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا لَا يَضُرُّكُمْ كَيْدُهُمْ

شَيْـًٔا ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ ﴿۱۲۰﴾ وَاِذْ غَدَوْتَ

مِنْ اَهْلِكَ تُبَوِّئُ الْمُؤْمِنِيْنَ مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ ؕ

وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۲۱﴾ اِذْ هَمَّتْ طَّآئِفَتٰنِ مِنْكُمْ

اَنْ تَفْشَلَا ۙ وَاللّٰهُ وَلِيُّهُمَا ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ

الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۲۲﴾ وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّ

اَنْتُمْ اَذِلَّةٌ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۲۳﴾

اِذْ تَقُوْلُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ اَلَنْ يَّكْفِيَكُمْ اَنْ يُّمِدَّكُمْ

رَبُّكُمْ بِثَلٰثَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُنْزَلِيْنَ ﴿۱۲۴﴾

رب تمہارا | تین ہزار | فرشتے | آسمان سے اترنے والے ◆

بَلٰٓى ۙ اِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا وَيَاْتُوْكُمْ مِّنْ فَوْرِهِمْ

بیشک | اگر تم صبر کرو | اور بچتے رہو | اور وہ آئیں تم پر اچانک

هٰذَا يُمْدِدْكُمْ رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ

تو مدد بھیجے | تمہارا رب | پانچ ہزار | فرشتے

مُسَوِّمِيْنَ ﴿۱۲۵﴾ وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰى لَكُمْ

نشان دار گھوڑوں پر ◆ | اور یہ تو اللہ نے تمہارے دل کی خوشی کی

وَلِتَطْمَئِنَّ قُلُوْبُكُمْ بِهٖ ۭ وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ

اور تاکہ تسکین ہو | تمہارے دلوں کو اس سے | اور مدد ہے | صرف

عِنْدِ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ﴿۱۲۶﴾ لِيَقْطَعَ طَرَفًا مِّنَ

اللہ ہی کی طرف سے | جو کہ زبردست ہے حکمت والا ◆ | تاکہ ہلاک کرے بعضے

الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَوْ يَكْبِتَهُمْ فَيَنْقَلِبُوْا خَاۗىِٕبِيْنَ ﴿۱۲۷﴾

کافروں کو | یا ان کو ذلیل کرے | تو پھر جاویں | محروم ہو کر ◆

لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ اَوْ

تیرا اختیار کچھ نہیں | یا ان کو توبہ دے خدا تعالیٰ | یا

فائدہ ◆ **غزوۂ بدر میں ملائکہ کا نزول** یعنی جو آسمان سے خاص اسی کام کے لئے اتارے گئے ہوں۔ اکثر علماء کے نزدیک راجح یہ ہے کہ یہ واقعہ غزوۂ بدر کا ہے جب کفار کی جمعیت اور تیاری دیکھ کر مسلمانوں کو تشویش ہوئی تو آپ ؐ نے تسلی کے لئے ایسا فرمایا۔ چنانچہ فرشتوں کی کمک آسمان سے پہنچی۔ سورۂ انفال میں اس کا مفصل بیان آئے گا۔ وہیں نزول ملائکہ کی حکمت

اور وعدہ ملائکہ کے ظاہری تعارض پر کلام کیا جائے گا۔

◆ یعنی تین ہزار بھی کافی ہیں تاہم اگر تم نے صبر و استقلال کا ثبوت دیا اور تقویٰ اختیار کر کے نافرمانی سے بچتے رہے اور کفار کی فوج ایک دم تم پر ٹوٹ پڑی تو تین ہزار کے بجائے پانچ ہزار فرشتے بھیج دیے جائیں گے جن کی خاص علامتیں ہوں گی اور ان کے گھوڑوں پر بھی خاص نشان ہوں گے چونکہ بدر میں کفار کی تعداد ایک ہزار تھی اول اس کے مناسب ایک ہزار فرشتوں کا وعدہ فرمایا جیسا کہ سورۂ انفال میں آئے گا۔ پھر مسلمانوں کی گھبراہٹ دور فرمانے کے لئے تعداد بڑھا دی گئی کیونکہ کفار کی تعداد مسلمانوں سے تگنی تھی ساتھ ہی بعض کی روایت کے موافق جب مسلمانوں کو یہ خبر ملی کہ کرز بن جابر بڑی کمک لشکر مشرکین کی مدد کے لئے آ رہا ہے تو ایک جدید اضطراب پیدا ہو گیا اس وقت مزید تسکین و تقویت کے لئے وعدہ فرمایا کہ اگر تم صبر و تقویٰ سے کام لو گے تو ہم پانچ ہزار فرشتے تمہاری مدد کو بھیج دیں گے کہ اگر مشرکین کی کمک بالکل ناگہانی طور پر آ پہنچے تب بھی کچھ مت ڈرو۔ خدا تعالیٰ عین وقت تمہاری مدد کرے گا۔ شاید پانچ ہزار کا عدد اس لئے رکھا ہو کہ لشکر کے پانچ حصے ہوتے تھے۔ ہر ایک حصہ کو ایک ایک ہزار کی کمک پہنچا دی جائے گی۔ چونکہ کرز بن جابر کی مدد مشرکین کو نہ پہنچی۔ اس لئے بعض کہتے ہیں کہ پانچ ہزار کا وعدہ پورا نہیں کیا گیا۔ کیونکہ وعدہ ﴿وَيَأْتُوكُم مِّن فَوْرِهِمْ هَـٰذَا﴾ پر معلق تھا۔ اور بعض کا قول ہے کہ پانچ ہزار فرشتے نازل ہوئے۔ واللہ اعلم۔
اس کا مزید بیان "انفال" میں دیکھو۔

◆ نزول ملائکہ کی وجہ | یعنی یہ سب غیبی سامان غیر معمولی طور پر ظاہری اسباب کی صورت میں محض اس لئے مہیا کیے گئے کہ تمہارے دلوں سے اضطراب و ہراس دور ہو کر سکون و اطمینان نصیب ہو۔ ورنہ خدا کی مدد کچھ ان چیزوں پر محدود و منحصر نہیں نہ اسباب کی پابند ہے وہ چاہے تو محض اپنی زبردست قدرت سے بدون فرشتوں کے تمہارا کام بنا دے یا بدون تمہارے توسط کے کفار کو غائب و خاسر کر دے۔ یا ایک فرشتہ سے وہ کام لے لے جو پانچ ہزار سے لیا جاتا ہے۔ فرشتے بھی جو امداد پہنچاتے ہیں اسی خداوند قدیر کی قوت و مشیت سے پہنچا سکتے ہیں۔ مستقل طاقت و اختیار کسی میں نہیں۔ آگے یہ اس کی حکمت ہے کہ کس موقع پر کس قسم کے اسباب و وسائط سے کام لینا مناسب ہے جو کوئی حکمت کے رازوں کا کوئی احاطہ نہیں کر سکتا۔
حدیث مطرب و مے گو و راز دہر کمتر جو ۔۔۔ کہ کس نکشود و نکشاید بحکمت ایں معما را

◆ یعنی فرشتے بھیجنے سے مقصود تمہاری مدد کرنا تھا کہ تمہارے دل مضبوط ہوں اور خدا کی طرف سے بشارت و طمانیت پا کر پوری دلجمعی اور پامردی کے ساتھ دشمن کا مقابلہ کرو جس سے یہ غرض تھی کہ کافروں کا زور ٹوٹے ان کا بازو کٹ جائے۔ بڑے نامور مشرک کھیت رہیں، اور جو بچیں وہ ذلیل و خوار ہوں، اور بقیۃ السیف ناکام و رسوائی کے ساتھ واپس ہو جائیں چنانچہ ایسا ہی واقع ہوا۔ ستر سردار جن میں اس امت کا فرعون ابو جہل بھی تھا مارے گئے ستر قید ہوئے اور نہایت ذلیل و نامراد ہو کر لشکر واپس جا چکا۔

يُعَذِّبَهُمْ فَإِنَّهُمْ ظٰلِمُوْنَ ﴿۱۲۸﴾ وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ

ان کو عذاب کرے ◆ کہ وہ ظالم ہیں ◆ اور اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے

وَمَا فِي الْأَرْضِ ۭ يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَاۗءُ وَيُعَذِّبُ

اور جو کچھ زمین میں ہے بخش دے جس کو چاہے اور عذاب کرے

مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۲۹﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ

جس کو چاہے ◆ اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے ◆ اے ایمان

اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوا الرِّبٰٓوا اَضْعَافًا مُّضٰعَفَةً ۠ وَّاتَّقُوا

والو ◆ مت کھاؤ سود ◆ دونے پر دونا ◆ اور ڈرو

اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۱۳۰﴾ وَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْٓ اُعِدَّتْ

اللہ سے تاکہ تمہارا بھلا ہو ◆ اور بچو اس آگ سے جو تیار ہوئی

لِلْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۳۱﴾ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ

کافروں کے واسطے ◆ اور حکم مانو اللہ کا اور رسول کا تاکہ تم پر

تُرْحَمُوْنَ ﴿۱۳۲﴾ وَسَارِعُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ

رحم ہو ◆ اور دوڑو بخشش کی طرف اپنے رب کی

ع ۱۳

◆ **غزوۂ احد کا تفصیلی بیان** | اس میں ستر صحابہ شہید ہوئے تھے جن میں حضور ﷺ کے چچا سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ بھی تھے مشرکین نے نہایت وحشیانہ طور پر شہداء کا مثلہ کیا (ناک کان وغیرہ کاٹے) پیٹ چاک کئے حتیٰ کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا جگر نکال کر ہندہ نے چبایا مسلسل لڑتے لڑتے اتفاقاً آپ ﷺ کا سامنا ہو گیا عتبہ بن ابی وقاص کا جس نے پتھر مارا جس سے سامنے کے چار دانتوں میں سے نیچے کا دایاں دانت شہید ہوا خود کی کڑیاں ٹوٹ کر رخسار مبارک میں گھس گئیں، پیشانی زخمی ہوئی اور بدن مبارک لہولہان تھا اسی حالت میں آپ کا پاؤں پھسل کر ایک گڑھے میں گر کر بے ہوش ہو گئے۔ کسی نے مشہور کر دیا کہ ان محمداً قد قتل (محمد ﷺ مارے گئے) اس سے سخت بدحواسی ہو گئی تھوڑی دیر کے بعد آپ کو ہوش آیا اس وقت زبان مبارک سے نکلا کہ وہ قوم کیسے فلاح پائے گی جس نے اپنے نبی کا چہرہ زخمی کیا جو ان کو خدا کی طرف بلاتا تھا"۔ مشرکین کے وحشیانہ مظالم

ہو کر آپ سے متنبہ کیا۔ روایات میں ہے کہ چند اشخاص کے حق میں آپ نے بددعا کا ارادہ کیا یا شروع کر دی جس میں بظاہر آپ ہر طرح
حق بجانب تھے مگر حق تعالیٰ کو منظور تھا کہ آپ اپنے منصب جلیل کے موافق اس سے بھی بلند مقام پر کھڑے رہیں۔ وہ ظلم کرتے جائیں آپ خاموش
رہیں، حقیقی بات کا آپ کو حکم ہے یعنی خلافت کی تبلیغ اور جہاد وغیرہ وہ کئے جائیں باقی ان کا انجام خدا کے حوالے کریں۔ ان کی جو حکمت ہوگی
کریگا آپ کی بددعا سے وہ ہلاک کر دیئے جائیں کیا اس کی جگہ یہ بہتر نہیں کہ ان ہی دشمنوں کو اسلام کا محافظ اور آپ کا جاں نثار عاشق بنا دیا
جائے؟ چنانچہ جن لوگوں کے حق میں آپ بددعا کرتے تھے چند روز کے بعد سب کو حق تعالیٰ نے توبہ کی توفیق دی، پکے مسلمان ہوئے اور اسلام کا جھنڈا لے کر ساری
دنیا میں پھیلایا۔ لیس لک من الامر شیء میں آنحضرت ﷺ کو متنبہ فرمایا کہ بندہ کو اختیار نہیں۔ ان کا معاملہ بالکلیہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے جو چاہے
کرے۔ اگر چاہے تو تمہارے دشمن ہیں اور ظالم ہیں ان کو بھی ہدایت دے، چاہے عذاب کرے۔ تم اپنی طرف سے بددعا نہ کرو۔ بعض روایات
سے ان آیات کی شان نزول کچھ اور معلوم ہوتی ہے۔ یہاں تفصیل کی گنجائش نہیں۔ فتح الباری میں ان کی جمع اور اس پر شافی کلام کیا ہے فلیراجع۔

◆ ۱ **تمام تر اختیار اللہ کے پاس ہے** | یعنی تمام زمین و آسمان میں خدائے واحد کا اختیار چلتا ہے سب اسی کی مملوک و مخلوق ہے وہ
جس کو مناسب جانے ایمان کی توفیق دے کر بخش دے اور جسے چاہے کفر کی سزا میں پکڑ لے۔ شاید اخیر میں "واللہ غفور رحیم" فرما
کر اشارہ کر دیا کہ ان لوگوں کو جن کے حق میں آپ بددعا کرنا چاہتے تھے ایمان دیکر مغفرت و رحمت کا مورد بنایا جائے گا۔

◆ ۲ **سود کی ممانعت** | جنگ احد کے تذکرہ میں سود کی ممانعت کا ذکر بظاہر بے تعلق معلوم ہوتا ہے مگر شاید یہ مناسبت ہو کہ اوپر "اذ ھمت
طائفتان منکم ان تفشلا" میں "جہاد" کے موقع پر نامردی دکھلانے کا ذکر ہوا تھا اور سود کھانے سے نامردی پیدا ہوتی ہے دو وجہ سے۔
ایک یہ کہ مال حرام کھانے سے توفیق طاعت کم ہوتی ہے اور بڑی طاعت جہاد ہے۔ دوسرا یہ کہ سود لینا انتہائی بخل پر دلالت کرتا ہے کیونکہ
سود خوار چاہتا ہے کہ اپنے مال پر جتنا نفع اٹھا سکے اٹھالے اور بیچ میں کسی کا کام نکال دے تو مفت نہ چھوڑے، اس کا بھی معاوضہ وصول کرے تو جس
کو مال میں اتنا بخل ہو کہ خدا کے لئے کسی کی ذرا بھر ہمدردی نہ کر سکے وہ خدا کی راہ میں جان کب دے سکے گا۔ ابو حیان نے لکھا ہے کہ اس
وقت یہود وغیرہ سے مسلمانوں کے سودی معاملات اکثر ہوتے رہتے تھے اس لئے ان سے تعلقات قطع کرنا مشکل تھا۔ چونکہ پہلے
"لا تتخذوا بطانة" کا حکم ہو چکا ہے اور احد کے قصہ میں بھی منافقین یہود کی حرکات کو بہت دخل تھا اس لئے متنبہ فرمایا کہ سودی معاملات کا ترک
کر دو ورنہ اسی وجہ سے خواہی نخواہی ان ملعونوں کے ساتھ تعلقات قائم رہیں گے جو آخر نقصان اٹھانے کا موجب ہوں گے۔

◆ ۳ اس کا مطلب یہ نہیں کہ تھوڑا سود لے لیا کرو دونے پر دونا مت لو۔ بات یہ ہے کہ جاہلیت میں سود اسی طرح لیا جاتا تھا جیسے ہمارے
یہاں کے بنیے لیتے ہیں۔ سود پر سود دیتے اور سود در سود بڑھاتے چلے گئے یہاں تک کہ سو روپے میں ہزاروں روپیہ جائدادوں کے
مالک بن بیٹھے۔ اسی صورت کو یہاں "اضعافا مضاعفة" سے تعبیر فرمایا۔ یعنی اول تو سود مطلقاً حرام و قبیح اور یہ صورت تو بہت ہی
زیادہ شنیع و قبیح ہے جیسے کوئی کہے میاں مسجد میں گالیاں مت بکو۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ مسجد سے باہر بکنے کی اجازت ہے بلکہ مزید
تقبیح و تشنیع کے موقع پر ایسے الفاظ بولتے ہیں۔

◆ ۴ یعنی سود کھانے میں بھلا نہیں، بلکہ تمہارا بھلا اس میں ہے کہ خدا سے ڈر کر سود کھانا چھوڑ دو۔

◆ ۵ یعنی سود کھانیوالا دوزخ میں جاتا ہے جو اصل میں کافروں کے واسطے بنائی گئی تھی۔

◆ ۶ **اطاعت رسول کا مطلب** | رسول کا حکم ماننا بھی فی الحقیقت خدا ہی کا حکم ماننا ہے کیونکہ اسی نے حکم دیا ہے کہ ہم پیغمبر کا حکم
مانیں اور ان کی پوری اطاعت کریں۔ جن احمقوں کو اطاعت اور عبادت میں فرق نظر نہ آیا وہ اطاعت رسول کو شرک کہنے لگے۔ چونکہ
جنگ احد میں رسول کے حکم کی خلاف ورزی ہوئی تھی۔ (جیسا کہ آگے آتا ہے) اس لئے آئندہ کے لئے ہوشیار کیا جاتا ہے کہ خدا کی
رحمت اور فلاح و کامیابی کی امید اسی وقت ہو سکتی ہے جب اللہ و رسول کے کہنے پر چلو۔

وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ ۙ اُعِدَّتْ

اور جنت کی طرف ◆ جس کا عرض ہے آسمان اور زمین ◆ تیار ہوئی ہے

لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۳۳﴾ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ فِي السَّرَّآءِ وَ

واسطے پرہیزگاروں کے جو خرچ کئے جاتے ہیں خوشی میں اور

الضَّرَّآءِ وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ

تکلیف میں ◆ اور دبا جاتے ہیں غصہ اور معاف کرتے ہیں

عَنِ النَّاسِ ۭ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۳۴﴾ وَالَّذِيْنَ

لوگوں کو اور اللہ چاہتا ہے نیکی کرنے والوں کو ◆ اور وہ لوگ

اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا

کہ جب کر بیٹھیں کچھ کھلا گناہ یا برا کام کریں اپنے حق میں ◆ تو یاد کریں

اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ ۠ وَمَنْ يَّغْفِرُ

اللہ کو اور بخشش مانگیں اپنے گناہوں کی اور کون ہے

الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ ڞ وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰي مَا فَعَلُوْا

گناہ بخشنے والا سوا اللہ کے اور اڑتے نہیں اپنے کئے پر

وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۳۵﴾ اُولٰۗىِٕكَ جَزَاۗؤُهُمْ مَّغْفِرَةٌ

اور وہ جانتے ہیں انہی کی جزا ہے بخشش

مِّنْ رَّبِّهِمْ وَجَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ

ان کے رب کی اور باغ جن کے نیچے بہتی ہیں نہریں

خٰلِدِیْنَ فِیْهَا ؕ وَ نِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِیْنَ ﴿۱۳۶﴾ قَدْ

ہمیشہ رہیں گے وہ ان باغوں میں اور کیا خوب مزدوری ہے کام کرنے والوں کی ◆

خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ سُنَنٌ ۙ فَسِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ

ہو چکے ہیں | تم سے پہلے واقعات | سو پھرو | زمین میں

فَانْظُرُوْا كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِیْنَ ﴿۱۳۷﴾ هٰذَا

اور دیکھو | کیسا ہوا انجام جھٹلانے والوں کا ◆

بَیَانٌ لِّلنَّاسِ وَ هُدًى وَّ مَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِیْنَ ﴿۱۳۸﴾

بیان ہے لوگوں کے واسطے | اور ہدایت | اور نصیحت ہے | ڈرنے والوں کو ◆

وَ لَا تَهِنُوْا وَ لَا تَحْزَنُوْا وَ اَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ

اور سست نہ ہو | اور غم نہ کھاؤ | اور تم ہی غالب رہو گے | اگر تم

مُّؤْمِنِیْنَ ﴿۱۳۹﴾ اِنْ یَّمْسَسْكُمْ قَرْحٌ فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ

ایمان رکھتے ہو ◆ | اگر پہنچا تم کو زخم | تو پہنچ چکا ہے ان کو بھی

قَرْحٌ مِّثْلُهٗ ؕ وَ تِلْكَ الْاَیَّامُ نُدَاوِلُهَا بَیْنَ النَّاسِ ۚ

زخم ایسا ہی | اور یہ دن | باری باری بدلتے رہتے ہیں ہم ان کو لوگوں میں ◆

◆ یعنی خدا کی عظمت و جلال اس کے عذاب و ثواب اس کے حقوق و احکام اس کی عدالت کی پیشی اور وعدہ وعید کو دل سے یاد کر کے زبان سے بھی اس کی یاد شروع کر دی۔ خوفزدہ اور مضطرب ہو کر اسے پکارا اس کے سامنے سربسجود ہوئے (جیسا کہ "صلوۃ التوبۃ" کی حدیث میں آیا ہے) پھر جو شرعی طریقہ گناہوں کے معاف کرنے کا ہے اس کے موافق معافی اور بخشش طلب کی۔ حقوق العباد کے حقوق ادا کئے یا ان سے معاف کرائے اور خدا کے سامنے توبہ و استغفار کیا (کیونکہ اصل بخشنے والا تو وہی ہے) اور جو گناہ بمقتضائے بشریت ہو گیا تھا اس پر اڑے نہیں بلکہ یہ جان کر کہ حق تعالیٰ بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے ندامت و انفعال کے ساتھ توبہ کرتے ہوئے اس کے حضور میں حاضر ہو گئے۔ یہ لوگ بھی دوسرے درجہ کے متقین میں ہیں جن کے لئے جنت تیار کی گئی ہے۔ حق تعالیٰ ان تائبین کے گناہ معاف کر کے اپنی جنت میں پہنچا دے گا اور جو تائب ہو کر عمل نیک کئے ہوں گے ان کا بہترین معاوضہ دے گا۔

۲ **ماضی کے واقعات سے سبق لو** یعنی تم سے پہلے بہت قومیں اور بستیں گذر چکیں۔ بڑے بڑے واقعات پیش آچکے، خدا تعالیٰ کی عادت بھی بار بار معلوم کرا دی گئی کہ ان میں سے جنہوں نے انبیاء علیہم السلام کی عداوت اور حق کی تکذیب پر کمر باندھی اور خدا اور رسول کی تصدیق و اطاعت سے منہ پھیر کر حرام خوری اور ظلم و عصیان پر اصرار کرتے رہے، انکا کیا برا انجام ہوا۔ یقین نہ ہو تو زمین میں چل پھر کر انکی تباہی کے آثار دیکھ لو جو آج بھی تمہارے ملک کے قریب موجود ہیں۔ ان واقعات میں غور کرنے سے معرکہ "احد" کے دونوں فریقوں کو سبق لینا چاہئے یعنی مشرکین جو پیغمبر خدا کی عداوت میں حق کو کچلنے کے لئے نکلے اپنی تھوڑی سی عارضی کامیابی پر مغرور نہ ہوں کہ انکا آخری انجام بجز ہلاکت و بربادی کے کچھ نہیں۔ اور مسلمان کفار کی ختیوں اور وحشیانہ دراز دستیوں یا اپنی ہنگامی پسپائی سے ملول و مایوس نہ ہوں کہ آخر حق غالب و منصور ہو کر رہے گا۔ قدیم سے سنت اللہ یہی ہے جو ٹل نہیں سکتی۔

۳ یعنی عام لوگوں کے کان کھولنے کے لئے قرآن میں یہ مضامین بیان کئے جا رہے ہیں جن کو سن کر خدا سے ڈرنے والے ہدایت و نصیحت حاصل کرتے ہیں۔ باقی جس کے دل میں خدا کا خوف نہ ہو وہ معاندانہ بیانات سے کیا مستفیع ہو سکتا ہے۔

۴ **غزوۂ اُحد میں مسلمانوں کی تسلی** یہ آیات جنگ احد کے بارہ میں نازل ہوئیں۔ جب مسلمان مجاہدین زخموں سے چور چور ہو رہے تھے، انکے بڑے بڑے بہادروں کی لاشیں آنکھوں کے سامنے مثلہ کی ہوئی پڑی تھیں۔ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی اشقیاء نے مجروح کر دیا تھا اور بظاہر کامل ہزیمت کے سامان نظر آ رہے تھے۔ اس ہجوم شدائد و یاس میں خداوند قدوس کی آواز سنائی دی وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ یعنی ختیوں سے گھبرا کر دشمنان خدا کے مقابلہ میں نامردی اور سستی پاس نہ آنے پائے۔ پیش آمدہ حوادث و مصائب پر غمگین ہو کر بیٹھ رہنا مومن کا شیوہ نہیں۔ یاد رکھو آج بھی تم ہی معزز و سربلند ہو کہ حق کی حمایت میں تکلیفیں اٹھا رہے اور جانیں دے رہے ہو اور یقیناً آخری فتح بھی تمہاری ہے۔ انجام کار تم ہی غالب ہو کر رہو گے بشرطیکہ ایمان و ایقان کے راستہ پر مستقیم رہو اور حق تعالیٰ کے وعدوں پر کامل وثوق رکھتے ہوئے اطاعت رسول اور جہاد فی سبیل اللہ سے قدم پیچھے نہ ہٹاؤ۔ اس خدائی آواز نے ٹوٹے ہوئے دلوں کو جوڑ دیا اور مردہ جسموں میں حیات تازہ پھونک دی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ کفار جو بظاہر غالب آ چکے تھے، زخم خوردہ مجاہدین کے جوابی حملہ کی تاب نہ لا سکے۔ اور سر پر پاؤں رکھ کر میدان سے بھاگے۔

۵ مسلمانوں کو جنگ میں جو شدید نقصان اٹھانا پڑا تھا اس سے سخت شکستہ خاطر تھے مزید برآں منافقین اور دشمنوں کے طعنے سن کر اور زیادہ اذیت پہنچتی تھی کیونکہ منافقین کہتے تھے کہ محمد ﷺ سچے پیغمبر ہوتے تو یہ نقصانات کیوں پہنچتے یا تھوڑی دیر کے لئے بھی عارضی ہزیمت کیوں پیش آتی۔ حق تعالیٰ نے ان آیات میں مسلمانوں کو تسلی دی کہ اگر اس لڑائی میں تم کو زخم پہنچا یا تکلیف اٹھانی پڑی تو اس طرح کے حوادث فریق مقابل کو پیش آچکے ہیں۔ احد میں تمہارے ستر آدمی شہید اور بہت سے زخمی ہوئے تو ایک سال پہلے بدر میں انکے ستر جہنم رسید اور بہت سے زخمی ہو چکے ہیں اور خود اس لڑائی میں بھی ابتداءً انکے بہت آدمی مقتول و مجروح ہوئے جیسا کہ وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللّٰهُ وَعْدَهٗۤ اِذْ تَحُسُّوْنَهُمْ بِاِذْنِهٖ کے الفاظ سے ظاہر ہے۔ پھر بدر میں انکے ستر آدمی ذلت کے ساتھ قید ہوئے۔ تمہارا ایک فرد بھی یہ ذلت قبول نہ کی۔ بہرحال اپنے نقصان کا ان کے نقصان سے مقابلہ کرو تو غم و افسوس کا کوئی موقع نہیں نہ انکے لئے کبر و غرور سے سر اٹھانے کی جگہ ہے۔ باقی ہماری عادت ہمیشہ یہی ہے کہ سختی نرمی دکھ سکھ تکلیف و راحت کے دنوں کو لوگوں میں ادل بدل کرتے رہتے ہیں جس میں بہت سی حکمتیں مضمر ہیں۔ پھر جب وہ دکھ اٹھا کر باطل کی حمایت میں ہمت نہیں ہارتے تو تم حق کی حمایت میں کیونکر ہمت ہار سکتے ہو۔

وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَيَتَّخِذَ مِنْكُمْ شُهَدَآءَ ؕ

وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ ﴿١٤٠﴾ وَلِيُمَحِّصَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ

اٰمَنُوْا وَيَمْحَقَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿١٤١﴾ اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا

الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جٰهَدُوْا مِنْكُمْ

وَيَعْلَمَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿١٤٢﴾ وَلَقَدْ كُنْتُمْ تَمَنَّوْنَ الْمَوْتَ

مِنْ قَبْلِ اَنْ تَلْقَوْهُ ۪ فَقَدْ رَاَيْتُمُوْهُ وَاَنْتُمْ

تَنْظُرُوْنَ ﴿١٤٣﴾ وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ

مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ؕ اَفَاۡئِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ

عَلٰۤى اَعْقَابِكُمْ ؕ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ

يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْـًٔا ؕ وَسَيَجْزِي اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ ۝۱۴۴

نہ بگاڑے گا اللہ کا کچھ — اور عنقریب ثواب دے گا اللہ شکر گزاروں کو ◆

وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تَمُوْتَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ كِتٰبًا

اور کوئی مر نہیں سکتا — بغیر حکم اللہ کے — لکھا ہوا ہے

مُّؤَجَّلًا ؕ وَمَنْ يُّرِدْ ثَوَابَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا ۚ

ایک وقت مقرر ◆ — اور جو کوئی چاہے گا — بدلہ دنیا کا — دیں گے ہم اس کو دنیا ہی سے ◆

وَمَنْ يُّرِدْ ثَوَابَ الْاٰخِرَةِ نُؤْتِهٖ مِنْهَا ؕ وَسَنَجْزِي

اور جو کوئی چاہے گا — بدلہ آخرت کا — اس میں سے دیں گے ہم اس کو ◆ — اور ہم ثواب دیں گے

الشّٰكِرِيْنَ ۝۱۴۵ وَكَاَيِّنْ مِّنْ نَّبِيٍّ قٰتَلَ ۙ مَعَهٗ

احسان ماننے والوں کو ◆ — اور بہت نبی ہیں — جن کے ساتھ ہو کر لڑے ہیں

رِبِّيُّوْنَ كَثِيْرٌ ۚ فَمَا وَهَنُوْا لِمَآ اَصَابَهُمْ فِيْ

بہت خدا کے طالب — پھر نہ ہارے ہیں — کچھ تکلیف پہنچنے سے

سَبِيْلِ اللّٰهِ وَمَا ضَعُفُوْا وَمَا اسْتَكَانُوْا ؕ وَاللّٰهُ

اللہ کی راہ میں — اور نہ سست ہوئے ہیں — اور نہ دب گئے ہیں — اور اللہ

يُحِبُّ الصّٰبِرِيْنَ ۝۱۴۶ وَمَا كَانَ قَوْلَهُمْ اِلَّآ اَنْ

محبت کرتا ہے ثابت قدم رہنے والوں سے ◆ — اور کچھ نہیں بولے — مگر یہی

قَالُوْا رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَاِسْرَافَنَا فِيْٓ

کہا — کہ اے رب ہمارے — بخش ہمارے گناہ — اور جو ہم سے زیادتی ہوئی

آنحضرت ﷺ کی خبر شہادت پر مسلمانوں سے خطاب واقعہ یہ ہے کہ احد میں نبی کریم ﷺ نے بنفس نفیس نقشہ جنگ قائم کیا۔ تمام صفوف درست کرنے کے بعد پہاڑ کا ایک درہ باقی رہ گیا جہاں سے اندیشہ تھا کہ دشمن لشکر اسلام کے عقب پر حملہ آور ہو جائے۔ اس پر آپ نے پچاس تیر اندازوں کو جن کے سردار حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ تھے، مامور فرما کر تاکید کر دی کہ ہم خواہ کسی حالت میں ہوں تم یہاں سے مت ہٹنا مسلمان غالب ہوں یا مغلوب حتیٰ کہ اگر تم دیکھو کہ پرندے ان کا گوشت نوچ نوچ کر کھا رہے ہیں تب بھی اپنی جگہ مت چھوڑنا۔ وانا لن نزال غالبین ما ثبتم مکانکم (بغوی) ہم برابر اس وقت تک غالب رہیں گے جب تک تم اپنی جگہ قائم رہو گے۔ الغرض فوج کی پوری درستی ہو جانے کے بعد جنگ شروع کی گئی۔ میدان کارزار گرم تھا۔ فدایان اسلام بڑھ بڑھ کر جوہر شجاعت دکھا رہے تھے۔ ابو دجانہ، علی مرتضیٰ اور دوسرے مجاہدین کی بسالت و بے جگری کے سامنے مشرکین قریش کی کمریں ٹوٹ چکی تھیں۔ ان کو راہ فرار کے سوا اب کوئی راستہ نظر نہ آتا تھا کہ حق تعالیٰ نے اپنا وعدہ پورا کر دکھایا۔ کفار کو شکست فاش ہوئی وہ بدحواس ہو کر بھاگے۔ ان کی عورتیں جو غیرت دلانے کو آئی تھیں، پائنچے چڑھا کر ادھر ادھر بھاگتی نظر آتی تھیں۔ مجاہدین نے مال غنیمت پر قبضہ کرنا شروع کر دیا۔ یہ منظر جب تیر اندازوں نے دیکھا تو سمجھے کہ اب فتح کامل ہو چکی دشمن بھاگ رہا ہے۔ یہاں بے کار ٹھہرنا کیا ضروری ہے چل کر دشمن کا تعاقب کریں اور غنیمت میں حصہ لیں۔ عبداللہ بن جبیر نے رسول اللہ ﷺ کا ارشاد انہیں یاد دلایا۔ وہ سمجھے کہ آپ کے ارشاد کا اصلی منشا ہم پورا کر چکے ہیں۔ یہاں ٹھہرنے کی حاجت نہیں۔ یہ خیال کر کے سب غنیمت پر جا پڑے۔ صرف عبداللہ بن جبیر اور ان کے گیارہ ساتھی درہ کی حفاظت پر باقی رہ گئے۔ مشرکین کے سواروں کا رسالہ خالد بن الولید کے زیر فرمان تھا جو اس وقت تک "حضرت" اور "رضی اللہ عنہ" نہیں بنے تھے۔ انہوں نے پلٹ کر درہ کی طرف سے حملہ کر دیا۔ دس بارہ تیر انداز دو سو سواروں کی یلغار کو کہاں روک سکتے تھے۔ تاہم عبداللہ بن جبیر اور ان کے رفقاء نے مدافعت میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا اور اسی میں جان دے دی۔ مسلمان مجاہدین اپنے عقب سے مطمئن تھے کہ ناگہاں مشرکین کا رسالہ ان کے سروں پر جا پہنچا اور سامنے سے مشرکین کی فوج جو بھاگی جا رہی تھی پیچھے پلٹ پڑی۔ مسلمان دونوں طرف سے گھر گئے اور بہت زور کا رن پڑا۔ کتنے ہی مسلمان شہید اور زخمی ہوئے۔ اسی افراتفری میں ابن قمیئہ نے ایک بھاری پتھر نبی کریم ﷺ پر پھینکا جس سے دندان مبارک شہید اور چہرہ انور زخمی ہوا۔ ابن قمیئہ نے چاہا کہ آپ کو قتل کر دے۔ مگر مصعب بن عمیر نے (جن کے ہاتھ میں اسلام کا جھنڈا تھا) مدافعت کی۔ نبی کریم ﷺ زخم کی شدت سے زمین پر گرے۔ کسی شیطان نے آواز لگا دی کہ آپ قتل کر دیئے گئے۔ یہ سنتے ہی مسلمانوں کے ہوش خطا ہو گئے اور پاؤں اکھڑ گئے۔ بعض مسلمان ہاتھ پاؤں چھوڑ کر بیٹھ رہے۔ بعض ضعفاء کو خیال ہوا کہ مشرکین کے سردار ابو سفیان سے امن حاصل کریں۔ بعض منافقین کہنے لگے کہ جب محمد قتل کر دیئے گئے تو اسلام چھوڑ کر اپنے قدیم مذہب میں واپس چلا جانا چاہئے۔ اس وقت انس بن مالک کے چچا انس بن النضر نے کہا کہ اگر محمد مقتول ہو گئے تو رب محمد تو مقتول نہیں ہوا۔

اَمْرِنَا وَثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ

ہمارے کام میں اور ثابت رکھ قدم ہمارے اور مدد کر ہماری قوم

الْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۴۷﴾ فَاٰتٰىهُمُ اللّٰهُ ثَوَابَ الدُّنْيَا وَ

کافروں پر ◆ پھر دیا اللہ نے ان کو ثواب دنیا کا اور

حُسْنَ ثَوَابِ الْاٰخِرَةِ ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۴۸﴾

خوب ثواب آخرت کا اور اللہ محبت رکھتا ہے نیکی کرنے والوں سے ◆

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تُطِيْعُوا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا

اے ایمان والو اگر تم کہنا مانو گے کافروں کا

يَرُدُّوْكُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِيْنَ ﴿۱۴۹﴾ بَلِ

تو وہ تم کو پھیر دیں گے الٹے پاؤں پھر جا پڑو گے تم نقصان میں ◆ بلکہ

اللّٰهُ مَوْلٰىكُمْ ۚ وَهُوَ خَيْرُ النّٰصِرِيْنَ ﴿۱۵۰﴾ سَنُلْقِيْ فِيْ

اللہ تمہارا مددگار ہے اور اس کی مدد سب سے بہتر ہے ◆ اب ڈالیں گے ہم

قُلُوْبِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا الرُّعْبَ بِمَآ اَشْرَكُوْا بِاللّٰهِ

دلوں میں کافروں کے ہیبت اس واسطے کہ انہوں نے شریک ٹھہرایا اللہ کا

مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا ۚ وَمَاْوٰىهُمُ النَّارُ ؕ وَ

جس کی اس نے کوئی سند نہیں اتاری اور ان کا ٹھکانا دوزخ ہے اور

بِئْسَ مَثْوَى الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۵۱﴾ وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللّٰهُ

وہ برا ٹھکانا ہے ظالموں کا ◆ اور اللہ تو سچا کر چکا تم سے

وَعْدَهُ إِذْ تَحُسُّونَهُمْ بِإِذْنِهِ ۚ حَتّٰى إِذَا فَشِلْتُمْ وَ

تَنَازَعْتُمْ فِي الْأَمْرِ وَعَصَيْتُمْ مِّنْ بَعْدِ مَا

أَرٰىكُمْ مَّا تُحِبُّوْنَ ۚ مِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الدُّنْيَا وَ

مِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ۚ ثُمَّ صَرَفَكُمْ عَنْهُمْ

لِيَبْتَلِيَكُمْ ۚ وَلَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ ۗ وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ

عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۵۲﴾ إِذْ تُصْعِدُوْنَ وَلَا تَلْوٗنَ

عَلٰٓى أَحَدٍ وَّالرَّسُوْلُ يَدْعُوْكُمْ فِيْٓ أُخْرٰىكُمْ

فَأَثَابَكُمْ غَمًّا بِغَمٍّ لِّكَيْلَا تَحْزَنُوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ

وَلَا مَآ أَصَابَكُمْ ۗ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۵۳﴾ ثُمَّ

أَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ بَعْدِ الْغَمِّ أَمَنَةً نُّعَاسًا

تم پر اتارا — غم کے بعد — امن کو — جو اونگھ تھی

يَّغْشٰى طَآئِفَةً مِّنْكُمْ ۙ وَطَآئِفَةٌ قَدْ أَهَمَّتْهُمْ

کہ ڈھانک رہی تھی بعضوں کو تم میں سے — اور بعضوں کو فکر پڑ رہا تھا

أَنْفُسُهُمْ يَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ ظَنَّ الْجَاهِلِيَّةِ ۭ

اپنی جان کا — خیال کرتے تھے اللہ پر — جھوٹے خیال — جاہلوں جیسے

يَقُوْلُوْنَ هَلْ لَّنَا مِنَ الْأَمْرِ مِنْ شَيْءٍ ۭ قُلْ إِنَّ

کہتے تھے — کچھ بھی کام ہے ہمارے ہاتھ میں — تو کہہ

الْأَمْرَ كُلَّهٗ لِلّٰهِ ۭ يُخْفُوْنَ فِيْٓ أَنْفُسِهِمْ مَّا لَا

سب کام ہے اللہ کے ہاتھ — وہ اپنے جی میں چھپاتے ہیں — جو

يُبْدُوْنَ لَكَ ۭ يَقُوْلُوْنَ لَوْ كَانَ لَنَا مِنَ الْأَمْرِ

تجھ سے ظاہر نہیں کرتے — کہتے ہیں — اگر کچھ کام ہوتا ہمارے ہاتھ

شَيْءٌ مَّا قُتِلْنَا هٰهُنَا ۭ قُلْ لَّوْ كُنْتُمْ فِيْ بُيُوْتِكُمْ

تو ہم مارے نہ جاتے اس جگہ — تو کہہ — اگر تم ہوتے اپنے گھروں میں

لَبَرَزَ الَّذِيْنَ كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقَتْلُ إِلٰى مَضَاجِعِهِمْ ۚ

البتہ باہر نکلتے — جن پر لکھا تھا مارا جانا — اپنے پڑاؤ پر

وَلِيَبْتَلِيَ اللّٰهُ مَا فِيْ صُدُوْرِكُمْ وَلِيُمَحِّصَ مَا

اور اللہ کو آزمانا تھا — جو کچھ تمہارے جی میں ہے — اور صاف کرنا تھا اس کو

◆ ۱ **احد میں صحابہ پر اونگھ کا طاری ہونا** یعنی اس جنگ میں جن کو شہید ہونا تھا ہو چکے اور جن کو بھاگنا تھا بھاگ گئے اور جو میدان میں باقی رہے ان میں سے مخلص مسلمانوں پر حق تعالیٰ نے ایک دم غنودگی طاری کر دی، لوگ کھڑے کھڑے اونگھنے لگے۔ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے کئی مرتبہ تلوار چھوٹ کر زمین پر گری۔ یہ ایک حسی اثر اس باطنی سکون و اطمینان کا تھا جو ایسے ہولناک مواقع میں مومنین کے قلوب پر محض خدا کے فضل و رحمت سے وارد ہوا اس کے بعد دشمن کا خوف و ہراس سب کافور ہو گیا۔ یہ کیفیت عین اس وقت پیش آئی جب لشکر مجاہدین میں نظم و ضبط قائم نہ رہا تھا، بہتیروں کی لاشیں خاک و خون میں تڑپ رہی تھیں، سپاہی زخموں سے چور ہو رہے تھے، حضورؐ کے قتل کی افواہ نے رہے سہے ہوش و حواس کھو دیئے تھے، گویا یہ سونا بیدار ہونے کا پیام تھا۔ غنودگی طاری کر کے ان کی ساری تھکن دور کر دی گئی اور متنبہ فرما دیا کہ خوف و ہراس اور تشویش و اضطراب کا وقت جا چکا۔ اب مامون و مطمئن ہو کر اپنا فرض انجام دو۔ فوراً صحابہؓ نے حضورؐ کے گرد جمع ہو کر لڑائی کا محاذ قائم کر دیا۔ تھوڑی دیر بعد مطلع صاف تھا۔ دشمن سامنے سے بھاگتا نظر آیا۔ (تنبیہ) ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ عین لڑائی کے موقع پر نعاس (اونگھ) کا طاری ہونا اللہ کی طرف سے (فتح و ظفر کی علامت ہے)۔ حضرت علیؓ کی فوج کو "صفین" میں ایسا ہی واقعہ پیش آیا۔

◆ ۲ **منافقین پر اونگھ کی بجائے جانوں کا خوف** یہ بزدل اور ڈرپوک منافقین ہیں جن کو نہ اسلام کی فکر تھی نہ نبی کریم ﷺ کی محض اپنی جان بچانے کی فکر میں ڈوبے ہوئے تھے کہ کہیں ابوسفیان کی فوج نے دوبارہ حملہ کر دیا تو ہمارا کیا حشر ہوگا۔ اس خوف و فکر میں اونگھ یا نیند کہاں؟

◆ ۳ **منافقین کے طعنے** یعنی وہ اللہ کے وعدے کہاں گئے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام کا قصہ ختم ہوا۔ اب پیغمبر اور مسلمان اپنے گھر واپس جانے والے نہیں سب یہیں کام آ رہیں گے۔ جیسے دوسری جگہ فرمایا بَلْ ظَنَنْتُمْ اَنْ لَّنْ یَّنْقَلِبَ الرَّسُوْلُ وَالْمُؤْمِنُوْنَ اِلٰۤی اَهْلِیْهِمْ اَبَدًا (فتح رکوع ۲)

◆ ۴ یعنی کچھ بھی ہمارا کام بنا رہ گیا یا بالکل بگڑ چکا یا یہ کہ ہم محمد (ﷺ) کا ساتھ دینے والوں کے ہاتھ میں کچھ بھی فتح و ظفر آئی۔ یا یہ معنی کہ اللہ نے جو چاہا سو کیا ہمارا یا کسی کا کیا اختیار؟ یہ الفاظ کے ظاہری معنی تھے لیکن جو دل میں نیت تھی وہ آگے آتی ہے۔

◆ ۵ یعنی منافقین کا یہ قول هَلْ لَّنَا مِنَ الْاَمْرِ مِنْ شَیْءٍ كَلِمَةُ حَقٍّ اُرِیْدَ بِهَا الْبَاطِلُ ہے بیشک یہ صحیح ہے کہ تمہارے ہاتھ میں کچھ نہیں، سب کام اللہ کے ہاتھ میں ہے جس کو چاہے ہرائے یا جتائے، غالب کرے یا مغلوب، آفت بھیجے یا راحت، کامیاب کرے یا ناکام۔ ایک ہی واقعہ کو ایک قوم کے حق میں رحمت اور دوسری کے لئے زحمت بنا دے سب اس کے قبضہ میں ہے۔ مگر تم اس قول سے اپنے دل میں جو معنی لے رہے ہو خدا تمہارے دل کے چور سے واقف ہے، جسے آگے بیان کیا جائے گا۔

◆ ۶ اصل چور دل کا یہ تھا هَلْ لَّنَا مِنَ الْاَمْرِ مِنْ شَیْءٍ کہہ کر دل میں یہ مطلب لیتے تھے اور پکے مسلمانوں سے علیحدہ ہو کر آپس میں بھی کہتے ہوں گے کہ میاں شروع میں ہماری رائے نہ مانی۔ چند جوشیلے ناتجربہ کاروں کے کہنے پر مدینہ سے باہر لڑنے چلے گئے۔ آخر منہ کی کھائی۔ اگر کچھ کام ہمارے اختیار میں ہوتا اور ہمارے مشورہ پر عمل کیا جاتا تو اس قدر نقصان کیوں اٹھانا پڑتا۔ ہماری برادری کے اتنے آدمی مارے گئے، یہ کیوں مارے جاتے۔ اکثر منافقین نسباً انصار مدینہ کی برادری میں شامل تھے اس لئے مَّا قُتِلْنَا هٰهُنَا میں اُن کے مارے جانے کو اپنا مارا جانا کہا۔ یا یہ مطلب ہے کہ اگر محمد ﷺ کے کہنے کے موافق فتح و ظفر اور غلبہ مسلمانوں کے لئے ہوتا تو یہ قتل و جرح کی مصیبت ہم پر کیوں اترتی (تنبیہ) بظاہر یہ باتیں منافقین نے مدینہ میں کہیں کیونکہ عبداللہ بن ابی جنگ شروع ہونے سے پیشتر اپنی جمعیت کو ساتھ لیکر واپس ہو گیا تھا۔ اس صورت میں "هٰهُنَا" کا اشارہ قرب کی وجہ سے احد کی طرف ہوگا۔ لیکن بعض روایات سے ایک منافق معتب بن قشیر کا میدان جنگ میں یہ کلمات کہنا ثابت ہوتا ہے تو شاید بعض منافقین عبداللہ بن ابی کے ہمراہ کسی مصلحت سے واپس نہ ہوئے ہوں گے۔ واللہ اعلم۔

◆ ۷ **طعنوں کا جواب** یعنی اس طعن و تشنیع یا حسرت و افسوس سے کچھ حاصل نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہر ایک کی جو محل موت کی جگہ سبب اور وقت لکھ دیا ہے کبھی ٹل نہیں سکتا۔ اگر تم گھروں میں گھسے بیٹھے رہتے اور فرض کرو تمہاری ہی رائے مانی جاتی تب بھی جن کی قسمت میں احد کے قریب جس جس جگہ پر مارا جانا لکھا جا چکا تھا وہ کسی نہ کسی سبب سے ضرور ادھر نکلتے اور وہیں مارے جاتے۔ یہ خدا کا انتظام ہے کہ جہاں مارا جانا مقدر تھا مارے گئے مگر اللہ کے راستہ میں خوشی کے ساتھ بہادروں کی موت شہید ہوئے۔ پھر اس پر پچھتانے اور افسوس کرنے کا کیا موقع ہے مردان خدا کو اپنے پر قیاس مت کرو۔

فِيْ قُلُوْبِكُمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۱۵۴﴾

تمہارے دلوں میں ہے ۔ اور اللہ جانتا ہے ۔ دلوں کے بھید ◆

اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَلَّوْا مِنْكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ ۙ

جو لوگ تم میں سے ہٹ گئے ۔ جس دن دونوں جماعتیں مقابل ہوئیں

اِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ الشَّيْطٰنُ بِبَعْضِ مَا كَسَبُوْا ۚ

سو ان کو بہکا دیا ۔ شیطان نے ۔ ان کے گناہوں کی شامت سے

وَلَقَدْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ﴿۱۵۵﴾ ع

اور ان کو بخش چکا اللہ ۔ اللہ بخشنے والا ہے تحمل کرنے والا ◆

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا

اے ایمان والو ۔ تم نہ ہو ان کی طرح ۔ جو کافر ہوئے ◆

وَقَالُوْا لِاِخْوَانِهِمْ اِذَا ضَرَبُوْا فِي الْاَرْضِ اَوْ

اور کہتے ہیں اپنے بھائیوں کو ◆ جب وہ سفر کو نکلیں ۔ ملک میں ۔ یا

كَانُوْا غُزًّى لَّوْ كَانُوْا عِنْدَنَا مَا مَاتُوْا وَمَا

ہوں جہاد میں ۔ اگر رہتے ہمارے پاس ۔ تو نہ مرتے ۔ اور نہ

قُتِلُوْا ۚ لِيَجْعَلَ اللّٰهُ ذٰلِكَ حَسْرَةً فِيْ قُلُوْبِهِمْ ؕ وَ

مارے جاتے ۔ تاکہ اللہ ڈالے ۔ اس گمان سے افسوس ۔ ان کے دلوں میں ◆ اور

اللّٰهُ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۱۵۶﴾

اللہ جلاتا ہے ۔ اور مارتا ہے ◆ اور اللہ تمہارے سب کام دیکھتا ہے ◆

وَلَئِنْ قُتِلْتُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَوْ مُتُّمْ لَمَغْفِرَةٌ

اور اگر تم مارے گئے اللہ کی راہ میں یا مر گئے تو بخشش

مِّنَ اللّٰهِ وَرَحْمَةٌ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ﴿١٥٧﴾ وَلَئِنْ مُّتُّمْ

اللہ کی اور مہربانی اس کی بہتر ہے اس چیز سے جو وہ جمع کرتے ہیں اور اگر تم مر گئے

اَوْ قُتِلْتُمْ لَاِلَى اللّٰهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿١٥٨﴾ فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ

یا مارے گئے تو البتہ اللہ ہی کے آگے اکٹھے ہو گے تم سب سو کچھ اللہ ہی کی

اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ ۚ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ

رحمت ہے جو تو نرم دل مل گیا ان کو اور اگر تو ہوتا تند خو سخت دل

لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ ۖ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ

تو متفرق ہو جاتے تیرے پاس سے سو تو ان کو معاف کر اور ان کے واسطے بخشش

لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ ۚ فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ

مانگ اور ان سے مشورہ لے کام میں پھر جب قصد کر چکا تو اس کام کا تو پھر بھروسہ کر

عَلَى اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ ﴿١٥٩﴾ اِنْ

اللہ پر اللہ کو محبت ہے توکل والوں سے اگر

يَّنْصُرْكُمُ اللّٰهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ ۚ وَاِنْ يَّخْذُلْكُمْ فَمَنْ

اللہ تمہاری مدد کرے گا تو کوئی تم پر غالب نہ ہوگا اور اگر مدد نہ کرے تمہاری تو پھر

ذَا الَّذِيْ يَنْصُرُكُمْ مِّنْ بَعْدِهٖ ۭ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ

ایسا کون ہے جو مدد کرے تمہاری اس کے بعد اور اللہ ہی پر بھروسا چاہیے

الْمُؤْمِنُونَ ﴿١٦٠﴾ وَمَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَنْ يَغُلَّ ۚ وَمَنْ

يَغْلُلْ يَأْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۚ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ

نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ﴿١٦١﴾ أَفَمَنِ

اتَّبَعَ رِضْوَانَ اللّٰهِ كَمَنْ بَآءَ بِسَخَطٍ مِّنَ اللّٰهِ

وَمَأْوٰىهُ جَهَنَّمُ ۚ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ ﴿١٦٢﴾ هُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ

اللّٰهِ ۗ وَاللّٰهُ بَصِيرٌۢ بِمَا يَعْمَلُونَ ﴿١٦٣﴾ لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ

عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْ أَنْفُسِهِمْ

يَتْلُوا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ

[illegible]

پر بھروسہ رکھیں۔ اسی کی مدد ہو گی تو کوئی طاقت تم پر غالب نہیں آ سکتی جیسے "بدر" میں دیکھ چکے۔ اور کسی مصلحت سے وہ مدد نہ کرے تو پھر کوئی مدد نہیں کر سکتا جیسا کہ احد میں تجربہ ہو گیا۔

◆ **نبی خیانت نہیں کر سکتا** اس سے غرض یا تو مسلمانوں کی پوری طرح خاطر جمع کرنا ہے تا یہ وسوسہ نہ لائیں کہ شاید حضرت نے ہم کو بظاہر معاف کر دیا اور دل میں خفا ہیں پھر کبھی خفگی نکالیں گے؟ یہ کام نبیوں کا نہیں کہ دل میں کچھ ہو اور ظاہر میں کچھ، یا مسلمانوں کو سمجھاتا ہے کہ حضرت کی عظمت اور عصمت و امانت کو پوری طرح مستحضر رکھیں۔ آپ کی نسبت کبھی کوئی لغو اور بیہودہ خیال نہ لائیں۔ مثلاً یہ گمان نہ کریں کہ غنیمت کا کچھ مال چھپا رکھیں گے؟ (العیاذ باللہ) شاید یہ اس واسطے فرمایا کہ وہ تیر انداز غنیمت کے لئے مورچہ چھوڑ کر دوڑے تھے، کیا حضرت ان کو حصہ نہ دیتے؟ یا بعض چیزیں چھپا رکھتے؟ اور بعض روایات میں ہے کہ بدر کی لڑائی میں ایک چیز (چادر یا تلوار) غنیمت میں سے گم ہو گئی تھی، کسی نے کہا شاید حضرت نے اپنے واسطے رکھی ہو گی۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ بہرحال مسلمانوں کو سمجھاتا ہے کہ اگر حضورؐ اپنی نرم خوئی اور خوش خلقی سے تمہاری غلطیوں کو معاف کرتے ہیں تو تم کو حضورؐ کی عظمت شان اور عصمت و نزاہت کا بہت زیادہ پاس رکھنا چاہئے۔ کسی قسم کا کمزور اور رکیک خیال مومنین کے پاس نہ آنے پائے۔ دوسری طرف چونکہ آپ کی شفقت و نرم دلی یاد دلا کر جنگ احد کے متعلق مسلمانوں کی کوتاہی کو معاف کرایا جا رہا تھا اسی ذیل میں ایک دوسری کوتاہی بھی یاد دلادی جو بدر سے متعلق تھی کہ آپ اپنی نرم خوئی سے اس پر بھی کچھ دھیان نہ کریں۔ (تنبیہ) "غلول" کے اصل معنی غنیمت میں خیانت کرنے کے ہیں لیکن کبھی مطلق خیانت کے معنی میں آتا ہے بلکہ بعض اوقات محض ایک چیز کے چھپا لینے پر اس کا اطلاق ہوتا ہے جیسے ابن مسعودؓ نے فرمایا غلوا مصاحفکم۔

◆ یعنی جو پیغمبر ہر حال میں خدا کی مرضی کا تابع بلکہ دوسروں کو بھی اس کی مرضی کا تابع بنانا چاہتا ہے، کیا ان لوگوں کے سے کام کر سکتا ہے جو خدا کے غضب کے پیچھے اور دوزخ کے مستحق ہیں؟ ہرگز ممکن نہیں۔

◆ یعنی نبی اور سب خلائق برابر نہیں۔ طمع وغیرہ کے پست اور ذلیل کام نبیوں سے نہیں ہو سکتے۔ حق تعالیٰ سب کو جانتا ہے کہ کون کس درجہ کا ہے اور سب کے کام دیکھتا ہے۔ کیا وہ ایسی پست طبیعت والوں کو منصب نبوت پر سرفراز فرمائے گا؟ العیاذ باللہ۔

◆ **رسول اللہ کی بعثت اللہ کا احسان ہے** یعنی انہی کی جنس اور قوم میں کا ایک آدمی رسول بنا کر بھیجا جس کے پاس بیٹھنا، بات چیت کرنا، زبان سمجھنا اور ہر قسم کے انوار و برکات کا استفادہ کرنا آسان ہے۔ اس کے احوال، اخلاق، سوانح زندگی، امانت و دیانت، خدا ترسی اور پاکبازی سے وہ خوب طرح واقف ہیں۔ اپنی ہی قوم اور کنبے کے آدمی سے جب معجزات ظاہر ہوتے دیکھتے ہیں تو یقین لانے میں زیادہ سہولت ہوتی ہے۔ فرض کرو کوئی جن یا فرشتہ رسول بنا کر بھیجا جاتا تو معجزات دیکھ کر یہ خیال کر لینا ممکن تھا کہ چونکہ جنس بشر سے جداگانہ مخلوق ہے شاید یہ خوارق اس کی خاص صورت نوعیہ اور طبیعت ملکیہ و جنیہ کا نتیجہ ہوں، ہم اس سے عاجز رہ جاتے وہ دلیل نبوت نہیں بن سکتی۔ بہرحال مومنین کو خدا کا احسان ماننا چاہئے کہ اس نے ایسا رسول بھیجا جس سے بے تکلف فیض حاصل کر سکتے ہیں اور وہ باوجود معزز ترین اور بلند ترین منصب پر فائز ہونے کے ان ہی کے نفع میں نہایت نرم خوئی اور ملاطفت کے ساتھ مشغول رہتا ہے صلی اللہ علیہ وسلم۔

ہو (۴) "تعلیم حکمت" (حکمت کی گہری باتیں سکھلانا) اور قرآن کریم کے تمام اسرار و لطائف اور شریعت کی دقیق و عمیق علل پر مطلع کرنا، خواہ تصریحاً یا اشارۃً۔ آپ نے خدا کی توفیق و اعانت سے علم و عمل کے ان اعلیٰ مراتب پر اس درماندہ قوم کو فائز کیا جو صدیوں سے جہالت و حیرت اور صریح گمراہی میں غرق تھی۔ آپ کی چند روزہ تعلیم و صحبت سے وہ ساری دنیا کے لئے ہادی و معلم بن گئی لہٰذا انہیں چاہئے کہ اس نعمت عظمیٰ کی قدر پہچانیں اور کبھی بھولے سے ایسی حرکت نہ کریں جس سے آپ کا دل متألم ہو۔

احد کی تکلیف پر مسلمانوں کے شکوے کا جواب پہلے سے احد کا قصہ چلا آتا تھا درمیان میں جو کوتاہی ہوئی تھی اس کے عفو کا ذکر ہوا اور اسی کی مناسبت سے نبی کریم ﷺ کے اخلاق و حقوق یاد دلائے گئے۔ اب پھر احد کے قصہ کی طرف عود کیا جاتا ہے یعنی جنگ احد میں جو تکلیف اور نقصان اٹھانا پڑا کیا اس پر تم تعجب سے کہتے ہو کہ یہ مصیبت کہاں سے آ گئی ہم تو مسلمان مجاہد تھے جو خدا کے راستہ میں اس کے دشمنوں سے لڑنے کے لئے نکلے تھے۔ خدا تعالیٰ و پیغمبر کی زبانی نصرت و امداد کا وعدہ فرما چکا تھا پھر یہ مصیبت ہم پر کیونکر اور کدھر سے نازل ہوئی۔ ایسا کہتے وقت سوچنا چاہئے کہ جس قدر تکلیف تم کو پہنچی اس سے دوچند تکلیف ان کو تم سے پہنچ چکی ہے۔ احد میں تمہارے تقریباً ستر آدمی شہید ہوئے بدر میں ان کے ستر مارے جا چکے اور ستر تمہارے ہاتھ قید ہوئے جن پر تم کو پورا قابو حاصل تھا، چاہتے تو قتل کر ڈالتے پھر احد میں بھی ابتداءً ان کے بیس سے زائد قتل ہو چکے ہیں۔ اگر تھوڑی دیر کے لئے تم کو ہزیمت ہوئی تو "بدر" میں انکو کیسی ہزیمت مل چکی اور احد میں بھی جب تم کر لڑے وہ منہزم ہوئے پھر آخر میں میدان چھوڑ کر چلے گئے۔ ایسی صورت میں انصافاً تم کو اپنی تکلیف کا شکوہ کرنے اور بہت زیادہ ملول ہونے کا موقع نہیں۔

اگر غور کرو تو تم خود ہی اس مصیبت کا سبب بنے ہو۔ تم نے جوش میں آ کر پیغمبر کی اور بہت سے تجربہ کاروں کی رائے قبول نہ کی اپنی پسند اور اختیار سے مدینہ کے باہر جا کر جنگ قائم کی، پھر باوجود سخت تاکید کے تیر اندازوں نے اہم مورچہ چھوڑ کر مرکز خالی کر دیا اور ایک سال پہلے جب اساریٰ بدر کے متعلق تم کو اختیار دیا گیا تھا کہ یا انہیں قتل کر دو یا فدیہ لے کر چھوڑ دو اس شرط پر کہ آئندہ اتنے ہی آدمی تم سے لے لئے جائیں گے تو تم نے فدیہ کی صورت اختیار کی اور شرط کو قبول کر لیا۔ اب وہی شرط پوری کرائی گئی تو تعجب و انکار کا کیا موقع ہے۔ یہ چیز تو خود اپنی طرف سے تم قبول کر چکے تھے (اساریٰ بدر کا پورا قصہ سورۂ انفال میں آئے گا)۔

احد میں عارضی شکست کی حکمت جس کو جب چاہے غالب اور جب چاہے مغلوب کر دے۔ مغلوب کرانا اسلئے نہیں کہ وہ اس وقت غالب کرنے پر قادر نہ تھا، بلکہ اس لئے ہے کہ تمہارے اسباب اختیار سے صورت حال ایسی پیدا ہو گئی کہ اس کو غلبہ عطا کرنے میں مصلحت نہ تھی بہرحال جو کچھ ہوا اس کے حکم و مشیت سے ہوا جس کا سبب تم تھے حکمت یہ تھی کہ ایک طرف ہر مؤمن مخلص کے ایمان و اخلاص کا اور دوسری جانب ہر منافق کے نفاق کا رنگ ظاہر ہو جائے۔ کھرے کھوٹے اور کچے پکے میں کسی کو کچھ اشتباہ نہ رہے۔

احد میں منافقین کی علیحدگی کا بیان جنگ شروع ہونے سے پہلے جب رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی تین سو آدمیوں کو ساتھ لیکر واپس جانے لگا اس وقت کہا گیا تھا کہ عین موقع پر کہاں بھاگے جاتے ہو آؤ اگر دعوائے اسلام میں سچے ہو تو اللہ کی راہ میں لڑو۔ ورنہ کم از کم دشمن کو دفع کرنے میں مدد دو یعنی مجمع میں شریک رہو کہ کثرت تعداد کا اثر دشمن پر پڑے۔ یا یہ کہ خدا کی راہ میں دین کی خاطر نہیں لڑتے تو حمیت وطنی و قومی یا اپنے اموال و اولاد کی حفاظت کیلئے دشمن کی مدافعت کرو۔ کیونکہ دشمن اگر کامیاب ہوا تو انتقام لینے میں مؤمنین و منافقین کی تمیز نہ کرے گا۔ عام مسلمانوں کی طرح تم بھی نقصان اٹھاؤ گے غرض ان پر ہر طرح ان کے مذاق کے موافق اتمام حجت کیا گیا۔ تاکہ جو کچھ دلوں میں ہے علانیہ ظاہر ہو جائے۔

قِتَالًا لَّاتَّبَعْنٰكُمْ ۭ هُمْ لِلْكُفْرِ يَوْمَىِٕذٍ اَقْرَبُ

لڑائی تو البتہ تمہارے ساتھ ہوتے ہیں ۞ وہ لوگ اس دن کفر کے قریب ہیں

مِنْهُمْ لِلْاِيْمَانِ ۚ يَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِهِمْ مَّا لَيْسَ

بہ نسبت ایمان کے ۞ کہتے ہیں اپنے منہ سے جو نہیں

فِيْ قُلُوْبِهِمْ ۭ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا يَكْتُمُوْنَ ١٦٧ اَلَّذِيْنَ

ان کے دل میں اور اللہ خوب جانتا ہے جو کچھ چھپاتے ہیں ۞ وہ لوگ ہیں

قَالُوْا لِاِخْوَانِهِمْ وَقَعَدُوْا لَوْ اَطَاعُوْنَا مَا قُتِلُوْا ۭ

جو کہتے ہیں اپنے بھائیوں کو اور آپ بیٹھ رہے ہیں اگر وہ ہماری بات مانتے تو مارے نہ جاتے ۞

قُلْ فَادْرَءُوْا عَنْ اَنْفُسِكُمُ الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ

تو کہہ دے اب ہٹا دیجو اپنے اوپر سے موت کو اگر تم

صٰدِقِيْنَ ١٦٨ وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ

سچے ہو ۞ اور تو نہ سمجھ ان لوگوں کو جو مارے گئے اللہ کی

اللّٰهِ اَمْوَاتًا ۭ بَلْ اَحْيَاۗءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ١٦٩

راہ میں مردے بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے رب کے پاس کھاتے پیتے

فَرِحِيْنَ بِمَآ اٰتٰىھُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۙ وَيَسْتَبْشِرُوْنَ

خوشی کرتے ہیں اس پر جو دیا ان کو اللہ نے اپنے فضل سے اور خوش وقت ہوتے ہیں

بِالَّذِيْنَ لَمْ يَلْحَقُوْا بِهِمْ مِّنْ خَلْفِهِمْ ۙ اَلَّا خَوْفٌ

ان کی طرف سے جو ابھی تک نہیں پہنچے ان کے پیچھے سے اس واسطے کہ نہ ڈر ہے

یعنی لڑائی ہوتی نظر نہیں آتی۔ خواہ مخواہ کا اندیشہ ہے۔ اگر ہمیں معلوم ہوتا کہ واقعی لڑائی ہونے والی ہے تو ضرور تمہارے ساتھ پہنچتے۔ جب لڑائی دیکھیں گے شامل ہو جائیں گے۔ یا یہ مطلب تھا کہ کوئی ڈھنگ کا مقابلہ ہوتا تو ساتھ رہتے۔ بھلا یہ کوئی مقابلہ ہے کہ ایک طرف تین ہزار کا لشکر اور دوسری طرف صرف ایک ہزار بے سروسامان آدمی۔ یہ لڑائی کیا ہے محض اپنے کو ہلاکت میں ڈالنا ہے۔ یا لو نعلم قتالا سے یہ طعنہ دیتے تھے کہ صاحب ہم فنون جنگ اور لڑائی کے قاعدوں سے واقف ہوتے تو آپ کے ساتھ رہتے۔ آپ نے ہمیں طعن دیا کہ ہمارے مشورہ پر نہیں چلے اوروں کی رائے پر عمل کیا تو ہم کو لڑائی کے قاعدوں سے ناواقف سمجھے اور آپ واقف ہیں۔ پھر ہمیں ساتھ کیوں لیتے ہو؟ یہ حیلے جھوٹے بہانے بنا کے چل دیئے۔

منافقین دل سے کافر اور زبان سے ایمان کا دعویٰ کرتے تھے اور اسی زبانی اسلام کی بنا پر مسلمانوں میں ملے جلے رہتے تھے۔ اس روز عین موقع پر جبکہ اسلام اور مسلمانوں کو چھوڑ کر چلے جانے اور جھوٹے حیلے تراشنے سے اچھی طرح نفاق کی قلعی کھل گئی۔ اب ظاہر میں بھی بہ نسبت ایمان کے کفر سے زیادہ قریب ہو گئے اور اپنے فعل سے مسلمانوں کو نقصان اور کافروں کو تقویت پہنچائی۔

یعنی زبان سے لو نعلم قتالا لاتبعناکم کہتے ہیں اور جو دل میں ہے صاف نہیں کہتے۔ دل میں یہ تھا کہ اچھا ہے مسلمان مغلوب و ذلیل ہوں اور ہم خوشی سے بغلیں بجائیں۔

یعنی خود نامردوں کی طرح بیٹھ رہے اور اپنی برادری کے بھائیوں (انصار مدینہ) کو کہتے ہیں کہ ہماری بات مان کر گھر میں بیٹھے رہتے تو مارے نہ جاتے۔

یعنی اگر گھر میں بیٹھ رہنے سے جان بچ سکتی ہے تو دیکھیں موت کو گھر میں کس طرح آنے دیں گے۔ آخر یہاں رہ کر بھی موت پیچھا نہیں چھوڑتی تو پھر بہادروں کی طرح میدان میں عزت کی موت کیوں نہ مریں۔

فَانْقَلَبُوْا بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ لَّمْ يَمْسَسْهُمْ

سُوْٓءٌ ۙ وَّاتَّبَعُوْا رِضْوَانَ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَظِيْمٍ ﴿۱۷۴﴾

اِنَّمَا ذٰلِكُمُ الشَّيْطٰنُ يُخَوِّفُ اَوْلِيَاۗءَهٗ ۠ فَلَا تَخَافُوْھُمْ

وَخَافُوْنِ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۷۵﴾ وَلَا يَحْزُنْكَ

الَّذِيْنَ يُسَارِعُوْنَ فِي الْكُفْرِ ۚ اِنَّھُمْ لَنْ يَّضُرُّوا

اللّٰهَ شَـيْـــًٔا ۭ يُرِيْدُ اللّٰهُ اَلَّا يَجْعَلَ لَھُمْ حَظًّا فِي

الْاٰخِرَةِ ۚ وَلَھُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۷۶﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا

الْكُفْرَ بِالْاِيْمَانِ لَنْ يَّضُرُّوا اللّٰهَ شَـيْـــًٔا ۚ وَلَھُمْ

عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۷۷﴾ وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّمَا

◆ **مسلمانوں کو مالی منافع** | یعنی اللہ کا فضل دیکھو نہ کچھ لڑائی کرنی پڑی نہ کانٹا چبھا مفت میں ثواب کمایا۔ تجارت میں نفع حاصل کر کے اور دشمنوں پر دھاک بٹھلا کر خدا تعالیٰ کی خوشنودی لئے ہوئے صحیح سلامت گھر واپس آ گئے۔ (تنبیہ) بدر صغریٰ کی طرح غزوہ حمراء الاسد میں بھی ایک تجارتی قافلے کے ساتھ سامان کی خرید و فروخت ہوئی تھی اور مسلمانوں نے بھاری نفع کمایا تھا تو "فضل" سے یہی مالی نفع مراد ہے۔

◆ یعنی جو ادھر سے آ کر مرعوب کن خبریں پھیلاتا ہے وہ شیطان ہے یا شیطان کے اغواء سے ایسا کر رہا ہے جس کی غرض یہ ہے کہ اپنے چیلے چاپٹوں اور ہوائی بندوں کا رعب تم پر بٹھلا کر خوفزدہ کر دے۔ تو تم اگر ایمان رکھتے ہو (اور ضرور رکھتے ہو جس کا ثبوت عملاً دے چکے) تو ان شیطانوں سے اصلاً مت ڈرو صرف مجھ سے ڈرتے رہو کہ ؎ ہر کہ ترسید از حق و تقویٰ گزید ترسد ازو جن و انس و ہر کہ دید۔

◆ یعنی شیطان کی دھمکیوں سے مومن نہیں ڈرتے ہاں منافق اس کی باتیں سن کر کفر کی طرف دوڑتے ہیں۔ آپ ان مغرورین منافقوں کی حرکات سے کچھ غمگین اور فکرمند نہ ہوں یہ اللہ کے دین اور اس کے پیغمبر کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے اپنا ہی نقصان کرتے ہیں ان کا حد سے زیادہ نفاق و شقاق پتہ دے رہا ہے کہ حق تعالیٰ انہیں انجام کار حقیقی کامیابی اور فوائد سے محروم رکھے گا اور بہت سخت سزا دے گا۔ جو لوگ ایسے معاند اور شر پر مصر ہوں اللہ کی عادت ان کے ساتھ یہی ہے۔ ایسوں کے غم میں اپنے کو زیادہ گھلانے کی ضرورت نہیں۔

◆ یعنی جنہوں نے ایمانی فطرت کو بدل کر کفر اختیار کیا خواہ یہود و نصاریٰ ہوں یا مشرکین یا منافقین، یا کوئی اور وہ سب مل کر بھی اللہ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ ہاں اپنے پاؤں پر خود اپنے ہاتھ سے کلہاڑی مار رہے ہیں جس کا نتیجہ دردناک عذاب کی صورت میں بھگتنا پڑے گا۔

نُمْلِي لَهُمْ خَيْرٌ لِّأَنفُسِهِمْ ۚ إِنَّمَا نُمْلِي لَهُمْ

لِيَزْدَادُوا إِثْمًا ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِينٌ ﴿١٧٨﴾ مَا كَانَ

اللَّهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِينَ عَلَىٰ مَا أَنتُمْ عَلَيْهِ حَتَّىٰ

يَمِيزَ الْخَبِيثَ مِنَ الطَّيِّبِ ۗ وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُطْلِعَكُمْ

عَلَى الْغَيْبِ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ يَجْتَبِي مِن رُّسُلِهِ مَن

يَشَاءُ ۖ فَآمِنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ ۚ وَإِن تُؤْمِنُوا وَ

تَتَّقُوا فَلَكُمْ أَجْرٌ عَظِيمٌ ﴿١٧٩﴾ وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ

يَبْخَلُونَ بِمَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِن فَضْلِهِ هُوَ خَيْرًا لَّهُمْ ۖ

بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ ۖ سَيُطَوَّقُونَ مَا بَخِلُوا بِهِ يَوْمَ

◆ **دنیا کی دولت کفار کیلئے ڈھیل ہے** | یعنی ممکن ہے کافروں کو اپنی لمبی عمریں خوشحالی اور دولت ثروت وغیرہ کی فراوانی دیکھ کر خیال گزرے کہ اگر ہم مغضوب و مطرود ہوتے تو ہم کو اتنی فراخی اور مہلت کیوں دی جاتی اور دنیا کی بھلی حالت میں کیوں رکھے جاتے؟ سو واضح رہے کہ یہ مہلت دینا ان کے حق میں کچھ بھلی بات نہیں۔ مہلت دینے کا نتیجہ تو یہی ہوگا کہ جن کو گناہ سمیٹ کر کفر پر مرنا ہے وہ اپنے اختیار اور آزادی سے خوب جی بھر کر ارمان نکال لیں اور گناہوں کا ذخیرہ فراہم کر لیں۔ وہ سمجھتے رہیں کہ ہم بڑی عزت سے ہیں حالانکہ ذلیل و خوار کرنے والا عذاب ان کے لیے تیار ہے۔ اب سوچ لیں کہ مہلت دینا ان مجرموں کے حق میں بھلا ہوا یا برا۔ نعوذ باللہ من شرور انفسنا۔

◆ یعنی جس طرح خوشحالی اور مہلت دینا کفار کے حق میں مقبولیت کی دلیل نہیں، اسی طرح اگر قلیل مسلمانوں کو مصائب اور ناخوشگوار حوادث پیش آ جائیں (جیسے جنگ احد میں آئے) یہ اس کی دلیل نہیں کہ وہ اللہ کے نزدیک مغضوب ہیں، بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اس گول مول حالت پر چھوڑنا نہیں چاہتا جس پر اب تک رہے ہیں یعنی بہت سے کافر از راہ نفاق مکر پڑھ کر دھوکہ دینے کے لئے ان میں ملے جلے رہتے تھے جن کے ظاہر حال پر منافق کا اطلاق کرنا مشکل تھا۔ لہٰذا ضرور ہے کہ خدا تعالیٰ ایسے واقعات و حالات پیدا کر دے جو کھرے کو کھوٹے سے اور پاک کو ناپاک سے کھلے طور پر جدا کر دیں۔ بے شک خدا کو آسان تھا کہ تمام مسلمانوں کو بدون امتحان میں ڈالے منافقوں کے ناموں اور کاموں سے مطلع کر دیتا لیکن اس کی حکمت و مصلحت مقتضی نہیں کہ سب لوگوں کو اس قسم کے غیوب سے آگاہ کر دیا کرے۔ ہاں وہ اپنے رسولوں کا انتخاب کر کے جس قدر غیوب کی یقینی اطلاع دینا چاہے دے دیتا ہے۔ خلاصہ یہ ہوا کہ عام لوگوں کو بلا واسطہ کسی غیب کی یقینی اطلاع نہیں دی جاتی انبیاء علیہم السلام کو دی جاتی ہے۔ مگر جس قدر خدا چاہے۔

◆ یعنی خدا کا جو خاص معاملہ پیغمبروں سے ہے اور پاک و ناپاک کو جدا کرنے کی نسبت جو عادت حق تعالیٰ کی رہی ہے، اس میں زیادہ کاوش کی ضرورت نہیں، تمہارا کام یہ ہے کہ اللہ و رسول کی باتوں پر یقین رکھو اور تقویٰ اور پرہیزگاری پر قائم رہو، پھر بڑا ثواب کما لیا۔

الْقِيٰمَةِ ۭ وَلِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَ

قیامت کے دن ◆ اور اللہ وارث ہے آسمان اور زمین کا ◆ اور

اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۝ لَقَدْ سَمِعَ اللّٰهُ

اللہ جو کرتے ہو سو جانتا ہے ◆ بیشک اللہ نے سنی

قَوْلَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ فَقِيْرٌ وَّنَحْنُ اَغْنِيَاۗءُ ۘ

ان کی بات جنہوں نے کہا کہ اللہ فقیر ہے اور ہم مالدار ◆

سَنَكْتُبُ مَا قَالُوْا وَقَتْلَھُمُ الْاَنْۢبِيَاۗءَ بِغَيْرِ حَقٍّ ۙ

اب لکھ رکھیں گے ہم ان کی بات اور جو خون کئے ہیں انہوں نے انبیاء کے ناحق

وَّنَقُوْلُ ذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ ۝ ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ

اور کہیں گے چکھو عذاب جلتی آگ کا ◆ یہ بدلہ اس کا ہے جو تم نے

اَيْدِيْكُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ۝

اپنے ہاتھوں آگے بھیجا اور اللہ ظلم نہیں کرتا بندوں پر ◆

اَلَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ عَهِدَ اِلَيْنَآ اَلَّا نُؤْمِنَ

وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ اللہ نے ہم کو کہہ رکھا ہے کہ یقین نہ کریں

لِرَسُوْلٍ حَتّٰى يَاْتِيَنَا بِقُرْبَانٍ تَاْكُلُهُ النَّارُ ۭ قُلْ

کسی رسول کا جب تک نہ لاوے ہمارے پاس قربانی کہ کھا جائے اس کو آگ ◆ تو کہہ

◆ **بخیل کا مال قیامت میں اس کے گلے کا طوق ہوگا** ابتدائے سورت کا بڑا حصہ اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) سے متعلق تھا۔ درمیان میں خاص مناسبت (رجوع) کی بنا پر غزوۂ احد کی تفصیلات آ گئیں یا کسی قدر کلام تمام کر کے یہاں سے پھر اہل کتاب کی شنائع بیان کی جاتی ہیں چونکہ ان میں سے یہود کا معاملہ بہت مضرت رساں اور تکلیف دہ تھا۔ منافقین بھی زیادہ تر ان ہی میں کے تھے اور اوپر کی آیت میں بتلایا گیا تھا کہ حق تعالیٰ اب خبیث کو طیب سے جدا کر کے رہے گا۔ سو یہ جدائی جس طرح جانی و بدنی جہاد کے وقت ظاہر

ہوتی تھی اس طرح مالی جہاد کے وقت بھی گھبرا اٹھو اور کیا پیسہ صاف طور پر الگ ہو جاتا تھا اس لئے بتلا دیا کہ یہود و منافقین جیسے جہاد کے موقع سے بھاگتے ہیں، مال خرچ کرنے سے بھی جی چراتے ہیں لیکن جس طرح جہاد سے بچ کر دنیا میں چند روز کی مہلت حاصل کر لینا ان کے حق میں کچھ بہتر نہیں ایسے ہی بخل کر کے بہت مال اکٹھا کر لینا بھی کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتا۔ اگر دنیا میں فرض کرو کوئی مصیبت پیش بھی نہ آئی تو قیامت کے دن یقیناً یہ جمع کیا ہوا مال عذاب کی صورت میں ان کے گلے کا ہار بن کر رہے گا۔ اس میں مسلمانوں کو بھی نصیحت ہو گئی کہ زکوٰۃ دینے اور ضروری مصارف میں خرچ کرنے سے بھی جی نہ چرائیں ورنہ جو شخص بخل وحرص وغیرہ رذیل خصلتوں میں یہود و منافقین کی روش اختیار کرے گا اسے بھی اپنے درجہ کے موافق اسی طرح کی سزا کا منتظر رہنا چاہئے۔ چنانچہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ مانعین زکوٰۃ کا مال سخت زہریلے اژدہے کی صورت میں متشکل کر کے ان کے گلے میں ڈالا جائے گا۔ نعوذ باللہ منہ۔

یعنی آخر تم مر جاؤ گے اور سب مال اسی کا ہو رہے گا۔ جس کا حقیقت میں پہلے سے تھا۔ انسان اپنے اختیار سے دے تو ثواب پائے۔

یعنی بخل یا سخاوت جو کچھ کرو گے اور جیسی نیت کرو گے خدا تعالیٰ سب کی خبر رکھتا ہے اسی کے موافق بدلہ دے گا۔

یہودیوں کا گستاخانہ قول اور اسکا جواب یعنی بخل اتنا ہی نہیں کہ یہود انتہائی بخل کی وجہ سے پیسہ خرچ کرنا نہیں جانتے، بلکہ جب خدا کی راہ میں خرچ کرنے کا حکم سنتے ہیں تو مذاق اڑاتے ہیں اور حق تعالیٰ کی جناب میں گستاخانہ کلمات بکنے سے بھی نہیں شرماتے۔ چنانچہ جب آیت مَنْ ذَا الَّذِيْ يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا نازل ہوئی، کہنے لگے اللہ ہم سے قرض مانگتا ہے تو اللہ فقیر محتاج ہے اور ہم غنی مالدار ہیں، حالانکہ ایک غبی اور کودن سے کودن بھی سمجھ سکتا ہے کہ انفاق فی وجوہ الخیر کو قرض سے تعبیر فرمانے میں انتہائی رحمت و شفقت کا اظہار مقصود ہے کہ خدا اپنا دیا ہوا مال ہم سے ہماری مصالح میں ہمارے ہی دنیوی و اخروی فائدہ کے لئے خرچ کراتا ہے اس کو ہمارے خرچ سے کوئی نفع نہیں پہنچ سکتا اور بفرض محال پہنچے بھی تو مال اور ہر چیز اسی کی مملوک ہے پھر حقیقی معنی میں اس کو قرض کیسے کہہ سکتے ہیں۔ یہ اس کا کمال کرم و احسان ہے کہ اس خرچ کا بہترین معاوضہ دینا بھی اپنے ذمہ لازم کر لیا اور اس کو لفظ قرض سے ادا کر کے اس لزوم کو بعید مؤکد مشکل کر دیا۔ مگر یہودیوں کو بدبختی اور خبث باطن سے احسان ماننے کے بجائے ان لفظوں کی ہنسی اڑانے لگے اور اللہ تعالیٰ کی جناب رفیع میں معترض ہونے سے باز نہ آئے، اس کو فرمایا کہ اللہ نے تمہاری یہ باتیں سن لیں۔ اس پر جو کارروائی ہو گی اس کے منتظر رہو۔

یعنی عام ضابطہ کے موافق یہ ملعون اور ناپاک اقوال تمہارے دفتر سیئات میں درج کر دیئے گئے ہیں۔ جہاں تمہاری قوم کے دوسرے ملعون اور ناپاک افعال درج ہیں۔ مثلاً معصوم نبیوں کا ناحق خون بہانا کیونکہ جس طرح یہ لالائق جملہ ایک نمونہ ہے تمہاری خدا شناسی کا، وہ نالائق کام نمونہ ہے تمہاری تعظیم انبیاء کا، جب یہ پوری مسل پیش ہو گی اس وقت کہا جائے گا کہ لو اپنی شرارتوں کا مزہ چکھو اور جس طرح تم نے طعن و تمسخر سے اولیاء اللہ کے دل جلائے تھے اب عذاب الٰہی کی آگ میں جلتے رہو۔

یعنی جو کیا یا تھا سامنے آیا۔ خدا کے یہاں ذرہ برابر ظلم نہیں۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ (نساء رکوع ۶) اگر بفرض محال ظلم کرنا خدا کی صفت ہوتی تو اس کی دوسری صفات کی طرح وہ بھی کامل ہی ہوتی اس لئے اگر معاذ اللہ خدا کو ظالم فرض کیا جائے تو پھر "ظالم" کیا "ظلام" ہی کہنا پڑے گا۔ اس کا ایک رتی ظلم بھی پہاڑوں سے کم نہیں ہو سکتا گویا "ظلام" کا صیغہ لا کر متنبہ کر دیا کہ اس کی بارگاہ میں ادنیٰ سے ادنیٰ ظلم تجویز کرنا انتہائی ظالم قرار دینے کے مترادف ہے (تعالى الله عما يقول الظالمون علوا كبيرا)

آگ والی قربانی کا مطالبہ پہلے رسولوں سے یہ معجزہ ظاہر ہوا تھا کہ قربانی یا کوئی چیز اللہ کی نیاز کی تو آسمان سے آگ کر اس کو کھا گئی، یہ علامت تھی اس کے قبول ہونے کی، چنانچہ موجودہ "بائبل" میں بھی حضرت سلیمان علیہ السلام کے متعلق ایسا واقعہ مذکور ہے۔ اب یہود بہانہ بکڑتے تھے کہ ہم کو یہ حکم ہے کہ جس سے یہ معجزہ نہ دیکھیں اس پر یقین نہ لاویں اور یہ محض جھوٹے بہانے تھے۔ اس قسم کا کوئی حکم ان کی کتابوں میں موجود نہ تھا نہ آج موجود ہے اور نہ ہر ایک نبی کی نسبت یہ ثابت کیا جا سکتا ہے کہ اس کو یہ معجزہ ملا تھا۔ ہر پیغمبر کو حق تعالیٰ نے اوقات و احوال کے مناسب معجزات دیئے ہیں۔ لازم نہیں کہ ہر نبی ایک ہی معجزہ دکھلائے تو سچا ثابت ہو۔

قَدْ جَآءَكُمْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِىْ بِالْبَيِّنٰتِ وَبِالَّذِىْ

تم میں آچکے کتنے رسول مجھ سے پہلے نشانیاں لے کر اور یہ بھی

قُلْتُمْ فَلِمَ قَتَلْتُمُوْهُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۸۳﴾

جو تم نے کہا پھر ان کو کیوں قتل کیا تم نے اگر تم سچے ہو

فَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقَدْ كُذِّبَ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ جَآءُوْ

پھر اگر تجھ کو جھٹلادیں تو پہلے تجھ سے جھٹلائے گئے بہت رسول جو لائے

بِالْبَيِّنٰتِ وَالزُّبُرِ وَالْكِتٰبِ الْمُنِيْرِ ﴿۱۸۴﴾ كُلُّ نَفْسٍ

نشانیاں اور صحیفے اور کتاب روشن ہر جی کو

ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ؕ وَاِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ

چکھنی ہے موت اور تم کو پورے بدلے ملیں گے قیامت کے دن

فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ ؕ

پھر جو کوئی دور کیا گیا دوزخ سے اور داخل کیا گیا جنت میں اس کا کام تو بن گیا

وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ﴿۱۸۵﴾ لَتُبْلَوُنَّ

اور نہیں زندگانی دنیا کی مگر پونجی دھوکے کی البتہ تمہاری آزمائش ہوگی

فِىْٓ اَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ ۫ وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِيْنَ

مالوں میں اور جانوں میں اور البتہ سنو گے تم

اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَمِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْٓا

اگلی کتاب والوں سے اور مشرکوں سے

یعنی اگر واقعی اپنے دعوے میں سچے ہو اور اسی خاص معجزہ کے دکھلانے پر تمہارا ایمان لانا موقوف ہے تو پہلے ایسے نبیوں کو تم نے کیوں قتل کیا جو اپنی صداقت کی کھلی نشانیوں کے ساتھ خاص یہ معجزہ بھی لیکر آئے تھے۔ تمہارے اسلاف کا یہ فعل جس پر تم بھی آج تک راضی ہو کیا اس کی دلیل نہیں کہ یہ سب تمہاری حیلہ سازی اور ہٹ دھرمی ہے کہ کوئی پیغمبر جب تک خاص یہی معجزہ نہ دکھلائے گا ہم نہ مانیں گے۔

آنحضرت ﷺ کو تسلی آپ کو تسلی دی جاتی ہے کہ ان ملعونوں کی کج بحثی اور ہٹ دھرمی سے ملول و دلگیر نہ ہوں اور نہ دوسرے مکذبین کی پروا کریں۔ آپ سے پہلے کتنے رسول جھٹلائے جا چکے ہیں جو صاف نشانیاں (معجزات) چھوٹے صحیفے اور بڑی روشن کتابیں لیکر آئے تھے۔ انبیائے صادقین کی تکذیب معاندین کی قدیم عادت رہی ہے۔ آپ کو کوئی نئی بات پیش نہیں آئی۔

یعنی موت کا مزہ سب کو چکھنا ہے۔ اس کے بعد قیامت کے دن ہر جھوٹے سچے اور مصدق و مکذب کو اپنے اپنے کئے کا پورا بدلہ مل رہے گا "پورے" کا یہ مطلب کہ کچھ تھوڑا سا ممکن ہے قیامت سے پہلے ہی مل جائے مثلاً دنیا میں یا قبر میں۔

دنیا کی ٹیپ ٹاپ دھوکا ہے یعنی دنیا کی عارضی بہار اور ظاہری ٹیپ ٹاپ بہت دھوکہ میں ڈالنے والی چیز ہے جس پر مفتون ہو کر اکثر بے وقوف آخرت سے غافل ہو جاتے ہیں۔ حالانکہ انسان کی اصلی کامیابی یہ ہے کہ یہاں رہ کر انجام کو سوچے اور وہ کام کرے جو عذاب الٰہی سے بچانے والا اور جنت تک پہنچانے والا ہو۔ (تنبیہ) آیت میں ان بعض متصوفین کا بھی رد ہو گیا جو دعوے کیا کرتے ہیں کہ ہمیں نہ جنت کی طلب نہ دوزخ کا ڈر۔ معلوم ہوا کہ دوزخ سے دور رہنا اور جنت میں داخل ہو جانا ہی اصل کامیابی ہے۔ کوئی اعلیٰ ترین کامیابی جنت سے باہر رہ کر نصیب نہیں ہو سکتی۔ وفی الحدیث حولھا ندندن اللہ تعالیٰ اپنے فضل و رحمت سے ہم کو بھی یہ کامیابی عنایت فرمائے۔

أَذًى كَثِيرًا ۚ وَإِن تَصْبِرُوا وَتَتَّقُوا فَإِنَّ ذَٰلِكَ

بد گوئی بہت اور اگر تم صبر کرو اور پرہیزگاری کرو تو یہ

مِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ ﴿١٨٦﴾ وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ

ہمت کے کام ہیں ◆ اور جب اللہ نے عہد لیا

الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ لَتُبَيِّنُنَّهُ لِلنَّاسِ وَلَا

کتاب والوں سے کہ اس کو بیان کرو گے لوگوں سے اور نہ

تَكْتُمُونَهُ فَنَبَذُوهُ وَرَاءَ ظُهُورِهِمْ وَاشْتَرَوْا بِهِ

چھپاؤ گے پھر پھینک دیا انہوں نے وہ عہد اپنی پیٹھ کے پیچھے اور خرید کیا اس کے بدلے

ثَمَنًا قَلِيلًا ۖ فَبِئْسَ مَا يَشْتَرُونَ ﴿١٨٧﴾ لَا تَحْسَبَنَّ

تھوڑا سا مول سو کیا برا ہے جو خریدتے ہیں ◆ تو نہ سمجھ

الَّذِينَ يَفْرَحُونَ بِمَا أَتَوا وَّيُحِبُّونَ أَن يُحْمَدُوا

کہ جو لوگ خوش ہوتے ہیں اپنے کیے پر اور تعریف چاہتے ہیں

بِمَا لَمْ يَفْعَلُوا فَلَا تَحْسَبَنَّهُم بِمَفَازَةٍ مِّنَ الْعَذَابِ ۖ

بن کیے پر سو مت سمجھ ان کو کہ چھوٹ گئے عذاب سے

وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿١٨٨﴾ وَلِلَّهِ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَ

اور ان کے لیے عذاب ہے دردناک ◆ اور اللہ ہی کے لیے ہے سلطنت آسمان اور

الْأَرْضِ ۗ وَاللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿١٨٩﴾ إِنَّ فِي

زمین کی اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے ◆ بیشک آسمان

◆ **جان و مال سے مسلمانوں کی آزمائش** یہ خطاب مسلمانوں کو ہے کہ آئندہ بھی جان و مال میں تمہاری آزمائش ہوگی اور ہر قسم کی قربانیاں کرنی پڑیں گی۔ قتل کیا جانا، زخمی ہونا، قید و بند کی تکلیف اٹھانا، بیمار پڑنا، اموال کا تلف ہونا، اقارب کا چھوٹنا اس طرح کی سختیاں پیش آئیں گی۔ نیز اہل کتاب اور مشرکین کی زبانوں سے بہت بدگوئی اور دل آزار باتیں سننا پڑیں گی۔ ان سب کا علاج صبر و تقویٰ ہے۔ اگر صبر و استقلال اور پرہیزگاری سے ان سختیوں کا مقابلہ کرو گے تو یہ بڑی ہمت اور اولوالعزمی کا کام ہوگا جس کی تاکید حق تعالیٰ نے فرمائی ہے۔ (تنبیہ) بخاری کی ایک حدیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ آیت بدر سے پہلے نازل ہوئی، قتال کا حکم اس کے بعد ہوا۔ تاہم صبر و تقویٰ کا حکم مشروعیت قتال کے باوجود بھی فی الجملہ باقی ہے جس پر آخر تک عمل ہوتا رہا ہے۔ ہاں عفو و تحمل یا تشدید کے مواقع کا پہچاننا ضروری ہے جو نصوص شرعیہ سے معلوم ہو سکتے ہیں۔ اس آیت کو یہاں رکھنے سے شاید یہ غرض ہے کہ تم ان کفار و منافقین کی سخت سخت باتوں اور شرارتوں پر صبر سے زیادہ مشتعل مت ہونا، ابھی بہت کچھ سننا پڑے گا۔ تکلیفیں اٹھانی پڑیں گی۔ صبر و استقلال سے ان کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار رہو۔ نیز دنیا کی زندگانی میں پڑ کر جو فتنہ والی چیز ہے اس بات سے غافل نہ ہونا کہ خدا تعالیٰ جان اور مال دونوں میں تمہاری آزمائش کرنے والا ہے۔

◆ **اہل کتاب نے اللہ کا عہد توڑا ہے** یعنی علمائے اہل کتاب سے عہد لیا گیا تھا کہ جو احکام و بشارات کتاب اللہ میں ہیں انہیں صاف صاف لوگوں کے سامنے بیان کریں گے اور کوئی بات نہیں چھپائیں گے نہ ہیر پھیر کر کے اس کے معنی بدلیں گے۔ مگر انہوں نے ذرہ برابر پروا نہ کی اور دنیا کے تھوڑے سے ثمن کی خاطر سب عہد و پیمان توڑ کر احکام شریعت بدل ڈالے۔ آیات اللہ میں لفظی و معنوی تحریفات کیں۔ جس چیز کا ظاہر کرنا سب سے زیادہ ضروری تھا یعنی پیغمبر آخر الزمان کی بشارت، اسی کو سب سے زیادہ چھپایا۔ جس قدر مال خرچ کرنے میں بخل کرتے اس سے بڑھ کر علم خرچ کرنے میں کنجوسی دکھائی۔ اور اس کنجوسی کا منشا بھی مال و جاہ اور متاع دنیا کی محبت کے سوا کچھ نہ تھا۔ یہاں ضمناً مسلمانوں کو متنبہ فرما دیا کہ تم دنیا کی محبت میں پھنس کر ایسا نہ کرنا۔

◆ یہود مسئلے غلط بتاتے، رشوتیں کھاتے اور پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صفات و بشارات جان بوجھ کر چھپاتے تھے، پھر خوش ہوتے کہ ہماری چالاکیوں کو کوئی پکڑ نہیں سکتا اور امید رکھتے کہ لوگ ہماری تعریف کریں کہ بڑے عالم اور دیندار حق پرست ہیں۔ دوسری طرف منافقین کا حال بھی ان کے مشابہ تھا۔ جب جہاد کا موقع آتا گھر میں چھپ کر بیٹھ رہتے اور اپنی حرکت پر خوش ہوتے کہ دیکھو کیسے جان بچائی۔ جب حضور جہاد سے واپس تشریف لاتے تو غیر حاضری کے جھوٹے عذر پیش کر کے چاہتے کہ آپ سے اپنی تعریف کرائیں۔ ان سب کو بتلا دیا گیا کہ یہ باتیں دنیا و آخرت میں خدا کے عذاب سے چھڑا نہیں سکتیں۔ اول تو ایسے لوگ دنیا ہی میں فضیحت ہوتے ہیں اور کسی وجہ سے یہاں بچ گئے تو وہاں کی کسی تدبیر سے نہیں چھوٹ سکتے۔ تنبیہ: آیت میں گو تذکرہ یہود یا منافقین کا ہے لیکن مسلمانوں کو بھی سنانا ہے کہ برا کام کر کے خوش نہ ہوں، بھلا کر کے اترائیں نہیں اور جو اچھا کام کیا نہیں اس پر تعریف کے امیدوار نہ ہوں بلکہ کرنے کے بعد بھی مدح سرائی کی ہوس نہ رکھیں۔

◆ جب آسمان و زمین میں اسی کی سلطنت ہے تو مجرم بھاگ کر پناہ کہاں لے سکتا ہے اور جو ہر چیز پر قادر ہے اس کے نفوذ و اقتدار سے کون باہر ہو سکتا ہے۔

خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ

اور زمین کی پیدائش — اور رات اور دن کے آنے جانے میں

لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ ۝ الَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ

البتہ نشانیاں ہیں — عقل والوں کو ◆ — جو یاد کرتے ہیں

اللّٰهَ قِيٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُوْنَ

اللہ کو — کھڑے — اور بیٹھے — اور کروٹوں پر لیٹے ◆ — اور غور کرتے ہیں

فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ

آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں — اے رب ہمارے تو نے یہ عبث نہیں بنایا

هٰذَا بَاطِلًا ۚ سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝

تو پاک ہے سب عیبوں سے — ہم کو بچا دوزخ کے عذاب سے ◆

رَبَّنَآ اِنَّكَ مَنْ تُدْخِلِ النَّارَ فَقَدْ اَخْزَيْتَهٗ ۭ وَمَا

اے رب ہمارے — جس کو تو نے دوزخ میں ڈالا سو اس کو رسوا کر دیا ◆ — اور نہیں

لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ۝ رَبَّنَآ اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا

ظالموں کا کوئی مددگار ◆ — اے رب ہمارے — ہم نے سنا کہ ایک پکارنے والا

يُّنَادِيْ لِلْاِيْمَانِ اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّكُمْ فَاٰمَنَّا ڰ رَبَّنَا

پکارتا ہے ایمان لانے کو — کہ ایمان لاؤ اپنے رب پر ◆ — سو ہم ایمان لے آئے ◆ — اے رب ہمارے

فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَكَفِّرْ عَنَّا سَيِّاٰتِنَا وَتَوَفَّنَا

اب بخش دے ہمارے گناہ — اور دور کر دے ہم سے برائیاں ہماری — اور موت دے ہم کو

مَعَ الْاَبْرَارِ ﴿١٩٣﴾ رَبَّنَا وَاٰتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰى رُسُلِكَ

نیک لوگوں کے ساتھ ◆ اے رب ہمارے اور دے ہم کو جو وعدہ کیا تو نے ہم سے اپنے رسولوں کے ذریعہ

وَلَا تُخْزِنَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ﴿١٩٤﴾

اور نہ رسوا کر ہم کو قیامت کے دن ◆ بیشک تو نہیں خلاف کرتا وعدہ ◆

فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ اَنِّىْ لَآ اُضِيْعُ عَمَلَ

پھر قبول کی ان کی ان کے رب نے کہ میں ضائع نہیں کرتا محنت

عَامِلٍ مِّنْكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى ۚ بَعْضُكُمْ مِّنْۢ

محنت کرنے والے کی تم میں سے مرد ہو یا عورت تم آپس میں

بَعْضٍ ۚ فَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَاُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ

ایک ہو ◆ پھر وہ لوگ کہ ہجرت کی انہوں نے اور نکالے گئے اپنے گھروں سے

وَاُوْذُوْا فِىْ سَبِيْلِىْ وَقٰتَلُوْا وَقُتِلُوْا لَاُكَفِّرَنَّ

اور ستائے گئے میری راہ میں اور لڑے اور مارے گئے البتہ دور کروں گا

عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَلَاُدْخِلَنَّهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِىْ مِنْ

میں ان سے برائیاں ان کی اور داخل کروں گا ان کو باغوں میں جن کے نیچے

تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۚ ثَوَابًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ

بہتی ہیں نہریں ◆ یہ بدلہ ہے اللہ کے ہاں سے اور اللہ کے پاس ہے

حُسْنُ الثَّوَابِ ﴿١٩٥﴾ لَا يَغُرَّنَّكَ تَقَلُّبُ الَّذِيْنَ

اچھا بدلہ ◆ تجھ کو دھوکا نہ دے چلنا پھرنا

◆ یعنی ہمارے بڑے بڑے گناہ بخش دے اور چھوٹی موٹی برائیوں پر پردہ ڈال دے اور جب اٹھائے تو نیک بندوں کے زمرہ میں شامل کر کے دنیا سے اٹھائے۔

◆ یعنی پیغمبروں کی زبانی جن کی تصدیق کرنے پر جو وعدے آپ نے کئے ہیں (مثلاً دنیا میں آخرکار اعداء اللہ پر غالب و منصور کرنا اور آخرت میں جنت و رضوان سے سرفراز فرمانا) ان سے ہم کو اس طرح بہرہ اندوز کیجئے کہ قیامت کے دن ہماری کسی قسم کی ادنیٰ رسوائی بھی نہ ہو۔

◆ یعنی آپ کے ہاں تو وعدہ خلافی کا احتمال نہیں، ہم میں احتمال ہے کہ معاذ اللہ کسی غلطی یا بدبختی سے آپ کے وعدوں سے مستفید نہ ہو سکیں۔ اس لئے درخواست ہے کہ ہم کو ان اعمال پر مستقیم، ثابت قدم رکھئے اور توفیق دیجئے جن پر آپ کے وعدوں سے متمتع ہونے کے لئے ضرورت ہے۔

◆ **کسی کا عمل ضائع نہیں ہوتا** یعنی مرد ہو یا عورت ہمارے ہاں کسی کی محنت ضائع نہیں جاتی۔ جو کام کرے گا اس کا پھل پائے گا، دونوں ایک ہی شجرہ کے ہیں۔ نیک عمل کر کے ایک عورت بھی اپنی استعداد کے موافق آخرت کے وہ درجات حاصل کر سکتی ہے جو مرد حاصل کر سکتے ہیں۔ جب تم مرد و عورت ایک نوع انسانی کے افراد ہو ایک آدم سے پیدا ہوئے ہو ایک رشتۂ اسلامی میں منسلک ہو ایک اجتماعی زندگی اور امور معاشرت میں شریک رہتے ہو تو اعمال اور ان کے ثمرات میں بھی اپنے کو ایک ہی سمجھو۔ روایات میں ہے کہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا تھا یا رسول اللہ ﷺ! قرآن میں کہیں ہم عورتوں کی ہجرت وغیرہ اعمال حسنہ کا تخصیص سے ذکر نہیں آتا۔ اس کا جواب اس آیت میں دیا گیا۔

◆ یعنی جب کسی عمل کرنے والے کا چھوٹا سا عمل بھی ضائع نہیں ہوتا تو پھر ان مردان خدا کا تو پوچھنا ہی کیا ہے جنہوں نے کفر و عصیان چھوڑنے کے ساتھ دارالکفر بھی چھوڑ دیا۔ وطن خویش و اقارب و اہل و عیال اور مال و منال سب کو خیرباد کہہ کر دارالاسلام کی طرف نکل کھڑے ہوئے۔ کفار نے ان پر وہ ظلم و ستم توڑے کہ گھروں میں ٹھہرنا محال ہو گیا۔ وطن چھوڑنے اور گھربار ترک کرنے پر بھی دشمنوں نے پیچھا نہ لیا۔ طرح طرح کی ایذائیں پہنچاتے رہے اور یہ سب کچھ اس لئے ہوا کہ وہ میرا نام لیتے تھے اور میرا کلمہ پڑھتے تھے۔ یُخْرِجُوْنَ الرَّسُوْلَ وَاِیَّاکُمْ اَنْ تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ رَبِّکُمْ (ممتحنہ رکوع ۱) وَمَا نَقَمُوْا مِنْهُمْ اِلَّآ اَنْ یُّؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ الْعَزِیْزِ الْحَمِیْدِ (بروج رکوع ۱) آخر وہ میرے راستہ میں لڑے اور لڑ کر جانیں دے دیں۔ یہ بندے ہیں جن کی تمام تقصیرات معاف کر دی گئیں اور جنت ان کا انتظار کر رہی ہے۔

◆ یعنی اچھا بدلہ تو خدا ہی کے پاس ہے اور کہیں سے نہیں مل سکتا۔ یا یہ مطلب ہو کہ اس بدلہ سے بھی اچھا بدلہ خدا کے پاس ہے یعنی اس کا دیدار مبارک۔ رزقنا اللہ وسائر المؤمنین۔

كَفَرُوْا فِي الْبِلَادِ ﴿۱۹۶﴾ مَتَاعٌ قَلِيْلٌ ثُمَّ مَاْوٰىهُمْ

کافروں کا | شہروں میں | یہ فائدہ ہے تھوڑا سا | پھر ان کا ٹھکانا

جَهَنَّمُ ۚ وَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴿۱۹۷﴾ لٰكِنِ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ

دوزخ ہے | اور وہ بہت برا ٹھکانا ہے ◆ | لیکن جو لوگ ڈرتے رہے | اپنے رب سے

لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ

ان کے لیے باغ ہیں | جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں | ہمیشہ رہیں گے

فِيْهَا نُزُلًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۗ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ

ان میں ◆ | مہمانی ہے اللہ کے ہاں سے ◆ | اور جو اللہ کے ہاں ہے | سو بہتر ہے

لِّلْاَبْرَارِ ﴿۱۹۸﴾ وَاِنَّ مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَمَنْ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ

نیک بختوں کے واسطے | اور کتاب والوں میں بعضے وہ بھی ہیں | جو ایمان لاتے ہیں | اللہ پر

وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ خٰشِعِيْنَ لِلّٰهِ ۙ

اور جو اترا تمہاری طرف | اور جو اترا ان کی طرف | عاجزی کرتے ہیں اللہ کے آگے

لَا يَشْتَرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۗ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ

نہیں خریدتے | اللہ کی آیتوں پر | مول تھوڑا | یہی ہیں جن کے لیے

اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۗ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿۱۹۹﴾

مزدوری ہے | ان کی ان کے رب کے پاس ◆ | بے شک اللہ جلد لیتا ہے حساب ◆

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا ۗ

اے ایمان والو | صبر کرو | اور مقابلہ میں مضبوط رہو | اور لگے رہو

◆ **کفار کی موجودہ حالت سے دھوکا نہ کھاؤ** یعنی کفار جو ادھر ادھر تجارت وغیرہ کر کے دولت کماتے اور اکڑتے پھرتے ہیں، مسلمان کو چاہئے کہ ان سے دھوکہ نہ کھائے۔ یہ محض چند روز کی بہار ہے۔ اگر ایک شخص کو چار دن پلاؤ قورمے کھلانے کے بعد پھانسی یا حبس دوام کی سزا دی جائے تو وہ کیا خوش عیش ہوا۔ خوش عیش وہ ہے جو تھوڑی سی محنت اور تکلیف اٹھا کر ہمیشہ کے لئے اعلیٰ درجہ کی راحت و آسائش کا سامان مہیا کر لے۔

◆ اب اس عیش و کامیابی کا اس چند روزہ بہار سے مقابلہ کرو کہ یہ بہتر ہے یا وہ؟

◆ مہمان اس لئے کہا کہ مہمان کو اپنے کھانے پینے کی کچھ فکر کرنی نہیں پڑتی۔ عزت اور آرام سے بیٹھے بٹھائے ہر چیز تیار ملتی ہے۔

◆ **اہل کتاب کے متقین کا تذکرہ** اوپر عام متقین کا حال بیان ہوا تھا۔ اب اہل کتاب میں جو متقی ہوں ان کا خصوصیت سے ذکر فرماتے ہیں۔ یعنی اہل کتاب اللہ پر ٹھیک ٹھیک ایمان لائے، قرآن کو مانا اور چونکہ قرآن تورات و انجیل کی تصدیق کرتا ہے ان کو بھی مانا مگر اس طرح نہیں، جیسے دنیا پرست احبار مانتے تھے کہ تھوڑے سے دنیوی فائدہ کی خاطر آیات الٰہی کو چھپا لیا یا بدل ڈالا بلکہ خدا کے آگے عاجزی اور اخلاص سے گرے اور جس طرح اس نے کتابیں اتاری تھیں ٹھیک ٹھیک اسی اصلی رنگ میں ان کو تسلیم کیا۔ نہ بشارات کو چھپایا نہ احکام کو بدلا۔ ایسے پاکباز حق پرست اہل کتاب کے لئے اللہ کے ہاں مخصوص اجر ہے۔ چنانچہ قرآن و حدیث کی تصریحات سے ثابت ہے کہ ایسے اہل کتاب کو دوہرا اجر ملے گا۔

◆ یعنی حساب کا دن کچھ دور نہیں، جلد آنے والا ہے اور جب حساب شروع ہو گا تمام دنیا کا پائی پائی حساب بہت جلد بے باق کر دیا جائے گا۔

وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۲۰۰﴾

اور اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ تم اپنی مراد کو پہنچو ﴿۱﴾

آیاتہا ۱۷٦ (۴) سُوْرَةُ النِّسَآءِ مَدَنِيَّةٌ (۹۲) رکوعاتہا ۲۴

مدینہ میں نازل ہوئی اور اس میں ایک سو چھہتر آیتیں اور چوبیس رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ

اے لوگو ڈرتے رہو اپنے رب سے جس نے پیدا کیا تم کو

نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا

ایک جان سے اور اسی سے پیدا کیا اس کا جوڑا اور پھیلائے ان دونوں سے

رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَآءً ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَآءَلُوْنَ

بہت مرد اور عورتیں ﴿۲﴾ اور ڈرتے رہو اس اللہ سے جس کے واسطے سے سوال کرتے ہو آپس میں

بِهٖ وَالْاَرْحَامَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا ﴿۱﴾

اور خبردار رہو قرابت والوں سے ﴿۳﴾ بے شک اللہ تم پر نگہبان ہے ﴿۴﴾

وَاٰتُوا الْيَتٰمٰٓى اَمْوَالَهُمْ وَلَا تَتَبَدَّلُوا الْخَبِيْثَ

اور دے ڈالو یتیموں کو ان کا مال اور بدل نہ لو برے مال کو

بِالطَّيِّبِ ۠ وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَهُمْ اِلٰٓى اَمْوَالِكُمْ ۭ

اچھے مال سے اور نہ کھاؤ ان کے مال اپنے مالوں کے ساتھ

إِنَّهُ كَانَ حُوبًا كَبِيرًا ۝ وَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تُقْسِطُوا

بے شک یہ بڑا وبال ہے ◆ اور اگر ڈرو کہ انصاف نہ کر سکو گے

فِي الْيَتٰمٰى فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى

یتیم لڑکیوں کے حق میں تو نکاح کرلو جو عورتیں تم کو خوش آویں دو دو

وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ ۚ فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُوا فَوَاحِدَةً

تین تین چار چار ◆ پھر اگر ڈرو کہ ان میں انصاف نہ کر سکو گے تو ایک ہی نکاح کرو

أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ ۚ ذٰلِكَ أَدْنٰٓى أَلَّا تَعُولُوا ۝

یا لونڈی جو اپنا مال ہے ◆ اس میں امید ہے کہ ایک طرف نہ جھک پڑو گے ◆

وَآتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً ۚ فَإِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ

اور دے ڈالو عورتوں کو مہر ان کے خوشی سے ◆ پھر اگر وہ اس میں سے کچھ

شَيْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا فَكُلُوهُ هَنِيٓـًٔا مَّرِيٓـًٔا ۝ وَلَا تُؤْتُوا

چھوڑ دیں تم کو اپنی خوشی سے تو اس کو کھاؤ رچتا پچتا ◆ اور مت پکڑا دو

السُّفَهَآءَ أَمْوَالَكُمُ الَّتِي جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ قِيٰمًا

بے عقلوں کو اپنے وہ مال جن کو بنایا ہے اللہ نے تمہارے گزران کا سبب

◆ **یتیموں کے مال کی حفاظت کے احکام** یعنی یتیم بچے جن کا باپ مر گیا ہو ان کے متعلق ان کے ولی اور سرپرست کو یہ حکم ہے کہ جب وہ بالغ ہو جائیں تو ان کا مال ان کے سپرد کر دے اور زمانہ تولیت میں یتیموں کی کسی اچھی چیز کو لیکر اس کے معاوضہ میں بری اور گھٹیا چیز ان کے مال میں شامل نہ کرے اور ان کے مال کو اپنے مال کے ساتھ ملا کر نہ کھاوے مثلاً ولی کو اجازت ہے کہ اپنا اور یتیم کا کھانا مشترک اور شامل رکھے مگر یہ ضرور ہے کہ یتیم کا نقصان نہ ہونے پاوے یہ نہ ہو کہ اس شرکت کے بہانے سے یتیم کا مال کھا جاوے اور اپنا نفع کرلے کیونکہ یتیم کا مال کھانا سخت گناہ ہے۔ احکام متعلقہ ازدواج سے یتیموں کے حکم کو شاید اس لئے مقدم بیان فرمایا کہ یتیم اپنی بے سروسامانی اور مجبوری اور بیچارگی اور بے کسی کے باعث رعایت و حفاظت اور شفقت کا نہایت محتاج ہے اور اسی اہتمام کی وجہ سے تبدیل اور شرکت کے نقصان کی بھی کھول کر ممانعت فرما دی اور آگے متعدد آیات میں بھی یتیموں کے متعلق چند احکام

ارشاد ہوئے جس سے اجمالاً مذکورہ ظاہر ہو یا معلوم ہوتا ہے اور یہ تمام احکام اور تاکیدات یتیموں کے حق میں ہیں۔ البتہ وہ یتیم وہ قرابت دار ہیں ان کے بارہ میں تاکید میں زیادہ وضاحت ہوئی اور یہی شان نزول اور سبب بیان آیت ہیں اور عادت عرف کے بھی موافق ہیں کیونکہ یتیم بچہ کا ولی اکثر اس کا کوئی قریبی ہوتا ہے۔

◆ احادیث صحیحہ میں منقول ہے کہ یتیم لڑکیاں جو اپنے ولی کی تربیت میں ہوتی تھیں اور وہ لڑکی اس ولی کے مال اور باغ میں بوجہ قرابت باہم شریک ہوتی تو اب دو صورتیں پیش آتیں کبھی تو یہ ہوتا کہ وہ لڑکی اس کا جمال اور مال دونوں مرغوب ہوتے تو وہ ولی اس سے تھوڑے سے مہر پر نکاح کر لیتا کیونکہ دوسرا شخص اس لڑکی کا حق مانگنے والا تو کوئی ہے ہی نہیں اور کبھی یہ ہوتا کہ یتیم لڑکی کی صورت تو مرغوب نہ ہوتی مگر ولی یہ خیال کرتا کہ دوسرے سے نکاح کر دوں گا تو لڑکی کا مال میرے قبضہ سے نکل جائے گا اور میرے مال میں دوسرا شریک ہو جائے گا اس مصلحت سے نکاح تو خود ہی کر لیتا مگر مقصود سے کچھ رغبت نہ رکھتا۔

چار شادیوں کی اجازت | اس پر یہ آیت اتری اور اولیاء کو ارشاد ہوا کہ اگر تم کو اس بات کا ڈر ہے کہ تم یتیم لڑکیوں کی بابت انصاف نہ کر سکو گے اور ان کے مہر اور ان کے ساتھ حسن معاشرت میں تم سے کوتاہی ہوگی تو تم ان سے نکاح مت کرو بلکہ اور عورتیں جو تم کو مرغوب ہوں ان سے ایک چھوڑ چار تک کی تم کو اجازت ہے بقاعدہ شریعت کے موافق ان سے نکاح کر لو تا کہ یتیم لڑکیوں کو بھی نقصان نہ پہنچے کیونکہ تم ان کے حقوق کے مالک رہو گے اور تم بھی کسی خرابی اور گناہ میں نہ پڑو۔ یہ جاننا چاہئے کہ مسلمان آزاد کیلئے زیادہ سے زیادہ چار نکاح تک اور غلام کیلئے دو تک کی اجازت ہے اور حدیثوں میں بھی اس کی تصریح ہے اور اسی پر امت کا بھی اسی پر اجماع ہے اور تمام امت کیلئے یہی حکم ہے صرف رسول اللہ ﷺ کی خصوصیت اور آپ کا اختیار ہے کہ اس سے زائد کی اجازت ہے۔ فائدہ: یتیم لڑکیوں کے نکاح کی تیسری صورت یہ بھی حدیث میں ہے کہ جس یتیم لڑکی کی طرف صورت اور مال دونوں سے رغبت نہ ہوتی تھی اس کا نکاح نہ ولی دوسری جگہ کر دیتا تھا مگر ظاہر ہے کہ اس آیت کو اس صورت سے تعلق نہیں۔

◆ **ایک سے زائد نکاح کیلئے انصاف کی شرط** | یعنی اگر تم کو اس کا ڈر ہو کہ کئی عورتوں میں انصاف اور مساوات کے متعلق معاملہ نہ ہو سکے گا تو پھر ایک ہی نکاح پر قناعت کرو یا صرف لونڈیوں پر ایک ہو یا زیادہ بس کرو یا ایک منکوحہ کے ساتھ ایک یا چند لونڈیوں کو جمع کر لو۔

◆ یعنی صرف ایک عورت سے نکاح کرنے میں یا فقط اپنی لونڈی یا اپنی لونڈیوں پر قناعت کرنے میں یا ایک نکاح کے ساتھ ایک لونڈی یا چند لونڈیوں کو جمع کرنے میں اس بات کی توقع ہے کہ تم بے انصافی اور خلاف عدل سے محفوظ رہو کیونکہ نہ ہوں گے زیادہ حقوق ہیں اور اپنی لونڈی لونڈی کے لئے نہ کوئی ان میں عدل نہ ہونے سے تم پر مواخذہ ہو ان کے لئے مہر ہے نہ معاشرت کے لئے کوئی حد مقرر ہے۔ فائدہ: جتنی کی عورتیں ہوں تو اس پر واجب ہے کہ کھانے پینے اور پہننے دینے میں سب کو برابر رکھے اور رات کو ان کے پاس رہنے میں باری برابر باندھے اگر برابری نہ کرے گا تو قیامت کو وہ مفلوج ہوگا ایک کروٹ گھسٹتا ہوا چلے گا اور کسی کے نکاح میں ایک حرہ اور ایک لونڈی ہو تو لونڈی کو حرہ سے نصف باری ملے گی اور جو لونڈی اپنی ملک میں ہو اس کا باری میں کوئی حق مقرر نہیں مالک کی خوشی پر ہے۔

◆ **مہر کی ادائیگی کا حکم** | یعنی جن عورتوں سے نکاح کرو ان کے مہر خوشدلی اور رغبت کے ساتھ خود ادا کر دو ان کا کوئی مانگنے والا اور تم سے تقاضا کر کے وصول کرنے والا ہو یا نہ ہو۔ ایسا کرو تو پھر یتیم لڑکیوں سے نکاح کرنے میں کوئی حرج ہی نہیں حرج تو جب ہے کہ مہر دینے میں یا ان کے کسی حق کے ادا کرنے میں برائی ہو۔

◆ یعنی اگر عورت اپنی خوشی سے مہر میں سے کوئی مقدار زوج کو معاف کر دے یا لیکر پھر زوج کو ہبہ کرے تو اس میں کچھ حرج نہیں۔ زوج اس کو خوشی سے کھالے جو کھانا لذیذ ہو اور طبیعت اس کو رغبت کے ساتھ قبول کرے اس کو ہنی کہتے ہیں اور جو کھانا ہضم ہو کر خوب جزو بدن اور موجب صحت و قوت ہو وہ مری ہے۔

وَّارْزُقُوْهُمْ فِيْهَا وَاكْسُوْهُمْ وَقُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ۝٥ وَابْتَلُوا الْيَتٰمٰى حَتّٰٓى اِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ ۚ فَاِنْ اٰنَسْتُمْ مِّنْهُمْ رُشْدًا فَادْفَعُوْٓا اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ ۚ وَلَا تَاْكُلُوْهَآ اِسْرَافًا وَّبِدَارًا اَنْ يَّكْبَرُوْا ۭ وَمَنْ كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ ۚ وَمَنْ كَانَ فَقِيْرًا فَلْيَاْكُلْ بِالْمَعْرُوْفِ ۭ فَاِذَا دَفَعْتُمْ اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ فَاَشْهِدُوْا عَلَيْهِمْ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ حَسِيْبًا ۝٦ لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ ۠ وَلِلنِّسَاۗءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ

مِمَّا قَلَّ مِنْهُ أَوْ كَثُرَ ۚ نَصِيبًا مَّفْرُوضًا ﴿٧﴾ وَإِذَا

تھوڑا ہو — یا بہت ہو — حصہ مقرر کیا ہوا ہے ♦ — اور جب

حَضَرَ الْقِسْمَةَ أُولُوا الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينُ

حاضر ہوں تقسیم کے وقت — رشتہ دار — اور یتیم — اور محتاج

فَارْزُقُوهُم مِّنْهُ وَقُولُوا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوفًا ﴿٨﴾

تو ان کو کچھ کھلا دو اس میں سے — اور کہہ دو ان کو — بات معقول ♦

وَلْيَخْشَ الَّذِينَ لَوْ تَرَكُوا مِنْ خَلْفِهِمْ ذُرِّيَّةً ضِعَافًا

اور چاہیے کہ ڈریں وہ لوگ — کہ اگر چھوڑ جائیں اپنے پیچھے — اولاد ضعیف

خَافُوا عَلَيْهِمْ فَلْيَتَّقُوا اللَّهَ وَلْيَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا ﴿٩﴾

تو ان پر اندیشہ کریں — تو چاہیے کہ ڈریں اللہ سے اور کہیں بات سیدھی ♦

إِنَّ الَّذِينَ يَأْكُلُونَ أَمْوَالَ الْيَتَامَىٰ ظُلْمًا إِنَّمَا

جو لوگ کہ کھاتے ہیں — مال یتیموں کا — ناحق — وہ لوگ

يَأْكُلُونَ فِي بُطُونِهِمْ نَارًا ۖ وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيرًا ﴿١٠﴾ ع ۱۲

اپنے پیٹوں میں آگ ہی بھرتے ہیں — اور عنقریب داخل ہوں گے آگ میں ♦

يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ ۖ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ

حکم کرتا ہے تم کو اللہ — تمہاری اولاد کے حق میں — کہ ایک مرد کا حصہ ہے برابر

الْأُنثَيَيْنِ ۚ فَإِن كُنَّ نِسَاءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ

دو عورتوں کے ♦ — پھر اگر صرف عورتیں ہی ہوں — دو سے زیادہ — تو ان کے لیے ہے

ثُلُثَا مَا تَرَكَ ۚ وَإِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ ؕ

دو تہائی اس مال سے جو چھوڑ مرا — اور اگر ایک ہی ہو — تو اس کے لیے آدھا ہے

وَلِأَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ

اور میت کے ماں باپ کو — ہر ایک کے لیے دونوں میں سے چھٹا حصہ ہے — اس مال سے جو کہ چھوڑ مرا

إِنْ كَانَ لَهُ وَلَدٌ ۚ فَإِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهُ وَلَدٌ وَّوَرِثَهُ

اگر میت کے اولاد ہے — اور اگر اس کے اولاد نہیں — اور وارث ہیں

أَبَوَاهُ فَلِأُمِّهِ الثُّلُثُ ۚ فَإِنْ كَانَ لَهُ إِخْوَةٌ فَلِأُمِّهِ

اس کے ماں باپ — تو اس کی ماں کو تہائی — پھر اگر میت کے کئی بھائی ہیں — تو اس کی ماں کا

السُّدُسُ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوصِي بِهَا أَوْ دَيْنٍ ؕ

چھٹا حصہ — بعد وصیت کے جو کر مرا — یا بعد ادائے قرض کے

آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ لَا تَدْرُونَ أَيُّهُمْ أَقْرَبُ لَكُمْ

تمہارے باپ اور بیٹے — تم کو معلوم نہیں — کون نفع میں نزدیک ہے

نَفْعًا ؕ فَرِيضَةً مِّنَ اللَّهِ ؕ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا

تم کو زیادہ — حصہ مقرر کیا ہوا اللہ کا ہے — بے شک اللہ خبردار ہے

حَكِيمًا ﴿١١﴾ وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ أَزْوَاجُكُمْ إِنْ لَّمْ

حکمت والا — اور تمہارا ہے آدھا مال — جو کہ چھوڑ مریں تمہاری عورتیں — اگر نہ ہو

يَكُنْ لَّهُنَّ وَلَدٌ ۚ فَإِنْ كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَكُمُ

ان کے اولاد — اور اگر ان کے اولاد ہے — تو تمہارے واسطے

◆ **بیٹیوں کی وراثت کے احکام** | یعنی اور اگر کسی میت نے اولاد میں صرف عورتیں یعنی بیٹیاں ہی چھوڑیں بیٹا نہیں چھوڑا تو وہ اگر دو سے زیادہ ہوں تب بھی ان کو دو تہائی ملے گا اور اگر صرف ایک ہی بیٹی چھوڑی تو اس کو میت کے ترکہ کا نصف ملے گا۔ جاننا چاہئے کہ لِلذَّکَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِ کے ذیل میں معلوم ہو چکا ہے کہ ایک بیٹی کو ایک بیٹے کے ساتھ ایک ثلث ملے گا تو اس سے معلوم ہو گیا کہ ایک بیٹی کو دوسری بیٹی کے ساتھ بطریق اولیٰ ایک ثلث ملے گا کیونکہ بیٹے کا حصہ بیٹی سے زائد ہے تو جب بیٹے کی وجہ سے اس کا حصہ ایک ثلث سے کم نہیں ہوا تو دوسری بیٹی کی وجہ سے کیسے گھٹ سکتا ہے سو دو بیٹیوں کا حکم چونکہ پہلی آیت سے معلوم ہو چکا تھا اسلئے اس آیت میں دو بیٹیوں سے زائد کا حکم بتلا دیا تاکہ کسی کو یہ شبہ نہ ہو کہ دو بیٹیوں کا حق جب ایک بیٹی سے زائد ہے تو شاید تین یا چار بیٹیوں کا حق دو بیٹیوں سے زائد ہو گا سو یہ بات ہرگز نہیں بلکہ بیٹیاں جب ایک سے زائد ہوں گی دو ہوں یا دس ان کو دو ثلث ملے گا۔ فائدہ اولاد کے وارث ہونے کی دو صورتیں آیت میں مذکور ہوئیں اول یہ کہ لڑکا اور لڑکی دونوں طرح کی اولاد ہو۔ دوسری یہ کہ صرف دختری اولاد ہو اس کی دو صورتیں ہیں یا ایک لڑکی ہو یا ایک سے زائد تو اب صرف ایک صورت باقی رہ گئی وہ یہ کہ صرف پسری اولاد ہو سو اس کا حکم یہ ہے کہ تمام میراث اس کو مل جائے گی خواہ ایک بیٹا ہو یا زائد۔

◆ **ماں باپ کی میراث** | اب ماں باپ کی میراث کی تین صورتیں بیان فرماتے ہیں۔ صورت اول کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر میت کی اولاد ہو بیٹا یا بیٹی تو میت کے ماں باپ کو ترکہ میت میں سے ہر ایک کو چھٹا حصہ ملے گا۔

◆ دوسری صورت یہ ہے کہ اگر میت کی اولاد کچھ نہ ہو اور صرف ماں باپ ہی وارث ہوں تو اس کی ماں کو ایک ثلث ملے گا۔ یعنی باقی دو ثلث اس کے باپ کو ملیں گے۔

◆ تیسری صورت یہ ہے کہ اگر میت کے ایک سے زیادہ بھائی بہن ہوں خواہ حقیقی ہوں یا صرف باپ یا صرف ماں میں شریک ہوں اور اولاد کچھ بھی نہیں تو اب اس کی ماں کو چھٹا حصہ ملے گا یعنی باقی سب اسکے باپ کو ملے گا۔ بھائی بہن کو کچھ نہ ملے گا۔ اور اگر صرف ایک بھائی یا ایک بہن ہو گی تو ماں کو ایک ثلث اور باپ کو دو ثلث ملیں گے جیسا کہ دوسری صورت مذکورہ بالا میں تھا۔

◆ **میت کے قرض اور وصیت کا حکم** | یعنی جس قدر وارثوں کے حصے گذرے یہ سب میت کی وصیت اور اس کے قرض کو جدا کر لینے کے بعد وارثوں کو دیئے جائیں گے اور وارثوں کا مال وہی ہو گا جو مقدار وصیت و قرض کے نکال لینے کے بعد باقی رہے گا اور نصف اور ثلث وغیرہ اسی کا مراد ہے نہ تمام مال کا۔ فائدہ میت کا مال اول اس کے کفن اور دفن کو لگایا جائے جو اس سے بچے وہ اس کے قرض میں دیا جائے پھر جو باقی رہے اس کو میت کی وصیت میں ایک تہائی تک صرف کیا جائے اس کے بعد جو رہے وارثوں پر تقسیم کیا جائے۔

◆ اس آیت میں دو میراث بیان فرمائیں اولاد کی اور ماں باپ کی۔ اب فرماتے ہیں کہ چونکہ یہ بات تم کو معلوم نہیں کہ کس سے تم کو نفع پہنچے گا اور کتنا نفع پہنچے گا اس لئے تم کو اس میں دخل نہ دینا چاہئے جو کچھ کسی کا حصہ حق تعالیٰ نے مقرر فرما دیا ہے اس کی پابندی کرو کہ اس کو تمام چیزوں کی خبر بھی ہے اور بڑا حکمت والا ہے۔

الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْنَ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصِيْنَ بِهَآ

چوتھائی ہے اس میں سے جو چھوڑ گئیں — بعد وصیت کے جو کر گئیں

اَوْ دَيْنٍ ؕ وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّكُمْ

یا بعد قرض کے ◆ اور عورتوں کے لیے چوتھائی مال ہے اس میں سے جو چھوڑ مرو تم — اگر نہ ہو تمہارے

وَلَدٌ ۚ فَاِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا

اولاد — اور اگر تمہارے اولاد ہے — تو ان کے لئے آٹھواں حصہ ہے اس مال میں سے

تَرَكْتُمْ مِّنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوْصُوْنَ بِهَآ اَوْ دَيْنٍ ؕ وَ

کہ جو کچھ تم نے چھوڑا — بعد وصیت کے جو تم کر جاؤ — یا قرض کے ◆ اور

اِنْ كَانَ رَجُلٌ يُّوْرَثُ كَلٰلَةً اَوِ امْرَاَةٌ وَّلَهٗۤ اَخٌ

اگر وہ مرد کہ جس کی میراث ہے باپ بیٹا کچھ نہیں رکھتا — یا عورت ہو ایسی ہی — اور اس میت کا ایک بھائی ہے

اَوْ اُخْتٌ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ ۚ فَاِنْ كَانُوْۤا

یا بہن ہے — تو دونوں میں سے ہر ایک کا چھٹا حصہ ہے ◆ — اور اگر زیادہ ہوں

اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَهُمْ شُرَكَآءُ فِي الثُّلُثِ مِنْۢ بَعْدِ

اس سے — تو سب شریک ہیں ایک تہائی میں — بعد

وَصِيَّةٍ يُّوْصٰى بِهَآ اَوْ دَيْنٍ ۙ غَيْرَ مُضَآرٍّ ۚ وَصِيَّةً

وصیت کے جو ہو چکی ہے — یا قرض کے — جب اوروں کا نقصان نہ کیا ہو ◆ — یہ حکم ہے

◆ **زوجین کی میراث** اب زوجین کی میراث کو بیان فرمایا جاتا ہے کہ مرد کو اس کی عورت کے مال میں سے آدھا مال ملے گا اگر عورت کے کچھ اولاد نہ ہو اور اگر عورت کے اولاد ہے خواہ ایک ہی بیٹا بیٹی ہو اسی خاوند سے ہو یا دوسرے سے ہو تو مرد کو عورت کے مال میں سے ایک چوتھائی ملے گا قرض اور وصیت کے بعد۔

مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَلِيْمٌ ۞ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ؕ

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ

تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۞

وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ

يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيْهَا ۪ وَلَهٗ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ۞

وَالّٰتِيْ يَاْتِيْنَ الْفَاحِشَةَ مِنْ نِّسَآئِكُمْ فَاسْتَشْهِدُوْا

عَلَيْهِنَّ اَرْبَعَةً مِّنْكُمْ ۚ فَاِنْ شَهِدُوْا فَاَمْسِكُوْهُنَّ

فِي الْبُيُوْتِ حَتّٰى يَتَوَفّٰهُنَّ الْمَوْتُ اَوْ يَجْعَلَ اللّٰهُ

لَهُنَّ سَبِيْلًا ۞ وَالَّذٰنِ يَاْتِيٰنِهَا مِنْكُمْ فَاٰذُوْهُمَا ۚ

وارثوں کی تین قسمیں شروع رکوع سے یہاں تک جو میراثیں بیان فرمائیں وہ پانچ ہیں۔ بیٹا بیٹی اور ماں باپ اور زوج اور زوجہ اور اخیافی بھائی بہن ان پانچوں کو ذوی الفروض اور حصہ دار کہتے ہیں۔ ان پانچوں کی میراث کو بیان فرما کر بطور تاکید فرما دیا کہ یہ حکم ہے اللہ کا اس کی تعمیل ضروری ہے اور اللہ تعالیٰ کو سب کچھ معلوم ہے کس نے اطاعت کی اور کس نے نافرمانی کی۔ کس نے میراث و وصیت و دین میں حق اور انصاف کے موافق کیا کس نے بے انصافی کی اور ضرر پہنچایا۔ یہ بات کہ حکم و بے انصافی کی سزا میں تاخیر ہونے سے کوئی دھوکہ نہ کھائے کیونکہ حق تعالیٰ کا حلم بھی بہت کامل ہے۔ فائدہ جاننا چاہئے کہ ذوی الفروض کے سوا کہ جن کا بیان اس رکوع میں گزرا ایک دوسری قسم کے وارث ہیں جن کو عصبہ کہتے ہیں ان کے لئے کوئی حصہ مثل نصف ثلث وغیرہ کے مقرر نہیں بلکہ ذوی الفروض سے جو فاضل ہوگا وہ ان کو ملے گا مثلاً اگر کسی کے عصبہ ہو اور ذوی الفروض میں سے کوئی نہ ہو تو اس کا مال تمام عصبہ کو ملے گا اور جو دونوں ہوں تو ذوی الفروض کو دے کر جو مال بچے گا وہ عصبہ کو دیا جائے گا اور اگر کچھ نہ بچا تو عصبہ کو کچھ نہ ملے گا اور عصبہ اصل میں تو وہ ہے جو مرد ہو عورت نہ ہو اور اس میں اور میت میں عورت کا واسطہ بھی نہ ہو اور اس کے چار درجے ہیں اول درجہ میں بیٹا اور پوتا ہے دوسرے درجہ میں باپ اور دادا تیسرے درجہ میں بھائی اور بھتیجا چوتھے درجہ میں چچا اور چچا کا بیٹا یا اس کا پوتا۔ اگر کئی شخص ہوں تو جو میت سے قریب ہے وہ مقدم ہوگا جیسے پوتے سے بیٹا بھتیجے سے بھائی مقدم ہے پھر سوتیلے سے سگا مقدم ہے اور ان چاروں کے سوا اولاد میں اور بھائیوں میں مرد کے ساتھ عورت بھی عصبہ ہوتی ہے یعنی بیٹے کے ساتھ بیٹی اور بھائی کے ساتھ بہن بھی عصبہ ہوگی یہ عصبہ اصلی نہیں بلکہ غیر اصلی ہیں اور اولاد اور بھائیوں کے سوا عورت عصبہ نہ ہوگی مثلاً چچا کا بیٹا عصبہ ہے مگر اس کے ساتھ اس کی بہن یعنی چچازاد بہن عصبہ نہیں ہو سکتی۔ فائدہ ان دونوں قسم مذکورہ بالا یعنی ذوی الفروض اور عصبہ کے سوا امام ابوحنیفہ کے نزدیک وارث کی تیسری قسم ذوی الارحام ہیں یعنی ایسے قرابت والے کہ ان میں اور میت میں عورت کا واسطہ ہو اور ذوی الفروض میں نہ ہو اور عصبہ بھی نہ ہو جیسے نواسہ اور نانا اور بھانجا اور ماموں اور خالہ اور پھوپھی اور ان کی اولاد۔ جب کسی میت کے ذوی الفروض اور عصبہ کوئی بھی نہ ہوگا تو اس کی میراث ذوی الارحام کو ملے گی تفصیل کتب فرائض میں مذکور ہے۔

ان احکام کی حکمت و اہمیت یعنی تمام احکام مذکورہ سابقہ متعلق حقوق یتامیٰ اور وصیت اور میراث اللہ کے مقرر فرمودہ ضابطے اور قاعدے ہیں اور جو کوئی اطاعت کرے گا احکام الٰہی کی جن میں حکم وصیت و میراث بھی داخل ہے اسکے لئے ہمیشہ کو جنت ہے اور جو کوئی نافرمانی کرے گا اور حدود خداوندی سے بالکل خارج ہو جائے گا وہ ہمیشہ کو ذلت کے ساتھ عذاب جہنم میں گرفتار رہے گا۔

زنا و لواطت کے احکام یتامیٰ اور مواریث کو بیان فرما کر اب دیگر احکام متعلقہ اقارب کو بتلایا جاتا ہے۔ پہلے عورتوں کے متعلق چند آیتیں ارشاد ہوئی ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے کہ عورتوں کی تادیب اور سیاست ضروری امر ہے اور ان پر کسی قسم کی تعدی اور ظلم بھی نہ کیا جائے۔ اہل جاہلیت کے یہاں عورتوں کی بابت دونوں باتوں میں بہت بے اعتدالیاں ہوتی تھیں اور اس آیت میں تادیب کے متعلق حکم ہے کہ اگر کسی کی زوجہ کا مرتکب زنا ہونا معلوم ہو تو اس کے لئے چار گواہ مسلمانوں میں سے عاقل بالغ آزاد قائم ہونے چاہئیں اگر چار آدمی گواہی دیں تو اس عورت کو گھر میں مقید رکھنا چاہئے گھر سے باہر جانا اور کسی سے ملنا جلنا بالکل روک دیا جائے یہاں تک کہ وہ عورت مر جائے یا اللہ تعالیٰ اس کے لئے کوئی حکم اور سزا مقرر فرمائے اس وقت تک زانیہ کے لئے کوئی حد مقرر نہیں فرمائی بلکہ اس کا وعدہ کیا چنانچہ کچھ عرصہ کے بعد سورۂ نور میں اس کی حد نازل فرما دی کہ باکرہ کے لئے سو کوڑے اور ثیبہ کے واسطے سنگسار کرنا ہے۔

یعنی دو شخص خواہ وہ ایک مرد اور ایک عورت ہو خواہ وہ دونوں مرد ہوں اگر فعل بد کریں تو ان کی سزا مجملاً ایذا دینا ارشاد فرمایا۔ زبان سے ہاتھ سے بقدر مناسب ان کو تنبیہ و تادیب کرنے کا حکم ہوا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اس وقت زنا اور لواطت دونوں کا یہی حکم تھا کہ حاکم اور قاضی کے نزدیک زجر و عبرت کے لئے جتنی سزا اور شتم و ضرب مناسب ہو اتنی سزا دی جائے اسکے بعد حسب وعدہ حد زنا جب نازل ہوئی تو لواطت کے لئے کوئی جدا حد بیان نہ فرمائی اس میں علماء کا اختلاف رہا کہ لواطت کی بھی وہی حد ہے جو زنا کے لئے بیان ہوئی یا لواطت کی وہی سزا باقی رہی جو پہلے تھی یا اس کی سزا تلوار سے قتل کرنا یا کسی دوسرے طریقے سے مار ڈالنا ہے۔ فائدہ اس آیت کو بہت سے علماء نے زنا پر حمل کیا ہے اور بعض نے لواطت پر اور بعض نے دونوں کو شامل رکھا ہے۔

فَإِنْ تَابَا وَأَصْلَحَا فَأَعْرِضُوا عَنْهُمَا ۚ إِنَّ اللَّهَ

پھر اگر وہ دونوں توبہ کریں — اور اپنی اصلاح کر لیں — تو ان کا خیال چھوڑ دو — بے شک اللہ

كَانَ تَوَّابًا رَّحِيمًا ﴿١٦﴾ إِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللَّهِ لِلَّذِينَ

توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے ◆ توبہ قبول کرنی اللہ کو ضرور تو ان کی ہے

يَعْمَلُونَ السُّوءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ يَتُوبُونَ مِنْ قَرِيبٍ

جو کرتے ہیں برا کام — جہالت سے — پھر توبہ کرتے ہیں — جلدی سے

فَأُولَٰئِكَ يَتُوبُ اللَّهُ عَلَيْهِمْ ۗ وَكَانَ اللَّهُ

تو ان کو اللہ معاف کر دیتا ہے — اور ہے اللہ

عَلِيمًا حَكِيمًا ﴿١٧﴾ وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِينَ يَعْمَلُونَ

سب کچھ جاننے والا ہے حکمت والا ◆ اور ایسوں کی توبہ نہیں — جو کیے جاتے ہیں

السَّيِّئَاتِ ۚ حَتَّىٰ إِذَا حَضَرَ أَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ

برے کام — یہاں تک کہ جب سامنے آ جائے ان میں سے کسی کی موت — تو کہنے لگا

إِنِّي تُبْتُ الْآنَ وَلَا الَّذِينَ يَمُوتُونَ وَهُمْ كُفَّارٌ ۚ

میں توبہ کرتا ہوں اب — اور نہ ایسوں کی توبہ جو مرتے ہیں — حالت کفر میں

أُولَٰئِكَ أَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا ﴿١٨﴾ يَا أَيُّهَا

ان کے لیے تو ہم نے تیار کیا ہے عذاب دردناک ◆ اے

الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَحِلُّ لَكُمْ أَنْ تَرِثُوا النِّسَاءَ

ایمان والو — حلال نہیں تم کو — کہ میراث میں لے لو عورتوں کو

كَرْهًا ۭ وَلَا تَعْضُلُوْھُنَّ لِتَذْهَبُوْا بِبَعْضِ مَآ

زبردستی اور نہ روکے رکھو ان کو اس واسطے کہ لے لو ان سے کچھ جو

اٰتَيْتُمُوْھُنَّ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ ۚ

دیا ہو مگر یہ کہ وہ کریں بے حیائی صریح

وَعَاشِرُوْھُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۚ فَاِنْ كَرِھْتُمُوْھُنَّ

اور گزران کرو عورتوں کے ساتھ اچھی طرح پھر اگر وہ تم کو نہ بھاویں

فَعَسٰٓى اَنْ تَكْرَهُوْا شَـيْـــًٔـا وَّيَجْعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْرًا

تو شاید تم کو پسند نہ آوے ایک چیز اور اللہ نے رکھی ہو اس میں بہت

كَثِيْرًا ۝ وَاِنْ اَرَدْتُّمُ اسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَّكَانَ

خوبی اور اگر بدلنا چاہو ایک عورت کی جگہ

زَوْجٍ ۙ وَّاٰتَيْتُمْ اِحْدٰىھُنَّ قِنْطَارًا فَلَا تَاْخُذُوْا مِنْهُ

دوسری عورت کو اور دے چکے ہو ایک کو بہت سا مال تو مت پھیر لو اس میں سے

شَـيْـــًٔـا ۭ اَتَاْخُذُوْنَهٗ بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا ۝ وَكَيْفَ

کچھ کیا لیا چاہتے ہو اس کو ناحق اور صریح گناہ سے اور کیونکر

تَاْخُذُوْنَهٗ وَقَدْ اَفْضٰى بَعْضُكُمْ اِلٰى بَعْضٍ وَّ

اس کو لے سکتے ہو اور پہنچ چکا ہے تم میں کا ایک دوسرے تک اور

اَخَذْنَ مِنْكُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا ۝ وَلَا تَنْكِحُوْا

لے چکیں وہ عورتیں تم سے عہد پختہ اور نکاح میں نہ لاؤ

عائلی زندگی کے احکام | حسب بیان سابق عورتوں کی جو انصافی کی بات تھا اب احسان سے کا حکم دے کر اب اہل جاہلیت کی اس ظلم و تعدی کو روکا جاتا ہے جو تعدی عورتوں پر وہ طرح طرح سے کیا کرتے تھے سو منجملہ ان صورتوں کے ایک صورت یہ ہوتی تھی کہ جب کوئی مر جاتا تو اس کی عورت کو میت کا سوتیلا بیٹا یا بھائی یا اور کوئی وارث لے لیتا پھر چاہتا تو اس سے نکاح کر لیتا یا بغیر نکاح ہی اپنے گھر میں رکھتا یا کسی دوسرے سے نکاح کر کے اس کا مہر کل یا بعض لے لیتا یا ساری عمر اس کو اپنی قید میں رکھتا اور اسکے مال کا وارث ہوتا۔ انکی بابت یہ آیت نازل ہوئی جس کا خلاصہ یہ ہے کہ جب کوئی مر جائے تو اس کی عورت اپنے نکاح کی مختار ہے میت کے بھائی اور اسکے کسی وارث کو یہ اختیار نہیں کہ زبردستی اپنے نکاح میں لے لے نہ وہ عورت کو نکاح سے روک سکتے ہیں کہ وہ مجبور ہو کر خاوند کے ورثہ سے جو اس کو ملا تھا کچھ پھیر دے۔ ہاں اگر صریح بدچلنی کریں تو ان کو روکنا چاہئے۔

عورتوں سے حسن سلوک | یعنی عورتوں کے ساتھ گفتگو اور معاملات میں اخلاق اور سلوک سے معاملہ رکھو۔ جاہلیت میں جیسا ذلت اور سختی کا برتاؤ عورتوں کے ساتھ کیا جاتا تھا اس کو چھوڑ دو۔ پھر اگر تم کو کسی عورت کی کوئی خو اور عادت خوش نہ آئے تو صبر کرو شاید اس میں کوئی خوبی بھی ہو اور ممکن ہے کہ تم کو ناپسند ہو وہ کوئی چیز اور اللہ تعالیٰ اس میں تمہارے لئے کوئی بڑی منفعت دینی یا دنیوی رکھ دے سو تحمل کرنا چاہئے اور بدخو کے ساتھ بدخوئی نہ چاہئے۔

پہلی بیوی سے سلوک | اسلام سے پہلے یہ بھی ہوتا تھا کہ جب کوئی چاہتا کہ پہلی عورت کو چھوڑ کر دوسری عورت سے نکاح کرے تو پہلی عورت پر تہمت لگاتا اور مختلف طرح سے اس پر زیادتی اور سختی کرتا کہ مجبور ہو کر مہر واپس کر دے اور نکاح جدید میں کام آئے۔ یہ آیت اس کی ممانعت میں نازل ہوئی کہ جب پہلی عورت کو چھوڑ کر دوسری کرو اور پہلی عورت کو بہت سا مال دے چکے ہو تو اب اس میں سے کچھ بھی واپس مت لو۔ کیا تم بہتان باندھ کر اور صریح ظلم کر کے زوجہ اولیٰ سے وہ مال لینا چاہتے ہو یہ ہرگز جائز نہیں۔

مہر کی ادائیگی کا حکم | یعنی جب مرد اور عورت نکاح کے بعد مل چکے اور صحبت کی نوبت آ چکی تو اس کے معاوضہ میں تمام مہر دینا مرد پر واجب ہو چکا تو اب کس وجہ سے مرد اس مہر کو واپس لے سکتا ہے اور بصورت مہر ادا نہ کرنے کے کیسے اس کے مہر کو دبا سکتا ہے اب تو بجز اس کے کہ عورت ہی اپنی خوشی سے معاف کر بیٹھے کوئی صورت رستگاری کی نہیں ہو سکتی اور وہ عورتیں تو بہت مضبوط اور گاڑھا اقرار تم سے لے چکیں جس کی وجہ سے وہ تمہارے قبضہ اور تصرف میں آ چکیں اور تم ان سے پورے متمتع ہو چکے نہیں تو تم کو ان پر تصرف کا کیا اختیار تھا۔ اب اس قدر تکمیل اور قبضہ کامل اور تصرف تام کے بعد عورتوں کے مہر کو واپس لینا یا ان کا مہر نہ دینا کیسے ہو سکتا ہے۔ فائدہ جاننا چاہئے کہ جیسا مجامعت کے بعد تمام مہر زوج کے ذمہ لازم ہو جاتا ہے ایسا ہی اگر مجامعت کی تو نوبت نہ آئے مگر خلوت صحیحہ ہو گئی تو بھی پورا مہر واجب الادا ہوگا۔ ہاں اگر خلوت صحیحہ کی بھی نوبت نہ آئی اور زوج نے طلاق دے دی تو پھر نصف مہر ادا کرنا ہوگا۔

مَا نَكَحَ اٰبَآؤُكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ ؕ

جن عورتوں کو نکاح میں لائے تمہارے باپ مگر جو پہلے ہو چکا

اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَّمَقْتًا ؕ وَسَآءَ سَبِيْلًا ﴿۲۲﴾

یہ بے حیائی ہے اور کام ہے غضب کا اور برا چلن ہے ◆

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ اُمَّهٰتُكُمْ وَبَنٰتُكُمْ وَاَخَوٰتُكُمْ وَ

حرام ہوئی ہیں تم پر تمہاری مائیں اور بیٹیاں اور بہنیں اور

عَمّٰتُكُمْ وَخٰلٰتُكُمْ وَبَنٰتُ الْاَخِ وَبَنٰتُ الْاُخْتِ وَ

پھوپھیاں اور خالائیں اور بیٹیاں بھائی کی اور بہن کی ◆ اور

اُمَّهٰتُكُمُ الّٰتِيْٓ اَرْضَعْنَكُمْ وَاَخَوٰتُكُمْ مِّنَ الرَّضَاعَةِ

جن ماؤں نے تم کو دودھ پلایا اور دودھ کی بہنیں ◆

وَاُمَّهٰتُ نِسَآئِكُمْ وَرَبَآئِبُكُمُ الّٰتِيْ فِيْ حُجُوْرِكُمْ

اور تمہاری عورتوں کی مائیں اور ان کی بیٹیاں جو تمہاری پرورش میں ہیں

مِّنْ نِّسَآئِكُمُ الّٰتِيْ دَخَلْتُمْ بِهِنَّ ز فَاِنْ لَّمْ تَكُوْنُوْا

جن کو جنا ہے تمہاری ان عورتوں نے جن سے تم نے صحبت کی سو اگر تم نے

دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ ز وَحَلَآئِلُ اَبْنَآئِكُمُ

ان سے صحبت نہیں کی تو تم پر کچھ گناہ نہیں اس نکاح میں اور عورتیں تمہارے بیٹوں کی

الَّذِيْنَ مِنْ اَصْلَابِكُمْ ۙ وَاَنْ تَجْمَعُوْا بَيْنَ الْاُخْتَيْنِ

جو تمہاری پشت سے ہیں اور یہ کہ اکٹھا کرو دو بہنوں کو

باپ دادا کی منکوحہ سے نکاح کی ممانعت | جاہلیت والے اپنی سوتیلی ماں اور بعض دیگر محرمات سے بھی نکاح کر لیتے تھے جس کا ذکر ابھی گذرا، اس کی ممانعت کی جاتی ہے کہ جن عورتوں سے تمہارے باپ نے نکاح کیا ہو ان سے نکاح مت کرو۔ یہ بے حیائی اور اللہ کے غضب اور نفرت کرنے کی بات ہے اور بہت برا طریقہ ہے۔ زمانہ جاہلیت میں بھی سمجھدار لوگ اس کو مذموم سمجھتے تھے اور اس نکاح کو نکاح مقت اور اس نکاح سے جو اولاد ہوتی اس کو مقتی کہتے تھے۔ سو ایسے نکاح جو ہو چکے ہو چکے آئندہ کو ہرگز ایسا نہ ہو۔ فائدہ باپ کی منکوحہ کا جو حکم ہے اسی حکم میں دادے اور نانے کی منکوحہ بھی داخل ہے کتنا ہی اوپر کا دادا اور نانا کیوں نہ ہو۔

محرمات نکاح | سوتیلی ماں کی حرمت بیان فرما کر اب جن عورتوں سے نکاح جائز نہیں ان سب کو بیان فرماتے ہیں اور وہ عورتیں چودہ قسم ہیں۔ اول ان کو بیان کیا جاتا ہے جو علاقہ نسب کی وجہ سے حرام ہیں اور وہ سات ہیں ماں، بیٹی، بہن، پھوپھی، خالہ، بھتیجی، بھانجی ان میں سے کسی کے ساتھ کسی کو نکاح کرنا جائز نہیں۔ فائدہ ماں کے حکم میں دادی، نانی اوپر تک کی سب داخل ہیں ایسے ہی بیٹی میں پوتی اور نواسی نیچے تک کی سب داخل ہیں اور بہن میں حقیقی اور علاتی اور اخیافی سب داخل ہیں اور پھوپھی میں باپ دادا اور اوپر تک کی پشتوں کی بہن حقیقی ہو یا سوتیلی سب آ گئیں اور خالہ میں ماں اور نانی اور دادی کی نانی سب کی بہن تینوں قسم کی داخل ہیں اور بھتیجی میں تینوں قسم کے بھائیوں کی اولاد اور اولاد اولاد سب داخل ہیں اور بھانجی میں تینوں قسم کی بہنوں کی اولاد اور اولاد در اولاد داخل ہیں۔

محرمات نسبی کے بعد اب محرمات رضاعی کو بیان کیا جاتا ہے اور وہ دو ہیں، ماں اور بہن اور اس میں اشارہ ہے کہ ساتوں رشتے جو نسب میں بیان ہوئے رضاعت میں بھی حرام ہیں یعنی رضاعی بیٹی اور پھوپھی اور خالہ اور بھتیجی اور بھانجی بھی حرام ہیں، چنانچہ حدیثوں میں یہ حکم موجود ہے۔

إِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ ۗ إِنَّ اللَّهَ كَانَ غَفُورًا رَّحِيمًا ﴿۲۳﴾

مگر جو پہلے ہو چکا — بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے ◆

◆ **سسرالی محرمات:** اب محرمات مصاہرت کا ذکر ہے یعنی علاقہ نکاح کی وجہ سے جن سے نکاح حرام ہوتا ہے اور اس کی دو قسمیں ہیں اول وہ کہ ان سے ہمیشہ کے لئے نکاح ناجائز ہے اور وہ زوجہ کی ماں اور اس زوجہ کی بیٹی ہے جس زوجہ سے کہ تم نے صحبت کی ہو لیکن اگر صحبت سے پہلے کسی عورت کو طلاق دے دو تو اس کی بیٹی سے نکاح ہو سکتا ہے اور تمہارے بیٹوں کی عورتیں ہیں اور اس میں نیچے تک کے پوتوں اور نواسوں کی عورتیں داخل ہیں کہ ان سے کبھی تمہارا نکاح درست نہیں ہو سکتا۔ دوسری قسم وہ ہے کہ ان سے ہمیشہ کے لئے نکاح کی ممانعت نہ ہو فقط جب تک کوئی عورت تمہارے نکاح میں رہے اس وقت تک اس عورت کی ان قرابت والی عورتوں سے نکاح کی ممانعت ہے جب اس عورت کو طلاق دے دی یا وہ مر گئی تو ان سے نکاح درست ہو جائے گا اور وہ زوجہ کی بہن ہے کہ زوجہ کی موجودگی میں تو اس سے نکاح نہیں ہو سکتا اور بعد میں درست ہے اور یہی حکم ہے زوجہ کی پھوپھی اور خالہ اور بھتیجی اور بھانجی کا۔ فائدہ: یہ جو فرمایا کہ عورتیں تمہارے بیٹوں کی جو کہ تمہاری پشت سے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ تمہارے بیٹے یا پوتے نسبی ہوں متبنیٰ نہ ہوں یعنی لے پالک نہ ہوں جس کو متبنیٰ کہتے ہیں رضاعی سے احتراز نہیں اور الا ما قد سلف کا یہ مطلب ہے کہ زمانہ جاہلیت میں اس حکم سے پہلے جو دو بہنوں کو جمع کر لیتے تھے وہ معاف ہے اور فی حجورکم فرمانے سے یہ مطلب ہے کہ جن کو تم اپنی گود میں پالتے ہو اور ان کی پرورش کرتے ہو جیسی اولاد سے معاملہ کرتے ہو اور گویا اولاد ہی سمجھتے ہو انہی سے ان کے نکاح کی حرمت اور ظاہر ہو گئی یہ مطلب نہیں کہ ان کی حرمت کے لئے گود میں رکھنا ضروری ہے۔

وَّالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ۚ

اور خاوند والی عورتیں — مگر جن کے مالک ہو جائیں تمہارے ہاتھ

كِتٰبَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ ۚ وَاُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ

حکم ہوا اللہ کا تم پر ◆ اور حلال ہیں تم کو — سب عورتیں ان کے سوا

اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِكُمْ مُّحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ ؕ

بشرطیکہ طلب کرو ان کو — اپنے مال کے بدلے — قید میں لانے کو — نہ مستی نکالنے کو ◆

فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ

پھر جس کو کام میں لاؤ تم — ان عورتوں میں سے — تو ان کو دو — ان کے حق

فَرِيْضَةً ؕ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا تَرٰضَيْتُمْ بِهٖ

جو مقرر ہوئے ◆ اور گناہ نہیں تم کو — اس بات میں — کہ ٹھہرا لو آپس کی رضا سے

مِنْۢ بَعْدِ الْفَرِيْضَةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿٢٤﴾

مقرر کئے پیچھے — بے شک اللہ ہے — خبردار حکمت والا ◆

وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ مِنْكُمْ طَوْلًا اَنْ يَّنْكِحَ الْمُحْصَنٰتِ

اور جو کوئی نہ رکھے تم میں مقدور اس کا — کہ نکاح میں لائے بیبیاں

الْمُؤْمِنٰتِ فَمِنْ مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ مِّنْ فَتَيٰتِكُمُ

مسلمان — تو نکاح کر لے ان سے — جو تمہارے ہاتھ کا مال ہیں — جو تمہاری آپس کی لونڈیاں ہیں

الْمُؤْمِنٰتِ ؕ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِيْمَانِكُمْ ؕ بَعْضُكُمْ مِّنْ

مسلمان ◆ اور اللہ کو خوب معلوم ہے تمہاری مسلمانی — تم آپس میں

بَعْضٍ ۚ فَانْكِحُوْهُنَّ بِاِذْنِ اَهْلِهِنَّ وَ اٰتُوْهُنَّ

ایک ہو ۔ سو ان سے نکاح کرو ان کے مالکوں کی اجازت سے اور دو ان کو

اُجُوْرَهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ مُحْصَنٰتٍ غَيْرَ مُسٰفِحٰتٍ

مہر موافق دستور کے قید میں آنے والیاں ہوں نہ مستی نکالنے والیاں

وَّلَا مُتَّخِذٰتِ اَخْدَانٍ ۚ فَاِذَاۤ اُحْصِنَّ فَاِنْ اَتَيْنَ

اور نہ چھپی یاری کرنے والیاں ۔ پھر جب وہ قید نکاح میں آچکیں تو اگر کریں

بِفَاحِشَةٍ فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنٰتِ مِنَ

بے حیائی کا کام تو ان پر آدھی سزا ہے بیبیوں کی سزا

الْعَذَابِ ۚ ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ الْعَنَتَ مِنْكُمْ ۚ وَاَنْ

سے ۔ یہ اس کے واسطے ہے جو کوئی تم میں ڈرے تکلیف میں پڑنے سے اور

تَصْبِرُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۵﴾ يُرِيْدُ ع ۴

صبر کرو تو بہتر ہے تمہارے حق میں اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے ۔ اللہ

اللّٰهُ لِيُبَيِّنَ لَكُمْ وَيَهْدِيَكُمْ سُنَنَ الَّذِيْنَ مِنْ

چاہتا ہے کہ بیان کرے تمہارے واسطے اور چلاوے تم کو پہلوں کی راہ

قَبْلِكُمْ وَيَتُوْبَ عَلَيْكُمْ ۚ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۲۶﴾ وَاللّٰهُ

اور معاف کرے تم کو اور اللہ جاننے والا ہے حکمت والا ۔ اور اللہ

يُرِيْدُ اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْكُمْ ۫ وَيُرِيْدُ الَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ

چاہتا ہے کہ تم پر متوجہ ہووے اور چاہتے ہیں وہ لوگ جو لگے ہوئے ہیں

۱ یعنی اللہ تعالیٰ کو سب کے ایمان کی اصلی کیفیت معلوم ہے تم کو تو ظاہر پر اکتفا کرنا چاہئے۔ بعضی لونڈی کا ایمان اللہ کے نزدیک بعضی آزاد عورت کے ایمان سے بہتر اور افضل ہو سکتا ہے تو اب حیثیت ایمانی سے لونڈی کے ساتھ نکاح کر لینے میں قباحت اور انکار نہ ہونا چاہئے اور آپس میں تم سب ایک ہو۔ ایک اصل سے پیدا ہوئے ہو ایک دین میں شریک ہو پھر لونڈیوں سے نکاح کرنے کو کیوں معیوب اور ننگ و عار سمجھتے ہو اس کلام سے لونڈیوں کے نکاح کی طرف توجہ دلانا اور ان سے نفرت کو دور کرنا مطلوب ہے۔

۲ یعنی تو اب مناسب ہے کہ حسب بیان بالا ان لونڈیوں سے نکاح کر لیا کرو ان کے مالکوں سے اجازت لے کر اور قاعدہ اور دستور کے موافق ان کا مہر دے دیا کرو جب کہ وہ خوشی سے قید نکاح میں آ جائیں۔ مستی نکالنے والیاں اور چھپی اور چھپی یاری کرنے والیاں ہرگز نہ ہوں یعنی زنا نہ ہو کہ اس میں مہر ہرگز لازم نہ ہو سکے گا اس سے معلوم ہو گیا کہ زنا میں مہر لازم نہیں ہوتا اور نکاح کے لئے گواہوں کا ہونا ضروری ہے۔

۳ **شادی شدہ لوگوں کیلئے زنا کی سزا** یعنی جو آزاد مرد یا عورت نکاح سے فائدہ اٹھا چکے یعنی جماعت کی نوبت آ چکی ہو اور پھر وہ زنا کرے تو وہ سنگسار کیا جائے گا اور اگر نکاح نہیں ہوا بلکہ نکاح سے پہلے ہی زنا کیا تو اس کے لئے سو کوڑوں کا حکم ہے اور لونڈی اور غلام کے لئے قبل نکاح اور بعد نکاح ہر حالت میں صرف پچاس کوڑے ہیں زیادہ نہیں۔

۴ **صبر لونڈیوں کے نکاح سے بہتر ہے** یعنی لونڈیوں سے نکاح کرنے کا ارشاد اور استحسان اسی کے حق میں ہے جو کوئی شخص تم میں زنا ہو جانے یعنی زنا میں مبتلا ہونے سے ڈرے اور اگر تم صبر کرو اور باندیوں سے نکاح نہ کرو تو بہت اچھا ہے تمہارے حق میں کیونکہ اولاد آزاد ہو گی۔ ہاں جس کو صبر و تحمل میں کلفت ہو تو اس کو بہتر ہے کہ ایسی حالت میں کسی کی لونڈی سے نکاح کرلے اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے صبر کرنے والوں پر۔

۵ **ان احکام کی اہمیت و حکمت** یعنی اللہ تعالیٰ کو ان احکام کے ارشاد سے مطلب یہی ہے کہ تم کو حلال اور حرام کا حال معلوم ہو جائے اور تم کو پہلے انبیاء کا رستہ نصیب ہو جیسے ابراہیم علیہ السلام وغیرہ اور مغفرت کرے تمہاری اور اللہ کو تمہارے مصالح اور تمام حالات کا پورا علم ہے اور اس کے ہر حکم اور ہر تدبیر میں حکمت ہے تو اب اگر اس کے حکم کی اطاعت نہ کرو گے تو ہدایت سے بھی محروم اور پہلوں کے بھی مخالف اور اللہ کی رحمت اور مغفرت سے محروم ہو گے۔ فائدہ پہلے سے زنا اور لواطت کی حرمت اور ان سے توبہ کرنا اور عورتوں کے متعلق بعضے احکام اور جن عورتوں سے نکاح حرام ہے انکا ذکر اور نکاح کے متعلق مہر وغیرہ قیود و شرائط کا تذکرہ اور بدکاری سے ممانعت اور اس پر سزا کا ذکر تھا اور بہت وجوہ لوگوں کو ان حکموں کی اطاعت دشوار تھی اس لئے اس آیت میں اور آئندہ کی دو آیتوں میں ان احکام کی پابندی کو خوب موکد اور مستحکم کر کے مخالفت سے روک دیا واللہ اعلم۔

الشَّهَوٰتِ اَنْ تَمِيْلُوْا مَيْلًا عَظِيْمًا ﴿٢٧﴾ يُرِيْدُ اللّٰهُ

اَنْ يُّخَفِّفَ عَنْكُمْ ۚ وَخُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِيْفًا ﴿٢٨﴾

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْۤا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ

بِالْبَاطِلِ اِلَّاۤ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ

وَلَا تَقْتُلُوْۤا اَنْفُسَكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا ﴿٢٩﴾

وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ عُدْوَانًا وَّظُلْمًا فَسَوْفَ نُصْلِيْهِ

نَارًا ۭ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا ﴿٣٠﴾ اِنْ تَجْتَنِبُوْا

كَبَاۗىِٕرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَنُدْخِلْكُمْ

مُّدْخَلًا كَرِيْمًا ﴿٣١﴾ وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ

یعنی یہ مختلف قیدیں جو پہلے گذریں ان سے مطلب تم پر رحمت فرمانا ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان قیدوں کی نسبت حکم فرمایا اور جو لوگ اپنی شہوتوں پر فریفتہ ہیں وہ البتہ یہی چاہتے ہیں کہ تم سیدھے راستے سے دور جا پڑو یعنی انہی کی طرح تم بھی اپنی شہوات کا اتباع کرو اور گمراہ ہو جاؤ تو اب جو کچھ کرو سمجھ کر کرو۔

شریعت کے احکام سہل ہیں | یعنی انسان کو اللہ نے ضعیف بنایا ہے اسکو خوب معلوم ہے کہ یہ اپنی شہوات و مرغوبات سے کہاں تک صبر کر سکتا ہے تو اس لئے ہر حکم میں تخفیف کا بھی لحاظ فرمایا گیا ہے یہ نہیں ہوا کہ انسان کے حق میں جو مفید دیکھا وہ اسکے ذمہ لگا دیا سہل ہو یا دشوار مثلاً عورتوں اور شہوت سے صبر کرنا آدمی کو بہت دشوار تھا اس لئے اس کی خواہش پورا کر لینے کے لئے طریقے جائز اللہ نے بتلا دیے کہ اس سے اپنا مطلب حاصل کر سکے یہ نہیں کہ قضائے شہوت سے بالکل روک دیا گیا ہو۔ حق تعالیٰ نے اپنی رحمت سے شریعت میں تنگی نہیں فرمائی کہ کوئی حلال کو چھوڑے اور حرام کی طرف دوڑے۔ خلاصہ ان آیتوں کا یہ نکلا کہ نفس کو شہوات سے بچاؤ اور ان تمام قیدوں کا پابند ہونا جو عورتوں کے بارہ میں مذکور ہوئیں ہرگز دشوار امر نہیں اور انکی پابندی نہایت ضروری اور سراسر مفید ہے۔

اکل احلال کی تاکید | مطلب یہ ہے کہ کسی کو کسی کا مال ناحق کھالینا مثلاً جھوٹ بول کر یا دغا بازی سے یا چوری سے ہرگز درست نہیں ہاں اگر سوداگری یعنی بیع و شراء کرو تم باہمی رضامندی سے تو اس میں کچھ حرج نہیں اس مال کو کھاؤ۔ جس کا خلاصہ یہی نکلا کہ جائز طریقہ سے لینے کی ممانعت نہیں جو مال کو ترک کرنا تم پر دشوار ہو۔

قتل کی ممانعت | یعنی آپس میں ایک دوسرے کو قتل بھی مت کرو بیشک اللہ تعالیٰ تم پر مہربان ہے کہ بلا وجہ کسی کے مال یا جان میں تصرف کرنے کو منع فرما دیا اور تم پر ایسے احکام بھیجے جن میں سراسر تمہارے لئے بہبودی اور خیریت ہے۔

یعنی اور جو کوئی ظلم اور زیادتی سے باز نہ آئے بلکہ ناحق اوروں کا مال کھائے یا ظلماً کسی کو قتل کر ڈالے تو اسکا ٹھکانا دوزخ ہے اور ایسے ظالموں کو آگ میں ڈال دینا خدا تعالیٰ کو دشوار نہیں بالکل سہل اور آسان ہے تو اب کوئی یہ نہ سمجھ بیٹھے کہ ہم تو مسلمان ہیں دوزخ میں کیسے جا سکتے ہیں اللہ تعالیٰ مالک مختار ہے اسکو عدل و انصاف سے کون چیز روک سکتی ہے۔

ارتکاب کبائر و سیئات میں معتزلہ کا جواب | پہلی آیت میں مذکور تھا کہ جو کوئی ظلماً کسی کے مال یا جان کو نقصان پہنچائے گا تو اسکی سزا جہنم ہے جس سے معلوم ہو گیا تھا کہ حق تعالیٰ کی نافرمانی بندہ کے لئے موجب عذاب ہے۔ اب اس آیت میں گناہوں سے بچنے کی ترغیب اور گناہوں سے اجتناب کرنے پر وعدہ مغفرت اور جنت کی توقع اور طمع دلائی جاتی ہے تاکہ اسکو معلوم کر کے ہر ایک آدمی گناہوں سے احتراز کرنے میں کوشش کرے اور معلوم ہو جائے کہ جو کبیرہ گناہ مثلاً کسی کا مال غصب یا سرقہ کرنے یا کسی کو ظلماً قتل کرنے سے بچ گیا جن کا ذکر ابھی گذرا تو اسکے وہ تمام صغیرہ گناہ بخشے جائیں گے جن کا مرتکب بغرض تحصیل و تکمیل سرقہ اور قتل ہوا تھا۔ اس آیت میں چند باتیں بحث طلب ہیں مگر

ابن آدم کے ذمہ پر جو زنا کا حصہ مقرر فرما دیا ہے وہ ضرور اس کو حاصل کرے گا۔ سو فعل زنا میں آنکھ کا حصہ تو دیکھنا ہے اور زبان کا حصہ یہ ہے کہ اس سے وہ باتیں کی جائیں جو فعل زنا کے لئے مقدمات اور اسباب ہوں اور نفس کا حصہ یہ ہے کہ زنا کی تمنا اور اس کی خواہش کرے لیکن فعل زنا کا تحقق اور اس کا بطلان دراصل فرج یعنی شرمگاہ پر موقوف ہے یعنی اگر فرج سے زنا کا صدور ہو گیا تو آنکھ زبان دل سب کا زانی ہونا محقق ہو گیا اور اگر باوجود تحصیل جملہ اسباب و ذرائع صرف فعل فرج کا تحقق نہ ہوا بلکہ زنا سے توبہ اور اجتناب نصیب ہو گیا تو اب تمام وسائل زنا جو کہ فی نفسہ مباح تھے فقط زنا کی معصیت کے باعث گناہ قرار دیئے گئے تھے وہ سب کے سب لائق مغفرت ہو گئے یعنی ان کا زنا ہونا باطل ہو گیا اور گویا ان کا قلب ماہیت ہو کر بجائے زنا عبادت بن گئی کیونکہ فی نفسہ تو وہ افعال نہ معصیت تھے نہ عبادت بلکہ مباح تھے صرف اس وجہ سے کہ وہ زنا کے لئے وسیلہ بنتے تھے معصیت میں داخل ہو گئے تھے جب زنا کے لئے وسیلہ نہ بنے بلکہ زنا ہی بوجہ اجتناب معدوم ہو چکا تو اب ان وسائل کا زنا کے ذیل میں شمار ہونا اور ان کو معصیت قرار دینا انصاف کے صریح خلاف ہے مثلاً ایک شخص مسجد میں پہنچا چوری کے خیال سے مگر وہاں جا کر عین موقع پر حسن نیت پیش آیا اور چوری سے توبہ کی اور رات بھر اللہ کے واسطے نماز پڑھتا رہا تو ظاہر ہے کہ جو رفتار سرقہ کا ذریعہ نظر آتا تھا وہ اب توبہ اور نماز کا ذریعہ ہو گیا تو اس حدیث ابوہریرہ کو سن کر عبداللہ بن عباس سمجھ گئے کہ لمم وہ باتیں ہیں جو دراصل گناہ نہیں مگر گناہ کا سبب ہو کر گناہ بن جاتی ہیں تو آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ جو لوگ بڑے گناہ اور کھلے گناہ سے تو بچتے ہیں ہاں صدور لمم کی نوبت آ جاتی ہے مگر بڑے اور اصلی گناہ کے صدور سے پہلے ہی وہ اپنے قصور سے تائب اور مجتنب ہو جاتے ہیں تو اب ابن عباسؓ نے جیسے حدیث ابوہریرہ سے آیت سورۂ نجم کا مطلب سمجھ لیا ہم کو چاہئے کہ وہی معنی حسب ارشاد ابن عباسؓ ہم آیت سورۂ نساء کے بے تکلف سمجھ لیں۔ جس کے بعد الحمدللہ نہ ہم کو اس کی ضرورت ہوگی کہ اس آیت کی توضیح میں گناہ صغیرہ اور کبیرہ کی مختلف تفسیریں نقل کریں اور نہ معتزلہ کے استدلال کے جواب کا فکر ہوگا اور تکفیر سیآت کی وجہ اور دخول جنت کا سبب بھی بسہولت مطابق قواعد معلوم ہو جائے گا اور اجتناب کے معنی بھی ظاہر ہو جائیں گے اور چھوٹی چھوٹی باتیں ان شاء اللہ بشرط تدبر طے ہو جائیں گی خلاصہ یہ ہوا آیت مذکورہ کا حسب ارشاد حدیث و بیان ابن عباسؓ یہ ہوا کہ جو لوگ ان گناہوں سے رکیں گے اور ان کے ارتکاب سے اپنے نفس کو ہٹاتے رہیں گے جو گناہ کہ گناہوں کے سلسلہ میں مقصود اور بڑے سمجھے جاتے ہیں تو اس اجتناب اور رک جانے کی وجہ سے اگلے وہ برے کام جو انہوں نے کسی بڑے گناہ کے حصول کی طمع میں کئے ہیں معاف کر دیئے جائیں گے اور حسب ارشاد وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى وہ لوگ جنت میں داخل ہوں گے۔ یہ مطلب نہیں کہ سلسلہ زنا کے مقدمات کسی دوسرے سلسلہ کے بڑے گناہ مثلاً شراب خواری نہ کرنے سے فروگذاشت ہو جائیں گے یا شراب خواری کی وجہ سے ان کا مواخذہ لازم اور واجب ہو جائے گا۔ واللہ اعلم۔

بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ ۭ لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا

ایک کو ایک پر ◆ مردوں کو حصہ ہے

اكْتَسَبُوْا ۭ وَلِلنِّسَاۗءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ ۭ وَسْــَٔـلُوا

اپنی کمائی سے اور عورتوں کو حصہ ہے اپنی کمائی سے اور مانگو

اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهٖ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِــيْمًا ﴿۳۲﴾

اللہ سے اس کا فضل بیشک اللہ کو ہر چیز معلوم ہے ◆

وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ ۭ

اور ہر کسی کے لیے ہم نے مقرر کر دیے ہیں وارث اس مال کے کہ چھوڑ مریں ماں باپ اور قرابت والے

وَالَّذِيْنَ عَقَدَتْ اَيْمَانُكُمْ فَاٰتُوْهُمْ نَصِيْبَهُمْ ۭ

اور جن سے معاہدہ ہوا تمہارا ان کو دے دو ان کا حصہ

اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدًا ﴿۳۳﴾ ع اَلرِّجَالُ

بے شک اللہ کے روبرو ہے ہر چیز ◆ مرد

قَوّٰمُوْنَ عَلَي النِّسَاۗءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَھُمْ عَلٰي

حاکم ہیں عورتوں پر اس واسطے کہ بڑائی دی اللہ نے ایک کو

بَعْضٍ وَّبِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ ۭ فَالصّٰلِحٰتُ

ایک پر اور اس واسطے کہ خرچ کیے انہوں نے اپنے مال ◆ پھر جو عورتیں نیک ہیں

قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ ۭ وَالّٰتِيْ

سو تابعدار ہیں نگہبانی کرتی ہیں پیٹھ پیچھے اللہ کی حفاظت سے ◆ اور جن کی

تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ فَعِظُوْهُنَّ وَاهْجُرُوْهُنَّ فِي

بدخوئی کا اندیشہ ہو تم کو — تو ان کو سمجھاؤ — اور جدا کرو

الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوْهُنَّ ۚ فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا

سونے میں — اور مارو — پھر اگر کہا مانیں تمہارا — تو مت تلاش کرو

عَلَيْهِنَّ سَبِيْلًا ۗ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيًّا كَبِيْرًا ﴿۳۴﴾

ان پر راہ الزام کی — بیشک اللہ ہے سب سے اوپر بڑا

وَاِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ

اور اگر تم ڈرو — کہ وہ دونوں آپس میں ضد رکھتے ہیں — تو کھڑا کرو ایک منصف

اَهْلِهٖ وَحَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَا ۚ اِنْ يُّرِيْدَآ اِصْلَاحًا

مرد والوں میں سے — اور ایک منصف — عورت والوں میں سے — اگر یہ دونوں چاہیں گے کہ صلح کرا دیں

يُّوَفِّقِ اللّٰهُ بَيْنَهُمَا ۗ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا خَبِيْرًا ﴿۳۵﴾

تو اللہ موافقت کر دے گا ان دونوں میں — بیشک اللہ سب کچھ جاننے والا — خبردار ہے

وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا وَّبِالْوَالِدَيْنِ

اور بندگی کرو اللہ کی — اور شریک نہ کرو اس کا کسی کو — اور ماں باپ کے ساتھ

اِحْسَانًا وَّبِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ

نیکی کرو — اور قرابت والوں کے ساتھ — اور یتیموں — اور فقیروں

وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ

اور ہمسایہ قریب — اور ہمسایہ اجنبی — اور پاس

۱ **عورتوں کی تادیب کا طریقہ** یعنی اگر کوئی عورت خاوند سے بدخوئی کرے تو پہلا درجہ تو یہ ہے کہ مرد اس کو زبانی فہمائش کرے اور سمجھاوے اگر نہ مانے تو دوسرا درجہ یہ ہے کہ جدا سووے لیکن اسی گھر میں۔ اس پر بھی نہ مانے تو آخری درجہ یہ ہے کہ اسکو مارے بھی، پر نہ ایسا کہ جس کا نشان باقی رہے یا ہڈی ٹوٹے ہر تقصیر کا ایک درجہ ہے۔ اسی کے موافق تادیب اور تنبیہ کی اجازت ہے۔ جس کے تین درجے ترتیب وار آیت میں مذکور ہیں اور مارنا پیٹنا آخر کا درجہ ہے۔ سرسری قصور پر نہ مارے ہاں قصور زیادہ ہو تو پھر مارنے میں حرج نہیں جس قدر مناسب ہو مارے پیٹے مگر اس کا لحاظ رہے کہ ہڈی نہ ٹوٹے اور نہ ایسا زخم ہو جائے کہ جس کا نشان باقی رہ جائے۔

۲ یعنی وہ عورتیں تمہاری نصیحت یا علیحدگی یا ضرب و تادیب کے بعد اگر بدخوئی اور نافرمانی سے باز آجائیں اور بظاہر مطیع ہو جائیں تو تم بھی بس کر جاؤ اور ان کے قصوروں کی کھود کرید مت کرو اور خواہ مخواہ کے الزام بنانے میں خدا سے ڈرو۔ بیشک اللہ تم سب سے غالب اور سب پر حاکم ہے۔ نہ عورتوں کے معاملہ میں خواہ مخواہ کی بدگمانی سے کام لو اور نہ تھوڑے قصور پر اخیر کی سزا دینے لگو بلکہ ہر قصور کی ایک حد ہے اور مارنا اخیر کا درجہ ہے۔

۳ **گھریلو جھگڑوں میں منصف بنانے کا حکم** یعنی اے مسلمانو اگر تم کو اندیشہ ہو کہ خاوند اور عورت میں مخالفت اور ضد ہے وہ اپنے باہمی نزاع کو خود نہ سلجھا سکیں گے تو تم کو چاہئے کہ ایک منصف مرد کے اقارب میں سے ایک منصف عورت کے اقارب میں سے مقرر کر کے بغرض فیصلہ زوجین کے پاس بھیجو کیونکہ اقارب کو ان کے حالات بھی زیادہ معلوم ہونگے اور ان سے خیر خواہی کی بھی زیادہ امید ہے۔ یہ دونوں منصف احوال کی تحقیق کریں گے اور جس کا جتنا قصور دیکھیں گے اس کو سمجھا کر باہم موافقت کرا دیں گے۔

۴ یعنی اگر دونوں منصف اصلاح بین الزوجین کا قصد کریں گے تو اللہ تعالیٰ ان کے حسن نیت اور حسن سعی سے زوجین میں موافقت کرا دے گا بیشک اللہ تعالیٰ کو تمام چیزوں کا علم اور اطلاع ہے۔ رفع نزاع اور حصول اتفاق کے اسباب اور کیفیات اس کو خوب معلوم ہیں اس لئے نزاع زوجین کے رفع ہونے میں کوئی دشواری نہ ہوگی انشاء اللہ۔

۵ یعنی عبادت اور نیک عمل خدا پر یقین کر کے اور ثواب آخرت کی توقع سے کرو فخر اور ریا سے مال دینا یہ بھی شرک ہے گو کم درجہ کا ہے۔

بِالْجَنْۢبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۙ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ؕ

پہلو والے — اور مسافر کے ساتھ — اور اپنے ہاتھ کے مال — یعنی غلام باندیوں کے ساتھ

اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرَا ۟ۙ ﴿٣٦﴾

بیشک اللہ کو پسند نہیں آتا — اترانے والا — بڑائی کرنے والا

الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ وَيَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ

وہ لوگ جو بخل کرتے ہیں — اور سکھاتے ہیں لوگوں کو بخل

وَيَكْتُمُوْنَ مَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ وَاَعْتَدْنَا

اور چھپاتے ہیں — جو ان کو دیا اللہ نے — اپنے فضل سے — اور تیار کر رکھا ہے ہم نے

لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا ۟ۚ ﴿٣٧﴾ وَالَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ

کافروں کے لیے عذاب ذلت کا — اور وہ لوگ — جو خرچ کرتے ہیں

اَمْوَالَهُمْ رِئَآءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا

اپنے مال — لوگوں کو دکھانے کو — اور ایمان نہیں لاتے — اللہ پر — اور نہ

بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ وَمَنْ يَّكُنِ الشَّيْطٰنُ لَهٗ قَرِيْنًا

قیامت کے دن پر — اور جس کا ساتھی ہوا شیطان

فَسَآءَ قَرِيْنًا ﴿٣٨﴾ وَمَاذَا عَلَيْهِمْ لَوْ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَ

تو وہ بہت برا ساتھی ہے — اور کیا نقصان تھا ان کا — اگر ایمان لاتے اللہ پر — اور

الْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ ؕ وَكَانَ

قیامت کے دن پر — اور خرچ کرتے اللہ کے دیے ہوئے میں سے — اور

حقوق العباد اور ان کی ترتیب یتیمی اور نسا اور ورثہ اور زوجین کے حقوق اور ان کے ساتھ حسن معاملہ کو بیان فرما کر اب یہ ارشاد ہے کہ ہر ایک کا حق او بہ درجہ تعلق کے موافق اور حاجت مندی کے مناسب ادا کرو۔ سب سے مقدم اللہ تعالیٰ کا حق ہے، پھر ماں باپ کا۔ پھر درجہ بدرجہ سب واسطہ داروں اور حاجت مندوں کا اور ہمسایہ قریب اور غیر قریب سے مراد قرب وبعد نسبی ہے یا قرب وبعد مکانی۔ صورت اولیٰ میں یہ مطلب ہوگا کہ ہمسایہ قرابتی کا حق ہمسایہ اجنبی سے زیادہ ہوگا اور صورت ثانیہ کا مدعا یہ ہوگا کہ پاس کے ہمسایہ کا حق ہمسایہ بعید یعنی جو کہ فاصلے سے رہتا ہے اس سے زیادہ ہے اور پاس بیٹھنے والے میں رفیق سفر اور پیشہ کے اور کام کے شریک اور ایک آقا کے دو نوکر اور ایک استاد کے دو شاگرد اور دوست اور شاگرد اور مرید وغیرہ سب داخل ہیں اور مسافر میں مہمان وغیر مہمان دونوں آ گئے اور مال مملوک غلام اور لونڈی کے علاوہ دیگر حیوانات کو بھی شامل ہے۔ آخر میں فرما دیا کہ جس کے مزاج میں تکبر اور خود پسندی ہوتی ہے کہ کسی کو اپنے برابر نہ سمجھے، اپنے مال پر مغرور اور عیش میں مشغول ہو وہ ان حقوق کو ادا نہیں کرتا سو اس سے احتراز رکھو اور بیدار ہو۔

بخل کی مذمت یعنی اللہ تعالیٰ دوست نہیں رکھتا خود پسند اور تکبر کرنے والوں کو جو کہ بخل کرتے ہیں اور اپنے مال اور علم خداداد کو لوگوں سے چھپاتے ہیں۔ کسی کو نفع نہیں پہنچاتے اور قولاً اور عملاً دوسروں کو بھی بخل کی ترغیب دلاتے ہیں اور ان کافروں کے لئے ہم نے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔ فائدہ: یہ آیت یہودیوں کے بارہ میں نازل ہوئی جو فی سبیل اللہ خرچ کرنے میں خود بھی بخل کرتے تھے اور مسلمانوں کو بھی روکنا چاہتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف جو توریت میں مذکور تھے اور حقانیت اسلام کی آیات جو موجود تھیں ان کو چھپاتے تھے۔ سو مسلمانوں کو اس سے احتراز لازم ہے۔

دکھاوے کیلئے خرچ کرنے والے اور خود پسند متکبر وہ لوگ ہیں کہ اپنا مال لوگوں کے دکھانے کو خرچ کرتے ہیں۔ یعنی اللہ کے لئے خرچ کرنے میں تو خود بھی بخل کرتے ہیں اور دوسروں کو بھی بخل کی ترغیب دیتے ہیں لیکن لوگوں کے دکھانے کو اپنا مال خرچ کرتے رہتے ہیں اور ان کو نہ اللہ پر ایمان ہے نہ قیامت کے دن پر کہ حصول رضائے حق تعالیٰ اور تحصیل ثواب اخروی ان کو مقصود ہو۔ اور اللہ کے یہاں مقبول اور پسندیدہ یہ ہے کہ ان حقداروں کو دیا جائے جن کا اول ذکر ہو چکا اور دینے میں اللہ کی خوشنودی اور آخرت کے ثواب کی توقع ہو۔ اس سے معلوم ہو گیا کہ اللہ کی راہ میں جیسا بخل کرنا بُرا ہے ویسا ہی لوگوں کے دکھانے کو خرچ کرنا بُرا ہے اور ایسا کام وہی کرتے ہیں جن کا رفیق شیطان ہے جو ان کو ایسے کام پر آمادہ کرتا ہے۔

ٱللَّهُ بِهِمْ عَلِيمًا ﴿٣٩﴾ إِنَّ ٱللَّهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ ۖ

اللہ کو ان کی خوب خبر ہے ◆ بیشک اللہ حق نہیں رکھتا کسی کا ایک ذرہ برابر

وَإِن تَكُ حَسَنَةً يُضَٰعِفْهَا وَيُؤْتِ مِن لَّدُنْهُ

اور اگر نیکی ہو تو اس کو دونا کر دیتا ہے اور دیتا ہے اپنے پاس سے

أَجْرًا عَظِيمًا ﴿٤٠﴾ فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِن كُلِّ أُمَّةٍۭ بِشَهِيدٍ

بڑا ثواب ◆ پھر کیا حال ہوگا جب بلاویں گے ہم ہر امت میں سے احوال کہنے والا

وَجِئْنَا بِكَ عَلَىٰ هَٰٓؤُلَآءِ شَهِيدًا ﴿٤١﴾ يَوْمَئِذٍ يَوَدُّ

اور بلاویں گے تجھ کو ان لوگوں پر احوال بتانے والا ◆ اس دن آرزو کریں گے

ٱلَّذِينَ كَفَرُوا۟ وَعَصَوُا۟ ٱلرَّسُولَ لَوْ تُسَوَّىٰ بِهِمُ ٱلْأَرْضُ

وہ لوگ جو کافر ہوئے تھے اور رسول کی نافرمانی کی تھی کاش برابر کئے جاویں وہ زمین میں

وَلَا يَكْتُمُونَ ٱللَّهَ حَدِيثًا ﴿٤٢﴾ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟

اور نہ چھپا سکیں گے اللہ سے کوئی بات ◆ اے ایمان والو

لَا تَقْرَبُوا۟ ٱلصَّلَوٰةَ وَأَنتُمْ سُكَٰرَىٰ حَتَّىٰ تَعْلَمُوا۟

نزدیک نہ جاؤ نماز کے جس وقت کہ تم نشہ میں ہو یہاں تک کہ سمجھنے لگو

مَا تَقُولُونَ وَلَا جُنُبًا إِلَّا عَابِرِى سَبِيلٍ حَتَّىٰ

جو کہتے ہو اور نہ اس وقت کہ غسل کی حاجت ہو مگر راہ چلتے ہوئے یہاں تک

تَغْتَسِلُوا۟ ۚ وَإِن كُنتُم مَّرْضَىٰٓ أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ أَوْ جَآءَ

کہ غسل کر لو ◆ اور اگر تم مریض ہو یا سفر میں یا آیا ہے

◆ یعنی ان کافروں کا کچھ نقصان نہ تھا اگر وہ بجائے کفر اللہ اور دن قیامت پر ایمان لاتے اور بجائے بخل و ریا اللہ کی راہ میں مال کو خرچ کرتے بلکہ ان کا سراسر نفع تھا۔ ضرر تو اس میں ہے جس کو وہ اختیار کر رہے ہیں اور اللہ خوب جانتا ہے کہ وہ کیا اور کس نیت سے کر رہے ہیں۔ اسی کا عوض ان کو ملے گا پہلی آیت میں ینفقون اموالھم فرمایا تھا۔ مال کو ان کی طرف منسوب کیا تھا اب وانفقوا مما رزقھم اللہ فرمایا اس میں لطیف اشارہ ہے کہ وہ لوگ اپنا مال سمجھ کر جس طرح کی چاہتا ہے خرچ کرتے ہیں ان کو چاہیے تھا کہ اللہ کا مال سمجھ کر اس کے حکم کے موافق خرچ کرتے۔

◆ **سزا میں انصاف اور جزاء میں رحمت** یعنی اللہ تعالیٰ کسی کا حق ایک ذرہ کے برابر بھی ضائع نہیں فرماتا سو ان کافروں پر جو عذاب ہوگا وہ عین انصاف اور ان کی بداعمالی کا بدلہ ہے۔ اگر ذرہ برابر بھی کسی کی نیکی ہوگی تو اضعاف مضاعف اس کا اجر دے گا اور اپنی طرف سے ثواب عظیم بطور انعام اس کو عنایت کرے گا۔

◆ **آخرت میں آنحضرت ﷺ کی گواہی** یعنی ان کافروں کا کیا احوال ہوگا جس وقت کہ بلائیں گے ہم ہر امت اور ہر قوم میں سے گواہ ان کے حالات بیان کرنے والا۔ اور ان کے واقعی معاملات ظاہر کرنے والا اس سے مراد ہر امت کا نبی اور ہر عہد کے صالح اور معتبر لوگ ہیں کہ وہ قیامت کو نافرمانوں کی نافرمانی اور فرمانبرداروں کی فرمانبرداری بیان کریں گے اور سب کے حالات کی گواہی دیں گے اور تم کو اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان پر یعنی تمہاری امت پر مثل دیگر انبیاء علیہم السلام کے احوال بتانے والا اور گواہ بنا کر لاویں گے اور یہ بھی احتمال ہے کہ ھؤلاء کا اشارہ انبیائے سابقین یا کفار مذکورہ بالا کی طرف ہو۔ اول صورت میں انبیاء مراد ہوں تو مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انبیائے سابقین کی صداقت پر گواہی دیں گے جب کہ ان کی امتیں ان کی تکذیب کریں گی اور دوسرے احتمال سے کفار مراد ہوں تو مطلب یہ ہے کہ انبیائے سابقین جیسا اپنی اپنی امت کے کفار فساق کے کفر و فسق کی گواہی دیں گے تم بھی اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان سب کی بد اعمالی پر گواہ ہو گے جس سے ان کی خرابی اور رسوائی خوب متحقق ہوگی۔

◆ **آخرت میں نافرمانوں اور کفار کا پچھتاوا** یعنی جس دن ہر امت میں سے ان کے حالات بیان کرنے والا بلایا جائے گا اس دن کافر اور نافرمان لوگ اس بات کی تمنا کریں گے کہ کاش ہم زمین میں ملا دیے جاتے اور مٹی میں مل کر نیست و نابود ہو جاتے یا آج پیدا نہ ہوتے اور ہم سے حساب و کتاب نہ ہوتا اور وہ لوگ اللہ تعالیٰ سے کسی بات کا اخفا نہ کر سکیں گے اور ذرہ ذرہ کا حساب ہوگا۔ شروع سورت سے مسلمانوں کو اقارب اور زوجین وغیرہ کے ادائے حقوق کی

تاکید اور کسی کی حق تلفی کرنے اور جانی و مالی نقصان پہنچانے کی ممانعت اور معاصی کی برائی پر مطلع کر کے اس کے بعد واعبدوا اللہ ولا تشرکوا بہ شیئا فرما کر اقارب اور یتامی اور مساکین اور ہمسایوں وغیرہ کے ساتھ احسان وسلوک کرنے کا ارشاد کر کے اس کے ذیل میں تکبر اور خود پسندی اور بخل اور ریا سے ڈرایا تھا جو ایسے عیب ہیں کہ دوسروں کے حق ادا کرنے اور کسی کے ساتھ سلوک کرنے سے روکتے بھی ہیں اور روپیہ پیسہ دینے والوں اور لوگوں کے ساتھ سلوک کرنے والوں کی طبیعت میں تو ہلا تو ڑنے بھی لگتے ہیں۔

نماز کے شرائط و آداب اب ان تمام حکموں کے آخر میں پھر مسلمانوں کو صریح خطاب فرما کر خاص نماز کی بابت جو سب عبادتوں میں اعلیٰ اور افضل ہے اور شریعت میں جس قدر اس کا اہتمام کیا ہے اور اس کے ارکان و شرائط و آداب وغیرہ کو مفصل بتلایا ہے کسی عبادت کا اس قدر اہتمام نہیں کیا۔ دو باتوں کی تاکید فرمائی جو امور متعلقہ صلوٰۃ میں سب سے اہم اور نفس پر شاق ہیں اور ارکان صلوٰۃ کی صحت اور خوبی کے لئے جسم اور جان ہیں۔ اول یہ کہ نشہ کی حالت میں نماز کے پاس نہ جاؤ تاوقتیکہ جو منہ سے نکلے اس کو سمجھو بھی اور جنابت میں بھی نماز سے دور رہو یہاں تک کہ غسل کر کے تمام بدن کو خوب پاک کر لو کیونکہ نماز میں دو امر مہتم بالشان ہیں ایک حضور اور خشوع دوسرے طہارت اور نظافت اور جملہ امور متعلقہ صلوٰۃ میں یہی دو امر نفس پر شاق بھی ہیں اور نشہ خشوع اور حضور کے خلاف ہے تو جنابت طہارت اور نظافت کے منافی ہے بلکہ نشہ چونکہ مثل نوم اور غشی ناقض وضو ہے تو اس سے طہارت کے بھی خلاف ہے تو مطلب یہ ہوا کہ نماز کو پورے اہتمام سے پڑھو اور جملہ امور ظاہری اور باطنی کا لحاظ رکھو گو نفس پر شاق ہو۔ باقی اس خاص موقع پر اس تاکید اور تنبیہ کے ارشاد فرمانے سے دو نکتے معلوم ہوتے ہیں۔ اول یہ کہ احکام کثیرہ مذکورہ بالا جن میں حقوق اور معاملات باہمی اور عبادات جانی و مالی کا ذکر تھا ان سب کو بجا لانے کے ساتھ بخل اور ریا اور خود پسندی اور بڑائی سے بھی مجتنب رہنا چونکہ نفس پر شاق ہے اور سننے والوں کو خلجان کا موقع ہے تو اس دشواری اور خلجان کا علاج بتانا منظور ہے یعنی نماز کو اس کی شرائط و آداب ظاہری و باطنی کے ساتھ ادا کرو گے تو جملہ اوامر و نواہی مذکورہ بالا کی تعمیل تم پر سہل ہو جائے گی کیونکہ نماز کی وجہ سے جملہ اوامر و عبادات میں سہولت اور رغبت اور تمام منہیات اور معاصی سے نفرت پیدا ہو جاتی ہے جیسا کہ دیگر آیات و احادیث میں مذکور ہے اور علمائے محققین نے تصریح فرمائی ہے۔ دوسرے یہ کہ احکام کثیرہ سابقہ کو سن کر بعید نہیں جو کاہل کم ہمت اپنے آپ کو مجبور خیال کر کے ہمت ہار دیں اور اس کاہلی کا اثر نماز میں بھی ظاہر ہونے لگے جس کی شرائط و آداب بہت کچھ ہیں اور وہ ہر وقت موجود ہے اس لئے نماز کا اہتمام مناسب ہوا۔ الحاصل جو کوئی اقامت صلوٰۃ کا اہتمام اور التزام رکھے گا اس کو دیگر احکام جانی و مالی میں بھی آسانی اور سہولت ہو گی اور جو کوئی دیگر احکام میں کاہلی اور بے پروائی کرتا ہے اس سے اقامت صلوٰۃ میں بھی کوتاہی کرنا بعید نہیں۔ واللہ اعلم۔

نشہ و جنابت میں نماز کی ممانعت پہلی آیات میں مسلمانوں کو خطاب تھا واعبدوا اللہ ولا تشرکوا بہ شیئا الی آخر الآیات اور اسی کے ذیل میں کفار کی مذمت بیان فرمائی تھی جو کہ امور مذکورہ سابقہ کی مخالفت کرتے تھے اب اسکے بعد پھر مسلمانوں کو دربارۂ صلوٰۃ بعض خاص ہدایتیں کی جاتی ہیں اور ان ہدایات کو ما قبل کے ساتھ یہ مناسبت ہے کہ اس سے پہلے کفار اور اہل کتاب کی دو خرابیوں کا خاص طور پر ذکر تھا ایک اللہ پر ایمان نہ لانا دوسرے اپنا مال اللہ کے لئے خرچ نہ کرنا بلکہ لوگوں کے دکھانے کو اور اپنی عزت بڑھانے کو مال خرچ کرنا اور ظاہر ہے کہ پہلی خرابی کا منشا تو علم کا نقصان اور جہل کا غلبہ ہے اور دوسری خرابی کی وجہ ہوائے نفس اور اپنی خواہش ہے جس سے معلوم ہو گیا کہ گمراہی کے بڑے سبب دو ہیں، اول جہل جس میں حق و باطل کی تمیز ہی نہیں ہوتی، دوسرے خواہش و شہوت جس سے باوجود تمیز حق و باطل حق کے موافق عمل نہیں کر سکتا کیونکہ شہوات سے قوت عقلی ضعیف اور قوت بہیمیہ قوی ہو جاتی ہے جس کا نتیجہ ملائکہ سے بعد اور شیاطین سے قرب ہے جو بہت سی خرابیوں کی جڑ ہے تو اب اس مناسبت سے حق تعالیٰ شانہ نے مسلمانوں کو نشہ کی حالت میں نماز پڑھنے سے اول منع فرمایا کہ یہ جہل کی حالت ہے۔ اسکے بعد جنابت میں نماز پڑھنے سے روکا کہ یہ حالت ملائکہ سے بعد اور شیاطین سے قرب کی حالت ہے۔ حدیث میں وارد ہے کہ جہاں جنبی ہوتا ہے وہاں ملائکہ نہیں آتے واللہ اعلم۔ اب آیت کا مطلب یہ ہوا کہ اے ایمان والو جب تم کو کفر اور ریا کی خرابی معلوم ہو چکی اور ان کے اضداد کی خوبی واضح ہو چکی تو اس سے نشہ اور جنابت کی حالت میں نماز پڑھنے کی خرابی کو بھی خوب سمجھ لو کہ ان کا منشا بھی وہی ہے جو کفر و ریا کا منشا تھا۔ اس لئے نشہ میں نماز کے نزدیک نہ جانا چاہئے۔ تاوقتیکہ تم کو اس قدر ہوش نہ آ جائے کہ جو منہ سے کہو اس کو سمجھ بھی سکو اور نہ حالت جنابت میں نماز کے نزدیک جانا چاہئے تاوقتیکہ غسل نہ کر لو مگر حالت سفر میں اس کا حکم آگے مذکور ہے۔ فائدہ یہ حکم اس وقت تھا کہ نشہ اس وقت تک حرام نہ ہوا تھا لیکن نشہ کی حالت میں نماز پڑھنے کی ممانعت کر دی گئی تھی۔ روایات میں منقول ہے کہ ایک جماعت صحابہؓ کی دعوت میں جمع تھی چونکہ شراب اس وقت تک حرام نہ ہوئی تھی اس لئے انہوں نے شراب پی تھی۔ مغرب کا وقت آ گیا تو سب اسی حالت میں نماز کو کھڑے ہو گئے امام نے سورہ قل یایہا الکفرون میں لا اعبد ما تعبدون کی جگہ اعبد ما تعبدون بیہوشی میں پڑھ دیا جس سے معنی بالکل خلاف اور غلط ہو گئے اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ اب اگر نیند کے غلبہ یا بیماری کی وجہ سے کسی کا ایسا حال ہو جائے کہ اس کی خبر نہ رہے کہ میں نے کیا کیا تو ایسی حالت کی نماز بھی درست نہ ہوگی جب ہوش آئے تو اسکی قضا ضرور کر لے۔

أَحَدٌ مِّنكُم مِّنَ الْغَآئِطِ أَوْ لَٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ

کوئی شخص تم میں — جائے ضرورت سے — یا پاس گئے ہو عورتوں کے — پھر

تَجِدُوا مَآءً فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوا

نہ پاؤ تم پانی — تو ارادہ کرو زمین پاک کا — پھر ملو

بِوُجُوهِكُمْ وَأَيْدِيكُمْ ۗ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَفُوًّا غَفُورًا ﴿٤٣﴾

اپنے منہ کو — اور ہاتھوں کو ۞ — بیشک اللہ ہے معاف کرنے والا بخشنے والا ۞

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ أُوتُوا نَصِيبًا مِّنَ الْكِتَٰبِ

کیا تو نے نہ دیکھا — ان کو جن کو ملا ہے — کچھ حصہ — کتاب سے

يَشْتَرُونَ الضَّلَٰلَةَ وَيُرِيدُونَ أَن تَضِلُّوا السَّبِيلَ ﴿٤٤﴾

خرید کرتے ہیں گمراہی — اور چاہتے ہیں — کہ تم بھی بہک جاؤ راہ سے

وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِأَعْدَآئِكُمْ ۚ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ وَلِيًّا ۚ وَكَفَىٰ

اور اللہ خوب جانتا ہے تمہارے دشمنوں کو — اور اللہ کافی ہے حمایتی — اور اللہ

بِاللَّهِ نَصِيرًا ﴿٤٥﴾ مِّنَ الَّذِينَ هَادُوا يُحَرِّفُونَ

کافی ہے مددگار ۞ — بعضے لوگ یہودی — پھیرتے ہیں

الْكَلِمَ عَن مَّوَاضِعِهِۦ وَيَقُولُونَ سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا

بات کو اس کے ٹھکانے سے ۞ — اور کہتے ہیں — ہم نے سنا — اور نہ مانا ۞

۱ تیمم کا حکم: یعنی حالت جنابت میں نماز کا تو یہ حکم ہے کہ بغیر غسل نہ کرے یہ حکم جب ہے کہ کوئی عذر نہ ہو اور اگر کوئی ایسا عذر پیش آ جائے کہ پانی کے استعمال سے معذوری ہو اور طہارت کا حاصل کرنا ضروری ہو تو ایسے وقت میں زمین سے تیمم کر لینا کافی ہے۔ اب پانی کے استعمال سے معذوری کی تین صورتیں نکلیں ایک بیماری کہ اس میں پانی ضرر کرتا ہے دوسری یہ کہ سفر درپیش ہے اور پانی

اتنا موجود ہے کہ وضو کرے تو پیاس سے ہلاک ہونے کا اندیشہ ہے دور تک پانی نہ ملے گا۔ تیسری یہ کہ پانی بالکل موجود ہی نہیں اس پانی موجود نہ ہونے کی صورت کے ساتھ دو صورتیں طہارت کے ضروری ہونے کی بیان فرما دیں ایک یہ کہ کوئی جائے ضرور سے فارغ ہو کر آیا اس کو وضو کی حاجت ہے دوسری یہ کہ عورت سے صحبت کی ہو تو اس کو غسل کی ضرورت ہے۔ فائدہ تیمم کی صورت یہ ہے کہ پاک زمین پر دونوں ہاتھ مارے پھر سارے منہ پر اچھی طرح مل لے پھر دونوں ہاتھ زمین پر مار کر دونوں ہاتھوں کو کہنیوں تک مل لے مٹی طاہر ہے اور بعض چیزوں کے لئے مثل پانی کے مطہر بھی ہے مثلاً خف کو اور آئینہ وغیرہ اور جو نجاست زمین پر گر کر خاک ہو جاتی ہے وہ بھی پاک ہو جاتی ہے اور نیز ہاتھ اور چہرہ پر مٹی ملنے میں تذلل اور عجز بھی پورا ہے جو گناہوں سے معافی مانگنے کی اصل صورت ہے۔ سو جب مٹی ظاہری اور باطنی دونوں طرح کی نجاست کو زائل کرتی ہے تو اس کے وقت معذوری پانی کی قائم مقام کی گئی۔ اور مقتضائے آسانی و سہولت جس پر حکم تیمم مبنی ہے یہ ہے کہ پانی کی قائم مقام ایسی چیز کی جائے جو پانی سے زیادہ سہل الحصول ہو سو مٹی کا ایسا ہونا ظاہر ہے کیونکہ وہ سب جگہ موجود ہے۔ علاوہ ازیں انسان کی اصل ہے اور اپنی اصل کی طرف رجوع کرنے میں گناہوں اور خرابیوں سے بچاؤ ہے۔ کفار بھی آرزو کریں گے کہ کسی طرح خاک میں مل جائیں جیسا کہ آیت میں مذکور ہوا۔

◈ یعنی اللہ تعالیٰ نے ضرورت کے وقت تیمم کی اجازت دے دی اور مٹی کو پانی کے قائم مقام کر دیا اس لئے کہ وہ سہولت اور معافی دینے والا ہے اور بندوں کی خطا میں بخشنے والا ہے اپنے بندوں کے نفع اور آسائش کو پسند فرماتا ہے جس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ نماز میں نشہ کی حالت میں جو کچھ کہ ہو چکا تھا اس کو بھی معاف کر دیا گیا جس سے یہ خلجان نہ رہا کہ آئندہ تو نشہ کی حالت میں نماز نہ پڑھیں گے مگر جو پہلے غلطی ہو گئی شاید اس کی بابت مواخذہ ہو۔

◈ **یہودیوں کے قبیح گستاخانہ قول** ان آیات میں یہود کے بعض قبائح اور ان کے مکر و فریب کا بیان ہے اور ان کی ضلالت اور کفر پر خود ان کو اور نیز دوسروں کو مطلع کرنا ہے تاکہ ان سے محفوظ رہیں چنانچہ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرًا سے لے کر يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ تک یہود کے قبائح مذکور ہو چکے ہیں۔ بیچ میں ایک خاص مناسبت سے نشہ اور جنابت میں نماز سے ممانعت فرما کر پھر یہود کے قبائح کا بیان ہے۔ یہود کو کتاب سے بہت تھوڑا حصہ یعنی الفاظ پڑھنے کو ملے اور عمل کرنا جو اصل مقصود تھا نہیں ملا اور گمراہی خرید کرتے ہیں یعنی پیغمبر آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات اور اوصاف کو دنیا کی عزت اور رشوت کے واسطے چھپاتے ہیں اور جان بوجھ کر انکار کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ مسلمان بھی دین سے پھر کر گمراہ ہو جائیں اور اللہ تعالیٰ اے مسلمانو تمہارے دشمنوں کو خوب جانتا ہے۔ تم ایسا ہرگز نہیں جانتے سو اللہ کے فرمانے پر اطمینان کرو اور ان سے بچو اور اللہ تعالیٰ تم کو نفع پہنچانے اور نقصان سے بچانے کے لئے کافی ہے اس لئے دشمنوں سے اس قسم کا اندیشہ مت کرو اور دین پر قائم رہو۔

◈ یعنی یہود میں ایسے لوگ بھی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جو توریت میں نازل فرمایا اس کو اپنے موقع سے پھیرتے اور بدلتے ہیں یعنی تحریف لفظی اور معنوی کرتے ہیں۔

◈ یعنی جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو کوئی حکم سناتے تو یہود جواب میں کہتے ہم نے سن لیا مطلب یہ ہوا کہ قبول کر لیا لیکن آہستہ سے کہتے تھے کہ نہ مانا یعنی ہم نے فقط کان سے سنا دل سے نہیں مانا۔

وَاسْمَعْ غَيْرَ مُسْمَعٍ وَّرَاعِنَا لَيًّا بِاَلْسِنَتِهِمْ وَطَعْنًا

اور کہتے ہیں کہ سن · نہ سنایا جائیو · اور کہتے ہیں راعنا · موڑ کر اپنی زبان کو · اور عیب لگانے کو

فِي الدِّيْنِ ۭ وَلَوْ اَنَّهُمْ قَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا

دین میں · اگر وہ کہتے · ہم نے سنا · اور مانا

وَاسْمَعْ وَانْظُرْنَا لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَاَقْوَمَ ۙ وَ

اور سن · اور ہم پر نظر کر · تو بہتر ہوتا ان کے حق میں · اور درست

لٰكِنْ لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۴۶﴾

لیکن لعنت کی ان پر اللہ نے · ان کے کفر کے سبب · سو وہ ایمان نہیں لاتے · مگر بہت کم

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اٰمِنُوْا بِمَا نَزَّلْنَا

اے کتاب والو · ایمان لاؤ اس پر · جو ہم نے نازل کیا

مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّطْمِسَ

تصدیق کرتا ہے · اس کتاب کی جو تمہارے پاس ہے · پہلے اس سے · کہ ہم مٹا ڈالیں

وُجُوْهًا فَنَرُدَّهَا عَلٰٓي اَدْبَارِهَآ اَوْ نَلْعَنَهُمْ كَمَا

بہت سے چہروں کو · پھر الٹ دیں ان کو پیٹھ کی طرف · یا لعنت کریں ان پر جیسے

لَعَنَّآ اَصْحٰبَ السَّبْتِ ۭ وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا ﴿۴۷﴾

ہم نے لعنت کی ہفتہ کے دن والوں پر · اور اللہ کا حکم تو ہو کر ہی رہتا ہے

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ

بیشک اللہ نہیں بخشتا · اس کو جو اس کا شریک کرے · اور بخشتا ہے اس سے نیچے کے

۱ یعنی اور جب یہود حضرت سے خطاب کرتے ہیں تو کہتے ہیں سن نہ سنایا جائیو یعنی ایسے کلام بولتے ہیں جس کے دو معنے ہوں ایک معنی کے اعتبار سے دعا یا تعظیم ہو تو دوسرے معنی کی رو سے بددعا اور تحقیر ہو سکے۔ چنانچہ یہ کلام بظاہر دعائے خیر ہے۔ مطلب یہ کہ تو ہمیشہ غالب اور معزز رہے کوئی تجھ کو بری اور خلاف بات نہ سنا سکے اور دل میں نیت رکھتے کہ تو بہرا ہو جائیو۔

۲ یعنی حضرت کی خدمت میں آتے تو یہود راعنا کہتے اس کے بھی دو معنے ہیں ایک اچھے ایک برے جن کا بیان سورہ بقرہ میں گذر چکا۔ اچھے معنی تو یہ کہ ہماری رعایت کرو اور شفقت کی نظر کرو کہ تمہارا مطلب سمجھ لیں اور جو پوچھنا ہو پوچھ لیں اور برے معنی یہ کہ یہودی زبان میں یہ کلمہ تحقیر کا ہے یا زبان کو دبا کر راعینا کہتے یعنی تو ہمارا چرواہا ہے اور یہ ان کی محض شرارت تھی کیونکہ وہ خوب جانتے تھے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور دیگر پیغمبروں نے بھی بکریاں چرائی ہیں۔

۳ یعنی یہود ان کلمات کو اپنے کلام میں رلا ملا کر ایسے انداز سے کہتے کہ سننے والے اچھے ہی معنوں پر حمل کرتے اور برے معنوں کی طرف دھیان بھی نہ جاتا اور دل میں برے معنی مراد لیتے اور پھر دین میں یہ عیب لگاتے کہ اگر یہ شخص نبی ہوتا تو ہمارا فریب ضرور معلوم کر لیتا۔ سو اللہ تعالیٰ نے ان کے فریب کو خوب کھول دیا۔

۴ حق تعالیٰ اللہ یہود کے تین قول مذموم بیان فرما کر بطور ملامت و ہدایت ارشاد کرتے ہیں کہ اگر یہود عصینا کی جگہ اطعنا کہتے اور بجائے اسمع غیر مسمع کے صرف اسمع کہتے اور راعنا کے عوض انظرنا کہتے تو ان کے حق میں بہتر ہوتا اور یہ بات درست اور سیدھی ہوتی اور اس بیہودگی اور شرارت کی گنجائش نہ ہوتی جو کلمات سابقہ سے یہود برے معنی اپنے دل میں مراد لیا کرتے تھے لیکن چونکہ اللہ تعالیٰ نے انکو ان کے کفر کے باعث اپنی رحمت اور ہدایت سے دور کر دیا اس لئے وہ مفید اور سیدھی باتوں کو نہیں سمجھتے اور ایمان نہیں لاتے مگر تھوڑے سے آدمی کہ وہ ان خباثتوں اور شرارتوں سے مجتنب رہے اور اس وجہ سے اللہ کی لعنت سے محفوظ رہے جیسے حضرت عبداللہ بن سلام اور ان کے ساتھی۔

۵ **یہودیوں کو انذار** آیات سابقہ میں یہود کی ضلالت اور مختلف قبائح کا ذکر فرما کر اب ان کو بطور خطاب ایمان اور تصدیق قرآن کا حکم کیا جاتا ہے اور اس کی مخالفت سے ڈرایا جاتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اے اہل کتاب ایمان لاؤ قرآن پر جس کے احکام مصدق اور موافق ہیں توریت کے ایمان لاؤ اس سے پہلے کہ مٹا ڈالیں ہم تمہارے چہروں کے نشانات یعنی آنکھ ناک وغیرہ مطلب یہ کہ تمہاری صورتیں بدل دی جائیں پھر الٹ دیں تمہارے چہروں کو پیٹھ کی طرف یعنی چہرہ کو مطموس اور ہموار کر کے پیچھے کی طرف اور گدی کو آگے کی طرف کر دیں یا ہفتہ کے دن والوں کی طرح تم کو مسخ کر کے جانور بنا دیں۔ اصحاب سبت کا قصہ سورہ اعراف میں مذکور ہے۔

ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ۚ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدِ افْتَرٰٓى

گناہ جس کے چاہے — اور جس نے شریک ٹھہرایا اللہ کا — اس نے

اِثْمًا عَظِيْمًا ﴿۴۸﴾ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يُزَكُّوْنَ اَنْفُسَهُمْ ۭ

بڑا طوفان باندھا — کیا تو نے نہ دیکھا ان کو — جو اپنے آپ کو پاکیزہ کہتے ہیں

بَلِ اللّٰهُ يُزَكِّيْ مَنْ يَّشَآءُ وَلَا يُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا ﴿۴۹﴾

بلکہ اللہ ہی پاکیزہ کرتا ہے — جس کو چاہے — اور ان پر ظلم نہ ہوگا — تاگے برابر

اُنْظُرْ كَيْفَ يَفْتَرُوْنَ عَلَي اللّٰهِ الْكَذِبَ ۭ وَكَفٰى

دیکھ — کیسا باندھتے ہیں — اللہ پر — جھوٹ — اور کافی ہے

بِهٖٓ اِثْمًا مُّبِيْنًا ﴿۵۰﴾ ع اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا

یہی گناہ صریح — کیا تو نے نہ دیکھا — ان کو — جن کو ملا ہے

نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يُؤْمِنُوْنَ بِالْجِبْتِ وَالطَّاغُوْتِ

کچھ حصہ — کتاب کا — جو مانتے ہیں بتوں کو — اور شیطان کو

وَيَقُوْلُوْنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا هٰٓؤُلَاۗءِ اَهْدٰى مِنَ

اور کہتے ہیں — کافروں کو — کہ یہ لوگ — زیادہ راہ راست پر ہیں

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا سَبِيْلًا ﴿۵۱﴾ اُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ

مسلمانوں سے — یہی ہیں — جن پر لعنت کی ہے

اللّٰهُ ۭ وَمَنْ يَّلْعَنِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ نَصِيْرًا ﴿۵۲﴾ ط

اللہ نے — اور جس پر لعنت کرے اللہ — تو نہ پاوے گا تو اس کا کوئی مددگار

مشرک کی بخشش نہیں یعنی مشرک کبھی نہیں بخشا جاتا بلکہ اس کی سزا دائمی ہے البتہ شرک سے نیچے جو گناہ ہیں صغیرہ ہوں یا کبیرہ وہ سب قابل مغفرت ہیں۔ اللہ تعالیٰ جس کی مغفرت چاہے اس کے صغیرہ کبیرہ گناہ بخش دیتا ہے کچھ عذاب دے کر یا بلا عذاب دیئے۔ اشارہ اس کی طرف ہے کہ یہود چونکہ کفر اور شرک میں مبتلا ہیں وہ مغفرت کی توقع نہ رکھیں۔

یہودیوں کی شیخی یعنی یہود باوجود اس قدر خرابیوں کے پھر بھی اپنے آپ کو پاک صاف اور مقدس کہتے ہیں حتیٰ کہ اپنے آپ کو ابناء اللہ اور احباء اللہ بتلاتے ہیں جو بالکل لغو بات ہے بلکہ اللہ تعالیٰ جس کو چاہے اس کو پاکیزہ اور مقدس کرتا ہے۔ یہود کے کہنے سے کچھ نہیں ہو سکتا اور ان جھوٹی شیخی کرنے والوں پر ادنیٰ سا ظلم بھی نہ ہوگا۔ یعنی یہ لوگ اپنے عذاب بے نہایت میں گرفتار ہوں گے ان پر ناحق عذاب ہرگز نہ ہوگا۔ فائدہ: یہودی جو گوسالہ کو پوجتے تھے اور حضرت عزیر علیہ السلام کو ابن اللہ کہتے تھے انہوں نے جب آیت سابقہ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ کو سنا تو کہنے لگے کہ ہم مشرک نہیں بلکہ ہم تو خاص بندے اور پیغمبر زادے ہیں اور پیغمبری ہماری میراث ہے خدا تعالیٰ کو ان کی یہ شیخی پسند نہ آئی اس پر یہ آیت نازل فرمائی۔

یعنی کیسی تعجب کی بات ہے کہ اللہ پر کیسی جھوٹی تہمت لگاتے ہیں اور باوجود ارتکاب کفر اور شرک کے اپنے آپ کو اللہ کا دوست کہتے ہیں اور اللہ کے نزدیک مقبول ہونے کے مدعی ہیں اور ایسی سخت تہمت صریح گنہگار ہونے کے لئے بالکل کافی ہے۔

اس آیت میں یہود کی شرارت اور خباثت کا اظہار ہے۔ قصہ یہ ہے کہ یہودیوں کو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے عداوت بڑھی تو مشرکین مکہ سے ملے اور ان سے متفق ہوئے اور ان کی خاطر داری کی ضرورت سے بتوں کی تعظیم کی اور کہا کہ تمہارا دین مسلمانوں کے دین سے بہتر ہے اور اس کی وجہ صرف حسد تھا اس پر کہ نبوت اور دین کی ریاست ہمارے سوا دوسروں کو کیوں مل گئی۔ اس پر اللہ تعالیٰ ان کو الزام دیتا ہے۔ ان آیات میں اسی کا مذکور ہے۔

یہودیوں پر اللہ کی لعنت ہے یعنی یہ لوگ جنہوں نے اہل کتاب ہو کر اغراض نفسانی کی وجہ سے بتوں کی تعظیم کی اور طریقہ کفر کو طریقہ اسلام سے افضل بتلایا ان پر اللہ کی لعنت ہے اور جس پر لعنت کرے اللہ اس کا دنیا اور آخرت میں کوئی حامی اور مددگار نہیں ہو سکتا۔ سو اب انہوں نے اپنی اعانت کی طمع میں جو مشرکین مکہ سے موافقت کی بالکل لغو ہے۔ چنانچہ دنیا میں یہود نے انواع ذلتیں اٹھائیں اور آخرت میں بھی عذاب میں مبتلا ہوں گے۔

أَمْ لَهُمْ نَصِيبٌ مِّنَ الْمُلْكِ فَإِذًا لَّا يُؤْتُونَ

کیا ان کا کچھ حصہ ہے سلطنت میں پھر تو یہ نہ دیں گے

النَّاسَ نَقِيرًا ﴿٥٣﴾ أَمْ يَحْسُدُونَ النَّاسَ عَلَىٰ

لوگوں کو ایک تل برابر ◆ یا حسد کرتے ہیں لوگوں کا اس پر

مَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِن فَضْلِهِ ۖ فَقَدْ آتَيْنَا آلَ

جو دیا ہے ان کو اللہ نے اپنے فضل سے سو ہم نے تو دی ہے

إِبْرَاهِيمَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَآتَيْنَاهُم مُّلْكًا عَظِيمًا ﴿٥٤﴾

ابراہیم کے خاندان میں کتاب اور علم اور ان کو دی ہے ہم نے بڑی سلطنت ◆

فَمِنْهُم مَّنْ آمَنَ بِهِ وَمِنْهُم مَّن صَدَّ عَنْهُ ۚ

پھر ان میں سے کسی نے اس کو مانا اور کوئی اس سے ہٹا رہا

وَكَفَىٰ بِجَهَنَّمَ سَعِيرًا ﴿٥٥﴾ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِنَا

اور کافی ہے دوزخ کی بھڑکتی آگ ◆ بیشک جو منکر ہوئے ہماری آیتوں سے

سَوْفَ نُصْلِيهِمْ نَارًا كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُودُهُم

ان کو ہم ڈالیں گے آگ میں ◆ جس وقت پک جائے گی کھال ان کی

بَدَّلْنَاهُمْ جُلُودًا غَيْرَهَا لِيَذُوقُوا الْعَذَابَ ۗ إِنَّ

تو ہم بدل دیں گے ان کو اور کھال تاکہ چکھتے رہیں عذاب ◆ بیشک

اللَّهَ كَانَ عَزِيزًا حَكِيمًا ﴿٥٦﴾ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا

اللہ ہے زبردست حکمت والا ◆ اور جو لوگ ایمان لائے اور کام کیے

یہود اپنے خیال میں جانتے تھے کہ پیغمبری اور دین کی سرداری ہماری میراث ہے اور ہمیں کو لائق ہے۔ اس لئے عرب کے پیغمبر کی متابعت سے عار کرتے تھے اور کہتے تھے کہ آخر کو حکومت اور بادشاہت ہمیں کو پہنچ رہے گی برائے چندے اوروں کو بھی مل جائے تو کچھ مضائقہ نہیں اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ مطلب آیت کا یہ ہے کہ کیا یہود کا کچھ حصہ ہے سلطنت میں یعنی ہرگز نہیں۔ اگر یہ حاکم ہو جائیں تو لوگوں کو تل برابر بھی نہ دیں یعنی ایسے بخیل ہیں کہ بادشاہت میں قسم کو تل برابر بھی نہ دیں۔

یہودیوں کا حسد بلاوجہ ہے | یعنی کیا یہود حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے اصحاب پر اللہ کے فضل و انعام کو دیکھ کر حسد میں مرے جاتے ہیں۔ سو یہ تو بالکل ان کی بیہودگی ہے کیونکہ ہم نے حضرت ابراہیم کے گھرانے میں کتاب اور علم اور سلطنت عظیم عنایت کی ہے۔ پھر یہود آپ کی نبوت اور عزت پر کیسے حسد اور انکار کرتے ہیں اب بھی تو ابراہیم ہی کے گھر میں ہے۔

یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے گھرانے میں خدائے تعالیٰ نے ہمیشہ سے بزرگی دی ہے اور اب بھی اسی کے گھرانے میں ہے۔ سو جو کوئی بلاوجہ محض حسد سے اس کو نہ مانے اس کے جلانے کے لئے دوزخ کی بھڑکتی آگ کافی ہے۔

پہلی آیت میں مومن و کافر کا ذکر تھا اب مطلق مومن اور کافر کی جزا و سزا بطور قاعدہ کلیہ کے ذکر فرماتے ہیں تاکہ ایمان کی طرف پوری ترغیب اور کفر سے پوری ترہیب ہو جائے۔

عذاب کیلئے کفار کی کھال بدل دی جائیگی | یعنی کافروں کے عذاب میں نقصان اور کمی نہ آنے کی غرض سے ان کی کھال کے جل جانے کے وقت دوسری کھال بدل دی جائے گی مطلب یہ ہوا کہ کافر ہمیشہ عذاب میں یکساں مبتلا رہیں گے۔

یعنی اللہ تعالیٰ بیشک زبردست اور غالب ہے کافروں کو ایسی سزا دینے میں کوئی دقت اور دشواری نہیں اور حکمت والا ہے کافروں کو یہ سزا دینی عین حکمت کے موافق ہے۔

الصّٰلِحٰتِ سَنُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا

نیک ۔ البتہ ان کو ہم داخل کریں گے باغوں میں ۔ جن کے نیچے بہتی ہیں

الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ لَهُمْ فِيْهَآ اَزْوَاجٌ

نہریں ۔ رہا کریں ان میں ہمیشہ ۔ ان کے لیے وہاں عورتیں ہیں

مُّطَهَّرَةٌ ۫ وَّنُدْخِلُهُمْ ظِلًّا ظَلِيْلًا ﴿۵۷﴾ اِنَّ اللّٰهَ

ستھری ۔ اور ان کو ہم داخل کریں گے ۔ گھنی چھاؤں میں ۔ بے شک اللہ

يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓى اَهْلِهَا ۙ وَاِذَا

تم کو فرماتا ہے ۔ کہ پہنچا دو امانتیں ۔ امانت والوں کو ۔ اور جب

حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ ؕ اِنَّ

فیصلہ کرنے لگو ۔ لوگوں میں ۔ تو فیصلہ کرو انصاف سے ۔ اللہ

اللّٰهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ بِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ سَمِيْعًا

اچھی نصیحت کرتا ہے تم کو ۔ بے شک اللہ ہے سننے والا

بَصِيْرًا ﴿۵۸﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ

دیکھنے والا ۔ اے ایمان والو ۔ حکم مانو اللہ کا ۔ اور

اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِى الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۚ فَاِنْ

حکم مانو رسول کا ۔ اور حاکموں کا ۔ جو تم میں سے ہوں ۔ پھر اگر

تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ

جھگڑ پڑو ۔ کسی چیز میں ۔ تو اس کو رجوع کرو طرف اللہ کے ۔ اور رسول کے

جنت کی عورتیں اور باغات یعنی مومن ہمیشہ جنت میں رہیں گے اور ان کو عورتیں ایسی ملیں گی جو حیض اور دیگر آلائشوں سے پاک ہوں گی اور ان کو گہری اور گنجان چھاؤں میں داخل کریں گے جو آفتاب کے دھوپ سے بالکل محفوظ ہوگی۔

امانتوں کی ادائیگی اور عدل کا حکم یہود میں عادت تھی کہ امانت میں خیانت کرتے اور فصل خصومات میں رشوت وغیرہ کی وجہ سے کسی کی خاطر اور رعایت کر کے خلاف حق حکم دیتے اس لئے مسلمانوں کو ان دونوں باتوں سے اس آیت میں روکا گیا۔ منقول ہے کہ فتح مکہ کے دن آپؐ نے خانہ کعبہ کے اندر داخل ہونا چاہا تو عثمان بن طلحہ کلید بردار خانہ کعبہ نے کنجی دینے سے انکار کیا تو حضرت علیؓ نے اس سے چھین کر دروازہ کھول دیا۔ آپ فارغ ہو کر جب باہر تشریف لائے تو حضرت عباسؓ نے آپ سے درخواست کی کہ یہ کنجی مجھ کو مل جائے اس پر آیت نازل ہوئی اور کنجی عثمان بن طلحہ ہی کے حوالے کی گئی۔

یعنی اللہ تعالیٰ جو تم کو ادائے امانت اور عدل کے موافق حکم دینے کا حکم فرماتا ہے تمہارے لئے سراسر مفید ہے اور اللہ تعالیٰ تمہاری کھلی اور چھپی اور موجودہ اور آئندہ باتوں کو خوب جانتا ہے تو اب اگر تم کو کہیں ادائے امانت یا عدل مفید معلوم نہ ہو تو حکم الٰہی کے مقابلہ میں اس کا اعتبار نہ ہوگا۔

اولی الامر کی اطاعت کا حکم پہلی آیت میں حکام کو عدل کا حکم فرما کر اب اوروں کو حکام کی متابعت کا حکم دیا جاتا ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حکام کی اطاعت جب ہی واجب ہوگی جب وہ حق کی اطاعت کریں گے۔ فائدہ حاکم اسلام بادشاہ ہو یا اس کا صوبہ دار یا قاضی یا سردار لشکر اور جو کوئی کسی کام پر مقرر ہو ان کے حکم کا ماننا ضروری ہے جب تک کہ وہ خدا اور رسول کے خلاف حکم نہ دیں اگر خدا اور رسول کے حکم کے صریح خلاف کریں تو اس حکم کو ہرگز نہ مانے۔

إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ۚ ذَٰلِكَ

اگر یقین رکھتے ہو اللہ پر اور قیامت کے دن پر ۔ یہ

خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا ﴿٥٩﴾ أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ

بات اچھی ہے اور بہت بہتر ہے اس کا انجام ۔ کیا تو نے نہ دیکھا ان کو

يَزْعُمُونَ أَنَّهُمْ آمَنُوا بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ وَمَا أُنْزِلَ

جو دعویٰ کرتے ہیں کہ ایمان لائے ہیں اس پر جو اترا تیری طرف اور جو اترا

مِنْ قَبْلِكَ يُرِيدُونَ أَنْ يَتَحَاكَمُوا إِلَى الطَّاغُوتِ

تجھ سے پہلے چاہتے ہیں کہ قضیہ لے جائیں شیطان کی طرف

وَقَدْ أُمِرُوا أَنْ يَكْفُرُوا بِهِ ۖ وَيُرِيدُ الشَّيْطَانُ

اور حکم ہو چکا ہے ان کو کہ اس کو نہ مانیں اور چاہتا ہے شیطان

أَنْ يُضِلَّهُمْ ضَلَالًا بَعِيدًا ﴿٦٠﴾ وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ

کہ ان کو بہکا کر دور جا ڈالے ۔ اور جب ان کو کہیے

تَعَالَوْا إِلَىٰ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ وَإِلَى الرَّسُولِ رَأَيْتَ

کہ آؤ اللہ کے حکم کی طرف جو اس نے اتارا اور رسول کی طرف تو تو دیکھے

الْمُنَافِقِينَ يَصُدُّونَ عَنْكَ صُدُودًا ﴿٦١﴾ فَكَيْفَ إِذَا

تو منافقوں کو کہ ہٹتے ہیں تجھ سے رک کر ۔ پھر کیا ہو کہ جب

أَصَابَتْهُمْ مُصِيبَةٌ بِمَا قَدَّمَتْ أَيْدِيهِمْ ثُمَّ

ان کو پہنچے مصیبت اپنے ہاتھوں کے کیے ہوئے سے پھر

اختلاف کی صورت میں شریعت سے رجوع کرو یعنی اور اگر تم میں اور اولو الامر میں باہم اختلاف ہو جائے کہ حاکم کا یہ حکم اللہ اور رسول کے حکم کے موافق ہے یا مخالف تو اسکو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کی طرف رجوع کر کے طے کر لیا کرو کہ وہ حکم فی الحقیقت اللہ اور رسول کے حکم کے موافق ہے یا مخالف اور جو بات محقق ہو جائے اسی کو بالاتفاق مسلم اور معمول بہ سمجھنا چاہئے اور اختلاف کو دور کر دینا چاہئے اگر تم کو اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان ہے کیونکہ جس کو اللہ اور قیامت پر ایمان ہوگا وہ ضرور اختلاف کی صورت میں اللہ اور رسول کے حکم کی طرف رجوع کرے گا اور ان کے حکم کی مخالفت سے بے حد ڈرے گا۔ جس سے معلوم ہو گیا کہ جو اللہ اور رسول کے حکم سے بھاگے گا وہ مسلمان نہیں اس لئے اگر دو مسلمان آپس میں جھگڑیں ایک نے کہا چلو شرع کی طرف رجوع کریں دوسرے نے کہا میں شرع کو نہیں سمجھتا یا مجھ کو شرع سے کام نہیں تو اسکو بیشک کافر کہیں گے۔

یعنی اپنے تنازعات اور اختلافات کو اللہ اور رسول کی طرف رجوع کرنا اور اللہ اور رسول کی فرمانبرداری کرنی مفید ہے آپس میں جھگڑنے یا اپنی رائے کے موافق فیصلہ کرنے سے اس رجوع کا انجام بہتر ہے۔

ایک یہودی اور منافق کے واقعہ میں حضرت عمرؓ کا فیصلہ یہود فصل خصومات میں رعایت و رشوت کے عادی تھے اس لئے جو لوگ جھوٹے اور منافق اور خائن ہوتے وہ اپنا معاملہ یہودیوں کے عالموں کے پاس لے جانا پسند کرتے کہ وہ خاطر کریں گے اور آپ کے پاس ایسے لوگ اپنا معاملہ لانا پسند نہ کرتے کہ آپ حق کی رعایت کریں گے اور کسی کی اصلا رعایت نہ کریں گے۔ سو مدینے میں ایک یہودی اور ایک منافق کہ ظاہر میں مسلمان تھا کسی امر میں دونوں جھگڑ پڑے۔ یہودی جو سچا تھا اس نے کہا کہ چل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اور منافق جو جھوٹا تھا اس نے کہا کہ چل کعب بن اشرف کے پاس جو یہودیوں میں عالم اور سردار تھا آخر وہ دونوں آپ کی خدمت میں جھگڑا لے کر آئے تو آپؐ نے یہودی کا حق ثابت فرمایا۔ منافق جو باہر نکلا تو کہنے لگا کہ اچھا حضرت عمرؓ کے پاس چلو جو وہ فیصلہ کر دیں وہی منظور اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ پر راضی نہ ہوا۔ غالباً یہ سمجھا ہوگا کہ میں مدعی اسلام ہوں اس لئے یہودی کے مقابلہ میں میری رعایت کریں گے اور حضرت عمرؓ آپ کے حکم سے مدینہ میں جھگڑے فیصل کیا کرتے تھے۔ چنانچہ وہ دونوں حضرت عمرؓ کے پاس آئے جب حضرت عمرؓ نے یہ جھگڑا سنا اور یہودی کے بیان سے ان کو یہ بھی معلوم ہو گیا کہ یہ قضیہ آپ کی خدمت میں جا چکا ہے اور آپ اس معاملہ میں یہودی کو سچا اور غالب کر چکے ہیں تو حضرت عمرؓ نے اس منافق کو قتل کر دیا اور فرمایا کہ جو کوئی ایسے قاضی کے فیصلہ کو نہ مانے اسکا فیصلہ یہی ہے۔ اس کے وارث حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور حضرت عمرؓ پر قتل کا دعویٰ کیا اور قسمیں کھانے لگے کہ حضرت عمرؓ کے پاس تو صرف اس وجہ سے گئے تھے کہ شاید وہ اس معاملہ میں باہم صلح کرا دیں یہ وجہ نہ تھی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ سے انکار تھا۔ اس پر یہ آیتیں نازل ہوئیں۔ ان آیات میں اصل حقیقت ظاہر فرما دی گئی اور حضرت عمرؓ کا لقب فاروق فرمایا۔

آنحضرت ﷺ کو منصف بنانے میں منافقین کی روگردانی یعنی جب کسی جھگڑے میں منافقوں سے کہا جائے کہ اللہ نے جو حکم نازل فرمایا ہے اس کی طرف آؤ اور اس کے رسول کے روبرو اپنے جھگڑے کو لاؤ تو ظاہر میں چونکہ مدعی اسلام ہیں اس لئے صاف طور پر تو انکار نہیں کر سکتے مگر آپ کے پاس آنے سے اور حکم الٰہی پر چلنے سے بچتے ہیں اور رکتے ہیں کہ کسی ترکیب سے جان بچ جائے اور رسول کو چھوڑ کر جہاں ہمارا جی چاہے اپنا جھگڑا لے جائیں۔

جَآءُوْكَ يَحْلِفُوْنَ ۖ بِاللّٰهِ اِنْ اَرَدْنَآ اِلَّآ اِحْسَانًا

آویں تیرے پاس قسمیں کھاتے ہوئے اللہ کی کہ ہم کو غرض نہ تھی مگر بھلائی

وَّتَوْفِيْقًا ﴿۶۲﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يَعْلَمُ اللّٰهُ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ ۚ

اور ملاپ ◆ یہ وہ لوگ ہیں کہ اللہ جانتا ہے جو ان کے دل میں ہے

فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ وَعِظْهُمْ وَقُلْ لَّهُمْ فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ قَوْلًا

سو تو ان سے تغافل کر اور ان کو نصیحت کر اور ان سے کہہ ان کے حق میں بات

بَلِيْغًا ﴿۶۳﴾ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ

کام کی ◆ اور ہم نے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر اسی واسطے کہ اس کا حکم مانیں

بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ

اللہ کے فرمانے سے اور اگر وہ لوگ جس وقت انہوں نے اپنا برا کیا تھا آتے تیرے پاس

فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا

پھر اللہ سے معافی چاہتے اور رسول بھی ان کو بخشواتا تو البتہ اللہ کو پاتے

اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ﴿۶۴﴾ فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ

معاف کرنے والا مہربان ◆ سو قسم ہے تیرے رب کی وہ مومن نہ ہوں گے

حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ

یہاں تک کہ تجھ کو ہی منصف جانیں اس جھگڑے میں جو ان میں اٹھے پھر نہ پاویں

اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ﴿۶۵﴾ وَلَوْ

اپنے جی میں تنگی تیرے فیصلہ سے اور قبول کریں خوشی سے ◆ اور اگر

حضرت عمرؓ کے فیصلے کی توثیق یعنی یہ تو سب کچھ ہوا مگر یہ منافق لوگ اس وقت کیا کریں گے جس وقت پہنچے گا ان کو عذاب ان کے کرتوت کا یعنی فصل خصومات میں آپ کے پاس آنے سے جو رکتے اور بچتے ہیں جب اسکا عذاب ان پر آئے گا تو پھر یہ منافق اس وقت کیا کر سکتے ہیں اسکے سوا کہ آئیں رسول کی خدمت میں قسمیں کھاتے ہوئے کہ ہم تو حضرت عمرؓ کی خدمت میں صرف اس وجہ سے گئے تھے کہ شاید وہ باہم صلح اور ملاپ کرا دیں۔ رسولؐ کے ارشاد سے اعراض کرنا اور جان بچانا ہرگز ہم کو منظور نہ تھا۔

اس آیت میں حق تعالیٰ نے ان کی قسم اور اگلی معذرت سابقہ کی تکذیب فرمائی کہ منافقین جو بکھڑ بازی باتیں بناتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کو ان کے دل کی باتیں خوب معلوم ہیں یعنی اُنکے نفاق اور اُنکے جھوٹ کو خوب جانتا ہے۔ سو آپ بھی علم خداوندی پر بس کر کے منافقوں کی بات سے تغافل کیجئے اور ان کی بات کی پرواہ نہ کیجئے مگر ان کو نصیحت کرنے اور کام کی باتیں بتانے میں ہرگز کوتاہی نہ فرمائیں اور ان کی ہدایت سے مایوس نہ ہو جیئے۔

ہر رسول کا فیصلہ قطعی ہوتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ جس رسول کو اپنے بندوں کی طرف بھیجتا ہے سو اسی غرض کیلئے بھیجتا ہے کہ اللہ کے حکم کے موافق بندے ان کے کہنے کو مانیں تو اب ضرور تھا کہ یہ لوگ رسولؐ کے ارشاد کو بلا تامل پہلے ہی سے دل و جان سے تسلیم کرتے اور اگر گناہ اور بے راہی کرنے کے بعد بھی متنبہ ہو جاتے اور اللہ سے معافی چاہتے۔ اور رسول بھی اُنکی معافی کی دعا کرتا تو پھر بھی حق تعالیٰ ان کی توبہ قبول فرما لیتا مگر انہوں نے تو یہ غضب کیا کہ اول تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے جو بعینہ اللہ تعالیٰ کا حکم تھا ہٹے اور بچے۔ پھر جب اس کا وبال ان پر پڑا تو اب بھی متنبہ اور تائب نہ ہوئے بلکہ لگے جھوٹی قسمیں کھانے اور تاویلیں گھڑنے پھر ایسوں کی مغفرت ہو تو کیونکر ہو۔

رسول اللہ کو حکم بنائے بغیر ایمان ممکن نہیں یعنی منافق لوگ کس بیہودہ خیال میں ہیں اور کیسے بیہودہ حیلوں سے کام نکالنا چاہتے ہیں ان کو خوب سمجھ لینا چاہئے۔ ہم قسم کھا کر کہتے ہیں کہ جب تک یہ لوگ تم کو اے رسول اپنے تمام چھوٹے بڑے مالی جانی نزاعات میں منصف اور حاکم نہ جان لیں گے کہ تمہارے فیصلہ اور حکم سے ان کے جی میں کچھ تنگی اور ناخوشی نہ آنے پائے اور تمہارے ہر ایک حکم کو خوشی کے ساتھ دل سے قبول نہ کر لیں گے اس وقت تک ہرگز ان کو ایمان نصیب نہیں ہو سکتا اب جو کرنا ہو سوچ سمجھ کر کریں۔

أَنَّا كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ أَنِ اقْتُلُوا أَنْفُسَكُمْ أَوِ اخْرُجُوا

ہم ان پر حکم کرتے — کہ ہلاک کرو اپنی جان — یا چھوڑ نکلو

مِنْ دِيَارِكُمْ مَا فَعَلُوهُ إِلَّا قَلِيلٌ مِنْهُمْ ۖ وَلَوْ

اپنے گھر — تو ایسا نہ کرتے — مگر تھوڑے سے ان میں سے — اور اگر

أَنَّهُمْ فَعَلُوا مَا يُوعَظُونَ بِهِ لَكَانَ خَيْرًا لَهُمْ وَأَشَدَّ

یہ لوگ کریں — وہ جو ان کو نصیحت کی جاتی ہے — تو البتہ ان کے حق میں بہتر ہو — اور زیادہ

تَثْبِيتًا ﴿٦٦﴾ وَإِذًا لَآتَيْنَاهُمْ مِنْ لَدُنَّا أَجْرًا عَظِيمًا ﴿٦٧﴾

ثابت رہنے والا دین میں — اور اس وقت البتہ دیں ہم ان کو — اپنے پاس سے — بڑا ثواب

وَلَهَدَيْنَاهُمْ صِرَاطًا مُسْتَقِيمًا ﴿٦٨﴾ وَمَنْ يُطِعِ اللَّهَ

اور چلاویں ان کو — سیدھی راہ — اور جو کوئی حکم مانے اللہ کا

وَالرَّسُولَ فَأُولَٰئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ

اور اس کے رسول کا — سو وہ ان کے ساتھ ہیں — جن پر اللہ نے انعام کیا

مِنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ

کہ وہ نبی — اور صدیق — اور شہید — اور نیک بخت ہیں

وَحَسُنَ أُولَٰئِكَ رَفِيقًا ﴿٦٩﴾ ذَٰلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللَّهِ ۚ

اور اچھی ہے ان کی رفاقت — یہ فضل ہے — اللہ کی طرف سے

وَكَفَىٰ بِاللَّهِ عَلِيمًا ﴿٧٠﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا خُذُوا

اور اللہ کافی ہے جاننے والا — اے ایمان والو — لے لو

منافقین کو نصیحت یعنی سب کی جانوں کا مالک چونکہ خدا تعالیٰ ہے اس لئے اس کے حکم میں تو کسی کو جان سے بھی دریغ نہ کرنا چاہئے۔ سو اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کو کبھی اپنی جانوں کے ہلاک کروانے یا جلا وطن ہونے کا حکم فرما دیتا جیسے کہ بنی اسرائیل پر حکم کر دیا تھا تو بجا لاتے اس حکم کو مگر گنے چنے صرف سچے اور پکے ایمان والے۔ یہ منافق ایسے حکم پر کیسے عمل کر سکتے تھے اب ان کو سمجھنا چاہئے کہ ان کو ہم نے جو حکم دیئے ہیں وہ محض انکی نصیحت اور خیر خواہی کے لئے ہیں نہ جان کی ہلاکت کا حکم دیا گیا نہ جلا وطن ہونے کا۔ اگر ایسے آسان اور سہل حکموں پر چلیں تو نفاق بالکل جاتا رہے اور خالص مسلمان ہو جائیں مگر افسوس سمجھتے نہیں۔ مطلب یہ جو دو نصیحت نہیں سمجھتے کہ ذرا سی بات میں دین اور دنیا دونوں درست ہو جاتے ہیں۔

انبیاء صدیقین شہداء اور صالحین نبی وہ ہیں جن پر اللہ کی طرف سے وحی آئے یعنی فرشتہ ظاہر میں آ کر پیغام کہہ جائے اور صدیق وہ کہ جو پیغام اور احکام خدا تعالیٰ کی طرف سے پیغمبروں کو آئے ان کا دل آپ ہی اس پر گواہی دے اور بلا دلیل اس کی تصدیق کرے اور شہید وہ کہ پیغمبروں کے حکم پر جان دینے کو حاضر ہیں اور صالح اور نیک بخت وہ کہ جن کی طبیعت نیکی ہی پر پیدا ہوئی ہے۔ اور بری باتوں سے اپنے نفس اور بدن کی اصلاح اور صفائی کر چکے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ یہ چار قسمیں مذکورہ جماعت کے باقی افراد سے افضل ہیں انکے سوا جو مسلمان ہیں اور درجہ میں ان کے برابر نہیں لیکن اللہ اور رسول کی فرمانبرداری میں مشغول ہیں وہ لوگ بھی انہی کی شمار اور ذیل میں لئے جائیں گے اور ان حضرات کی رفاقت بہت ہی خوبی اور فضیلت کی بات ہے اس کو کوئی حقیر نہ سمجھے۔
فائدہ اس آیت میں اشارہ ہو گیا کہ منافقین جن کا ذکر پہلے سے ہو رہا ہے وہ اس رفاقت اور معیت سے محروم ہیں۔

یعنی اللہ اور رسول کے حکم ماننے والوں کو انبیاء اور صدیقین اور شہداء اور صالحین کی رفاقت میسر آنی اللہ کا بڑا انعام اور اس کا محض فضل ہے ان کی اطاعت کا معاوضہ نہیں جس سے منافقین بالکل محروم ہیں اور اللہ کافی ہے جاننے والا اور خبر رکھنے والا۔ وہ ہر ایک مخلص اور منافق اور ہر مطیع کی اطاعت اور اسکے استحقاق اصلی اور مقدار فضل کو بالتفصیل جانتا ہے تو اب کسی کو ان امور کی تفصیل کی وجہ سے وعدہ الٰہی کے پورا ہونے میں خلجان پیدا نہ ہو۔

حِذْرَكُمْ فَانْفِرُوْا ثُبَاتٍ اَوِ انْفِرُوْا جَمِيْعًا ﴿۷۱﴾ وَاِنَّ

اپنے ہتھیار — پھر نکلو جدا جدا فوج ہو کر — یا سب اکٹھے — اور

مِنْكُمْ لَمَنْ لَّيُبَطِّئَنَّ ۚ فَاِنْ اَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةٌ قَالَ

تم میں بعضا ایسا ہے — کہ البتہ دیر لگا دے گا — پھر اگر تم کو کوئی مصیبت پہنچے — تو کہے

قَدْ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيَّ اِذْ لَمْ اَكُنْ مَّعَهُمْ شَهِيْدًا ﴿۷۲﴾

اللہ نے مجھ پر فضل کیا — کہ میں نہ ہوا ان کے ساتھ

وَلَئِنْ اَصَابَكُمْ فَضْلٌ مِّنَ اللّٰهِ لَيَقُوْلَنَّ كَاَنْ لَّمْ

اور اگر تم کو پہنچا فضل — اللہ کی طرف سے — تو اس طرح کہنے لگے گا — کہ گویا نہ

تَكُنْ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهٗ مَوَدَّةٌ يّٰلَيْتَنِيْ كُنْتُ مَعَهُمْ

تھی تم میں اور اس میں کچھ دوستی — اے کاش کہ میں ہوتا ان کے ساتھ

فَاَفُوْزَ فَوْزًا عَظِيْمًا ﴿۷۳﴾ فَلْيُقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ

تو پاتا بڑی مراد — سو چاہیے لڑیں — اللہ کی راہ میں

الَّذِيْنَ يَشْرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا بِالْاٰخِرَةِ ؕ وَمَنْ

وہ لوگ — جو بیچتے ہیں دنیا کی زندگی — آخرت کے بدلے — اور جو کوئی

يُّقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيُقْتَلْ اَوْ يَغْلِبْ فَسَوْفَ

لڑے — اللہ کی راہ میں — پھر مارا جاوے — یا غالب ہووے — تو ہم

نُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۷۴﴾ وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُوْنَ فِيْ

دیں گے اس کو بڑا ثواب — اور تم کو کیا ہوا — کہ نہیں لڑتے

جہاد کا بیان یہاں سے جہاد کا ذکر ہے اس سے پچھلی آیت میں یہ ذکر تھا کہ جو اللہ اور رسول کی فرمانبرداری کرے گا اس کو انبیاء اور صدیقین اور شہداء اور صالحین کی رفاقت انعام میں ملے گی اور احکام خداوندی میں حکم جہاد چونکہ شاق اور دشوار ہے خصوصاً منافقین پر جن کا ذکر اوپر سے آ رہا ہے اس لئے جہاد کا حکم فرمایا کہ ہر کوئی حضرات انبیاء صدیقین وغیرہم کی رفاقت اور معیت کی امید نہ کرنے لگے۔ منقول ہے کہ شروع اسلام میں بہت سے ضعیف الاسلام بھی دعوت اسلامی کو قبول کر چکے تھے پھر جب جہاد فرض ہو گیا تو بعض متزلزل ہو گئے اور بعض کفار کے ہم زبان ہو کر آپ کی مخالفت کرنے لگے اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ مطلب یہ ہے کہ اے مسلمانو منافقوں کی کیفیت تو تم کو پہلے سے معلوم ہو چکی اب خیر اسی میں ہے کہ تم ہر طرح سے بچاؤ اور اپنی خبرداری اور احتیاط کرو تو ہتھیاروں سے ہو یا تدبیر سے حیل سے ہو یا سامان سے اور دشمنوں کے مقابلہ اور مقاتلہ کے لئے گھر سے باہر نکلو متفرق طور پر یا سب اکٹھے ہو کر جیسا موقع ہو۔

جہاد میں منافقین کا رویہ یعنی اے مسلمانو تمہاری جماعت میں بعضے ایسے بھی گھسے ہوئے ہیں کہ جہاد کو جانے میں دیر لگاتے ہیں اور رکتے ہیں اور حکم خداوندی کی تعمیل نہیں کرتے بلکہ نفع دنیوی کو تکتے رہتے ہیں اور اس سے مراد منافق ہیں جیسے عبداللہ بن ابی اور اس کے ساتھی کہ یہ لوگ گو ظاہر میں اسلام قبول کر چکے تھے مگر ان کو سب باتوں سے مقصود صرف دنیا کا نفع تھا۔ حق تعالیٰ کی فرمانبرداری سے کوئی غرض ان کو نہ تھی۔

پہلے گذر چکا کہ منافق لوگ نکلنے میں دیر لگاتے ہیں اور جہاد میں جانے والوں کی حالت کو تکتے رہتے ہیں کہ کیا گذری۔ اب فرماتے ہیں کہ جانے کے بعد اگر مسلمانوں کو جہاد میں کوئی صدمہ پہنچ گیا مثلاً مقتول ہو گئے یا شکست پیش آ گئی تو منافق بہت خوش ہوتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اللہ کا بڑا فضل ہوا کہ ہم لڑائی میں ان کے ساتھ نہ تھے ورنہ ہماری بھی خیر نہ تھی الحمد للہ خوب بچے۔

یعنی اور اگر مسلمانوں پر اللہ کا فضل ہو گیا مثلاً فتح ہو گئی یا مال غنیمت بہت سا ہاتھ آ گیا تو منافق سخت پچھتاتے ہیں اور دشمنوں کی طرح غایت حسد سے کہتے ہیں ہائے افسوس میں جہاد میں مسلمانوں کے ساتھ ہوتا تو مجھ کو بھی بڑی کامیابی نصیب ہوتی یعنی لوٹ کا مال ہاتھ آتا یعنی منافقوں کو فقط اپنی محرومی پر افسوس نہیں ہوتا بلکہ اپنی محرومی سے زیادہ مسلمانوں کی کامیابی پر حسد اور قلق ہوتا ہے۔

مجاہدین کے فضائل یعنی اگر منافق لوگ جہاد سے رکیں تو رکیں اور اپنے نصیب فراز دنیوی کو تکتے رہیں تو تکتے رہیں مگر جو لوگ کہ آخرت کے مقابلہ میں دنیا پر لات مار چکے ہیں ان کو چاہئے کہ اللہ کی راہ میں بے تامل لڑیں اور دنیا کی زندگی اور اس کے مال و دولت پر نظر نہ رکھیں اور یوں سمجھیں کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور حکم برداری میں ہر طرح نفع ہے غالب ہوں یا مغلوب مال ملے یا نہ ملے۔

سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ

اللہ کی راہ میں — اور ان کے واسطے جو مغلوب ہیں مرد — اور عورتیں

وَالْوِلْدَانِ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْ

اور بچے — جو کہتے ہیں — اے رب ہمارے — نکال ہم کو اس

هٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ اَهْلُهَا ۚ وَاجْعَلْ لَّنَا مِنْ

بستی سے — کہ ظالم ہیں یہاں کے لوگ — اور کر دے ہمارے واسطے

لَّدُنْكَ وَلِيًّا ۙ وَّاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ نَصِيْرًا ۟ (٧٥)

اپنے پاس سے کوئی حمایتی — اور کر دے ہمارے واسطے — اپنے پاس سے مددگار ۞

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا

جو لوگ ایمان والے ہیں — سو لڑتے ہیں — اللہ کی راہ میں — اور جو کافر ہیں

يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ الطَّاغُوْتِ فَقَاتِلُوْٓا اَوْلِيَآءَ

سو لڑتے ہیں — شیطان کی راہ میں — سو لڑو تم شیطان کے

الشَّيْطٰنِ ۚ اِنَّ كَيْدَ الشَّيْطٰنِ كَانَ ضَعِيْفًا ۟ (٧٦) ع اَلَمْ تَرَ

حمایتیوں سے — بے شک فریب شیطان کا سست ہے ۞ — کیا تو نے نہ دیکھا

اِلَى الَّذِيْنَ قِيْلَ لَهُمْ كُفُّوْٓا اَيْدِيَكُمْ وَاَقِيْمُوا

ان لوگوں کو — جن کو حکم ہوا تھا کہ اپنے ہاتھ تھامے رکھو — اور قائم رکھو

الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ ۚ فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيْهِمُ

نماز — اور دیتے رہو زکوٰۃ ۞ — پھر جب — حکم ہوا ان پر

جہاد کے دو مقاصد یعنی دو وجہ سے تم کو کافروں سے لڑنا ضروری ہے ایک تو اللہ کے دین کو بلند اور غالب کرنے کی غرض سے دوسرے جو لوگ مظلوم مسلمان کافروں کے ہاتھ میں بے بس پڑے ہیں ان کو چھڑانے اور خلاصی دینے کی وجہ سے۔ مکہ میں بہت لوگ تھے کہ حضرتؐ کے ساتھ ہجرت نہ کر سکے اور لگے اقرباء ان کو ستانے لگے کہ پھر کافر ہو جائیں۔ سو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فرمایا کہ تم کو دو وجہ سے کافروں سے لڑنا ضرور ہے تا کہ اللہ کا دین بلند ہو اور مسلمان جو کہ مظلوم اور کمزور ہیں کفار مکہ کے ظلم سے نجات پائیں۔

جہاد کی ترغیب یعنی جب یہ بات ظاہر ہے کہ مسلمان اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں اور کافر لوگ شیطان کی راہ میں۔ سو پھر تو مسلمانوں کو شیطان کے دوستوں یعنی کافروں کے ساتھ لڑنا بلا تامل ضروری ہوا۔ اللہ تعالیٰ ان کا مددگار ہے۔ کسی قسم کا تردد نہ چاہئے اور سمجھ لو کہ شیطان کا حیلہ اور فریب کمزور ہے مسلمانوں پر نہ چل سکے گا۔ اس سے مقصود مسلمانوں کو جہاد پر ترغیب دلانا اور ہمت بلند کرنا ہے جس کا ذکر آیات آئندہ میں بالتصریح آتا ہے۔

مکی زندگی میں جہاد کی ممانعت مکہ میں ہجرت کرنے سے پہلے کافر مسلمانوں کو بہت ستاتے تھے اور ان پر ظلم کرتے تھے مسلمان آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر شکایت کرتے اور رخصت مانگتے کہ ہم کفار سے مقاتلہ کریں اور ان سے ظلم کا بدلہ لیں آپ مسلمانوں کو لڑائی سے روکتے کہ مجھ کو مقاتلہ کا حکم نہیں ہوا بلکہ صبر اور درگذر کرنے کا حکم ہے اور فرماتے کہ نماز اور زکوٰۃ کا جو حکم تم کو ہو چکا ہے اس کو پورا کیے جاؤ کیونکہ جب تک آدمی اطاعت خداوندی میں اپنے نفس پر جہاد کرنے کا اور تکالیف و مصائب کا خوگر نہ ہو اور اپنے مال خرچ کرنے کا عادی نہ ہو تو اس کو جہاد کرنا اور اپنی جان کا دینا بہت دشوار ہے اس بات کو مسلمانوں نے قبول کر لیا تھا۔

الْقِتَالُ إِذَا فَرِيقٌ مِّنْهُمْ يَخْشَوْنَ النَّاسَ كَخَشْيَةِ

لڑائی کا اسی وقت ان میں ایک جماعت ڈرنے لگی لوگوں سے جیسے ڈرنا

اللَّهِ أَوْ أَشَدَّ خَشْيَةً ۚ وَقَالُوا رَبَّنَا لِمَ كَتَبْتَ

اللہ کا یا اس سے بھی زیادہ ڈر اور کہنے لگے اے رب ہمارے کیوں فرض کی

عَلَيْنَا الْقِتَالَ ۚ لَوْلَا أَخَّرْتَنَا إِلَىٰ أَجَلٍ قَرِيبٍ ۗ قُلْ

ہم پر لڑائی کیوں نہ چھوڑا ہے ہم کو تھوڑی مدت تک ۞ کہہ دے

مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيلٌ ۚ وَالْآخِرَةُ خَيْرٌ لِّمَنِ اتَّقَىٰ

فائدہ دنیا کا تھوڑا ہے اور آخرت بہتر ہے پرہیزگار کو

وَلَا تُظْلَمُونَ فَتِيلًا ﴿٧٧﴾ أَيْنَ مَا تَكُونُوا يُدْرِككُّمُ

اور تمہارا حق نہ رہے گا ایک تاگے برابر ۞ جہاں تم ہو گے موت تم کو

الْمَوْتُ وَلَوْ كُنتُمْ فِي بُرُوجٍ مُّشَيَّدَةٍ ۗ وَإِن تُصِبْهُمْ

آ پکڑے گی اگرچہ تم ہو مضبوط قلعوں میں ۞ اور اگر ان کو پہنچے

حَسَنَةٌ يَقُولُوا هَٰذِهِ مِنْ عِندِ اللَّهِ ۖ وَإِن تُصِبْهُمْ

کچھ بھلائی تو کہیں یہ اللہ کی طرف سے ہے اور اگر ان کو پہنچے

سَيِّئَةٌ يَقُولُوا هَٰذِهِ مِنْ عِندِكَ ۚ قُلْ كُلٌّ مِّنْ عِندِ

کچھ برائی تو کہیں یہ تیری طرف سے ہے ۞ کہہ دے سب

اللَّهِ ۖ فَمَالِ هَٰؤُلَاءِ الْقَوْمِ لَا يَكَادُونَ يَفْقَهُونَ

اللہ کی طرف سے ہے سو کیا حال ہے ان لوگوں کا ہرگز نہیں لگتے کہ سمجھیں

جہاد فرض ہونے پر بعض لوگوں کا تردد | یعنی ہجرت کرنے کے بعد جب مسلمانوں کو کافروں سے لڑنے کا حکم ہوا تو ان کو تو خوش ہونا چاہیے تھا کہ ہماری درخواست قبول ہوئی اور مراد ملی مگر بعضے کچے مسلمان کافروں کے مقابلہ سے ایسے ڈرنے لگے جیسا کہ اللہ کے عذاب سے ڈرنا چاہیے یا اس سے بھی زیادہ اور آرزو کرنے لگے کہ تھوڑی مدت اور بھی قتال کا حکم نہ آتا اور ہم زندہ رہتے تو خوب ہوتا۔

جہاد کی ترغیب | یعنی چونکہ حیات اور منافع دنیوی کی رغبت کے باعث ان لوگوں کو حکم جہاد بھاری معلوم ہوا تو اس لئے حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ ان سے کہہ دو کہ دنیا کے تمام منافع حقیر اور سریع الزوال ہیں اور ثواب آخرت کا بہتر ہے ان کے لئے جو اللہ کی نافرمانی سے پرہیز کرتے ہیں سو تم کو چاہیے کہ منافع دنیا کا لحاظ نہ کرو اور حق تعالیٰ کی فرمانبرداری میں کوتاہی نہ کرو اور جہاد کرنے سے نہ ڈرو اور اطمینان رکھو کہ تمہاری محنت اور جانفشانی کا ثواب ادنیٰ سا بھی ضائع نہ ہوگا۔ سو تم کو ہمت اور شوق کے ساتھ جہاد میں مصروف ہونا چاہیے۔

موت یقینی ہے | یعنی کیسے ہی مضبوط اور محفوظ و مامون مکان میں رہو مگر موت تم کو کسی طرح نہ چھوڑے گی کیونکہ موت ہر ایک کے واسطے مقدر اور مقرر ہو چکی ہے اپنے وقت پر ضرور آ کر رہے گی تم کہیں ہو۔ سو اگر جہاد میں نہ جاؤ گے تو بھی موت سے ہرگز نہیں بچ سکتے تو اب جہاد سے گھبرانا اور موت سے ڈرنا اور کافروں کے مقابلہ سے خوف کرنا بالکل نادانی اور اسلام میں کچے ہونے کی بات ہے۔

منافقین | یعنی ان منافقین کا اور عجیب حال سنو اگر تدبیر لڑائی کی درست آ گئی اور فتح ہوئی اور غنیمت کا مال ہاتھ آ گیا تو کہتے ہیں یہ خدا کی طرف سے ہے یعنی اتفاقی بات ہو گئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تدبیر کے قائل نہ ہوتے اور اگر تدبیر بگڑ جاتی اور ہزیمت و نقصان پیش آ جاتا تو الزام رکھتے آپ کی تدبیر پر۔

حَدِيْثًا ﴿٧٨﴾ مَآ اَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ ۡ وَمَآ

کوئی بات ◆ جو پہنچے تجھ کو کوئی بھلائی سو اللہ کی طرف سے ہے اور جو

اَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنْ نَّفْسِكَ ؕ وَ اَرْسَلْنٰكَ

پہنچے تجھ کو کوئی برائی سو تیرے نفس کی طرف سے ہے ◆ اور ہم نے تجھ کو بھیجا

لِلنَّاسِ رَسُوْلًا ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ﴿٧٩﴾ مَنْ يُّطِعِ

پیغام پہنچانے والا لوگوں کو اور اللہ کافی ہے سامنے دیکھنے والا ◆ جس نے حکم مانا

الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ۚ وَمَنْ تَوَلّٰى فَمَآ اَرْسَلْنٰكَ

رسول کا اس نے حکم مانا اللہ کا اور جو الٹا پھرا تو ہم نے تجھ کو نہیں بھیجا

عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ﴿٨٠﴾ وَيَقُوْلُوْنَ طَاعَةٌ ۡ فَاِذَا بَرَزُوْا مِنْ

ان پر نگہبان ◆ اور کہتے ہیں کہ قبول ہے پھر جب باہر گئے تیرے

عِنْدِكَ بَيَّتَ طَآئِفَةٌ مِّنْهُمْ غَيْرَ الَّذِيْ تَقُوْلُ ؕ

پاس سے تو مشورہ کرتے ہیں بعضے بعضے ان میں سے رات کو اس کے خلاف جو تجھ سے کہہ چکے تھے

وَاللّٰهُ يَكْتُبُ مَا يُبَيِّتُوْنَ ۚ فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ وَتَوَكَّلْ

اور اللہ لکھتا ہے جو وہ مشورہ کرتے ہیں سو تو تغافل کر ان سے اور بھروسہ کر

عَلَى اللّٰهِ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ﴿٨١﴾ اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ

اللہ پر اور اللہ کافی ہے کارساز ◆ کیا غور نہیں کرتے

الْقُرْاٰنَ ؕ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ

قرآن میں اور اگر یہ ہوتا کسی اور کا سوا اللہ کے تو ضرور پاتے اس میں

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان کو جواب دے دو کہ بھلائی اور برائی سب اللہ کی طرف سے ہے سب باتوں کا موجد اور خالق اللہ تعالیٰ ہے اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی تدبیر بھی اللہ ہی کی طرف سے ہے اور اللہ ہی کا الہام ہے۔ تمہارا الزام بدشگونی پر غلط اور سراسر کم فہمی ہے اور بگڑی کو بگڑا نہ سمجھو یہ اللہ کی حکمت ہے وہ تم کو سدھاتا ہے اور آزماتا ہے تمہارے قصوروں پر۔ یہ جواب اجمالی ہوا منافقین کے الزام کا، اگلی آیت میں اس کی تفصیل آتی ہے۔

ہر بھلائی برائی اللہ کی طرف سے ہے یعنی اصل بات یہ ہے کہ جملہ بھلائی اور برائی کا موجد ہر چند اللہ ہے مگر بندہ کو چاہئے کہ نیکی اور بھلائی کو حق تعالیٰ کا فضل اور احسان سمجھے اور سختی اور برائی کو اپنے اعمال کی شامت جانے۔ رہا الزام پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم پر، سو پیغمبر ان امور کے لئے نہ موجد ہے نہ سبب بلکہ موجد یعنی ان باتوں کا پیدا کرنے والا تو اللہ ہے اور سبب تمہارے عمل۔

آنحضرت ﷺ پوری انسانیت کے نبی ہیں حق تعالیٰ رسول سے منافقوں کے الزام کو دور فرما کر ارشاد کرتا ہے کہ ہم نے تم کو تمام لوگوں کے لئے رسول کر کے بھیجا اور ہم کو سب کچھ معلوم ہے ہم سب کے اعمال کا بدلہ دے لیں گے۔ تم کسی کے بیہودہ انکار و الزام کی پروا نہ کرو اپنا کار رسالت کئے جاؤ۔

آپ کی رسالت کو محقق فرما کر اب خدا تعالیٰ آپ کے متعلق یہ حکم سناتا ہے کہ جو ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمانبرداری کرے گا وہ بیشک ہمارا تابعدار ہے اور جو اس سے روگردانی کرے گا تو ہم نے تجھ کو اے رسول ان لوگوں پر نگہبان بنا کر نہیں بھیجا کہ ان کو گناہ نہ کرنے دے، ہم ان کو دیکھ لیں گے۔ تیرا کام صرف پیغام کو پہنچا دینا ہے آگے ثواب یا عتاب یہ ہمارا کام ہے۔

منافقین کی ایک اور مکاری ان منافقین کی اور مکاری سنو آپ کے روبرو آ کر تو کہہ جاتے ہیں ہم نے قبول کیا حکم تیرا اور باہر جا کر مشورہ کرتے ہیں اس کے خلاف یعنی تیری نافرمانی اور مخالفت کا مشورہ کرتے ہیں اور اللہ کے یہاں ان کے سب مشورے لکھے جاتے ہیں ان کو سزا دینے کے لئے۔ سو اے نبی ان سے منہ پھیر لے اور کسی بات کی پرواہ مت کر اور اپنے سب کام اللہ کے حوالے کر دے وہ تیرے لئے کافی ہے۔

اخْتِلَافًا كَثِيرًا ﴿٨٢﴾ وَإِذَا جَاءَهُمْ أَمْرٌ مِّنَ الْأَمْنِ

بہت تفاوت ◆ اور جب ان کے پاس پہنچتی ہے کوئی خبر امن کی

أَوِ الْخَوْفِ أَذَاعُوا بِهِ ۖ وَلَوْ رَدُّوهُ إِلَى الرَّسُولِ وَ

یا ڈر کی تو اس کو مشہور کر دیتے ہیں ◆ اور اگر اس کو پہنچا دیتے رسول تک اور

إِلَىٰ أُولِي الْأَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِينَ يَسْتَنبِطُونَهُ

اپنے حاکموں تک تو تحقیق کرتے اس کو جو ان میں تحقیق کرنے والے ہیں

مِنْهُمْ ۗ وَلَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ لَاتَّبَعْتُمُ

ان میں ◆ اور اگر نہ ہوتا فضل اللہ کا تم پر اور اس کی مہربانی تو البتہ تم پیچھے ہو لیتے

الشَّيْطَانَ إِلَّا قَلِيلًا ﴿٨٣﴾ فَقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ۚ لَا

شیطان کے مگر تھوڑے ◆ سو تو لڑ اللہ کی راہ میں تو

تُكَلَّفُ إِلَّا نَفْسَكَ ۚ وَحَرِّضِ الْمُؤْمِنِينَ ۖ عَسَى اللَّهُ

ذمہ دار نہیں مگر اپنی جان کا اور تاکید کر مسلمانوں کو قریب ہے کہ اللہ

أَن يَكُفَّ بَأْسَ الَّذِينَ كَفَرُوا ۚ وَاللَّهُ أَشَدُّ بَأْسًا وَ

بند کر دے لڑائی کافروں کی ◆ اور اللہ بہت سخت ہے لڑائی میں اور

أَشَدُّ تَنكِيلًا ﴿٨٤﴾ مَن يَشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً يَكُن لَّهُ

بہت سخت ہے سزا دینے میں ◆ جو کوئی سفارش کرے نیک بات میں اس کو بھی ملے گا

◆ **قرآن اللہ کا کلام ہے تدبر کی دعوت** پہلی آیات سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا رسول اللہ ہونا اور انکی اطاعت بعینہٖ خدا کی اطاعت ہونی اور انکے نافرمانوں پر حق تعالیٰ کا عذاب ہونا تو خوب ظاہر ہو گیا مگر منافق اور آپ کے مخالف یہ کہہ سکتے ہیں کہ خدا کی اور اسکے احکام و ارشادات کی تعظیم و تصدیق میں تو ہم کو تامل ہرگز نہیں مگر یہ کیونکر معلوم ہو کہ یہ خدا کا کلام ہے بشر کا بنایا ہوا نہیں تو حق تعالیٰ اس کا جواب

دیتا ہے کہ یہ لوگ قرآن میں غور نہیں کرتے جس سے صاف معلوم ہو جائے کہ قرآن اللہ کا کلام ہے۔ دیکھو اگر قرآن اللہ کا کلام نہ ہوتا جیسا کہ تم گمان کرتے ہو تو ضرور قرآن میں بہت سے مواقع میں طرح طرح کے اختلافات ملتے۔ دیکھو آدمی ہر حالت میں اسی حالت کے موافق کلام کرتا ہے جو حالت پیش ہوتی ہے دوسری حالت کا دھیان نہیں ہوتا غصہ میں مہربانی والوں کا دھیان نہیں رہتا اور مہربانی میں غصہ والوں کا، دنیا کے بیان میں آخرت کا خیال نہ رہے اور آخرت کے بیان میں دنیا کا۔ بے پروائی میں عنایت کا ذکر نہیں اور عنایت میں بے پروائی کا۔ یا مثلاً ایک حال کا کلام دوسرے حال کے کلام سے مختلف نظر آئے گا لیکن قرآن شریف چونکہ خالق کا کلام ہے یہاں ہر چیز کے بیان میں دوسری جانب بھی نظر رہتی ہے غور و فہم سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن میں ہر چیز کا بیان ہر مقام میں ایک انداز پر ہے۔ دیکھئے یہاں منافقوں کا ذکر تھا جو سخت عتاب کے مستحق ہیں سو یہاں بھی ان کی باتوں پر اسی قدر الزام ہے جتنا چاہئے اور جو الزام ان کی ایک خاص جماعت پر تھا وہ خاص انہی پر لگایا گیا اور فرمایا کہ بعضے ان میں سے ایسا کرتے ہیں یہ نہیں کہ غصہ غیر کی حالت میں کلام اپنی حد سے نکل جائے اور دوسری حالت کے کلام سے مختلف نظر آئے اور نیز یہ مطلب بھی ہے کہ ہم برابر دیکھتے ہیں کہ جب آدمی کوئی کلام طویل کرتا ہے تو وہ یکساں نہیں ہوتا بلکہ کوئی جملہ فصیح کوئی غیر فصیح کوئی صحیح کوئی غلط کوئی سچا کوئی کاذب کوئی موافق کوئی باہم متناقض ضرور معلوم ہوتا ہے اور قرآن اتنی بڑی کتاب ان جملہ اختلافات سے پاک ہے جو طاقت بشر سے باہر ہے۔ فائدہ اس میں اس کی طرف بھی اشارہ ہو گیا کہ جو تدبر اور فہم سے کام نہ لے وہ قرآن میں شبہات اور اختلافات کا وہم چلا سکتا ہے مگر فہیم ایسا نہیں کر سکتا دیکھو جو اسی مقام میں تدبر نہ کرے وہ کہہ سکتا ہے کہ اول تو فرما دیا قُلْ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ پھر فرمایا مَآ اَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنْ نَّفْسِكَ سو یہ تو تناقض اور اختلاف ہو گیا۔ واللہ اعلم۔

افواہ پھیلانے کی مذمت یعنی ان منافقوں اور کم سمجھ مسلمانوں کی ایک خرابی یہ ہے کہ جب کوئی بات امن کی پیش آتی ہے مثلاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کسی سے صلح کا قصد فرمانا یا لشکر اسلام کی فتح کی خبر سننا یا کوئی خبر خوفناک سن لیتے ہیں جیسے دشمنوں کا کہیں جمع ہونا یا مسلمانوں کی شکست کی خبر آنا تو ان کو بلا تحقیق کئے مشہور کرنے لگتے ہیں اور اس میں اکثر فساد و نقصان مسلمانوں کو پیش آجاتا ہے۔ منافق ضرر رسانی کی غرض سے اور کم سمجھ مسلمان کم فہمی کی وجہ سے ایسا کرتے تھے۔

یعنی کہیں سے کچھ خبر آئے تو چاہئے کہ اول پہنچائیں سردار تک اور اس کے نائبوں تک جب وہ اس خبر کو تحقیق اور تسلیم کر لیں تو ان کے کہنے کے موافق اس کو کہیں نقل کریں اور اس پر عمل کریں۔ فائدہ حضرت نے ایک شخص کو ایک قوم کے یہاں زکوٰۃ لینے کو بھیجا وہ ان کے استقبال کو باہر نکلی اس نے خیال کیا کہ مجھ سے مارنے کو آتے ہیں الٹا پھر کر مدینہ میں آگیا اور مشہور کر دیا کہ فلاں قوم مرتد ہو گئی تمام شہر میں شہرت ہو گئی آخر کو غلط نکلی۔

یعنی اگر اللہ اپنے فضل سے تمہاری اصلاح اور تربیت کے لئے احکام نہ بھیجتا اور تم کو وقتاً فوقتاً حسب ضرورت ہدایت اور تنبیہ نہ فرماتا رہتا جیسا کہ اس موقع پر رسول اور سرداروں کی طرف رجوع کرنے کو فرمایا تو تم گمراہ ہو جاتے مگر چند خواص جو کامل العقل اور کامل الایمان ہیں ان تنبیہات کو اللہ تعالیٰ کا انعام سمجھو اور شکر کرو اور پوری تعمیل کرو۔

آنحضرت ﷺ کو قتال کا خصوصی حکم یعنی اگر کافروں کی لڑائی سے یہ منافق اور کچے مسلمان جن کا ذکر اوپر ہو چکا ڈرتے ہیں تو اے رسول تو تنہا اپنی ذات سے جہاد کرنے میں توقف مت کر اللہ تعالیٰ تیرا مددگار ہے اور مسلمانوں کو جہاد کی تاکید کر دے جو ساتھ نہ دے اس کی پرواہ مت کر۔ امید ہے کہ اللہ تعالیٰ کافروں کی لڑائی کو روک دے گا۔ فائدہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو آپ نے فرمایا کہ میں ضرور جہاد کے لئے جاؤں گا اگرچہ ایک بھی میرے ساتھ نہ ہو اور کل ستر ہمراہیوں کے ساتھ بدر صغریٰ کو بغرض جہاد تشریف لے گئے جس کا وعدہ ابوسفیان سے غزوہ احد کے بعد ہوا تھا جس کا ذکر پہلی سورت میں گذر چکا ہے حق تعالیٰ نے ابوسفیان اور کفار قریش کے دل میں رعب اور خوف ڈال دیا کوئی مقابلہ میں نہ آیا اور وعدے سے جھوٹے ہوئے اور حق سبحانہ نے اپنے ارشاد کے موافق کافروں کی لڑائی کو بند کر دیا اور آپ ہمراہیوں سمیت خیر اور سلامتی کے ساتھ واپس تشریف لے آئے۔

یعنی اللہ تعالیٰ کی لڑائی اور اس کا عذاب کافروں کے ساتھ لڑنے سے بہت سخت ہے سو جو لوگ کافروں کے ساتھ لڑنے اور ان کو مارنے اور ان کے ہاتھ سے مارے جانے سے ڈرتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے غصہ اور اس کے عذاب کو کیونکر تحمل کر سکتے ہیں۔

نَصِيبٌ مِّنْهَا ۚ وَمَن يَشْفَعْ شَفَاعَةً سَيِّئَةً يَكُن

تو اس میں سے ایک حصہ ۔ اور جو کوئی سفارش کرے بری بات میں ۔ اس پر بھی

لَّهُ كِفْلٌ مِّنْهَا ۗ وَكَانَ اللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ مُّقِيتًا ﴿٨٥﴾

ہے ایک بوجھ اس میں سے ◆ اور اللہ ہے ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ◆

وَإِذَا حُيِّيتُم بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوا بِأَحْسَنَ مِنْهَا أَوْ رُدُّوهَا

اور جب تم کو دعا دے کوئی ۔ تو تم بھی دعا دو اس سے بہتر ۔ یا وہی کہو الٹ کر

إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ حَسِيبًا ﴿٨٦﴾ اللَّهُ لَا إِلَٰهَ

بے شک اللہ ہے ہر چیز کا حساب کرنے والا ◆ اللہ کے سوا کسی کی

إِلَّا هُوَ ۚ لَيَجْمَعَنَّكُمْ إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ لَا رَيْبَ فِيهِ ۗ

بندگی نہیں ۔ بے شک تم کو جمع کرے گا قیامت کے دن ۔ اس میں کوئی شبہ نہیں

وَمَنْ أَصْدَقُ مِنَ اللَّهِ حَدِيثًا ﴿٨٧﴾ فَمَا لَكُمْ فِي

اور اللہ سے سچی کس کی بات ◆ پھر تم کو کیا ہوا کہ

الْمُنَافِقِينَ فِئَتَيْنِ وَاللَّهُ أَرْكَسَهُم بِمَا كَسَبُوا ۚ

منافقوں کے معاملہ میں دو فریق ہو رہے ہو ۔ اور اللہ نے ان کو الٹ دیا ۔ بسبب ان کے اعمال کے

أَتُرِيدُونَ أَن تَهْدُوا مَنْ أَضَلَّ اللَّهُ ۖ وَمَن يُضْلِلِ

کیا تم چاہتے ہو ۔ کہ راہ پر لاؤ ۔ جس کو گمراہ کیا اللہ نے ۔ اور جس کو گمراہ کرے

اللَّهُ فَلَن تَجِدَ لَهُ سَبِيلًا ﴿٨٨﴾ وَدُّوا لَوْ تَكْفُرُونَ

اللہ ۔ ہرگز نہ پاوے گا تو اس کے لیے کوئی راہ ◆ چاہتے ہیں کہ تم بھی کافر ہو جاؤ

سفارش کرنے کا بیان یعنی اگر کوئی نیک کام میں کسی سفارش کرے جیسا نبی علیہ السلام کا مسلمانوں کو جہاد کی تاکید فرمانا یا کوئی بری بات میں سعی کرے جیسا منافق اور سست مسلمانوں کا جہاد سے ڈر کر دوسروں کو بھی ڈرانا تو اول صورت میں ثواب کا اور دوسری صورت میں گناہ کا حصہ ملے گا ایسے ہی اگر کوئی محتاج کی سفارش کر کے دولت مند سے کچھ دلوا دے تو یہ بھی خیرات کے ثواب میں شریک ہوگا اور جو کوئی کافر مفسد یا سارق کو سفارش کر کے چھڑا دے پھر وہ فساد اور چوری کرے تو یہ بھی شریک ہوگا فساد اور چوری میں۔

یعنی خدا تعالیٰ تمام چیزوں پر مقتدر اور ہر چیز کا حصہ بانٹنے والا ہے تو نیکی اور بدی کے حصہ دینے میں اس کو کوئی دشواری نہیں۔

سلام کرنے کے آداب یعنی کسی مسلمان کو سلام کرنا یا دعا دینا درحقیقت اللہ سے اس کی شفاعت کرنا ہے تو حق تعالیٰ شفاعت حسنہ کی ایک خاص صورت کو جو مسلمانوں میں شائع ذائع ہے صراحت کے ساتھ بیان فرماتا ہے کہ جب کوئی اے مسلمانو تم کو دعا دے یا سلام کرے تو تم کو بھی اس کا جواب ضرور دینا چاہئے یا تو وہی کلمہ تم بھی اس کو کہو یا اس سے بہتر مثلاً اگر کسی نے کہا السلام علیکم تو واجب ہے تم پر کہ اس کے جواب میں وعلیکم السلام کہو اور زیادہ ثواب چاہو تو ورحمۃ اللہ بھی بڑھا دو اور اگر اس نے یہ لفظ بڑھایا ہو تو تم "وبرکاتہ" زیادہ کر دو۔ اللہ کے یہاں ہر ہر چیز کا حساب ہوگا اور اس کی جزا ملے گی سلام اور اس کا جواب بھی اس میں آ گیا۔ فائدہ اس سے شفاعت حسنہ کی پوری ترغیب ہو گئی اور شفاعت سیئہ کی خرابی اور مضرت معلوم ہو گئی کیونکہ جو شفاعت حسنہ کرے گا اس کو اللہ تعالیٰ ثواب دے گا اور جس کی شفاعت کی ہے اس پر اس کے ساتھ حسن سلوک اور مکافات کا حکم فرما دیا بخلاف شفاعت سیئہ کے کہ بجز معصیت اور محرومی کے کچھ نہ ملے گا۔

یعنی قیامت کا آنا اور ثواب و عقاب کے سب وعدوں کا پورا ہونا سب حق ہے اس میں تخلف نہیں ہوگا ان باتوں کو سرسری خیال نہ کرو۔

منافقین کے متعلق مسلمانوں کو ہدایت ان منافقوں میں وہ لوگ داخل ہیں جو ظاہر میں بھی ایمان نہ لائے تھے بلکہ ظاہر و باطن کفر پر قائم تھے لیکن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کے ساتھ ظاہری میل جول اور محبت کا معاملہ رکھتے تھے اور غرض ان کی یہ تھی کہ مسلمانوں کی فوج ہماری قوم پر چڑھائی کرے تو ہمارے جان و مال اس حیلہ سے محفوظ رہیں۔ جب مسلمانوں کو معلوم ہو گیا کہ ان کا آنا جانا اس غرض سے ہے دل کی محبت سے نہیں تو بعض مسلمانوں نے کہا کہ ان شریروں سے ملنا ترک کر دینا چاہئے تاکہ ہم سے جدا ہو جائیں اور بعضوں نے کہا ان سے ملے جائیے شاید ایمان لے آئیں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ ہدایت و گمراہی اللہ کے قبضہ میں ہے تم اس کا ہرگز فکر مت کرو اور ان لوگوں سے بالاتفاق وہ معاملہ کرنا چاہئے جو آگے مذکور ہے دو فریق مت ہو۔

كَمَا كَفَرُوْا فَتَكُوْنُوْنَ سَوَآءً فَلَا تَتَّخِذُوْا مِنْهُمْ

جیسے وہ کافر ہوئے — تو پھر تم سب برابر ہو جاؤ — سو تم ان میں سے کسی کو

اَوْلِيَآءَ حَتّٰى يُهَاجِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا

دوست مت بناؤ — یہاں تک کہ وطن چھوڑ آویں — اللہ کی راہ میں — پھر اگر اس کو قبول نہ کریں

فَخُذُوْهُمْ وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ ۖ وَلَا

تو ان کو پکڑو — اور مار ڈالو — جہاں پاؤ — اور نہ

تَتَّخِذُوْا مِنْهُمْ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ﴿۸۹﴾ اِلَّا الَّذِيْنَ

بناؤ ان میں سے کسی کو — دوست اور مددگار — مگر وہ لوگ

يَصِلُوْنَ اِلٰى قَوْمٍۢ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ اَوْ جَآءُوْكُمْ

جو ملاپ رکھتے ہیں ایک قوم سے — کہ تم میں اور ان میں عہد ہے — یا آئے ہیں تمہارے پاس

حَصِرَتْ صُدُوْرُهُمْ اَنْ يُّقَاتِلُوْكُمْ اَوْ يُقَاتِلُوْا

کہ تنگ ہو گئے ہیں دل ان کے — تمہاری لڑائی سے — اور اپنی قوم کی

قَوْمَهُمْ ۭ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَسَلَّطَهُمْ عَلَيْكُمْ فَلَقٰتَلُوْكُمْ ۚ

لڑائی سے بھی — اور اگر اللہ چاہتا — تو ان کو تم پر زور دے دیتا — تو ضرور لڑتے تم سے

فَاِنِ اعْتَزَلُوْكُمْ فَلَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ وَاَلْقَوْا اِلَيْكُمُ

سو اگر یکسو رہیں وہ تم سے — پھر تم سے نہ لڑیں — اور پیش کریں تم پر

السَّلَمَ ۙ فَمَا جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ عَلَيْهِمْ سَبِيْلًا ﴿۹۰﴾

صلح — تو اللہ نے نہیں دی — تم کو — ان پر راہ

منافقوں سے قتال کا حکم | یعنی یہ منافق لوگ تو کفر پر ایسے جمے ہوئے ہیں کہ خود تو اسلام کیا قبول کریں گے وہ تو یہ چاہتے ہیں کہ تم بھی ان کی مثل کافر ہو کر ان کے برابر ہو جاؤ۔ سو اب تم کو چاہئے کہ وہ جب تک ایمان قبول کر کے اپنا وطن چھوڑ کر تمہارے پاس نہ چلے آئیں اس وقت تک ان کو دوست نہ بناؤ نہ اپنے کسی کام میں ان کو دخل دو اور نہ ان کی حمایت اور اعانت کرو اور اگر وہ لوگ ایمان اور ہجرت کو قبول نہ کریں تو ان کو قید کرو اور قتل کرو جہاں پاؤ اور اجتناب کلی رکھو اور ان سے کوئی تعلق نہ رکھو۔

معاہد قوموں سے قتال کی ممانعت | یعنی اس ظاہری ملنے جلنے سے ان کو قید اور قتل سے مت بچاؤ مگر کل دو طرح سے۔ ایک تو یہ کہ جن لوگوں سے تمہاری صلح ہے ان سے ان کا بھی معاہدہ اور مصالحت ہو تو وہ بھی صلح میں داخل ہو گئے۔ دوسری طرح یہ کہ جو لوگ لڑائی سے عاجز ہو کر تم سے صلح کریں اور اس بات کا عہد کریں کہ نہ اپنی قوم کے طرفدار ہو کر تم سے لڑیں گے اور نہ تمہارے ساتھ ہو کر اپنی قوم سے لڑیں گے اور اس عہد پر قائم بھی رہیں تو ایسے لوگوں سے بھی مت لڑو اور ان کی مصالحت کو منظور کر لو اور اللہ تعالیٰ کا احسان سمجھو کہ تمہاری لڑائی سے باز آئے۔ اللہ چاہتا تو ان کو تم پر جری اور غالب تو کر دیتا۔

سَتَجِدُونَ اٰخَرِيْنَ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّاْمَنُوْكُمْ وَ

اب تم دیکھو گے کہ ایک اور قسم کے لوگ — چاہتے ہیں — کہ تم سے بھی امن میں رہیں — اور

يَاْمَنُوْا قَوْمَهُمْ ؕ كُلَّمَا رُدُّوْۤا اِلَى الْفِتْنَةِ اُرْكِسُوْا

اپنی قوم سے بھی — جب کبھی لوٹائے جاتے ہیں وہ — فتنہ کی طرف — تو اوندھے منہ

فِيْهَا ۚ فَاِنْ لَّمْ يَعْتَزِلُوْكُمْ وَيُلْقُوْۤا اِلَيْكُمُ السَّلَمَ

لوٹ جاتے ہیں — پھر اگر وہ تم سے کنارہ نہ کریں — اور نہ تمہاری طرف صلح کا پیغام بھیجیں

وَيَكُفُّوْۤا اَيْدِيَهُمْ فَخُذُوْهُمْ وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ

اور نہ اپنے ہاتھوں کو روکیں — تو ان کو پکڑ لو — اور مار ڈالو — جہاں

ثَقِفْتُمُوْهُمْ ؕ وَاُولٰٓئِكُمْ جَعَلْنَا لَكُمْ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنًا

پاؤ — اور ان پر ہم نے تم کو دی ہے — کھلی

مُّبِيْنًا ۝ وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ اَنْ يَّقْتُلَ مُؤْمِنًا اِلَّا

سند — اور مسلمان کا کام نہیں — کہ قتل کرے مسلمان کو — مگر

خَطَـًٔا ۚ وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَـًٔا فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ

غلطی سے — اور جو قتل کرے مسلمان کو غلطی سے — تو آزاد کرے گردن

مُّؤْمِنَةٍ وَّدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰٓى اَهْلِهٖۤ اِلَّاۤ اَنْ

ایک مسلمان کی — اور خون بہا — پہنچائے اس کے گھر والوں کو — مگر یہ کہ

يَّصَّدَّقُوْا ؕ فَاِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ عَدُوٍّ لَّكُمْ وَهُوَ

وہ معاف کر دیں — پھر اگر مقتول تھا ایسی قوم میں سے — کہ وہ تمہاری دشمن ہیں — اور خود وہ

◆ یعنی بعضے لوگ ایسے بھی ہیں کہ تم سے عہد کر جاتے ہیں کہ نہ تم سے لڑیں گے نہ اپنی قوم سے تاکہ تم سے اور اپنی قوم دونوں سے امن میں رہیں لیکن اس عہد پر قائم نہیں رہتے بلکہ جب اپنی قوم کا غلبہ دیکھتے ہیں تو انکے مددگار ہو جاتے ہیں تو ایسے لوگوں سے تم بھی درگذر مت کرو تمہارے ہاتھ تو صریح حجت آ گئی کہ انہوں نے اپنا عہد خود توڑ ڈالا۔

◆ مومن کے قتل خطاء کا بیان | اس موقع پر قتل خطا کے احکام بیان فرمائے جاتے ہیں اور یہ کہ کلمہ اسلام کہنے والے کو قتل کرنا گناہ عظیم ہے۔ ہاں اگر غلطی سے مارا گیا تو مجبوری کی بات ہے اور اس کے احکام یہ ہیں اور اسی کے ذیل میں مجاہدین کی فضیلت اور دار کفر سے دار الاسلام کی طرف ہجرت کرنے کی ضرورت اور سفر اور خوف کی نماز کی کیفیت بیان فرمائی جاتی ہے۔ فائدہ قتل خطا یعنی مسلمان کو غلطی سے قتل کر دینے کی کئی صورتیں ہیں مثلاً غلطی سے مسلمان کو شکار سمجھ کر مار ڈالا یا تیر اور گولی شکار پر چلائی چوک کر کسی مسلمان کے جا لگی۔ ایک صورت قتل خطا کی یہ بھی ہے کہ ایک مسلمان کافروں میں ہو اور اس کو کوئی مسلمان کافر سمجھ کر بے علمی سے قتل کر ڈالے اور یہاں اسی صورت کا بیان فرمانا مقصود ہے۔ مجاہدین کو یہ بات اکثر پیش آ جاتی ہے اور آیات سابقہ کے بھی مناسب ہے جو قتل خطا کی اور صورتیں ہیں ان کا بھی حکم یہی ہے وہ صورتیں بھی اسی میں آ گئیں۔

مُؤْمِنٌ فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ ۚ وَإِن كَانَ

مسلمان تو ۔ تو آزاد کرنا ہے ایک مسلمان غلام ۔ اور اگر ہو

مِن قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُم مِّيثَاقٌ فَدِيَةٌ

ایسی قوم میں سے ۔ کہ تم میں اور ان میں عہد ہے ۔ تو خون بہا

مُّسَلَّمَةٌ إِلَىٰ أَهْلِهِ وَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ ۖ

پہنچانا اس کے گھر والوں کو ۔ اور آزاد کرنا ایک مسلمان غلام

فَمَن لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ تَوْبَةً

پھر جس کو میسر نہ ہو ۔ تو روزے رکھے دو مہینے لگاتار ۔ ۔ گناہ بخشوانے کو

مِّنَ اللَّهِ ۗ وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمًا ﴿٩٢﴾ وَمَن

اللہ سے ۔ اور اللہ ہے سب کچھ جاننے والا حکمت والا ◆ اور جو کوئی

يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَاؤُهُ جَهَنَّمُ خَالِدًا

قتل کرے مسلمان کو ۔ جان کر ۔ تو اس کی سزا دوزخ ہے ۔ پڑا رہے گا

فِيهَا وَغَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهُ وَأَعَدَّ لَهُ عَذَابًا

اسی میں ۔ اور اللہ کا اس پر غضب ہوا ۔ اور اس کو لعنت کی ۔ اور اس کے واسطے تیار کیا

عَظِيمًا ﴿٩٣﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا ضَرَبْتُمْ

عذاب بڑا ◆ اے ایمان والو ۔ جب سفر کرو

فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَتَبَيَّنُوا وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ أَلْقَىٰ

اللہ کی راہ میں ۔ تو تحقیق کر لیا کرو ۔ اور مت کہو ۔ اس شخص کو جو تجھ سے

۱ **قتل خطاء کی سزا** اس آیت میں قتل خطا کے دو حکم بتلائے گئے ایک تو آزاد کرنا بردہ مسلمان کا اور اس کا مقدور نہ ہو تو دو مہینے متصل روزے رکھنا یہ کفارہ ہے خدا تعالیٰ کی جناب میں اپنی خطا کا۔ دوسرے اس مقتول کے وارثوں کو خون بہا دینا یہ ان کا حق ہے۔ ان کے معاف کرنے سے معاف بھی ہو سکتا ہے اور کفارہ کسی کے معاف کرنے سے معاف نہیں ہو سکتا۔ اس کے متعلق تین صورتیں ہو سکتی ہیں کیونکہ جس مسلمان کو غلطی سے قتل کیا اس کے وارث مسلمان ہوں گے یا کافر۔ اگر کافر ہیں تو ان سے معاہدت ہے یا دشمنی۔ اول دونوں صورتوں میں مقتول کے وارثوں کو خون بہا دینا پڑے گا۔ تیسری صورت میں خون بہا لازم نہ ہوگا اور کفارہ سب صورتوں میں ادا کرنا ہوگا۔ فائدہ: خون بہا مذہب حنفی میں تخمیناً دو ہزار سات سو چالیس روپے ہوتے ہیں یہ روپیہ قاتل کی برادری کو تین برس میں متفرق طور پر دینا ہوگا مقتول کے وارثوں کو۔

۵ **قتل عمد کی سزا** یعنی اگر ایک مسلمان دوسرے مسلمان کو غلطی سے نہیں بلکہ قصداً اور مسلمان معلوم کرنے کے بعد قتل کرے گا تو اس کے لئے آخرت میں جہنم اور لعنت اور عذاب عظیم ہے کفارہ سے اس کی رہائی نہیں ہوگی۔ باقی رہی دنیوی سزا وہ سورۂ بقرہ میں گذر چکی۔ فائدہ: جمہور علماء کے نزدیک خلود اس کے لئے ہے جو مسلمان کے قتل کو حلال سمجھے کیونکہ اس کے کفر میں شک نہیں یا خلود سے مراد یہ ہے کہ مدت دراز تک جہنم میں رہے گا یا وہ شخص مستحق تو اسی سزا کا ہے آگے اللہ مالک ہے جو چاہے کرے۔ واللہ اعلم

إِلَيْكُمُ السَّلٰمَ لَسْتَ مُؤْمِنًا ۚ تَبْتَغُوْنَ عَرَضَ

سلام علیک کرے کہ تو مسلمان نہیں تم چاہتے ہو اسباب دنیا کی

الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۫ فَعِنْدَ اللّٰهِ مَغَانِمُ كَثِيْرَةٌ ۚ كَذٰلِكَ

زندگی کا سو اللہ کے ہاں بہت غنیمتیں ہیں ◆ تم بھی تو

كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلُ فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ فَتَبَيَّنُوْا ۚ إِنَّ

ایسے ہی تھے اس سے پہلے پھر اللہ نے تم پر فضل کیا سو اب تحقیق کر لو ◆ بے شک

اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ﴿۹۴﴾ لَا يَسْتَوِي

اللہ تمہارے کاموں سے خبردار ہے ◆ برابر نہیں

الْقٰعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ غَيْرُ أُولِي الضَّرَرِ وَ

بیٹھ رہنے والے مسلمان جن کو کوئی عذر نہیں اور

الْمُجٰهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ

وہ مسلمان جو لڑنے والے ہیں اللہ کی راہ میں اپنے مال سے اور جان سے

فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ

اللہ نے بڑھا دیا لڑنے والوں کا اپنے مال اور جان سے

عَلَى الْقٰعِدِيْنَ دَرَجَةً ۚ وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ

بیٹھنے والوں پر درجہ اور ہر ایک سے وعدہ کیا اللہ نے

الْحُسْنٰى ۚ وَفَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ

بھلائی کا اور زیادہ کیا اللہ نے لڑنے والوں کو بیٹھنے والوں سے

أَجْرًا عَظِيمًا ﴿٩٥﴾ دَرَجَاتٍ مِّنْهُ وَمَغْفِرَةً وَرَحْمَةً ط

اجر عظیم میں — جو کہ درجے ہیں اللہ کی طرف سے — اور بخشش ہے — اور مہربانی ہے

وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَّحِيمًا ﴿٩٦﴾ إِنَّ الَّذِينَ تَوَفَّاهُمُ

اور اللہ ہے بخشنے والا مہربان — وہ لوگ — کہ جن کی جان نکالتے ہیں

ع ۱۰

الْمَلَائِكَةُ ظَالِمِي أَنفُسِهِمْ قَالُوا فِيمَ كُنتُمْ ط

فرشتے — اس حالت میں کہ وہ برا کر رہے ہیں اپنا — کہتے ہیں — ان سے فرشتے تم کس حال میں تھے

قَالُوا كُنَّا مُسْتَضْعَفِينَ فِي الْأَرْضِ ط قَالُوا أَلَمْ

وہ کہتے ہیں ہم تھے بے بس — اس ملک میں — کہتے ہیں فرشتے کیا نہ تھی

تَكُنْ أَرْضُ اللَّهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوا فِيهَا ط

زمین اللہ کی — کشادہ — جو چلے جاتے وطن چھوڑ کر وہاں

فَأُولَٰئِكَ مَأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ ط وَسَاءَتْ مَصِيرًا ﴿٩٧﴾ لا

سو ایسوں کا ٹھکانا ہے دوزخ — اور وہ بہت بری جگہ پہنچے

إِلَّا الْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَ

مگر جو ہیں بے بس — مردوں — اور عورتوں — اور

الْوِلْدَانِ لَا يَسْتَطِيعُونَ حِيلَةً وَلَا يَهْتَدُونَ

بچوں میں سے — جو نہیں کر سکتے کوئی تدبیر — اور نہ جانتے ہیں

سَبِيلًا ﴿٩٨﴾ فَأُولَٰئِكَ عَسَى اللَّهُ أَن يَعْفُوَ عَنْهُمْ ط

کہیں کا راستہ — سو ایسوں کو — امید ہے — کہ اللہ معاف کرے

مجاہدین کے درجات | اس سے پہلے مسلمان کو نادانستگی اور چوک سے قتل کر دینے پر عتاب اور تنبیہ فرمائی تھی اس لئے یہ احتمال تھا کہ کوئی جہاد کرنے سے رک جائے کیونکہ مجاہدین کو ایسی صورت پیش آتی رہتی ہے اس لئے مجاہدین کی فضیلت بیان فرما کر جہاد کی رغبت دلائی گئی خلاصہ آیت کا یہ ہے کہ لنگڑے اندھے بیمار معذور لوگوں کو تو جہاد کرنے کا حکم نہیں باقی سب مسلمانوں میں جہاد کرنے والوں کے بڑے درجے ہیں جو جہاد نہ کرنے والوں کے نہیں اگرچہ جنتی وہ بھی ہیں جو جہاد نہیں کرتے۔

جہاد فرض کفایہ ہے | اس سے معلوم ہو گیا کہ جہاد فرض کفایہ ہے فرض عین نہیں یعنی اگر مسلمانوں کی کافی تعداد اور ضرورت کے موافق جماعت جہاد کرتی رہے تو جہاد نہ کرنے والوں پر پھر کوئی گناہ نہیں ورنہ سب گنہگار رہیں گے۔

یعنی حق تعالیٰ غفور و رحیم ہے جہاد کرنے والوں کے بارہ میں اجر و مغفرت و رحمت کے جو وعدے فرمائے ہیں وہ ضرور ہی پورے فرمائے گا یا یہ کہ مجاہد کے ہاتھ سے نادانستگی میں اگر کوئی مسلمان قتل ہو گیا تو حق تعالیٰ معاف فرما دے گا اس اندیشہ سے جہاد سے سست نہ ہو۔

وَكَانَ اللّٰهُ عَفُوًّا غَفُوْرًا ﴿٩٩﴾ وَمَنْ يُّهَاجِرْ فِيْ

اور اللہ ہے معاف کرنے والا بخشنے والا ◆ اور جو کوئی وطن چھوڑے

سَبِيْلِ اللّٰهِ يَجِدْ فِي الْاَرْضِ مُرٰغَمًا كَثِيْرًا

اللہ کی راہ میں ۔ پاوے گا اس کے مقابلہ میں ۔ جگہ بہت

وَّسَعَةً ۭ وَمَنْ يَّخْرُجْ مِنْۢ بَيْتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَى

اور کشائش ۔ اور جو کوئی نکلے ۔ اپنے گھر سے ۔ ہجرت کر کے

اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ

اللہ اور رسول کی طرف ۔ پھر آ پکڑے اس کو موت ۔ تو مقرر ہو چکا

اَجْرُهٗ عَلَي اللّٰهِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿١٠٠﴾

اس کا ثواب ۔ اللہ کے ہاں ۔ اور ہے اللہ بخشنے والا مہربان ◆

وَاِذَا ضَرَبْتُمْ فِي الْاَرْضِ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ

اور جب تم سفر کرو ۔ ملک میں ۔ تو تم پر گناہ نہیں

اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوةِ ڰ اِنْ خِفْتُمْ اَنْ يَّفْتِنَكُمُ

کہ کچھ کم کرو ۔ نماز میں سے ۔ اگر تم کو ڈر ہو ۔ کہ ستاویں گے تم کو

الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۭ اِنَّ الْكٰفِرِيْنَ كَانُوْا لَكُمْ عَدُوًّا

کافر ۔ البتہ کافر ۔ تمہارے صریح دشمن

مُّبِيْنًا ﴿١٠١﴾ وَاِذَا كُنْتَ فِيْهِمْ فَاَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلٰوةَ

ہیں ◆ ۔ اور جب تو ان میں موجود ہو ۔ پھر نماز میں کھڑا کرے

◆ **دار الکفر سے ہجرت کی فرضیت** | بعضے مسلمان ایسے بھی ہیں کہ دل سے تو سچے مسلمان ہیں مگر کافروں کی حکومت میں ہیں اور ان سے مغلوب ہیں اور کافروں کے خوف سے اسلامی باتوں کو کھل کر نہیں کر سکتے نہ حکم جہاد کی تعمیل کر سکتے ہیں۔ سو ان پر فرض ہے کہ وہاں سے ہجرت کریں۔ اس موقع میں اسی کا ذکر ہے آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ جو لوگ اپنے اوپر ظلم کرتے ہیں یعنی کافروں کے ساتھ ملے ہوئے ہیں اور ہجرت نہیں کرتے تو فرشتے ان سے مرنے کے وقت پوچھتے ہیں کہ تم کس دین پر تھے؟ وہ کہتے ہیں کہ ہم تو مسلمان تھے مگر بوجہ ضعف و کمزوری کے دین کی باتیں نہ کر سکتے تھے۔ فرشتے کہتے ہیں کہ اللہ کی زمین تو بہت وسیع تھی تم چلے جا سکتے تھے کہ وہاں سے ہجرت کر جاتے۔ سو ایسے لوگوں کا ٹھکانہ جہنم ہے۔ البتہ جو لوگ ضعیف ہیں اور عورتیں اور بچے کہ نہ وہ ہجرت کی تدبیر کر سکتے ہیں نہ ان کو کوئی ہجرت کا رستہ معلوم ہے وہ قابل معافی ہیں۔ فائدہ اس سے معلوم ہو گیا کہ مسلمان جس ملک میں کھلا نہ رہ سکے وہاں سے ہجرت فرض ہے اور سوائے ان لوگوں کے جو بالکل معذور ہوں سب کو اور کسی کو وہاں پڑے رہنے کی اجازت نہیں۔

◆ **مہاجر کیلئے کشائش کا وعدہ اور دیگر فضائل** | اس آیت میں ہجرت کی ترغیب ہے اور مہاجرین کو تسلی دی جاتی ہے یعنی جو شخص اللہ کے واسطے ہجرت کرے گا اور اپنا وطن چھوڑے گا تو اس کو رہنے کے لئے بہت جگہ ملے گی اور اس کی روزی اور معیشت میں فراخی ہوگی تو ہجرت کرنے میں اس سے مت ڈرو کہ کہاں رہیں گے اور کیا کھائیں گے اور یہ بھی خطرہ نہ کرو کہ شاید رستہ میں موت آ جائے تو ادھر کے ہوں نہ ادھر کے کیونکہ اس صورت میں بھی ہجرت کا پورا ثواب ملے گا اور موت تو اپنے وقت ہی پر آئی ہے وقت مقرر سے پہلے نہیں آ سکتی۔

◆ **قصر نماز کا حکم** | یعنی جب تم جہاد وغیرہ کے لئے سفر کرو اور کافروں سے جو کہ تمہارے صریح دشمن ہیں اس کا خوف ہو کہ وہ موقع پا کر ستائیں گے تو نماز کو قصر کرو یعنی جو نماز حضر میں چار رکعت کی ہو اس کی دو رکعت پڑھو فائدہ اسی سے یہاں سفر تین منزل کا ہونا ضروری ہے اس سے کم ہوگا تو قصر جائز نہ ہوگا اور کافروں کے ستانے کا ڈر اس وقت موجود تھا جب یہ حکم نازل ہوا۔ جب یہ ڈر جاتا رہا تو اس کے بعد بھی آپ سفر میں دو رکعت ہی پڑھتے رہے اور صحابہ کو بھی اسی کی تاکید فرمائی۔ اب ہمیشہ سفر میں قصر کرنے کا حکم ہے خوف مذکور ہو یا نہ ہو اور یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے شکریہ کے ساتھ قبول کرنا لازم ہے جیسا کہ حدیث میں ارشاد ہے۔

فَلْتَقُمْ طَآئِفَةٌ مِّنْهُمْ مَّعَكَ وَلْيَاْخُذُوْٓا اَسْلِحَتَهُمْ ۫

تو چاہیے کہ ایک جماعت ان کی کھڑی ہو تیرے ساتھ اور ساتھ لے لیویں اپنے ہتھیار

فَاِذَا سَجَدُوْا فَلْيَكُوْنُوْا مِنْ وَّرَآئِكُمْ ۠ وَلْتَاْتِ

پھر جب یہ سجدہ کریں تو ہٹ جاویں تیرے پاس سے اور آوے

طَآئِفَةٌ اُخْرٰى لَمْ يُصَلُّوْا فَلْيُصَلُّوْا مَعَكَ

دوسری جماعت جس نے نماز نہیں پڑھی وہ نماز پڑھیں تیرے ساتھ

وَلْيَاْخُذُوْا حِذْرَهُمْ وَاَسْلِحَتَهُمْ ۚ وَدَّ الَّذِيْنَ

اور ساتھ لیویں اپنا بچاؤ اور ہتھیار کافر چاہتے

كَفَرُوْا لَوْ تَغْفُلُوْنَ عَنْ اَسْلِحَتِكُمْ وَاَمْتِعَتِكُمْ

ہیں کسی طرح تم بے خبر ہو اپنے ہتھیاروں سے اور اسباب سے

فَيَمِيْلُوْنَ عَلَيْكُمْ مَّيْلَةً وَّاحِدَةً ۭ وَلَا جُنَاحَ

تا کہ تم پر حملہ کریں یکبارگی ۝ اور تم پر

عَلَيْكُمْ اِنْ كَانَ بِكُمْ اَذًى مِّنْ مَّطَرٍ اَوْ كُنْتُمْ

کچھ گناہ نہیں اگر تم کو تکلیف ہو مینہ سے یا تم

مَّرْضٰٓى اَنْ تَضَعُوْٓا اَسْلِحَتَكُمْ ۚ وَخُذُوْا حِذْرَكُمْ ۭ

بیمار ہو کہ اتار رکھو اپنے ہتھیار اور ساتھ لے لو اپنا بچاؤ ۝

اِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا ۝۱۰۲ فَاِذَا

بے شک اللہ نے تیار کر رکھا ہے کافروں کے واسطے عذاب ذلت کا ۝ پھر جب

◆ نماز خوف کا بیان | پہلے نماز سفر کا بیان تھا یہ نماز خوف کا بیان ہے یعنی کافروں کی فوج مقابلہ میں ہو تو مسلمانوں کی فوج دو حصے ہو جائے، ایک حصہ امام کے ساتھ آدھی نماز پڑھ کر دشمن کے مقابلہ میں جا کر کھڑا ہو جائے، دوسرا حصہ آ کر امام کے ساتھ نصف باقی پڑھ لے۔ امام کے سلام کے بعد دونوں جماعتیں اپنی آدھی نماز رہی ہوئی جدی جدی پڑھ لیں۔ اگر مغرب کی نماز ہو تو اول جماعت دو رکعت اور دوسری جماعت ایک رکعت امام کے ساتھ پڑھے اور اس حالت میں نماز کے اندر آمد و رفت معاف ہے اور ہتھیار زرہ وغیرہ کے اپنے ساتھ رکھنے کا بھی ارشاد فرما دیا تاکہ دشمن موقع پا کر یکبارگی حملہ نہ کر دیں۔

◆ یعنی اگر بارش یا بیماری اور ضعف کی وجہ سے ہتھیار کا اٹھانا مشکل ہو تو ایسی حالت میں ہتھیار اتار کر رکھ دینے کی اجازت ہے لیکن اپنا بچاؤ کر لینا چاہئے مثلاً زرہ، سپر، خود ساتھ لے لو۔ فائدہ اگر دشمنوں کے خوف سے اتنی مہلت بھی نہ ملے کہ نماز خوف بصورت مذکورہ ادا کر سکیں تو جماعت موقوف کر کے تنہا تنہا نماز پڑھیں پیادہ ہو کر اور سواری سے اترنے کا بھی موقع نہ ملے تو سواری پر اشارہ سے نماز پڑھ لیں۔ اگر اس کی بھی مہلت نہ ملے تو پھر نماز کو قضا کر دیں۔

◆ یعنی اللہ کے حکم کے موافق تدبیر اور احتیاط اور اہتمام کے ساتھ کام کرو اور اللہ کے فضل سے امید رکھو کہ کافروں کو تمہارے ہاتھ سے ذلیل و خوار کرا دے گا کافروں سے خوف مت کرو۔

قَضَيْتُمُ الصَّلٰوةَ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِيٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّ

تم نماز پڑھ چکو تو یاد کرو اللہ کو کھڑے اور بیٹھے اور

عَلٰى جُنُوْبِكُمْ ۚ فَاِذَا اطْمَاْنَنْتُمْ فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ ۚ

لیٹے ◆ پھر جب خوف جاتا رہے تو درست کرو نماز کو

اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا ﴿۱۰۳﴾

بے شک نماز مسلمانوں پر فرض ہے اپنے مقرر وقتوں میں ◆

وَلَا تَهِنُوْا فِي ابْتِغَآءِ الْقَوْمِ ۭ اِنْ تَكُوْنُوْا تَاْلَمُوْنَ

اور ہمت نہ ہارو ان کا پیچھا کرنے سے اگر تم بے آرام ہوتے ہو

فَاِنَّهُمْ يَاْلَمُوْنَ كَمَا تَاْلَمُوْنَ ۚ وَتَرْجُوْنَ مِنَ اللّٰهِ

تو وہ بھی بے آرام ہوتے ہیں جس طرح تم ہوتے ہو اور تم کو اللہ سے

مَا لَا يَرْجُوْنَ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿۱۰۴﴾ اِنَّآ

امید ہے جو ان کو نہیں اور اللہ سب کچھ جاننے والا حکمت والا ہے ◆ بے شک

اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ

ہم نے اتاری تیری طرف کتاب سچی کہ تو انصاف کرے لوگوں میں

بِمَآ اَرٰىكَ اللّٰهُ ۭ وَلَا تَكُنْ لِّلْخَآئِنِيْنَ خَصِيْمًا ﴿۱۰۵﴾

جو کچھ سمجھاوے تجھ کو اللہ اور تو مت ہو دغا بازوں کی طرف سے جھگڑنے والا ◆

وَّاسْتَغْفِرِ اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۱۰۶﴾

اور بخشش مانگ اللہ سے بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے ◆

◆ **ہر وقت ذکر اللہ کا حکم** | یعنی خوف کے وقت بوجہ تنگی اور بے اطمینانی اگر نماز میں کسی طرح کی کمی ہو گئی تو نماز خوف سے فراغت کے بعد ہر وقت اور ہر حالت میں کھڑے ہو یا بیٹھے یا لیٹے اللہ کو یاد کرو یعنی تکبیر اور حمد کے وقت بھی کیونکہ وقت کی تعیین اور دیگر قیود کی پابندی تو بحالت نماز تھی جس کی وجہ سے تنگی اور بے اطمینانی پیش آنے کا موقع ہے۔ اس کے سوا ہر حالت میں اللہ کو یاد رکھتے ہو کسی حالت میں اس کی یاد سے غافل نہ رہو۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس آیت کے ذیل میں فرمایا کہ صرف وہ شخص کہ جس کے عقل و حواس کسی وجہ سے معطل ہو جائیں البتہ معذور ہے ورنہ کوئی شخص اللہ کی یاد نہ کرنے میں معذور نہیں۔

◆ **نمازوں کے اوقات مقرر ہیں** | یعنی جب خوف دور ہو جاتا رہے اور دل جمع ہو جائے تو پھر جو نماز پڑھو اطمینان اور تعدیل ارکان اور رعایت شروط اور محافظت آداب کے ساتھ پڑھو جیسا کہ امن کی حالت میں پڑھنی چاہئے اور جن حرکات زائدہ کی اجازت دی گئی وہ حالت خوف کے ساتھ مخصوص ہیں بے شک نماز فرض ہے وقت معین میں سفر حضر اطمینان خوف ہر حالت میں اسی وقت میں ادا کرنا ضرور ہے یہ نہیں کہ جب چاہو پڑھ لو یا یہ مطلب ہے کہ نماز کے متعلق حق تعالیٰ نے پورا ضابطہ اور تعین فرما دیا ہے کہ حضر میں کیا ہونا چاہئے اور سفر میں نیز اطمینان میں کیا کرنا چاہئے اور خوف میں کیا سو ہر حالت میں اس کی پابندی چاہئے۔

◆ **کفار کے تعاقب میں سستی نہ کرو** | یعنی کفار کی جستجو اور ان کے تعاقب میں ہمت سے کام لو اور نامردی نہ کرو اگر تم کو ان کی لڑائی سے زخم اور درد پہنچا ہے تو اس تکلیف میں تو وہ بھی شریک ہیں اور تم کو حق تعالیٰ سے وہ امیدیں ہیں جو ان کو نہیں یعنی دنیا میں کفار پر غلبہ اور آخرت میں ثواب عظیم اور اللہ تعالیٰ تمہارے مصالح اور تمہارے اعمال کو خوب جانتا ہے اس کا جو حکم ہے اس میں تمہارے لئے بڑے منافع اور حکمتیں ہیں دین اور دنیا دونوں کے لئے سو اس کے امتثال کو غنیمت اور بڑی نعمت سمجھو۔

◆ **ایک مسلمان چور اور یہودی کا قصہ** | منافق اور ضعیف الاسلام لوگوں میں جب کوئی کسی گناہ اور قبیح کام کا مرتکب ہوتا تو سزا اور بدنامی سے بچنے کے لئے حیلے کرتے اور آپ کی خدمت میں ایسے انداز سے اس کا اظہار کرتے کہ آپ ان کو بری سمجھ جائیں بلکہ کسی بری الذمہ کے ذمہ تہمت لگا کر اس کے مجرم بنانے میں سعی کرتے اور مل کر باہم مشورہ کرتے۔ چنانچہ ایک دفعہ یہ ہوا کہ ایک ایسے ہی مسلمان نے دوسرے مسلمان کے گھر میں نقب دی ایک تھیلا آٹے کا اور اس کے ساتھ کچھ ہتھیار چرا کر لے گیا۔ اس تھیلے میں اتفاقاً سوراخ تھا چور کے گھر تک رستہ میں آٹا گرتا گیا۔ چور نے یہ تدبیر کی کہ مال اپنے گھر میں نہ رکھا شب ہی میں وہ مال لے جا کر ایک یہودی کے پاس امانت رکھ آیا جو اس کا واقف تھا۔ صبح کو مالک نے آٹے کے سراغ پر چور کو جا پکڑا مگر تلاشی پر اس کے گھر میں کچھ نہ نکلا اور چور نے قسم کھالی کہ مجھ کو کچھ خبر نہیں آٹے کا سراغ آگے کو چلتا نظر آیا تو مالک نے اسی سراغ پر یہودی کو جا پکڑا اس نے مال کا اقرار کر لیا کہ میرے گھر میں موجود ہے مگر میرے پاس تو رات فلاں شخص امانت رکھ گیا ہے میں چور نہیں ہوں۔ مالک نے یہ قضیہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچایا۔ چور کی قوم اور اس کی جماعت نے اتفاق کیا کہ جس طرح ہو سکے اس پر چوری ثابت نہ ہونے دو یہودی کو چور بناؤ۔ چنانچہ یہودی سے جھگڑے اور آپ کی خدمت میں چور کی براءت پر قسمیں کھا گئے گواہی دی۔ قریب تھا کہ یہودی چور سمجھا جائے اور مجرم قرار دیا جائے اس پر حق سبحانہ نے متعدد آیتیں نازل فرمائیں اور حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو اور سب کو متنبہ فرما دیا کہ چور یہی مسلمان ہے۔ یہودی اس میں سچا اور بے قصور ہے اور ہمیشہ کے لئے ایسے لوگوں کی قلعی کھول کر سب کو متنبہ کر دیا۔ آیت کا مطلب یہ ہے کہ اے رسول ہم نے اپنی سچی کتاب تجھ پر اس لئے اتاری کہ ہمارے سمجھانے اور بتلانے کے موافق تمام لوگوں میں ٹھیک ٹھیک خواہ مومن ہوں یا کافر حکم اور انصاف کیا جائے اور جو دغا باز ہیں ان کی بات کا اعتبار اور ان کی طرف داری ہرگز مت کرو اور ان کی قسم اور ان کی گواہی پر کسی بے قصور کو مجرم مت بناؤ یعنی ان دغابازوں کی طرف ہو کر یہودی سے مت جھگڑو۔

◆ یعنی کمال تحقیق و اصل حال ظاہر ہو جانے سے پہلے جو محض ظاہر حال دیکھ کر چور کو سچا اور یہودی کو جھوٹا خیال کر لیا تھا آپ کی عصمت اور عظمت شان کے مناسب نہیں اس سے استغفار چاہئے۔ اس میں کمال تنبیہ ہو گئی ان مخلصین صحابہ کو جو بوجہ عدم تحقیق محض اسلامی قومی وغیرہ چور پر حسن ظن کر کے یہودی کے چور بنانے میں ساعی ہوئے۔

وَلَا تُجَادِلْ عَنِ الَّذِيْنَ يَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَهُمْ ۭ اِنَّ

اور مت جھگڑ ان کی طرف سے جو اپنے جی میں دغا رکھتے ہیں

اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ خَوَّانًا اَثِـيْمًا ۝ يَّسْتَخْفُوْنَ

اللہ کو پسند نہیں جو کوئی ہو دغا باز گنہگار شرماتے

مِنَ النَّاسِ وَلَا يَسْتَخْفُوْنَ مِنَ اللّٰهِ وَھُوَ مَعَھُمْ

ہیں لوگوں سے اور نہیں شرماتے اللہ سے اور وہ ان کے ساتھ ہے

اِذْ يُبَيِّتُوْنَ مَا لَا يَرْضٰى مِنَ الْقَوْلِ ۭ وَكَانَ

جب کہ مشورہ کرتے ہیں رات کو اس بات کا جس سے اللہ راضی نہیں اور جو کچھ وہ

اللّٰهُ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطًا ۝ ھٰٓاَنْتُمْ ھٰٓؤُلَاۗءِ جٰدَلْتُمْ

کرتے ہیں سب اللہ کے قابو میں ہے ◆ سنتے ہو تم لوگ جھگڑا کرتے ہو

عَنْھُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۣ فَمَنْ يُّجَادِلُ اللّٰهَ

ان کی طرف سے دنیا کی زندگی میں پھر کون جھگڑا کرے گا اللہ سے

عَنْھُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَمْ مَّنْ يَّكُوْنُ عَلَيْهِمْ وَكِيْلًا ۝

ان کی طرف سے قیامت کے دن یا کون ہوگا ان کا کارساز ◆

وَمَنْ يَّعْمَلْ سُوْۗءًا اَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهٗ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ

اور جو کوئی کرے گناہ یا اپنا برا کرے پھر بخشش مانگے

اللّٰهَ يَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝ وَمَنْ يَّكْسِبْ

اللہ سے تو پاوے اللہ کو بخشنے والا مہربان ◆ اور جو کوئی کرے

گنہگاروں کی سفارش سے ممانعت: پہلی آیت میں جب ان لوگوں کی دغا اور برائی صاف ظاہر ہو گئی تو شاید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بوجہ شفقت جو آپ کو تمام خلق بالخصوص اپنی امت پر تھا حق تعالیٰ سے ان خطا واروں کی معافی چاہی۔ اس پر ارشاد ہوا کہ ان دغا بازوں کی طرف ہو کر اللہ سے کیوں جھگڑتے ہو ایسے لوگ اللہ کو خوش نہیں آتے۔ یہ تو لوگوں سے چھپ چھپ کر راتوں کو ناجائز مشورہ کرتے ہیں اور حق تعالیٰ سے نہیں شرماتے جو ہر وقت ان کے ساتھ ہے اور ان کے تمام امور پر حاوی ہے اور اگر آپ نے ان کی معافی نہ بھی مانگی ہو تو آپ کی معافی مانگنے کا احتمال بظاہر موجود تو۔ دیکھیے دوسری جگہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بابت یجادلنا فی قوم لوط ان ابراہیم لحلیم اواہ منیب ارشاد صریح موجود ہے۔ سو اسی کی پیش بندی کے لئے حق تعالیٰ نے یہ ارشاد فرما کر ان لوگوں کی سفارش سے آپ کو روک دیا۔ واللہ اعلم۔

اس میں خطاب ہے چوری کی قوم اور ان لوگوں کو جو چور کے طرفدار ہوئے تھے یعنی اللہ تعالیٰ کو سب کچھ معلوم ہے اس بے جا حمایت سے چور کو قیامت میں کوئی نفع نہیں ہو سکتا۔

سوء اور ظلم کا فرق: سوء اور ظلم سے بڑے اور چھوٹے گناہ مراد ہیں یا سوء سے وہ گناہ مراد ہے جس سے دوسرے کو ضرر پہنچے جیسے کسی پر تہمت لگانی اور ظلم وہ ہے کہ اس کی خرابی اپنے ہی نفس تک رہے یعنی گناہ کیسا ہی ہو اس کا علاج استغفار اور توبہ ہے۔ توبہ کے بعد اللہ تعالیٰ البتہ معاف فرما دیتا ہے۔ اگر کسی نے جان بوجھ کر فریب سے کسی مجرم کی براءت ثابت کر دی یا غلطی سے مجرم کو بے قصور سمجھ گئے تو اس سے اس کے جرم میں تخفیف بھی نہیں ہو سکتی۔ البتہ توبہ سے بالکل معاف ہو سکتا ہے۔ اس میں اس چور کو اور اس کے سب طرفداروں کو جو دیدہ و دانستہ طرفدار بنے تھے یا غلطی سے بنے تھے توبہ اور استغفار کا ارشاد ہو گیا اور اشارہ لطیف اس طرف بھی ہو گیا کہ اب بھی اگر کوئی اپنی بات پر اڑا رہے گا اور توبہ نہ کرے گا تو اللہ کی بخشش اور اس کی رحمت سے محروم ہو گا۔

إِثْمًا فَإِنَّمَا يَكْسِبُهُ عَلَىٰ نَفْسِهِ ۚ وَكَانَ اللَّهُ

گناہ سو کرتا جاوے اپنے ہی حق میں اور اللہ

عَلِيمًا حَكِيمًا ﴿١١١﴾ وَمَنْ يَكْسِبْ خَطِيئَةً أَوْ إِثْمًا ثُمَّ

سب کچھ جاننے والا حکمت والا ہے ◆ اور جو کوئی کرے خطا یا گناہ پھر

يَرْمِ بِهِ بَرِيئًا فَقَدِ احْتَمَلَ بُهْتَانًا وَإِثْمًا مُبِينًا ﴿١١٢﴾

تہمت لگادے کسی بے گناہ پر تو اس نے اپنے سر دھرا طوفان اور گناہ صریح ◆

وَلَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكَ وَرَحْمَتُهُ لَهَمَّتْ

اور اگر نہ ہوتا تجھ پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت تو قصد کر ہی چکی تھی

طَائِفَةٌ مِنْهُمْ أَنْ يُضِلُّوكَ وَمَا يُضِلُّونَ إِلَّا

ان میں ایک جماعت کہ تجھ کو بہکا دیں اور بہکا نہیں سکتے مگر

أَنْفُسَهُمْ ۖ وَمَا يَضُرُّونَكَ مِنْ شَيْءٍ ۚ وَأَنْزَلَ اللَّهُ

اپنے آپ کو اور تیرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے اور اللہ نے اتاری

عَلَيْكَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ

تجھ پر کتاب اور حکمت اور تجھ کو سکھائیں وہ باتیں جو تو نہ

تَعْلَمُ ۚ وَكَانَ فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكَ عَظِيمًا ﴿١١٣﴾ لَا خَيْرَ

جانتا تھا اور اللہ کا فضل تجھ پر بہت بڑا ہے ◆ کچھ اچھی نہیں

فِي كَثِيرٍ مِنْ نَجْوَاهُمْ إِلَّا مَنْ أَمَرَ بِصَدَقَةٍ أَوْ

ان کے اکثر مشورے مگر جو کوئی کہ کہے صدقہ کرنے کو

مَعْرُوْفٍ اَوْ اِصْلَاحٍۢ بَيْنَ النَّاسِ ؕ وَمَنْ يَّفْعَلْ

نیک کام کو — یا صلح کرانے کو — لوگوں میں — اور جو کوئی یہ

ذٰلِكَ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ فَسَوْفَ نُؤْتِيْهِ اَجْرًا

کام کرے — اللہ کی خوشی کے لیے — تو ہم اس کو دیں گے

عَظِيْمًا ﴿۱۱۴﴾ وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا

بڑا ثواب — اور جو کوئی مخالفت کرے رسول کی — جب کہ

تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ

کھل چکی اس پر سیدھی راہ — اور چلے سب مسلمانوں کے رستہ کے خلاف

نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ؕ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا ﴿۱۱۵﴾

تو ہم حوالہ کریں گے اس کو وہی طرف جو اس نے اختیار کی اور ڈالیں گے ہم اس کو دوزخ میں — اور وہ بہت بری جگہ پہنچا

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ

بے شک اللہ نہیں بخشتا — اس کو جو اس کا شریک کرے کسی کو — اور بخشتا ہے اس سے

ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ؕ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ ضَلَّ

نیچے جس کو چاہے — اور جس نے شریک ٹھہرایا اللہ کا — وہ بہک کر

ضَلٰلًاۢ بَعِيْدًا ﴿۱۱۶﴾ اِنْ يَّدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖۤ اِلَّآ اِنٰثًا ۚ

دور جا پڑا — اللہ کے سوا نہیں پکارتے — مگر عورتوں کو

وَاِنْ يَّدْعُوْنَ اِلَّا شَيْطٰنًا مَّرِيْدًا ﴿۱۱۷﴾ لَّعَنَهُ اللّٰهُ ۘ

اور نہیں پکارتے — مگر شیطان سرکش کو — جس پر لعنت کی اللہ نے

◆ **آنحضرت ﷺ سے سرگوشی کرنے کا بیان** | منافق اور حیلہ کر کے آپ سے کان میں باتیں کرتے تاکہ لوگوں میں اپنا اعتبار بڑھائیں اور مجلس میں بیٹھ کر آپس میں بیہودہ سرگوشی کیا کرتے کسی کی عیب جوئی، کسی کی غیبت، کسی کی شکایت کرتے۔ اس پر ارشاد ہوا کہ جو لوگ باہم کانوں میں مشورت کرتے ہیں تو اکثر مشورے خیر سے خالی ہوتے ہیں۔ صاف اور نیک باتوں کو چھپانے کی حاجت نہیں اس میں کوئی فریب ہوتا ہے۔ البتہ چھپاوے تو صدقہ اور خیرات کی بات کو چھپاوے تاکہ لینے والا شرمندہ نہ ہو یا کسی ناواقف کو غلطی سے بچانے اور اس کو کوئی بات اور کچھ مسئلہ بتانے تو چھپا کر بتانے تاکہ اس کو ندامت نہ ہو یا دو میں لڑائی ہو اور فساد اور جھگڑے میں صلح کرانی ہے تو اس وقت کی تدبیر ہو کر پھر اس کو سمجھانے کی [illegible] کی اجازت ہے۔ آخر میں فرما دیا کہ جو کوئی امور مذکورہ اللہ تعالیٰ کی رضامندی سے کرے گا اس کو بڑا عظیم الشان ثواب ملے گا جس میں ریاکاری یا کسی اور غرض دنیاوی سے نہ ہونا چاہئے۔

◆ **رسول اور مومنین کی مخالفت کا عذاب** | جو کوئی حق بات کے ظاہر ہو چکنے کے بعد بھی رسول کے حکم کی مخالفت کرے اور سب مسلمانوں کو چھوڑ کر اپنی جدی راہ اختیار کرے تو اس کا ٹھکانا جہنم ہے جیسا کہ اس چور نے کیا جس کا ذکر ہو چکا۔ جو نے اس نے قصور کا اعتراف کرنے کی بجائے ہاتھ کٹنے کے خوف سے مکہ بھاگ گیا اور مشرکین میں جا ملا۔ **فائدہ** اکابر علماء نے اس آیت سے یہ مسئلہ بھی نکالا کہ اجماع امت کا مخالف اور منکر جہنمی ہے یعنی اجماع امت کو ماننا فرض ہے۔ حدیث میں وارد ہے کہ اللہ کا ہاتھ ہے مسلمانوں کی جماعت پر جس نے جدی راہ اختیار کی وہ دوزخ میں جا پڑا۔

◆ **شرک ناقابل معافی گناہ ہے** | یعنی شرک سے نیچے کے گناہ جس کو چاہے گا اللہ بخش دے گا مگر شرک کو ہرگز نہیں بخشے گا۔ شرک کے لئے عذاب کی مقرر ہو چکا تو چوری کرنا اور تہمت جھوٹی لگانا اگرچہ بڑے گناہ تھے مگر یہ بھی احتمال تھا کہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے اس چور کو بخش دیں لیکن جب وہ چور رسول کے حکم سے بھاگا اور مشرکوں میں جا ملا تو اب اس کی مغفرت کا احتمال بھی نہ رہا۔ **فائدہ** اس سے یہ معلوم ہوا کہ شرک یہی نہیں کہ اللہ کے سوا کسی کی پرستش کرے بلکہ اللہ کے حکم کے مقابلہ میں کسی کے حکم کو پسند کرنا یہ بھی شرک ہے۔

◆ دور جا پڑا اس لئے کہ وہ شخص تو اللہ ہی سے صریح منحرف ہو گیا اور اللہ کے مقابلہ میں دوسرا معبود بنا کر شیطان کا پورا مطیع ہو چکا اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور اس کی رحمت سب سے مستغنی ہو بیٹھا اور جو آدمی دور جا پڑا تو اللہ کی رحمت اور اس کی مغفرت کا کیسے مستحق ہو سکتا ہے بلکہ ایسے شخص کی مغفرت تو خلاف حکمت ہونی چاہئے یہی وجہ ہے کہ ایسے لوگوں کو مغفرت سے صاف مایوس فرما دیا گیا اور مسلمان اگرچہ کیسا ہی سخت گنہگار ہو چونکہ اس کی خرابی صرف اعمال تک ہے اس کا عقیدہ اور تعلق اور توقع سب چیزیں کی کل موجود ہیں اس کی مغفرت ضرور ہو گی جلدی یا دیر سے جب اللہ جب چاہے گا بخش دے گا۔

◆ **مشرکوں کی جہالت** | یعنی ان مشرکوں نے اللہ کے سوا جو چیز معبود بنایا تو ان بتوں کو جن کو عورتوں کے نام سے نامزد کر رکھا ہے جیسے عزیٰ اور مناۃ اور نائلہ وغیرہ اور حقیقت میں دیکھئے تو یہ مشرکین شیطان مردود کی عبادت کرتے ہیں اس نے ان کو بہکا کر ایسا کیا اور بت پرستی کرنے میں اس کی اطاعت اور اس کی خوشی ہے۔ اس سے مشرکین کی پرلے درجہ کی ضلالت اور جہالت ظاہر فرمانی مقصود ہے۔ دیکھئے اول تو اللہ کے سوا کسی کو معبود بنایا اس سے بڑھ کر حماقت کیا ہو سکتی ہے پھر بنایا تو کن کو پتھروں کو جن میں کسی قسم کی حس و حرکت بھی نہیں اور عورتوں کے نام سے موسوم ہیں اور کس کے بتلانے سے شیطان مردود ملعون خدا اور خلق کے بہکانے سے۔ پس اس ضلالت اور جہالت کی کچھ حد بھی ہے اور کوئی احمق سے احمق بھی اس کو قبول کر سکتا ہے۔

وَّقَالَ لَاَتَّخِذَنَّ مِنْ عِبَادِكَ نَصِيْبًا مَّفْرُوْضًا ﴿۱۱۸﴾

اور کہا شیطان نے کہ میں البتہ لوں گا تیرے بندوں سے حصہ مقرر ◆

وَّلَاُضِلَّنَّهُمْ وَلَاُمَنِّيَنَّهُمْ وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُبَتِّكُنَّ

اور ان کو بہکاؤں گا اور ان کو امیدیں دلاؤں گا اور ان کو سکھلاؤں گا کہ چیریں

اٰذَانَ الْاَنْعَامِ وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ ؕ

جانوروں کے کان اور ان کو سکھلاؤں گا کہ بدلیں صورتیں بنائی ہوئی اللہ کی ◆

وَمَنْ يَّتَّخِذِ الشَّيْطٰنَ وَلِيًّا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَقَدْ

اور جو کوئی بنادے شیطان کو دوست اللہ کو چھوڑ کر تو وہ

خَسِرَ خُسْرَانًا مُّبِيْنًا ﴿۱۱۹﴾ يَعِدُهُمْ وَيُمَنِّيْهِمْ ؕ وَمَا

پڑ گیا صریح نقصان میں ان کو وعدہ دیتا ہے اور ان کو امیدیں دلاتا ہے اور جو

يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا ﴿۱۲۰﴾ اُولٰٓئِكَ مَاْوٰىهُمْ

کچھ وعدہ دیتا ہے ان کو شیطان سو سب فریب ہے ایسوں کا ٹھکانا ہے

جَهَنَّمُ ۫ وَلَا يَجِدُوْنَ عَنْهَا مَحِيْصًا ﴿۱۲۱﴾ وَالَّذِيْنَ

دوزخ اور نہ پاویں گے وہاں سے کہیں بھاگنے کو جگہ ◆ اور جو لوگ

اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَنُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ

ایمان لائے اور عمل کیے اچھے ان کو ہم داخل کریں گے باغوں میں کہ جن کے نیچے

مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ وَعْدَ اللّٰهِ

بہتی ہیں نہریں رہا کریں ان میں ہمیشہ وعدہ ہے اللہ کا

شیطان کی انسانی دشمنی اور اس کے عزائم | یعنی جب شیطان مردود کرنے پر ملعون اور مردود کیا گیا تو اس نے تو اسی وقت کہہ دیا تھا کہ میں تو غارت ہو ہی چکا مگر میں بھی تیرے بندوں اور اولاد آدم میں سے اپنے لئے ایک مقدار معلوم اور بڑا حصہ لوں گا یعنی ان کو گمراہ کر کے اپنے ساتھ جہنم میں لے جاؤں گا جیسا کہ سورہ حجر اور بنی اسرائیل وغیرہ میں مذکور ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ مقہور اور ملعون ہونے کے علاوہ شیطان تو حضرت آدم کا اول روز سے سخت دشمن اور بدخواہ ہے اور اس دشمنی کو صاف ظاہر کر چکا ہے تو اب یہ احتمال بھی نہ رہا کہ گو شیطان ہر طرح سے خبیث و گمراہ ہے مگر شاید کسی کو خیر خواہانہ کوئی نفع کی بات بتلا دے بلکہ یہ معلوم ہو گیا کہ وہ دشمن ازلی تو بنی آدم کو جو کچھ بتلائے گا ان کی گمراہی اور بربادی ہی کی بات بتلائے گا پھر ایسے گمراہ اور بدخواہ کی اطاعت کرنی کس قدر جہالت اور نادانی ہے۔ حصہ مقرر لینے کے ایک معنی یہ بھی ہیں کہ تیرے بندے اپنے مال میں میرا حصہ ٹھہرائیں گے جیسا کہ لوگ بت یا جن وغیرہ غیر اللہ کی نذر اور نیاز کرتے ہیں۔

یعنی جو لوگ میرے حصہ میں آئیں گے ان کو طریق حق سے گمراہ کروں گا اور امید حیات دنیوی اور خواہشات دنیوی کے حصول کی اور قیامت اور حساب و کتاب امور اخروی کے نہ ہونے کی آرزو دلاؤں گا اور اس بات کی تعلیم دوں گا کہ جانوروں کے کان چیر کر بتوں کے نام پر ان کو چھوڑیں گے اور اللہ کی پیدا کی ہوئی صورتوں کو اور اس کی مقرر کی ہوئی باتوں کو بدل ڈالیں گے۔ فائدہ کافروں کا دستور تھا کہ بکری اور اونٹ کا بچہ بت کے نام کر دیتے اور اس کا کان چیر کر یا اس کے کان میں نشانی ڈال کر چھوڑ دیتے اور صورت بدلنا جیسے خوجہ کرنا یا بدن کو سوئی سے گود کر نیل بھرنا یا نیلا داغ دینا یا بچوں کے سر پر چوٹیاں رکھنی کسی کے نام کی۔ مسلمانوں کو ان کاموں سے بچنا ضرور ہے، داڑھی منڈوانا بھی اسی تغییر میں داخل ہے۔ اور اللہ کے جتنے احکام ہیں کسی میں تغییر کرنا بہت سخت بات ہے جو چیز اس نے حلال کر دی اس کو حرام کرنا یا حرام کو حلال کرنا اسلام سے نکال دیتا ہے تو جو کوئی ان باتوں میں مبتلا ہو اس کو یقین کر لینا چاہئے کہ میں شیطان کے مقررہ حصہ میں داخل ہوں جس کا ذکر گذرا۔

یعنی جب شیطان کی خباثت و شرارت اور اس کی عداوت کی کیفیت خوب معلوم ہو چکی تو اب اس میں کچھ شک نہ رہا کہ اپنے سچے معبود سے منحرف ہو کر جو کوئی اس کی موافقت کرے گا سخت نقصان میں پڑے گا۔ اس کے تمام وعدے اور امیدیں محض فریب ہیں نتیجہ یہ ہوگا کہ ان سب کا ٹھکانا دوزخ ہے اس سے نکلنے کی کوئی صورت نہ ہوگی۔

حَقًّا ۚ وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِيْلًا ﴿١٢٢﴾ لَيْسَ

کیا — اور اللہ سے سچا کون ہے ◆ — نہ تمہاری

بِاَمَانِيِّكُمْ وَلَاۤ اَمَانِيِّ اَهْلِ الْكِتٰبِ ۚ مَنْ يَّعْمَلْ

امیدوں پر ہے — اور نہ اہل کتاب کی امیدوں پر — جو کوئی برا

سُوْٓءًا يُّجْزَ بِهٖ ۙ وَلَا يَجِدْ لَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا

کام کرے — اس کو اس کا بدلہ ملے گا — اور نہ پائے گا — اللہ کے سوا — کوئی دوست

وَّلَا نَصِيْرًا ﴿١٢٣﴾ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ مِنْ ذَكَرٍ

اور نہ کوئی مددگار — اور جو کوئی نیک کام کرے گا — مرد

اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ

یا عورت — اور ایمان رکھتا ہو — تو وہ لوگ داخل ہوں گے جنت میں

وَلَا يُظْلَمُوْنَ نَقِيْرًا ﴿١٢٤﴾ وَمَنْ اَحْسَنُ دِيْنًا مِّمَّنْ

اور ان کا حق ذرہ بھر ضائع نہ ہوگا ◆ — اور اس سے بہتر کس کا دین ہو گا — جس نے

اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ وَّاتَّبَعَ مِلَّةَ

سر تسلیم جھکا دیا اللہ کے حکم پر — اور نیک کام بھی کرتا ہے — اور پیروی کی

اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ۗ وَاتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرٰهِيْمَ خَلِيْلًا ﴿١٢٥﴾

ابراہیم کی — جو یکسو طرف کا تھا — اور اللہ نے بنایا ابراہیم کو خاص دوست ◆

وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۚ وَكَانَ

اور اللہ ہی کا ہے جو کچھ ہے آسمانوں میں — اور جو کچھ ہے زمین میں — اور

یعنی اور وہ لوگ جو شیطان کی خرابی سے محفوظ ہیں اور ارشاد و ہدیٰ کے موافق ایمان لائے اور اچھے عمل کئے وہ ہمیشہ کے لئے باغ و بہار میں رہیں گے اور یہ اللہ کا وعدہ ہے جس سے سچی کسی کی بات نہیں ہو سکتی پھر ایسے سچے وعدہ کو چھوڑ کر شیطان کی جھوٹی باتوں میں آنا کس قدر گمراہی اور حمق کی بڑی مضرت کو سر لینا ہے۔

جنت امیدوں سے نہیں عمل سے ملے گی کتاب والوں یعنی یہودیوں اور نصرانیوں کو خیال تھا کہ ہم خاص بندے ہیں جن گناہوں پر خلقت پکڑی جائے گی ہم نہ پکڑے جائیں گے۔ ہمارے پیغمبر حمایت کر کے ہم کو بچا لیں گے اور جاہل اہل اسلام بھی اپنے حق میں یہی خیال کیا کرتے ہیں۔ سو فرما دیا کہ نجات اور ثواب کسی کی امید اور خیال پر موقوف اور منحصر نہیں جو برا کرے گا پکڑا جائے گا کوئی ہو اللہ کے عذاب کے وقت کسی کی حمایت کام نہیں آ سکتی اللہ جس کو پکڑے وہی چھوڑے تو چھوٹے۔ دنیا کی مصیبت اور بیماری کو دھیان کر لو اور جو کوئی عمل نیک کرے گا بشرطیکہ ایمان بھی رکھتا ہو وہ ایسے لوگ جنت میں جائیں گے اور اپنی نیکیوں کا پورا ثواب پائیں گے۔ خلاصہ یہ کہ ثواب و عقاب کا تعلق اعمال سے ہے کسی کی امید اور آرزو سے کچھ نہیں ہوتا۔ سو ان امیدوں پر لات مارو اور نیک کاموں میں ہمت کرو۔

ملت ابراہیمی کا اتباع سب سے اچھا دین ہے پہلے معلوم ہو چکا کہ اللہ کے نزدیک اعمال کا اعتبار ہے بیہودہ آرزو کا کوئی نتیجہ نہیں۔ اہل کتاب وغیرہ سب کے لئے یہی قاعدہ مقرر ہے جس میں اشارہ تھا اہل اسلام یعنی حضرات صحابہؓ کی تعریف اور فضیلت کی طرف اور اہل کتاب کی مذمت اور برائی کی طرف۔ اب کھول کر فرماتے ہیں کہ دینداری میں ایسے شخص کا مقابلہ کون کر سکتا ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کے حکم پر سر رکھے ہوئے ہو اور نیک کاموں میں دل سے لگا ہوا ہو اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین کی پیروی کرتا ہو جو سب کو چھوڑ کر اللہ کا ہو گیا تھا اور اس کو اللہ نے اپنا دوست بنا لیا۔ ظاہر ہے کہ یہ تینوں خوبیاں حضرات صحابہ میں علیٰ وجہ الکمال موجود تھیں نہ کہ اہل کتاب میں۔ اب اس سے اہل کتاب کی وہ آرزو جو پہلے گذری لغو محض اور باطل ہو گئی۔

اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيْطًا ﴿١٢٦﴾ وَيَسْتَفْتُوْنَكَ فِي

سب چیزیں اللہ کے قابو میں ہیں ◆ اور تجھ سے رخصت مانگتے ہیں

النِّسَآءِ ۭ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِيْهِنَّ ۙ وَمَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ

عورتوں کے نکاح کی کہہ دے اللہ تم کو اجازت دیتا ہے ان کی اور وہ جو تم کو سنایا جاتا ہے

فِي الْكِتٰبِ فِيْ يَتٰمَى النِّسَآءِ الّٰتِيْ لَا تُؤْتُوْنَهُنَّ

قرآن میں سو حکم ہے ان یتیم عورتوں کا جن کو نہیں دیتے

مَا كُتِبَ لَهُنَّ وَتَرْغَبُوْنَ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ وَ

جو ان کے لیے مقرر کیا ہے اور چاہتے ہو کہ ان کو نکاح میں لے آؤ

الْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الْوِلْدَانِ ۙ وَاَنْ تَقُوْمُوْا لِلْيَتٰمٰى

حکم ہے ناتواں لڑکوں کا اور یہ کہ قائم رہو یتیموں کے حق میں

بِالْقِسْطِ ۭ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ

انصاف پر ◆ اور جو کرو گے بھلائی سو وہ اللہ کو

بِهٖ عَلِيْمًا ﴿١٢٧﴾ وَاِنِ امْرَاَةٌ خَافَتْ مِنْ بَعْلِهَا

معلوم ہے ◆ اور اگر کوئی عورت ڈرے اپنے خاوند کے

نُشُوْزًا اَوْ اِعْرَاضًا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَآ اَنْ يُّصْلِحَا

لڑنے سے یا جی پھر جانے سے تو کچھ گناہ نہیں دونوں پر کہ کر لیں آپس میں

بَيْنَهُمَا صُلْحًا ۭ وَالصُّلْحُ خَيْرٌ ۭ وَاُحْضِرَتِ الْاَنْفُسُ

کسی طرح صلح اور صلح خوب چیز ہے ◆ اور دلوں کے سامنے موجود ہے

الشُّحَّ ۚ وَإِنْ تُحْسِنُوا وَتَتَّقُوا فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ بِمَا

حرص ◆ اور اگر تم نیکی کرو اور پرہیزگاری کرو تو خدا تمہارے

تَعْمَلُونَ خَبِيرًا ﴿١٢٨﴾ وَلَنْ تَسْتَطِيعُوا أَنْ تَعْدِلُوا بَيْنَ

سب کاموں کی خبر ہے ◆ اور تم ہرگز برابر نہ کر سکو گے

النِّسَاءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ ۖ فَلَا تَمِيلُوا كُلَّ الْمَيْلِ فَتَذَرُوهَا

عورتوں کو اگرچہ اس کی حرص کرو سو بالکل ایک ہی طرف نہ جھک جاؤ کہ ڈال رکھو ایک عورت

كَالْمُعَلَّقَةِ ۚ وَإِنْ تُصْلِحُوا وَتَتَّقُوا فَإِنَّ اللَّهَ

کہ جیسے ادھر میں لٹکتی ◆ اور اگر اصلاح کرتے رہو اور پرہیزگاری کرتے رہو تو خدا

كَانَ غَفُورًا رَحِيمًا ﴿١٢٩﴾ وَإِنْ يَتَفَرَّقَا يُغْنِ اللَّهُ كُلًّا

بخشنے والا مہربان ہے ◆ اور اگر دونوں جدا جدا ہو جائیں تو اللہ ہر ایک کو بے پروا کر دے گا

مِنْ سَعَتِهِ ۚ وَكَانَ اللَّهُ وَاسِعًا حَكِيمًا ﴿١٣٠﴾ وَلِلَّهِ مَا

اپنی کشائش سے اور اللہ کشائش والا تدبیر جاننے والا ہے ◆ اور اللہ ہی کا ہے جو

فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۗ وَلَقَدْ وَصَّيْنَا الَّذِينَ

کچھ ہے آسمانوں میں اور جو کچھ ہے زمین میں اور ہم نے حکم دیا ہے

أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَإِيَّاكُمْ أَنِ اتَّقُوا اللَّهَ ۚ

پہلے کتاب والوں کو اور تم کو کہ ڈرتے رہو اللہ سے

وَإِنْ تَكْفُرُوا فَإِنَّ لِلَّهِ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۚ

اور اگر نہ مانو گے تو اللہ ہی کا ہے جو کچھ ہے آسمانوں میں اور جو کچھ ہے زمین میں

◆ یعنی اپنے نفع اور مال کی حرص اور بخل ہر ایک کے جی میں گھسی ہوئی ہے۔ سو بظاہر مصلحت اگر عورت مرد کو کچھ نفع پہنچائے گی تو مرد خوش ہو جائے گا۔

◆ **بیبیوں کے درمیان مساوات** | یعنی اگر عورتوں کے ساتھ سلوک نیک کرو گے اور بدسلوکی اور لڑائی سے پرہیز رکھو گے تو اللہ تعالیٰ تو تمہاری سب باتوں سے خبردار ہے اس نیکی کا ثواب ضرور عنایت کرے گا۔ ظاہر ہے کہ اس صورت میں نہ اعراض اور ناخوشی کی نوبت آئے گی اور نہ راضی کرنے اور اپنے کسی حق کے چھوڑنے کی ضرورت ہوگی۔

◆ یعنی اگر کئی عورتیں نکاح میں ہوں تو یہ تو تم سے نہ ہو سکے گا کہ محبت قلبی اور ہر ہر امر میں بالکل مساوات اور برابری رکھو مگر ایسا ظلم بھی مت کرو کہ ایک کی طرف تو بالکل جھک جاؤ اور دوسری کو درمیان میں لٹکتی رکھو نہ خاوندی آرام سے رکھو نہ بالکل علیحدہ ہی کرو کہ جو دوسرے سے نکاح کر سکے۔

◆ یعنی اگر اصلاح اور مصالحت کا معاملہ کرو گے اور تعدی اور حق تلفی سے بالقصد ڈرتے رہو گے تو اس کے بعد اللہ تعالیٰ معاف فرمانے والا ہے۔

◆ **زوجین میں جدائی** | یعنی اگر زوجین جدائی ہی کو پسند کریں اور طلاق کی نوبت آئے تو کچھ حرج نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہر ایک کا کارساز ہے اور سب کی حاجات کا پورا کرنے والا ہے۔ اس میں اشارہ ہے اس طرف کہ جو کو راحت سے رکھ سکے اور اپنی طرف سے عدل اس پر قادر نہ ہو تو پھر طلاق دے دینا مناسب ہے واللہ اعلم۔

وَكَانَ اللّٰهُ غَنِيًّا حَمِيْدًا ۝ وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ

اور اللہ ہے بے پرواہ سب خوبیوں والا — اور اللہ ہی کا ہے جو کچھ ہے آسمانوں میں

وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ۝ اِنْ يَّشَاْ

اور جو کچھ ہے زمین میں — اور اللہ کافی ہے کارساز ◆ — اگر چاہے

يُذْهِبْكُمْ اَيُّهَا النَّاسُ وَيَاْتِ بِاٰخَرِيْنَ ۭ وَكَانَ

تو تم کو دور کر دے — اے لوگو — اور لے آئے اور لوگوں کو — اور ہے

اللّٰهُ عَلٰي ذٰلِكَ قَدِيْرًا ۝ مَنْ كَانَ يُرِيْدُ ثَوَابَ

اللہ کو یہ قدرت ہے ◆ — جو کوئی چاہتا ہو ثواب

الدُّنْيَا فَعِنْدَ اللّٰهِ ثَوَابُ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۭ وَكَانَ

دنیا کا — سو اللہ کے یہاں ہے ثواب دنیا کا — اور آخرت کا ◆ — اور

اللّٰهُ سَمِيْعًۢا بَصِيْرًا ۝ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا

اللہ سب کچھ سنتا دیکھتا ہے ◆ — اے ایمان والو — قائم رہو

قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَاۗءَ لِلّٰهِ وَلَوْ عَلٰٓي اَنْفُسِكُمْ

انصاف پر — گواہی دو اللہ کی طرف کی — اگرچہ نقصان ہو تمہارا

اَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ ۚ اِنْ يَّكُنْ غَنِيًّا اَوْ فَقِيْرًا

یا ماں باپ کا — یا قرابت والوں کا ◆ — اگر کوئی مالدار ہے — یا محتاج ہے

فَاللّٰهُ اَوْلٰى بِهِمَا ۣ فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوٰٓى اَنْ تَعْدِلُوْا ۚ

تو اللہ اس کا خیر خواہ تم سے زیادہ ہے — سو تم پیروی نہ کرو دل کی خواہش کی — انصاف کرنے میں ◆

◆ اوپر سے ترغیب و ترہیب کا ذکر چلا آتا تھا یعنی حکم خداوندی کی اطاعت کرنا اور اس کی مخالفت سے بچنا سب پر ضروری ہے۔ اس کے ہوتے ہوئے کسی کی بات کی طرف کان رکھنا ہرگز جائز نہیں۔ بیچ میں چند حکم یتیموں اور عورتوں سے متعلق جن میں لوگ مبتلا تھے بیان فرما کر پھر اسی ترغیب و ترہیب کا بیان ہے۔ ان دونوں آیتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ تم کو اور تم سے پہلوں کو سب کو یہ حکم سنا دیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور اس کی نافرمانی نہ کرو تو اب اگر کوئی اس کے حکم کو نہ مانے تو وہ سب چیزوں کا مالک ہے اس کو کسی کی پروا نہیں یعنی اپنا ہی کچھ بگاڑے گا اس کا کچھ نقصان نہیں اور فرمانبرداری کرو گے تو سمجھ لو کہ وہ تمام چیزوں کا مالک ہے۔ تمہارے سب کام بنا سکتا ہے۔ تین دفعہ فرمایا کہ اللہ کا ہے جو کچھ آسمان اور زمین میں ہے۔ اول سے کشائش اور وسعت مقصود ہے کہ اس کے یہاں کسی چیز کی کمی نہیں۔ دوسری سے بے نیازی اور بے پروائی کا بیان مقصود ہے کہ اس کو کسی کی پروا نہیں اگر تم منکر ہو۔ تیسری دفعہ میں رحمت اور کارسازی کا اظہار ہے بشرطیکہ تقویٰ کرو۔

◆ <u>اللہ چاہے تو تمہاری جگہ دوسرے لوگ پیدا کر دے</u> یعنی اللہ تعالیٰ اس پر قادر ہے کہ تم سب کو فنا کر دے اور دنیا سے اٹھا لے اور دوسرے لوگ مطیع و فرمانبردار پیدا کر دے۔ اس سے بھی حق تعالیٰ کا استغناء اور بے نیازی خوب ظاہر ہو گئی اور نافرمانوں کو پوری تہدید اور تخویف بھی ہو گئی۔

◆ یعنی اگر اس کی فرمانبرداری کرو تو تم کو دنیا بھی دے اور آخرت بھی پھر صرف دنیا کے پیچھے پڑنا اور اس کی نافرمانی کر کے آخرت سے محروم ہونا بڑی نادانی ہے۔

◆ یعنی اللہ تعالیٰ تمہارے سب کام دیکھتا ہے اور سب باتیں سنتا ہے جس کے طالب ہو گے وہی ملے گا۔

◆ <u>سچی گواہی کی تاکید</u> یعنی گواہی سچی اور اللہ کے حکم کے موافق دینا چاہئے اگرچہ اس میں تمہارا یا تمہارے کسی عزیز قریب کا نقصان ہوتا ہو جو حق ہو اس کو صاف ظاہر کر دینا چاہئے دنیوی نفع کے لئے آخرت کا نقصان نہ کرو۔

◆ یعنی سچی گواہی دینے میں کسی کی نفسانی خواہش کی پیروی نہ کرو کہ مالداری رعایت کر کے یا محتاج پر ترس کھا کر سچی بات چھوڑ کر جو حق ہو سو کہو۔ اللہ تعالیٰ تم سے زیادہ ان کا خیر خواہ اور ان کے مصالح سے واقف ہے اور اس کے یہاں کس چیز کی کمی ہے۔

وَاِنْ تَلْوٗۤا اَوْ تُعْرِضُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ

اور اگر تم زبان ملو گے یا بچا جاؤ گے تو اللہ تمہارے سب کاموں سے

خَبِيْرًا ۝ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ

واقف ہے ۝ اے ایمان والو یقین لاؤ اللہ پر اور

رَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِيْ نَزَّلَ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ

اس کے رسول پر اور اس کتاب پر جو نازل کی ہے اپنے رسول پر اور اس کتاب پر

الَّذِيْۤ اَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ ؕ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ

جو نازل کی تھی پہلے اور جو کوئی یقین نہ رکھے اللہ پر اور اس کے فرشتوں پر

وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًۢا

اور کتابوں پر اور رسولوں پر اور قیامت کے دن پر وہ بہک کر دور

بَعِيْدًا ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا ثُمَّ اٰمَنُوْا ثُمَّ

جا پڑا ۝ جو لوگ مسلمان ہوئے پھر کافر ہوگئے پھر مسلمان ہوئے پھر

كَفَرُوْا ثُمَّ ازْدَادُوْا كُفْرًا لَّمْ يَكُنِ اللّٰهُ لِيَغْفِرَ لَهُمْ

کافر ہوگئے پھر بڑھتے رہے کفر میں تو اللہ ان کو ہرگز بخشنے والا نہیں

وَلَا لِيَهْدِيَهُمْ سَبِيْلًا ؕ بَشِّرِ الْمُنٰفِقِيْنَ بِاَنَّ لَهُمْ

اور نہ دکھلاوے ان کو راہ ۝ خوشخبری سنا دے منافقوں کو کہ ان کے واسطے ہے

عَذَابًا اَلِيْمَا ۝ الَّذِيْنَ يَتَّخِذُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ

عذاب دردناک وہ جو بناتے ہیں کافروں کو اپنا رفیق

◆ زبان ملتا یہ کہ سچی بات تو کہی مگر زبان دبا کر اور پیچ سے کہ سننے والے کو شبہ پڑ جائے یعنی صاف صاف نہ بولا اور بچا جایا کہ پوری بات نہ کہی [illegible] ت کلام کی رکھ لی۔ ان دونوں صورتوں میں گو جھوٹ تو نہیں بولا مگر باوجود عدم اظہار حق گنہگار ہوگا۔ گواہی سچی اور صاف اور پوری دینی چاہئے۔

◆ **ارکان ایمان** | یعنی جو اسلام قبول کرے اس کو ضرور ہے کہ اللہ تعالیٰ کے تمام حکموں پر دل سے یقین لائے۔ اس کے ارشادات میں سے اگر کسی ایک ارشاد پر بھی یقین نہ لائے گا تو وہ مسلمان نہیں۔ صرف ظاہری اور زبانی بات کا اعتبار نہیں ہے۔

◆ **منافقین و یہود کی گمراہی** | یعنی ظاہر میں تو مسلمان ہوئے اور دل میں مذبذب رہے اور آخر کو بے یقین لائے ہی مر گئے ان کو نجات کا رستہ نہیں ملے گا وہ کافر ہیں۔ ظاہری مسلمانی کچھ کام نہ آئے گی۔ اس سے مراد منافقین ہیں اور بعض فرماتے ہیں کہ یہ آیت یہود کی شان میں ہے کہ اول ایمان لائے پھر گوسالہ کی عبادت کر کے کافر ہو گئے، پھر توبہ کر کے مومن ہوئے، پھر عیسیٰ علیہ السلام سے منکر ہو کر کافر ہوئے۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا انکار کر کے کفر میں ترقی کر گئے۔

مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ؕ اَيَبْتَغُوْنَ عِنْدَهُمُ الْعِزَّةَ

مسلمانوں کو چھوڑ کر — کیا ڈھونڈتے ہیں — ان کے پاس عزت

فَاِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا ﴿۱۳۹﴾ وَقَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِي

سو عزت تو اللہ ہی کے واسطے ہے ساری ◆ — اور حکم اتار چکا — تم پر

الْكِتٰبِ اَنْ اِذَا سَمِعْتُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ يُكْفَرُ بِهَا وَ

قرآن میں — کہ جب سنو اللہ کی آیتوں پر — انکار ہوتے

يُسْتَهْزَاُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوْا مَعَهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ

اور ہنسی ہوتے — تو نہ بیٹھو ان کے ساتھ — یہاں تک کہ مشغول ہوں

حَدِيْثٍ غَيْرِهٖٓ ۖ اِنَّكُمْ اِذًا مِّثْلُهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ جَامِعُ

کسی دوسری بات میں — نہیں تو تم بھی انہی جیسے ہوگئے — اللہ اکٹھا کرے گا

الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْكٰفِرِيْنَ فِيْ جَهَنَّمَ جَمِيْعَا ﴿۱۴۰﴾ الَّذِيْنَ

منافقوں کو — اور کافروں کو — دوزخ میں ایک جگہ ◆ — وہ منافق

يَتَرَبَّصُوْنَ بِكُمْ ۚ فَاِنْ كَانَ لَكُمْ فَتْحٌ مِّنَ اللّٰهِ قَالُوْٓا

جو تمہاری تاک میں ہیں — پھر اگر تم کو فتح ملے — اللہ کی طرف سے — تو کہیں

اَلَمْ نَكُنْ مَّعَكُمْ ۖ وَاِنْ كَانَ لِلْكٰفِرِيْنَ نَصِيْبٌ ۙ قَالُوْٓا

کیا ہم نہ تھے تمہارے ساتھ — اور اگر نصیب ہو کافروں کو — تو کہیں

اَلَمْ نَسْتَحْوِذْ عَلَيْكُمْ وَنَمْنَعْكُمْ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ؕ فَاللّٰهُ

کیا ہم نے گھیر نہ لیا تھا تم کو — اور بچا دیا تم کو — مسلمانوں سے ◆ — سو اللہ

یعنی منافق لوگ جو مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست بناتے ہیں ان کے لئے سخت عذاب ہے اور ان کا یہ خیال کہ کافروں کے پاس بیٹھ کر ہم کو دنیا میں عزت ملے گی بالکل غلط ہے۔ سب عزت اللہ تعالیٰ کے واسطے ہے جو اس کی اطاعت کرے گا اس کو عزت ملے گی۔ خلاصہ یہ ہوا کہ ایسے لوگ دنیا اور آخرت دونوں میں ذلیل و خوار رہیں گے۔

اسلام کا مذاق اڑانے والوں کی مجالس میں نہ بیٹھو یعنی اے مسلمانو! خدا تعالیٰ پہلے قرآن شریف میں تم پر حکم بھیج چکا ہے کہ جس مجلس میں احکام خداوندی کا انکار اور تمسخر کیا جاتا ہو وہاں ہرگز نہ بیٹھو ورنہ تم بھی ویسے ہی سمجھے جاؤ گے البتہ جس وقت دوسری باتوں میں مشغول ہوں تو اس وقت ان کے ساتھ بیٹھنے کی ممانعت نہیں۔ منافقوں کی مجالس میں آیات و احکام الٰہی پر انکار و استہزاء ہوتا تھا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور یہ جو فرمایا کہ حکم اتار چکا تم پر یہ اشارہ ہے آیۂ وَاِذَا رَاَیْتَ الَّذِیْنَ یَخُوْضُوْنَ فِیْٓ اٰیٰتِنَا فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ الیٰ آخرہ کی طرف جو پہلے نازل ہو چکی تھی۔ فائدہ اس سے معلوم ہو گیا کہ جو شخص مجلس میں اپنے دین پر طعن اور عیب سنے اور پھر اسی مجلس میں بیٹھا سنا کرے اگرچہ آپ کچھ نہ کہے وہ منافق ہے۔

یعنی یہ منافق وہ ہیں جو برابر تمہاری تاک اور انتظار میں لگے رہتے ہیں۔ پھر اگر تمہاری فتح ہو تو تم سے کہتے ہیں کہ کیا ہم تمہارے ساتھی نہیں، مال غنیمت میں ہم کو بھی شریک کرو اور اگر کافروں کو لڑائی میں کچھ حصہ مل گیا یعنی وہ غالب ہوئے تو ان سے کہتے ہیں کہ کیا ہم نے تم کو گھیر نہ لیا تھا اور تمہاری حفاظت نہیں کی اور ہم نے کیا تم کو مسلمانوں کے ضرر سے نہیں بچایا۔ لوٹ میں ہم کو بھی حصہ دو۔ فائدہ اس سے معلوم ہوا کہ دین حق پر ہو کر گمراہوں سے بھی بنائے رکھنا یہ بھی نفاق کی بات ہے۔

يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۗ وَلَنْ يَّجْعَلَ اللّٰهُ لِلْكٰفِرِيْنَ

فیصلہ کرے گا تم میں — قیامت کے دن — اور ہرگز نہ دے گا اللہ کافروں کو

عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ سَبِيْلًا ﴿۱۴۱﴾ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ يُخٰدِعُوْنَ

مسلمانوں پر — غلبہ کی راہ ◆ — البتہ منافق — دغا بازی کرتے ہیں

اللّٰهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ ۚ وَاِذَا قَامُوْٓا اِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا

اللہ سے — اور وہی ان کو دغا دے گا ◆ — اور جب کھڑے ہوں نماز کو — تو کھڑے ہوں

كُسَالٰى ۙ يُرَآءُوْنَ النَّاسَ وَلَا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا

ہارے جی سے — لوگوں کے دکھانے کو — اور یاد نہ کریں اللہ کو — مگر

قَلِيْلًا ﴿۱۴۲﴾ مُّذَبْذَبِيْنَ بَيْنَ ذٰلِكَ ۖ لَآ اِلٰى هٰٓؤُلَآءِ

تھوڑا سا ◆ — لٹکتے ہیں — دونوں کے بیچ — نہ ان کی طرف

وَلَآ اِلٰى هٰٓؤُلَآءِ ۗ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ

اور نہ ان کی طرف — اور جس کو گمراہ کرے اللہ — تو ہرگز نہ پاوے گا تو اس کے واسطے

سَبِيْلًا ﴿۱۴۳﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا

کہیں راہ ◆ — اے ایمان والو — نہ بناؤ

الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ اَتُرِيْدُوْنَ

کافروں کو رفیق — مسلمانوں کو چھوڑ کر — کیا لیا چاہتے ہو

اَنْ تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ عَلَيْكُمْ سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا ﴿۱۴۴﴾ اِنَّ

اپنے اوپر اللہ کا الزام صریح — بے شک

یعنی اللہ تعالیٰ تم میں اور ان میں عملی فیصلہ فرما دے گا کہ تم کو جنت دے گا اور انکو جہنم میں ڈالے گا اور دنیا میں جو کچھ ان سے ہو سکے کر دیکھیں مگر اہل ایمان کی بیخ کنی ہرگز نہ کر سکیں گے جو ان کی دلی تمنا ہے۔

منافقین کی علامات یعنی دل سے کافر ہیں اور ظاہر میں مسلمان تاکہ دونوں طرف کی مضرت اور بلا سے محفوظ رہیں اور دونوں سے فائدہ اٹھاتے رہیں۔ حق تعالیٰ نے ان کی اس دغا بازی کی یہ سزا دی کہ ان کی تمام شرارتوں اور مخفی خباثتوں کو اپنے نبی پر ظاہر فرما کر ایسا رسوا کیا کہ کسی قابل نہ رہے اور سب دغا بازی مسلمانوں پر کھل گئی اور آخرت میں جو انکی سزا ہونے کی وہ بھی ظاہر فرما دی چنانچہ آیات آئندہ میں ذکر آتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ انکی دھوکہ بازی سے تو کچھ نہ ہوا اور حق نے ان کو ایسا دھوکہ میں ڈالا کہ دنیا اور آخرت دونوں غارت ہو گئیں۔

یعنی نماز جو نہایت ضروری اور خالص عبادت ہے اور اسکے ادا کرنے میں جانی مالی کسی مضرت کا بھی اندیشہ نہیں منافق لوگ اس سے بھی جان چراتے ہیں۔ مجبوری لوگوں کے دکھانے کو اور دھوکہ دینے کو پڑھ لیتے ہیں کہ ان کے کفر کی کسی کو اطلاع نہ ہو اور مسلمان سمجھے جاویں۔ پھر ایسوں سے اور کس بات کی کیا توقع ہو سکتی ہے اور وہ کیسے مسلمان ہو سکتے ہیں۔

یعنی منافقین تو بالکل تردد اور حیرت میں گرفتار ہیں۔ نہ ان کو اسلام پر اطمینان ہے نہ کفر پر سخت پریشانی میں مبتلا ہیں۔ کبھی ایک طرف جھکتے ہیں کبھی دوسری طرف اور اللہ جس کو بھٹکا دے اور گمراہ کرنا چاہے اس کو نجات کا راستہ کہاں مل سکتا ہے۔

الْمُنٰفِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ ۚ وَلَنْ

منافق ہیں — سب سے نیچے درجہ میں — دوزخ کے — اور ہرگز

تَجِدَ لَهُمْ نَصِيْرًا ﴿١٤٥﴾ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا وَاَصْلَحُوْا

نہ پاوے گا تو ان کے واسطے کوئی مددگار ◆ — مگر جنہوں نے توبہ کی — اور اپنی اصلاح کی

وَاعْتَصَمُوْا بِاللّٰهِ وَاَخْلَصُوْا دِيْنَهُمْ لِلّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ

اور مضبوط پکڑا اللہ کو — اور خالص کیا اپنا دین واسطے اللہ کے — سو وہ ہیں

مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۭ وَسَوْفَ يُؤْتِ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ

ایمان والوں کے ساتھ — اور جلد دے گا اللہ ایمان والوں کو

اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿١٤٦﴾ مَا يَفْعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِكُمْ اِنْ

بڑا ثواب ◆ — کیا کرے گا اللہ — تم کو عذاب دے کر — اگر

شَكَرْتُمْ وَاٰمَنْتُمْ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ شَاكِرًا عَلِيْمًا ﴿١٤٧﴾

تم حق مانو — اور یقین رکھو — اور اللہ قدردان ہے سب کچھ جاننے والا ◆

◆ **کافروں سے دوستی کی ممانعت** | یعنی مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں سے دوستی کرنا نشانی ہے نفاق کی جیسا کہ منافقین کرتے ہیں۔ سو تم اے مسلمانو ایسا ہرگز مت کرو ورنہ خداوند تعالیٰ کا صریح الزام اور پوری حجت تم پر قائم ہو جائے گی کہ تم بھی منافق ہو اور منافقوں کے لئے دوزخ کا سب سے نیچا طبقہ مقرر ہے اور کوئی ان کا مددگار بھی نہیں ہو سکتا کہ اس طبقہ سے انکو نکالے یا عذاب میں کچھ تخفیف کرا دے۔ مسلمانوں کو ایسی بات سے دور رہنا چاہئے۔

◆ **نفاق سے توبہ کرنے والے** | یعنی جو منافق اپنے نفاق سے توبہ کرے اور اپنے اعمال کی درستی کرے اور اللہ کے پسندیدہ دین کو خوب مضبوط پکڑے اور اللہ پر توکل کرے اور ریا وغیرہ خرابیوں سے دین کو پاک صاف رکھے تو وہ خالص مسلمان ہے وہ دین و دنیا میں ایمان والوں کے ساتھ ہوگا اور ایمان والوں کو جو ثواب ملنے والا ہے ان کے ساتھ ان کو بھی ملے گا جنہوں نے نفاق سے سچی توبہ کی۔

◆ یعنی اللہ تعالیٰ نیک کوشوں کا قدردان ہے اور بندوں کی سب باتوں کو خوب جانتا ہے۔ سو جو شخص اس کے حکم کو صحیح نیت اور شکر گزاری کے ساتھ تسلیم کرتا ہے اور اس پر یقین رکھتا ہے تو اللہ عادل رحیم کو ایسے شخص پر عذاب کرنے سے کوئی تعلق نہیں یعنی ایسے شخص کو ہرگز عذاب نہ دے گا وہ تو سرکشوں اور نافرمانوں کو عذاب دیتا ہے۔

لَا يُحِبُّ اللّٰهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْٓءِ مِنَ الْقَوْلِ اِلَّا مَنْ

اللہ پسند نہیں — کسی کی بری بات کا ظاہر کرنا — مگر جس پر

ظُلِمَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ سَمِيْعًا عَلِيْمًا ﴿۱۴۸﴾ اِنْ تُبْدُوْا خَيْرًا

ظلم ہوا ہو — اور اللہ ہے سننے والا جاننے والا — اگر تم کھول کر کرو کوئی بھلائی

اَوْ تُخْفُوْهُ اَوْ تَعْفُوْا عَنْ سُوْٓءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا

یا اس کو چھپاؤ — یا معاف کر دو برائی کو — تو اللہ بھی معاف کرنے والا

قَدِيْرًا ﴿۱۴۹﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَ

بڑی قدرت والا ہے — جو لوگ — منکر ہیں اللہ سے — اور اس کے رسولوں سے — اور

يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّفَرِّقُوْا بَيْنَ اللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَيَقُوْلُوْنَ

چاہتے ہیں — کہ فرق نکالیں — اللہ میں — اور اس کے رسولوں میں — اور کہتے ہیں

نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّنَكْفُرُ بِبَعْضٍ ۙ وَّيُرِيْدُوْنَ اَنْ

ہم مانتے ہیں بعضوں کو — اور نہیں مانتے بعضوں کو — اور چاہتے ہیں — کہ

يَّتَّخِذُوْا بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا ﴿۱۵۰﴾ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ

نکالیں — اس کے بیچ میں ایک راہ — ایسے لوگ وہی ہیں اصل کافر

حَقًّا ۚ وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا ﴿۱۵۱﴾ وَالَّذِيْنَ

اور ہم نے تیار کر رکھا ہے کافروں کے واسطے — ذلت کا عذاب — اور جو لوگ

اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَلَمْ يُفَرِّقُوْا بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ

ایمان لائے اللہ پر — اور اس کے رسولوں پر — اور جدا نہ کیا — ان میں سے کسی کو

◆ **کسی کی برائی مشہور نہ کرو** یعنی اگر کسی میں دینی یا دنیا کا عیب معلوم ہو تو اس کو مشہور نہ کرنا چاہئے۔ خدا تعالیٰ سب کی بات سنتا ہے اور سب کے کام کو جانتا ہے۔ ہر ایک کو اس کے موافق بدلہ دے گا۔ اسی کو غیبت کہتے ہیں۔ البتہ مظلوم کو رخصت ہے کہ ظالم کا ظلم لوگوں سے بیان کرے۔ ایسے ہی بعض اور صورتوں میں بھی غیبت روا ہے اور یہ حکم یہاں شاید اس لئے فرمایا کہ مسلمان کو چاہئے کہ کسی منافق کا نام مشہور نہ کرے اور علی الاعلان اس کو بدنام نہ کرے اس میں وہ بگڑ کر شاید بے باک ہو جائے بلکہ مبہم نصیحت کرے۔ منافق آپ سمجھ لے گا یا تنہائی میں نصیحت کرے۔ اس طرح شاید ہدایت قبول کر لے چنانچہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی ایسا ہی کرتے تھے کسی کا نام لے کر مشہور نہیں فرماتے تھے۔

◆ **برائی کو معاف کرنا بہتر ہے** اس آیت میں مظلوم کو معافی کی رغبت دلانی منظور ہے کہ حق تعالیٰ زبردست اور قدرت والا ہو کر خطا والوں کی خطا بخشتا ہے۔ بندہ زبردست عاجز کو تو بطریق اولیٰ دوسروں کا قصور معاف کر دینا چاہئے۔ خلاصہ یہ ہوا کہ مظلوم کو ظالم سے بدلہ لینا جائز ہے مگر افضل یہ ہے کہ صبر کرے اور بخش دے۔ آیت میں اشارہ ہے اس طرف کہ منافقوں کی اصلاح چاہتے ہو تو ان کی ایذا اور شرارت پر صبر کرو اور نرمی اور پردہ سے ان کو سمجھاؤ۔ ظاہری طعن اور لعن سے بچو اور کھلا مخالف مت بناؤ۔

◆ **یہودی اصل کافر ہیں** یہاں سے ذکر ہے یہود کا۔ چونکہ یہود میں نفاق کا مضمون بہت تھا اور آپ کے زمانہ میں جو منافق تھے وہ یہود تھے یا یہودیوں سے ربط اور محبت رکھنے والے اور ان کے مشورہ پر چلنے والے تھے اس لئے قرآن شریف میں اکثر ان دونوں فریق کا ذکر ملا کر فرمایا ہے۔ آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ جو لوگ اللہ سے اور اس کے رسولوں سے منکر ہیں اور اللہ اور اس کے رسولوں میں فرق کرنا چاہتے ہیں یعنی اللہ پر ایمان لاتے ہیں اور رسولوں پر ایمان نہیں لاتے اور بعض رسولوں کو مانتے ہیں اور بعض کو نہیں مانتے اور مطلب یہ ہے کہ اسلام اور کفر کے بیچ میں ایک نیا مذہب اپنے لئے نکالیں ایسے ہی لوگ اصل اور ٹھیٹ کافر ہیں۔ ان کے لئے خواری اور ذلت کا عذاب تیار ہے۔ فائدہ اللہ کا ماننا جب ہی معتبر ہے کہ اپنے زمانہ کے پیغمبر کی تصدیق کرے اور اس کا حکم مانے بدون تصدیق نبی کے اللہ کا ماننا غلط ہے اس کا اعتبار نہیں بلکہ ایک نبی کی تکذیب اللہ کی اور تمام رسولوں کی تکذیب بھی ہو جاتی ہے۔ یہود نے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کی تو حق تعالیٰ کی اور تمام نبیوں کی تکذیب کرنے والے قرار دیے گئے اور پکے کافر سمجھے گئے۔

أُولَٰئِكَ سَوْفَ يُؤْتِيهِمْ أُجُورَهُمْ ۗ وَكَانَ اللَّهُ

ان کو جلد دے گا — ان کے ثواب — اور اللہ ہے

غَفُورًا رَّحِيمًا ﴿١٥٢﴾ يَسْأَلُكَ أَهْلُ الْكِتَابِ أَن تُنَزِّلَ

بخشنے والا مہربان ◆ تم سے درخواست کرتے ہیں اہل کتاب — کہ تم ان پر اتار

عَلَيْهِمْ كِتَابًا مِّنَ السَّمَاءِ ۚ فَقَدْ سَأَلُوا مُوسَىٰ أَكْبَرَ

لاؤ ایک کتاب آسمان سے — سو مانگ چکے ہیں — موسیٰ سے — بہت بڑی

مِن ذَٰلِكَ فَقَالُوا أَرِنَا اللَّهَ جَهْرَةً فَأَخَذَتْهُمُ

بات — اور کہا ہم کو اللہ دکھا دو — بالکل سامنے — سو ان کو آ پکڑا

الصَّاعِقَةُ بِظُلْمِهِمْ ۚ ثُمَّ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ مِن بَعْدِ

بجلی نے — ان کے گناہ کے باعث — پھر بچھڑے کو بنا لیا — بعد اس کے

مَا جَاءَتْهُمُ الْبَيِّنَاتُ فَعَفَوْنَا عَن ذَٰلِكَ ۚ وَآتَيْنَا

کھلی نشانیاں پہنچنے کے بعد — تو ہم نے اس کو بھی معاف کیا ◆ اور دیا ہم نے

مُوسَىٰ سُلْطَانًا مُّبِينًا ﴿١٥٣﴾ وَرَفَعْنَا فَوْقَهُمُ الطُّورَ

موسیٰ کو — غلبہ صریح ◆ اور ہم نے اٹھایا ان پر پہاڑ

بِمِيثَاقِهِمْ وَقُلْنَا لَهُمُ ادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَقُلْنَا

قرار لینے کے واسطے ◆ اور ہم نے کہا داخل ہو دروازہ میں — سجدہ کرتے ہوئے ◆ اور ہم نے کہا

لَهُمْ لَا تَعْدُوا فِي السَّبْتِ وَأَخَذْنَا مِنْهُم مِّيثَاقًا

کہ زیادتی مت کرو — ہفتہ کے دن میں — اور ہم نے ان سے لیا

جو تمام انبیاء کو مانتے ہیں ان کا انعام | یعنی اور جن لوگوں نے کسی نبی کو جدا نہیں کیا بلکہ ایمان لائے اللہ پر اور اسکے سب رسولوں پر اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے ان کو بڑے ثواب عطا فرمائے گا اس سے مراد مسلمان ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور سب پر ایمان لائے۔

یہودیوں کا گستاخانہ مطالبہ | یہودیوں کے چند سردار آپ کی خدمت میں آئے اور کہا کہ اگر تم سچے پیغمبر ہو تو ایک کتاب لکھی لکھائی یکبارگی آسمان سے لا دو جیسے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام توریت لائے تھے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور اس تمام رکوع میں الزامات کو انکے جواب میں ذکر فرمایا ہے۔ اس کے بعد تحقیقی جواب دیا ہے۔ مطلب آیت کا یہ ہے کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم یہودی جو تم سے علانیہ ایسی کتاب طلب کرتے ہیں ان کی یہ بے باکی اور سرکشی تعجب کی بات نہیں۔ ان کے بزرگوں نے تو اس سے بھی بڑی اور سخت بات اپنے نبی موسیٰ علیہ السلام سے طلب کی تھی کہ خداوند تعالیٰ کو آشکارا ہم کو دکھا دو ورنہ ہم تمہارا یقین نہ کریں گے جیسا کہ سورۂ بقرہ میں گذرا۔ اس پر یہ ہوا کہ ان کہنے والوں پر بجلی آ پڑی اور سب مر گئے پھر حق تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا سے انکو زندہ کر دیا۔ ایسی عظیم الشان نشانیاں دیکھ کر پھر یہ کیا کہ بچھڑے کو پوجنے لگے بالآخر حق تعالیٰ نے اس سے بھی درگذر فرمائی۔ سورۂ بقرہ میں کسی قدر تفصیل سے مذکور ہو چکا ہے۔

غلبہ یہ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس بچھڑے کو ذبح کر کے آگ میں جلا دیا اور اسکی راکھ ہوا میں دریا میں اڑا دی اور ستر ہزار آدمی بچھڑے کو سجدہ کرنے والے قتل کیے گئے۔

رفع طور | یعنی جب یہود نے کہا تھا کہ توریت کے حکم سخت ہیں ہم نہیں مانتے تو اس وقت کوہ طور کو زمین سے اٹھا کر انکے سروں پر معلق قائم کر دیا تھا کہ ان حکموں کو قبول کرو اور مضبوطی سے پکڑو ورنہ پہاڑ ڈالا جاتا ہے۔

یہود کی نافرمانیاں | یہود کو حکم ہوا تھا کہ شہر میں داخل ہوں سجدہ کر کے اور سر جھکائے ہوئے انہوں نے سجدہ کے بدلے سرین پر سرکنا اور پھسلنا شروع کیا۔ جب شہر میں پہنچے تو ان پر طاعون پڑا اور دوپہر میں قریب ستر ہزار کے مر گئے۔

غَلِيظًا ﴿۱۵۴﴾ فَبِمَا نَقْضِهِم مِّيثَاقَهُمْ وَكُفْرِهِم بِآيَاتِ

قول مضبوط ◆ ان کو جو سزا ملی سو ان کی عہد شکنی پر ۔ اور منکر ہونے پر اللہ کی آیتوں

اللَّهِ وَقَتْلِهِمُ الْأَنبِيَاءَ بِغَيْرِ حَقٍّ وَقَوْلِهِمْ قُلُوبُنَا

سے ۔ اور خون کرنے پر پیغمبروں کا ۔ ناحق ۔ اور اس کہنے پر کہ ہمارے دل پر

غُلْفٌ ۚ بَلْ طَبَعَ اللَّهُ عَلَيْهَا بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُونَ

غلاف ہے ۔ سو نہیں بلکہ اللہ نے مہر کر دی ان کے دل پر ۔ کفر کے سبب ۔ سو ایمان نہیں لاتے

إِلَّا قَلِيلًا ﴿۱۵۵﴾ وَبِكُفْرِهِمْ وَقَوْلِهِمْ عَلَىٰ مَرْيَمَ

مگر کم ◆ اور ان کے کفر پر ۔ اور مریم پر

بُهْتَانًا عَظِيمًا ﴿۱۵۶﴾ وَقَوْلِهِمْ إِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيحَ

بڑا طوفان باندھنے پر ۔ اور ان کے اس کہنے پر ۔ کہ ہم نے قتل کیا مسیح

عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُولَ اللَّهِ وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا

عیسیٰ مریم کے بیٹے کو ۔ جو رسول تھا اللہ کا ◆ اور انہوں نے نہ اس کو مارا ۔ اور نہ

صَلَبُوهُ وَلَٰكِن شُبِّهَ لَهُمْ ۚ وَإِنَّ الَّذِينَ اخْتَلَفُوا

سولی پر چڑھایا ۔ لیکن وہی صورت بن گئی ان کے آگے ۔ اور جو لوگ اس میں مختلف

فِيهِ لَفِي شَكٍّ مِّنْهُ ۚ مَا لَهُم بِهِ مِنْ عِلْمٍ إِلَّا

باتیں کرتے ہیں تو وہ لوگ اس جگہ شبہ میں پڑے ہوئے ہیں ۔ کچھ نہیں ان کو اس کی خبر ۔ مگر

اتِّبَاعَ الظَّنِّ ۚ وَمَا قَتَلُوهُ يَقِينًا ﴿۱۵۷﴾ بَلْ رَّفَعَهُ اللَّهُ

اٹکل پر چلنا ہے ۔ اور اس کو قتل نہیں کیا بے شک ۔ بلکہ اس کو اٹھا لیا اللہ نے

حرمتِ سبت | یہودیوں کو حکم تھا کہ ہفتہ کے دن مچھلی کا شکار نہ کریں اور سب دنوں سے زیادہ ہفتہ ہی کے دن مچھلیاں دریا میں بکثرت نظر آتی تھیں۔ یہودیوں نے یہ حیلہ کیا کہ دریا کے پاس حوض بنائے۔ ہفتہ کے دن جب مچھلیاں دریا سے حوضوں میں آ گئیں تو ان کو بند کر رکھتے پھر دوسرے دن حوضوں میں سے شکار کرتے۔ اس فریب اور عہد شکنی پر اللہ تعالیٰ نے ان کو بندر کر دیا جو جانوروں میں بہت خسیس اور مکار ہے۔

یہودیوں کے دلوں پر مہر ہے | یعنی یہود نے اس عہد کو توڑ دیا تو حق تعالیٰ نے ان کی اس عہد شکنی پر اور آیاتِ الٰہی سے منکر ہونے پر اور انبیاء علیہم السلام کے ناحق قتل کرنے پر اور ان کے اس کہنے پر کہ ہمارے دل تو غلاف میں ہیں ان پر سخت عذاب مسلط فرمائے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودیوں کو ہدایت کی تو کہنے لگے ہمارے دل پردہ میں ہیں تمہاری بات وہاں تک پہنچ نہیں سکتی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ بات نہیں بلکہ کفر کے سبب ان کے دلوں پر اللہ نے مہر لگا دی ہے جس کے باعث ان کو ایمان نصیب نہیں ہو سکتا مگر تھوڑے لوگ اس سے مستثنیٰ ہیں جیسے حضرت عبداللہ بن سلام اور انکے ساتھی۔

یعنی اور نیز اس وجہ سے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے منکر ہو کر دوسرا کفر کیا اور حضرت مریم پر طوفان عظیم باندھا اور انکے اس قول پر کہ فخر سے کہتے تھے ہم نے مار ڈالا عیسیٰ مریم کے بیٹے کو جو رسول اللہ تھے ان تمام وجوہ سے یہود پر عذاب اور مصیبتیں نازل ہوئیں۔

إِلَيْهِ ۚ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ﴿١٥٨﴾ وَإِنْ مِّنْ أَهْلِ

اپنی طرف — اور ہے اللہ زبردست حکمت والا ◆ اور جتنے فرقے ہیں اہل

الْكِتٰبِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ

کتاب کے — سو اس پر یقین لاویں گے — اس کی موت سے پہلے — اور قیامت کے دن

يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا ﴿١٥٩﴾ فَبِظُلْمٍ مِّنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا

ہو گا ان پر گواہ ◆ سو یہود کے گناہوں کی وجہ سے ہم نے

حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ طَيِّبٰتٍ أُحِلَّتْ لَهُمْ وَبِصَدِّهِمْ عَنْ

حرام کیں ان پر بہت سی پاک چیزیں — جو ان پر حلال تھیں — اور اس وجہ سے کہ روکتے تھے

سَبِيْلِ اللّٰهِ كَثِيْرًا ﴿١٦٠﴾ وَّأَخْذِهِمُ الرِّبٰوا وَقَدْ نُهُوْا

اللہ کی راہ سے بہت — اور اس وجہ سے کہ سود لیتے تھے — اور ان کو اس کی ممانعت

عَنْهُ وَأَكْلِهِمْ أَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ ۚ وَأَعْتَدْنَا

ہو چکی تھی — اور اس وجہ سے کہ لوگوں کا مال ناحق کھاتے تھے — اور تیار کر رکھا ہے ہم نے

لِلْكٰفِرِيْنَ مِنْهُمْ عَذَابًا أَلِيْمًا ﴿١٦١﴾ لٰكِنِ الرّٰسِخُوْنَ

کافروں کے واسطے — جو ان میں ہیں — عذاب دردناک ◆ لیکن جو پختہ ہیں

فِي الْعِلْمِ مِنْهُمْ وَالْمُؤْمِنُوْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَا أُنْزِلَ

علم میں — ان میں — اور ایمان والے — سو مانتے ہیں اس کو جو نازل ہوا

إِلَيْكَ وَمَا أُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ وَالْمُقِيْمِيْنَ الصَّلٰوةَ

تجھ پر — اور جو نازل ہوا — تجھ سے پہلے — اور آفرین ہے نماز پر قائم رہنے والوں کو

حضرت عیسیٰ کو پھانسی نہیں دی گئی اللہ تعالیٰ ان کے قول کی تکذیب فرماتا ہے کہ یہودیوں نے نہ عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کیا نہ سولی پر چڑھایا۔ یہود جو مختلف باتیں اس بارہ میں کہتے ہیں اپنی اٹکل سے کہتے ہیں اللہ نے ان کو شبہ میں ڈال دیا۔ خبر کسی کو بھی نہیں۔

حضرت عیسیٰ آسمان پر اٹھائے گئے واقعی بات یہ ہے اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اٹھا لیا اور اللہ تعالیٰ سب چیزوں پر قادر ہے اور اسکے ہر کام میں حکمت ہے۔ قصہ یہ ہوا کہ جب یہودیوں نے حضرت مسیح کے قتل کا عزم کیا تو پہلے ایک آدمی ان کے گھر میں داخل ہوا حق تعالیٰ نے ان کو تو آسمان پر اٹھا لیا۔ اور اس شخص کی صورت حضرت مسیح علیہ السلام کی صورت سے مشابہ کر دی جب باقی لوگ گھر میں گھسے تو اس کو مسیح سمجھ کر قتل کر دیا۔ پھر خیال آیا تو کہنے لگے کہ اس کا چہرہ تو مسیح کے چہرے کے مشابہ ہے اور باقی بدن ہمارے ساتھی کا معلوم ہوتا ہے۔ کسی نے کہا کہ یہ مقتول مسیح ہے تو ہمارا آدمی کہاں گیا اور ہمارا آدمی ہے تو مسیح کہاں ہے۔ اب صرف اٹکل سے کسی نے کچھ کہا کسی نے کچھ کہا علم کسی کو بھی نہیں۔ حق یہی ہے کہ حضرت عیسیٰ ہرگز مقتول نہیں ہوئے بلکہ آسمان پر اللہ نے اٹھا لیا اور یہود کو شبہ میں ڈال دیا۔

حضرت عیسیٰ زندہ ہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ موجود ہیں آسمان پر۔ جب دجال پیدا ہوگا تب اس جہان میں تشریف لا کر اسے قتل کریں گے اور یہود و نصاریٰ ان پر ایمان لائیں گے کہ بیشک عیسیٰ زندہ ہیں مرے نہ تھے اور قیامت کے دن حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان کے حالات اور اعمال کو ظاہر کریں گے کہ یہود نے میری تکذیب اور مخالفت کی اور نصاریٰ نے مجھ کو خدا کا بیٹا کہا۔

شریعت موسوی کی سختی کی وجہ یہود کی اگلی پچھلی سخت سخت شرارتیں ذکر فرما کر جس سے انکی سرکشی اور انکا گناہوں پر دلیر ہونا ظاہر ہو گیا اب فرماتے ہیں کہ اسی واسطے ہم نے ان پر شریعت بھی سخت رکھی کہ ان کی سرکشی توڑنے کو اب یہ شبہ نہ رہا کہ تحریم طیبات تو ان پر توریت میں کی گئی تھی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے مخالفت کرنا اور حضرت مریم پر تہمت لگانا نزول توریت کے بہت بعد میں ہوا تو سزا جرم سے مقدم کیسے ہوئی۔ ان تمام رکوع کا خلاصہ یہ ہوا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ سے اہل کتاب برابر ایک سے ایک زیادہ شرارت اور نافرمانی اور عہد شکنی اور حضرات انبیاء کو ایذا رسانی کرتے چلے آئے ہیں۔ اب اگر اے محمد رسول اللہ ﷺ تم سے علاوہ توریت جیسی کتاب دفعۃً واحدۃً طلب کریں اور قرآن شریف جو سب کتابوں سے افضل ہے اس پر کفایت نہ کریں تو ان متعصب نالائقوں سے کیا مستبعد ہے۔ ان کی اس قسم کی ناشائستہ حرکات سے تعجب مت کرو اور متحیر نہ ہو۔ ان کی تمام حرکات چھوٹی بڑی اگلی پچھلی ہم کو خوب معلوم ہیں۔ ہم نے بھی شریعت سخت انکے لئے دنیا میں رکھی اور آخرت میں عذاب شدید انکے واسطے تیار کر رکھا ہے۔

وَالْمُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَالْمُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ

اور جو دینے والے ہیں زکوٰۃ کے — اور یقین رکھنے والے ہیں اللہ پر — اور قیامت

الْاٰخِرِ ۭ اُولٰۗىِٕكَ سَنُؤْتِيْهِمْ اَجْرًا عَظِيْمًا ۝۱۶۲ اِنَّآ اَوْحَيْنَآ

کے دن پر — سو ایسوں کو ہم دیں گے بڑا ثواب ◆ — ہم نے وحی بھیجی

اِلَيْكَ كَمَآ اَوْحَيْنَآ اِلٰى نُوْحٍ وَّالنَّبِيّٖنَ مِنْۢ بَعْدِهٖ ۚ

تیری طرف ◆ — جیسے وحی بھیجی نوح پر — اور ان نبیوں پر جو اس کے بعد ہوئے ◆

وَاَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ

اور وحی بھیجی ابراہیم پر — اور اسمٰعیل پر — اور اسحٰق پر — اور یعقوب پر

وَالْاَسْبَاطِ وَعِيْسٰى وَاَيُّوْبَ وَيُوْنُسَ وَهٰرُوْنَ

اور اس کی اولاد پر — اور عیسیٰ پر — اور ایوب پر — اور یونس پر — اور ہارون پر

وَسُلَيْمٰنَ ۚ وَاٰتَيْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا ۝۱۶۳ وَرُسُلًا قَدْ

اور سلیمان پر — اور ہم نے دی داؤد کو — زبور — اور بھیجے ایسے رسول کہ

قَصَصْنٰهُمْ عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ وَرُسُلًا لَّمْ نَقْصُصْهُمْ

جن کا احوال ہم نے سنایا تجھ کو — اس سے پہلے — اور ایسے رسول جن کا احوال نہیں سنایا

عَلَيْكَ ۭ وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا ۝۱۶۴ رُسُلًا

تجھ کو — اور باتیں کیں اللہ نے موسیٰ سے — بول کر ◆ — بھیجے پیغمبر

مُّبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَي اللّٰهِ

خوشخبری — اور ڈر سنانے والے — تاکہ باقی نہ رہے — لوگوں کو — اللہ پر

◆ **یہود مومنین کا تذکرہ** | یعنی بنی اسرائیل میں جن کا علم مضبوط ہے جیسے عبداللہ بن سلام اور ان کے ساتھی اور جو لوگ کہ صاحب ایمان ہیں وہ مانتے ہیں قرآن اور توریت و انجیل سب کو اور نماز کو قائم رکھنے والوں کا تو کیا کہنا ہے اور دینے والے زکوٰۃ کے اور ایمان رکھنے والے اللہ پر اور قیامت پر ایسے لوگوں کو ہم دیں گے بڑا ثواب بخلاف اول فریق کے کہ ان کے لئے عذاب تحقیق موجود ہے۔

◆ **وحی کی عظمت و اہمیت** | اہل کتاب اور مشرکین نے جو کفار قرآن مجید کی حقانیت اور صداقت میں طرح طرح سے بیہودہ شبہ پیدا کرتے۔ دیکھئے اسی موقع میں بھی کہہ دیا کہ جیسے توریت سب کی سب ایک دفعہ اتری تھی ایسے ہی تم بھی ایک کتاب آسمان سے یکدم ہم کو لا دو تب ہم قبول کریں گے تم سے جدا جدا جواب ہے۔ حق تعالیٰ نے اس جگہ چند آیتیں نازل فرما کر حقیقت واضح کر دی اور وحی کی عظمت اور کفار کے سب خیالات اور شبہات بیہودہ کو رد کر دیا اور وحی الٰہی کی متابعت و عظمت اور قرآن مجید کی حقانیت و تصدیق کے ساتھ بیان فرما کر بتلا دیا کہ حکم الٰہی کا ماننا سب پر فرض ہے کسی کا کوئی عذر اس میں نہیں چل سکتا۔ جو اس کے تسلیم کرنے میں تردد یا انکار کرے وہ کافر اور بے دین ہے۔ اب یہاں سے تحقیقی جواب دیا جاتا ہے۔

◆ **انبیائے سابقین اور ان کا پیغام** | اس سے معلوم ہو گیا کہ وحی خاص اللہ کا حکم اور اس کا پیام ہے جو پیغمبروں پر بھیجا جاتا ہے جو انبیائے سابقین پر جیسے وحی نازل ہوئی ویسے ہی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ تعالیٰ نے اپنی وحی بھیجی تو جس نے ان کو مانا اس کو بھی ضرور ماننا چاہئے اور جس نے اس کا انکار کیا گویا ان سب کا منکر ہو گیا اور حضرت نوحؑ اور ان سے پچھلوں کے ساتھ تشبیہ دینے کی وجہ شاید یہ ہے کہ حضرت آدم کے وقت سے جو وحی شروع ہوئی تو اس وقت بالکل ابتدائی حالت تھی حضرت نوح علیہ السلام پر اس کی تکمیل ہوئی گویا اول حالت محض تعلیم کی حالت تھی۔ حضرت نوحؑ کے زمانہ میں وہ حالت پوری ہو کر اس قابل ہوئی کہ ان کا امتحان کیا جائے اور فرمانبرداروں کو انعام اور نافرمانوں کو سزا دی جائے۔ چنانچہ انبیائے اولو العزم کا سلسلہ بھی حضرت نوح علیہ السلام سے ہی شروع ہوا اور وحی الٰہی سے سرتابی کرنے والوں پر بھی اول عذاب حضرت نوحؑ کے وقت سے شروع ہوا۔ خلاصہ یہ کہ پہلے حکم الٰہی اور انبیاء کی مخالفت پر عذاب نازل نہیں ہوتا تھا بلکہ ان کو معذور سمجھ کر مہلت دی جاتی تھی اور سمجھانے ہی میں کوشش کی جاتی تھی۔ حضرت نوح علیہ السلام کے زمانہ میں جب دینی تعلیم خوب ظاہر ہو چکی اور لوگوں کو علم خداوندی کی حجت کرنے میں کوئی خفا باقی نہ رہا تو اب نافرمانوں پر عذاب نازل ہونے لگا۔ اول حضرت نوح علیہ السلام کے زمانہ میں طوفان آیا اس کے بعد حضرت ہود حضرت صالح حضرت شعیب علیہم السلام وغیرہ کے زمانہ میں کافروں پر طرح طرح کے عذاب آئے تو آپ کی وحی کو حضرت نوحؑ اور ان سے پچھلوں کی وحی کے ساتھ تشبیہ دینے میں اہل کتاب اور مشرکین مکہ دونوں کو پوری تنبیہ کر دی گئی کہ جو آپ کی وحی یعنی قرآن کو نہ مانے گا وہ عذاب عظیم کا مستحق ہوگا۔

◆ **وحی کی مختلف صورتیں** | حضرت نوح علیہ السلام کے بعد جو انبیاء ہوئے ان سب کو بالاجمال ذکر فرما کر جو ان میں اولو العزم ہیں اور جو مشہور اور جلیل القدر ہیں ان کو تخصیص اور تفصیل کے ساتھ ذکر فرمایا جس سے خوب معلوم ہو گیا کہ آپ کے اوپر جو وحی نازل ہوئی اس کا حق ہونا اور اس کا ماننا ایسا ہی ضروری ہے جیسا تمام اولو العزم اور مشاہیر انبیاء کی وحی کو اور یہ بھی معلوم ہو گیا کہ انبیاء پر جو وحی آتی ہے کبھی فرشتہ پیغام لے کر آتا ہے کبھی کتاب لکھی ہوئی مل جاتی ہے کبھی بغیر پیغام اور بدون واسطے کے خود اللہ تعالیٰ اپنے رسول سے بات کرتا ہے مگر ان سب صورتوں میں چونکہ وہ اللہ کا ہی حکم ہے کسی دوسرے کا حکم نہیں تو بندوں پر اس کی اطاعت یکساں فرض ہے بندوں تک پہنچنے کا طریقہ کچھ ہو خواہ فرشتہ پیغام لاوے یا تحریر ہو تو اب یہود کا یہ کہنا کہ توریت کی طرح پوری کتاب ایک دفعہ میں آسمان سے لاؤ گے تو ہم مانیں گے ورنہ نہیں محض بے ایمانی اور حماقت ہے۔ جب وحی حکم الٰہی ہے اور اس کے نازل ہونے کی صورتیں البتہ متعدد ہیں تو پھر کسی صورت کی تعیین اس کے ماننے میں تردد یا انکار کرنا یہ کہنا کہ فلاں خاص طریقہ سے کوئی وحی آوے تو مانیں گے ورنہ نہیں صریح کفر ہے اور کھلی حماقت۔

حُجَّةٌ بَعْدَ الرُّسُلِ ۚ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ﴿١٦٥﴾

الزام کا موقع رسولوں کے بعد ۔ اور اللہ زبردست ہے حکمت والا

لٰكِنِ اللّٰهُ يَشْهَدُ بِمَآ اَنْزَلَ اِلَيْكَ اَنْزَلَهٗ بِعِلْمِهٖ ۚ

لیکن اللہ شاہد ہے ۔ اس پر جو تجھ پر نازل کیا ۔ کہ یہ نازل کیا ہے اپنے علم کے ساتھ

وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَشْهَدُوْنَ ۚ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ﴿١٦٦﴾

اور فرشتے بھی گواہ ہیں ۔ اور اللہ کافی ہے حق ظاہر کرنے والا

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ قَدْ

جو لوگ کافر ہوئے ۔ اور روکا ۔ اللہ کی راہ سے ۔ وہ

ضَلُّوْا ضَلٰلًا بَعِيْدًا ﴿١٦٧﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَظَلَمُوْا

بہک کر دور جا پڑے ۔ جو لوگ کافر ہوئے ۔ اور حق دبا رکھا

لَمْ يَكُنِ اللّٰهُ لِيَغْفِرَ لَهُمْ وَلَا لِيَهْدِيَهُمْ طَرِيْقًا ﴿١٦٨﴾

ہرگز اللہ بخشنے والا نہیں ان کو ۔ اور نہ دکھلاوے گا ان کو سیدھی راہ

اِلَّا طَرِيْقَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۚ وَكَانَ

مگر رستہ دوزخ کا ۔ رہا کریں اس میں ہمیشہ ۔ اور

ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا ﴿١٦٩﴾ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ

یہ اللہ پر آسان ہے ۔ اے لوگو

جَآءَكُمُ الرَّسُوْلُ بِالْحَقِّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَاٰمِنُوْا خَيْرًا

تمہارے پاس رسول آ چکا ۔ ٹھیک بات لے کر ۔ تمہارے رب کی ۔ سو مان لو تاکہ بھلا ہو

تمام پیغمبر اللہ کی حجت ہیں اللہ تعالیٰ نے پیغمبروں کو برابر بھیجا کہ مومنوں کو خوشخبری سنائیں اور کافروں کو ڈرائیں تا کہ لوگوں کو قیامت کے دن اس عذر کی جگہ نہ رہے کہ ہم کو تیری مرضی اور غیر مرضی معلوم نہ تھی معلوم ہوتی تو ضرور اس پر چلتے۔ سو جب اللہ تعالیٰ نے پیغمبروں کو معجزے دے کر بھیجا اور پیغمبروں نے دین حق بتلادیا تو اب دین حق کے قبول نہ کرنے میں کسی کا کوئی عذر نہیں سنا جا سکتا۔ وحی الٰہی ایسی قطعی حجت ہے کہ اس کے روبرو کوئی حجت نہیں چل سکتی بلکہ سب حجتیں قطع ہو جاتی ہیں اور یہ اللہ کی حکمت اور تدبیر ہے اور زبردستی کرے تو کون روک سکتا ہے مگر اس کو پسند نہیں۔

قرآن کریم کی عظمت یعنی وحی ہر پیغمبر کو آتی رہی یہ کوئی نئی بات نہیں سب کو معلوم ہے لیکن اس قرآن میں اللہ نے اپنا خاص علم اتارا اور اللہ اس حق کو ظاہر کر دے گا۔ چنانچہ جاننے والے جانتے ہیں کہ جو علوم اور حقائق قرآن مجید میں سے حاصل ہوئے اور برابر حاصل ہوتے رہیں گے وہ کسی کتاب سے نہیں ہوئے اور جس قدر ہدایت لوگوں کو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوئی اور کسی سے نہیں ہوئی۔

قرآن مجید اور حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق اور توثیق کے بعد فرماتے ہیں کہ اب جو لوگ آپ سے منکر ہوئے اور توریت میں جو آپ کے اوصاف اور علامات موجود تھے ان کو چھپا لیا اور لوگوں پر کچھ کا کچھ ظاہر کر کے ان کو بھی دین حق سے باز رکھا۔ ان بدنصیبوں کو نہ مغفرت نصیب ہوئی نہ ہدایت جس سے خوب واضح ہو گیا کہ ہدایت آپ کی متابعت میں منحصر ہے اور گمراہی آپ کی مخالفت کا نام ہے جس سے یہود کو پوری سرزنش ہو گئی اور ان کے خیالات کی غلطی واضح ہو گئی۔

لَكُمْ ۚ وَاِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ

تمہارا | اور اگر نہ مانو گے | تو اللہ ہی کا ہے | جو کچھ ہے آسمانوں میں | اور

الْاَرْضِ ۚ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿۱۷۰﴾ يٰٓاَهْلَ

زمین میں | اور ہے اللہ سب کچھ جاننے والا حکمت والا ◆ | اے

الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ وَلَا تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ

کتاب والو | مت مبالغہ کرو | اپنے دین کی بات میں | اور مت کہو | اللہ کی شان میں

اِلَّا الْحَقَّ ۚ اِنَّمَا الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ

مگر پکی بات | بے شک مسیح | جو ہے عیسیٰ مریم کا بیٹا | وہ رسول ہے اللہ کا

وَكَلِمَتُهٗ ۚ اَلْقٰىهَآ اِلٰى مَرْيَمَ وَرُوْحٌ مِّنْهُ ۫ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ

اور اس کا کلام ہے | جس کو ڈالا مریم کی طرف | اور روح ہے اس کے ہاں کی | سو مانو اللہ کو

وَرُسُلِهٖ ۚ وَلَا تَقُوْلُوْا ثَلٰثَةٌ ۚ اِنْتَهُوْا خَيْرًا لَّكُمْ ۚ اِنَّمَا

اور اس کے رسولوں کو | اور مت کہو کہ خدا تین ہیں | اس بات کو چھوڑو بہتر ہوگا تمہارے واسطے | بے شک

اللّٰهُ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ سُبْحٰنَهٗٓ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗ وَلَدٌ ۘ لَهٗ مَا

اللہ معبود ہے اکیلا | اس کے لائق نہیں کہ اس کے ہو بیٹا ◆ | اسی کا ہے جو

فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۚ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ﴿۱۷۱﴾ ع

کچھ آسمانوں میں ہے | اور جو کچھ زمین میں ہے | اور کافی ہے اللہ کارساز ◆

لَنْ يَّسْتَنْكِفَ الْمَسِيْحُ اَنْ يَّكُوْنَ عَبْدًا لِّلّٰهِ وَلَا

مسیح کو اس سے ہرگز عار نہیں | کہ ہو وہ بندہ اللہ کا | اور نہ

وقف لازم

ع ۲۳

الْمَلٰٓئِكَةُ الْمُقَرَّبُوْنَ ؕ وَمَنْ يَّسْتَنْكِفْ عَنْ

فرشتوں کو ۔ جو مقرب ہیں ۔ اور جس کو عار آوے

عِبَادَتِهٖ وَيَسْتَكْبِرْ فَسَيَحْشُرُهُمْ اِلَيْهِ جَمِيْعًا ﴿۱۷۲﴾

اللہ کی بندگی سے ۔ اور تکبر کرے ۔ سو وہ جمع کرے گا ان سب کو اپنے پاس اکٹھا

فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَيُوَفِّيْهِمْ

پھر جو لوگ ایمان لائے ۔ اور عمل کیے انہوں نے اچھے ۔ تو ان کو پورا دے گا

اُجُوْرَهُمْ وَيَزِيْدُهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ۚ وَاَمَّا الَّذِيْنَ اسْتَنْكَفُوْا

ان کو ثواب ۔ اور زیادہ دے گا ۔ اپنے فضل سے ۔ اور جنہوں نے عار کی

وَاسْتَكْبَرُوْا فَيُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ۙ وَّلَا يَجِدُوْنَ

اور تکبر کیا ۔ سو ان کو عذاب دے گا ۔ عذاب دردناک ۔ اور نہ پاویں گے

لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ﴿۱۷۳﴾ يٰٓاَيُّهَا

اپنے واسطے ۔ اللہ کے سوا ۔ کوئی حمایتی اور نہ مددگار ۔ اے

النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَاَنْزَلْنَآ

لوگو ۔ تمہارے پاس آ چکی ۔ تمہارے رب کی طرف سے سند ۔ اور اتاری ہم نے

اِلَيْكُمْ نُوْرًا مُّبِيْنًا ﴿۱۷۴﴾ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَاعْتَصَمُوْا

تم پر روشنی واضح ۔ سو جو لوگ ایمان لائے اللہ پر ۔ اور اس کو مضبوط پکڑا

بِهٖ فَسَيُدْخِلُهُمْ فِيْ رَحْمَةٍ مِّنْهُ وَفَضْلٍ ۙ وَّيَهْدِيْهِمْ

تو ان کو داخل کرے گا ۔ اپنی رحمت ۔ اور فضل میں ۔ اور پہنچادے گا ان کو

حضرت عیسیٰ کو بندہ ہونے میں عار نہیں | یعنی اللہ کا بندہ ہونا اور اس کی عبادت کرنا اور اس کے حکموں کو بجالانا تو اعلیٰ درجہ کی شرافت اور عزت ہے۔ حضرت مسیح علیہ السلام اور ملائکہ مقربین سے اس نعمت کی قدر اور ضرورت پوچھیے ان کو اس سے کیسے ننگ اور عار آ سکتا ہے۔ البتہ ذلت اور غیرت تو اللہ کے سوا کسی دوسرے کی بندگی میں ہے جیسے نصاریٰ نے حضرت مسیح کو ابن اللہ اور معبود مان لیا اور مشرکین فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں مان کر ان کی اور بتوں کی عبادت کرنے لگے سو ان کے لئے ہمیشہ کو عذاب اور ذلت ہے۔

سرکشی اور غرور کی سزا | یعنی جو شخص اللہ تعالیٰ کی بندگی سے عار کرے اور سرکشی کرے تو وہ یوں ہی نہ چھوڑ دیا جائے گا بلکہ ایک روز سب کو اللہ کے سامنے جمع ہونا ہے اور حساب دینا ہے۔ سو جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کئے یعنی اللہ کی بندگی پوری بجا لائے ان کو ان کے کاموں کا پورا ثواب ملے گا بلکہ اللہ کے فضل سے بڑی بڑی نعمتیں ان کے ثواب سے زیادہ بھی ان کو عنایت ہوں گی اور جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی بندگی سے ناک چڑھائی اور سرکشی کی وہ عذاب الیم میں گرفتار ہوں گے اور کوئی ان کا خیر خواہ اور مددگار نہ ہوگا۔ جن کو اللہ کی بندگی میں شریک کر کے عذاب میں پڑے وہ بھی کام نہ آئیں گے۔ سو اب نصاریٰ خوب سمجھ لیں کہ ان دونوں صورتوں میں سے ان کے مناسب حال کیا ہے اور حضرت مسیح علیہ السلام کے موافق شان کیا ہے۔

إِلَيْهِ صِرَاطًا مُّسْتَقِيمًا ﴿١٧٥﴾ يَسْتَفْتُونَكَ ۚ قُلِ اللَّهُ

اپنی طرف — سیدھے راستے پر — تم سے پوچھتے ہیں — کہہ دو کہ اللہ

يُفْتِيكُمْ فِي الْكَلَالَةِ ۚ إِنِ امْرُؤٌ هَلَكَ لَيْسَ لَهُ

اللہ حکم دیتا ہے تم کو کلالہ کا — اگر کوئی مرد مر گیا — اور اس کے

وَلَدٌ وَلَهُ أُخْتٌ فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ ۚ وَهُوَ يَرِثُهَا

بیٹا نہیں — اور اس کے ایک بہن ہے — تو اس کو پہنچے آدھا اس کا جو چھوڑ مرا — اور وہ بھائی وارث ہے اس بہن کا

إِن لَّمْ يَكُن لَّهَا وَلَدٌ ۚ فَإِن كَانَتَا اثْنَتَيْنِ فَلَهُمَا

اگر نہ ہو اس کے بیٹا — پھر اگر بہنیں دو ہوں — تو ان کو پہنچے

الثُّلُثَانِ مِمَّا تَرَكَ ۚ وَإِن كَانُوا إِخْوَةً رِّجَالًا وَنِسَاءً

دو تہائی اس مال کا جو چھوڑ مرا — اور اگر کئی شخص ہوں اس رشتہ کے — کچھ مرد — اور کچھ عورتیں

فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثَيَيْنِ ۗ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ

تو ایک مرد کا حصہ ہے — برابر دو عورتوں کے — بیان کرتا ہے اللہ تمہارے واسطے

أَن تَضِلُّوا ۗ وَاللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ﴿١٧٦﴾

تاکہ تم گمراہ نہ ہو — اور اللہ ہر چیز سے واقف ہے

آیاتها ١٢٠ — (٥) سُورَةُ الْمَائِدَةِ مَدَنِيَّةٌ (١١٢) — رکوعاتها ١٦

سورۂ مائدہ مدینہ میں نازل ہوئی اور اس میں ایک سو بیس آیتیں اور سولہ رکوع ہیں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

◆ **قرآن کے اتباع کے بغیر نجات نہیں** | پہلے سے وحی الٰہی اور بالخصوص قرآن مجید کی عظمت اور اس کی حقانیت کا بیان اور اس کی متابعت اور اتباع کی تاکیدات کا ذکر تھا۔ اس کے ذیل میں حضرت مسیح علیہ السلام کی الوہیت اور ان کے ابن اللہ ہونے کا ذکر کیا تھا جس کے قائل نصاریٰ تھے۔ اس کی تردید اور ابطال کے بعد اب آخر میں پھر اسی اصلی اور ضروری بات کی سب کو تاکید فرمائی جاتی ہے کہ اے لوگو تمہارے پاس رب العالمین کی طرف سے حجت کامل اور نور روشن پہنچ چکا جو ہدایت کے لئے کافی اور وافی ہے یعنی قرآن مجید اب کسی تامل اور تردد کی گنجائش نہیں۔ سو جو کوئی اللہ پر ایمان لائے گا اور اس مقدس کتاب کو مضبوط پکڑے گا وہ اللہ کی رحمت اور فضل میں داخل ہوگا اور سیدھا راستہ اس تک پہنچے گا اور جو اس کے خلاف کرے گا اس کی گمراہی اور خرابی اسی سے سمجھ لیجئے۔

◆ **میراث میں کلالہ کا حکم** | شروع سورت میں آیت میراث میں کلالہ کی میراث کا ذکر ہو چکا ہے۔ اس کے بعد جو بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس کے متعلق زیادہ تفصیل پوچھنی چاہی تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ کلالہ کے معنی ہیں کمزور اور ضعیف۔ یہاں وہ شخص مراد ہے جس کے وارثوں میں باپ اور اولاد میں سے کوئی نہ ہو جیسا کہ پہلے بیان ہوا کیونکہ اصلی وارث والد اور ولد ہی ہیں جس کے یہ نہیں تو اس کے حقیقی بھائی بہن کو بیٹا بیٹی کا حکم ہے اور اگر حقیقی نہ ہوں تو یہی حکم سوتیلوں کا ہے جو کہ باپ میں شریک ہوں ایک بہن ہو تو آدھا اور دو بہنیں ہوں تو دو تہائی اور اگر بھائی اور بہن دونوں ہیں تو مرد کو دوہرا حصہ اور عورت کو اکہرا ملے گا اور اگر فقط بھائی ہوں بہن کوئی نہ ہو تو وہ بہن کے مال کے وارث ہوں گے یعنی ان کا کوئی حصہ معین نہیں کیونکہ وہ عصبہ ہیں جیسا کہ آیت میں آگے یہ سب صورتیں مذکور ہیں۔ اب باقی رہ گئے وہ بھائی بہن جو صرف ماں میں شریک ہوں جن کو اخیافی کہتے ہیں سو ان کا حکم شروع سورت میں فرما دیا گیا ان کا حصہ معین ہے۔

◆ **میراث کے مزید احکام** | یعنی اگر کوئی مرد مر گیا اور اس نے ایک بہن چھوڑی نہ بیٹا چھوڑا نہ باپ تو اس کو میراث میں نصف مال ملے گا۔

◆ یعنی اور اگر اس کے برعکس ہو یعنی کوئی عورت لاولد مر گئی اور اس نے بھائی اعیانی یا علاتی چھوڑا تو وہ بہن کے مال کا وارث ہوگا کیونکہ وہ عصبہ ہے اور اگر اس نے لڑکا چھوڑا تو بھائی کو کچھ نہ ملے گا اور لڑکی چھوڑی تو لڑکی سے جو بچے گا وہ اس بھائی کو ملے گا اور بھائی یا بہن اخیافی چھوڑے گی تو اس کیلئے چھٹا حصہ معین ہے جیسا کہ ابتداء سورت میں ارشاد ہوا۔

◆ اور اگر دو سے زیادہ بہنیں چھوڑے تو ان کو بھی دو تہائی دیا جائیگا۔

◆ کچھ مرد اور کچھ عورتیں یعنی کچھ بھائی اور کچھ بہنیں چھوڑیں تو بھائی کا دوہرا اور بہن کا اکہرا حصہ ہے جیسا کہ اولاد کا حکم ہے۔

◆ **یہ احکام گمراہی سے بچانے کے لئے ہیں** | یعنی اللہ رحیم و کریم محض اپنے بندوں کی ہدایت کے لئے اور ان کو

گمراہی سے بچانے کی غرض سے اپنے احکام مفصلہ تم کو بیان فرماتا ہے جیسا یہاں میراث کلالہ کو بیان فرما دیا۔ اس کی اس میں کوئی غرض نہیں وہ سب سے غنی اور بے نیاز ہے تو اب جو اس مہربانی کی قدر نہ کرے بلکہ اس کے حکم سے منحرف کرے اس کی شقاوت کا کیا ٹھکانا۔ اس سے معلوم ہو گیا کہ بندوں کو جملہ احکام کی تابعداری لازم ہے۔ اگر ایک معمولی اور جزوی امر میں بھی خلاف کرے گا تو گمراہی ہے پھر جو لوگ اس کی ذات پاک اور اس کی صفات کمال میں اس کے حکم کا خلاف کرتے ہیں اور اپنی عقل بیہودہ یا خواہش کو اس کے مقابلہ میں اپنا معتقد بناتے ہیں ان کی ضلالت اور خباثت کو اسی سے سمجھ لیجئے کہ کس درجہ کی ہو گی۔

◆ **مسائل دینیہ پوچھنے کے فوائد** اس سے پہلے معلوم ہوا تھا کہ حق سبحانہ اپنے بندوں کی ہدایت کو پسند فرماتا ہے سو اب فرمایا کہ اس کو سب چیزیں معلوم ہیں تو مطلب یہ نکلا کہ مسائل دینیہ میں جو ضرورت پیش آئے اس کو پوچھ لو سو اس ارشاد میں صحابہ نے جو کلالہ کے مسئلہ میں استفسار فرمایا تھا اس کی تحسین کی طرف اور آئندہ کو ایسے سوالات کرنے کی ترغیب کی طرف اشارہ سمجھ میں آتا ہے اور یہ بھی سمجھ میں آتا ہے کہ اللہ سب کچھ جانتا ہے لیکن تم نہیں جانتے۔ تم تو یہ بھی نہیں بتا سکتے کہ کلالہ اور اس کے سوا اور صورتوں میں جو حصہ مقرر فرمایا گیا اس کی وجہ حقیقت میں کیا ہے۔ پھر آدمی کی عقل اس قابل کب ہو سکتی ہے کہ اپنے بھروسہ سے حق سبحانہ وتعالیٰ کی ذات وصفات میں وحی کے خلاف پر جرأت کرے جو اپنے تعلقات اور اپنے اقارب کے فرق اور امتیاز سے عاجز ہو وہ ذات بے چون وبے چگون اور اس کی صفات کو بدون اس کے بتلائے کیا سمجھ سکتا ہے۔

کلالہ کے حکم سے ملنے والے فوائد اس جگہ کلالہ کے حکم اور اس کے سبب نزول کو بیان فرمانے سے چند باتیں معلوم ہو گئیں اول یہ کہ جیسا پہلے وَاِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ فرما کر اس کے بعد بطریق تمثیل اہل کتاب کا مفصل ذکر فرمایا تھا پھر ارشاد فَاَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَاعْتَصَمُوْا بِهٖ الیٰ آخر الآیۃ کے بعد اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اجمعین کو بطریق تمثیل ذکر فرمایا تا کہ وحی سے انحراف کرنے والوں کی گمراہی اور برائی اور وحی کا اتباع کرنے والوں کی حقانیت اور بھلائی خوب سمجھ میں آ جائے۔ اسی کے ذیل میں دوسری بات یہ بھی ظاہر ہو گئی کہ اہل کتاب نے تو یہ غضب کیا کہ ذات اقدس سبحانہ وتعالیٰ کے لئے شریک اور اولاد جیسے شنیع امر کو اپنا ایمان بنا لیا اور وحی الٰہی کا علم کھو کر خلاف کیا اور اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حالت ہے کہ اصول ایمان اور عبادات تو درکنار معاملات جزئیہ اور معمولی مسائل متعلقہ میراث نکاح وغیرہ میں بھی وحی کے متجسس اور منتظر رہتے ہیں اور ہر امر میں رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے محتاج رہتے ہیں اپنی عقل اور خواہش کو حاکم نہیں سمجھتے۔ اگر ایک دفعہ میں تشفی نہ ہوئی تو مکرر حاضر خدمت ہو کر دریافت کرتے ہیں۔ حضرت سے کسی شکایت ملال کا احتمال ہو سکتا تھا۔ اور یہ بھی معلوم ہو گیا کہ حضرت سید المرسلین بھی بلا حکم وحی اپنی طرف سے حکم نہ فرماتے تھے اگر کسی امر میں حکم وحی موجود نہ ہوتا تو حکم فرمانے میں نزول وحی کا انتظار فرماتے جب وحی آتی تب حکم فرماتے۔ اس سے صاف معلوم ہو گیا کہ ذات پاک وحدہ لا شریک لہ کے سوا کوئی حاکم نہیں۔ چنانچہ آیات متعددہ میں اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ وغیرہ صاف مذکور ہے باقی جو ہیں وہ سب واسطے ہیں ان کے ذریعہ سے اوروں کو حکم الٰہی پہنچایا جاتا ہے البتہ اتنا فرق ہے کہ کوئی واسطہ قریب ہے کوئی بعید جیسا حکم

ملانوں کو پہنچانے کے لئے وزیر اعظم اور دیگر مقربین شاہی اور حکام اعلیٰ اور ادنیٰ درجہ بدرجہ سب واسطہ ہوتے ہیں پھر اس سے زیادہ گمراہی کیا ہوگی کہ کسی امر میں وحی الٰہی کے مقابلہ میں کوئی گمراہ کسی کی بات سنے اور اس پر عمل کرے۔

شعر

آنچہ گفتہ زردمے تو بجائے گفتہ اند

گرت نظر اند چو گوید نظر اند

نیز اشارہ ہے اس طرف کہ ایک دفعہ تمام کتاب کے نازل ہونے میں جیسا کہ اہل کتاب درخواست کرتے ہیں وہ خوبی نہیں جو حسب حاجت اور حسب موقع متفرق نازل ہونے میں ہے کیونکہ ہر کوئی اپنی ضرورت کے موافق اس صورت میں سوال کر سکتا ہے اور بذریعہ وحی کے جواب مل سکتا ہے جیسا کہ اس موقع میں اور قرآن مجید کے بہت سے مواقع میں موجود ہے اور یہ صورت مفید تر ہونے کے علاوہ بوجہ شرافت ذکر خداوندی و لذت خطاب حق عزوجل ایسے فخر عظیم پر مشتمل ہے جو کسی امت کو نصیب نہیں ہوا و اللّٰہُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ جس صحابی کی بھلائی میں یا اس کے سوال کے جواب میں کوئی آیت نازل ہوئی وہ ان کے مناقب میں شمار ہوتی ہے اور اختلاف کے موقع میں جس کی رائے یا جس کے قول کے موافق وحی ہو آخری قیامت تک اس کی خوبی اس کا نام نیک باقی رہے گا۔ مولانا کے متعلق سوال و جواب کا ذکر فرما کر اس طرح کے بالعموم سوالات اور جوابات کی طرف اشارہ فرمایا اور شاید اسی اشارہ کی غرض سے سوال کو مطلق رکھا مسئول عنہ کو سوال کے ساتھ ذکر نہ فرمایا بلکہ جواب میں اس کی تصریح فرمائی جس کی دوسری نظیر قرآن شریف میں نہیں اور نیز جواب کو بالتصریح حق تعالیٰ کی طرف منسوب فرمایا واللہ اعلم واللہ الہادی۔ الحاصل جملہ احکام کے لئے وحی الٰہی منشاء اور اصل ہے اور ہدایت اس کی متابعت پر موقوف ہے اور کفر و ضلالت اس کی مخالفت میں منحصر ہے اور چونکہ آپ کے زمانہ میں یہود و نصاریٰ اور جملہ مشرکین اور جملہ اہل ضلالت کی گمراہی کی جڑ یہی مخالفت تھی اس لئے حق تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں بہت جگہ وحی کی متابعت کی خوبی اور اس کی مخالفت کی خرابی پر متنبہ فرمایا بالخصوص اس موقع میں تو دو رکوع اس مہتم بالشان مضمون کے لئے نازل فرمائے اور تفصیل اور تمثیل کے ساتھ بیان فرمایا شاید اسی وجہ سے امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی کتاب میں باب "کیف کان بدء الوحی الی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم" منعقد فرما کر آیۂ اِنَّآ اَوْحَیْنَآ اِلَیْکَ کَمَآ اَوْحَیْنَآ اِلٰی نُوْحٍ وَّالنَّبِیّٖنَ مِنْۢ بَعْدِہٖ کو ترجمۃ الباب میں داخل کیا اور ان دونوں رکوع کی طرف اشارہ کر گئے گویا مطلب یہ ہے قولہ تعالیٰ اِنَّآ اَوْحَیْنَآ اِلَیْکَ کَمَآ اَوْحَیْنَآ اِلٰی نُوْحٍ وَّالنَّبِیّٖنَ مِنْۢ بَعْدِہٖ الیٰ آخر مضمون الوحی واللہ اعلم۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ ؕ اُحِلَّتْ لَكُمْ

اے ایمان والو ◆ پورا کرو عہدوں کو ◆ حلال ہوئے تمہارے لیے

بَهِيْمَةُ الْاَنْعَامِ اِلَّا مَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ غَيْرَ مُحِلِّى

چوپائے مویشی ◆ سوائے ان کے جو تم کو آگے سنائے جاویں گے ◆ مگر حلال نہ جانو

الصَّيْدِ وَاَنْتُمْ حُرُمٌ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَحْكُمُ مَا يُرِيْدُ ۝۱

شکار کو ◆ احرام کی حالت میں ◆ اللہ حکم کرتا ہے ◆ جو چاہے ◆

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحِلُّوْا شَعَآئِرَ اللّٰهِ وَلَا

اے ایمان والو ◆ حلال نہ سمجھو اللہ کی نشانیوں کو ◆ اور نہ

الشَّهْرَ الْحَرَامَ وَلَا الْهَدْيَ وَلَا الْقَلَآئِدَ وَلَآ

ادب والے مہینہ کو ◆ اور نہ اس جانور کو جو نیاز کعبہ کی ہو ◆ اور نہ جن کے گلے میں پٹا ڈال کر لیجاویں کعبہ کو ◆ اور نہ

آٰمِّيْنَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنْ رَّبِّهِمْ

آنے والوں کو حرمت والے گھر کی طرف ◆ جو ڈھونڈتے ہیں ◆ فضل ◆ اپنے رب کا

◆ **ایفائے عہود کی تشریح** ایمان شرعی دو چیزوں کا نام ہے، یعنی معرفت اور تسلیم و اعتقاد۔ یعنی خدا اور رسول کے جملہ ارشادات کو سچا و صادق سمجھ کر تسلیم و قبول کے لئے اخلاص سے گردن جھکا دینا۔ یہ اس تسلیمی جزو کے لحاظ سے ایمان فی الحقیقت تمام حقوق و احکام الٰہیہ کے ماننے اور جملہ حقوق ادا کرنے کا ایک مضبوط عہد و اقرار ہے گویا حق تعالیٰ کی ربوبیت کاملہ کا وہ اقرار جو عہد الست کے سلسلہ میں لیا گیا تھا جس کا نشان بیشتر انسان کی فطرت اور سرشت میں آج تک موجود ہے اسی کی تجدید و تشریح ایمان شرعی سے ہوتی ہے۔ پھر ایمان شرعی میں جو کچھ اجمالی عہد و پیمان تھا اسی کی تفصیل پورے قرآن و سنت میں دکھلائی گئی ہے۔ اس صورت میں اوفوا بالعقود کا مطلب یہ ہوا کہ بندہ تمام احکام الٰہیہ میں خواہ ان کا تعلق بلاواسطہ خدا سے ہو یا بندوں سے، جسمانی تربیت سے ہو یا روحانی اصلاح سے، دنیوی معاش سے ہو یا اخروی فلاح سے، شخصی زندگی سے ہو یا حیات اجتماعی سے، صلح سے ہو یا جنگ سے، اس کا عہد کرتا ہے کہ ہر حال میں سچا اپنے مالک کا وفادار رہے گا۔ نبی کریم ﷺ جو عہد و پیمان اسلام و جہاد یا اطاعت یا دوسرے اعمال خیر کے متعلق صحابہ سے بشکل بیعت لیتے تھے وہ اسی عہد اجمالی کی ایک خصوصی صورت تھی۔ اور چونکہ ایمان کے ضمن میں بندہ کو حق تعالیٰ کے جلال و جبروت کی کچھ معرفت اور اس کی شان انصاف و انتقام و وعدوں کی سچائی کا پورا پورا یقین بھی حاصل ہو چکا ہے اس کا مقتضا یہ ہے کہ

بدعہدی و بدعنوانی کے مہلک عواقب سے ڈرا کر اپنے تمام عہدوں کو جو خدا سے یا بندوں سے یا خود اپنے نفس سے کئے ہوں اس طرح پورا کرے کہ مالک حقیقی کی وفاداری میں کوئی فرق نہ آنے پائے۔ اس تقریر کے موافق عقود (عہدوں) کی تفسیر میں جو مختلف چیزیں سلف سے منقول ہیں ان سب میں تطبیق ہو جاتی ہے اور آیت میں "ایمان والو" کے لفظ سے خطاب فرمانے کا لطف دوبالا ہو جاتا ہے۔

◆ **حلال جانوروں کی تفصیل** "سورۂ نساء" میں گزر چکا کہ یہود کے ظلم و بدعہدی کی بدولت بعض حلال طیب چیزوں سے محروم کر دیا گیا تھا۔ فَبِظُلْمٍ مِّنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ طَيِّبٰتٍ (نساء رکوع ۲۲) جس کی تفصیل "سورۂ انعام" میں ہے۔ اس امت مرحومہ کو ایفائے عہد کی ہدایت کے ساتھ ان چیزوں سے کچھ مستثنیٰ ہونے کی بشارت دے دی گئی۔ یعنی اونٹ، گائے، بھیڑ، بکری اور اسی جنس کے تمام اہلی اور وحشی (پالتو اور جنگلی) چوپائے مثلاً ہرن، نیل گائے وغیرہ تمہارے لئے ہر حالت میں حلال کئے گئے۔ بجز ان چند جانوروں کے جن کی حرمت کے متعلق حق تعالیٰ نے قرآن کریم میں یا نبی کریم ﷺ کی زبانی تمہارے جسمانی یا روحانی یا اخلاقی مصلحت کے لئے ممانعت فرما دی ہے۔

◆ مگر ان سے مراد وہ چیزیں ہیں جو اسی رکوع کی تیسری آیت میں بیان کی گئی ہیں۔ یعنی حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ "سے" ذٰلِكُمْ فِسْقٌ "تک۔

◆ **احرام کی حالت میں شکار کی حرمت** محرم کو صرف خشکی کے جانور کا شکار جائز نہیں۔ دریائی شکار کی اجازت ہے اور جب حالت احرام کی رعایت اس قدر ہے کہ اس میں شکار کرنا ممنوع ٹھہرا تو خود حرم شریف کی حرمت کا لحاظ اس سے کہیں زیادہ ہونا چاہئے۔ یعنی حرم کے جانور کا شکار محرم و غیر محرم سب کے لئے حرام ہوگا جیسا کہ لَا تُحِلُّوْا شَعَآئِرَ اللّٰهِ کے عموم سے متبادر ہوتا ہے۔

◆ جس خدا نے تمام مخلوقات کو پیدا کیا پھر کمال حکمت سے ان میں باہم فرق مراتب رکھا، ہر نوع میں اس کی استعداد کے موافق جدا جدا فطری خواص و قویٰ ودیعت کئے، زندگی اور موت کی مختلف صورتیں تجویز کیں، بلاشبہ اسی خدا کو اپنی مخلوقات میں یہ حق حاصل ہے کہ اپنے اسی کامل علم محیط اور حکمت بالغہ کے اقتضاء سے جس چیز کو جس کسی کے لئے جن حالات میں چاہے حلال یا حرام کر دے لَا يُسْئَلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْئَلُوْنَ۔

◆ **شعائر کا احترام** یعنی جو چیزیں حق تعالیٰ کی عظمت و معبودیت کے لئے علامات اور نشانات خاص قرار دی گئی ہیں ان کی بے حرمتی مت کرو۔ ان میں حرم محترم، بیت اللہ شریف، جمرات، صفا و مروہ، ہدی، احرام، مساجد، کتب سماویہ وغیرہ تمام حدود و فرائض اور احکام دینیہ شامل ہیں۔ آگے ان نشانوں میں سے بعض مخصوص چیزوں کا جن کا حج سے تعلق ہے ذکر فرماتے ہیں جیسا کہ اس سے پہلی آیت میں بھی محرم کے بعض احکام ذکر کئے گئے تھے۔

◆ **محترم مہینے** ادب والے مہینے چار ہیں مِنْهَآ اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ (توبہ رکوع ۵) ذوالقعدہ، ذی الحجہ، محرم، رجب۔ ان کی تعظیم و احترام یہ ہے کہ دوسرے مہینوں سے بڑھ کر ان میں نیکی اور تقویٰ کا التزام رکھے اور شر و فساد سے بچنے کا اہتمام کیا جائے خصوصاً حجاج کو ستا کر اور دق کر کے حج بیت اللہ سے نہ روکا جائے۔ گو یوں سارے سال کے بارہ مہینوں میں واجب العمل ہیں لیکن ان محترم مہینوں میں بالخصوص بہت زیادہ مؤکد قرار دیئے گئے۔ رہی دشمنان اسلام کے مقابلہ میں ابتداءً قتال تو جمہور کا مذہب یہی ہے بلکہ ابن جریر نے اس پر اجماع نقل کیا ہے کہ اگلی ان مہینوں میں ممانعت نہیں رہی اس کا بیان سورۂ توبہ میں آئے گا۔ ان شاء اللہ۔

◆ **بعض دوسرے شعائر** قلائد قلادہ کی جمع ہے جس سے مراد وہ پٹہ ہے جو ہدی کے جانور کے گلے میں نشان کے طور پر ڈالتے تھے تا کہ ہدی کا جانور سمجھ کر اس سے تعرض نہ کیا جائے اور دیکھنے والوں کو بھی ایسا عمل کرنے کی ترغیب ہو۔ قرآن کریم نے ان چیزوں کی تعظیم و حرمت کو باقی رکھا۔ اور ہدی یا اس کی علامات سے تعرض کرنے کو ممنوع قرار دیا۔

وَرِضْوَانًا ۚ وَإِذَا حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوا ۚ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ

اور رب کی خوشی ◆ اور جب احرام سے نکلو تو شکار کرو ◆ اور باعث نہ ہو تم کو اس قوم

شَنَآنُ قَوْمٍ أَنْ صَدُّوكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ أَنْ

کی دشمنی جو کہ تم کو روکتی تھی حرمت والی مسجد سے اس پر کہ

تَعْتَدُوا ۘ وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ ۖ وَلَا تَعَاوَنُوا

زیادتی کرنے لگو ◆ اور آپس میں مدد کرو نیک کام پر اور پرہیزگاری پر اور مدد نہ کرو

عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ ۖ إِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ

گناہ پر اور ظلم پر ◆ اور ڈرتے رہو اللہ سے بے شک اللہ کا عذاب

الْعِقَابِ ﴿٢﴾ حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ

سخت ہے ◆ حرام ہوا تم پر مردہ جانور ◆ اور لہو ◆ اور گوشت

الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللَّهِ بِهِ وَالْمُنْخَنِقَةُ

سور کا اور جس جانور پر نام پکارا جائے اللہ کے سوا کسی اور کا اور جو مر گیا ہو گلا گھٹنے سے

وَالْمَوْقُوذَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيحَةُ وَمَا أَكَلَ

یا چوٹ سے یا اونچے سے گر کر یا سینگ مارنے سے اور جس کو کھایا

السَّبُعُ إِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ وَ

درندے نے مگر جس کو تم نے ذبح کر لیا اور جو ذبح ہوا کسی تھان پر ◆ اور

◆ بظاہر یہ شان صرف مسلمانوں کی ہے۔ یعنی جو شخص مسلمان حج و عمرہ کے لئے جو نہیں ان کی تعظیم و احترام کرو۔ اور ان کی راہ میں روڑے مت اٹکاؤ اور جو مشرکین حج بیت اللہ کے لئے آتے تھے اگر وہ بھی اس آیت کے عموم میں داخل ہوں کیونکہ وہ بھی اپنے زعم اور عقیدہ کے موافق خدا کے فضل و قرب اور خوشنودی کے طالب ہوتے تھے تو کہنا پڑے گا کہ یہ حکم اس وقت سے پہلے کا ہے جب کہ إِنَّمَا الْمُشْرِكُونَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هَٰذَا کی منادی کرائی گئی۔

◆ یعنی حالت احرام میں شکار کی جو ممانعت کی گئی تھی وہ احرام کھول دینے کے بعد باقی نہیں رہی۔

◆ **دشمن کے جوش میں زیادتی نہ کرو!** پچھلی آیت میں جن شعائر کو اللہ تعالیٰ نے معظم و محترم قرار دیا تھا ۶ ہجری میں مشرکین مکہ نے ان سب کی اہانت کی۔ نبی کریم ﷺ اور تقریباً ڈیڑھ ہزار صحابہ ذوالقعدہ میں محض عمرہ ادا کرنے کیلئے مدینہ طیبہ سے روانہ ہوئے حدیبیہ کے مقام پر پہنچ کر مشرکین نے اس مذہبی جاہلیت کی بنا پر روک دیا نہ حالت احرام کا خیال کیا نہ کعبہ کی حرمت کا نہ محترم مہینہ کا نہ ہدی و قلائد کا، مسلمان شعائر اللہ کی اس توہین اور مذہبی فرائض سے روک دیئے جانے پر ایسی ظالم اور وحشی قوم کے مقابلہ میں جس قدر بھی غیظ و غضب اور بغض و عداوت کا اظہار کرتے وہ حق بجانب تھے اور جوش انتقام سے برافروختہ ہو کر جو کارروائی بھی کر بیٹھتے وہ ممکن تھی۔ لیکن اسلام کی محبت و عداوت دونوں تُلی ہوئی ہیں۔ قرآن کریم نے ایسے جابر و ظالم دشمن کے مقابلہ پر بھی اپنے جذبات کو قابو میں رکھنے کا حکم دیا۔ عموماً آدمی زیادہ محبت یا زیادہ عداوت کے جوش میں حد سے گذر جاتا ہے۔ اس لئے فرمایا کہ سخت سے سخت دشمنی تمہارے لئے اس کا باعث نہ ہو کہ تم زیادتی کر بیٹھو اور عدل و انصاف کو ہاتھ سے چھوڑ دو۔

◆ **تعاون علی البر** اگر کوئی شخص بربنائے بغض جوش انتقام میں زیادتی کر بیٹھے تو اسکو روکنے کی تدبیر یہ ہے کہ جماعت اسلام اس کے ظلم و عدوان کی اعانت نہ کرے۔ بلکہ سب مل کر نیکی اور پرہیزگاری کا مظاہرہ کریں اور اشخاص کی زیادتیوں اور بے اعتدالیوں کو روکیں۔

◆ یعنی حق پرستی، انصاف پسندی اور تمام محاسن اخلاق کی جڑ خدا کا خوف ہے اور اگر خدا سے ڈر کر نیکی سے تعاون اور بدی سے ترک تعاون نہ کیا تو عام عذاب کا اندیشہ ہے۔

◆ **حرام جانور** اس آیت سے جن چیزوں کا کھانا حرام ہوا ان میں اول میتہ (مردہ جانور) ہے جو واجب الذبح جانور ذبح کے بدون خود بخود موت سے مرجائے اسکا خون اور حرارت غریزیہ گوشت ہی میں خشک اور جذب ہو کر رہ جاتی ہے جس کی سمیت اور گندگی سے کئی قسم کے بدنی اور دینی مضار لاحق ہوتے ہیں (ابن کثیر) شاید اسی تعلیل پر متنبہ فرمانے کے لئے میتہ (مردہ جانور) کے بعد دم (خون) کی حرمت مذکور ہوئی اسکے بعد حیوانات کی ایک خاص نوع (خنزیر) کی تحریم کا ذکر کیا۔ جس کی بے انتہا نجاست خوری اور بے حیائی مشہور عام ہے شاید اسی لئے شریعت حقہ نے دم (خون) کی طرح اسکو نجس العین قرار دیا ان تین چیزوں کے ذکر کے بعد جن کی ذوات میں بدنی گندگی اور خباثت پائی جاتی تھی محرمات کی ایک اور قسم کا ذکر فرمایا یعنی وہ جانور جو اپنی ذات کے اعتبار سے حلال و طیب ہے مگر مالک حقیقی کے سوا کسی اور کی نیاز کے طور پر نامزد کر دیا گیا ہو اس کا کھانا بھی نیت کی خباثت اور عقیدہ کی گندگی کی بنا پر حرام ہے کسی جاندار کی جان صرف اسی مالک و خالق کے حکم اور نام پر لی جا سکتی ہے جس کے حکم اور ارادہ سے اس پر موت و حیات طاری ہوتی ہے۔ باقی "منخنقہ" وغیرہ غیر مذبوح جانور سب میتہ کے حکم میں داخل ہیں جیسا کہ "ماذبح علی النصب" "ما اھل بہ لغیر اللہ" کے ساتھ ملحق ہے۔ جاہلیت میں ان سب چیزوں کے کھانے کی عادت تھی اس لئے اس قدر تفصیل سے انکا بیان فرمایا۔

◆ یعنی بہتا ہوا خون او دما مسفوحا (انعام رکوع ۱۸)

◆ تھوڑا سا پہلے ہدی کے ادب و احترام کا ذکر فرمایا تھا یعنی وہ جانور جو تقرب الی اللہ کی غرض سے خدائے واحد کی سب سے بڑی عبادت گاہ کی نیاز کے طور پر ذبح کیا جاتا ہے اسکے بالمقابل اس جگہ بیان فرمایا جسے خدا کے سوا کسی دوسرے کے نام پر یا خانہ خدا کے سوا کسی دوسرے مکان کی تعظیم کے لئے ذبح کیا جائے (موضح القرآن) اس دوسری صورت میں بھی فی الحقیقت نیت نذر لغیر اللہ ہی کی ہوتی ہے گو ذبح کے وقت زبان سے "بسم اللہ اللہ اکبر" کہا جائے۔ اس تقریر کے موافق "ما اھل بہ لغیر اللہ" اور "ماذبح علی النصب" کا فرق واضح ہو گیا (ابن کثیر)

أَنْ تَسْتَقْسِمُوا بِالْأَزْلَامِ ۚ ذَٰلِكُمْ فِسْقٌ ۗ الْيَوْمَ يَئِسَ

یہ کہ تقسیم کرو جوئے کے تیروں سے ◆ یہ گناہ کا کام ہے آج ناامید

الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ دِينِكُمْ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِ ۚ

ہو گئے کافر تمہارے دین سے سو ان سے مت ڈرو اور مجھ سے ڈرو ◆

الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ

آج میں پورا کر چکا تمہارے لیے دین تمہارا ◆ اور پورا کیا تم پر میں نے

نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا ۚ فَمَنِ اضْطُرَّ

احسان اپنا ◆ اور پسند کیا میں نے تمہارے واسطے اسلام کو دین ◆ پھر جو کوئی لاچار ہو جاوے

فِي مَخْمَصَةٍ غَيْرَ مُتَجَانِفٍ لِإِثْمٍ ۙ فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ

بھوک میں لیکن گناہ پر مائل نہ ہو تو اللہ بخشنے والا

رَحِيمٌ ﴿٣﴾ يَسْأَلُونَكَ مَاذَا أُحِلَّ لَهُمْ ۖ قُلْ أُحِلَّ لَكُمُ

مہربان ہے ◆ تجھ سے پوچھتے ہیں کہ کیا چیز ان کے لیے حلال ہے کہہ دے تم کو حلال ہیں

الطَّيِّبَاتُ ۙ وَمَا عَلَّمْتُمْ مِنَ الْجَوَارِحِ مُكَلِّبِينَ تُعَلِّمُونَهُنَّ

ستھری چیزیں ◆ اور جو سدھاؤ شکاری جانور شکار پر دوڑانے کو کہ ان کو سکھاتے ہو

مِمَّا عَلَّمَكُمُ اللَّهُ ۖ فَكُلُوا مِمَّا أَمْسَكْنَ عَلَيْكُمْ وَاذْكُرُوا

اس میں سے جو اللہ نے تم کو سکھایا ہے سو کھاؤ اس میں سے جو پکڑ رکھیں تمہارے واسطے اور اللہ کا نام لو

اسْمَ اللَّهِ عَلَيْهِ ۖ وَاتَّقُوا اللَّهَ ۚ إِنَّ اللَّهَ سَرِيعُ الْحِسَابِ ﴿٤﴾

اس پر ◆ اور ڈرتے رہو اللہ سے بیشک اللہ جلد لینے والا ہے حساب ◆

جوئے کے تیر | بعض مفسرین نے ازلام سے تقسیم کے تیر مراد لئے ہیں جو زمانہ جاہلیت میں گوشت وغیرہ کے بانٹنے میں استعمال ہوتے تھے اور وہ ایک صورت قمار (جوئے) کی تھی جیسے آج کل چٹھی ڈالی جاتی ہے۔ بعض حافظ عماد الدین ابن کثیر وغیرہ محققین کے نزدیک راجح یہ ہے کہ ازلام سے مراد وہ تیر ہیں جن سے مشرکین مکہ کسی اشکال اور تردد کے وقت اپنے ارادوں اور کاموں کا فیصلہ کرتے تھے۔ یہ تیر خانہ کعبہ میں قریش کے سب سے بڑے بت "ہبل" کے پاس رکھے تھے۔ ان میں سے کسی پر امرنی ربی لکھا تھا (میرے پروردگار نے حکم دیا) کسی پر "نہانی ربی" تحریر تھا (میرے رب نے مجھ کو منع کر دیا)۔ اسی طرح کے بعض پر الگ باتیں لکھ چھوڑی تھیں۔ جب کسی کام میں تذبذب ہوا تو تیر نکال کر دیکھ لئے۔ اگر "امرنی ربی" والا تیر نکل آیا تو کام شروع کر دیا، اگر اس کے خلاف نکلا تو رک گئے، فال بالازلام گویا بتوں سے یہ ایک قسم کا مشورہ اور استعانت تھی۔ چونکہ اس رسم کا منشا بالکل جہل، شرک، اوہام پرستی اور افترا علی اللہ پر تھا اس لئے قرآن کریم نے متعدد مواقع میں نہایت تغلیظ وتشدید کے ساتھ اس کی حرمت کو ظاہر فرمایا ہے۔ اسی تقریر کے موافق "ازلام" کا ذکر "نصب" کی مناسبت سے ہوا اور مردار، خون، خنزیر وغیرہ بہت سی خبیث اور گندی چیزوں کی تحریم کے سلسلہ میں منسلک کر کے بتلا دیا کہ ان کی معنوی اور اعتقادی نجاست وخباثت ان چیزوں سے کم نہیں جیسا کہ ایک دوسری آیت میں "رجس" کے اطلاق سے ظاہر ہوتا ہے۔

اسلام کے غلبہ سے کفار کو مایوسی | یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب کہ زندگی کے ہر شعبہ اور علوم ہدایت کے ہر باب سے متعلق اصول و قواعد کی طرح بہت سے فروع وجزئیات کا بیان بھی اتنی کافی تفصیل اور جامعیت سے کیا جا چکا تھا کہ دین اسلام کے لئے قیامت تک قانون الٰہی کے سوا کوئی دوسرا قانون قابل التفات نہیں رہا تھا۔ نبی کریم ﷺ کی تربیت سے ہزاروں سے متجاوز خدا پرست، جانباز اور سرفروش ہادیوں اور معلموں کی ایسی عظیم الشان جماعت تیار ہو چکی تھی جس کو قرآنی تعلیم کا مجسم نمونہ کہا جا سکتا تھا۔ مکہ معظمہ فتح ہو چکا تھا صحابہ رضی اللہ عنہم کامل وفاداری کے ساتھ خدا سے عہد و پیمان پورے کر رہے تھے نہایت گندی غذائیں اور مردار کھانے والی قوم مادی اور روحانی طیبات کے ذائقہ سے لذت اندوز ہو رہی تھی۔ شعائر اللہ کا ادب و احترام قلوب میں راسخ ہو چکا تھا۔ ظنون و اوہام اور انصاب وازلام کا تار و پود بکھر چکا تھا۔ شیطان جزیرۃ العرب کی طرف سے ہمیشہ کے لئے مایوس کر دیا گیا تھا کہ دوبارہ وہاں اس کی پرستش ہو سکے۔ ان حالات میں ارشاد ہوا اَلْیَوْمَ یَئِسَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ دِیْنِکُمْ فَلَا تَخْشَوْھُمْ وَاخْشَوْنِ۔ یعنی آج کفار اس بات سے مایوس ہو گئے ہیں کہ تم کو تمہارے دین قیم سے ہٹا کر پھر "انصاب" و "ازلام" وغیرہ کی طرف لے جائیں یا دین اسلام کو مغلوب کر لینے کی توقعات باندھیں یا احکام دینیہ میں کسی تحریف و تبدیل کی امید قائم کر سکیں۔ آج تم کو کامل و مکمل مذہب مل چکا جس میں کسی ترمیم کا کوئی امکان نہیں۔ خدا کا انعام تم پر پورا ہو چکا جس کے بعد تمہاری جانب سے اس کے منسوخ کرنے کا کوئی اندیشہ نہیں۔ خدا نے ابدی طور پر اسی دین اسلام کو تمہارے لئے پسند کر لیا اس لئے اب

حلال چیزوں کا سوال اور اس کا جواب پچھلی آیات میں بہت سی حرام چیزوں کی فہرست دی گئی تو قدرتی طور پر سوال پیدا ہوتا ہے کہ حلال چیزیں کیا کیا ہیں؟ اس کا جواب دے دیا کہ حلال کا دائرہ تو بہت وسیع ہے۔ چند چیزوں کو چھوڑ کر جن میں کوئی دینی یا بدنی نقصان تھا دنیا کی تمام ستھری اور پاکیزہ چیزیں حلال ہی ہیں۔ اور چونکہ شکاری جانور سے شکار کرنے کے متعلق بعض لوگوں نے خصوصیت سے سوال کیا تھا۔ اس لئے آیت کے اگلے حصہ میں اسکو تفصیلاً بتلا دیا گیا۔

شکار کے جانور شکاری کتے یا باز وغیرہ سے شکار کیا ہوا جانور ان شروط سے حلال ہے (۱) شکاری جانور سدھا ہوا ہو (۲) شکار پر چھوڑا جائے (۳) اسے اس طریقہ سے تعلیم دی گئی ہو جس کو شریعت نے معتبر رکھا ہے یعنی کتے کو سکھلایا جائے کہ شکار کو پکڑ کر کھائے نہیں اور باز کو یہ تعلیم دی جائے کہ جب اسکو بلاؤ گو شکار کے پیچھے جا رہا ہو فوراً چلا آئے۔ اگر کتا شکار کو خود کھانے لگے یا باز بلانے سے نہ آئے تو سمجھا جائے گا کہ جب اس کے کہنے میں نہیں تو شکار بھی اس کے لئے نہیں پکڑا بلکہ اپنے لئے پکڑا ہے۔ اسی کو حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ "جب اس نے آدمی کی خو سیکھی تو گویا آدمی نے ذبح کیا" (۴) چھوڑنے کے وقت اللہ کا نام لو یعنی بسم اللہ کہہ کر چھوڑو۔ ان چار شرطوں کی تصریح تو نص قرآنی میں ہو گئی۔ پانچویں شرط جو امام ابو حنیفہ کے نزدیک معتبر ہے کہ شکاری جانور شکار کو زخمی بھی کر دے کہ خون بہنے لگے اسکی طرف لفظ "جوارح" اپنے مادہ "جرح" کے اعتبار سے مشعر ہے۔ ان میں سے اگر ایک شرط بھی مفقود ہوئی تو شکاری جانور کا مارا ہوا شکار حرام ہے۔ ہاں اگر مرا نہ ہو اور ذبح کر لیا جائے تو وَمَآ اَکَلَ السَّبُعُ اِلَّا مَا ذَکَّیۡتُمۡ کے قاعدہ سے حلال ہوگا۔

یعنی ہر حالت میں خدا سے ڈرتے رہو کہیں "طیبات" کے استعمال اور شکار وغیرہ سے منتفع ہونے میں حدود و قیود شرعیہ سے تجاوز نہ ہو جائے۔ عموماً آدمی دنیوی لذتوں میں منہمک ہو کر اور شکار وغیرہ مشاغل میں پڑ کر خدا اور آخرت سے غافل ہو جاتا ہے اس لئے تنبیہ کی ضرورت تھی کہ خدا کو مت بھولو اور یاد رکھو کہ حساب کا دن کچھ دور نہیں۔ خدا کے انعامات اور تمہاری شکر گذاری کا موازنہ اور عمر عزیز کے ایک ایک لمحہ کا حساب ہونے والا ہے۔

الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَ اَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ

نماز کو تو دھو لو اپنے منہ اور ہاتھ کہنیوں تک

وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَ اَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَيْنِ ؕ وَاِنْ

اور مل لو اپنے سر کو اور پاؤں ٹخنوں تک ۞ اور اگر

كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا ؕ وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰۤى اَوْ عَلٰى

تم کو جنابت ہو تو خوب طرح پاک ہو ۞ اور اگر تم بیمار ہو یا

سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ

میں یا کوئی تم میں آیا ہے جائے ضرورت سے یا پاس گئے ہو

النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا

عورتوں کے پھر نہ پاؤ تم پانی تو قصد کرو مٹی پاک کا

فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ مِّنْهُ ؕ مَا يُرِيْدُ اللّٰهُ

اور مل لو اپنے منہ اور ہاتھ اس سے ۞ اللہ نہیں چاہتا

لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ حَرَجٍ وَّلٰكِنْ يُّرِيْدُ لِيُطَهِّرَكُمْ

کہ تم پر تنگی کرے ۞ لیکن چاہتا ہے کہ تم کو پاک کرے ۞

وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝ وَاذْكُرُوْا

اور پورا کرے اپنا احسان تم پر تاکہ تم احسان مانو ۞ اور یاد کرو

نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَمِيْثَاقَهُ الَّذِيْ وَاثَقَكُمْ بِهٖۤ

احسان اللہ کا اپنے اوپر اور عہد اس کا جو تم سے ٹھہرایا تھا

۱ یعنی تر ہاتھ سر پر پھیر لو۔ نبی کریم ﷺ سے مدت العمر میں مقدار ناصیہ سے کم کا مسح ثابت نہیں ہوا۔ "مقدار ناصیہ" چوتھائی سر کے قریب ہے۔ ابو حنیفہ اس قدر مسح کو فرض کہتے ہیں۔ باقی اختلافات اور دلائل کی تفصیل کا یہ موقع نہیں۔

۲ مترجم محقق نے پاؤں کے بعد لفظ "کو" لکھ کر نہایت لطیف اشارہ فرما دیا کہ "اَرْجُلَكُمْ" کا عطف مغسولات پر ہے یعنی جس طرح منہ، ہاتھ دھونے کا حکم ہے، پاؤں بھی ٹخنوں تک دھونے چاہئیں سر کی طرح مسح کافی نہیں۔ یہی اہلسنت والجماعت کا اس پر اجماع ہے اور احادیث کثیرہ سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ اگر پاؤں میں موزے نہ ہوں تو دھونا فرض ہے۔ ہاں "موزوں" پر ان شرائط کے موافق جو کتب فقہ میں مذکور ہیں، مقیم ایک دن رات اور مسافر تین دن تک مسح کر سکتا ہے۔

۳ **جنابت کیلئے غسل** یعنی جنابت سے پاک ہونے میں صرف اعضائے اربعہ کا دھونا اور مسح کرنا کافی نہیں۔ تمام بدن کے جس حصہ تک پانی بدون تضرر کے پہنچ سکتا ہو وہاں تک پہنچانا ضروری ہے۔ اسی لئے حنفیہ غسل میں "مضمضہ" اور "استنشاق" (کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا) کو بھی ضروری کہتے ہیں۔ وضو میں ضروری نہیں سنت ہے۔

۴ **بعض صورتوں میں تیمم کا حکم** یعنی مرض کی وجہ سے پانی کا استعمال مضر ہو یا سفر میں پانی بقدر کفایت نہ ملے، یا مثلاً کوئی قضائے حاجت کر کے آیا اور وضو کی ضرورت ہے یا جنابت کی وجہ سے غسل ناگزیر ہے مگر پانی کے حاصل کرنے یا استعمال کرنے پر کسی وجہ سے قادر نہیں تو ان صورتوں میں وضو یا غسل کی جگہ تیمم کر لے۔ وضو اور غسل دونوں کے تیمم کی مشروعیت سے جو فرض ہے وہ ہر صورت یکساں طور پر حاصل ہوتی ہے۔ "تیمم" کے اسرار و مسائل اور اس آیت کے فوائد "سورۃ نساء" کے ساتویں رکوع میں مفصل گذر چکے۔ **تنبیہ** مترجم محقق قدس سرہ نے "لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ" کا جو ترجمہ کیا ہے "یا پاس گئے ہو عورتوں کے" اور محاورہ کے اعتبار سے حالت جنابت ہی پر دلالت کرتا ہے۔ یہ ترجمہ ابن عباسؓ اور ابو موسیٰ اشعریؓ کی تفسیر کے موافق ہے جسے ابن مسعودؓ نے بھی بالآخر تسلیم کیا ہے (کما فی البخاری) نیز مترجم علام نے "فَتَيَمَّمُوْا" کے ترجمہ میں "قصد کرو" کہہ کر اشارہ فرما دیا کہ اصل لغت کے اعتبار سے "تیمم" کے معنی میں "قصد" معتبر ہے۔ اور اس معنی لغوی کی مناسبت کا خیال رکھتے ہوئے "تیمم شرعی" میں بھی قصد یعنی نیت کو علماء نے ضروری قرار دیا ہے۔

۵ **احکام میں سہولتیں** اسی لئے جو احداث کثیر الوقوع تھے ان میں سارے جسم کا دھونا ضروری نہ رکھا صرف وہ اعضاء (منہ، ہاتھ، پاؤں، سر) جن کو اکثر بلاد متمدنہ کے رہنے والے عموماً کھلا رکھتے میں مضائقہ نہیں سمجھتے ان کا دھونا اور مسح کرنا ضروری بتلایا تاکہ کوئی تنگی اور دقت نہ ہو۔ ہاں "حدث اکبر" یعنی "جنابت" جو احیاناً پیش آتی ہے اور اس حالت میں نفس کو ملکوتی خصائل کی طرف ابھارنے کے لئے کسی غیر معمولی تنبیہ کی ضرورت ہے، اس کے ازالہ کے لئے تمام بدن کا دھونا فرض کیا۔ پھر "مرض" اور "سفر" وغیرہ حالات میں کس قدر آسانی فرما دی۔ اولاً تو پانی کی جگہ "مٹی" کو مطہر بنا دیا۔ پھر اعضائے وضو میں سے نصف کی تخفیف اس طرح کر دی کہ جہاں پہلے ہی سے تخفیف تھی یعنی سر کا مسح اسے بالکل اڑا دیا اور پاؤں کو شاید اس لئے ساقط کر دیا کہ وہ عموماً مٹی میں یا مٹی کے قریب رہتے ہیں اور تمام اعضائے بدن کی نسبت سے گرد و غبار میں ان کا تلوث شدید تر ہے۔ لہٰذا ان پر مٹی کا ہاتھ پھیرنا بے کار سا تھا۔ اب وہ عضو رہ گئے "منہ" اور "ہاتھ" انہی کو مٹی سے وضو اور غسل دونوں کا "تیمم" ہو جاتا ہے۔

۶ کیونکہ وہ خود پاک ہے تو پاکی ہی پسند کرتا ہے۔

۷ **آسانیوں پر اللہ کا شکر** پچھلے رکوع میں جو نعمائے عظیمہ بیان ہوئی تھیں انہیں سن کر بندہ کے دل میں جوش اٹھا کہ اس منعم حقیقی کی بندگی کے لئے فوراً کھڑا ہو جائے۔ اسے بتلا دیا کہ ہماری طرف آؤ تو کس طریقہ سے پاک ہو کر آؤ۔ یہ بتلانا خود ایک نعمت ہوئی اور بدن کی تطہیر ظاہری پانی ڈالنے یا مٹی لگانے سے اندرونی پاکی عطا فرما دینا یہ دوسری نعمت ہوئی۔ بندہ ابھی پچھلی نعمتوں کا شکر ادا نہیں کر سکا تھا قصد ہی کر رہا تھا کہ یہ جدید انعامات فائض ہو گئے۔ اسی لئے ارشاد ہوا لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ یعنی ان پچھلی نعمتوں کو یاد کرنے سے پہلے ان جدید نعمتوں کا جو احکام وضو وغیرہ کے ضمن میں مبذول ہوئیں شکر ادا کرنا چاہئے۔ شاید اسی لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ سے حضرت بلالؓ نے تحیۃ الوضوء کا سراغ لگایا ہو۔ انعامات جلیلہ کی یاد دہانی اس روحانی نعمت کے شکریہ پر متوجہ کرنے کے بعد اگلی آیت میں ان سابق نعمتوں اور احسانات عظیمہ کو پھر اجمالاً یاد دلاتے ہیں جن کی شکر گذاری کے لئے بندہ اپنے مولا کے حضور میں کھڑا ہونا چاہتا تھا۔ چنانچہ فرماتے ہیں وَاذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ ۔۔۔ الخ۔

إِذْ قُلْتُمْ سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا ۖ وَاتَّقُوا اللَّهَ ۚ إِنَّ اللَّهَ

جب تم نے کہا تھا کہ ہم نے سنا اور مانا ۞ اور ڈرتے رہو اللہ سے اللہ

عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ۝ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا

خوب جانتا ہے دلوں کی بات ۞ اے ایمان والو

كُونُوا قَوَّامِينَ لِلَّهِ شُهَدَاءَ بِالْقِسْطِ ۖ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ

کھڑے ہو جایا کرو اللہ کے واسطے گواہی دینے کو انصاف کی ۞ اور کسی قوم کی دشمنی

شَنَآنُ قَوْمٍ عَلَىٰ أَلَّا تَعْدِلُوا ۚ اعْدِلُوا هُوَ أَقْرَبُ

کے باعث انصاف کو ہرگز نہ چھوڑو ۞ عدل کرو یہی بات زیادہ نزدیک ہے

لِلتَّقْوَىٰ ۖ وَاتَّقُوا اللَّهَ ۚ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ ۝

تقویٰ سے ۞ اور ڈرتے رہو اللہ سے اللہ کو خوب خبر ہے جو تم کرتے ہو ۞

وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ ۙ لَهُمْ

وعدہ کیا اللہ نے ایمان والوں سے اور جو نیک عمل کرتے ہیں کہ ان کے واسطے

◆ **مومنوں کے عہد کی تذکیر** غالباً یہ عہد وہی ہے جو سورۂ بقرہ کے آخر میں مومنین کی زبان سے نقل فرمایا تھا "وقالوا سمعنا وأطعنا غفرانك ربنا وإليك المصير" (سورۂ بقرہ رکوع ۴۰) جب صحابہ رضی اللہ عنہم آنحضرت ﷺ کے دست مبارک پر بیعت کرتے تھے اس وقت بھی یہ اقرار کرتے تھے کہ ہم اپنی استطاعت کے موافق آپ کی ہر بات سنیں گے اور مانیں گے خواہ ہمارے منشاء اور طبیعت کے موافق ہو یا مخالف۔ یہ تو عام عہد تھا۔ اس کے بعد بعض ارکان اسلام یا مناسب حال اہم چیزوں کے متعلق خصوصیت سے بھی عہد لیا جاتا تھا گویا اس سورت کے شروع میں جو "اوفوا بالعقود" فرمایا تھا درمیان میں بہت سے احسانات کا ذکر کر کے جن کو سن کر انسان کو ایفائے عہد کی مزید ترغیب ہوتی ہے بالآخر وہی اصل سبق یاد دلایا گیا۔

◆ ایک شریف اور حیادار آدمی کی گردن اپنے محسن اعظم کے سامنے جھک جانی چاہیے۔ مروت و شرافت اور آئندہ مزید احسانات کی توقع اسی کو مقتضی ہے کہ بندہ اس منعم حقیقی کا بالکل تابع فرمان بن جائے۔ خصوصاً جب کہ زبان سے اطاعت و وفاداری کا پختہ عہد و اقرار بھی کر چکا ہے لیکن ممکن ہے حق تعالیٰ کی بے انتہا مہربانیاں دیکھ کر بندہ مغرور ہو جائے اس کی نعمتوں کی قدر اور اپنے قول و قرار کی کوئی پروا نہ کرے اس لئے فرمایا "واتقوا اللہ" یعنی خدا سے ڈرتے رہو۔ وہ ایک لمحہ میں تم سے سب نعمتیں چھین سکتا ہے اور سخت سزا

اور بدعہدی کی سزا میں بہت سخت پکڑ سکتا ہے۔ بہرحال مروت، شرافت، امید اور خوف ہر چیز کا تقاضا یہ ہے کہ ہم اس کی مخلصانہ اطاعت اور وفاداری میں پوری مستعدی دکھلائیں۔ آگے "وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ" سے ہم جو کچھ کریں گے وہ ہمارے اخلاص یا نفاق، ریاکاری یا خلوص نیاز مندی کو خوب جانتا ہے۔ فقط زبان سے "سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا" کہنے یا شکر گزاری کی رسمی اور ظاہری نمائش سے ہم اس کو دھوکا نہیں دے سکتے۔

◆ **انصاف کی گواہی کا حکم** اس سے پہلی آیت میں مومنین کو حق تعالیٰ کے احسانات اور اپنا عہد و پیمان یاد کرنے کا حکم دیا تھا۔ یعنی بتلا دیا کہ صرف زبان سے یاد کرنا نہیں، بلکہ عملی رنگ میں اس سے اس کا ثبوت مطلوب ہے۔ اس آیت میں اسی پر تنبیہ کی گئی ہے کہ اگر تم نے خدا کے بے شمار احسانات اور اپنے عہد و اقرار کو بھلا نہیں دیا تو لازم ہے کہ اس محسن حقیقی کے حقوق ادا کرنے اور اپنے عہد کو پورا نبھانے کے لئے ہر وقت کمربستہ رہو اور جب کوئی حکم اپنے آقا و ولی نعمت کی طرف سے ملے فوراً تعمیل حکم کے لئے کھڑے ہو جاؤ اور خدا کے حقوق کے ساتھ مخلوق کے حقوق ادا کرنے میں بھی پوری جدوجہد اور احتیاط کرو۔ چنانچہ "قَوّٰمِيْنَ لِلّٰهِ" میں "حقوق اللہ" اور "شُهَدَاۤءَ بِالْقِسْطِ" میں "حقوق العباد" کی طرف اشارہ ہے۔ اسی قسم کی آیت "والمحصنٰت" کے آخر میں گزر چکی ہے۔ صرف اس قدر فرق ہے کہ وہاں "بالقسط" کو "للہ" پر مقدم کیا ہے۔ شاید اس لئے کہ وہاں دور سے "حقوق العباد" کا ذکر چلا آ رہا تھا اور یہاں سے "حقوق اللہ" پر زیادہ زور دیا گیا ہے۔ اس لحاظ سے وہاں "بِالْقِسْطِ" کی اور یہاں "لِلّٰهِ" کی تقدیم مناسب ہوئی۔ نیز یہاں آگے بھی مبغوض دشمن سے معاملہ کرنے کا ذکر ہے جس کے ساتھ "قسط" کو یاد دلانے کی ضرورت ہے اور "سورۂ نساء" کے خاتمہ میں جن چیزوں کا ذکر ہے ان میں وہاں سب سے بڑے محبوب (نفس) کو یاد دلایا گیا۔

◆ **عدل و انصاف کی تاکید** "عدل" کا مطلب یہ ہے کہ کسی شخص کے ساتھ بدون افراط و تفریط کے وہ معاملہ کرنا جس کا وہ واقعی مستحق ہے۔ عدل و انصاف کی ترازو ایسی صحیح اور برابر ہونی چاہئے کہ عمیق سے عمیق محبت اور شدید سے شدید عداوت بھی اس کے دونوں پلڑوں میں سے کسی پلہ کو جھکا نہ سکے۔

◆ **عدل و انصاف سے تقویٰ حاصل ہوتا ہے** جو چیزیں شرعاً بالکلیہ یا کسی درجہ میں مضر ہیں ان سے بچاؤ کرتے رہنے سے جو ایک خاص نورانی کیفیت آدمی کے دل میں راسخ ہو جاتی ہے اس کا نام "تقویٰ" ہے۔ تحصیل تقویٰ کے اسباب قریبہ و بعیدہ بہت سے ہیں۔ تمام اعمال حسنہ اور خصال خیر کو اس کے اسباب و معدات میں شمار کیا جا سکتا ہے۔ لیکن معلوم ہوتا ہے کہ "عدل و قسط" یعنی دوست و دشمن کے ساتھ یکساں انصاف کرنا اور حق کے معاملہ میں جذبات محبت و عداوت سے قطعاً مغلوب نہ ہونا، یہ خصلت حصول تقویٰ کے مؤثر ترین اور قریب ترین اسباب میں سے ہے۔ اسی لئے "هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى" فرمایا (یعنی یہ عدل جس کا حکم دیا گیا تقویٰ سے نزدیک تر ہے) کیونکہ اس کی مزاولت کے بعد تقویٰ کی کیفیت بہت جلد حاصل ہو جاتی ہے۔

◆ یعنی یہ عدل و انصاف جسے کوئی دوستی یا دشمنی نہ روک سکے اور جسے اختیار کرنے سے آدمی کو تقویٰ نصیب ہو جاتا ہے اس کے حصول کا واحد ذریعہ خدا کا ڈر اور اس کی شان انتقام کا خوف ہے۔ اور یہ خوف "اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ" کے مضمون کا بار بار مراقبہ کرنے سے پیدا ہوتا ہے۔ جب کسی مومن کے دل میں یہ یقین مستحضر ہوگا کہ ہماری کوئی چھپی یا کھلی حرکت حق تعالیٰ سے پوشیدہ نہیں تو اس کا قلب خشیت الٰہی سے لرزنے لگے گا جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ تمام معاملات میں عدل و انصاف کا راستہ اختیار کرے گا۔ اور احکام الٰہیہ کے امتثال کے لئے تیار ہو جائے گا۔ پھر اس نتیجہ پر ثمرہ وہ ملے گا جسے اگلی آیت میں بیان فرمایا ہے "وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا" الخ۔

مَّغْفِرَةٌ وَّأَجْرٌ عَظِيمٌ ﴿٩﴾ وَالَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا

بخشش | اور بڑا ثواب ہے | اور جن لوگوں نے کفر کیا | اور جھٹلایا

بِآيَاتِنَا أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ ﴿١٠﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ

ہماری آیتوں کو | وہی ہیں دوزخ والے | اے ایمان والو

آمَنُوا اذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ هَمَّ قَوْمٌ

یاد کرو احسان اللہ کا | اپنے اوپر | جب قصد کیا ایک قوم نے

أَن يَبْسُطُوا إِلَيْكُمْ أَيْدِيَهُمْ فَكَفَّ أَيْدِيَهُمْ عَنكُمْ

کہ تم پر ہاتھ چلائیں | پھر روک دیے تم سے ان کے ہاتھ

وَاتَّقُوا اللَّهَ ۚ وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ ﴿١١﴾

اور اللہ سے ڈرتے رہو | اور اللہ ہی پر چاہیئے بھروسہ ایمان والوں کو

وَلَقَدْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ بَنِي إِسْرَائِيلَ ۚ وَبَعَثْنَا

اور لے چکا ہے اللہ | عہد | بنی اسرائیل سے | اور مقرر کیے

مِنْهُمُ اثْنَيْ عَشَرَ نَقِيبًا ۖ وَقَالَ اللَّهُ إِنِّي مَعَكُمْ ۖ

ان میں سے بارہ سردار | اور کہا اللہ نے | میں تمہارے ساتھ ہوں

لَئِنْ أَقَمْتُمُ الصَّلَاةَ وَآتَيْتُمُ الزَّكَاةَ وَآمَنتُم

اگر تم قائم رکھو گے نماز | اور دیتے رہو گے زکوٰۃ | اور یقین لاؤ گے

بِرُسُلِي وَعَزَّرْتُمُوهُمْ وَأَقْرَضْتُمُ اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا

میرے رسولوں پر | اور مدد کرو گے ان کی | اور قرض دو گے اللہ کو | اچھی طرح کا قرض

لَاُكَفِّرَنَّ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَلَاُدْخِلَنَّكُمْ جَنّٰتٍ

تو البتہ دور کر دوں گا میں تم سے — گناہ تمہارے — اور داخل کروں گا تم کو — باغوں میں

تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۚ فَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ

کہ جن کے نیچے بہتی ہیں نہریں ◆ پھر جو کوئی کافر رہا — تم میں سے اس کے

مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ ﴿۱۲﴾ فَبِمَا نَقْضِهِمْ

بعد — تو وہ بیشک گمراہ ہوا سیدھے راستے سے ◆ سو ان کے عہد

مِّيْثَاقَهُمْ لَعَنّٰهُمْ وَجَعَلْنَا قُلُوْبَهُمْ قٰسِيَةً ۚ

توڑنے پر — ہم نے ان پر لعنت کی ◆ اور کر دیا ہم نے ان کے دلوں کو سخت

يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ ۙ وَنَسُوْا حَظًّا مِّمَّا

پھیرتے ہیں کلام کو — اس کے ٹھکانے سے ◆ اور بھول گئے نفع اٹھانا اس نصیحت سے جو

ذُكِّرُوْا بِهٖ ۚ وَلَا تَزَالُ تَطَّلِعُ عَلٰى خَآئِنَةٍ مِّنْهُمْ

ان کو کی گئی تھی ◆ اور ہمیشہ تو مطلع ہوتا رہتا ہے — ان کی کسی دغا پر ◆

اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْهُمْ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاصْفَحْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ

مگر تھوڑے لوگ ان میں سے ◆ سو معاف کر — ان کو اور درگزر کر — اللہ دوست رکھتا ہے

يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۳﴾ وَمِنَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰٓى

احسان کرنے والوں کو ◆ اور وہ جو کہتے ہیں اپنے کو نصاریٰ ◆

◆ یعنی نیکیاں جب کثرت سے ہوں تو وہ برائیوں کو دبا لیتی ہیں۔ جب آدمی خدا کے عہد کو پورا کرنے کی کوشش میں لگا رہتا ہے تو حق تعالیٰ اسکی کمزوریوں کو دور کر کے اپنی خوشنودی اور قرب کے مکان میں جگہ دیتا ہے۔

◆ یعنی ایسے صاف اور پختہ عہد و پیمان کے بعد بھی جو شخص خدا کا وفادار ثابت نہ ہوا اور غدر و خیانت پر کمر بستہ ہو گیا تو سمجھو کہ اس نے

أَخَذْنَا مِيثَاقَهُمْ فَنَسُوا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوا بِهِ ۪ فَأَغْرَيْنَا

ان سے بھی لیا تھا ہم نے عہد ان کا | پھر بھول گئے نفع اٹھانا | اس نصیحت سے جو ان کو کی گئی تھی | پھر ہم نے لگا دی

بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ ۚ وَسَوْفَ

آپس میں ان کے دشمنی اور کینہ | قیامت کے دن تک | اور آخر

يُنَبِّئُهُمُ اللَّهُ بِمَا كَانُوا يَصْنَعُونَ ﴿۱۴﴾ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ

جتا دے گا ان کو اللہ | جو کچھ کرتے تھے | اے کتاب والو

قَدْ جَاءَكُمْ رَسُولُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ كَثِيرًا مِّمَّا كُنتُمْ

تحقیق آیا ہے تمہارے پاس رسول ہمارا | ظاہر کرتا ہے تم پر بہت سی چیزیں | جن کو تم

تُخْفُونَ مِنَ الْكِتَابِ وَيَعْفُو عَن كَثِيرٍ ۚ قَدْ جَاءَكُم

چھپاتے تھے | کتاب میں سے | اور درگذر کرتا ہے بہت چیزوں سے | بے شک تمہارے پاس آئی ہے

مِّنَ اللَّهِ نُورٌ وَكِتَابٌ مُّبِينٌ ﴿۱۵﴾ يَهْدِي بِهِ اللَّهُ

اللہ کی طرف سے روشنی | اور کتاب ظاہر کرنے والی | جس سے اللہ ہدایت کرتا ہے

مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهُ سُبُلَ السَّلَامِ وَيُخْرِجُهُم

اس کو جو تابع ہوا | اس کی رضا کا | سلامتی کی راہیں | اور ان کو نکالتا ہے

مِّنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ بِإِذْنِهِ وَيَهْدِيهِمْ إِلَىٰ

اندھیروں سے | روشنی میں | اپنے حکم سے | اور ان کو چلاتا ہے

صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ ﴿۱۶﴾ لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ

سیدھی راہ | بے شک کافر ہوئے | جنہوں نے کہا کہ

◆ یعنی یہود کی طرح ان سے بھی عہد لیا گیا لیکن یہ بھی عہد شکنی اور بے وفائی میں اپنے پیشروؤں سے کچھ کم نہیں رہے۔ انہوں نے بھی ان نصیحتوں کا بہت سا حصہ جو ان کو کی گئی تھیں فراموش کر دیا۔ ان پر نجات وفلاح ابدی کا مدار تھا کوئی فائدہ نہ اٹھایا" بائبل" میں نصیحتوں کا وہ حصہ باقی ہی نہ چھوڑا جو حقیقۃً مذہب کا مغز تھا۔

◆ **اہل کتاب کی آپس میں دائمی بغض وعداوت** یعنی باہم "نصاریٰ" میں یا "یہود" اور "نصاریٰ" دونوں میں عداوتیں اور جھگڑے ہمیشہ کے لئے قائم ہو گئے۔ آسمانی سبق کو ضائع کرنے اور بھلا دینے کا جو نتیجہ ہونا چاہئے تھا وہ ہوا۔ یعنی جب وحی الٰہی کی اصلی روشنی ان کے پاس نہ رہی تو اوہام واہواء کی اندھیریوں میں ایک دوسرے سے الجھنے لگے۔ مذہب تو نہ رہا پر مذہب کے جھگڑے رہ گئے۔ بیسیوں فرقے پیدا ہو کر اندھیرے میں ایک دوسرے سے ٹکرانے لگے۔ یہی فرقہ وار تصادم آخر کار آپس کی شدید ترین عداوت وبغض پر منتج ہوا۔ کوئی شبہ نہیں کہ آج مسلمانوں میں بھی بے حد تفرق وتشتت اور مذہب تصادم موجود ہے لیکن چونکہ ہمارے پاس وحی الٰہی اور قانون سماوی بحمد اللہ باتمام وکمال محفوظ ہے۔ اس لئے اختلافات کی موجودگی میں بھی مسلمانوں کی بہت بڑی جماعت برابر مرکز حق وصداقت پر قائم رہی ہے اور رہے گی۔ اس کے برخلاف "یہود" و"نصاریٰ" کے اختلافات یا مثلاً "پروٹسٹنٹ" اور "رومن کیتھولک" وغیرہ فرقوں کی باہمی مخالفت میں کوئی ایک فرقہ بھی نہ آج شاہراہ حق وصداقت پر قائم ہے اور نہ قیامت تک ہو سکتا ہے۔ کیونکہ وہ وحی الٰہی کی روشنی کو جس کے بدون کوئی انسان خدا تعالیٰ اور اس کے قوانین کی صحیح معرفت نہیں کر سکتا اپنی بے اعتدالیوں اور غلط کاریوں سے ضائع کر چکے ہیں۔ اب جب تک وہ اس محرف "بائبل" کے دامن سے وابستہ رہیں گے محال ہے کہ قیامت تک ان کو اس ظلمت اور مہمل بے اصول اختلافات اور فرقہ وار بغض وعناد کی ظلمت سے نکل کر حق کا راستہ دیکھ سکیں اور نجات ابدی کی شاہراہ پر چل سکیں۔ باقی جو لوگ آج نفس مذہب خصوصاً عیسائیت کا مذاق اڑاتے ہیں اور جنہوں نے لفظ "مسیحیت" یا موجودہ "بائبل" کو محض چند سیاسی ضرورتوں کے لئے رکھ چھوڑا ہے اس آیت میں ان "نصاریٰ" کا ذکر نہیں اور اگر مان لیا جائے کہ وہ بھی آیت کے تحت میں داخل ہیں تو ان کی باہمی عداوتیں اور ایک دوسرے کے خلاف خفیہ ریشہ دوانیاں اور علانیہ محاربات بھی باخبر اصحاب پر پوشیدہ نہیں ہیں۔

◆ یعنی جب تک وہ رہیں گے یہ اختلاف اور بغض وعناد بھی ہمیشہ رہے گا۔ یہاں "قیامت تک" کا لفظ ایسا ہے جیسے ہمارے محاورات میں کہہ دیتے ہیں کہ فلاں شخص تو قیامت تک بھی فلاں حرکت سے باز نہ آئے گا۔ اس کے یہ معنی نہیں ہوتے کہ وہ شخص قیامت تک زندہ رہے گا اور یہ حرکت کرتا رہے گا۔ مراد یہ ہے کہ اگر قیامت تک بھی زندہ رہے تو اس بات کو نہ چھوڑے گا۔ اسی طرح آیت میں "الٰی یوم القیامۃ" کا لفظ آنے سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ "یہود" و"نصاریٰ" کا وجود قیامت تک رہے جیسا کہ ہمارے زمانے کے بعض مؤلفین نے اپنی تفسیر میں لکھ دیا ہے۔

◆ یعنی آخرت میں پوری طرح اور دنیا میں بھی بعض واقعات کے ذریعہ سے ان کو اپنی کرتوت کا نتیجہ معلوم ہو جائے گا۔

◆ **یہود ونصاریٰ کو اسلام کی دعوت** یہ سب "یہود" و"نصاریٰ" کو خطاب ہے کہ وہ نبی آخر الزماں ﷺ جن کی آمد کی بشارات تمہاری کتابوں میں اس قدر تحریف ہونے پر بھی کسی نہ کسی عنوان سے موجود ہیں۔ تشریف لے آئے جن کے حق میں خدا نے اپنا کلام اتارا ہے اور جنہوں نے ان حقائق کی تکمیل کی جو حضرت مسیح ناتمام چھوڑ گئے تھے "تورات" و"انجیل" کی جن باتوں کو تم چھپاتے تھے اور بدل سدل کر بیان کرتے تھے ان میں کی سب ضروری باتیں اس نبی آخر الزماں نے ظاہر فرما دیں اور جن باتوں کی اب چنداں ضرورت نہ تھی ان سے درگزر کیا۔

◆ شاید "نور" سے خود نبی کریم ﷺ اور "کتاب مبین" سے قرآن کریم مراد ہے۔ یعنی یہود ونصاریٰ جو وحی الٰہی کی روشنی کو ضائع کر کے اہواء وآراء کی تاریکیوں اور باہمی خلاف وشقاق کے گڑھوں میں پڑے دھکے کھا رہے ہیں جس سے نکلنے کا بحالت موجودہ قیامت تک امکان نہیں ان سے کہہ دو کہ خدا کی سب سے بڑی روشنی آ گئی اگر نجات ابدی کے صحیح راستہ پر چلنا چاہتے ہو تو اس روشنی میں حق تعالیٰ کی رضا کے پیچھے چل پڑو سلامتی کی راہیں کھلی پاؤ گے اور اندھیرے سے نکل کر اجالے میں بے کھٹکے چل سکو گے۔ اور جتنی رضا کے تابع ہو کر چل رہے ہو اسی کی دستگیری سے صراط مستقیم کو بے تکلف طے کر لو گے۔

اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ ۭ قُلْ فَمَنْ يَّمْلِكُ

اللہ وہی مسیح ہے ◆ مریم کا بیٹا ◆ تو کہہ دے ◆ پھر کس کا بس چل سکتا ہے

مِنَ اللّٰهِ شَيْـــًٔـا اِنْ اَرَادَ اَنْ يُّهْلِكَ الْمَسِيْحَ ابْنَ

اللہ کے آگے ◆ اگر وہ چاہے ◆ کہ ہلاک کرے مسیح مریم کے

مَرْيَمَ وَاُمَّهٗ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ۭ وَلِلّٰهِ

بیٹے کو ◆ اور اس کی ماں کو ◆ اور جتنے لوگ ہیں زمین میں سب کو ◆ اور اللہ ہی کے واسطے ہے

مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۭ يَخْلُقُ

سلطنت آسمانوں اور زمین کی ◆ اور جو کچھ درمیان ان دونوں کے ہے ◆ پیدا کرتا ہے

مَا يَشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ وَقَالَتِ

جو چاہے ◆ اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے ◆ اور کہتے ہیں

الْيَهُوْدُ وَالنَّصٰرٰى نَحْنُ اَبْنٰۗؤُا اللّٰهِ وَاَحِبَّاۗؤُهٗ ۭ قُلْ

یہود اور نصاریٰ ◆ ہم بیٹے ہیں اللہ کے ◆ اور اس کے پیارے ◆ تو کہہ

فَلِمَ يُعَذِّبُكُمْ بِذُنُوْبِكُمْ ۭ بَلْ اَنْتُمْ بَشَرٌ مِّمَّنْ

پھر کیوں عذاب کرتا ہے تم کو ◆ تمہارے گناہوں پر ◆ کوئی نہیں بلکہ تم بھی ایک آدمی ہو اس کی

◆ **حضرت مسیح کی الوہیت کا ابطال** یعنی مسیح کے علاوہ خدا کوئی اور چیز نہیں، کہتے ہیں کہ یہ عقیدہ نصاریٰ میں سے "فرقہ یعقوبیہ" کا ہے جن کے نزدیک مسیح کے قالب میں خدا حلول کئے ہوئے ہے (معاذ اللہ) یا یوں کہا جائے کہ جب "نصاریٰ" حضرت مسیح کی نسبت "الوہیت" کے قائل ہیں اور ساتھ ہی توحید کا بھی زبان سے اقرار کرتے جاتے ہیں یعنی خدا ایک ہی ہے تو ان دونوں دعووں کا لازمی نتیجہ ہے کہ ان کے نزدیک مسیح کے سوا کوئی خدا نہ ہو۔ بہرحال کوئی صورت فرض کی جائے اس عقیدہ کے کفر صریح ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہو سکتا ہے۔

◆ یعنی اگر فرض کرو خدائے تعالیٰ یہ چاہے کہ حضرت مسیح اور مریم اور اگلے پچھلے کل زمین پر بسنے والوں کو ایک دم میں ہلاک کر دے (تو تم ہی بتلاؤ) کہ اس کا ہاتھ کون پکڑ سکتا ہے۔ یعنی ازل و ابد کے سارے انسان بھی اگر فرض کرو جمع کر دیئے جائیں اور خدا ایک آن میں سب کو ہلاک کرنا چاہے تو سب کی اجتماعی قوت بھی خدا کے ارادہ کو تھوڑی دیر کے لیے ملتوی نہیں کر سکتی۔ چہ جائیکہ

خَلَقَ ۭ يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَاۗءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَ

پیدا کی ہیں ◆ بخشے جس کو چاہے اور عذاب کرے جس کو چاہے ◆ اور

لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۡ وَاِلَيْهِ

اللہ ہی کے لیے ہے سلطنت آسمانوں اور زمین کی اور جو کچھ دونوں کے بیچ میں ہے اور اسی کی طرف

الْمَصِيْرُ ﴿١٨﴾ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَاۗءَكُمْ رَسُوْلُنَا

لوٹ کر جانا ہے ◆ اے کتاب والو آیا ہے تمہارے پاس رسول ہمارا

يُبَيِّنُ لَكُمْ عَلٰي فَتْرَةٍ مِّنَ الرُّسُلِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا

کھولتا ہے ◆ تم پر رسولوں کے انقطاع کے بعد کبھی تم کہنے لگو کہ ہمارے پاس نہ

جَاۗءَنَا مِنْۢ بَشِيْرٍ وَّلَا نَذِيْرٍ ۡ فَقَدْ جَاۗءَكُمْ بَشِيْرٌ

آیا کوئی خوشی یا ڈر سنانے والا سو آ چکا تمہارے پاس خوشی

وَّنَذِيْرٌ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿١٩﴾ وَاِذْ قَالَ

اور ڈر سنانے والا ◆ اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے ◆ اور جب کہا

مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ

موسیٰ نے اپنی قوم کو اے قوم یاد کرو احسان اللہ کا اپنے اوپر ◆

اِذْ جَعَلَ فِيْكُمْ اَنْۢبِيَاۗءَ وَجَعَلَكُمْ مُّلُوْكًا ڰ وَّاٰتٰىكُمْ

جب پیدا کیے تم میں نبی ◆ اور کر دیا تم کو بادشاہ ◆ اور دیا تم کو

◆ "بشر" اصل لغت میں کھال کی اوپر والی سطح کو کہتے ہیں۔ تھوڑی سی مناسبت سے آدمی کو "بشر" کہنے لگے۔ شبہ اس لفظ کے بیان اختیار کرنے میں یہ تھا کہ تم خدا کا بیٹا اور پیارا قرار دے کر شریف اور معزز انسان بھی نہیں کہا جا سکتا۔ صرف بشر اور [illegible] صورت کے لحاظ سے خدا کے پیدا کیے ہوئے ایک مضمون [illegible] جا سکتے ہو جن کی پیدائش بھی اسی معتاد طریقہ سے ہوئی ہے جس طرح [illegible] ہے۔ [illegible] "ابنیٰء" کا [illegible] بہ حرمت رد ہو سکتا ہے۔

◆ کیونکہ وہی جانتا ہے کہ کون بخشے کے لائق ہے اور کسے سزا دی جائے۔

◆ تو جسے وہ اپنی رحمت اور حکمت سے معاف کرنا چاہے یا عدل و انصاف سے سزا دینا چاہے اس میں کون مزاحم ہو سکتا ہے۔ کسی مجرم کے لئے یہ گنجائش ہے کہ اس کے قلمرو آسمان و زمین سے باہر نکل جائے اور نہ یہ کہ مرنے کے بعد دوسری زندگی میں نہیں اٹھایا جائے۔

◆ **اہل کتاب کو رسول اللہ کی اطاعت کا حکم** یعنی ہمارے عالیمقام پیغمبر نہایت تنقیح کے ساتھ خوب کھول کر بیان کرتے ہیں۔ اس رکوع کے شروع سے "بنی اسرائیل" (یہود و نصاریٰ) کی مختلف قسم کی شرارتوں اور حماقتوں کو بیان فرما کر یہ بتلایا تھا کہ اب ہمارا رسول تمہارے پاس آ چکا جو تمہاری خیانتوں اور غلط کاریوں کو واضح کرتا ہے اور تم کو ظلمت سے نکال کر نور کی طرف لے جانا چاہتا ہے جس کے اتباع پر منحصر فرمایا کتاب اور ہدایت کی طرف جانا دونوں اسی پر موقوف ہے۔ ایک یہ کہ خدا تعالیٰ کی صحیح معرفت حاصل کرو اور مخلوق و خالق کے متعلق غلط عقیدے مت جماؤ۔ لَقَدْ کَفَرَ الَّذِیْنَ قَالُوْآ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِیْحُ ابْنُ مَرْیَمَ سے یہاں تک اسی جزو کا بیان تھا۔ دوسری چیز یہ ہے کہ نبی الانبیاء ﷺ پر ایمان لاؤ جو تمام انبیاء کے متفرق کمالات کے جامع اور شرائع الٰہیہ کے سب سے بڑے اور آخری شارح ہیں۔ اس جزو کا بیان اس آیت یٰٓاَهْلَ الْکِتٰبِ قَدْ جَآءَکُمْ رَسُوْلُنَا یُبَیِّنُ لَکُمْ عَلٰی فَتْرَةٍ الخ میں کیا گیا ہے۔

◆ حضرت مسیح علیہ السلام کے بعد تقریباً چھ سو برس سے انبیاء کی آمد کا سلسلہ منقطع ہو چکا تھا۔ ساری دنیا الا ماشاء اللہ جہل و غفلت اور اوہام و اہواء کی تاریکیوں میں پڑی تھی۔ ہدایت کے چراغ گل ہو چکے تھے۔ ظلم و عدوان اور فساد و طغیان کی گھٹا تمام آفاق پر چھا رہی تھی۔ اس وقت سارے جہان کی اصلاح کے لئے خدا نے سب سے بڑا "ہادی" اور "بشیر و نذیر" بھیجا، جو جاہلوں کو غلط راستہ پر چلنے کے نتائج سے ڈرائے، غافلوں کو چونکا دے، سونے والوں کو خواب غفلت سے بیدار کرے اور پست ہمتوں کو بشارت سنا کر ابھارے۔ اس طرح ساری مخلوق پر خدا کی حجت تمام ہوئی۔ کوئی بہانہ باقی نہ رہا۔

◆ یعنی تم اگر اس پیغمبر کی بات نہ مانو گے تو خدا کو قدرت ہے کہ کوئی دوسری قوم کھڑی کر دے جو اس پیغام کو پوری طرح قبول کرے اور پیغمبر کا ساتھ دے۔ یعنی خدا کا کام کچھ تم پر موقوف نہیں۔

◆ موضح القرآن میں ہے کہ حضرت ابراہیم اپنے باپ کا وطن چھوڑ کر نکلے اللہ کی راہ میں اور ملک شام میں آ کر ٹھہرے، اور مدت تک ان کے اولاد نہ ہوئی۔ تب اللہ نے بشارت دی کہ تیری اولاد بہت پھیلاؤں گا اور زمین شام ان کو دوں گا اور نبوت اور دین اور کتاب اور سلطنت ان میں رکھوں گا۔ پھر حضرت موسیٰ کے وقت وہ وعدہ پورا کیا۔ بنی اسرائیل کو فرعون کی بیگار سے خلاص کیا اور اس کو غرق کیا اور ان کو فرمایا کہ جہاد کرو عمالقہ سے ملک شام فتح کر لو۔ پھر ہمیشہ وہ ملک شام تمہارا ہے۔ حضرت موسیٰ نے بارہ شخص بارہ قبائل بنی اسرائیل پر سردار کئے تھے ان کو بھیجا کہ اس ملک کی خبر لاویں۔ وہ خبر لائے تو ملک شام کی بہت خوبیاں بیان کیں اور وہاں جو قوم مسلط تھی (عمالقہ) ان کا زور و قوت بیان کیا۔ حضرت موسیٰ نے ان کو کہا کہ تم قوم کے سامنے ملک کی خوبی بیان کرو اور دشمن کی قوت کا ذکر مت کرو۔ ان میں سے دو شخص اس حکم پر رہے، باقی دس نے خلاف کیا۔ قوم نے سن کر نامردی کرنے لگی اور چاہا کہ پھر الٹے مصر چلے جائیں۔ اس تقصیر کی وجہ سے چالیس برس تک ملک نہ دیا۔ اتنی مدت جنگلوں میں بھٹکتے پھرتے رہے۔ جب اس قرن کے لوگ مر چکے اور وہ دو شخص کہ وہی حضرت موسیٰ کے بعد خلیفہ ہوئے ان کے ہاتھ سے فتح ہوئی۔

◆ **بنی اسرائیل پر اللہ کی نعمتوں کا ذکر** یعنی تمہارے جد اعلیٰ حضرت ابراہیم سے لے کر آج تک کتنے نبی تم میں پیدا کئے۔ مثلاً حضرت اسمٰعیل، اسحٰق، یعقوب، یوسف اور خود موسیٰ و ہارون علیہم الصلوٰۃ والسلام۔ پھر ان کے بعد بھی یہی سلسلہ مدت دراز تک ان میں قائم رہا۔

◆ یعنی فرعونیوں کی ذلیل ترین غلامی سے آزادی دلا کر ان کے اموال و املاک پر قبضہ کیا اور اس سے پہلے تم ہی میں سے حضرت یوسف علیہ السلام کو مصر کے خزائن اور سلطنت پر کیسا تسلط عطا فرمایا۔ پھر مستقبل میں بھی حضرت سلیمان وغیرہ نبی اور بادشاہ پیدا کئے۔ گویا دین اور دنیا دونوں کی اعلیٰ نعمتوں سے تم کو سرفراز کیا۔ کیونکہ دینی مناصب میں سب سے بڑا منصب نبوت اور دنیوی اقبال کی آخری حد آزادی اور بادشاہت ہے۔ یہ دونوں چیزیں مرحمت کی گئیں۔

مَا لَمْ يُؤْتِ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٢٠﴾ يٰقَوْمِ ادْخُلُوا

جو نہیں دیا تھا کسی کو ۔ جہان میں ۔ اے قوم داخل ہو

الْاَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ الَّتِيْ كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ وَلَا

زمین پاک میں ۔ جو لکھ دی ہے اللہ نے تمہارے واسطے ۔ اور نہ

تَرْتَدُّوْا عَلٰٓى اَدْبَارِكُمْ فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِيْنَ ﴿٢١﴾ قَالُوْا

لوٹو اپنی پیٹھ کی طرف ۔ پھر جا پڑو گے نقصان میں ۔ بولے

يٰمُوْسٰٓى اِنَّ فِيْهَا قَوْمًا جَبَّارِيْنَ ۖ وَاِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَا

اے موسیٰ ۔ وہاں ایک قوم ہے زبردست ۔ اور ہم ہرگز وہاں نہ جاویں گے

حَتّٰى يَخْرُجُوْا مِنْهَا ۚ فَاِنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَا فَاِنَّا

جب تک کہ وہ نکل جاویں اس میں سے ۔ پھر اگر وہ نکل جاویں گے اس میں سے ۔ تو ہم ضرور

دٰخِلُوْنَ ﴿٢٢﴾ قَالَ رَجُلٰنِ مِنَ الَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ اَنْعَمَ

داخل ہوں گے ۔ کہا دو مردوں نے ۔ اللہ سے ڈرنے والوں میں سے ۔ کہ خدا کی نوازش تھی

اللّٰهُ عَلَيْهِمَا ادْخُلُوْا عَلَيْهِمُ الْبَابَ ۚ فَاِذَا دَخَلْتُمُوْهُ

ان دو پر ۔ گھس جاؤ ان پر حملہ کر کے دروازہ میں ۔ پھر جب تم اس میں گھس جاؤ گے

فَاِنَّكُمْ غٰلِبُوْنَ ۚ وَعَلَى اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوْٓا اِنْ كُنْتُمْ

تو تم ہی غالب ہو گے ۔ اور اللہ پر بھروسہ کرو ۔ اگر یقین

مُّؤْمِنِيْنَ ﴿٢٣﴾ قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَآ اَبَدًا

رکھتے ہو ۔ بولے ۔ اے موسیٰ ۔ ہم ہرگز نہ جاویں گے ۔ ساری عمر

◆ یعنی اس وقت جب موسیٰ علیہ السلام کو یہ خطاب فرما رہے تھے بنی اسرائیل پر تمام دنیا کے لوگوں سے زیادہ خدا کی نوازشیں ہوئی ہیں اور اگر "اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِیْنَ" کو عموم پر حمل کیا جائے تو یہ اس لئے صحیح نہیں کہ امت محمدیہ کی نسبت خود قرآن میں تصریح ہے۔ کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ (آل عمران رکوع ۱۲) اور وَکَذٰلِکَ جَعَلْنٰکُمْ اُمَّۃً وَّسَطًا لِّتَکُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَی النَّاسِ (بقرہ رکوع ۱۷)

◆ **یہودیوں کو ارض مقدس میں داخلے کا حکم اور ان کی بزدلی** | یعنی خدا نے جو حضرت ابراہیمؑ سے وعدہ فرمایا تھا کہ تیری اولاد کو یہ ملک دوں گا وہ وعدہ ضرور پورا ہونا ہے۔ خوش قسمت ہوں گے وہ لوگ جن کے ہاتھوں پر پورا ہو۔

◆ یعنی جہاد فی سبیل اللہ میں بزدلی اور پست ہمتی دکھا کر غلامی کی زندگی کی طرف مت بھاگو۔

◆ یعنی بہت قوی ہیکل تنومند اور بڑے رعب داب۔

◆ یعنی مقابلہ کی ہمت ہم میں نہیں۔ ہاں بدون ہاتھ پاؤں ہلائے پکی پکائی کھالیں گے۔ آپ معجزہ کے زور سے انہیں نکال دیں۔

◆ دو شخص حضرت یوشع بن نون اور کالب بن یوفنا تھے جو خدا سے ڈرتے تھے۔ اسی لئے عمالقہ وغیرہ کا کچھ ڈر ان کو نہ تھا۔ ہر کہ ترسید از حق و تقویٰ گزید ترسد از وے جن و انس و ہر کہ دید

◆ یعنی ہمت کر کے شہر کے پھاٹک تک تو چلو پھر خدا تم کو غالب کرے گا۔ خدا اسی کی مدد کرتا ہے جو خود بھی اپنی مدد کرے۔

◆ **توکل کا مفہوم** | معلوم ہوا کہ اسباب مشروعہ کو ترک کرنا توکل نہیں۔ "توکل" یہ ہے کہ کسی نیک مقصد کے لئے انتہائی کوشش اور جہاد کرے۔ پھر اس کے مثمر و نتیجہ خیز ہونے کے لئے خدا پر بھروسہ رکھے اپنی کوشش پر نازاں اور مغرور نہ ہو۔ باقی اسباب مشروعہ کو چھوڑ کر خالی امیدیں باندھتے رہنا توکل نہیں تعطل ہے۔

مَّا دَامُوْا فِيْهَا فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَاۤ اِنَّا

جب تک وہ رہیں گے اس میں | سو تو جا | اور تیرا رب | اور تم دونوں لڑو ہم

هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ ﴿۲۴﴾ قَالَ رَبِّ اِنِّیْ لَاۤ اَمْلِكُ اِلَّا

تو یہیں بیٹھے ہیں ◆ بولا اے رب | میرے اختیار میں نہیں | مگر

نَفْسِیْ وَاَخِیْ فَافْرُقْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ ﴿۲۵﴾

میری جان اور میرا بھائی ◆ سو جدائی کر دے تو ہم میں | اور اس نافرمان قوم میں

قَالَ فَاِنَّهَا مُحَرَّمَةٌ عَلَيْهِمْ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً ۚ

فرمایا تحقیق وہ زمین حرام کی گئی ہے | ان پر | چالیس برس

يَتِيْهُوْنَ فِي الْاَرْضِ ۗ فَلَا تَاْسَ عَلَى الْقَوْمِ

سر مارتے پھریں گے | ملک میں | سو تو افسوس نہ کر | نافرمان

الْفٰسِقِيْنَ ﴿۲۶﴾ وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ ابْنَیْ اٰدَمَ بِالْحَقِّ ۘ

لوگوں پر ◆ اور سنا ان کو | حال واقعی آدم کے دو بیٹوں کا ◆

◆ یہاں قوم کا مقولہ ہے جو نحن ابناء اللہ و احباؤہ کا دعویٰ رکھتی تھی کر یہ گستاخانہ کلمات ان کے تمرد و طغیان سے کچھ بھی مستبعد نہیں۔

◆ **حضرت موسیٰ کی دعا** حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تنگ دل ہو کر یہ دعا فرمائی۔ چونکہ تمام قوم کی عدول حکمی اور بزدلانہ عصیان کا مشاہدہ فرما رہے تھے اس لئے دعا میں بھی اپنے اور اپنے بھائی ہارون علیہ السلام کے سوا کہ وہ بھی نبی معصوم تھے اور کسی کا ذکر نہیں کیا۔ یوشع اور کالب بھی ان دونوں کے ساتھ ضمناً آ گئے۔

◆ **مسلمانوں اور یہود کا اس حکم میں موازنہ** یعنی جدائی کی دعا حسی اور ظاہری طور پر تو قبول نہ ہوئی۔ ہاں معنًا جدائی ہو گئی کہ وہ سب تو عذاب الٰہی میں گرفتار ہو کر حیران و سرگرداں پھرتے تھے اور حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام پیغمبرانہ اطمینان اور پورے سکون کے ساتھ اپنے منصب ارشاد و اصلاح پر قائم رہے۔ جیسے کسی بستی میں عام وبا پھیل پڑے اور ہزاروں بیماروں کے

إِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا فَتُقُبِّلَ مِنْ أَحَدِهِمَا وَلَمْ يُتَقَبَّلْ

جب نیاز کی دونوں نے کچھ نیاز　اور قبول ہوئی ایک کی　اور نہ قبول ہوئی

مِنَ الْاٰخَرِ ۭ قَالَ لَاَقْتُلَنَّكَ ۭ قَالَ إِنَّمَا يَتَقَبَّلُ

دوسرے کی　کہا میں تجھ کو مار ڈالوں گا　وہ بولا　اللہ قبول کرتا ہے

اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِينَ ﴿٢٧﴾ لَئِنْ بَسَطْتَ إِلَيَّ يَدَكَ

تو پرہیزگاروں سے　اگر تو ہاتھ چلاوے گا مجھ پر

لِتَقْتُلَنِيْ مَآ أَنَا بِبَاسِطٍ يَّدِيَ إِلَيْكَ لِأَقْتُلَكَ ۚ

مارنے کو　میں نہ ہاتھ چلاؤں گا تجھ پر　مارنے کو

إِنِّيْٓ أَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٢٨﴾ إِنِّيْٓ أُرِيْدُ

میں ڈرتا ہوں اللہ سے　جو پروردگار ہے سب جہان کا　میں چاہتا ہوں

أَنْ تَبُوْٓأَ بِإِثْمِيْ وَإِثْمِكَ فَتَكُوْنَ مِنْ أَصْحٰبِ

کہ تو حاصل کرے میرا گناہ　اور اپنا گناہ　پھر ہو جاوے تو دوزخ والوں

النَّارِ ۚ وَذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الظّٰلِمِيْنَ ﴿٢٩﴾ فَطَوَّعَتْ لَهٗ

میں　اور یہی ہے سزا ظالموں کی　پھر اس کو راضی کیا اس کے

نَفْسُهٗ قَتْلَ أَخِيْهِ فَقَتَلَهٗ فَأَصْبَحَ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿٣٠﴾

نفس نے خون پر اپنے بھائی کے　پھر اس کو مار ڈالا　سو ہو گیا نقصان اٹھانے والوں میں

فَبَعَثَ اللّٰهُ غُرَابًا يَّبْحَثُ فِي الْأَرْضِ لِيُرِيَهٗ

پھر بھیجا اللہ نے ایک کوا　جو کریدتا تھا زمین کو　تاکہ اس کو سکھلاوے

كَيْفَ يُوَارِىْ سَوْءَةَ اَخِيْهِ ؕ قَالَ يٰوَيْلَتٰۤى اَعَجَزْتُ

کس طرح چھپاتا ہے لاش اپنے بھائی کی بولا اے افسوس مجھ سے اتنا نہ ہو سکا

اَنْ اَكُوْنَ مِثْلَ هٰذَا الْغُرَابِ فَاُوَارِىَ سَوْءَةَ

کہ ہوں برابر اس کوے کی کہ میں چھپاؤں لاش اپنے بھائی

اَخِىْ ۚ فَاَصْبَحَ مِنَ النّٰدِمِيْنَ ﴿۳۱﴾ مِنْ اَجْلِ ذٰلِكَ ۛۚ

کی ◆ پھر لگا پچھتانے ◆ اسی سبب سے

كَتَبْنَا عَلٰى بَنِىْۤ اِسْرَآءِيْلَ اَنَّهٗ مَنْ قَتَلَ نَفْسًۢا

لکھا ہم نے ◆ بنی اسرائیل پر کہ جو کوئی قتل کرے ایک جان

بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِى الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ

کو بلا عوض جان کے یا بغیر فساد کرنے کے ملک میں ◆ تو گویا قتل کر ڈالا

النَّاسَ جَمِيْعًا ؕ وَمَنْ اَحْيَاهَا فَكَاَنَّمَاۤ اَحْيَا

اس نے سب لوگوں کو اور جس نے زندہ رکھا ایک جان کو تو گویا زندہ کر دیا

النَّاسَ جَمِيْعًا ؕ وَلَقَدْ جَآءَتْهُمْ رُسُلُنَا بِالْبَيِّنٰتِ ۫

سب لوگوں کو ◆ اور لا چکے ہیں ان کے پاس رسول ہمارے کھلے ہوئے حکم ◆

ثُمَّ اِنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ فِى الْاَرْضِ

پھر بہت لوگ ان میں سے اس پر بھی ملک میں

لَمُسْرِفُوْنَ ﴿۳۲﴾ اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِيْنَ يُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ

دست درازی کرتے ہیں ◆ یہی سزا ہے ان کی جو لڑائی کرتے ہیں اللہ سے

◆ **ہابیل کی لاش کی تدفین** چونکہ اس سے پہلے کوئی انسان مرا نہ تھا اس لئے قتل کے بعد اس کی سمجھ میں نہ آیا کہ لاش کو کیا کرے۔ آخر ایک کوّے کو دیکھا کہ زمین کرید رہا ہے یا دوسرے مردہ کوّے کو مٹی ہٹا کر زمین میں چھپا رہا ہے۔ اسے دیکھ کر کچھ عقل آئی کہ میں بھی اپنے بھائی کی لاش کو دفن کر دوں اور افسوس بھی ہوا کہ میں عقل و فہم اور بھائی کی ہمدردی میں اس جانور سے بھی گیا گزرا ہوں۔ شاید اسی لئے حق تعالیٰ نے ایک ادنیٰ جانور کے ذریعہ سے اسے تنبیہ فرمائی کہ وہ اپنی وحشت اور حماقت پر کچھ شرمائے۔ جانوروں میں کوّے کی یہ خصوصیت ہے کہ اپنے بھائی کی لاش کو کھلا چھوڑ دینے پر بہت شور مچاتا ہے۔

◆ پچھتاوا وہ نافع ہے جس کے ساتھ گناہ سے معذرت و اقرار اور عزم و تدارک بھی ہو۔ اس موقع پر اسکا پچھتانا حق تعالیٰ سے پشیمان ہو کر نہیں بلکہ اپنی پریشانی پر تھا جو قتل کے بعد اسے لاحق ہوئی۔

◆ یعنی ناحق قتل میں جو دنیوی اور اخروی خسارہ ہے اور جو مفاسد اس پر مرتب ہوتے ہیں جیسے کہ قابیل بھی اس حرکت کے بعد بسا اوقات پچھتاتا اور کف افسوس ملتا ہے۔ اسی سبب سے ہم نے بنی اسرائیل کو یہ ہدایت کی کہ۔

◆ **ایک بے گناہ کا قتل تمام انسانوں کا قتل ہے** ملک میں فساد کرنے کی بہت سی صورتیں ہیں۔ مثلاً الحاد کی تعلیم دے یا کسی نبی کی اہانت کرے یا (العیاذ باللہ) مرتد ہو کر پھر دوسروں کو مرتد ہونے کی ترغیب دے (قرطبی وغیرہ)۔

◆ یعنی اول روئے زمین پر بڑا گناہ یہی ہوا کہ قابیل نے ہابیل کو قتل کیا۔ اسکے بعد رسم پڑ گئی۔ اسی سبب سے تورات میں اس طرح فرمایا کہ "ایک کو مارا جیسے سب کو مارا" یعنی ایک نے ناحق خون کرنے سے دوسرے بھی اس جرم پر دلیر ہوتے ہیں۔ تو اس حیثیت سے جو شخص ایک کو قتل کر کے بدامنی کی بنا قائم کرتا ہے گویا وہ سب انسانوں کو قتل اور عام بدامنی کا دروازہ کھول رہا ہے اور جو کسی ایک کو زندہ کرتا یعنی کسی ظالم قاتل کے ہاتھ سے بچاتا ہے گویا وہ اپنے عمل سے سارے انسانوں کو بچانے اور مامون کرنے کی دعوت دے رہا ہے۔

◆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے "بینات" سے کھلے ہوئے احکام مراد لئے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ بینات سے وہ کھلے کھلے نشان مراد لئے جائیں جن سے کسی پیغمبر کے من عند اللہ ہونے کی تصدیق ہوتی ہو۔

◆ یعنی "بنی اسرائیل" کے بہت سے لوگ ایسے کھلے نشان دیکھ کر اور ایسے کھلے احکام سن کر بھی اپنے ظلم و طغیان اور دست درازیوں سے باز نہ آئے۔ انبیائے معصومین کو قتل اور آپس میں ناحق خون کرنا انکا ہمیشہ سے وطیرہ رہا ہے اور آج بھی خاتم الانبیاء ﷺ کے (العیاذ باللہ) قتل یا ایذا رسانی اور مسلمانوں کی تذلیل کے لئے ہر قسم کی تدابیر اور سازشیں کرتے رہتے ہیں اور اتنا نہیں سمجھتے کہ جب حکم تورات کے موافق ایک ناحق کسی ایک آدمی کا ناحق مارا جانا اتنا بڑا جرم ہے کہ گویا وہ قاتل تمام دنیا کے انسانوں کا قاتل ہے تو دنیا کے سب سے زیادہ کامل و اکمل انسان اور سب سے زیادہ مقبول و مقدس جماعت کے قتل و ایذا رسانی کے درپے ہونا اور ان سے لڑائی اور مقابلہ کے لئے کمر باندھنا خدا کے نزدیک کتنا بھاری جرم ہوگا۔ خدا کے سفیروں سے لڑائی تو درحقیقت خدا ہی سے لڑائی کرنا ہے۔ شاید اسی لئے اگلی آیت میں ان لوگوں کی دنیوی اور اخروی سزا کا ذکر کیا گیا ہے جو خدا اور پیغمبر سے لڑائی کرتے ہیں یا دنیا میں طرح طرح کے فساد پھیلا کر "یَسْعَوْنَ فِی الْاَرْضِ" کے مصداق بنتے ہیں۔

وَرَسُولَهُ وَيَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ فَسَادًا أَنْ يُقَتَّلُوا

اور اس کے رسول سے ۔ اور دوڑتے ہیں ۔ ملک میں ۔ فساد کرنے کو ۔ کہ ان کو قتل کیا جائے

أَوْ يُصَلَّبُوا أَوْ تُقَطَّعَ أَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُمْ مِنْ

یا سولی چڑھائے جاویں ۔ یا کاٹے جاویں ۔ ان کے ہاتھ ۔ اور پاؤں ۔ مخالف

خِلَافٍ أَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْأَرْضِ ۚ ذَٰلِكَ لَهُمْ

جانب سے ۔ یا دور کر دیے جاویں اس جگہ سے ۔ یہ ان کی

خِزْيٌ فِي الدُّنْيَا ۖ وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ

رسوائی ہے ۔ دنیا میں ۔ اور ان کے لیے ۔ آخرت میں ۔ بڑا

عَظِيمٌ ﴿٣٣﴾ إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا مِنْ قَبْلِ أَنْ تَقْدِرُوا

عذاب ہے ۔ مگر جنہوں نے توبہ کی ۔ تمہارے قابو پانے سے

عَلَيْهِمْ ۖ فَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿٣٤﴾ يَا أَيُّهَا

پہلے ۔ تو جان لو کہ اللہ بخشنے والا مہربان ہے ۔ اے

الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ

ایمان والو ۔ ڈرتے رہو اللہ سے ۔ اور ڈھونڈو اس تک وسیلہ

وَجَاهِدُوا فِي سَبِيلِهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴿٣٥﴾ إِنَّ

اور جہاد کرو ۔ اس کی راہ میں ۔ تاکہ تمہارا بھلا ہو ۔ جو

الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْ أَنَّ لَهُمْ مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا

لوگ کافر ہیں ۔ اگر ان کے پاس ہو ۔ جو کچھ زمین میں ہے ۔ سارا

◆ **بدامنی پھیلانے والوں کی سزا** | یعنی بدامنی کرتے ہیں۔ بعض مفسرین نے اس جگہ رہزنی اور ڈکیتی مراد لی ہے مگر الفاظ کو عموم پر رکھا جائے تو مضمون زیادہ وسیع ہو جاتا ہے۔ آیت کی جو شان نزول احادیث صحیحہ میں بیان ہوئی ہے وہ بھی اسی کو مقتضی ہے کہ الفاظ کو ان کے عموم پر رکھا جائے۔ "اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کرنا" یا "زمین میں فساد اور بدامنی پھیلانا" یہ دو لفظ ایسے ہیں جن میں کفار کے حملے، ارتداد کا فتنہ، رہزنی، ڈکیتی، ناحق قتل و نہب، مجرمانہ سازشیں اور مغویانہ پروپیگنڈا سب داخل ہو سکتے ہیں اور ان میں سے ہر جرم ایسا ہے جس کا ارتکاب کرنے والا ان چار سزاؤں میں سے جو آگے مذکور ہیں کسی نہ کسی سزا کا ضرور مستحق ٹھہرتا ہے۔

◆ ۲ یعنی داہنا ہاتھ اور بایاں پاؤں۔

◆ ۳ نکالیں اور بھگا کر انہیں قید کر دیں یہی مذہب ہے امام ابی حنیفہ رحمہ اللہ۔

◆ ۴ ڈاکوؤں کے احوال چار ہو سکتے تھے۔ (۱) قتل کیا ہو مگر مال لینے کی نوبت نہ آئی (۲) قتل بھی کیا اور مال بھی لیا (۳) مال چھینا پر قتل نہیں کیا (۴) نہ مال چھین سکے نہ قتل کر سکے قصد اور تیاری کرنے کے بعد ہی گرفتار ہو گئے۔ چاروں حالتوں میں بالترتیب یہی چار سزائیں ہیں جو بیان ہوئیں۔

◆ ۵ **توبہ سے حقوق اللہ کی معافی** | یعنی مذکورہ بالا سزائیں جو حدود اور حق اللہ کے طور پر تھیں وہ گرفتاری سے قبل توبہ کر لینے سے معاف ہو جاتی ہیں۔ حقوق العباد معاف نہیں ہوں گے۔ مثلاً اگر کسی کا مال لیا تھا تو ضمان دینا ہوگا، قتل کیا تھا تو قصاص لیا جائے گا۔ ہاں ان چیزوں کے معاف کرنے کا حق صاحب مال اور ولی مقتول کو حاصل ہے (تنبیہ) اس حد کے سوا باقی حدود مثلاً حد زنا، حد شرب خمر، حد سرقہ، حد قذف توبہ سے مطلقاً ساقط نہیں ہوتیں۔

◆ ۶ **لفظ وسیلہ کی تفسیر** | "وسیلہ" کی تفسیر ابن عباس، مجاہد، ابو وائل، حسن وغیرہ اکابر سلف نے قربت سے کی ہے تو وسیلہ ڈھونڈنے کے معنی یہ ہوئے کہ اس کا قرب و وصول تلاش کرو۔ قتادہ نے کہا "ای تقربوا الیہ بطاعتہ والعمل بما یرضیہ" "خدا کی نزدیکی حاصل کرو اس کی فرمانبرداری اور پسندیدہ عمل کے ذریعہ سے" ایک شاعر کہتا ہے۔

اذا غفل الواشون عدنا لوصلنا　　وعاد التصافی بیننا والوسائل

اس میں بھی وسیلہ بمعنی قرب و اتصال کے مراد ہیں۔ اور جو حدیث میں آیا ہے کہ "وسیلہ" جنت میں ایک نہایت ہی اعلیٰ منزل ہے جو دنیا میں سے کسی ایک بندہ کو ملے گی۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ تم اذان کے بعد میرے لئے خدا سے وہی مقام طلب کیا کرو۔ تو اس مقام کا نام بھی "وسیلہ" اسی لئے رکھا گیا کہ جنت کی تمام منزلوں میں وہ سب سے زیادہ عرش رحمٰن کے قریب ہے اور حق تعالیٰ کے مقامات قرب میں سب سے بلند واقع ہوا ہے۔ بہرحال پہلے فرمایا کہ ڈرتے رہو اللہ سے لیکن یہ ڈر ایسا نہیں جیسے آدمی سانپ بچھو یا شیر بھیڑیے سے ڈر کر دور بھاگتا ہے بلکہ اس بات سے ڈرتا کہ کہیں اس کی خوشنودی اور رحمت سے دور نہ جا پڑیں۔ اسی لئے اتقوا اللہ کے بعد وابتغوا الیہ الوسیلۃ فرمایا۔ یعنی اس کی ناخوشی اور بعد و ہجر سے ڈر کر قرب و وصول حاصل کرنے کی کوشش کرو اور ظاہر ہے کہ کسی چیز سے قریب ہم اسی وقت ہو سکتے ہیں جبکہ درمیانی راستہ قطع کر لیں جس پر چل کر اس کے پاس پہنچ سکتے ہوں۔ اسی کو فرمایا "وجاہدوا فی سبیلہ" جہاد کرو اس کی راہ میں یعنی اس پر پہنچنے کی پوری پوری کوشش کرو "لعلکم تفلحون" تاکہ تم اس کی نزدیکی حاصل کرنے میں کامیاب ہو سکو۔

◆ ۷ پچھلے رکوع کے آخر میں جن لوگوں کی دنیوی و اخروی سزا بیان فرمائی تھی جو خدا اور رسول سے جنگ کرتے اور ملک میں بدامنی اور فساد پھیلاتے ہیں۔ اس رکوع میں مسلمانوں کو ان سزاؤں سے بچا کر بتلایا گیا کہ جب شقی اور بدبخت لوگ خدا اور رسول سے جنگ کر رہے ہیں تو تم خدا اور رسول کی طرف ہو کر جہاد کرو۔ وہ اگر زمین پر فساد پھیلاتے ہیں تو تم اپنی کوشش اور حسن عمل سے اس دشمن کو ختم کرنے کی فکر کرو۔

وَمِثْلَهُ مَعَهُ لِيَفْتَدُوا بِهِ مِنْ عَذَابِ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ

اور اس کے ساتھ اتنا ہی اور ہو ۔ کہ بدلہ میں دیں اس کو ۔ قیامت کے عذاب سے

مَا تُقُبِّلَ مِنْهُمْ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿٣٦﴾ يُرِيدُونَ

تو ان سے قبول نہ ہوگا ۔ اور ان کے واسطے عذاب دردناک ہے ◆ چاہیں گے

أَنْ يَخْرُجُوا مِنَ النَّارِ وَمَا هُمْ بِخٰرِجِينَ مِنْهَا ۖ

کہ نکل جاویں ۔ آگ سے ۔ اور وہ اس سے نکلنے والے نہیں

وَلَهُمْ عَذَابٌ مُقِيمٌ ﴿٣٧﴾ وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ

اور ان کے لیے عذاب دائمی ہے ◆ اور چوری کرنے والا مرد اور چوری کرنے والی عورت

فَاقْطَعُوا أَيْدِيَهُمَا جَزَاءً بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِنَ

کاٹ ڈالو ان کے ہاتھ ◆ سزا میں ان کی کمائی کی ۔ تنبیہ ہے اللہ کی

اللّٰهِ ۗ وَاللّٰهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴿٣٨﴾ فَمَنْ تَابَ مِنْ بَعْدِ

طرف سے ◆ اور اللہ غالب ہے حکمت والا ◆ پھر جس نے توبہ کی ۔ اپنے ظلم

ظُلْمِهِ وَأَصْلَحَ فَإِنَّ اللّٰهَ يَتُوبُ عَلَيْهِ ۗ إِنَّ اللّٰهَ

کے پیچھے ۔ اور اصلاح کی ۔ تو اللہ قبول کرتا ہے اس کی توبہ ۔ بے شک اللہ

غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿٣٩﴾ أَلَمْ تَعْلَمْ أَنَّ اللّٰهَ لَهُ مُلْكُ

بخشنے والا مہربان ہے ◆ تجھ کو معلوم نہیں ۔ کہ اللہ ہی کے واسطے ہے سلطنت

السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ ۖ يُعَذِّبُ مَنْ يَشَاءُ وَيَغْفِرُ

آسمانوں اور زمین کی ۔ عذاب کرے ۔ جس کو چاہے ۔ اور بخشے

◆ **نجات مال سے حاصل نہیں ہوتی** | پچھلی آیت میں بتلایا تھا کہ انسان خدا سے ڈرنے اس کا قرب حاصل کرنے اور اس کی راہ میں جہاد کرنے ہی سے فلاح و کامیابی کی امید کر سکتا ہے۔ اس آیت میں متنبہ فرما دیا کہ جن لوگوں نے خدا سے روگردانی کی وہ آخرت میں اگر روئے زمین کے سارے خزانے بلکہ اس سے بھی زائد خرچ کرنا چاہیں اور فدیہ دے کر عذاب الٰہی سے چھوٹنا چاہیں گے تو یہ ممکن نہ ہوگا۔ غرض وہاں کی کامیابی "تقویٰ" "ابتغائے وسیلہ" اور "جہاد فی سبیل اللہ" سے حاصل ہوتی ہے۔ رشوت اور فدیہ سے نہیں ہو سکتی۔

◆ احادیث کثیرہ سے ثابت ہے کہ بہت سے گنہگار مومنین ایک مدت تک دوزخ میں رہ کر پھر نکالے جائیں گے اور حق تعالیٰ اپنے فضل و رحمت سے جنت میں داخل کرے گا۔ یہ آیت ان احادیث کے مخالف نہیں کیونکہ یہاں شروع آیت سے صرف کفار کا حال بیان کیا گیا ہے مومنین کے متعلق اس آیت میں کوئی حرف نہیں۔

◆ **چوری کی سزا** | یعنی پہلی مرتبہ چوری کرے تو دہنا ہاتھ گٹے پر سے کاٹ دو۔ باقی تفاصیل کتب فقہ میں ملیں گی۔ پچھلے رکوع میں ڈکیتی وغیرہ کی سزا ذکر کی گئی تھی۔ درمیان میں بعض مناسبات کی وجہ سے جن کو ہم بیان کر چکے ہیں، مومنین کو چند ضروری نصائح کی گئیں۔ اب پھر سے پچھلے مضمون کی تکمیل کی جاتی ہے۔ یعنی وہاں ڈکیتی کی سزا مذکور ہوئی تھی۔ اس آیت میں چوری کی سزا بتلا دی۔

◆ **سخت سزاؤں کی حکمت** | یعنی چور کا ہاتھ کاٹنا مال مسروق کا بدلہ نہیں، بلکہ اس کے فعل "سرقہ" کی سزا ہے تاکہ اسے اور دوسرے چوروں کو تنبیہ ہو جائے۔ بلاشبہ جہاں کہیں یہ حدود جاری ہوتی ہیں وہ چوری کی سزا پانے کے بعد چوری کا دروازہ قطعاً بند ہو جاتا ہے۔ آج کل مدعیان "تہذیب" اس قسم کی حدود کو وحشیانہ سزا سے موسوم کرتے ہیں۔ لیکن چوری کرنا اگر ان صاحبوں کے نزدیک کوئی مہذب عمل نہیں ہے تو یقیناً آپ کی مہذب سزا اس غیر مہذب دستور کے استیصال میں کامیاب نہیں ہو سکتی۔ اگر تھوڑی سی وحشت کو قبول کرنے سے بہت سے چور مہذب بنائے جا سکتے ہوں تو حامیان تہذیب کو خوش ہونا چاہئے کہ لوگ "تہذیب" میں اس وحشت سے داخل ہو رہے ہیں۔ بعض بے باک یا نا سمجھ مفسر بھی اس کوشش میں ہیں کہ "قطع ید" (ہاتھ کاٹنے) کی سزا کو چوری کی انتہائی سزا قرار دے کر اس سے ہلکی سزا دینے کا اختیار شریعت حقہ سے حاصل کر لیں مگر مشکل یہ ہے کہ نہ تو چوری کی اس سے ہلکی سزا قرآن کریم میں کہیں موجود ہے نہ عہد نبوت یا عہد صحابہ میں اس کی کوئی نظیر پائی گئی۔ کیا کوئی شخص یہ دعویٰ کر سکتا ہے کہ اتنے طویل عرصہ میں جتنے چور پکڑے گئے ان میں ایک بھی ابتدائی چور نہ تھا۔ جس پر علی الزعم بیان جوازی کے طور پر "قطع ید" سے ہلکی کوئی ابتدائی سزا جاری کی جاتی۔ کسی ملحد نے پرانے زمانہ میں اسی "حد سرقہ" پر یہ بھی شبہ کیا تھا کہ جب شریعت نے ایک ہاتھ کی دیت پانسو دینار رکھی ہے تو اتنا قیمتی ہاتھ جس کے کٹنے پر پانسو دینار واجب ہوں دس پانچ روپیہ کی چوری میں کس طرح کاٹا جا سکتا ہے۔ ایک عالم نے اس کے جواب میں کیا خوب فرمایا "انها لما كانت امينة كانت ثمينة فلما خانت هانت" یعنی جب تک ہاتھ امین تھا وہ قیمتی تھا۔ جب (چوری کر کے) خائن ہوا تو ذلیل ہوا۔

◆ چونکہ غالب ہے اس لئے اسے حق ہے کہ جو چاہے قانون نافذ کرے کوئی چون و چرا نہیں کر سکتا۔ لیکن چونکہ حکمت والا بھی ہے اس لئے یہ احتمال نہیں کہ محض اپنے اختیار کامل سے کام لے کر کوئی قانون بے موقع نافذ کرے۔ نیز ہو نہیں سکتا کہ ناتواں بندوں کے اموال کی حفاظت کا کوئی انتظام نہ کرے یہ اس کی عزت اور غلبہ کے منافی ہے اور چوروں ڈاکوؤں کو یونہی آزاد چھوڑ دے یہ اس کی حکمت کے خلاف ہے۔

◆ **چور کی توبہ قابل قبول ہے** | یعنی توبہ اگر ٹھیک ٹھیک ہو جس کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ چوری کا مال مالک کو واپس کرے اور اگر تلف ہو گیا ہو تو ضمان دے اور ضمان نہ دے سکے تو معاف کرائے۔ اور اپنے فعل پر نادم ہو اور آئندہ کے لئے اس سے بچتے رہنے کا عزم رکھے۔ تو اس طرح کی توبہ سے امید ہے کہ حق تعالیٰ اخروی عقوبت جس کے مقابلہ میں دنیوی سزا کی کچھ حقیقت نہیں اس پر سے اٹھا لے۔

لِمَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۴۰﴾ يٰۤاَيُّهَا

جس کو چاہے ◆ اور اللہ سب چیز پر قادر ہے ◆ اے

الرَّسُوْلُ لَا يَحْزُنْكَ الَّذِيْنَ يُسَارِعُوْنَ فِى الْكُفْرِ

رسول غمگین نہ کریں تجھ کو جو دوڑ دوڑ کر گرتے ہیں کفر میں ◆

مِنَ الَّذِيْنَ قَالُوْۤا اٰمَنَّا بِاَفْوَاهِهِمْ وَلَمْ تُؤْمِنْ

وہ لوگ جو کہتے ہیں ہم مسلمان ہیں اپنے منہ سے اور ان کے دل

قُلُوْبُهُمْ ۛۚ وَمِنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا ۛۚ سَمّٰعُوْنَ

مسلمان نہیں ◆ اور وہ جو یہودی ہیں ◆ جاسوسی کرتے ہیں

لِلْكَذِبِ سَمّٰعُوْنَ لِقَوْمٍ اٰخَرِيْنَ ۙ لَمْ يَاْتُوْكَ ؕ

جھوٹ بولنے کے لیے وہ جاسوس ہیں دوسری جماعت کے جو تجھ تک نہیں آئے ◆

يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ مِنْۢ بَعْدِ مَوَاضِعِهٖ ۚ يَقُوْلُوْنَ

بدل ڈالتے ہیں بات کو اس کا ٹھکانا چھوڑ کر ◆ کہتے ہیں

اِنْ اُوْتِيْتُمْ هٰذَا فَخُذُوْهُ وَاِنْ لَّمْ تُؤْتَوْهُ

اگر تم کو یہ حکم ملے تو قبول کر لینا اور اگر یہ حکم نہ ملے

فَاحْذَرُوْا ؕ وَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ فِتْنَتَهٗ فَلَنْ تَمْلِكَ

تو بچتے رہنا ◆ اور جس کو اللہ نے گمراہ کرنا چاہا سو تو اس کے لیے

لَهٗ مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا ؕ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَمْ يُرِدِ

کچھ نہیں کر سکتا اللہ کے ہاں ◆ یہ وہی لوگ ہیں جن کو اللہ نے نہ چاہا

اللّٰهُ اَنْ يُّطَهِّرَ قُلُوْبَهُمْ ۭ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ ښ

کہ دل پاک کرے ان کے ◆ ان کو دنیا میں ذلت ہے

وَّلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿٤١﴾ سَمّٰعُوْنَ

اور ان کو آخرت میں بڑا عذاب ہے جاسوسی کرنے والے

لِلْكَذِبِ اَكّٰلُوْنَ لِلسُّحْتِ ۭ فَاِنْ جَاۗءُوْكَ فَاحْكُمْ

جھوٹ بولنے کے لیے اور بڑے حرام کھانے والے سو اگر آویں وہ تیرے پاس تو فیصلہ کر دے

بَيْنَهُمْ اَوْ اَعْرِضْ عَنْهُمْ ۚ وَاِنْ تُعْرِضْ عَنْهُمْ

ان میں یا منہ پھیر لے ان سے ◆ اور اگر تو منہ پھیر لے گا ان سے

فَلَنْ يَّضُرُّوْكَ شَيْـــًٔا ۭ وَاِنْ حَكَمْتَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ

تو وہ تیرا کچھ نہ بگاڑ سکیں گے اور اگر فیصلہ کرے تو فیصلہ کر ان میں

بِالْقِسْطِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ﴿٤٢﴾ وَكَيْفَ

انصاف سے بے شک اللہ دوست رکھتا ہے انصاف کرنے والوں کو ◆ اور وہ تجھ کو کس

يُحَكِّمُوْنَكَ وَعِنْدَهُمُ التَّوْرٰىةُ فِيْهَا حُكْمُ اللّٰهِ

طرح منصف بناویں گے اور ان کے پاس تو توریت ہے جس میں حکم ہے اللہ کا

ثُمَّ يَتَوَلَّوْنَ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ ۭ وَمَآ اُولٰۗىِٕكَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٤٣﴾

پھر اس کے پیچھے پھرے جاتے ہیں اور وہ ہرگز ماننے والے نہیں ہیں ◆

اِنَّآ اَنْزَلْنَا التَّوْرٰىةَ فِيْهَا هُدًى وَّنُوْرٌ ۚ يَحْكُمُ

ہم نے نازل کی توریت کہ اس میں ہدایت اور روشنی ہے ◆ اسی پر حکم کرتے تھے

بِهَا النَّبِيُّوْنَ الَّذِيْنَ اَسْلَمُوْا لِلَّذِيْنَ هَادُوْا

پیغمبر　　جو کہ حکم بردار تھے واسطے　　یہود کو

وَالرَّبّٰنِيُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ بِمَا اسْتُحْفِظُوْا مِنْ كِتٰبِ

اور حکم کرتے تھے درویش اور عالم ◆　　اس واسطے کہ وہ نگہبان ٹھہرائے گئے تھے　　اللہ کی

اللّٰهِ وَكَانُوْا عَلَيْهِ شُهَدَآءَ ۚ فَلَا تَخْشَوُا النَّاسَ

کتاب پر　　اور تھے اس کی خبر گیری پر مقرر تھے ◆　　سو تم نہ ڈرو لوگوں سے

وَاخْشَوْنِ وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِيْ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۚ

اور مجھ سے ڈرو　　اور مت خریدو　　بدلے میری آیتوں کے　　مول تھوڑا ◆

وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ

اور جو کوئی حکم نہ کرے　　اس کے موافق　　جو کہ اللہ نے اتارا　　سو وہی لوگ ہیں

الْكٰفِرُوْنَ ۝ وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيْهَآ اَنَّ النَّفْسَ

کافر ◆　　اور لکھ دیا ہم نے ان پر اس کتاب میں　　کہ جی کے بدلے

بِالنَّفْسِ ۙ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالْاَنْفَ بِالْاَنْفِ

جی　　اور آنکھ کے بدلے آنکھ　　اور ناک کے بدلے ناک

وَالْاُذُنَ بِالْاُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ ۙ وَالْجُرُوْحَ

اور کان کے بدلے کان　　اور دانت کے بدلے دانت　　اور زخموں کا بدلہ

قِصَاصٌ ۚ فَمَنْ تَصَدَّقَ بِهٖ فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَّهٗ ۚ

ان کے برابر ◆　　پھر جس نے معاف کر دیا　　تو وہ گناہ سے پاک ہو گیا ◆

◆ **تورات نور و ہدایت تھی** | یعنی تورات میں ایسا عظیم الشان دستور العمل اور آئین ہدایت تھا کہ کثیر التعداد پیغمبر اور اہل اللہ اور علماء برابر اسی کے موافق حکم دیتے اور تنازعات کے فیصلے کرتے رہے۔

◆ یعنی تورات کی حفاظت کا انکو ذمہ دار بنایا گیا تھا۔ قرآن کریم کی طرح "اِنّا لہٗ لحافظون" کا وعدہ نہیں ہوا۔ تو جب تک علماء و احبار نے اپنی ذمہ داری کا احساس کیا "تورات" محفوظ و معمول رہی۔ آخر دنیا پرست علمائے سوء کے ہاتھوں سے تحریف ہو کر ضائع ہوئی۔

◆ **اللہ کے کلام میں تحریف نہ کرو** | یعنی لوگوں کے خوف یا دنیوی طمع کی وجہ سے آسمانی کتاب میں تبدیل و تحریف مت کرو۔ نہ احکام و اخبار کو مت چھپاؤ اور خدا کی تعذیب و انتقام سے ڈرتے رہو۔ تورات کی عظمت شان اور مقبولیت جتلانے کے بعد یہ خطاب یا تو ان رؤسا و علمائے یہود کو کیا گیا ہے جو نزول قرآن کے وقت موجود تھے۔ کیونکہ انہوں نے حکم "رجم" سے انکار کر دیا تھا اور نبی کریم ﷺ کے متعلق پیشین گوئیوں کو چھپاتے اور آپ کے حق میں عجیب طرح کے ہیر پھیر کرتے تھے اور یا درمیان میں امت مسلمہ کو نصیحت ہے کہ تم دوسری قوموں کی طرح کسی سے ڈر کر یا طمع مال و جاہ میں پھنس کر اپنی آسمانی کتاب کو ضائع مت کرنا۔ چنانچہ اس امت نے بحمد اللہ ایک حرف بھی اپنی کتاب کا گم نہیں کیا اور آج تک اس کو لفظاً و معناً کی تغیر و تحریف سے محفوظ رکھنے میں کامیاب رہے اور ہمیشہ رہیں گے۔

◆ "ما انزل اللہ" کے موافق حکم نہ کرنے سے غالباً یہ مراد ہے کہ منصوص حکم کے وجود ہی سے انکار کر دے اور اس کی جگہ دوسرے احکام اپنی رائے اور خواہش سے تصنیف کر لے۔ جیسا کہ یہود نے حکم "رجم" کے متعلق کیا تھا۔ تو ایسے لوگوں کے کافر ہونے میں کیا شبہ ہو سکتا ہے اور اگر مراد یہ ہو کہ "ما انزل اللہ" کو اعتقاداً ثابت مان کر پھر فیصلہ عملاً اس کے خلاف کرے تو کافر سے مراد عملی کافر ہوگا۔ یعنی اس کی عملی حالت کافروں جیسی ہے۔

◆ **تورات میں قصاص کا حکم** | قصاص کا یہ حکم شریعت موسوی میں تھا۔ اور بہت سے علمائے اصول نے تصریح کی ہے کہ جو پچھلی شرائع قرآن کریم یا ہمارے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نقل فرمائیں بشرطیکہ ان کی نسبت کسی جگہ حضور نے کوئی انکار یا ترمیم نہ فرمائی ہو تو وہ اس امت کے حق میں بھی تسلیم کی جائیں گی۔ گویا بدون رد و انکار کے حکایت نقل بالقبول کی دلیل ہے۔

◆ یعنی جروح کے قصاص کو معاف کر دینا مجروح کے گناہوں کا کفارہ بن جاتا ہے۔ جیسا کہ بعض احادیث میں اس کی تصریح آئی ہے۔ اور بعض مفسرین نے اس آیت کو جارح کے حق میں رکھا ہے یعنی اگر مجروح نے جارح کو معافی دے دی تو اس کا گناہ معاف ہو جائے گا۔ والراجح ہو الاول۔

وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ

اور جو کوئی حکم نہ کرے | اس کے موافق | جو کہ اللہ نے اتارا | سو وہی لوگ ہیں

الظّٰلِمُوْنَ ﴿۴۵﴾ وَقَفَّيْنَا عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ بِعِيْسَى ابْنِ

ظالم ◆ | اور پیچھے بھیجا ہم نے | انہی کے قدموں پر | عیسیٰ

مَرْيَمَ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرٰىةِ ۪

مریم کے بیٹے کو ◆ تصدیق کرنے والا | توریت کی جو آگے سے تھی

وَاٰتَيْنٰهُ الْاِنْجِيْلَ فِيْهِ هُدًى وَّنُوْرٌ ۙ وَّمُصَدِّقًا

اور اس کو دی ہم نے انجیل | جس میں ہدایت اور روشنی تھی | اور تصدیق کرتی تھی

لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَهُدًى وَّمَوْعِظَةً

اپنے سے اگلی کتاب توریت کی | اور راہ بتلانے والی | اور نصیحت تھی

لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿۴۶﴾ وَلْيَحْكُمْ اَهْلُ الْاِنْجِيْلِ بِمَآ اَنْزَلَ

ڈرنے والوں کو ◆ | اور چاہیے کہ حکم کریں انجیل والے | موافق اس کے جو کہ اتارا اللہ نے

اللّٰهُ فِيْهِ ۭ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ

اس میں | اور جو کوئی حکم نہ کرے | موافق اس کے جو کہ اتارا اللہ نے | سو وہی لوگ ہیں

هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۴۷﴾ وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ

نافرمان ◆ | اور تجھ پر اتاری ہم نے کتاب | سچی

مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتٰبِ وَ

تصدیق کرنے والی | سابق کتابوں کی | اور

◆ **حکم قصاص میں یہود کی بے اعتدالی** یہود نے حکم قصاص کے خلاف بھی تبدیل و تحریف کر لیا تھا۔ ان میں "بنی نضیر" جو زیادہ معزز اور قوی سمجھے جاتے تھے، "بنو قریظہ" سے پوری دیت وصول کرتے اور جب ان کو دینے کی نوبت آتی تو نصف دیت ادا کرتے۔ "بنی قریظہ" نے اپنی کمزوری کی وجہ سے اس طرح کا معاہدہ کر رکھا تھا۔ اتفاقاً بنی قریظہ کے ہاتھ سے "بنی نضیر" کا آدمی مارا گیا۔ انہوں نے دستور سابق کے موافق ان سے پوری دیت طلب کی۔ بنی قریظہ نے جواب دیا کہ یہ دستور اسی وقت تک تھا جب ہم نے تمہاری قوت سے مجبور ہو کر یہ ظلم منظور کر لیا تھا۔ اب محمد ﷺ مدینہ میں آ چکے ہیں ان کا دور دورہ ہے۔ یہ ممکن نہیں کہ ہم جو دیت تم سے لیتے ہیں اس سے زیادہ ادا کریں۔ اس سے غرض یہ تھی کہ جناب محمد رسول اللہ ﷺ کی موجودگی میں یہ محال ہے کہ کوئی قوی ضعیف کو کچل سکے یا دبا سکے۔ کیونکہ سب کو یقین تھا کہ آپ ضعیف و قوی کے ساتھ یکساں انصاف کرتے ہیں اور قوی اور ظالم کے مقابلہ میں ضعیفوں کی دستگیری فرماتے ہیں۔ انجام کار یہ معاملہ حضور ﷺ کی عدالت میں پیش ہوا اور بنی قریظہ نے جو خیال آپ کے عدل و انصاف کی نسبت ظاہر کیا تھا وہ حرف بحرف درست نکلا۔ حکم قصاص کے بعد ومن لم یحکم بما انزل اللہ الخ فرمانے سے اسی واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔ اور چونکہ "رجم" کی طرح قصاص کے حکم شرعی ہونے سے صریحاً انکار نہیں کیا تھا بلکہ دیت کی مساوات کے خلاف محض ظلم کی بنا پر دستور قائم کر لیا تھا تو قانون عدل کی اعتقادی نہیں صرف عملی مخالفت ہوئی۔ اس لئے یہاں "الکافرون" کی جگہ "الظالمون" فرمایا۔ یعنی یہ ظلم صریح ہے کہ قوی کا لہو ضعیف سے زیادہ بیش قیمت ہو جائے۔

◆ یعنی ان کے نقش قدم پر پیچھے بھیجے تھے۔

◆ **انجیل اور حضرت عیسیٰ تورات کی تصدیق کرتے تھے** یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام خود اپنی زبان سے تورات کی تصدیق فرماتے تھے اور جو کتاب (انجیل) ان کو دی گئی وہ بھی تورات کی تصدیق کرتی تھی اور انجیل کی نوعیت بھی نور و ہدایت ہونے میں تورات کی طرح تھی۔ البتہ شرائع کے اعتبار سے دونوں میں بہت تھوڑا سا فرق تھا جیسا کہ ولاحل لکم بعض الذی حرم علیکم میں اشارہ کیا گیا ہے۔ اور یہ فرق تورات کی تصدیق کے منافی نہیں جیسے آج ہم قرآن کو مانتے اور صرف اسی کے احکام کو تسلیم کرنے کے باوجود تمام کتب سماویہ کے من عند اللہ ہونے کی تصدیق کرتے ہیں۔

◆ **اہل انجیل سے خطاب** یا تو عیسائی جو نزول انجیل کے وقت تھے ان کو جو حکم دیا گیا تھا اسی کو یہاں نقل فرما رہے ہیں۔ اور ہو سکتا ہے کہ نزول قرآن کے وقت جو عیسائی موجود تھے ان سے کہا گیا ہو کہ جو کچھ انجیل میں اللہ تعالیٰ نے اتارا ہے اس کے موافق ٹھیک ٹھیک حکم کریں۔ یعنی ان پیشین گوئیوں کو چھپانے یا الفاظ و مکمل تاویلات سے ہٹانے کی کوشش نہ کریں جو انجیل میں پیغمبر آخر الزمان اور مقدس "فارقلیط" کی نسبت حضرت مسیح کی زبانی کی گئی ہیں۔ یہ خدا تعالیٰ کی سخت نافرمانی ہو گی کہ جس ہادی جلیل اور مصلح عظیم کے متعلق حضرت مسیح یہ فرمائیں کہ "جب وہ روح حق آئے گی تو تمہیں سچائی کی ساری راہیں بتائے گی۔" اس کی تکذیب پر کمربستہ ہو کر اپنے لئے ابدی خسران قبول کرو۔ یہ مقدس مسیح اور ان کے پروردگار کی فرمانبرداری کے بالکل منافی ہے۔

فوائد

◆ **قرآن مہیمن ہے، مہیمن کی تشریح** "مہیمن" کے کئی معنی بیان کئے گئے ہیں۔ امین، غالب، حاکم، محافظ و نگہبان اور بر حق کے اعتبار سے قرآن کریم کتب سابقہ کے لئے "مہیمن" ہو گا، یعنی خدا کی جو امانت تورات و انجیل وغیرہ کتب سماویہ میں ودیعت کی گئی تھی وہ مع شئے زائد قرآن میں محفوظ ہے، جس میں کوئی خیانت نہیں ہوئی اور جو بعض فروعی چیزیں ان کتابوں میں اس زمانہ یا ان قوموں یا مخصوص حالات کے حسب حال تھیں ان کو قرآن نے منسوخ کر دیا اور جو حقائق نا تمام تھیں ان کی پوری تکمیل فرما دی ہے اور جو حصہ اس وقت کے اعتبار سے غیر اہم تھا سے بالکل نظر انداز کر دیا ہے۔

◆ **یہودیوں کے تنازعات میں رسول اللہ کا فیصلہ** یہود میں باہم کچھ نزاع ہو گئی تھی۔ ایک فریق جس میں ان کے بڑے بڑے مشہور علماء اور مقتدا شامل تھے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور فیصل نزاع کی درخواست کی اور یہ بھی کہا کہ آپ کو معلوم ہے کہ عموماً قوم یہود ہمارے اتقیاء اور اقتدار میں ہے اگر آپ فیصلہ ہمارے موافق کر دیں گے تو ہم مسلمان ہو جائیں گے اور ہمارے اسلام لانے سے جمہور یہود اسلام قبول کر لیں گے۔ نبی کریم ﷺ نے اس مشروط اسلام کو منظور نہ کیا اور ان کی خواہشات کی پیروی سے صاف انکار فرما دیا۔ اس پر یہ آیات نازل ہوئیں۔ (ابن کثیر)

◆ **آنحضرت ﷺ کی شان عصمت اور عصمت انبیاء** گزشتہ فائدہ میں ان آیات کی جو شان نزول ہم لکھ چکے ہیں اس سے صاف عیاں ہے کہ آیت کا نزول جب ہوا اس کے بعد کہ آپ ان کی خوشی اور خواہش پر چلنے سے انکار فرما چکے تھے تو یہ آیات آپ کی استقامت کی تصویب اور آئندہ بھی ایسی ہی شان عصمت پر ثابت قدم رہنے کی تاکید کے لئے نازل ہوئیں۔ جو لوگ اس قسم کی

فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ ﴿۴۸﴾ وَأَنِ احْكُمْ

پھر جتادے گا ◆ جس بات میں تم کو اختلاف تھا ◆ اور یہ فرمایا کہ حکم کر

بَيْنَهُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَهُمْ

ان میں ۔ موافق اس کے جو کہ اتارا اللہ نے ۔ اور مت چل ۔ ان کی خوشی پر

وَاحْذَرْهُمْ أَنْ يَفْتِنُوكَ عَنْ بَعْضِ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ

اور بچتا رہ ان سے ۔ کہ تجھ کو بہکا نہ دیں ۔ کسی ایسے حکم سے ۔ جو اللہ نے اتارا

إِلَيْكَ ۖ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَاعْلَمْ أَنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ

تجھ پر ◆ پھر اگر نہ مانیں ۔ تو جان لے ۔ کہ اللہ نے یہی چاہا ہے کہ

أَنْ يُصِيبَهُمْ بِبَعْضِ ذُنُوبِهِمْ ۗ وَإِنَّ كَثِيرًا مِنَ

پہنچاوے ان کو ۔ سزا ان کے گناہوں کی ◆ اور لوگوں میں

النَّاسِ لَفَاسِقُونَ ﴿۴۹﴾ أَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُونَ ۚ

بہت ہیں نافرمان ◆ اب کیا حکم چاہتے ہیں کفر کے وقت کا

وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللَّهِ حُكْمًا لِقَوْمٍ يُوقِنُونَ ﴿۵۰﴾ ع

اور اللہ سے بہتر کون ہے ۔ حکم کرنے والا ۔ یقین کرنے والوں کے واسطے ◆

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُودَ وَالنَّصَارَىٰ

اے ایمان والو ۔ مت بناؤ ۔ یہود ۔ اور نصاریٰ کو

أَوْلِيَاءَ ۘ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ ۚ وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ

دوست ◆ وہ آپس میں دوست ہیں ایک دوسرے کے ◆ اور جو کوئی تم میں سے دوستی کرے

◆ تو انجام کو خیال کر کے حسنات و خیرات کی تحصیل میں مستعدی دکھلاؤ۔ اختلافات کی سب حقیقت وہاں جا کر کھل جائے گی۔

◆ یعنی آپس کے اختلافات میں خواہ دنیا کیسی ہی دست و گریباں رہے آپ کو یہی حکم ہے کہ مَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ کے موافق حکم دیتے رہیں۔ اور کسی کے کہنے سننے کی کوئی پرواہ نہ کریں۔

◆ **گناہوں کی کچھ سزا دنیا میں بھی ملتی ہے** | پوری سزا تو قیامت میں ملے گی۔ لیکن کچھ تھوڑی سی سزا دے کر یہاں بھی مجرم کو یا دوسرے دیکھنے والوں کو ایک گونہ تنبیہ کر دی جاتی ہے۔

◆ یعنی آپ ان لوگوں کے اعراض و انحراف سے زیادہ ملول نہ ہوں دنیا میں فرمانبردار بندے ہمیشہ تھوڑے ہی ہوتے ہیں وَمَآ اَکْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِیْنَ (یوسف، رکوع ۱۱)

◆ یعنی جو لوگ خدا کی شہنشاہیت و رحمت کاملہ اور علم محیط پر یقین کامل رکھتے ہیں، ان کے نزدیک دنیا میں کسی کا حکم خدا کے حکم کے سامنے لائق التفات نہیں ہو سکتا۔ پھر کیا یہ لوگ احکام الٰہیہ کی روشنی آ جانے کے بعد ظنون و اوہام اور کفر و جاہلیت کے اندھیرے ہی کی طرف جانا پسند کرتے ہیں۔

◆ **اہل کتاب سے موالات کی ممانعت** | "اولیاء" "ولی" کی جمع ہے "ولی" دوست کو بھی کہتے ہیں قریب کو بھی، ناصر اور مددگار کو بھی۔ غرض یہ ہے کہ "یہود و نصاریٰ" بلکہ تمام کفار سے جیسا کہ سورہ "نساء" میں تصریح کی گئی ہے مسلمان دوستانہ تعلقات قائم نہ کریں۔ اس موقع پر یہ ملحوظ رکھنا چاہیے کہ موالات، مروت، حسن سلوک، مصالحت، رواداری اور عدل و انصاف یہ سب چیزیں الگ الگ ہیں۔ اہل اسلام اگر مصلحت سمجھیں تو ہر کافر سے صلح اور معاہدہ جائز مشروع طریقہ پر کر سکتے ہیں۔ وَاِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَھَا وَتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ (انفال، رکوع ۸) عدل و انصاف کا حکم جیسا کہ گزشتہ آیات سے معلوم ہو چکا، مسلم و کافر ہر فرد بشر کے حق میں ہے۔ "مروت" اور "حسن سلوک" یا "رواداری" کا برتاؤ ان کفار کے ساتھ ہو سکتا ہے جو جماعت اسلام کے مقابلہ میں دشمنی اور عناد کا مظاہرہ نہ کریں۔ جیسا کہ سورہ "ممتحنہ" میں تصریح ہے۔ باقی "موالات" یعنی دوستانہ اعتماد اور برادرانہ مناصرت و معاونت تو کسی مسلمان کا حق نہیں کہ یہ تعلق کسی غیر مسلم سے قائم کرے۔ البتہ صوری موالات جو "اِلَّآ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْھُمْ تُقٰىةً" کے تحت میں داخل ہو اور عام تمدن جس کا اسلام اور مسلمانوں کی پوزیشن پر کوئی برا اثر نہ پڑے، اس کی اجازت ہے۔ بعض خلفائے راشدین سے اس بارہ میں جو غیر معمولی تشدد یا تضییق منقول ہے اس کو محض سد ذرائع اور مزید احتیاط پر حمل کرنا چاہیے۔

◆ **کفار تمام ایک دوسرے کے دوست ہیں** | یعنی مذہبی فرقہ بندی اور اندرونی بغض و عداوت کے باوجود باہم ایک دوسرے سے دوستانہ تعلقات رکھتے ہیں۔ یہودی یہودی کا، نصرانی نصرانی کا دوست بن سکتا ہے اور جماعت اسلام کے مقابلہ میں سب کفار ایک دوسرے کے دوست اور مددگار بن جاتے ہیں۔ اَلْکُفْرُ مِلَّةٌ وَّاحِدَةٌ۔

مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ

تم میں سے ◆ تو وہ انہی میں ہے ◆ اللہ ہدایت نہیں کرتا ◆ ظالم

الظّٰلِمِيْنَ ۝٥١ فَتَرَى الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ

لوگوں کو ◆ اب تو دیکھے گا ان کو ◆ جن کے دل میں ◆ بیماری ہے

يُّسَارِعُوْنَ فِيْهِمْ يَقُوْلُوْنَ نَخْشٰٓى اَنْ تُصِيْبَنَا

دوڑ کر ملتے ہیں ان میں ◆ کہتے ہیں کہ ہم کو ڈر ہے ◆ کہ نہ آجائے ہم پر گردش

دَآئِرَةٌ ؕ فَعَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّاْتِيَ بِالْفَتْحِ اَوْ اَمْرٍ

زمانہ کی ◆ سو قریب ہے ◆ کہ اللہ جلد ظاہر فرماوے فتح ◆ یا کوئی حکم

مِّنْ عِنْدِهٖ فَيُصْبِحُوْا عَلٰى مَآ اَسَرُّوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ

اپنے پاس سے ◆ تو لگیں اپنے جی کی چھپی بات پر

نٰدِمِيْنَ ۝٥٢ وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَهٰٓؤُلَآءِ

پچھتانے ◆ اور کہتے ہیں ◆ مسلمان ◆ کیا یہ وہی لوگ ہیں

الَّذِيْنَ اَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ ۙ اِنَّهُمْ

جو قسمیں کھاتے تھے ◆ اللہ کی تاکید سے ◆ کہ ہم

لَمَعَكُمْ ؕ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فَاَصْبَحُوْا خٰسِرِيْنَ ۝٥٣

تمہارے ساتھ ہیں ◆ برباد گئے ان کے عمل ◆ پھر رہ گئے نقصان میں

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ

اے ایمان والو ◆ جو کوئی تم میں پھرے گا ◆ اپنے دین سے

فَسَوْفَ يَأْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗٓ ۙ

تو اللہ عنقریب لاوے گا ایسی قوم کو | کہ اللہ ان کو چاہتا ہے | اور وہ اس کو چاہتے ہیں

اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ز

نرم دل ہیں | مسلمانوں پر | زبردست ہیں | کافروں پر

يُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا يَخَافُوْنَ

لڑتے ہیں | اللہ کی راہ میں | اور ڈرتے نہیں

لَوْمَةَ لَآئِمٍ ؕ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ

کسی کے الزام سے ◆ | یہ فضل ہے اللہ کا | دے گا جس کو

يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿۵۴﴾ اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ

چاہے | اور اللہ کشائش والا ہے خبردار ◆ | تمہارا رفیق تو وہی اللہ ہے

وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ

اور اس کا رسول | اور جو ایمان والے ہیں | جو کہ قائم ہیں نماز پر

وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رٰكِعُوْنَ ﴿۵۵﴾ وَمَنْ يَّتَوَلَّ

اور دیتے ہیں زکوٰۃ | اور وہ عاجزی کرنے والے ہیں ◆ | اور جو کوئی دوست رکھے

اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَاِنَّ حِزْبَ

اللہ کو اور اس کے رسول کو | اور ایمان والوں کو | تو اللہ کی

اللّٰهِ هُمُ الْغٰلِبُوْنَ ﴿۵۶﴾ ع يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

جماعت وہی سب پر غالب ہے ◆ | اے ایمان والو

ع ۱۲

◆ **اسلام کی بقاء اور حفاظت کی پیشینگوئی** اس آیت میں اسلام کی ابدی بقا اور حفاظت کے متعلق عظیم الشان پیشین گوئی کی گئی ہے۔ پچھلی آیات میں کفار کی موالات سے منع کیا گیا تھا۔ ممکن تھا کہ کوئی شخص یا قوم موالات کفار کی بدولت صریحاً اسلام سے پھر جائے جیسا کہ وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ مِنْكُمْ فَإِنَّهُ مِنْهُمْ میں تنبیہ کی گئی ہے۔ قرآن کریم نے نہایت قوت اور صفائی سے آگاہ کر دیا کہ ایسے لوگ اسلام سے پھر کر اپنا ہی نقصان کریں گے، اسلام کو کوئی ضرر نہیں پہنچا سکتے حق تعالیٰ مرتدین کے بدلے میں یا ان کے مقابلہ پر ایک قوم لے آئے گا جن کو خدا کا عشق ہو اور خدا ان سے محبت کرے۔ وہ مسلمانوں پر شفیق و مہربان اور دشمنان اسلام کے مقابلہ میں غالب اور زبردست ہوں گے۔ یہ پیشین گوئی بحول اللّٰہ وقوتہ ہر قرن میں پوری ہوتی رہی۔ ارتداد کا فتنہ نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد صدیق اکبرؓ کے عہد میں پھیلا۔ کئی طرح کے مرتدین اسلام کے مقابلہ میں کھڑے ہو گئے۔ مگر صدیق اکبرؓ کی ایمانی جرأت اور اٹل تدبیر اور مخلص مسلمانوں کی سرفروشانہ اور عاشقانہ خدمات اسلام نے اس آگ کو بجھایا اور سارے عرب کو چھوڑ کر ازسرنو اخلاص و ایمان کے راستہ پر گامزن کر دیا۔ آج بھی ہم مشاہدہ کرتے رہتے ہیں کہ جب کبھی چند جاہل اور طامع افراد اسلام کے حلقہ سے نکلے گئے ہیں تو ان سے زیادہ اور ان سے بہتر تعلیم یافتہ اور محقق غیر مسلموں کو اسلام فطری کشش سے اپنی طرف جذب کر لیتا ہے اور مرتدین کی سرکوبی کے لئے خدا ایسے وفادار اور جاں نثار مسلمانوں کو کھڑا کر دیتا ہے جنہیں خدا کے راستہ میں کسی کی ملامت اور طعن و تشنیع کی پروا نہیں ہوتی۔

◆ انسان کی بڑی سعادت اور اس پر خدا کا بڑا فضل یہ ہے کہ وہ فتنہ کے وقت خود جادۂ حق پر ثابت قدم رہ کر دوسروں کو ہلاکت سے بچانے کی فکر کرے۔ خدا جن بندوں کو چاہے اس سعادت کبریٰ اور فضل عظیم سے حصہ وافر عطا فرماتا ہے۔ اس کا فضل غیر محدود ہے۔ اور وہی خوب جانتا ہے کہ کونسا بندہ اس کا اہل اور مستحق ہے۔

◆ **مسلمانوں کے اصلی دوست** پچھلی آیتوں میں یہود و نصاریٰ کی موالات اور رفاقت سے مسلمانوں کو منع کیا گیا تھا۔ جس کو سننے کے بعد طبعی طور پر سوال پیدا ہوتا ہے کہ پھر مسلمانوں کے تعلقات محبت و ہمدردی اور معاملات رفاقت کن سے ہونے چاہئیں۔ اس آیت میں بتلا دیا گیا کہ ان کا رفیق اصلی خدا اور پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام اور مخلص مسلمانوں کے سوا کوئی نہیں ہو سکتا۔

◆ کفار کی کثرت اور مسلمانوں کی قلت عدد کو دیکھتے ہوئے ممکن تھا کہ کوئی ضعیف القلب اور ظاہر بین مسلمان اس تردد میں پڑ جاتا کہ تمام دنیا سے موالات منقطع کرنے اور چند مسلمانوں کی رفاقت پر اکتفا کر لینے کے بعد غالب ہونا تو درکنار، کفار کے حملوں سے اپنی زندگی اور بقاء کی حفاظت بھی دشوار ہے۔ ایسے لوگوں کی تسلی کے لیے فرما دیا کہ مسلمانوں کی قلت اور ظاہری بے سروسامانی پر نظر مت کرو۔ جس طرف خدا اور اس کا رسول اور سچے وفادار مسلمان ہوں گے وہی پلہ بھاری رہے گا۔ یہ آیتیں خصوصیت سے حضرت عبادہ ابن صامت رضی اللہ عنہ کی منقبت میں نازل ہوئی ہیں۔ یہودی بنی قینقاع سے ان کے بہت زیادہ دوستانہ تعلقات تھے۔ مگر خدا اور رسول کی موالات اور مومنین کی رفاقت کے سامنے انہوں نے اپنے سب تعلقات منقطع کر دیئے۔

لَا تَتَّخِذُوا الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَكُمْ هُزُوًا وَّ

مت بناؤ | ان لوگوں کو جو ٹھہراتے ہیں | تمہارے دین کو ہنسی | اور

لَعِبًا مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ

کھیل | وہ لوگ جو کتاب دیے گئے | تم سے پہلے

وَ الْكُفَّارَ اَوْلِيَآءَ ۚ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ اِنْ كُنْتُمْ

اور نہ کافروں کو ◆ اپنا دوست | اور ڈرو اللہ سے | اگر ہو تم

مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۵۷﴾ وَ اِذَا نَادَيْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ اتَّخَذُوْهَا

ایمان والے ◆ اور جب تم پکارتے ہو | نماز کے لیے | تو وہ ٹھہراتے ہیں

هُزُوًا وَّ لَعِبًا ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْقِلُوْنَ ﴿۵۸﴾

اس کو ہنسی اور کھیل | یہ اس واسطے کہ وہ لوگ بے عقل ہیں ◆

قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ هَلْ تَنْقِمُوْنَ مِنَّاۤ اِلَّاۤ

تو کہہ اے کتاب والو | کیا ضد ہے تم کو ہم سے | مگر

اَنْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَمَاۤ اُنْزِلَ

یہی کہ ہم ایمان لائے اللہ پر | اور جو نازل ہوا ہم پر | اور جو نازل ہو چکا

مِنْ قَبْلُ ۙ وَ اَنَّ اَكْثَرَكُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿۵۹﴾ قُلْ هَلْ

پہلے | اور یہی کہ تم میں اکثر نافرمان ہیں ◆ | تو کہہ

اُنَبِّئُكُمْ بِشَرٍّ مِّنْ ذٰلِكَ مَثُوْبَةً عِنْدَ اللّٰهِ ؕ

میں تم کو بتلاؤں | ان میں کس کی بری جزا ہے | اللہ کے ہاں

① کفار سے مراد یہاں مشرکین ہیں جیسا کہ عطف سے ظاہر ہے۔

② **کفار سے ترکِ موالات کی وجہ** گذشتہ آیات میں مسلمانوں کو موالات کفار سے منع فرمایا تھا۔ اس آیت میں ایک خاص موثر عنوان سے اسی ممانعت کی تاکید کی گئی اور موالات سے نفرت دلائی گئی ہے۔ ایک مسلمان کی نظر میں کوئی چیز اپنے مذہب سے زیادہ معظم و محترم نہیں ہو سکتی۔ لہٰذا اسے بتلایا گیا کہ یہود و نصاریٰ اور مشرکین تمہارے مذہب پر طعن و استہزاء کرتے ہیں اور شعائر اللہ (اذان وغیرہ) کا مذاق اڑاتے ہیں اور جو ان میں خاموش ہیں وہ بھی ان افعال شنیعہ کو دیکھ کر اظہار نفرت نہیں کرتے بلکہ خوش ہوتے ہیں۔ کفار کی ان احمقانہ اور کمینہ حرکات پر مطلع ہو کر کوئی فرد مسلم جس کے دل میں شمہ بھی حمیت اور غیرت ایمانی کا ذرا سا شائبہ ہو، کیا ایسی قوم سے موالات اور دوستانہ راہ و رسم پیدا کرنے یا قائم رکھنے کو ایک منٹ کے لئے گوارا کرے گا۔ اگر ان کے کفر و عناد اور عداوت اسلام سے بھی قطع نظر کر لی جائے تو دین قیم کے ساتھ ان کا یہ تمسخر و استہزاء ہی علاوہ دوسرے اسباب کے ایک مستقل سبب ترک موالات کا ہے۔

③ **اذان کے ساتھ استہزاء** یعنی جب اذان کہتے ہو تو اس سے چڑتے ہیں اور ٹھٹھا کرتے ہیں۔ جو ان کی کمال حماقت اور بے عقلی کی دلیل ہے۔ کلمات اذان میں خداوند قدوس کی عظمت و کبریائی کا اظہار، توحید کا اعلان، نبی کریم ﷺ جو تمام انبیاء سابقین اور کتب سماویہ کے مصدق ہیں ان کی رسالت کا اقرار، نماز جو تمام اوضاع عبودیت کو جامع اور غایت درجہ کی بندگی پر دال ہے اس کی طرف دعوت، فلاح دارین اور اعلیٰ سے اعلیٰ کامیابی حاصل کرنے کے لئے بلاوا ان چیزوں کے سوا اور کیا ہوتا ہے۔ پھر ان میں کونسی چیز ہے جو ہنسی اڑانے کے قابل ہو۔ ایسی نیکی اور حق و صداقت کی آواز پر تمسخر کرنا صرف اسی شخص کا کام ہو سکتا ہے جس کا دماغ عقل سے یکسر خالی ہو اور نیک و بد کی قطعاً تمیز باقی نہ رہے۔ بعض روایات میں ہے کہ مدینہ میں ایک نصرانی جب اذان میں أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ سنتا تو کہتا "قد حرق الکاذب" (جھوٹا جل گیا یا جل جائے) اس کی نیت تو ان الفاظ سے جو کچھ ہو مگر یہ بات بالکل اس کے حسب حال تھی۔ کیونکہ وہ خبیث جھوٹا تھا اور اسلام کا عروج و شیوع دیکھ کر آتش حسد میں جلا جاتا تھا۔ اتفاقاً ایک شب میں کوئی چھوکری آگ لے کر اسکے گھر میں آئی۔ وہ اور اس کے اہل و عیال سو رہے تھے ذرا سی چنگاری نادانستہ اس کے ہاتھ سے گر گئی جس سے سارا گھر مع سونے والوں کے جل گیا اور اس طرح خدا نے دکھلا دیا کہ جھوٹے لوگ دوزخ کی آگ سے پہلے ہی دنیا کی آگ میں کس طرح جل جاتے ہیں۔ اذان کے ساتھ استہزاء کرنے کا ایک اور واقعہ بھی روایات میں منقول ہے وہ یہ کہ فتح مکہ کے بعد آپ حنین سے واپس ہو رہے تھے۔ راستہ میں حضرت بلالؓ نے اذان کہی، چند نوعمر لڑکے جن میں ابو محذورہ بھی تھے اذان کی ہنسی اور نقل کرنے لگے آپ نے سب کو پکڑ بلوایا۔ آخر نتیجہ یہ ہوا کہ ابو محذورہ کے دل میں خدا نے اسلام ڈال دیا اور حضور نے انکو مکہ کا موذن مقرر فرما دیا۔ اس طرح خدا کی قدرت نقل سے اصل بن گئی۔

④ **اہل کتاب کی مسلمانوں سے ضد کی وجہ** کسی کام پر طعن کرنا یا ہنسی اڑانا دو وجہ سے ہو سکتا ہے۔ یا تو وہ کام ہی قابل استہزاء ہو یا کام کرنے والے کی حالت تمسخر کے لائق ہو۔ پچھلی آیت میں بتلا دیا گیا کہ اذان کوئی ایسی چیز نہیں جس پر بجز پرلے درجہ کے احمق اور خفیف العقل کے کوئی شخص طعن یا استہزاء کر سکے۔ اس آیت میں اذان دینے والوں کے متعلق حالات پر بعنوان سوال متنبہ کیا گیا ہے یعنی استہزاء کرنے والے جو خیر سے اہل کتاب اور عالم شرائع ہونے کا بھی دعویٰ رکھتے ہیں وہ ذرا سوچ کر انصاف سے بتائیں کہ مسلمانوں سے انکو اتنی ضد کیوں ہے اور کیا ایسی برائی وہ ہماری طرف دیکھتے ہیں جو ان کے زعم میں لائق استہزاء ہو بجز اس کے کہ ہم اس خدائے وحدہ لاشریک لہ پر اور اس کی اتاری ہوئی تمام کتابوں اور اس کے بھیجے ہوئے تمام پیغمبروں پر صدق دل سے ایمان رکھتے ہیں۔ اور انکے بالمقابل استہزاء کرنے والوں کا حال یہ ہے کہ نہ خدا کی بے عیب اور بے میل توحید پر قائم ہیں اور نہ تمام انبیاء و رسل کی تصدیق و تکریم کرتے ہیں۔ اب تم ہی انصاف سے کہو کہ استہزاء کے مستحق ہم ہیں یا وہ، ان کو خدا کے فرمودہ اور بندوں پر آوازے کسنے اور طعن و تشنیع کرنے کا کہاں تک حق حاصل ہے۔

مَنْ لَّعَنَهُ اللّٰهُ وَغَضِبَ عَلَيْهِ وَجَعَلَ مِنْهُمُ

وہ جس پر اللہ نے لعنت کی — اور اس پر غضب نازل کیا — اور ان میں سے بعضوں کو

الْقِرَدَةَ وَالْخَنَازِيْرَ وَعَبَدَ الطَّاغُوْتَ ؕ اُولٰٓئِكَ

بندر کر دیا — اور بعض کو سور — اور جنہوں نے شیطان کی بندگی کی — وہی لوگ

شَرٌّ مَّكَانًا وَّاَضَلُّ عَنْ سَوَآءِ السَّبِيْلِ ﴿۶۰﴾ وَ

بدتر ہیں درجے میں — اور بہت بہکے ہوئے ہیں سیدھی راہ سے ◆ — اور

اِذَا جَآءُوْكُمْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا وَقَدْ دَّخَلُوْا بِالْكُفْرِ

جب تمہارے پاس آتے ہیں — تو کہتے ہیں ہم ایمان لائے — حالانکہ حالت یہ ہے کہ کافر ہی آئے تھے

وَهُمْ قَدْ خَرَجُوْا بِهٖ ؕ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا كَانُوْا

اور کافر ہی چلے گئے — اور اللہ خوب جانتا ہے — جو کچھ

يَكْتُمُوْنَ ﴿۶۱﴾ وَتَرٰى كَثِيْرًا مِّنْهُمْ يُسَارِعُوْنَ فِى الْاِثْمِ

چھپائے ہوئے تھے ◆ — اور تو دیکھے گا بہتوں کو ان میں سے — کہ دوڑتے ہیں گناہ پر

وَالْعُدْوَانِ وَاَكْلِهِمُ السُّحْتَ ؕ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا

اور ظلم — اور حرام کھانے پر — بہت برے کام ہیں جو

يَعْمَلُوْنَ ﴿۶۲﴾ لَوْلَا يَنْهٰىهُمُ الرَّبّٰنِيُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ

کر رہے ہیں ◆ — کیوں نہیں منع کرتے — ان کے مشائخ — اور علماء

عَنْ قَوْلِهِمُ الْاِثْمَ وَاَكْلِهِمُ السُّحْتَ ؕ لَبِئْسَ مَا

گناہ کی بات کہنے سے — اور حرام کھانے سے — بہت ہی برے عمل ہیں

یہودی مغضوب اور ملعون ہیں یعنی اگر "ایمان باللہ" پر مستقیم ہونا اور ہر اس چیز کی جو خدا کی طرف سے کسی زمانہ میں نازل ہو سچے دل سے تصدیق کرنا ہی تمہارے زعم میں مسلمانوں کا سب سے بڑا جرم اور سب سے بڑی برائی ہے اور اسی وجہ سے تم انکو مورد طعن و استہزاء بناتے ہو تو آؤ کہ میں تم کو ایک ایسی قوم کا پتہ بتلاؤں جو اپنی شرارت اور گندگی کی وجہ سے بدترین خلائق ہے۔ جس پر خدا کی لعنت اور غضب کا اثر آج بھی نمایاں طور پر آشکارا ہے۔ جس کے بہت سے افراد اپنی مکاری اور بے حیائی اور حرص دنیا کی سزا میں بندر اور سور بنائے جا چکے ہیں اور جس نے خدا کی بندگی سے نکل کر شیطان کی غلامی اختیار کر لی۔ اگر انصاف سے دیکھا جائے تو یہ بدترین خلائق اور گم کردہ راہ قوم ہی اصل میں تمہارے طعن و استہزاء کی مستحق ہو سکتی ہے اور وہ خود تم ہی ہو۔

یہود و نصاریٰ کی سیاہ کاریاں یہاں ان ہی استہزاء کرنے والوں کے بعض مخصوص افراد کا بیان ہے جو غائبانہ مذہب اسلام پر طعن و تشنیع کرتے اور مسلمانوں کا مذاق اڑاتے تھے لیکن جب نبی کریم ﷺ یا مخلص مسلمانوں سے ملتے تو ازراہ نفاق اپنے کو مسلمان ظاہر کرتے۔ حالانکہ شروع سے آخر تک ایک منٹ کے لئے بھی انکو اسلام سے تعلق نہیں ہوا۔ نہ پیغمبر علیہ السلام کی زبانی وعظ و تذکیر کا کوئی اثر انہوں نے قبول کیا۔ کیا محض لفظ ایمان و اسلام زبان سے بول کر وہ خدا کو معاذ اللہ دھوکا دے سکتے ہیں۔ اگر اس "عالم الغیب والشہادۃ" کی نسبت جو ہر قسم کے ظواہر و سرائر پر مطلع ہے ان کا گمان یہ ہو کہ محض لفظی ایمان سے اسے خوش کر لیں گے تو اس سے بڑھ کر کوئی حرکت قابل استہزاء و تمسخر ہو سکتی ہے۔ گویا اس آیت سے یہود و نصاریٰ کے ان مضحکہ انگیز افعال و حرکات کا بیان شروع ہوا جن پر متنبہ کئے جانے کے بعد مسلمانوں کا استہزاء کرنے کے بجائے انکو خود اپنا استہزاء کرنا چاہئے۔ اگلی آیات میں بھی اسی مضمون کی تتمیم و تکمیل ہے۔

غالباً "اثم" سے لازمی اور "عدوان" سے متعدی گناہ مراد ہیں۔ یعنی ان لوگوں کا حال یہ ہے کہ بہت شوق اور رغبت سے ہر قسم کے گناہوں کی طرف جھپٹتے ہیں۔ خواہ ان کا اثر اپنی ذات تک محدود ہو یا دوسروں تک پہنچے۔ جن کی اخلاقی حالت ایسی ردی ہو اور حرام خوری ان کا شیوہ ٹھہر گیا ہو ان کی بداعمالی میں کیسے شبہ ہو سکتا ہے۔ یہ تو ان کے عوام کا حال تھا۔ آگے خواص کا بیان کیا گیا ہے۔

كَانُوا يَصْنَعُونَ ﴿٦٣﴾ وَقَالَتِ الْيَهُودُ يَدُ اللَّهِ مَغْلُولَةٌ ۚ

جو کر رہے ہیں ◆ اور یہود کہتے ہیں ◆ اللہ کا ہاتھ بند ہو گیا ◆

غُلَّتْ أَيْدِيهِمْ وَلُعِنُوا بِمَا قَالُوا ۘ بَلْ يَدَاهُ مَبْسُوطَتَانِ

انہی کے ہاتھ بند ہو جائیں ◆ اور لعنت ہے ان کو اس کہنے پر ◆ بلکہ اس کے تو دونوں ہاتھ کھلے ہوئے ہیں ◆

يُنفِقُ كَيْفَ يَشَاءُ ۚ وَلَيَزِيدَنَّ كَثِيرًا مِّنْهُم مَّا

خرچ کرتا ہے ◆ جس طرح چاہے ◆ اور ان میں بہتوں کو بڑھے گی اس کلام سے جو

أُنزِلَ إِلَيْكَ مِن رَّبِّكَ طُغْيَانًا وَكُفْرًا ۚ وَأَلْقَيْنَا

تجھ پر اترا ◆ تیرے رب کی طرف سے ◆ شرارت اور انکار ◆ اور ہم نے ڈال رکھی ہے

بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ ۚ

ان میں دشمنی ◆ اور بیر ◆ قیامت کے دن تک ◆

كُلَّمَا أَوْقَدُوا نَارًا لِّلْحَرْبِ أَطْفَأَهَا اللَّهُ ۚ وَيَسْعَوْنَ

جب کبھی ◆ آگ سلگاتے ہیں ◆ لڑائی کے لیے ◆ اللہ اس کو بجھا دیتا ہے ◆ اور دوڑتے ہیں

فِي الْأَرْضِ فَسَادًا ۚ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِينَ ﴿٦٤﴾

ملک میں ◆ فساد کرتے ہوئے ◆ اور اللہ پسند نہیں کرتا فساد کرنے والوں کو ◆

وَلَوْ أَنَّ أَهْلَ الْكِتَابِ آمَنُوا وَاتَّقَوْا لَكَفَّرْنَا عَنْهُمْ

اور اگر اہل کتاب ◆ ایمان لاتے ◆ اور ڈرتے ◆ تو ہم دور کر دیتے ان سے

سَيِّئَاتِهِمْ وَلَأَدْخَلْنَاهُمْ جَنَّاتِ النَّعِيمِ ﴿٦٥﴾ وَلَوْ أَنَّهُمْ

ان کی برائیاں ◆ اور ان کو داخل کرتے نعمت کے باغوں میں ◆ اور اگر وہ

یہودی علماء کو سرزنش | جب خدا کسی قوم کو تباہ کرتا ہے تو اس کے عوام گناہوں اور بدکاریوں میں غرق ہو جاتے ہیں اور انکے خواص یعنی درویش اور علماء گونگے شیطان بن جاتے ہیں۔ بنی اسرائیل کا حال یہی ہوا کہ لوگ عموماً دنیوی لذات و شہوات میں منہمک ہو کر خدا تعالیٰ کی عظمت و جلال اور انکے قوانین و احکام کو بھلا بیٹھے۔ اور جو مشائخ اور علماء کہلاتے تھے انہوں نے "امر بالمعروف و نہی عن المنکر" کا فریضہ ترک کر دیا۔ کیونکہ دنیا کی حرص اور اتباع شہوات میں وہ اپنے عوام سے بھی آگے تھے۔ مخلوق کا خوف یا دنیا کا لالچ حق کی آواز بلند کرنے سے مانع ہوتا تھا۔ اسی سکوت اور مداہنت سے پچھلی قومیں تباہ ہوئیں۔ اسی لئے امت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والتسلیم کو قرآن و حدیث کی بے شمار نصوص میں بہت ہی سخت تاکید و تہدید کی گئی ہے کہ کسی وقت اور کسی شخص کے مقابلہ میں اس "فرض امر بالمعروف" کے ادا کرنے سے تغافل نہ برتیں۔

حق تعالیٰ کی شان میں یہودیوں کی گستاخیاں | نبی کریم ﷺ کی بعثت کے وقت اہل کتاب کے قلوب ان کی شرارت، کفر و طغیان، بدکاری، حرام خوری وغیرہ کی ممارست سے اس قدر مسخ ہو گئے تھے کہ بارگاہ ربوبیت میں گستاخی کرنے سے بھی ان کو کچھ باک نہ ہوتا تھا۔ خدائے قدوس کا رتبہ ان کے یہاں ایک معمولی انسان کی حیثیت سے زیادہ نہ رہا تھا۔ حق تعالیٰ کی جناب میں بے تکلف ایسے واہی تباہی کلمات بک دیتے تھے جنہیں سن کر انسان کے رونگٹے کھڑے ہو جائیں۔ کبھی کہتے اِنَّ اللّٰهَ فَقِیۡرٌ وَّنَحۡنُ اَغۡنِیَآءُ، کبھی یہ الفاظ منہ سے نکالتے یَدُ اللّٰهِ مَغۡلُوۡلَةٌ (خدا کا ہاتھ بند ہو گیا) اس سے مراد یا تو وہی ہوگی جو اِنَّ اللّٰهَ فَقِیۡرٌ سے تھی کہ خدا معاذ اللہ تنگ دست ہو گیا اس کے خزانہ میں کچھ نہیں رہا اور یا "غل ید" کنایہ بخل و امساک سے ہو۔ یعنی تنگ دست تو نہیں مگر آج کل بخل کرنے لگا ہے (العیاذ باللہ) بہرحال کوئی معنی ہوں اس قول کفر کا منشاء یہ تھا کہ جب تمرد و طغیان کی پاداش میں حق تعالیٰ نے ان ملاعین پر ذلت و نکبت، ضیق عیش، بدحالی اور تنگ معاشی مسلط فرما دی تو بجائے اس کے کہ اپنی سیہ کاریوں اور شرارتوں پر متنبہ اور نادم ہوتے، الٹے حق تعالیٰ کی جناب میں گستاخیاں کرنے لگے۔ شاید یہ خیال ہوا ہوگا کہ ہم تو پیغمبروں کی اولاد بلکہ خدا کے بیٹے اور اسکے پیارے تھے۔ پھر یہ کیا معاملہ ہونے لگا کہ آج بنی اسمٰعیل تو دنیا میں پھیلتے جا رہے ہیں۔ زمینی فتوحات اور آسمانی برکات تو ان پر کشادہ کر دی گئی ہیں اور ہم بنی اسرائیل کہ خدا صرف ہمارا اور ہم اس کے تھے۔ اس طرح ذلیل و مغلوب اور تنگ ہو کر دربدر بھٹکتے پھرتے ہیں۔ ہم تو وہی اسرائیل کی اولاد اور "اَبۡنٰٓؤُا اللّٰهِ وَاَحِبَّآؤُهٗ" آج بھی ہیں جو پہلے تھے مگر معلوم ہوتا ہے کہ جس خدا کی ہم اولاد اور محبوب تھے (معاذ اللہ) اس کے خزانہ میں کمی آ گئی یا آج کل بخل و امساک نے اسکا ہاتھ بند کر دیا ہے۔ احمق اتنا نہ سمجھے کہ حق تعالیٰ کے خزائن تو لامحدود اور اس کے کمالات غیر متبدل اور غیر متناہی ہیں۔ اگر معاذ اللہ اس کے خزانہ میں کچھ نہ رہتا یا مخلوق کی تربیت و اعانت سے وہ ہاتھ کھینچ لیتے تو دنیا کا انتظام کس طرح قائم رہ سکتا تھا اور جو روز افزوں عروج و فروغ پیغمبر علیہ السلام اور انکے رفقاء کو تم اپنی

آنکھوں سے دیکھ رہے ہو یہ کس کے لطف اور دست کرم کا رہین منت ہوا۔ لہٰذا تم کو کہنا چاہئے کہ اس کا ہاتھ بند نہیں ہوا۔ البتہ گستاخیوں اور شرارتوں کی نحوست سے خدا کی جو لعنت اور پھٹکار تم پر پڑی ہے اس نے تمہارے حق میں خدا کی زمین باوجود وسعت کے تنگ کر دی ہے اور آئندہ اور زیادہ تنگ ہونے والی ہے۔ اپنی تنگ حالی کو خدا کی تنگدستی سے منسوب کرنا تمہاری انتہائی سفاہت ہے۔

◆ یہ دعا کے رنگ میں پیشین گوئی یا ان کی حالت واقعی کی خبر دی گئی ہے چنانچہ واقع میں بخل و جبن نے ان کے ہاتھ بالکل بند کر دیئے تھے۔

◆ **حق تعالیٰ کے لئے اعضائے جسمانی کی نسبت** حق تعالیٰ کے لئے جہاں ہاتھ، پاؤں، آنکھ وغیرہ نعوت ذکر کی گئی ہیں ان سے بھول کر بھی یہ وہم نہ ہونا چاہئے کہ وہ معاذ اللہ مخلوق کی طرح جسم اور اعضائے جسمانی رکھتا ہے۔ بس جس طرح خدا کی ذات اور وجود، حیات، علم وغیرہ تمام صفات کی کوئی نظیر اور مثال اور کیفیت اس کے سوا بیان نہیں ہو سکتی۔

اے برتر از خیال و قیاس و گمان و وہم   وز ہر چہ گفتہ اند و شنیدیم و خواندہ ایم

دفتر تمام گشت و بپایاں رسید عمر   ما ہمچناں در اول تو ماندہ ایم

اسی طرح ان نعوت وصفات کو خیال کرو۔ خلاصہ یہ ہے کہ جیسے خدا کی ذات بے چون و بیچگون ہے اس کے سمع، بصر، ید وغیرہ نعوت وصفات کے معانی بھی اس کی ذات اور شان اقدس کے لائق اور ہمارے کیف وکم اور تعبیر و بیان کے احاطہ سے بالکل وراء الوراء ہیں۔ لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ (شوریٰ، رکوع ۲) حضرت شاہ عبدالقادرؒ نے اس آیت پر جو فائدہ لکھا ہے اس میں دو ہاتھوں سے مراد "مہر" کا اور "قہر" کا ہاتھ لیا ہے۔ یعنی آج کل خدا کی مہر کا ہاتھ "امت محمدیہ" پر اور قہر کا بنی اسرائیل پر کھلا ہوا ہے۔ جیسا کہ اگلی آیتوں میں اشارہ فرمایا۔

◆ یعنی اس کو وہی خوب جانتا ہے کہ کس وقت، کس پر، کس قدر خرچ کیا جائے۔ کبھی ایک وفادار کو امتحان یا اصلاح حال کی غرض سے تنگی اور عسرت میں مبتلا کر دیتا ہے اور کبھی اس کی وفاداری کے صلہ میں خزانے آخرت سے پہلے دنیوی برکات کے دروازے بھی کھول دیتا ہے۔ اس کے بالمقابل ایک مجرم متمرد پر کبھی آخرت کی سزا سے پہلے تنگ حالی، قحط، بخل اور مصائب و آفات دنیوی کی سزا بھیجتا ہے اور کسی وقت دنیوی ساز و سامان کو فراخ کر کے مزید مہلت دیتا ہے کہ یا خدا کے احسانات سے متاثر ہو کر اپنے فسق و فجور پر کچھ شرمائے اور یا اپنی شقاوت کا پیمانہ پوری طرح لبریز کر کے انتہائی سزا کا مستحق ہو۔ پس مختلف احوال و اغراض اور متنوع حکمتوں کی موجودگی میں کسی شخص کے مقبول و مردود ہونے کا فیصلہ خدا کی اطلاع یا قرائن و احوال خارجیہ کی بناء پر کیا جا سکتا ہے جس طرح

ایک چور کا ہاتھ کاٹا جائے یا ڈاکٹر کسی مریض کا ہاتھ کاٹ دے دونوں کی نسبت ہم احوال خاصہ اور قرائن سے سمجھ لیتے ہیں کہ ایک بطور سزا اور دوسرا از راہ شفقت و علاج کاٹا گیا ہے۔

◆ ان کی گستاخی کا جواب دیا جا چکا ہے۔ لیکن قرآن کے ایسے حکیمانہ جوابات سے ان معاندین اور سفہاء کو تسکین نہیں ہوگی۔ بلکہ اس کو سن کر شرارت اور انکار میں اور زیادہ ترقی کریں گے۔ اگر غذائے صالح ایک بیمار کے معدہ میں پہنچ کر اس کے مرض کو زیادہ کر دیتی ہے تو اس میں غذا کا قصور نہیں۔ مریض کے مزاج کی خرابی ہے۔

◆ اگرچہ قریب میں خاص یہود کا مقولہ نقل کیا تھا لیکن "اَلْقَيْنَا بَيْنَهُمُ" سے مراد غالباً وہ اور ان کے بھائی بند سب ہیں۔ یعنی یہود و نصاریٰ سب اہل کتاب کا حال بیان فرمایا ہے جیسا کہ پہلے اسی سورہ میں گذر چکا اور اگلی آیت میں بھی سب اہل کتاب کو خطاب فرمایا ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ جوں جوں ان کی شرارت اور انکار کو ترقی ہوگی اسی قدر اسلام اور مسلمانوں کے خلاف سازشیں اور منصوبے گانٹھیں گے اور لڑائی کی آگ بھڑکانے کے لئے تیار ہوں گے۔ لیکن ان کے آپس میں پھوٹ پڑ چکی ہے جو مٹ نہیں سکتی۔ اس سبب سے اسلامی برادری کے خلاف ان کی جنگی تیاریاں کامیاب نہیں ہوں گی۔

◆ **اہل کتاب کی فتنہ پروری** اس سے معلوم ہوا کہ اہل اسلام میں جب تک باہمی محبت اور اخوت مستحکم رہے گی اور رشد و صلاح کے طریق پر گامزن ہو کر فتنہ اور فساد سے مجتنب رہنے کا اہتمام رہے گا جیسا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم میں تھا اس وقت تک اہل کتاب کی سب کوششیں ان کے مقابلہ میں بیکار ثابت ہوں گی۔

◆ یعنی باوجود ایسے شدید جرائم اور سخت شرارتوں کے اگر اب بھی اہل کتاب اپنے رویہ سے تائب ہو کر نبی کریم ﷺ اور قرآن پر ایمان لے آتے اور تقویٰ اختیار کر لیتے تو دروازہ توبہ کا بند نہیں ہوا۔ حق تعالیٰ کمال فضل و رحمت سے ان کو اخروی و دنیوی نعمتوں سے سرفراز فرما دیتا۔ اس کی رحمت بڑے سے بڑے مجرم کو بھی جب وہ شرمسار اور معترف ہو کر آئے مایوس نہیں کرتی۔

أَقَامُوا التَّوْرَاةَ وَالْإِنجِيلَ وَمَا أُنزِلَ إِلَيْهِم

تو قائم رکھتے توریت — اور انجیل کو — اور اس کو جو نازل ہوا ان پر

مِّن رَّبِّهِمْ لَأَكَلُوا مِن فَوْقِهِمْ وَمِن تَحْتِ أَرْجُلِهِم ۚ

ان کے رب کی طرف سے ◆ تو کھاتے اپنے اوپر سے — اور اپنے پاؤں کے نیچے سے ◆

مِّنْهُمْ أُمَّةٌ مُّقْتَصِدَةٌ ۖ وَكَثِيرٌ مِّنْهُمْ سَاءَ مَا

کچھ لوگ ان میں ہیں سیدھی راہ پر ◆ اور بہت سے ان میں — برے کام کر

يَعْمَلُونَ ﴿٦٦﴾ يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنزِلَ إِلَيْكَ

رہے ہیں — اے رسول — پہنچا دے — جو تجھ پر اترا

مِن رَّبِّكَ ۖ وَإِن لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ ۚ

تیرے رب کی طرف سے — اور اگر ایسا نہ کیا — تو تو نے کچھ نہ پہنچایا اس کا پیغام

وَاللَّهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ۗ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي

اور اللہ تجھ کو بچا لے گا — لوگوں سے — بے شک اللہ راستہ نہیں دکھلاتا

الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ ﴿٦٧﴾ قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لَسْتُمْ عَلَىٰ

قوم کافروں کو ◆ کہہ دے — اے کتاب والو — تم کسی راہ پر نہیں

شَيْءٍ حَتَّىٰ تُقِيمُوا التَّوْرَاةَ وَالْإِنجِيلَ وَمَا أُنزِلَ

جب تک نہ قائم کرو توریت — اور انجیل کو — اور جو تم پر اترا

إِلَيْكُم مِّن رَّبِّكُمْ ۗ وَلَيَزِيدَنَّ كَثِيرًا مِّنْهُم مَّا أُنزِلَ

تمہارے رب کی طرف سے ◆ اور ان میں بہتوں کو بڑھے گی — اس کلام سے جو تجھ پر

ع ١٣

إِلَيْكَ مِن رَّبِّكَ طُغْيَانًا وَكُفْرًا ۚ فَلَا تَأْسَ

اور تیرے رب کی طرف سے شرارت اور کفر سو تو افسوس نہ کر

عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ ﴿٦٨﴾ إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَ

اس قوم کافروں پر ◆ بے شک جو مسلمان ہیں اور

الَّذِينَ هَادُوا وَالصَّابِئُونَ وَالنَّصَارَىٰ مَنْ آمَنَ

جو یہودی ہیں اور فرقہ صابی اور نصاریٰ جو کوئی ایمان لاوے

بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَا خَوْفٌ

اللہ پر اور روز قیامت پر اور عمل کرے نیک نہ ان پر

عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴿٦٩﴾ لَقَدْ أَخَذْنَا

ڈر ہے نہ وہ غمگین ہوں گے ◆ ہم نے لیا تھا

مِيثَاقَ بَنِي إِسْرَائِيلَ وَأَرْسَلْنَا إِلَيْهِمْ رُسُلًا ۖ

پختہ قول بنی اسرائیل سے ◆ اور بھیجے ان کی طرف رسول

كُلَّمَا جَاءَهُمْ رَسُولٌ بِمَا لَا تَهْوَىٰ أَنفُسُهُمْ

جب لایا ان کے پاس کوئی رسول وہ حکم جو خوش نہ آیا ان کے جی کو

فَرِيقًا كَذَّبُوا وَفَرِيقًا يَقْتُلُونَ ﴿٧٠﴾ وَحَسِبُوا أَلَّا

تو بہتوں کو جھٹلایا اور بہتوں کو قتل کر ڈالتے تھے ◆ اور خیال کیا کہ

تَكُونَ فِتْنَةٌ فَعَمُوا وَصَمُّوا ثُمَّ تَابَ اللَّهُ

کچھ خرابی نہ ہوگی سو اندھے ہو گئے اور بہرے پھر توبہ قبول کی اللہ نے

عَلَيْهِمْ ثُمَّ عَمُوْا وَصَمُّوْا كَثِيْرٌ مِّنْهُمْ ۭ وَاللّٰهُ

ان کی | پھر اندھے ہوگئے اور بہرے ہوگئے | ان میں سے بہت ◆ | اور اللہ

بَصِيْرٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ ﴿٧١﴾ لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا

دیکھتا ہے جو کچھ وہ کرتے ہیں ◆ | بے شک کافر ہوئے | جنہوں نے

اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ ۭ وَقَالَ الْمَسِيْحُ

کہا اللہ وہی مسیح ہے | مریم کا بیٹا | اور مسیح نے کہا ہے

يٰبَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبَّكُمْ ۭ

کہ اے بنی اسرائیل | بندگی کرو اللہ کی | جو رب ہے میرا | اور تمہارا

اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ

بے شک جس نے شریک ٹھہرایا اللہ کا | سو حرام کی اللہ نے اس پر

الْجَنَّةَ وَمَاْوٰىهُ النَّارُ ۭ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ﴿٧٢﴾

جنت | اور اس کا ٹھکانا دوزخ ہے | اور کوئی نہیں گنہگاروں کی مدد کرنے والا ◆

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ

بے شک کافر ہوئے | جنہوں نے کہا | اللہ ہے تین میں کا

ثَلٰثَةٍ ۘ وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّآ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۭ وَاِنْ

ایک ◆ | حالانکہ کوئی معبود نہیں | بجز ایک معبود کے | اور اگر نہ

لَّمْ يَنْتَهُوْا عَمَّا يَقُوْلُوْنَ لَيَمَسَّنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا

باز آویں گے | اس بات سے کہ کہتے ہیں | تو بے شک پہنچے گا ان میں سے کفر پر قائم رہنے والوں کو

◆ **یہودیوں کی اللہ سے غداری** | یعنی بجائے عہد و پیمان توڑ کر خدا سے غداری کی، اسکے سفراء میں سے کسی کو جھٹلایا، کسی کو قتل کیا۔ یہ تو ان کے "ایمان باللہ اور عمل صالح" کا حال تھا۔ "ایمان بالیوم الآخر" کا اندازہ اس سے کرلو کہ اس قدر شدید مظالم اور باغیانہ جرائم کا ارتکاب کر کے بالکل بے فکر ہو بیٹھے۔ گویا ان حرکات کا کوئی خمیازہ بھگتنا نہیں پڑے گا۔ اور ظلم و بغاوت کے خراب نتائج کبھی سامنے نہ آئیں گے۔ یہ خیال کر کے خدائی نشانات اور ربانی کلام کی طرف سے بالکل ہی اندھے اور بہرے ہو گئے اور جو کرنی کام تھے وہ کئے حتیٰ کہ بعض انبیاء کو قتل اور بعض کو قید کیا۔ آخر خدا تعالیٰ نے ان پر بخت نصر کو مسلط فرمایا۔ پھر ایک مدت دراز کے بعد بعض ملوک فارس نے بخت نصر کی قید ذلت و رسوائی سے چھڑا کر بابل سے بیت المقدس کو واپس کیا۔ اس وقت ان لوگوں نے توبہ کی اور اصلاح حال کی طرف متوجہ ہوئے۔ خدا نے توبہ قبول کی۔ لیکن کچھ زمانے کے بعد پھر وہی شرارتیں سوجھیں اور بالکل اندھے بہرے ہو کر حضرت زکریا اور حضرت یحییٰ علیہما السلام کے قتل کی جرأت کی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قتل پر تیار ہو گئے۔

◆ یعنی وہ اگرچہ خدا کے غضب و قہر کی طرف سے اندھے ہو گئے ہیں لیکن خدا ان کی تمام حرکات کو برابر دیکھ رہا ہے۔ چنانچہ ان حرکات کی سزا اب امت محمدیہ کے ہاتھوں سے دلوا رہا ہے۔

◆ **نصاریٰ کا کفر و شرک** | یہاں سے نصاریٰ کے ایمان باللہ کی کیفیت دکھلائی گئی ہے کہ وہ کہاں تک حقانیت کے اس معیار پر پورے اترتے۔ ان کے ایمان باللہ کا حال یہ ہے کہ عقل کے خلاف فطرت سلیمہ کے مخالف اور خود حضرت مسیح کی تصریحات کے خلاف مسیح ابن مریم کو خدا بنا دیا۔ "ایک تین اور تین ایک" کی بھول بھلیاں تو محض بہانے کے نام ہیں حقیقۃً سارا زور اور قوت صرف حضرت مسیح کی الوہیت ثابت کرنے پر صرف کیا جاتا ہے۔ حالانکہ خود حضرت مسیح علیہ السلام خدا کے سب بندوں اور دوسرے آدمیوں کی طرح اپنے مربوب ہونے کا اعلانیہ اعتراف فرما رہے ہیں۔ اور جس شرک میں ان کی امت مبتلا ہونے والی تھی اس کی برائی کس زور و شور سے بیان کر رہے ہیں۔ پھر بھی ان اندھوں کو عبرت نہیں ہوتی۔

◆ یعنی حضرت مسیح، روح القدس اور اللہ یا مسیح، مریم اور اللہ تینوں خدا ہیں (العیاذ باللہ) ان میں کا ایک حصہ دار اللہ ہوا۔ پھر وہ تینوں ایک اور وہ ایک تین ہیں۔ عیسائیوں کا عام عقیدہ یہی ہے اور اس خلاف عقل و بداہت عقیدہ کو عجیب گول مول اور پیچدار عبارتوں سے ادا کرتے ہیں اور جب کسی کی سمجھ میں نہیں آتا تو اس کو ایک راز اور ماورائے عقل حقیقت قرار دیتے ہیں۔ ولن یصلح العطار ما افسد الدھر۔

مِنْهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿٧٣﴾ اَفَلَا يَتُوْبُوْنَ اِلَى

عذاب دردناک — کیوں نہیں توبہ کرتے — اللہ کے

اللّٰهِ وَيَسْتَغْفِرُوْنَهٗ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿٧٤﴾

آگے — اور گناہ بخشواتے اس سے — اور اللہ ہے بخشنے والا مہربان ◆

مَا الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ

نہیں ہے مسیح مریم کا بیٹا — مگر رسول — گزر چکے

مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ۭ وَاُمُّهٗ صِدِّيْقَةٌ ۭ كَانَا

اس سے پہلے — بہت رسول ◆ — اور اس کی ماں ولی ہے ◆ — دونوں

يَاْكُلٰنِ الطَّعَامَ ۭ اُنْظُرْ كَيْفَ نُبَيِّنُ لَهُمُ الْاٰيٰتِ

کھاتے تھے کھانا — دیکھ — ہم کیسے بتلاتے ہیں — ان کو دلیلیں

ثُمَّ انْظُرْ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ﴿٧٥﴾ قُلْ اَتَعْبُدُوْنَ

پھر دیکھ وہ کہاں الٹے جارہے ہیں ◆ — تو کہہ کیا تم ایسی چیز کی بندگی کرتے ہو

مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا ۭ

اللہ کو چھوڑ کر — جو مالک نہیں — تمہارے برے کی اور نہ بھلے کی

وَاللّٰهُ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿٧٦﴾ قُلْ يٰٓاَهْلَ

اور اللہ وہی ہے سننے والا جاننے والا ◆ — تو کہہ — اے

الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ غَيْرَ الْحَقِّ وَلَا

اہل کتاب — مت مبالغہ کرو اپنے دین کی بات میں — ناحق ◆ — اور مت

◆ یہ اسی غفور رحیم کی شان ہے کہ ایسے ایسے باغی اور گستاخ مجرم بھی جب شرمندہ ہو کر اور اصلاح کا عزم کر کے حاضر ہوں تو ایک منٹ میں عمر بھر کے جرائم معاف فرما دیتا ہے۔

◆ یعنی اسی مقدس و معصوم جماعت کے یہ بھی ایک فرد ہیں، انہیں خدا کہنا تمہاری سفاہت ہے۔

◆ **حضرت مریم نبی نہیں تھیں** | جمہور امت کی تحقیق یہی ہے کہ عورتوں میں نبوت نہیں آئی۔ یہ منصب رجال ہی کے لئے مخصوص رہا ہے وَمَا أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ إِلَّا رِجَالًا نُّوحِي إِلَيْهِم مِّنْ أَهْلِ الْقُرَىٰ (یوسف رکوع ۱۲) حضرت مریم بتول بھی ایک ولیہ تھیں۔ نبی نہیں۔

◆ **الوہیت مسیح و مریم کا ابطال** | غور کرنے سے معلوم ہو سکتا ہے کہ جو شخص کھانے پینے کا محتاج ہے وہ تقریباً دنیا کی ہر چیز کا محتاج ہے۔ زمین، ہوا، پانی، سورج، حیوانات حتیٰ کہ کیڑے اور کسان سے بھی اسے استغنا نہیں ہو سکتا۔ غلہ کے پیٹ میں پہنچنے اور ہضم ہونے تک خیال کرو بالواسطہ یا بلاواسطہ کتنی چیزوں کی ضرورت ہے۔ پھر کھانے سے جو اثرات و نتائج پیدا ہوں گے ان کا سلسلہ کہاں تک جاتا ہے۔ احتیاج و افتقار کے اس طویل الذیل سلسلہ کو نظر میں رکھتے ہوئے ہم الوہیت مسیح و مریم کے ابطال کو اہل استدلال یوں بیان کر سکتے ہیں کہ مسیح و مریم اکل و شرب کی ضروریات سے مستغنی نہ تھے جو مشاہدہ اور تواتر سے ثابت ہے، اور جو اکل و شرب سے مستغنی نہ ہو وہ دنیا کی کسی چیز سے مستغنی نہیں ہو سکتا۔ پھر تم ہی کہو کہ جو ذات تمام انسانوں کی طرح اپنی بقاء میں عالم اسباب سے مستغنی نہ ہو وہ خدا کیونکر بن سکتی ہے۔ یہ ایسی قوی اور واضح دلیل ہے جسے عالم و جاہل یکساں طور پر سمجھ سکتے ہیں یعنی کھانا پینا الوہیت کے منافی ہے۔ اگرچہ نہ کھانا الوہیت کی دلیل نہیں ورنہ سارے فرشتے خدا بن جائیں۔ معاذ اللہ۔

◆ یعنی جب مسیح کو خدا کہا تو لازم ہے کہ معبود بھی کہو۔ مگر معبود بننا صرف اسی ذات کے ساتھ مختص ہے جو ہر قسم کے نفع و ضرر کا مالک اور پورا با اختیار ہو۔ کیونکہ عبادت انتہائی تذلل کا نام ہے اور انتہائی تذلل اسی کے سامنے اختیار کر سکتے ہیں جو انتہائی عزت اور غلبہ رکھنے والا، ہر آن سب کی سننے والا اور سب کے احوال کا پوری طرح جاننے والا ہو۔ اس میں تثلیث کے عقیدہ و شرک کے ساتھ تمام مشرکین کا رد ہو گیا۔

◆ **نصاریٰ کا غلو فی الدین** | عقیدہ کا غلو یہ ہے کہ ایک مولود بشری کو خدا بنا دیا۔ اور عمل میں غلو یہ ہے کہ رہبانیت گھڑ لی وَرَهْبَانِيَّةً ابْتَدَعُوهَا مَا كَتَبْنَاهَا عَلَيْهِمْ (الحدید رکوع ۴) یہود کی جو قبائح بیان کی جا چکیں ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ باب حق میں تفریط کرنے کی وجہ سے دین اور دینداروں کی ان کے یہاں کوئی عظمت و وقعت نہ تھی حتیٰ کہ انبیاء علیہم السلام کی اہانت و قتل تک ان کا خاص شعار تھا۔ برخلاف اس کے نصاریٰ نے تعظیم انبیاء میں اس قدر غلو کیا کہ ان میں سے بعض کو خدا یا خدا کا بیٹا کہنے لگے اور ترک دنیا کر کے رہبانیت اختیار کر لی۔

تَتَّبِعُوْٓا اَهْوَآءَ قَوْمٍ قَدْ ضَلُّوْا مِنْ قَبْلُ وَ

چلو خواہشات پر ان لوگوں کے جو گمراہ ہو چکے پہلے

اَضَلُّوْا كَثِيْرًا وَّضَلُّوْا عَنْ سَوَآءِ السَّبِيْلِ ﴿٧٧﴾

گمراہ کر گئے بہتوں کو اور بھٹک گئے سیدھی راہ سے

لُعِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْۢ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ عَلٰى لِسَانِ

ملعون ہوئے کافر بنی اسرائیل میں سے داؤد کی

دَاوٗدَ وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ؕ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا

زبان پر اور عیسیٰ بیٹے مریم کی یہ اس لیے کہ وہ نافرمان تھے اور حد سے

يَعْتَدُوْنَ ﴿٧٨﴾ كَانُوْا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُّنْكَرٍ

گزر جاتے تھے آپس میں منع نہ کرتے برے کام سے

فَعَلُوْهُ ؕ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ﴿٧٩﴾ تَرٰى كَثِيْرًا

جو وہ کرتے تھے بہت ہی برا کام ہے جو کرتے تھے تو دیکھتا ہے بہتوں کو

مِّنْهُمْ يَتَوَلَّوْنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ لَبِئْسَ مَا قَدَّمَتْ

ان میں سے دوستی کرتے ہیں کافروں سے بہت ہی برا سامان بھیجا

لَهُمْ اَنْفُسُهُمْ اَنْ سَخِطَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَفِي الْعَذَابِ

انہوں نے اپنے واسطے وہ کہ اللہ کا غضب ہوا ان پر اور وہ ہمیشہ عذاب میں

هُمْ خٰلِدُوْنَ ﴿٨٠﴾ وَلَوْ كَانُوْا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالنَّبِيِّ

رہنے والے ہیں اور اگر وہ یقین رکھتے اللہ پر اور نبی پر

وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مَا اتَّخَذُوْهُمْ اَوْلِيَآءَ وَلٰكِنَّ

اور جو نبی پر اترا تو کافروں کو دوست نہ بناتے ◆ لیکن ان میں

كَثِيْرًا مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿۸۱﴾ لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ

سے بہت سے لوگ نافرمان ہیں ◆ تو پاوے گا سب لوگوں سے

عَدَاوَةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الْيَهُوْدَ وَالَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا ۚ

زیادہ دشمن مسلمانوں کا یہودیوں کو اور مشرکوں کو

وَلَتَجِدَنَّ اَقْرَبَهُمْ مَّوَدَّةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا

اور تو پاوے گا سب سے نزدیک محبت میں مسلمانوں کے

الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰى ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّ مِنْهُمْ

ان لوگوں کو جو کہتے ہیں کہ ہم نصاریٰ ہیں یہ اس واسطے کہ نصاریٰ میں

قِسِّيْسِيْنَ وَرُهْبَانًا وَّاَنَّهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿۸۲﴾

عالم ہیں اور درویش ہیں اور اس واسطے کہ وہ تکبر نہیں کرتے

◆ "نبی" سے بعض مفسرین نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اور بعض نے رسول کریم ﷺ کو مراد لیا ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ اگر ان یہود کو واقعی یقین حضرت موسیٰ علیہ السلام کی صداقت اور تعلیمات پر ہوتا تو نبی آخر الزماں کے مقابلہ میں جن کی بشارت خود موسیٰ علیہ السلام دے چکے ہیں مشرکین سے دوستی نہ کرتے یا یہ کہ اگر نبی کریم ﷺ پر مخلصانہ ایمان لے آتے تو ایسی حرکت ان سے سرزد نہ ہوتی کہ دشمنان اسلام سے ساز باز کریں۔ اس دوسری تقدیر پر آیت منافقین یہود کے حق میں ہوگی۔

◆ خدا کی اور خود اپنے تسلیم کردہ پیغمبر کی نافرمانی کرتے کرتے یہ حالت ہوگئی کہ اب موحدین پر مشرکین کو ترجیح دیتے ہیں۔ افسوس کہ آج ہم بہت سے نام نہاد مسلمانوں کی حالت بھی یہی پاتے ہیں کہ مسلمان اور کفار کے مقابلہ کے وقت کافروں کو دوست بناتے اور انہی کی حمایت و وکالت کرتے ہیں۔ اَللّٰهُمَّ احْفَظْنَا مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا۔

وَإِذَا سَمِعُوا مَا أُنزِلَ إِلَى الرَّسُولِ تَرَىٰ أَعْيُنَهُمْ

اور جب سنتے ہیں اس کو | جو اترا رسول پر | تو دیکھے ان کی آنکھوں کو

تَفِيضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوا مِنَ الْحَقِّ ۖ يَقُولُونَ

کہ ابلتی ہیں آنسوؤں سے | اس وجہ سے کہ انہوں نے پہچان لیا حق بات کو | کہتے ہیں

رَبَّنَا آمَنَّا فَاكْتُبْنَا مَعَ الشَّاهِدِينَ ﴿٨٣﴾ وَمَا لَنَا

اے رب ہمارے ہم ایمان لائے | سو تو لکھ ہم کو ماننے والوں کے ساتھ | اور ہم کو کیا ہوا

لَا نُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَمَا جَاءَنَا مِنَ الْحَقِّ وَنَطْمَعُ أَن

کہ یقین نہ لاویں اللہ پر | اور اس چیز پر جو پہنچی ہم کو | حق سے | اور توقع رکھیں اس کی کہ

يُدْخِلَنَا رَبُّنَا مَعَ الْقَوْمِ الصَّالِحِينَ ﴿٨٤﴾ فَأَثَابَهُمُ

داخل کرے ہم کو رب ہمارا | ساتھ نیک بختوں کے | پھر ان کو بدلے میں دیئے

اللَّهُ بِمَا قَالُوا جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ

اللہ نے | اس کہنے پر ایسے باغ | کہ جن کے نیچے بہتی ہیں نہریں

خَالِدِينَ فِيهَا ۚ وَذَٰلِكَ جَزَاءُ الْمُحْسِنِينَ ﴿٨٥﴾ وَالَّذِينَ

رہا کریں ان میں ہی | اور یہ ہے بدلا نیکی کرنے والوں کا | اور جو لوگ

كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ ﴿٨٦﴾

منکر ہوئے | اور جھٹلانے لگے ہماری آیتوں کو | وہ ہیں دوزخ کے رہنے والے

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُحَرِّمُوا طَيِّبَاتِ مَا

اے ایمان والو | مت حرام ٹھہراؤ | ستھری چیزیں

نصاریٰ یہود اور مشرکین سے بہتر ہیں ◆ اس آیت میں بتلایا گیا کہ یہود کا مشرکین سے دوستی کرنا محض اسلام اور مسلمانوں کی عداوت و بغض کی وجہ سے ہے۔ نبی کریم ﷺ کو جن اقوام سے زیادہ سابقہ پڑتا تھا ان میں یہ دونوں قومیں یہود اور مشرکین علی الترتیب اسلام و مسلمین کی شدید ترین دشمن تھیں۔ مشرکین مکہ کی ایذا رسانیاں تو اظہر من الشمس ہیں۔ لیکن ملعون یہود نے بھی کوئی کمینہ سے کمینہ حرکت اٹھا کر نہیں رکھی۔ حضور ﷺ کو بے خبری میں پتھر کی چٹان گرا کر شہید کرنا چاہا کھانے میں زہر دینے کی کوشش کی، سحر اور ٹونے کرائے، غرض غضب پر غضب اور لعنت پر لعنت حاصل کرتے رہے۔ ان کے بالمقابل نصاریٰ باوجودیکہ وہ بھی کفر میں مبتلا تھے، اسلام سے جلتے تھے، مسلمانوں کا عروج ان کو ایک نظر نہ بھاتا تھا تاہم ان میں قبول حق کی استعداد ان دونوں گروہوں سے زیادہ تھی۔ اسی لئے وہ اسلام اور مسلمانوں سے محبت کرنے کی طرف نسبتاً بہت مائل ہو جاتے تھے اس کا سبب یہ تھا کہ اس وقت تک "عیسائیوں" میں علم دین کا چرچا دوسری قوموں سے زائد تھا۔ اپنے طریقہ کے موافق ترک دنیا اور زاہدانہ زندگی اختیار کرنے والے ان میں بکثرت پائے جاتے تھے۔ نرم دلی اور تواضع ان کی خاص صفت تھی جس قوم میں یہ خصائل کثرت سے پائی جائیں ان کا لازمی نتیجہ یہ ہونا چاہئے کہ اس میں قبول حق اور سعادت دینی کا مادہ دوسری اقوام سے زیادہ ہو کیونکہ قبول حق سے عموماً تین چیزیں مانع ہوتی ہیں۔ جہل، حب دنیا یا حسد و تکبر وغیرہ۔ نصاریٰ میں "قسیسین" کا وجود جہل کو، "رہبان" کی کثرت حب دنیا کو، نرم دلی اور تواضع کی صفت عجب و نخوت وغیرہ کو کم کرتی تھی چنانچہ قیصر روم، مقوقس مصر اور نجاشی ملک حبشہ نے جو کچھ برتاؤ نبی کریم ﷺ کے پیغام رسالت کے ساتھ کیا وہ اس کا شاہد ہے کہ اس وقت نصاریٰ میں قبول حق اور مودت مسلمین کی صلاحیت بہ نسبت دوسری قوموں سے زائد تھی۔ مشرکین مکہ کے ظلم و ستم سے تنگ آ کر جب ایک جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم نے "حبشہ" کو ہجرت کی اور مشرکین نے وہاں بھی ملک حبشہ کے دربار تک اپنا پروپیگنڈہ نہ چھوڑا تو بادشاہ نے ایک روز مسلمانوں کو بلا کر کچھ سوالات کئے اور حضرت مسیح علیہ السلام کی نسبت بھی ان کا عقیدہ دریافت کیا۔ حضرت جعفرؓ نے سورۂ مریم کی آیات پڑھیں اور اپنا عقیدہ صاف صاف بیان فرمایا۔ بادشاہ بے حد متاثر ہوا اور اقرار کیا کہ جو کچھ قرآن نے حضرت عیسیٰ کی نسبت عقیدہ ظاہر کیا ہے وہ بلا کم و کاست صحیح ہے۔ اسی نے حسب سابقہ بشارات کے موافق حضور پرنور ﷺ کو نبی آخر الزمان تسلیم کیا۔ قصہ طویل ہے۔

عیسائیوں کے وفد پر قرآن کی اثر انگیزی انجام کار ہجرت کے کئی سال بعد ایک وفد جو خواص مسلم عیسائیوں پر مشتمل تھا نبی کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں روانہ کیا۔ یہ لوگ جب مدینہ پہنچے اور قرآن کریم کے سماع سے لذت اندوز ہوئے تو کلام الٰہی سن کر رقت گریہ و بکا ہو گئے۔ آنکھوں سے آنسو اور زبان پر "رَبَّنَا اٰمَنَّا الخ" کے کلمات جاری تھے۔ ان آیات میں اسی جماعت کا حال بیان فرمایا ہے۔ قیامت تک کے لئے کوئی خبر نہیں دی گئی کہ ہمیشہ عیسائیوں اور یہود و مشرکین وغیرہ کے تعلقات کی نوعیت اسلام و مسلمین کیساتھ یہی رہے گی۔ آج جو لوگ عیسائی کہلاتے ہیں ان میں کتنے قسیس و رہبان اور متواضع و منکسر المزاج ہیں اور کتنے ہیں جن کی آنکھوں سے کلام الٰہی سن کر آنسو ٹپک پڑتے ہیں جب اَقْرَبَهُمْ مَّوَدَّةً کی علت جو ذٰلِكَ بِاَنَّ مِنْهُمْ قِسِّيْسِيْنَ ..... الخ سے بیان کی گئی موجود نہیں تو معلول یعنی "قرب مودت" کیوں موجود ہوگا۔ بہرحال جو اوصاف عہد نبوی کے عیسائیوں اور یہود و مشرکین کے بیان ہوئے وہ جب کبھی اور جہاں کہیں جس مقدار میں موجود ہوں گے۔ اسی نسبت سے اسلام و مسلمین کی محبت و عداوت کو خیال کر لیا جائے۔

اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ

جو اللہ نے تمہارے لئے حلال کی ہیں — اور حد سے نہ بڑھو — بیشک خدا پسند نہیں کرتا

الْمُعْتَدِيْنَ ﴿۸۷﴾ وَكُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا ۠

حد سے بڑھنے والوں کو — اور کھاؤ اللہ کے دیئے ہوئے میں سے — جو چیز حلال پاکیزہ ہو

وَّاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْٓ اَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ ﴿۸۸﴾ لَا يُؤَاخِذُكُمُ

اور ڈرتے رہو اللہ سے — جس پر تم ایمان رکھتے ہو ◆ — نہیں پکڑتا تم کو

اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا

اللہ — تمہاری بیہودہ قسموں پر ◆ — لیکن پکڑتا ہے — اس پر جو

عَقَّدْتُّمُ الْاَيْمَانَ ۚ فَكَفَّارَتُهٗٓ اِطْعَامُ عَشَرَةِ

جس قسم کو تم نے مضبوط باندھا — سو اس کا کفارہ کھانا دینا ہے — دس

مَسٰكِيْنَ مِنْ اَوْسَطِ مَا تُطْعِمُوْنَ اَهْلِيْكُمْ اَوْ كِسْوَتُهُمْ

محتاجوں کو — اوسط درجہ کا کھانا — جو دیتے ہو اپنے گھر والوں کو ◆ — یا کپڑا پہنا دینا ان محتاجوں کو ◆

اَوْ تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ ۭ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ ۭ

یا ایک گردن آزاد کرنی ◆ — پھر جس کو میسر نہ ہو — تو روزے رکھنے ہیں تین دن کے ◆

ذٰلِكَ كَفَّارَةُ اَيْمَانِكُمْ اِذَا حَلَفْتُمْ ۭ وَاحْفَظُوْٓا

یہ کفارہ ہے تمہاری قسموں کا — جب قسم کھا بیٹھو — اور حفاظت رکھو

اَيْمَانَكُمْ ۭ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ

اپنی قسموں کی ◆ — اسی طرح بیان کرتا ہے اللہ — تمہارے لئے — اپنے حکم — تاکہ

تَشْكُرُوْنَ ﴿٨٩﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّمَا الْخَمْرُ

تم احسان مانو ◆ اے ایمان والو یہ جو ہے شراب

وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ

اور جوا اور بت اور پانسے ◆ سب گندے کام ہیں

الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿٩٠﴾ اِنَّمَا يُرِيْدُ

شیطان کے سو ان سے بچتے رہو تاکہ تم نجات پاؤ ◆ شیطان تو یہی چاہتا ہے

الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّوْقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ فِى

کہ ڈالے تم میں دشمنی اور بیر

الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَعَنِ

شراب اور جوئے کے اور روکے تم کو اللہ کی یاد سے اور

الصَّلٰوةِ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ ﴿٩١﴾ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ

نماز سے سو اب بھی تم باز آؤ گے ◆ اور حکم مانو اللہ کا

وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاحْذَرُوْا ۚ فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ

اور حکم مانو رسول کا اور بچتے رہو پھر اگر تم پھر جاؤ گے

فَاعْلَمُوْۤا اَنَّمَا عَلٰى رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿٩٢﴾ لَيْسَ

تو جان لو کہ ہمارے رسول کا ذمہ صرف پہنچا دینا ہے کھول کر ◆ نہیں

عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جُنَاحٌ فِيْمَا

جو لوگ ایمان لائے اور کام نیک کئے ان پر گناہ نہیں اس میں

◆ کتنا بڑا احسان ہے کہ ہم نے طیبات سے گریز کیا۔ تو اس گریز سے منع فرمایا۔ اور اگر کسی نے غلطی سے طیبات کو اپنے اوپر حرام ہی کر لیا تو اسکو حفاظت یمین کے ساتھ اس سے حلال ہونے کا طریقہ بھی بتلا دیا۔

◆ "انصاب" "ازلام" کی تفسیر اسی سورت کی ابتداء میں وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ وَأَنْ تَسْتَقْسِمُوا بِالْأَزْلَامِ کے تحت میں گذر چکی۔

◆ **شراب کی حرمت** اس آیت سے پہلے بھی بعض آیات خمر (شراب) کے بارہ میں نازل ہو چکی تھیں۔ اول یہ آیت نازل ہوئی۔ يَسْـَٔلُونَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ قُلْ فِيهِمَا إِثْمٌ كَبِيرٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَإِثْمُهُمَا أَكْبَرُ مِنْ نَفْعِهِمَا (بقرہ رکوع ۲۷) گو اس سے نہایت واضح اشارہ تحریم خمر کی طرف کیا جا رہا تھا مگر چونکہ صاف طور پر اس کے چھوڑنے کا حکم نہ تھا اس لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا اَللّٰهُمَّ بَيِّنْ لَنَا بَيَانًا شَافِيًا اس کے بعد دوسری آیت آئی يٰٓاَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَأَنْتُمْ سُكٰرٰى (الی آخر الآیۃ) (نساء رکوع ۷) اس میں بھی تحریم خمر کی تصریح نہ تھی۔ گو نشہ کی حالت میں نماز کی ممانعت ہوئی اور یہ قرینہ اسی کا تھا کہ عنقریب یہ چیز قطعاً حرام ہونے والی ہے۔ مگر چونکہ عرب میں شراب کا رواج انتہا کو پہنچ چکا تھا اور اس کا دفعۃً چھڑا دینا مخاطبین کے لحاظ سے سہل نہ تھا اس لئے نہایت حکیمانہ تدریج سے اول قلوب میں اس کی نفرت بٹھلائی گئی اور آہستہ آہستہ حکم تحریم سے مانوس کیا گیا۔ چنانچہ حضرت عمر نے اس دوسری آیت کو سن کر پھر وہی دعا کی اَللّٰهُمَّ بَيِّنْ لَنَا بَيَانًا شَافِيًا آخر کار "مائدہ" کی یہ آیتیں جو اس وقت ہمارے سامنے ہیں "يٰٓاَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوا" سے "فَهَلْ أَنْتُمْ مُنْتَهُونَ" تک نازل کی گئیں جن میں صاف صاف بت پرستی کی طرح اس گندی چیز سے بھی اجتناب کرنے کی ہدایت تھی چنانچہ حضرت عمر "فَهَلْ أَنْتُمْ مُنْتَهُونَ" سنتے ہی چلا اٹھے "انتهينا انتهينا" لوگوں نے شراب کے مٹکے توڑ ڈالے خم لنڈھا دیئے یا برباد کر دیئے۔ مدینہ کی گلی کوچوں میں شراب پانی کی طرح بہتی پھرتی تھی۔ سارا عرب اس گندی شراب کو چھوڑ کر معرفت ربانی اور محبت و اطاعت نبوی کی شراب طہور سے مخمور ہو گیا اور ام الخبائث کے مقابلہ پر حضور کا یہ جہاد ایسا کامیاب ہوا جس کی نظیر تاریخ میں نہیں مل سکتی۔ خدا کی قدرت دیکھو کہ جس چیز کو قرآن کریم نے اتنا پہلے اتنی شدت سے روکا تھا آج سب سے بڑے شراب خوار ملک امریکہ وغیرہ اس کی خرابیوں اور نقصانات کو محسوس کر کے اس کے انسداد کے درپے ہوئے ہیں۔ فللّٰه الحمد والمنۃ۔

◆ **شیطانی کام** شراب پی کر جب عقل جاتی رہتی ہے تو بعض اوقات شرابی پاگل ہو کر آپس میں لڑ پڑتے ہیں۔ حتی کہ نشہ اترنے کے بعد بھی بعض دفعہ لڑائی کا اثر باقی رہتا ہے اور باہمی عداوتیں قائم ہو جاتی ہیں۔ یہی حال بلکہ کچھ بڑھ کر جوئے کا ہے۔ اس میں ہار جیت پر سخت جھگڑے اور فساد برپا ہوتے ہیں جس سے شیطان کو اودھم مچانے کا خوب موقع ملتا ہے یہ تو ظاہری خرابی ہوئی اور باطنی نقصان یہ ہے کہ ان چیزوں میں مشغول ہو کر انسان خدا کی یاد اور عبادت الٰہی سے بالکل غافل ہو جاتا ہے۔ اس کی دلیل مشاہدہ اور تجربہ ہے۔ شطرنج کھیلنے والوں ہی کو دیکھ لو۔ نماز تو کیا کھانے پینے اور گھر بار کی بھی خبر نہیں رہتی۔ جب یہ چیز اس قدر ظاہری و باطنی نقصانات پر مشتمل ہے تو کیا ایک مسلمان اتنا سن کر بھی باز نہ آئے گا۔

◆ اگر کسی چیز کے منافع و مضار کا احاطہ نہ کر سکو تب بھی خدا اور رسول کے احکام کا امتثال کرو اور قانون کی خلاف ورزی سے بچتے رہو۔ اگر نہ بچو گے تو ہمارے پیغمبر تو قانون و احکام الٰہی پہنچا چکے۔ نتیجۂ خلاف ورزی کا تم سوچ لو کیا ہوگا۔

طَعِمُوٓا اِذَا مَا اتَّقَوْا وَّاٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ثُمَّ اتَّقَوْا وَّاٰمَنُوْا ثُمَّ اتَّقَوْا وَّاَحْسَنُوْا ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ۝ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَيَبْلُوَنَّكُمُ اللّٰهُ بِشَيْءٍ مِّنَ الصَّيْدِ تَنَالُهٗٓ اَيْدِيْكُمْ وَرِمَاحُكُمْ

◆ **شراب کے بارے میں ایک سوال کا جواب** نہایت صحیح اور قوی احادیث میں ہے کہ جب تحریم خمر کی آیات نازل ہوئیں تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے سوال کیا کہ یا رسول اللہ ان مسلمانوں کا کیا حال ہوگا جنہوں نے حکم تحریم آنے سے پہلے شراب پی اور اسی حالت میں انتقال کر گئے۔ مثلاً بعض صحابہ جو جنگ احد میں شراب پی کر شریک ہوئے اور اسی حالت میں شہید ہو گئے کہ پیٹ میں شراب موجود تھی۔ اس پر یہ آیات نازل ہوئیں۔ عموم الفاظ اور دوسری روایات کو دیکھتے ہوئے ان آیات کا مطلب یہ ہے کہ زندہ ہوں یا مردہ جو لوگ ایمان اور عمل صالح رکھتے ہیں ان کے لئے کسی مباح چیز کے بوقت اباحت کھا لینے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ خصوصاً جب کہ وہ لوگ عام احوال میں تقویٰ اور ایمان کی خصال سے متصف ہوں۔ پھر ان خصال میں برابر ترقی کرتے رہے ہوں حتیٰ کہ مدارج تقویٰ و ایمان میں ترقی کرتے کرتے مرتبہ احسان تک جا پہنچے ہوں جو ایک مومن کے لئے روحانی ترقیات کا انتہائی مقام ہو سکتا ہے۔ جہاں پہنچ کر حق تعالیٰ اپنے بندے کے ساتھ خصوصی محبت کرتا ہے (وفی حدیث جبریل الاحسان ان تعبد اللّٰہ کانک تراہ) پس جو پاک باز صحابہ ایمان و تقویٰ میں عمر گذار کر اور نسبت احسان حاصل کر کے خدا کی راہ میں شہید ہو چکے ان کی نسبت اس طرح کے شبہات اور توہمات پیدا کرنے کی قطعاً گنجائش نہیں کہ وہ ایک ایسی چیز کا استعمال کرتے ہوئے دنیا سے رخصت ہوئے ہیں جو اس وقت حرام نہیں کی گئی مگر بعد کو حرام ہوئی۔

صحابہ کے فضائل محققین نے لکھا ہے کہ تقویٰ (یعنی مضار دینی سے مجتنب ہونے کے) کئی درجے ہیں۔ اور ایمان و یقین کے مراتب بھی باعتبار قوت و ضعف متفاوت ہیں تجربہ اور نصوص شریعہ سے ثابت ہے کہ جس قدر آدمی ذکر و فکر، عمل صالح اور جہاد فی سبیل اللہ میں ترقی کرتا ہے اسی قدر خدا کے خوف اور اس کی عظمت و جلال کے تصور سے قلب معمور اور ایمان و یقین مضبوط و مستحکم ہوتا رہتا

ہے۔ مراتب سیر الی اللہ کی اسی ترقی و عروج کی طرف اس آیت میں تقویٰ اور ایمان کی تکرار سے اشارہ فرمایا اور سلوک کے آخری مقام "احسان" اور اس کے ثمرہ پر بھی تنبیہ فرما دی۔ اور جن حضرات صحابہ کے متعلق سوال کیا گیا تھا اس کا جواب ایک عام و تام ضابطہ بیان فرما کر ایسے عنوان سے دے دیا گیا جس سے ان مرحومین کی فضیلت و منقبت کی طرف بھی لطیف اشارہ ہو گیا۔ ذخیرۂ احادیث صحیحہ میں دو مواقع ایسے ہیں جہاں صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس قسم کا سوال کیا ہے۔ ایک موقع تو یہی "تحریم خمر" کے متعلق ہے اور دوسرا تحویل قبلہ کے وقت سوال کیا گیا تھا کہ جو مسلمان بھائی تحویل سے پہلے وفات پا گئے اور ایک نماز بھی کعبہ کی طرف نہیں پڑھی ان کی نمازوں کا کیا حال ہوگا۔ اس پر آیت وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيْعَ اِيْمَانَكُمْ اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ نازل ہوئی۔ غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہی دو مسئلے ایسے تھے جن میں صاف صاف دوٹوک حکم نازل ہونے سے پہلے نہایت ہی واضح آثار و قرائن ایسے موجود تھے جن کو دیکھ کر صحابہ رضی اللہ عنہم نزول حکم صریح کا انتظار کر رہے تھے۔ خمر کے متعلق تو ابھی چند فوائد پہلے ہم ایسی روایات نقل کر چکے ہیں جن سے ہمارے دعوے کا کافی ثبوت ملتا ہے اور "تحویل قبلہ" کے باب میں قرآن کریم کی آیت قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَاۗءِ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰىھَا جو سیقول کے شروع میں گزر چکی خبر دے رہی ہے کہ نبی کریم ﷺ ہر وقت منتظر تھے کہ کب تحویل قبلہ کا حکم نازل ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ ایسے واضح حالات صحابہ پر بھی مخفی نہیں رہ سکتے تھے۔ اسی لئے تحویل قبلہ کا حکم جب ایک آدمی نے کسی محلہ کی مسجد میں جا کر سنایا تو سارے نمازی محض خبر واحد کو سن کر بیت المقدس سے کعبہ کی طرف پھر گئے۔ حالانکہ بیت المقدس کا استقبال قطعی طور پر انہیں معلوم تھا اور خبر واحد ظنی قطعی کے لئے ناسخ نہ ہو سکتی تھی۔ اسی لئے علمائے اصول نے تصریح کی ہے کہ یہ خبر واحد محفوف بالقرائن ہونے کی وجہ سے قطعی بن گئی تھی کیونکہ جو قرائن و آثار حتمی طور پر خبر دے رہے تھے کہ "تحریم خمر" یا "تحویل قبلہ" کا حکم امروز و فردا میں پہنچنے والا ہے۔ گویا وہ ایک طرح سے صحابہ کو نزول حکم سے پہلے مرضی الٰہی پر فی الجملہ مطلع کر رہے تھے۔ اسی لئے ان دو مسئلوں میں نزول حکم سے قبل کی حالت کے متعلق سوال کرنا کچھ مستبعد نہیں ہو سکتا۔ خصوصاً خمر کی نسبت جس کی ممانعت کے نہایت واضح اشارات وَاِثْمُهُمَآ اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا وغیرہ میں موجود تھے۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

◆ **احرام کی حالت میں شکار کی ممانعت** | پچھلے رکوع میں تحریم طیبات اور اعتداء سے منع فرما کر بعض چیزیں ان سے اجتناب کا حکم دیا تھا جو دائمی طور پر حرام ہیں۔ اس رکوع میں بعض ایسی اشیاء کے ارتکاب سے منع کیا گیا ہے جن کی حرمت دائمی نہیں۔ بلکہ بعض احوال و اوقات سے مخصوص ہے۔ یعنی بحالت احرام شکار کرنا۔ مطلب یہ ہے کہ خدا کی طرف سے مطیع و فرمانبردار بندوں کا یہ امتحان ہے کہ وہ حالت احرام میں جب کہ شکار ان کے سامنے ہو اور بسہولت اس کے مارنے یا پکڑنے پر بھی قادر ہوں، کون ہے جو بن دیکھے خدا سے ڈر کر اس کے حکم کا امتثال کرتا اور اعتداء (احکام خداوندی سے تجاوز کرنے) کی خدائی سزا سے خوف کھاتا ہے۔ "اصحاب سبت" کا قصہ سورۂ بقرہ میں گزر چکا کہ ان کو حق تعالیٰ نے خاص شنبہ کے دن مچھلی کے شکار کی ممانعت فرمائی تھی۔ مگر انہوں نے مکاری اور حیلہ بازی سے اس حکم کی مخالفت کی اور حد سے تجاوز کر گئے۔ خدا نے ان پر نہایت رسوا کن عذاب نازل فرمایا۔ اسی طرح حق تعالیٰ نے امت محمدیہ کا بھی امتحان اس مسئلہ میں لیا کہ حالت احرام میں شکار نہ کریں۔ حدیبیہ کے موقع پر جب یہ حکم بھیجا گیا تو شکار اس قدر کثیر اور قریب تھا کہ ہاتھوں اور نیزوں سے مار سکتے تھے۔ مگر اصحاب رسول اللہ ﷺ نے ثابت کر دکھایا کہ خدا کے امتحان میں ان سے بڑھ کر دنیا کی کوئی قوم کامیاب نہیں ہو سکی۔

لِيَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ يَّخَافُهٗ بِالْغَيْبِ ۚ فَمَنِ اعْتَدٰى بَعْدَ

تاکہ معلوم کرے اللہ کون اس سے ڈرتا ہے بن دیکھے ◆ پھر جس نے زیادتی کی اس کے

ذٰلِكَ فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۹۴﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْتُلُوا

بعد تو اس کے لئے عذاب دردناک ہے اے ایمان والو نہ مارو

الصَّيْدَ وَاَنْتُمْ حُرُمٌ ؕ وَمَنْ قَتَلَهٗ مِنْكُمْ مُّتَعَمِّدًا

شکار جس وقت تم ہو احرام میں ◆ اور جو کوئی تم میں اس کو مارے جان کر ◆

فَجَزَآءٌ مِّثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ يَحْكُمُ بِهٖ ذَوَا عَدْلٍ

تو اس پر بدلہ ہے اس مارے ہوئے کے برابر مویشی میں سے جو تجویز کریں دو آدمی معتبر تم میں سے

مِّنْكُمْ هَدْيًا بٰلِغَ الْكَعْبَةِ اَوْ كَفَّارَةٌ طَعَامُ مَسٰكِيْنَ

اس طرح سے کہ وہ جانور بدلے کا بطور نیاز پہنچایا جائے کعبہ تک یا اس پر کفارہ ہے چند محتاجوں کو کھلانا

اَوْ عَدْلُ ذٰلِكَ صِيَامًا لِّيَذُوْقَ وَبَالَ اَمْرِهٖ ؕ عَفَا

یا اس کے برابر روزے تاکہ چکھے سزا اپنے کام کی ◆ اللہ

اللّٰهُ عَمَّا سَلَفَ ؕ وَمَنْ عَادَ فَيَنْتَقِمُ اللّٰهُ مِنْهُ ؕ وَ

نے معاف کیا جو کچھ ہو چکا ◆ اور جو کوئی پھر کرے گا اس سے بدلہ لے گا اللہ اور

اللّٰهُ عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ ﴿۹۵﴾ اُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ

اللہ زبردست ہے بدلہ لینے والا ◆ حلال ہوا تمہارے لئے دریا کا شکار

وَطَعَامُهٗ مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِلسَّيَّارَةِ ۚ وَحُرِّمَ عَلَيْكُمْ

اور دریا کا کھانا تمہارے فائدہ کے واسطے اور سب مسافروں کے اور حرام ہوا تم پر

◆ لیعلم اللہ کے لفظ سے جو وہم گزرتا ہے اس کے ازالہ کے لئے پارہ سیقول کے شروع میں الا لنعلم من یتبع الرسول کا فائدہ ملاحظہ کرو۔

◆ اس کے متعلق بعض احکام سورۂ مائدہ کے شروع میں گذر چکے۔

◆ احرام میں شکار کرنے کی سزا | جان کر مارنے کا یہ مطلب ہے کہ اپنا محرم ہونا یاد ہو اور یہ بھی مستحضر ہو کہ حالت احرام میں شکار جائز نہیں۔ یہاں صرف "متعمد" کا حکم بیان فرمایا کہ اس کے فعل کی جزا یہ ہے اور خدا جو انتقام لے گا وہ الگ رہا جیسا کہ ومن عاد فینتقم اللہ منہ سے تنبیہ فرمائی۔ اور اگر بھول کر شکار کیا تو جزا واجب رہے گی یعنی "ہدی" یا "طعام" یا "صیام" البتہ خدا اس سے انتقامی سزا اٹھا لے گا۔

◆ حنفیہ کے یہاں مسئلہ یہ ہے کہ اگر احرام میں شکار پکڑا تو فرض ہے کہ چھوڑ دے۔ اگر مار دیا تو دو صاحب بصیرت اور تجربہ کار سمجھدار آدمیوں سے اس جانور کی قیمت تجویز کرائے اسی قدر قیمت کا مواشی میں سے ایک جانور لیکر (مثلاً بکری، گائے، اونٹ وغیرہ) کعبہ کے نزدیک یعنی حدود حرم میں پہنچا کر ذبح کرے۔ اور خود اس میں سے نہ کھائے، یا اسی قیمت کا غلہ لیکر محتاجوں کو فی محتاج صدقۂ فطر کی مقدار تقسیم کر دے یا جس قدر محتاجوں کو پہنچتا اتنے ہی دنوں کے روزے رکھ لے۔

◆ یعنی نزول حکم سے پہلے یا اسلام سے پہلے زمانہ جاہلیت میں کسی نے یہ حرکت کی تھی تو اس سے اب خدا تعرض نہیں کرتا۔ حالانکہ اسلام سے پہلے بھی عرب حالت احرام میں شکار کو نہایت برا جانتے تھے اس لئے اس پر مواخذہ ہو سکتا تھا کہ جو چیز تمہارے زعم کے موافق جرائم میں داخل تھی اس کا ارتکاب کیوں کیا گیا۔

◆ یعنی نہ کوئی مجرم اس کے قبضۂ قدرت سے نکل کر بھاگ سکتا ہے اور نہ مقتضائے عدل و حکمت جو مجرم سزا دیئے کے قابل ہیں خدا ان سے درگذر کرنے والا ہے۔

صَيْدُ الْبَرِّ مَا دُمْتُمْ حُرُمًا ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيٓ

جنگل کا شکار | جب تک تم احرام میں رہو | اور ڈرتے رہو اللہ سے جس کے

إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ ﴿٩٦﴾ جَعَلَ اللّٰهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ

پاس تم جمع ہو گے ♦ | اللہ نے کر دیا کعبہ کو | جو کہ گھر ہے

الْحَرَامَ قِيَامًا لِّلنَّاسِ وَالشَّهْرَ الْحَرَامَ وَالْهَدْيَ

بزرگی والا | قیام کا باعث لوگوں کے لئے | اور بزرگی والے مہینوں کو | اور قربانی کو جو نیاز کعبہ کی ہو

وَالْقَلَآئِدَ ۚ ذٰلِكَ لِتَعْلَمُوٓا أَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي

اور جن کے گلے میں پٹہ ڈال کر لے جاویں کعبہ کو ♦ | یہ اس لئے کہ تم جان لو | کہ بیشک اللہ کو معلوم ہے | جو کچھ

السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَأَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ

کہ ہے آسمان | اور زمین میں | اور اللہ ہر چیز سے

عَلِيمٌ ﴿٩٧﴾ اِعْلَمُوٓا أَنَّ اللّٰهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ وَأَنَّ

خوب واقف ہے ♦ | جان لو | کہ بیشک اللہ کا عذاب سخت ہے | اور بے شک

اللّٰهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿٩٨﴾ مَا عَلَى الرَّسُولِ إِلَّا الْبَلٰغُ ۗ وَ

اللہ بخشنے والا مہربان ہے ♦ | رسول کے ذمہ نہیں | مگر پہنچا دینا | اور

اللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُبْدُونَ وَمَا تَكْتُمُونَ ﴿٩٩﴾ قُلْ لَّا يَسْتَوِي

اللہ کو معلوم ہے | جو تم ظاہر میں کرتے ہو | اور جو چھپا کر کرتے ہو ♦ | تو کہہ دے | کہ برابر نہیں

الْخَبِيثُ وَالطَّيِّبُ وَلَوْ أَعْجَبَكَ كَثْرَةُ الْخَبِيثِ ۚ فَاتَّقُوا

ناپاک | اور پاک | اگرچہ تجھ کو بھلی لگے | ناپاک کی کثرت | سو ڈرتے رہو

اللّٰهَ يٰٓاُولِى الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝١٠٠ يٰٓاَيُّهَا

اللہ سے — اے عقلمندو — تاکہ تمہارا بھلا ہو ◆ — اے

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْـَٔلُوْا عَنْ اَشْيَآءَ اِنْ تُبْدَ لَكُمْ

ایمان والو — مت پوچھو — ایسی باتیں کہ — اگر تم پر کھول دی جاویں

تَسُؤْكُمْ ۚ وَاِنْ تَسْـَٔلُوْا عَنْهَا حِيْنَ يُنَزَّلُ الْقُرْاٰنُ

تو تم کو بری لگیں — اور اگر پوچھو گے یہ باتیں — ایسے وقت میں کہ قرآن نازل ہو رہا ہے

تُبْدَ لَكُمْ ۭ عَفَا اللّٰهُ عَنْهَا ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ۝١٠١

تو تم پر ظاہر کر دی جاویں گی ◆ اللہ نے ان سے درگزر کی ہے ◆ اور اللہ بخشنے والا تحمل والا ہے

قَدْ سَاَلَهَا قَوْمٌ مِّنْ قَبْلِكُمْ ثُمَّ اَصْبَحُوْا بِهَا

ایسی باتیں پوچھ چکی ہے — ایک جماعت تم سے پہلے — پھر ہو گئے ان باتوں سے

كٰفِرِيْنَ ۝١٠٢ مَا جَعَلَ اللّٰهُ مِنْۢ بَحِيْرَةٍ وَّلَا سَاۗىِٕبَةٍ

منکر ◆ — نہیں مقرر کیا اللہ نے — بحیرہ — اور نہ سائبہ

وَّلَا وَصِيْلَةٍ وَّلَا حَامٍ ۙ وَّلٰكِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا

اور نہ وصیلہ — اور نہ حامی — ولیکن کافر

◆ اس رکوع سے پہلے رکوع میں فرمایا تھا کہ طیبات کو حرام مت ٹھہراؤ بلکہ ان سے اعتدال کے ساتھ تمتع کرو۔ اس مضمون کی تکمیل کے بعد خمر و میسر وغیرہ ناپاک اور خبیث چیزوں کی حرمت بیان فرمائی۔ اسی سلسلے میں محرم کے شکار کو حرام کیا۔ یعنی جس طرح خمر میسر وغیرہ خبیث چیزیں ہیں اسی طرح محرم کے شکار کو سمجھو۔ محرم کی مناسبت سے چند متبرک چیزوں کا بیان فرمانے کے بعد اب متنبہ فرماتے ہیں کہ طیب اور خبیث یکساں نہیں ہو سکتے تھوڑی چیز اگر طیب و حلال ہو وہ بہت سی خبیث و حرام چیز سے بہتر ہے۔ عقلمند کو چاہئے کہ ہمیشہ طیب و حلال کو اختیار کرے گندی اور خراب چیزوں کی طرف خواہ وہ دیکھنے میں کتنی ہی زیادہ ہوں اور بھلی لگیں نظر نہ اٹھائے۔

◆ **بے ضرورت سوالات کی ممانعت** | پچھلے دو رکوع کا حاصل احکام دینیہ میں غلو اور تساہل سے روکنا تھا یعنی جو طیبات خدا نے حلال کی ہیں انکو اپنے اوپر حرام مت ٹھہراؤ اور جو چیزیں خبیث و حرام ہیں خواہ دائمی طور پر یا خاص احوال و اوقات میں

ان سے پوری طرح اجتناب کرو۔ ان آیات میں تنبیہ فرما دی کہ جو چیزیں شارع نے تصریحاً بیان نہیں فرمائیں ان کے متعلق فضول اور دوراز کار سوالات مت کیا کرو۔ جس طرح تحلیل و تحریم کے سلسلہ میں شارع کا بیان موجب ہدایت و بصیرت ہے، اس کا سکوت بھی ذریعہ رحمت و سہولت ہے۔ خدا نے جس چیز کو بہ دلیل حکمت صراحۃً حلال یا حرام کر دیا وہ حلال و حرام ہوئی اور جس سے سکوت کیا اس میں گنجائش اور توسیع رہی۔ مجتہدین کو اجتہاد کا موقع ملا، عمل کرنے والے اس کے فعل و ترک میں آزاد رہے۔ اب اگر ایسی چیزوں کی نسبت خواہ مخواہ کھود کرید اور بحث و سوال کا دروازہ کھولا جائے گا جبکہ قرآن شریف نازل ہو رہا ہے اور تشریع کا باب مفتوح ہے تو بہت ممکن ہے کہ سوالات کے جواب میں بعض ایسے احکام نازل ہو جائیں جن کے بعد تمہاری یہ آزادی اور گنجائش اجتہاد باقی نہ رہے۔ پھر یہ سخت شرم کی بات ہوگی کہ جو چیز خود طلب کی تھی اس کو نباہ نہ سکیں۔ حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جب کسی معاملہ میں کثرت سوال اور کھود کرید کی جائے اور خواہ مخواہ شقوق اور احتمالات نکالے جائیں تو ادھر سے تشدید (سختی) ہوتی ہے کیونکہ اس طرح کے سوالات ظاہر کرتے ہیں کہ گویا سائلین کو اپنے نفس پر بھروسہ ہے اور جو حکم ملے گا اس کو اٹھانے کے لئے وہ مستعد و تیار ہیں۔ اس قسم کا دعویٰ جو بندہ کے ضعف و افتقار کے مناسب نہیں، مستحق بناتا ہے کہ ادھر سے حکم میں سختی ہو اور جتنا یہ اپنے کو قابل ظاہر کرتا ہے اسی کے موافق امتحان بھی سخت ہو۔ چنانچہ بنی اسرائیل کے "ذبح بقرہ" والے قصہ میں ایسا ہی ہوا۔ حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا "اے لوگو! خدا نے تم پر حج فرض کیا ہے" ایک شخص بول اٹھا کیا ہر سال یا رسول اللہ؟ فرمایا اگر میں (ہاں) کہہ دیتا تو ہر سال واجب ہو جاتا پھر تم ادا نہ کر سکتے۔ جس چیز میں میں تم کو "آزاد" چھوڑوں تم بھی مجھ کو چھوڑ دو۔ ایک حدیث میں فرمایا کہ مسلمانوں میں وہ شخص بڑا مجرم ہے جس کے سوالات کی بدولت ایسی چیز حرام کی گئی جو حرام نہ تھی۔ بہرحال یہ آیت احکام شرعیہ کے باب میں اس طرح کے دوراز کار اور بے ضرورت سوالات کا دروازہ بند کرتی ہے۔ باقی بعض احادیث میں جو یہ مذکور ہے کہ بعض لوگ نبی کریم ﷺ سے جزئی واقعات کے متعلق لغو سوال کرتے تھے ان کو روکا گیا، وہ ہماری تقریر کے مخالف نہیں۔ ہم "لَا تَسْئَلُوْا عَنْ اَشْيَآءَ" میں "اَشْيَآءَ" کو عام رکھتے ہیں جو واقعات و احکام دونوں کو شامل ہے اور "تَسُؤْكُمْ" میں بھی جو برا لگنے کے معنی پر مشتمل ہے تعمیم کی جائے۔ حاصل یہ ہوا کہ نہ احکام کے باب میں فضول سوالات کیا کرو اور نہ واقعات کے سلسلہ میں کیونکہ ممکن ہے جو جواب آئے وہ تم کو ناگوار ہو۔ مثلاً کوئی سخت حکم آیا یا کوئی قید بڑھ گئی۔ یا ایسے واقعہ کا اظہار ہوا جس سے تمہاری فضیحت ہو یا بیہودہ سوالات پر ڈانٹ بتلائی گئی۔ یہ سب احتمالات "تَسُؤْكُمْ" کے تحت میں داخل ہیں۔ باقی ضروری بات پوچھنے یا شبہ و تردد کے رفع کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔

◆ یا تو مراد یہ ہے کہ ان اشیاء سے درگذر کی یعنی جب خدا نے ان کے متعلق کوئی حکم نہ دیا تو انسان ان کے بارہ میں آزاد ہے خدا ایسی چیزوں پر گرفت نہ کرے گا۔ چنانچہ اسی سے بعض علماء اصول نے یہ مسئلہ نکالا ہے کہ اصل اشیاء میں اباحت ہے۔ اور یا یہ کہ ان فضول سوالات سے جو پہلے کر چکے ہو اللہ نے درگذر کی آئندہ احتیاط رکھو۔

◆ حدیث صحیح میں ہے کہ پہلی قومیں کثرت سوال اور انبیاء سے اختلاف کرنے کی بدولت ہلاک ہوئیں۔

يَفْتَرُونَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ۖ وَأَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ ﴿١٠٣﴾

باندھتے ہیں اللہ پر جھوٹ — اور ان میں اکثروں کو عقل نہیں ◆

وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا إِلَىٰ مَا أَنزَلَ اللّٰهُ وَإِلَى

اور جب کہا جاتا ہے ان کو — آؤ — اس کی طرف جو کہ اللہ نے اتارا — اور رسول

الرَّسُولِ قَالُوا حَسْبُنَا مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ آبَاءَنَا ۚ

کی طرف — تو کہتے ہیں ہم کو کافی ہے — وہ جس پر پایا ہم نے اپنے باپ دادوں کو

أَوَلَوْ كَانَ آبَاؤُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ شَيْئًا وَلَا يَهْتَدُونَ ﴿١٠٤﴾

بھلا اگر ان کے باپ دادے نہ علم رکھتے ہوں — اور نہ راہ جانتے ہوں تو بھی ایسا ہی کریں گے ◆

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا عَلَيْكُمْ أَنفُسَكُمْ ۖ لَا يَضُرُّكُم

اے ایمان والو — تم پر لازم ہے فکر اپنی جان کا — تمہارا کچھ نہیں بگاڑتا

مَّن ضَلَّ إِذَا اهْتَدَيْتُمْ ۚ إِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيعًا

جو کوئی گمراہ ہوا — جبکہ تم ہوئے راہ پر ◆ — اللہ کے پاس لوٹ کر جانا ہے تم سب کو

فَيُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿١٠٥﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا

پھر وہ جتلادے گا تم کو — جو کچھ تم کرتے تھے ◆ — اے ایمان والو

شَهَادَةُ بَيْنِكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ حِينَ

گواہ درمیان تمہارے — جب پہنچے کسی تم میں موت

◆ **جاہلیت کے بعض رسوم و شعائر کا رد** بحیرہ، سائبہ، وصیلہ، حامی یہ سب زمانۂ جاہلیت کے رسوم و شعائر سے متعلق ہیں۔ مفسرین نے ان کی تفسیر میں بہت اختلاف کیا ہے ممکن ہے ان میں سے ہر ایک لفظ کا اطلاق مختلف صورتوں پر ہوتا ہو ہم صرف سعید بن المسیب کی تفسیر صحیح بخاری سے نقل کرتے ہیں۔ "بحیرہ" جس جانور کا

فوائد

دودھ بتوں کے نام کر دیتے تھے کوئی اپنے کام میں نہ لاتا تھا۔ "سائبہ" جو جانور بتوں کے نام پر ہمارے زمانے کے سانڈ کی طرح چھوڑ دیا جاتا تھا۔ "وصیلہ" جو اونٹنی مسلسل مادہ بچے جنے درمیان میں نر بچہ پیدا نہ ہو اسے بھی بتوں کے نام پر چھوڑ دیتے تھے۔ "حامی" نر اونٹ جو ایک خاص عدد سے جفتی کر چکا ہو اسے بھی بتوں کے نام پر چھوڑتے تھے۔ علاوہ اس کے کہ یہ چیزیں شعائر شرک میں سے تھیں، جس جانور کے گوشت یا دودھ یا سواری وغیرہ سے منتفع ہونے کو حق تعالیٰ نے جائز رکھا اس کی حلت و حرمت پر اپنی طرف سے قیود لگانا گویا اپنے لئے منصب تشریع تجویز کرنا تھا اور بڑی ستم ظریفی یہ تھی کہ اپنی ان مشرکانہ رسوم کو حق تعالیٰ کی خوشنودی اور قربت کا ذریعہ تصور کرتے تھے اس کا جواب دیا گیا کہ اللہ نے ہرگز یہ رسوم مقرر نہیں کیں۔ ان کے بڑوں نے خدا پر یہ بہتان باندھا اور اکثر بے عقل عوام نے اسے قبول کر لیا۔ الغرض یہاں تنبیہ کی گئی کہ جس طرح فضول و بے کار سوالات کر کے احکام شرعیہ میں تنگی اور سختی کرانا جرم ہے اس سے کہیں بڑھ کر یہ جرم ہے کہ بدون حکم شارع کے محض اپنی آراء و اہواء سے حلال و حرام تجویز کر لئے جائیں۔

◆ **آباء کی اندھی تقلید** جاہلوں کی سب سے بڑی حجت یہی ہوتی ہے کہ جو کام باپ دادا سے ہوتا آیا ہے اس کا خلاف کیسے کریں۔ ان کو بتلایا گیا کہ اگر تمہارے اسلاف بے عقلی یا بے راہی سے قعر ہلاکت میں جا گرے ہوں تو کیا پھر بھی تم ان ہی کی راہ چلو گے؟ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں "باپ کا حال معلوم ہو کہ حق کا تابع اور صاحب علم تھا تو اس کی راہ پکڑے نہیں تو عبث ہے۔" یعنی کیف ما اتفق ہر کسی کی کورانہ تقلید جائز نہیں۔

◆ **مسلمانوں کو ایک نصیحت** یعنی اگر کفار رسوم شرکیہ اور آباء و اجداد کی اندھی تقلید سے باوجود اس قدر نصیحت و فہمائش کے باز نہیں آتے تو تم زیادہ اس غم میں مت پڑو۔ کسی کی گمراہی سے تمہارا کوئی نقصان نہیں بشرطیکہ تم سیدھی راہ پر چل رہے ہو۔ سیدھی راہ یہی ہے کہ آدمی ایمان و تقویٰ اختیار کرے، خود برائی سے رکے اور دوسروں کو روکنے کی امکانی کوشش کرے پھر بھی اگر لوگ برائی سے نہ رکیں تو اس کا کوئی نقصان نہیں۔ اس آیت سے یہ سمجھ لینا کہ جب ایک شخص اپنا نماز روزہ ٹھیک کر لے تو "امر بالمعروف" چھوڑ دینے سے اسے کوئی مضرت نہیں ہوتی سخت غلطی ہے۔ لہٰذا "اہتداء" امر بالمعروف وغیرہ تمام وظائف ہدایت کو شامل ہے۔ اس آیت میں گو روئے سخن بظاہر مسلمانوں کی طرف ہے ضمناً ان کفار کو بھی متنبہ کرنا ہے جو باپ دادا کی کورانہ تقلید پر اڑے ہوئے تھے یعنی اگر تمہارے باپ دادا حق سے بھٹک گئے تو ان کی تقلید میں اپنے کو جان بوجھ کر کیوں ہلاک کرتے ہو۔ انہیں چھوڑ کر تم اپنی عاقبت کی فکر کرو اور نفع نقصان کو سمجھو۔ باپ دادا اگر گمراہ ہوں اور اولاد ان کے خلاف راہ حق پر چلنے لگے تو آباء و اجداد کی یہ مخالفت اولاد کو قطعاً مضر نہیں۔ یہ خیالات محض جہالت کے ہیں کہ کسی حالت بھی آدمی باپ دادا کے طریقہ سے قدم باہر نہ رکھے گا تو ناک کٹ جائے گی۔ عقلمند کو چاہئے کہ انجام کا خیال کرے۔ سب اگلے پچھلے جب خدا کے سامنے اکٹھے پیش ہوں گے تب ہر ایک کو اپنا عمل اور اپنا انجام نظر آ جائے گا۔

◆ یعنی جو گمراہ ہوا اور جس نے راہ پائی سب کے نیک و بد اعمال اور ان کے نتائج سامنے کر دیئے جائیں گے۔

الْوَصِيَّةِ اثْنٰنِ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ اَوْ اٰخَرٰنِ مِنْ غَيْرِكُمْ

وصیت کے وقت ◆ دو شخص معتبر ہونے چاہئیں ◆ تم میں سے ◆ یا دو شاہد اور ہوں تمہارے سوا ◆

اِنْ اَنْتُمْ ضَرَبْتُمْ فِي الْاَرْضِ فَاَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةُ

اگر تم نے سفر کیا ہو ملک میں پھر پہنچے تم کو مصیبت

الْمَوْتِ ؕ تَحْبِسُوْنَهُمَا مِنْۢ بَعْدِ الصَّلٰوةِ فَيُقْسِمٰنِ بِاللّٰهِ

موت کی ◆ تو کھڑا کرو ان دونوں کو ◆ بعد نماز کے ◆ وہ دونوں قسم کھاویں اللہ کی

اِنِ ارْتَبْتُمْ لَا نَشْتَرِيْ بِهٖ ثَمَنًا وَّلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى ۙ وَلَا

اگر تم کو شبہ پڑے کہ نہیں لیتے ہم قسم کے بدلے مال اگرچہ کسی کو ہم سے قرابت بھی ہو اور ہم

نَكْتُمُ شَهَادَةَ اللّٰهِ اِنَّاۤ اِذًا لَّمِنَ الْاٰثِمِيْنَ ﴿۱۰۶﴾ فَاِنْ عُثِرَ

نہیں چھپاتے اللہ کی گواہی ◆ نہیں تو ہم بیشک گنہگار ہیں ◆ پھر اگر خبر ہو جاوے

عَلٰۤى اَنَّهُمَا اسْتَحَقَّاۤ اِثْمًا فَاٰخَرٰنِ يَقُوْمٰنِ مَقَامَهُمَا

کہ وہ دونوں حق بات دبا گئے ◆ تو دو گواہ اور کھڑے ہوں ان کی جگہ ◆

مِنَ الَّذِيْنَ اسْتَحَقَّ عَلَيْهِمُ الْاَوْلَيٰنِ فَيُقْسِمٰنِ بِاللّٰهِ

ان میں سے کہ جن کا حق دبا ہے جو سب سے زیادہ قریب ہوں میت کے ◆ پھر قسم کھاویں اللہ کی

لَشَهَادَتُنَاۤ اَحَقُّ مِنْ شَهَادَتِهِمَا وَمَا اعْتَدَيْنَاۤ ۖ اِنَّاۤ

کہ ہماری گواہی تحقیقی ہے ◆ پہلوں کی گواہی سے ◆ اور ہم نے زیادتی نہیں کی ◆ نہیں تو

اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۰۷﴾ ذٰلِكَ اَدْنٰۤى اَنْ يَّاْتُوْا بِالشَّهَادَةِ

تو ہم بیشک ظالم ہیں ◆ اس میں امید ہے ◆ کہ ادا کریں شہادت

عَلٰى وَجْهِهَآ اَوْ يَخَافُوْٓا اَنْ تُرَدَّ اَيْمَانٌۢ بَعْدَ اَيْمَانِهِمْ ۭ

ٹھیک طرح پر ◆ یا ڈریں ◆ کہ الٹی پڑے گی قسم ہماری ◆ ان کی قسم کے بعد ◆

وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاسْمَعُوْا ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ

اور ڈرتے رہو اللہ سے ◆ اور سن رکھو ◆ اور اللہ نہیں چلاتا سیدھی راہ پر

الْفٰسِقِيْنَ ۝۱۰۸ يَوْمَ يَجْمَعُ اللّٰهُ الرُّسُلَ فَيَقُوْلُ مَاذَآ

نافرمانوں کو ◆ جس دن اللہ جمع کرے گا سب پیغمبروں کو ◆ پھر کہے گا تم کو کیا

اُجِبْتُمْ ۭ قَالُوْا لَا عِلْمَ لَنَا ۭ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ۝۱۰۹

جواب ملا تھا ◆ وہ کہیں گے ہم کو خبر نہیں ◆ تو ہی ہے چھپی باتوں کو جاننے والا

اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ اذْكُرْ نِعْمَتِيْ

جب کہے گا اللہ ◆ اے عیسیٰ ◆ مریم کے بیٹے ◆ یاد کر میرا احسان

عَلَيْكَ وَعَلٰي وَالِدَتِكَ ۘ اِذْ اَيَّدْتُّكَ بِرُوْحِ

جو ہوا ہے تجھ پر ◆ اور تیری ماں پر ◆ جب مدد کی میں نے تیری روح

الْقُدُسِ ۣ تُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا ۚ وَاِذْ

پاک سے ◆ تو کلام کرتا تھا لوگوں سے ◆ گود میں ◆ اور بڑی عمر میں ◆ اور جب

عَلَّمْتُكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ ۚ وَاِذْ

سکھائی میں نے تجھ کو کتاب ◆ اور تہ کی باتیں ◆ اور توریت ◆ اور انجیل ◆ اور جب

تَخْلُقُ مِنَ الطِّيْنِ كَهَيْـَٔةِ الطَّيْرِ بِاِذْنِيْ فَتَنْفُخُ فِيْهَا

تو بناتا تھا گارے سے ◆ جانور کی صورت ◆ میرے حکم سے ◆ پھر پھونک مارتا تھا اس میں

فَتَكُوْنُ طَيْرًا بِاِذْنِىْ وَتُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ

تو ہو جاتا اڑنے والا — میرے حکم سے — اور اچھا کر دیتا تھا مادر زاد اندھے کو — اور کوڑھی کو

بِاِذْنِىْ ۚ وَاِذْ تُخْرِجُ الْمَوْتٰى بِاِذْنِىْ ۚ وَاِذْ كَفَفْتُ بَنِىْٓ

میرے حکم سے — اور جب نکال کھڑا کرتا تھا مردوں کو — میرے حکم سے ◆ — اور جب روکا میں نے بنی

اِسْرَآءِيْلَ عَنْكَ اِذْ جِئْتَهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَقَالَ الَّذِيْنَ

اسرائیل کو — تجھ سے — جب تو لے کر آیا ان کے پاس نشانیاں — تو کہنے لگے جو

كَفَرُوْا مِنْهُمْ اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿١١٠﴾ وَاِذْ

کافر تھے — ان میں — اور کچھ نہیں یہ تو جادو ہے صریح ◆ — اور جب

اَوْحَيْتُ اِلَى الْحَوَارِيّٖنَ اَنْ اٰمِنُوْا بِىْ وَبِرَسُوْلِىْ ۚ قَالُوْٓا

میں نے دل میں ڈال دیا حواریوں کے — کہ ایمان لاؤ مجھ پر — اور میرے رسول پر — تو کہنے لگے

اٰمَنَّا وَاشْهَدْ بِاَنَّنَا مُسْلِمُوْنَ ﴿١١١﴾ اِذْ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ

ہم ایمان لائے — اور تو گواہ رہ — کہ ہم فرمانبردار ہیں — جب کہا حواریوں نے

يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ هَلْ يَسْتَطِيْعُ رَبُّكَ اَنْ يُّنَزِّلَ

اے عیسیٰ — مریم کے بیٹے — تیرا رب کر سکتا ہے ◆ — کہ اتارے

عَلَيْنَا مَآىِٕدَةً مِّنَ السَّمَآءِ ۗ قَالَ اتَّقُوا اللّٰهَ اِنْ كُنْتُمْ

ہم پر خوان بھرا ہوا — آسمان سے ◆ — بولا — ڈرو اللہ سے — اگر ہو تم

◆ **روح القدس کی تائید** گود میں جو کلام کیا اس کا ذکر سورہ مریم میں آئے گا "اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰهِ اٰتٰنِیَ الْکِتٰبَ" الی آخرہ "تعجب ہے کہ عیسائیوں نے حضرت مسیح کے تکلم فی المہد" کو کیوں ذکر نہیں کیا۔ البتہ یہ لکھا ہے کہ بارہ برس کی عمر میں یہود کے سامنے انہوں نے ایسی حکیمانہ دلائل و براہین بیان فرمائیں کہ تمام علماء عاجز و مبہوت رہ گئے اور سامعین عش عش کرنے لگے ہیں۔

مُؤْمِنِينَ ﴿١١٢﴾ قَالُوا نُرِيدُ أَن نَّأْكُلَ مِنْهَا وَتَطْمَئِنَّ

ایمان والے ◆ بولے کہ ہم چاہتے ہیں کہ کھاویں اس میں سے اور مطمئن ہو جاویں

قُلُوبُنَا وَنَعْلَمَ أَن قَدْ صَدَقْتَنَا وَنَكُونَ عَلَيْهَا

ہمارے دل اور ہم جان لیں کہ تو نے ہم سے سچ کہا اور رہیں ہم اس پر

مِنَ الشَّاهِدِينَ ﴿١١٣﴾ قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ اللَّهُمَّ

گواہ ◆ کہا عیسیٰ مریم کے بیٹے نے اے اللہ

رَبَّنَا أَنزِلْ عَلَيْنَا مَائِدَةً مِّنَ السَّمَاءِ تَكُونُ لَنَا

رب ہمارے اتار ہم پر خوان بھرا ہوا آسمان سے کہ وہ دن

عِيدًا لِّأَوَّلِنَا وَآخِرِنَا وَآيَةً مِّنكَ ۖ وَارْزُقْنَا وَأَنتَ

عید رہے ہماری پہلوں اور پچھلوں کے واسطے ◆ اور نشانی ہو تیری طرف سے ◆ اور روزی دے ہم کو اور تو ہی ہے

خَيْرُ الرَّازِقِينَ ﴿١١٤﴾ قَالَ اللَّهُ إِنِّي مُنَزِّلُهَا عَلَيْكُمْ ۖ

سب سے بہتر روزی دینے والا ◆ کہا اللہ نے میں بیشک اتاروں گا وہ خوان تم پر

فَمَن يَكْفُرْ بَعْدُ مِنكُمْ فَإِنِّي أُعَذِّبُهُ عَذَابًا لَّا

پھر جو کوئی تم میں ناشکری کرے گا اس کے بعد تو میں اس کو وہ عذاب دوں گا جو

أُعَذِّبُهُ أَحَدًا مِّنَ الْعَالَمِينَ ﴿١١٥﴾ وَإِذْ قَالَ اللَّهُ

کسی کو نہ دوں گا جہان میں ◆ اور جب کہے گا اللہ

يَا عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ أَأَنتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُونِي

اے عیسیٰ مریم کے بیٹے تو نے کہا لوگوں کو کہ ٹھیرا لو مجھ کو

◆ یعنی ایماندار بندہ کو لائق نہیں کہ ایسی غیر معمولی فرمائشیں کر کے خدا کو آزمائے خواہ اس کی طرف سے کتنی ہی مہربانی کا اظہار ہو۔ روزی ان ہی ذرائع سے طلب کرنا چاہئے جو قدرت نے اس کی تحصیل کے لئے مقرر فرما دیئے ہیں بندہ جب خدا سے ڈر کر تقویٰ اختیار کرے اور اسی پر ایمان و اعتماد رکھے تو حق تعالیٰ ایسی جگہ سے اس کو روزی پہنچائے گا جہاں سے وہم و گمان بھی نہ ہو گا۔ ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجا ویرزقہ من حیث لا یحتسب الخ (طلاق رکوع ۱)

◆ **حضرت عیسیٰ سے مائدہ کا مطالبہ** | یعنی آزمانے کو نہیں مانگتے بلکہ برکت کی امید پر مانگتے ہیں کہ غیب سے بے محنت روزی ملتی رہے تا اطمینان قلب اور دلجمعی سے عبادت میں لگے رہیں۔ اور آپ نے جو ہمیں خبریں نعمائے جنت وغیرہ کے متعلق دی ہیں ایک چھوٹا سا نمونہ دیکھ کر ان کا بھی یقین کامل ہو جائے۔ اور ایک بھی شاہد کے طور پر ہمارے پاس کوئی چیز رہے جس سے یہ معجزہ ہمیشہ مشہور رہے۔ بعض مفسرین نے نقل کیا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام نے ارشاد فرمایا تھا کہ تم خدا کے لئے تیس دن کے روزے رکھو پھر جو کچھ طلب کرو گے دیا جائے گا۔ حواریین نے روزے رکھ لئے اور مائدہ طلب کیا و نعلم ان قد صدقتنا سے یہی مراد ہے واللہ اعلم۔

◆ **نزول مائدہ کی دعا** | یعنی وہ دن جس میں مائدہ آسمانی نازل ہو ہمارے اگلے پچھلوں کے حق میں عید ہو جائے کہ ہمیشہ ہماری قوم اس دن کو بطور یادگار تہوار منایا کرے۔ اس تقریر کے موافق تکون لنا عیدا کا اطلاق ایسا ہوا جیسا کہ آیہ الیوم اکملت لکم دینکم کے متعلق بخاری میں یہود کا یہ مقولہ نقل کیا ہے انکم تقرؤن اٰیۃ لو نزلت فینا لاتخذناھا عیدا جس طرح آیت کو عید بنانے کا مطلب اتخذنا یوم نزولہا عیدا ہے (کما ہو مصرح فی الروایات الاُخر) اسی پر مائدہ کے عید ہونے کو بھی قیاس کر لو۔ کہتے ہیں کہ وہ خوان اتوار کو اترا جو نصاریٰ کے یہاں ہفتہ کی عید ہے جیسے مسلمانوں کے یہاں جمعہ۔

◆ یعنی تیری قدرت کی اور میری نبوت و صداقت کی نشانی ہو۔

◆ یعنی بدون تعب و کسب کے روزی عطا فرما دیجئے۔ آپ کے یہاں کیا کمی ہے اور کیا مشکل ہے۔

◆ **ناشکروں کے لئے عذاب کی دھمکی** | جب نعمت غیر معمولی اور نرالی ہو گی تو اس کی شکر گذاری کی تاکید بھی معمول سے بہت بڑھ کر ہونی چاہئے اور ناشکری پر عذاب بھی غیر معمولی اور نرالا آئے گا۔ موضح القرآن میں ہے "بعضے کہتے ہیں وہ خوان اترا چالیس روز تک پھر بعضوں نے ناشکری کی۔ یعنی حکم ہوا تھا کہ فقیر اور مریض کھاویں محفوظ اور چنگے بھی لگے کھانے۔ پھر قریب اسی آدمی کے سور اور بندر ہو گئے۔ یہ عذاب پہلے یہود میں ہوا تھا۔ پیچھے کسی کو نہیں ہوا۔ اور بعضے کہتے ہیں کہ نہیں اترا۔ یہ تہدید سن کر مانگنے والے ڈر گئے نہ مانگا۔ لیکن پیغمبر کی دعا عبث نہیں اور اس کلام میں نقل کرنا بے حکمت نہیں۔ شاید اس دعا کا اثر یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ کی امت میں آسودگی مال ہمیشہ رہی اور جو کوئی ان میں ناشکری کرے یعنی دل کے اطمینان سے عبادت میں نہ لگے بلکہ گناہ میں خرچ کرے تو شاید آخرت میں سب سے زیادہ عذاب پاوے۔ اس میں مسلمان کو عبرت ہے کہ اپنا مدعا "خرق عادت" کی راہ سے نہ چاہے کہ پھر اس کی شکر گذاری بہت مشکل ہے۔ اسباب ظاہری پر قناعت کرے تو بہتر ہے۔ اس قصہ میں بھی ادب ہوا کہ حق تعالیٰ سے کرامات چاہی نہیں جاتی۔

وَاُمِّیَ اِلٰهَیْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ قَالَ سُبْحٰنَكَ مَا یَكُوْنُ

اور میری ماں کو دو معبود سوا اللہ کے ◆ کہا تو پاک ہے مجھ کو لائق نہیں

لِیْۤ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَیْسَ لِیْ ۗ بِحَقٍّ ؕ اِنْ كُنْتُ قُلْتُهٗ فَقَدْ

کہ کہوں ایسی بات جس کا مجھ کو حق نہیں اگر میں نے یہ کہا ہوگا تو

عَلِمْتَهٗ ؕ تَعْلَمُ مَا فِیْ نَفْسِیْ وَلَاۤ اَعْلَمُ مَا فِیْ نَفْسِكَ ؕ

تجھ کو ضرور معلوم ہوگا تو جانتا ہے جو میرے جی میں ہے اور میں نہیں جانتا جو تیرے جی میں ہے

اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ ﴿۱۱۶﴾ مَا قُلْتُ لَهُمْ اِلَّا مَاۤ

بیشک تو ہی ہے جاننے والا چھپی باتوں کا ◆ میں نے کچھ نہیں کہا ان کو مگر جو

اَمَرْتَنِیْ بِهٖۤ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّیْ وَرَبَّكُمْ ۚ وَكُنْتُ

تو نے حکم کیا کہ بندگی کرو اللہ کی جو رب ہے میرا اور تمہارا ◆ اور میں

عَلَیْهِمْ شَهِیْدًا مَّا دُمْتُ فِیْهِمْ ۚ فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ كُنْتَ

ان سے خبردار تھا جب تک ان میں رہا پھر جب تو نے مجھ کو اٹھا لیا تو

اَنْتَ الرَّقِیْبَ عَلَیْهِمْ ؕ وَاَنْتَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ شَهِیْدٌ ﴿۱۱۷﴾

تو ہی تھا خبر رکھنے والا ان کی اور تو ہر چیز سے خبردار ہے ◆

◆ **حق تعالیٰ کا حضرت مسیحؑ سے سوال** | پچھلا رکوع حقیقت میں اس رکوع کی تمہید تھی۔ پچھلے رکوع کی ابتداء میں یَوْمَ یَجْمَعُ اللّٰهُ الرُّسُلَ فرما کر آگاہ کیا تھا کہ قیامت کے دن تمام پیغمبروں سے ان کی امتوں کے معاملہ میں علی رؤس الاشہاد سوال و جواب ہوں گے پھر ان میں سے خاص حضرت مسیح علیہ السلام کا ذکر فرمایا جن کو کروڑوں آدمیوں نے خدائی کا درجہ دے رکھا ہے کہ ان سے بالخصوص اس عقیدہ باطلہ کی نسبت دریافت کیا جائے گا جس سے اول وہ عظیم الشان احسانات اور ممتاز انعامات یاد دلائے گئے جو ان پر اور ان کی والدہ ماجدہ پر فائض ہوئے۔ بعدہ ارشاد ہوگا ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِیْ ..... الخ (کیا تو نے لوگوں سے کہہ دیا تھا کہ مجھ کو اور میری ماں کو بھی خدا کے سوا معبود بنا لو) حضرت مسیح علیہ السلام اس سوال پر کانپ اٹھیں گے اور وہ عرض کریں گے جو آگے آ رہا ہے۔ آخر میں ارشاد ہوگا هٰذَا یَوْمُ یَنْفَعُ الصّٰدِقِیْنَ صِدْقُهُمْ "ہذا" کا اشارہ اسی یوم کی طرف ہے جو یوم یجمع اللّٰه

اسرائیل میں مذکور تھا۔ بہرحال یہ سب واقعہ روز قیامت کا ہے جسے متحقق الوقوع ہونے کی وجہ سے قرآن و حدیث میں بصیغہ ماضی (قال) تعبیر فرمایا ہے۔

◆ **حضرت عیسیٰ کا جواب** | یعنی میری کیا مجال تھی کہ ایسی گندی بات کیسے کہہ سکتا تھا۔ آپ کی ذات اس سے پاک ہے کہ الوہیت وغیرہ میں کسی کو اس کا شریک کیا جائے۔ اور جس کو آپ پیغمبری کا منصب جلیل عطا فرمائیں اس کی یہ شان نہیں کہ کوئی ناحق بات منہ سے نکالے۔ یعنی آپ کی سبوحیت اور میری عصمت دونوں کا اقتضاء یہ ہے کہ میں ایسی ناپاک بات کبھی نہیں کہہ سکتا۔ اور سب دلائل کو چھوڑ کر آخری بات یہ ہے کہ آپ کے "علم محیط" سے کوئی چیز باہر نہیں ہو سکتی۔ اگر فی الواقع میں ایسا کہتا تو آپ کے علم میں ضرور موجود ہوتا۔ آپ خود جانتے ہیں کہ میں نے خفیہ یا علانیہ کوئی ایسا حرف منہ سے نہیں نکالا۔ بلکہ میرے دل میں اس طرح کے گندے خیال کا خطرہ بھی نہیں ہوا۔ آپ سے میرے یا کسی کے دل کے چھپے ہوئے بھید اور خواطر بھی پوشیدہ نہیں۔

◆ میں نے آپ کے حکم سے سر مو تجاوز نہیں کیا۔ اپنی الوہیت کی تعلیم تو کیسے دے سکتا تھا اس کے بالمقابل میں نے ان کو صرف تیری بندگی کی طرف بلایا اور کھول کھول کر بتلا دیا کہ میرا اور تمہارا سب کا رب (پروردگار) وہی ایک خدا ہے جو تنہا عبادت کے لائق ہے۔ چنانچہ آج بھی بائبل میں صریح نصوص اس مضمون کی بکثرت موجود ہیں۔

◆ نہ صرف یہ کہ میں نے خلق کو تیری توحید اور عبودیت کی طرف دعوت دی، بلکہ جب تک ان کے اندر قیام پذیر رہا برابر ان کے احوال کی نگرانی اور خبر گیری کرتا رہا کہ کوئی غلط عقیدہ یا بے موقع خیال قائم نہ کر لیں البتہ ان میں قیام کرنے کی جو مدت آپ کے علم میں مقدر تھی، جب وہ پوری کر کے آپ نے مجھ کو ان میں سے اٹھا لیا (کما یظہر من مادۃ التوفی و مقابلۃ مادمت فیہم) تو پھر صرف آپ ہی ان کے احوال کے نگران اور خبردار ہو سکتے تھے، میں ان کے متعلق کچھ عرض نہیں کر سکتا۔ (تنبیہ) حضرت مسیح علیہ السلام کی موت یا رفع الی السماء وغیرہ کی بحث "آل عمران" میں زیر فائدہ "انی متوفیک و رافعک الی" ملاحظہ کیجئے۔ مترجم محقق قدس سرہٗ نے یہاں "فلما توفیتنی" کا ترجمہ "تو نے مجھ کو اٹھا لیا" سے کیا ہے جو باعتبار محاورات "موت" اور "رفع الی السماء" دونوں پر صادق آ سکتا ہے۔ گویا متنبہ کر دیا کہ لفظ "توفی" کیلئے موت لازم نہیں اور نہ خاص توفی بصورت موت کو مضمون زیر بحث میں کسی قسم کا دخل ہے۔ حدیث میں نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بعض لوگوں کی نسبت میں قیامت کے دن اسی طرح کہوں گا جس طرح بندہ صالح (عیسیٰ علیہ السلام) نے کہا وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَّا دُمْتُ فِيْهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ اس قسم کی تشبیہات سے یہ نکالنا کہ حضور ﷺ کی اور حضرت مسیحؑ کی "توفی" بھی ہمہ وجوہ یکساں اور ہم رنگ ہونی چاہئے، عربیت سے ناواقفیت کی دلیل ہے۔ مشرکین کا ایک درخت (ذات انواط) پر ہتھیار لٹکایا کرتے تھے۔ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ہمارے لئے بھی "ذات انواط" مقرر کر دیجئے جیسے ان کے یہاں ہے۔ آپ نے فرمایا "ھٰذا کما قال قوم موسیٰ اجعل لنا الٰھا کما لھم اٰلھۃ" (یہ تو ایسا ہوا جیسے موسیٰ کی قوم نے درخواست کی تھی کہ ہمارے لئے بھی ایسا معبود تجویز کر دو جیسا ان بت پرستوں کا ہے) کیا کوئی مسلمان اس تشبیہ کو دیکھ کر یہ گمان کر سکتا ہے کہ صحابہؓ نے معاذ اللہ بت پرستی کی درخواست کی تھی؟ اس طرح کی تشبیہات سے نصوص محکمہ اور اجماع امت کے خلاف عقائد پر تمسک کرنا صرف اسی جماعت کا حصہ ہو سکتا ہے جن کی نسبت یہ ارشاد ہوا فَاَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَآءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَآءَ تَاْوِيْلِهٖ۔

اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ ۚ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ

اگر تو انہیں عذاب دے | تو وہ بندے ہیں تیرے | اور | تو ان کو معاف کر دے | تو تو ہی ہے

اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۱۱۸﴾ قَالَ اللّٰهُ هٰذَا يَوْمُ يَنْفَعُ

زبردست حکمت والا ◆ | فرمایا اللہ نے | یہ دن ہے | کہ کام آئے گا

الصّٰدِقِيْنَ صِدْقُهُمْ ۚ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا

سچوں کے | ان کا سچ ◆ | ان کے لئے ہیں باغ | جن کے نیچے بہتی ہیں

الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۚ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا

نہریں | رہا کریں گے انہی میں ہمیشہ | اللہ راضی ہوا ان سے | اور وہ راضی ہوئے

عَنْهُ ۚ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۱۱۹﴾ لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ

اس سے | یہی ہے بڑی کامیابی ◆ | اللہ ہی کے لئے سلطنت ہے آسمانوں کی اور

الْاَرْضِ وَمَا فِيْهِنَّ ۚ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۲۰﴾

زمین کی | اور جو کچھ ان کے بیچ میں ہے | اور وہ ہر چیز پر قادر ہے ◆

آیاتہا ۱۶۵ | (۶) سُوْرَةُ الْاَنْعَامِ مَكِّيَّةٌ (۵۵) | رکوعاتہا ۲۰

سورۂ انعام ◆ مکہ میں نازل ہوئی اور اس میں ایک سو پینسٹھ آیتیں اور بیس رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَجَعَلَ

سب تعریفیں اللہ کے لئے ہیں | جس نے پیدا کئے آسمان اور زمین | اور بنایا

◆ **ایک مفید نکتہ** یعنی آپ اپنے بندوں پر ظلم اور بے جا سختی نہیں کر سکتے اس لئے اگر ان کو سزا دیں گے تو عین عدل و حکمت پر مبنی ہوگی اور فرض کیجئے معاف کر دیں تو یہ معافی بھی ازراہ عجز و سفاہت نہ ہوگی۔ چونکہ آپ عزیز (زبردست اور غالب) ہیں اس لئے کوئی مجرم آپ کے قبضۂ قدرت سے نکل کر بھاگ نہیں سکتا کہ آپ اس پر قابو نہ پا سکیں۔ اور چونکہ "حکیم" (حکمت والے) ہیں۔ اس لئے یہ بھی ممکن نہیں کہ کسی مجرم کو یونہی بے موقع چھوڑ دیں۔ بہرحال جو فیصلہ آپ ان مجرمین کے حق میں کریں گے وہ بالکل حکیمانہ اور قادرانہ ہوگا۔ حضرت مسیح علیہ السلام کا یہ کلام چونکہ محشر میں ہوگا جہاں کفار کے حق میں کوئی شفاعت اور استدعاء رحم وغیرہ نہیں ہو سکتی۔ اسی لئے حضرت مسیح نے عزیز حکیم کی جگہ غفور رحیم وغیرہ صفات کو اختیار نہیں فرمایا۔ بخلاف اس کے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دنیا میں اپنے پروردگار سے عرض کیا تھا رب انہن اضللن کثیرا من الناس فمن تبعنی فانہ منی ومن عصانی فانک غفور رحیم (اے پروردگار ان بتوں نے بہت سے آدمیوں کو گمراہ کر دیا تو جو ان میں سے میرے تابع ہوا وہ میرا آدمی ہے اور جس نے میری نافرمانی کی تو پھر تو غفور رحیم ہے) یعنی ابھی موقع ہے کہ تو اپنی رحمت سے آئندہ ان کو توبہ اور رجوع الی الحق کی توفیق دے کر پچھلے گناہوں کو معاف فرما دے۔

◆ جو لوگ اعتقاد اور قول و فعل میں سچے رہے ہیں (جیسے حضرت مسیح علیہ السلام) ان کی سچائی کا پھل آج ملے گا۔

◆ بڑی کامیابی حق تعالیٰ کی رضا ہے اور جنت بھی اسی لئے مطلوب ہے کہ وہ محل رضائے الٰہی ہے۔

◆ یعنی ہر وفادار اور مجرم کے ساتھ وہی معاملہ ہوگا جو ایک شہنشاہ مطلق کی عظمت و جلال کے مناسب ہے۔

سورۃ الانعام

◆ **سورۂ انعام کا نزول** یہ سورت مکی ہے صرف چند آیات کو بعض علماء نے مستثنیٰ کیا ہے۔ روایت میں ہے کہ پوری سورت یک وقت بے شمار فرشتوں کے جلوس میں نازل ہوئی مگر ابن صلاح نے اپنے فتاویٰ میں ان روایت کی صحت سے انکار کیا ہے جو پوری سورت کے دفعۃً نزول پر دال ہیں۔ واللہ اعلم۔ ابو اسحاق اسفرائنی کہتے ہیں کہ توحید کے تمام اصول و قواعد پر یہ سورت مشتمل ہے۔

الظُّلُمٰتِ وَ النُّوْرَ ؕ ثُمَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُوْنَ ○

اندھیرا اور اجالا پھر بھی جو کافر ہیں اپنے رب کے ساتھ اوروں کو برابر ٹھہراتے ہیں

هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ طِيْنٍ ثُمَّ قَضٰۤى اَجَلًا ؕ وَ

وہی ہے جس نے پیدا کیا تم کو مٹی سے پھر مقرر کر دیا ایک وقت اور

اَجَلٌ مُّسَمًّى عِنْدَهٗ ثُمَّ اَنْتُمْ تَمْتَرُوْنَ ○ وَهُوَ اللّٰهُ

ایک وقت مقرر ہے اس کے نزدیک پھر بھی تم شک کرتے ہو اور وہی ہے اللہ

فِي السَّمٰوٰتِ وَ فِي الْاَرْضِ ؕ يَعْلَمُ سِرَّكُمْ وَ جَهْرَكُمْ

آسمانوں میں اور زمین میں جانتا ہے تمہارا چھپا اور کھلا

وَ يَعْلَمُ مَا تَكْسِبُوْنَ ○ وَ مَا تَاْتِيْهِمْ مِّنْ اٰيَةٍ مِّنْ

اور جانتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو اور نہیں آتی ان کے پاس کوئی نشانی

اٰيٰتِ رَبِّهِمْ اِلَّا كَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِيْنَ ○ فَقَدْ

ان کے رب کی نشانیوں میں سے مگر کرتے ہیں اس سے تغافل سو بے شک

كَذَّبُوْا بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ ؕ فَسَوْفَ يَاْتِيْهِمْ

جھٹلایا انہوں نے حق کو جب ان تک پہنچا سو اب آئی جاتی ہے ان پر

اَنْۢبٰٓؤُا مَا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ○ اَلَمْ يَرَوْا كَمْ

حقیقت اس بات کی جس پر ہنستے تھے کیا دیکھتے نہیں کہ کتنی

اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ قَرْنٍ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ

ہلاک کر دی ہم نے ان سے پہلے امتیں جن کو جمایا تھا ہم نے ملک میں اتنا

مَا لَمْ نُمَكِّنْ لَّكُمْ وَاَرْسَلْنَا السَّمَآءَ عَلَيْهِمْ مِّدْرَارًا

کہ جتنا ہم نے تم کو نہیں جمایا ۔ اور چھوڑ دیا ہم نے ان پر آسمان کو ۔ برستا ہوا

وَّجَعَلْنَا الْاَنْهٰرَ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهِمْ فَاَهْلَكْنٰهُمْ

اور بنا دیں ہم نے نہریں ۔ بہتی ہوئی ان کے نیچے ۔ پھر ہلاک کیا ہم نے ان کو

بِذُنُوْبِهِمْ وَاَنْشَاْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ قَرْنًا اٰخَرِيْنَ ۝

ان کے گناہوں پر ۔ اور پیدا کیا ہم نے ان کے بعد ۔ اور جماعتیں اور ◆

وَلَوْ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ كِتٰبًا فِيْ قِرْطَاسٍ فَلَمَسُوْهُ

اور اگر اتاریں ہم تجھ پر ۔ لکھا ہوا ۔ کاغذ میں ۔ پھر چھو لیں وہ اس کو

بِاَيْدِيْهِمْ لَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ

اپنے ہاتھوں سے ۔ البتہ کہیں گے کافر ۔ نہیں ہے یہ مگر جادو

مُّبِيْنٌ ۝ وَقَالُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ مَلَكٌ ۭ وَلَوْ

صریح ◆ اور کہتے ہیں ۔ کیوں نہیں اترا اس پر کوئی فرشتہ ◆ اور اگر

اَنْزَلْنَا مَلَكًا لَّقُضِيَ الْاَمْرُ ثُمَّ لَا يُنْظَرُوْنَ ۝ وَلَوْ جَعَلْنٰهُ

ہم اتاریں فرشتہ ۔ تو طے ہو جائے قصہ ۔ پھر ان کو مہلت بھی نہ دی جائے ◆ اور اگر ہم رسول کرتے

مَلَكًا لَّجَعَلْنٰهُ رَجُلًا وَّلَلَبَسْنَا عَلَيْهِمْ مَّا يَلْبِسُوْنَ ۝

کسی فرشتہ کو ۔ تو وہ بھی آدمی ہی کی صورت میں ہوتا ۔ اور ان کو اسی شبہ میں ڈالتے جس میں اب پڑ رہے ہیں ◆

وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَحَاقَ بِالَّذِيْنَ

اور ہنسی کرتے رہے ہیں ۔ رسولوں سے ۔ تجھ سے پہلے ۔ پھر گھیر لیا

۱ **عاد و ثمود کی ہلاکت** یعنی عاد و ثمود وغیرہ جن کو تم سے بڑھ کر طاقت اور ساز و سامان دیا گیا تھا۔ بارشوں اور نہروں کی وجہ سے ان کے باغ اور کھیت شاداب تھے۔ عیش و خوشحالی کا دور دورہ تھا۔ جب انہوں نے بغاوت و تکذیب پر کمر باندھی اور نشانہائے قدرت کی ہنسی اڑانے لگے۔ تو ہم نے ان کے جرموں کی پاداش میں ایسا پکڑا کہ نام و نشان بھی باقی نہ چھوڑا۔ پھر ان کے بعد دوسری امتیں پیدا کیں اور منکرین و مکذبین کے ساتھ یہی سلسلہ جاری رہا کیا۔ مجرمین تباہ ہوتے رہے اور دنیا کی آبادی میں کچھ خلل نہیں پڑا۔

۲ **مشرکین مکہ کے قرآن پر شبہات** بعض مشرکین مکہ نے کہا تھا کہ اگر آپ آسمان سے ایک لکھی لکھائی کتاب لے آئیں اور اس کے ساتھ چار فرشتے بھی ہوں جو ہمارے سامنے ہو کر گواہی دیں کہ بے شک یہ کتاب خدا کی بھیجی ہوئی ہے تو ہم ایمان لے آئیں گے۔ اس کا جواب دیا کہ جو لوگ بحالت موجودہ قرآن کو جادو اور اس کے لانے والے کو جادوگر بتلاتے ہیں اگر واقعی ہم ان پر کاغذ میں لکھی ہوئی کتاب بھی آسمان سے اتار دیں جسے یہ ہاتھوں سے چھو کر معلوم کر لیں کہ کوئی تخیل یا نظر بندی نہیں ہے۔ تب بھی یہی کہیں گے کہ یہ تو صریح جادو ہے جس بدبخت کے حصہ میں ہدایت نہیں ہوتی اس کا شبہ بھی نہیں مٹتا۔

۳ **فرشتہ بھیجنے کا مطالبہ** یعنی جو ہمارے روبرو ہو کر ان کے صدق کی گواہی دیتا۔

۴ **مشرکین کے مطالبوں کو پورا نہ کرنے کی حکمت** اگر فرشتہ اپنی اصلی صورت میں آئے تو یہ لوگ ایک منٹ کے لئے بھی اس کا تحمل نہ کر سکیں اس کے رعب و ہیبت سے دم نکل جائے۔ یہ صرف انبیاء علیہم السلام ہی کا ظرف ہوتا ہے جو اصلی صورت میں فرشتہ کی رویت کا تحمل کر سکتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے عمر بھر میں دو مرتبہ حضرت جبریل کو اپنی اصلی صورت میں دیکھا ہے۔ اور کسی نبی کی نسبت ایک مرتبہ بھی ثابت نہیں۔ دوسرے اگر ان لوگوں کی ایسی عظیم الشان خارق عادت فرمائش پوری کر دی جائے اور اس پر بھی نہ مانے جیسا کہ ان کے معاندانہ احوال و اطوار سے ظاہر ہے تو سنت اللہ کے موافق پھر قطعاً مہلت نہ دی جائے گی اور ایسا عذاب آئے گا جو فرمائش کرنے والوں کو بالکل نیست و نابود کر دے گا۔ اس لحاظ سے اس طرح کی فرمائشوں کا پورا نہ کرنا بھی عین رحمت سمجھنا چاہئے۔

۵ چونکہ فرشتہ کو اصلی صورت میں بھیجنے کی نفی تو پہلی آیت میں ہو چکی اب دوسرے احتمال کا جواب دیتے ہیں وہ یہ کہ فرشتہ آدمی کی صورت میں بھیجا جائے، کیونکہ اسی صورت میں مجانست صوری کی بناء پر لوگ اس کے نمونہ اور تعلیم سے مستفیع ہو سکتے ہیں۔ لیکن اس تقدیر پر منکرین کے شبہات کا ازالہ نہیں ہو سکتا۔ جو شکوک و شبہات رسول کے بشر ہونے پر کرتے تھے وہ ملک کے بصورت بشر آنے پر بھی بدستور کرتے رہیں گے۔

سَخِرُوْا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝ قُلْ

ان سے ہنسی کرنے والوں کو اس چیز نے کہ جس پر ٹھٹھا کرتے تھے ◆ تو کہہ

سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ ثُمَّ انْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ

سیر کرو ملک میں پھر دیکھو کہ کیا انجام ہوا جھٹلانے

الْمُكَذِّبِيْنَ ۝ قُلْ لِّمَنْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ

والوں کا ◆ پوچھ کس کا ہے جو کچھ کہ ہے آسمانوں اور زمین میں

قُلْ لِّلّٰهِ ؕ كَتَبَ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ ؕ لَيَجْمَعَنَّكُمْ اِلٰى

کہہ دے اللہ کا ہے جس نے لکھی ہے اپنے ذمہ مہربانی البتہ تم کو اکٹھا کرے گا

يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا رَيْبَ فِيْهِ ؕ اَلَّذِيْنَ خَسِرُوْا اَنْفُسَهُمْ

قیامت کے دن تک کہ اس میں کچھ شک نہیں جو لوگ نقصان میں ڈال چکے اپنی جانوں کو

فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝ وَلَهٗ مَا سَكَنَ فِي الَّيْلِ وَالنَّهَارِ ؕ

وہی ایمان نہیں لاتے ◆ اور اللہ ہی کا ہے جو کچھ کہ آرام پکڑتا ہے رات میں اور دن میں

وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝ قُلْ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَتَّخِذُ وَلِيًّا

اور وہی ہے سب کچھ سننے والا جاننے والا تو کہہ دے کیا اور کسی کو بناؤں اپنا مددگار اللہ کے سوا

فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ يُطْعِمُ وَلَا يُطْعَمُ ؕ

جو بنانے والا ہے آسمانوں اور زمین کا ◆ اور وہ سب کو کھلاتا ہے اور اس کو کوئی نہیں کھلاتا ◆

قُلْ اِنِّيْٓ اُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَسْلَمَ وَلَا

تو کہہ دے مجھ کو حکم ہوا ہے کہ سب سے پہلے حکم مانوں ◆ اور

آنحضرت ﷺ کو تسلی | معاندین کی فرمائشوں کا جواب دینے کے بعد حضور ﷺ کی تسلی کی جاتی ہے کہ آپ ان کے استہزاء اور تمسخر سے دلگیر نہ ہوں۔ یہ کوئی نئی بات نہیں انبیائے سابقین کو بھی ان ہی حالات سے دوچار ہونا پڑا ہے۔ پھر جو ان کے مکذبین اور دشمنوں کا حشر ہوا سب کے سامنے ہے۔ ان لوگوں کو بھی خدا اسی طرح سزا دے سکتا ہے جو اگلے مجرموں کو دی گئی۔

سیاحت کا مقصد | یعنی ملک کی سیر و سیاحت اور تباہ شدہ اقوام کے آثار کا ملاحظہ کرنے کے بعد اگر نظر عبرت سے واقعات ماضیہ کو دیکھو گے تو انبیاء کی تکذیب کرنے والی قوموں کا جو انجام دنیا میں ہوا وہ صاف نظر آ جائے گا۔ اسی سے قیاس کر لو کہ جب تکذیب کرنے والوں کا یہ حشر ہوا تو استہزاء کرنے والوں کا کیا حشر ہوگا۔

قیامت برحق ہے | جب تمام آسمان و زمین میں اسی خدا کی حکومت ہے جیسا کہ مشرکین کو بھی اقرار تھا تو مکذبین و مستہزئین کو فوری سزا سے کہاں بچا سکتی ہے؟ یہ صرف اس کی رحمت عامہ ہے کہ مجرم کو دیکھ کر فوراً سزا جاری نہیں کرتا اور قیامت کے دن کی جو بلاشبہ آنے والا ہے البتہ ان ہی بدبختوں کو بے ایمانی کی سزا دے گا جو باختیار خود جان بوجھ کر اپنے کو نقصان و ہلاکت کے گڑھے میں ڈال چکے ہیں۔

اللہ کے سوا کوئی مددگار نہیں | قُلْ لِّمَنْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ میں مکان کی تعمیم تھی وَلَهٗ مَا سَكَنَ فِي الَّيْلِ وَالنَّهَارِ میں زمانہ کے اعتبار سے تعمیم ہے یعنی ہر جگہ اور ہر وقت اسی کی حکومت اور قبضہ و اقتدار ہے۔ ہر وہ چیز جو رات میں یا دن میں آرام سے زندگی بسر کرتی اور کتنے معلوم و نامعلوم دشمنوں سے سلامت و محفوظ رہتی ہے۔ یہ اسی کی رحمت کے آثار میں سے ہے قُلْ مَنْ يَّكْلَؤُكُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ مِنَ الرَّحْمٰنِ (انبیاء) وہی ہے جو دن کے شور و غل اور رات کے اندھیرے اور سناٹے میں ہر ایک کی پکار سنتا اور سب کی حوائج و ضروریات کو بخوبی جانتا ہے۔ پھر تم ہی بتاؤ کہ ایسے پروردگار کو چھوڑ کر کسی اور سے مدد طلب کرنا کہاں تک موزوں ہوگا۔

کھلانا اشارہ ہے سامان روزی کی طرف یعنی انبیاء و اولیاء سب روزی میں اسی کے محتاج ہیں۔ اس کو کسی ادنیٰ سے ادنیٰ چیز میں بھی ادنیٰ احتیاج نہیں۔ پھر اس سے علیحدہ ہو کر کسی کو مددگار بنانا انتہائی حماقت نہیں تو اور کیا ہے۔

آنحضرت ﷺ کو اطاعت کا حکم | ایسے پروردگار کے احکام کے سامنے جس کی صفات اوپر مذکور ہوئیں ضروری ہے کہ سب بندے بلا شرکت غیرے گردن ڈال دیں اور سب سے پہلے اس اکمل ترین بندہ کو انقیاد و تسلیم کا حکم ہے جو تمام دنیا کے لئے نمونۂ اطاعت و عبودیت بنا کر بھیجا گیا تھا۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

تَكُونَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ﴿۱۴﴾ قُلْ إِنِّيٓ أَخَافُ إِنْ

تو نہ ہو شرک والوں میں تو کہہ میں ڈرتا ہوں اگر

عَصَيْتُ رَبِّي عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ ﴿۱۵﴾ مَّنْ يُصْرَفْ

نافرمانی کروں اپنے رب کی ایک بڑے دن کے عذاب سے ◆ جس سے ٹل گیا وہ عذاب

عَنْهُ يَوْمَئِذٍ فَقَدْ رَحِمَهُۥ ۚ وَذَٰلِكَ الْفَوْزُ الْمُبِينُ ﴿۱۶﴾

اس دن تو اس پر رحم کر دیا اللہ نے اور یہی ہے بڑی کامیابی ◆

وَإِنْ يَمْسَسْكَ اللَّهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهُۥٓ إِلَّا هُوَ ۖ

اور اگر پہنچاوے تجھ کو اللہ کچھ سختی تو کوئی اس کو دور کرنے والا نہیں سوا اس کے

وَإِنْ يَمْسَسْكَ بِخَيْرٍ فَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿۱۷﴾

اور اگر تجھ کو پہنچاوے بھلائی تو وہ ہر چیز پر قادر ہے

وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهِۦ ۚ وَهُوَ الْحَكِيمُ الْخَبِيرُ ﴿۱۸﴾

اور اسی کا زور ہے اپنے بندوں پر اور وہی ہے بڑی حکمت والا سب کی خبر رکھنے والا ◆

قُلْ أَيُّ شَيْءٍ أَكْبَرُ شَهَٰدَةً ۖ قُلِ اللَّهُ ۖ شَهِيدٌۢ

تو پوچھ سب سے بڑا گواہ کون ہے کہہ دے اللہ گواہ ہے

بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ ۚ وَأُوحِيَ إِلَيَّ هَٰذَا الْقُرْءَانُ لِأُنْذِرَكُمْ

میرے اور تمہارے درمیان ◆ اور اترا ہے مجھ پر یہ قرآن تاکہ تم کو اس سے خبردار کر دوں

بِهِۦ وَمَنۢ بَلَغَ ۚ أَئِنَّكُمْ لَتَشْهَدُونَ أَنَّ مَعَ اللَّهِ

اور جس کو یہ پہنچے کیا تم گواہی دیتے ہو کہ اللہ کے ساتھ

◆ یہ آپ پر رکھ کر اوروں کو سنایا گیا ہے یعنی بفرض محال اگر خدا کے معصوم و برگزیدہ ترین بندے سے بھی کسی طرح کا عصیان سرزد ہو تو عذاب الٰہی کا اندیشہ ہوتا ہے پھر کسی دوسرے کو کب لائق ہے کہ باوجود شرک و کفر و تکذیب انبیاء وغیرہ ہزاروں طرح کے جرائم میں مبتلا ہو کے عذاب الٰہی سے بے فکر اور مامون ہو کر بیٹھ رہیں۔

◆ اللہ کے عذاب سے مامون ہو جانا ہی اصلی کامیابی ہے جنت اور رضائے الٰہی کے اعلیٰ مدارج کا حاصل ہونا تو بہت اونچا مقام ہے۔ اگر کسی سے قیامت کے دن کا عذاب ٹل جائے تو یہی بہت بڑی کامیابی سمجھو۔ کما قال عمر رضی اللہ عنہ کفافا لا لی و لا علی۔

◆ نفع و نقصان اللہ کے ہاتھ میں ہے دنیا یا آخرت میں جو تکلیف یا راحت خدا کسی کو پہنچانا چاہے تو کوئی مقابلہ کر کے روک سکتا ہے اور نہ اس کے وسیع اقتدار کے نیچے سے نکل کر بھاگ سکتا ہے۔ وہی پوری طرح خبردار ہے کہ کس بندے کے لیے کونسی چیز اور ان حالات کے مناسب کس قسم کی کارروائی قرین حکمت ہوگی۔

◆ جب یہ فرمایا کہ خدا ہی سب پر غالب، کامل حکمت اور تمام بندوں پر غالب، آگاہ اور باخبر ہے تو اس کی شہادت سے زبردست اور بے لاگ شہادت کس کی ہو سکتی ہے پس میں بھی اپنے اور تمہارے درمیان اسی کو گواہ ٹھہراتا ہوں۔ کیونکہ میں نے پوری امانت کے ساتھ خدا کے پیغامات تم کو پہنچا دیئے اور جو کچھ تم نے اس کے جواب میں میرے ساتھ کیا اور تم نے پیغام ربانی کے ساتھ جو برتاؤ کیا وہ سب اس کی آنکھ کے سامنے ہے۔ وہ خود اپنے علم محیط کے موافق میرا اور تمہارا فیصلہ کر دے گا۔

آلِهَةً أُخْرَىٰ ۚ قُل لَّا أَشْهَدُ ۚ قُلْ إِنَّمَا هُوَ إِلَٰهٌ

معبود اور بھی ہیں — تو کہہ میں تو گواہی نہ دوں گا — کہہ دے — وہی ہے معبود

وَاحِدٌ وَإِنَّنِي بَرِيءٌ مِّمَّا تُشْرِكُونَ ﴿١٩﴾ الَّذِينَ آتَيْنَاهُمُ

ایک — اور میں بیزار ہوں تمہارے شرک سے ◆ — جن کو ہم نے دی ہے

الْكِتَابَ يَعْرِفُونَهُ كَمَا يَعْرِفُونَ أَبْنَاءَهُمُ ۘ الَّذِينَ

کتاب — وہ پہچانتے ہیں اس کو — جیسے پہچانتے ہیں اپنے بیٹوں کو — جو لوگ

خَسِرُوا أَنفُسَهُمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿٢٠﴾ وَمَنْ أَظْلَمُ

نقصان میں ڈال چکے ہیں اپنی جانوں کو — وہی ایمان نہیں لاتے ◆ — اور اس سے زیادہ ظالم کون

مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا أَوْ كَذَّبَ بِآيَاتِهِ ۗ إِنَّهُ

جو بہتان باندھے اللہ پر — یا جھٹلاوے اس کی آیتوں کو — بلاشبہ

لَا يُفْلِحُ الظَّالِمُونَ ﴿٢١﴾ وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا ثُمَّ نَقُولُ

بھلائی نصیب نہیں ہوتی ظالموں کو ◆ — اور جس دن ہم جمع کریں گے ان سب کو — پھر کہیں گے ان

لِلَّذِينَ أَشْرَكُوا أَيْنَ شُرَكَاؤُكُمُ الَّذِينَ كُنتُمْ

لوگوں کو جنہوں نے شرک کیا تھا — کہاں ہیں شریک تمہارے — جن کا تم کو

تَزْعُمُونَ ﴿٢٢﴾ ثُمَّ لَمْ تَكُن فِتْنَتُهُمْ إِلَّا أَن قَالُوا وَاللَّهِ

دعویٰ تھا ◆ — پھر نہ رہے گا ان کے پاس کوئی فریب — مگر یہی کہ کہیں گے — قسم ہے اللہ کی

رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِينَ ﴿٢٣﴾ انظُرْ كَيْفَ كَذَبُوا عَلَىٰ

جو ہمارا رب ہے — ہم نہ تھے شرک کرنے والے ◆ — دیکھو — تو کیسا جھوٹ بولے

آنحضرت ﷺ کا شرک سے براءت کا اعلان | یعنی اگر مجھ کو میرے صدق پر خدا کی سچی اور کامل گواہی
شہادت یہ قرآن موجود ہے جو اپنے کلام الٰہی ہونے پر خود ہی دلیل ہے "آفتاب آمد دلیل آفتاب"
میرا کام یہ ہے کہ تم کو اور جس جس شخص کو جسے یہ کلام پہنچے خدائی پیغام سے خبردار کروں جس میں توحید معاد وغیرہ
تمام اصول دین کی جامع تعلیم کی گئی ہے کیا اس قدر اتمام حجت ہو چکنے اور ایسی قطعی اور صریح پیغام توحید سننے کے بعد بھی
تم یہی کہتے رہو گے کہ خدا کے ساتھ اور بھی معبود ہیں۔ تم کو اختیار ہے جو چاہو بکو۔ میں تو کبھی ایسا حرف زبان پر نہیں
لا سکتا بلکہ صاف صاف اعلان کرتا ہوں۔ کہ لائق عبادت صرف وہی ایک خدا ہے۔ باقی جن کو تم شریک کرتے ہو
میں اس سے قطعاً بیزاری اور نفرت کا اظہار کرتا ہوں (تنبیہ) "وَمَنْ بَلَغَ" نے بتلا دیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ
وسلم کی رسالت تمام جن وانس اور مشرق و مغرب کے لئے ہے۔

اہل کتاب کو آنحضرت ﷺ کی نبوت کا یقین | یعنی اس کے علاوہ کہ میری صداقت کا خدا گواہ ہے اور
قرآن کریم اس کی بیّن اور ناقابل تردید شہادت دے رہا ہے وہ اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) بھی جن کی طرف
کتب سماویہ کا عالم سمجھ کر تم میرے معاملہ میں رجوع کرتے ہو اپنے دلوں میں پورا یقین رکھتے ہیں کہ بلاشبہ یہی
وہ "نبی آخر الزماں" ہیں جس کی بشارت انبیاء سابقین دیتے چلے آئے ہیں۔ ان کو جس طرح بہت سے
بچوں میں سے اپنی اولاد کے شناخت کرنے میں کوئی دقت نہیں ہوتی۔ ایسے ہی نبی کریم ﷺ اور قرآن کریم کی
صداقت کے معلوم کرنے میں ان کو کوئی شبہ اور تردد نہیں ہے۔ البتہ حسد، کبر، تقلید آباء، اور حب جاہ و مال وغیرہ
اجازت نہیں دیتے کہ مشرف بایمان ہو کر اپنی جانوں کو نقصان دائمی اور ہلاکت ابدی سے بچا لیں۔

آخرت میں مشرکین کی حالت | یعنی نبی نہ ہو اور خدا پر افترا کر کے دعویٰ نبوت کر بیٹھے یا سچے نبی سے
جس کی صداقت کے دلائل روشن موجود ہوں خدائی پیغام سن کر تکذیب پر کمربستہ ہو جائے۔ ان دونوں سے بڑھ کر
ظالم کوئی نہیں ہو سکتا اور سنت اللہ یہ ہے کہ ظالم کو انجام کار کامیابی اور بھلائی نصیب نہیں ہوتی۔ پس اگر فرض کرو
معاذ اللہ میں مفتری ہوں تو ہرگز کامیاب نہ ہوں گا اور تم مکذب ہو جیسا کہ دلائل سے ظاہر ہے تو تمہاری خیریت
نہیں۔ لہٰذا حالات میں غور کر کے اور انجام سوچ کر عاقبت کی فکر کرو۔ اور اس دن سے ڈرو جس کا ذکر آگے آتا
ہے۔ ابن کثیر نے آیت کے یہی معنی لئے ہیں اور بعض مفسرین نے "افترا علی اللہ" سے مشرکین کا شرک مراد لیا
جیسا کہ آگے "وَضَلَّ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَفْتَرُونَ" میں اشارہ ہے۔ واللہ اعلم۔

یعنی جن کی نسبت تم کو دعویٰ تھا کہ وہ خدائی کے حصہ دار اور شفاعت میں تمہارے شفیع و مددگار ہیں، آج اس سختی اور
مصیبت کے وقت کہاں چلے گئے کہ تمہارے کچھ بھی کام نہیں آتے۔

یعنی بجز انکار واقعات کے کچھ کرتے دھرتے نہ بن پڑے گی۔ باطل معبودوں کی جس عقیدت و محبت سے مفتون ہو
رہے تھے اس کی حقیقت صرف اتنی رہ جائے گی کہ ساری عمر کے عقیدے اور عمل سے بھی انکار کر بیٹھیں گے۔

أَنْفُسِهِمْ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوا يَفْتَرُونَ ﴿٢٤﴾ وَمِنْهُمْ

اپنے اوپر — اور کھوئی گئیں ان سے — جو باتیں بنایا کرتے تھے ◆ — اور بعضے ان میں

مَّنْ يَّسْتَمِعُ اِلَيْكَ ۚ وَجَعَلْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ

کان لگائے رہتے ہیں تیری طرف — اور ہم نے ان کے دلوں پر ڈال رکھے ہیں پردے — تاکہ

يَّفْقَهُوْهُ وَفِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا ۚ وَاِنْ يَّرَوْا كُلَّ اٰيَةٍ لَّا

اس کو نہ سمجھیں — اور ان کے کانوں میں بوجھ — اور اگر دیکھ لیں تمام نشانیاں — تو بھی

يُؤْمِنُوْا بِهَا ۚ حَتّٰٓى اِذَا جَآءُوْكَ يُجَادِلُوْنَكَ يَقُوْلُ

ایمان نہ لاویں ان پر ◆ یہاں تک کہ جب آتے ہیں تیرے پاس — تجھ سے جھگڑنے کو — تو کہتے ہیں

الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿٢٥﴾ وَهُمْ

وہ کافر — کچھ بھی نہیں یہ — مگر — کہانیاں پہلے لوگوں کی — اور یہ لوگ

يَنْهَوْنَ عَنْهُ وَيَنْـَٔوْنَ عَنْهُ ۚ وَاِنْ يُّهْلِكُوْنَ اِلَّآ

روکتے ہیں اس سے — اور بھاگتے ہیں اس سے — اور نہیں ہلاک کرتے — مگر

اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ﴿٢٦﴾ وَلَوْ تَرٰٓى اِذْ وُقِفُوْا عَلَى

اپنے آپ کو — اور نہیں سمجھتے ◆ — اور کبھی تو دیکھے — جس وقت کہ کھڑے کئے جاویں گے

النَّارِ فَقَالُوْا يٰلَيْتَنَا نُرَدُّ وَلَا نُكَذِّبَ بِاٰيٰتِ رَبِّنَا

دوزخ پر — پس کہیں گے اے کاش ہم پھر بھیج دیے جاویں — اور ہم نہ جھٹلاویں آیتیں اپنے رب کی

وَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٢٧﴾ بَلْ بَدَا لَهُمْ مَّا كَانُوْا

اور ہو جاویں ہم ایمان والوں میں ◆ — کوئی نہیں بلکہ ظاہر ہو گیا جو

◆ یعنی اس صریح جھوٹ سے مشرکین کی انتہائی بدحواسی اور شرکاء کی غایت بے چارگی اور درماندگی کا اظہار ہوگا۔ کاش مشرکین اس رسوا کن انجام کو دنیا ہی میں سمجھ لیں۔

◆ **معاندین کی ہدایت سے محرومی** | یہاں لوگوں کا ذکر ہے جو بغرض اعتراض و عیب جوئی قرآن کریم اور حضور کی باتوں کی طرف کان لگاتے تھے ہدایت سے منتفع ہونا اور حق کو قبول کرنا مقصود نہ تھا۔ تعصب و عداوت سے محض اعتراض اور کاوش کی مسلسل تعطیل کا قدرتی نتیجہ یہ ہوا کہ قبول حق کے وسائل و قویٰ انجام کار ماؤف ہو کر رہ گئے، حق کے سمجھنے سے ان کے دل محروم کر دیئے گئے۔ پیغام ہدایت کا سننا کانوں کو بھاری معلوم ہونے لگا۔ آنکھیں نظر عبرت سے ایسے خالی ہو گئیں کہ ہر قسم کے نشانات دیکھ کر بھی ایمان لانے کی توفیق نہیں ہوتی۔ اور لطف یہ ہے کہ اس حالت موت پر قانع و مسرور بھی ہیں بلکہ فخر کے لہجہ میں اس کا اعلان کرتے ہیں۔ سورۂ حٰم السجدہ میں ہے "فَأَعْرَضَ أَكْثَرُهُمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُونَ وَقَالُوا قُلُوبُنَا فِي أَكِنَّةٍ مِّمَّا تَدْعُونَا إِلَيْهِ وَفِي آذَانِنَا وَقْرٌ وَمِن بَيْنِنَا وَبَيْنِكَ حِجَابٌ فَاعْمَلْ إِنَّنَا عَامِلُونَ" اس آیت سے معلوم ہوا کہ ان آیات سے منتفع نہ ہونا اور دلوں پر پردے پڑ جانا خود ان کے اعراض کا نتیجہ تھا اور یہ اعراض ہی اس کیفیت کے حدوث کا سبب ہوا ہے۔ "وَإِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِ آيَاتُنَا وَلَّىٰ مُسْتَكْبِرًا كَأَن لَّمْ يَسْمَعْهَا كَأَنَّ فِي أُذُنَيْهِ وَقْرًا" (لقمان) اسباب پر مسببات کا مرتب کرنا چونکہ خالق جل وعلا کے سوا کسی کا کام نہیں ہو سکتا اسی لئے آیت حاضرہ "جَعَلْنَا عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ أَكِنَّةً" میں پردے وغیرہ ڈالنے کی نسبت حق تعالیٰ کی طرف کر دی گئی۔

◆ **مشرکین نا سمجھ ہیں** | یعنی ان میں نہ فہم رہا ہے نہ انصاف۔ ایمان لاتا اور ہدایت ربانی سے منتفع ہوتا تو کجا ان کی غرض تو حضور کی خدمت میں آنے سے صرف بیہودہ جھگڑا اور پھبتیاں اڑانا ہے۔ چنانچہ قرآنی حقائق و بیانات کو اساطیر الاولین کہتے ہیں۔ پھر اس تکذیب اور جہل و تعصب پر اکتفا نہیں کوشش یہ ہے کہ دوسروں کی طرف بھی اپنی بیماری متعدی کریں۔ چنانچہ لوگوں کو حق سے روکتے ہیں اور خود بھی اس سے دور بھاگتے ہیں تاکہ انہیں دیکھ کر دوسرے قبول حق سے نفور و بیزار ہو جائیں۔ مگر ان تمام ناپاک کوششوں سے خدا کے دین یا حق کو کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا۔ وہ غالب ہو کر رہے گا اور رسول اللہ ﷺ کو ان کی عصمت و نصرت کا تکفل حق تعالیٰ فرما چکا ہے۔ ہاں یہ احمق خود اپنے لئے ہلاکت ابدی کا سامان فراہم کر رہے ہیں۔ اور سمجھتے بھی نہیں کہ ہم اپنے ہاتھ سے خود اپنے پاؤں پر کلہاڑی مار رہے ہیں۔

◆ **آخرت میں مشرکین کا افسوس و ندامت** | یعنی آیات اللہ کی تکذیب و استہزاء وغیرہ ساری قیل و قال اسی وقت تک ہے جب تک خدائی سزا کا ہولناک منظر سامنے نہیں۔ جس وقت دوزخ کی ذرا سی ہوا بھی لگ جائے گی تو ساری شیخی کرکری ہو جائے گی اور بصد تمنا یہ درخواست کریں گے کہ ہم کو دنیا میں دوبارہ بھیج دیا جائے تاکہ آئندہ کبھی اپنے رب کی آیتوں کو نہ جھٹلائیں اور پکے ایماندار بن کر رہیں۔ "الآن فقد فات وما ينفع الندم"

يُخْفُوْنَ مِنْ قَبْلُ ۖ وَلَوْ رُدُّوْا لَعَادُوْا لِمَا نُهُوْا عَنْهُ وَ

چھپاتے تھے پہلے ◆ اور اگر پھر بھیجے جاویں تو پھر بھی وہی کام کریں جس سے منع کیے گئے تھے اور

اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿۲۸﴾ وَقَالُوْٓا اِنْ هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا وَمَا

وہ بیشک جھوٹے ہیں ◆ اور کہتے ہیں ہمارے لئے زندگی نہیں مگر یہی دنیا کی اور

نَحْنُ بِمَبْعُوْثِيْنَ ﴿۲۹﴾ وَلَوْ تَرٰٓى اِذْ وُقِفُوْا عَلٰى رَبِّهِمْ ۚ

ہم کو پھر زندہ نہیں ہونا ◆ اور کاش کہ تو دیکھے جس وقت وہ کھڑے کیے جاویں گے اپنے رب کے سامنے

قَالَ اَلَيْسَ هٰذَا بِالْحَقِّ ۚ قَالُوْا بَلٰى وَرَبِّنَا ۚ قَالَ فَذُوْقُوا

فرمائے گا کیا یہ سچ نہیں کہیں گے کیوں نہیں قسم ہے اپنے رب کی فرمائے گا تو چکھو

الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ﴿۳۰﴾ قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا

عذاب بدلے میں اپنے کفر کے ◆ تباہ ہوئے وہ لوگ جنہوں نے جھوٹ جانا

بِلِقَآءِ اللّٰهِ ۖ حَتّٰٓى اِذَا جَآءَتْهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً قَالُوْا

اللہ کا ملنا یہاں تک کہ جب آپہنچی ان پر قیامت اچانک تو کہنے لگے

يٰحَسْرَتَنَا عَلٰى مَا فَرَّطْنَا فِيْهَا ۙ وَهُمْ يَحْمِلُوْنَ اَوْزَارَهُمْ

اے افسوس کیسی کوتاہی ہم نے اس میں کی اور وہ اٹھاویں گے اپنے بوجھ

عَلٰى ظُهُوْرِهِمْ ۗ اَلَا سَآءَ مَا يَزِرُوْنَ ﴿۳۱﴾ وَمَا الْحَيٰوةُ

اپنی پیٹھوں پر ◆ خبردار ہو جاؤ کہ برا بوجھ ہے جس کو وہ اٹھاویں گے ◆ اور نہیں ہے زندگانی

الدُّنْيَآ اِلَّا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ ۖ وَلَلدَّارُ الْاٰخِرَةُ خَيْرٌ

دنیا کی مگر کھیل اور جی بہلانا اور آخرت کا گھر بہتر ہے

◆ یعنی اب بھی دنیا میں واپس جانے کی تمنا عزم صحیح اور ایمانی رغبت و شوق سے نہیں بلکہ جب مجازات و مکافات عمل کا وہ منظر سامنے آ گیا جسے باوجود وضوح ادلہ انکار کے پردہ میں چھپایا کرتے تھے عذاب الٰہی کو آنکھوں سے دیکھ لیا تمام اعمال شنیعہ کا جو چھپ چھپ کر کئے جاتے تھے راز فاش ہو گیا ابھی جو "وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ" کہہ چکے تھے اس جھوٹ کی بھی قلعی کھل گئی غرضیکہ بدی کے جو اثرات مخفی اور غیر مرئی طور پر اندر ہی اندر ان بدبختوں کے دلوں میں پرورش پا رہے تھے وہ ایک عذاب کی صورت میں متشکل ہو کر سامنے آ گئے تو محض جان بچانے کے لئے دوبارہ دنیا میں واپس کئے جانے کی تمنا کرنے لگے۔

◆ مشرکین جھوٹے ہیں یعنی اب بھی جھوٹ کہتے ہیں کہ ہم دنیا میں واپس ہو کر پکے ایماندار بن جائیں گے اور ہرگز آیات اللہ کی تکذیب نہ کریں گے یہ اشقیاء اگر دنیا میں واپس کر دیے جائیں تو بدی اور شرارت کی جو قوتیں ان میں دبی ہیں پھر انہی کو کام میں لائیں گے اور جس مصیبت سے گھبرا کر واپس جانے کی تمنا کر رہے ہیں اسے خواب و خیال کی طرح فراموش کر دیں گے جیسا کہ بسا اوقات دنیوی مصائب و مہالک میں پھنس کر آدمی انابت و اقرار اختیار کر لیتا ہے پھر جہاں چند روز گذرے ایسے کو بھی یاد نہیں رکھتا کہ اس وقت کیا عہد و پیمان کئے تھے۔ كَأَنْ لَمْ يَدْعُنَا إِلَىٰ ضُرٍّ مَسَّهُ۔

◆ یعنی خوب مزے اڑا لو۔ دنیوی عیش کو خواہ مخواہ فکر آخرت سے منغص مت کرو۔ یہی حال آج کل یورپ کے مادہ پرستوں کا ہے۔

◆ یعنی جب حقیقت آنکھوں کے سامنے آ جائے گی اور "بعث بعد الموت" وغیرہ کے اقرار سے چارہ نہ رہے گا تب کہا جائے گا کہ انکار حقیقت اور "کفر بالمعاد" کا مزہ چکھو۔

◆ انسان کی بڑی شقاوت اور بدبختی یہ ہے کہ "لقاء اللہ" سے انکار کرے اور زندگی کے اس بلند ترین مقصد کو جھوٹ سمجھے۔ یہاں تک کہ جب موت یا قیامت سر پر آ کھڑی ہو اور سب پتہ لگ جائے کہ افسوس ہم تباہ ہو جائے کہ ہائے ہم نے اپنی دنیوی زندگی میں یا یوم قیامت کے لئے تیاری کرنے میں کیسی کیسی عظیم کوتاہی کی اس وقت اس افسوس و حسرت سے کچھ نہ ہوگا۔ جرموں اور شرارتوں کے بار گراں کو جس سے اس کی پشت خمیدہ ہو گی یہ حماقت کا تاسف ذرہ بھی ہلکا نہ کر سکے گا۔

لِلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝۳۲ قَدْ نَعْلَمُ اِنَّهٗ

جو پرہیزگار ہیں ان کے لئے | کیا تم نہیں سمجھتے ◆ | ہم کو معلوم ہے | کہ

لَيَحْزُنُكَ الَّذِيْ يَقُوْلُوْنَ فَاِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُوْنَكَ وَلٰكِنَّ

تجھ کو غم میں ڈالتی ہیں ان کی باتیں | سو وہ تجھ کو نہیں جھٹلاتے | لیکن یہ

الظّٰلِمِيْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ ۝۳۳ وَلَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ

ظالم تو اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے ہیں | اور جھٹلائے گئے ہیں بہت سے رسول

مِّنْ قَبْلِكَ فَصَبَرُوْا عَلٰي مَا كُذِّبُوْا وَاُوْذُوْا حَتّٰٓي

تجھ سے پہلے | پھر صبر کرتے رہے | جھٹلانے پر | اور ایذا پر | یہاں تک کہ

اَتٰىهُمْ نَصْرُنَا ۚ وَلَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ۚ وَلَقَدْ جَاۗءَكَ

پہنچی ان کو مدد ہماری | اور کوئی نہیں بدل سکتا اللہ کی باتیں | اور تجھ کو پہنچ چکے ہیں

مِنْ نَّبَاِي الْمُرْسَلِيْنَ ۝۳۴ وَاِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكَ

کچھ حالات رسولوں کے ◆ | اور اگر تجھ پر گراں ہے

اِعْرَاضُهُمْ فَاِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ تَبْتَغِيَ نَفَقًا فِي الْاَرْضِ

ان کا منہ پھیرنا | تو اگر تجھ سے ہو سکے | کہ ڈھونڈ نکالے کوئی سرنگ | زمین میں

اَوْ سُلَّمًا فِي السَّمَاۗءِ فَتَاْتِيَهُمْ بِاٰيَةٍ ۭ وَلَوْ شَاۗءَ اللّٰهُ

یا کوئی سیڑھی | آسمان میں | پھر لا دے ان کو ایک معجزہ | اور اگر اللہ چاہتا

لَجَمَعَهُمْ عَلَي الْهُدٰي فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ ۝۳۵

تو جمع کر دیتا سب کو | سیدھی راہ پر | سو تو مت ہو | نادانوں میں ◆

کفار تو یہ کہتے تھے کہ دنیوی زندگی کے سوا کوئی زندگی ہی نہیں، لیکن واقعہ یہ ہے کہ یہ فانی اور محدود زندگانی حیات اخروی کے مقابلہ میں محض ہیچ اور بے حقیقت ہے۔ یہاں کی زندگی کے صرف ان ہی لمحات کو زندگی کہا جا سکتا ہے جو آخرت کی درستی میں خرچ کئے جائیں۔ بقیہ تمام اوقات جو آخرت کی فکر و تیاری سے خالی ہوں ایک عاقبت اندیش کے نزدیک لہو و لعب سے زائد وقعت نہیں رکھتے۔ پرہیزگار اور سمجھدار لوگ جانتے ہیں کہ انکا اصلی گھر آخرت کا گھر اور انکی حقیقی زندگی آخرت کی زندگی ہے۔

خلائق پر آنحضرت ﷺ کی شفقت خلائق کے حال پر شفقت و ہمدردی سارے جہان سے زیادہ نبی کریم ﷺ کے دل میں ڈالی گئی تھی۔ آپ ان بدبختوں کی تکذیب و اعراض، مستقبل کی تباہی اور مشرکانہ و معاندانہ کلمات سے سخت رنج اور صدمہ محسوس فرماتے تھے۔ ان آیات میں آپ کو تسلی اور ان اشقیاء کو دھمکی دی گئی ہے کہ آپ انکے اعراض و تکذیب سے اس قدر دلگیر اور بے چین نہ ہوں، یہ لوگ جو تکذیب کر رہے ہیں فی الحقیقت آپ کو نہیں جھٹلاتے کیونکہ آپ کو تو پہلے سے بالاتفاق صادق و امین سمجھتے تھے، بلکہ خدا کی آیات و نشانات کا جو پیغمبر علیہ السلام کی تصدیق و تبلیغ کیلئے بھیجی گئی ہیں، جان بوجھ کر از راہ ظلم و عناد انکار کر رہے ہیں تو آپ بھی ان ظالموں کا معاملہ خدا کے سپرد کر کے مطمئن ہو جائیے۔ وہ خود انکے ظلم اور آپ کے صبر کا پھل دینے والا ہے۔ انبیائے سابقین کے ساتھ بھی جن کے کچھ حالات آپ کو سنائے جا چکے ہیں ان کی قوموں نے تکذیب و ایذا رسانی کا برتاؤ کیا جس پر خدا کے معصوم پیغمبر نہایت اولوالعزمی سے صبر کرتے رہے حتی کہ حسب وعدہ خدا کی مدد پہنچی اور بڑے زبردست متکبرین کے مقابلہ میں ان کو مظفر و منصور کیا گیا۔ آپ سے جو نصر و ظفر کے وعدے کئے گئے ہیں ایک ایک کر کے پورے ہو کر رہیں گے۔ پہاڑ اپنی جگہ سے ٹل جائیں مگر خدا کا وعدہ نہیں ٹل سکتا۔ کس کی طاقت ہے جو خدا کی باتوں کو بدل ڈالے یعنی جو اس نے کہا ہے اسے واقع نہ ہونے دے۔ مکذبین کو یاد رکھنا چاہئے کہ انکی جنگ حقیقۃً محمد ﷺ کی ذات سے نہیں بلکہ رب محمدؐ سے ہے، جس نے انکو اپنا سفیر اعظم اور معتمد بنا کر کھلے نشانات کے ساتھ بھیجا ہے۔ محمد ﷺ کی تکذیب ان خدائی نشانات کی تکذیب ہے۔

کفار کا مطالبہ معجزات کفار کا مطالبہ یہ تھا کہ یہ نبی ہیں تو انکے ساتھ ہمیشہ ایسا نشان رہنا چاہئے جسے ہر کوئی دیکھ کر یقین کر لے اور ایمان لانے پر مجبور ہو جایا کرے۔ آنحضرت ﷺ چونکہ تمام دنیا کی ہدایت پر حریص تھے شاید آپکے دل نے چاہا ہو گا کہ ان کا یہ مطالبہ پورا کر دیا جائے۔ اس لئے حق تعالیٰ نے یہ تربیت فرمائی کہ تکوینیات میں مشیت الٰہی کے تابع رہو۔ تکوینی مصالح اس کو مقتضی نہیں کہ ساری دنیا کو ایمان لانے پر مجبور کر دیا جائے ورنہ خدا تو اس پر بھی قادر تھا کہ بدون توسط پیغمبروں اور نشانوں کے شروع ہی سے سب کو سیدھی راہ پر جمع کر دیتا۔ جب خدا کی حکمت ایسے مجبور کن معجزات اور فرمائشی نشانات دکھلانے کو مقتضی نہیں تو مشیت الٰہی کے خلاف کسی کو یہ طاقت کہاں ہے کہ وہ زمین یا آسمان میں سے سرنگ یا سیڑھی لگا کر ایسا فرمائشی اور مجبور کن معجزہ نکال کر دکھلا دے۔ خدا کے قوانین حکمت و تدبیر کے خلاف کسی چیز کے وقوع کی امید رکھنا نادانوں کا کام ہے۔

إِنَّمَا يَسْتَجِيبُ الَّذِينَ يَسْمَعُونَ ۘ وَالْمَوْتَىٰ يَبْعَثُهُمُ

ماننے والے ہیں — جو سنتے ہیں — اور مردوں کو زندہ کرے گا

اللَّهُ ثُمَّ إِلَيْهِ يُرْجَعُونَ ﴿٣٦﴾ وَقَالُوا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ آيَةٌ

اللہ — پھر اسی کی طرف لائے جاویں گے ◆ اور کہتے ہیں — کیوں نہیں اتری اس پر کوئی نشانی

مِّن رَّبِّهِ ۚ قُلْ إِنَّ اللَّهَ قَادِرٌ عَلَىٰ أَن يُنَزِّلَ آيَةً

اس کے رب کی طرف سے ◆ کہہ دے کہ اللہ کو قدرت ہے — اس بات پر — کہ اتارے نشانی

وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٣٧﴾ وَمَا مِن دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ

لیکن ان میں اکثر نہیں جانتے ◆ اور نہیں ہے کوئی چلنے والا — زمین میں

وَلَا طَائِرٍ يَطِيرُ بِجَنَاحَيْهِ إِلَّا أُمَمٌ أَمْثَالُكُم ۚ مَّا فَرَّطْنَا

اور کوئی پرندہ — کہ اڑتا ہے اپنے دو بازوؤں سے — مگر ہر ایک امت ہے تمہاری طرح — ہم نے نہیں چھوڑی

فِي الْكِتَابِ مِن شَيْءٍ ۚ ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّهِمْ يُحْشَرُونَ ﴿٣٨﴾ وَالَّذِينَ

لکھنے میں — کوئی چیز — پھر سب اپنے رب کے سامنے جمع ہوں گے ◆ اور جو

كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا صُمٌّ وَبُكْمٌ فِي الظُّلُمَاتِ ۗ مَن يَشَإِ اللَّهُ

جھٹلاتے ہیں ہماری آیتوں کو — وہ بہرے — اور گونگے ہیں — اندھیروں میں ◆ جس کو چاہے اللہ

يُضْلِلْهُ وَمَن يَشَأْ يَجْعَلْهُ عَلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ ﴿٣٩﴾

گمراہ کرے ◆ اور جس کو چاہے — ڈال دیوے سیدھی راہ پر

قُلْ أَرَأَيْتَكُمْ إِنْ أَتَاكُمْ عَذَابُ اللَّهِ أَوْ أَتَتْكُمُ السَّاعَةُ

تو کہہ دیکھو تو — اگر آوے تم پر عذاب اللہ کا — یا آوے تم پر قیامت

أَغَيْرَ اللّٰهِ تَدْعُونَ ۚ إِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِينَ ﴿٤٠﴾ بَلْ إِيَّاهُ

کیا اللہ کے سوا کسی اور کو پکارو گے — اگر تم سچے ہو — بلکہ اسی کو

تَدْعُونَ فَيَكْشِفُ مَا تَدْعُونَ إِلَيْهِ إِنْ شَآءَ وَ

پکارتے ہو — پھر وہ دور کر دیتا ہے اس مصیبت کو — جس کے لئے اس کو پکارتے ہو — اگر چاہتا ہے — اور

تَنْسَوْنَ مَا تُشْرِكُونَ ﴿٤١﴾ وَلَقَدْ أَرْسَلْنَآ إِلٰٓى أُمَمٍ

تم بھول جاتے ہو — جن کو شریک کرتے تھے ◆ — اور ہم نے رسول بھیجے تھے — بہت سی امتوں پر

مِّنْ قَبْلِكَ فَأَخَذْنٰهُمْ بِالْبَأْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ لَعَلَّهُمْ

تجھ سے پہلے — پھر ان کو پکڑا ہم نے — سختی میں — اور تکلیف میں — تاکہ وہ

يَتَضَرَّعُونَ ﴿٤٢﴾ فَلَوْلَآ إِذْ جَآءَهُمْ بَأْسُنَا تَضَرَّعُوا

گڑگڑائیں — پھر کیوں نہ گڑگڑائے جب آیا ان پر عذاب ہمارا

وَلٰكِنْ قَسَتْ قُلُوبُهُمْ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ مَا كَانُوا

لیکن سخت ہو گئے دل ان کے — اور بھلے کر دکھلائے ان کو شیطان نے — جو کام وہ

يَعْمَلُونَ ﴿٤٣﴾ فَلَمَّا نَسُوا مَا ذُكِّرُوا بِهِ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ

کر رہے تھے — پھر جب وہ بھول گئے اس نصیحت کو جو ان کو کی گئی تھی — کھول دیے ہم نے ان پر

أَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ ۚ حَتّٰٓى إِذَا فَرِحُوا بِمَآ أُوتُوٓا أَخَذْنٰهُمْ

دروازے ہر چیز کے — یہاں تک کہ جب وہ خوش ہوئے ان چیزوں پر جو ان کو دی گئیں — پکڑ لیا ہم نے ان کو

بَغْتَةً فَإِذَا هُمْ مُّبْلِسُونَ ﴿٤٤﴾ فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ

اچانک — پس اس وقت وہ رہ گئے ناامید ◆ — پھر کٹ گئی جڑ

◆ **مشرکین مصیبت میں اللہ ہی کو پکارتے ہیں** جب اندھے بہرے گونگے ہو کر آیات اللہ کو جھٹلایا اور گمراہی کے عمیق غار میں جا پڑے۔ اس پر اگر دنیا میں یا قیامت میں خدا کا سخت عذاب نازل ہو تو سچ سچ بتلاؤ کہ خدا کے سوا اس وقت کسے پکارو گے۔ دنیا کی چھوٹی چھوٹی مصیبتوں میں بھی جب گھر جاتے ہو تو مجبور ہو کر اسی خدائے واحد کو پکارتے ہو اور سب شرکاء کو بھول جاتے ہو فَاِذَا رَكِبُوْا فِي الْفُلْكِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ جس پر اگر خدا چاہتا ہے تو اس مصیبت کو دور بھی کر دیتا ہے اسی سے اندازہ کر لو کہ نزول عذاب یا ہول قیامت سے بچانے والا بجز خدا کے اور کون ہو سکتا ہے۔ پھر یہ کس قدر حماقت اور اندھا پن ہے کہ اسی خدا کی عظمت و جلال کو فراموش کر کے اس کی نازل کی ہوئی آیات کی تکذیب اور فرمائشی آیات کا مطالبہ کرتے ہو۔

◆ **پچھلی امتوں کا انجام** گذشتہ آیت میں عذاب آنے کا احتمال بیان ہوا تھا اب واقعات کا حوالہ دیتے ہیں کہ پہلے زمانہ میں اسی طرح کے عذاب آ چکے ہیں۔ نیز متنبہ فرما دیا کہ جب مجرم کو ابتداءً ہلکی تنبیہ کی جائے تو اسکو فوراً خدا کی طرف رجوع ہونا چاہیے۔ سخت دلی اور اغوائے شیطانی سے اسے ہلکا نہ سمجھے۔ موضح القرآن میں ہے کہ گنہگار کو اللہ تعالیٰ تھوڑا سا پکڑتا ہے اگر وہ گڑگڑایا اور توبہ کی تو بچ گیا اور اگر اتنی پکڑ نہ مانی تو پھر بھلا دیا اور رحمت و بخشش کے دروازے کھولے۔ جب نعمتوں کی شکر گذاری اور انعام و احسان سے متاثر ہونے کے بجائے خوب گناہ میں غرق ہو تو دفعۃً بے خبر پکڑا گیا۔ یہ ارشاد ہے کہ آدمی کو گناہ پر جب پہنچے تو شتاب توبہ کرے۔ یہ امید نہ دیکھے کہ اس سے زیادہ پہنچے تو یقین کروں۔

الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ؕ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۴۵﴾ قُلْ

ظالموں کی — اور سب تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں جو پالنے والا ہے سارے جہان کا ◆ — تو کہہ

اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَخَذَ اللّٰهُ سَمْعَكُمْ وَاَبْصَارَكُمْ وَخَتَمَ

دیکھو تو — اگر چھین لے اللہ تمہارے کان — اور آنکھیں — اور مہر کردے

عَلٰى قُلُوْبِكُمْ مَّنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِهٖ ؕ اُنْظُرْ

تمہارے دلوں پر ◆ — تو کون ایسا رب ہے اللہ کے سوا — جو تم کو یہ چیزیں لا دیوے ◆ — دیکھ

كَيْفَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ ثُمَّ هُمْ يَصْدِفُوْنَ ﴿۴۶﴾ قُلْ

ہم کیونکر طرح طرح سے بیان کرتے ہیں باتیں — پھر بھی وہ کنارہ کرتے ہیں — تو کہہ

اَرَءَيْتَكُمْ اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُ اللّٰهِ بَغْتَةً اَوْ جَهْرَةً

دیکھو تو — اگر آوے تم پر عذاب اللہ کا — اچانک ◆ — یا ظاہر ہو کر

هَلْ يُهْلَكُ اِلَّا الْقَوْمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۴۷﴾ وَمَا نُرْسِلُ

تو کون ہلاک ہوگا ظالم لوگوں کے سوا ◆ — اور ہم رسول

الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّا مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ ۚ فَمَنْ اٰمَنَ

نہیں بھیجتے — مگر خوشی اور ڈر سنانے کو — پھر جو کوئی ایمان لایا

وَاَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۴۸﴾

اور سنوار کیا — تو نہ ڈر ہے ان پر — اور نہ وہ غمگین ہوں

وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا يَمَسُّهُمُ الْعَذَابُ بِمَا كَانُوْا

اور جنہوں نے جھٹلایا ہماری آیتوں کو — ان کو پہنچے گا عذاب — اس لئے کہ

يَفْسُقُوْنَ ﴿٤٩﴾ قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ

وہ نافرمانی کرتے تھے ◆ تو کہہ میں نہیں کہتا تم سے کہ میرے پاس ہیں خزانے اللہ کے

وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَآ اَقُوْلُ لَكُمْ اِنِّيْ مَلَكٌ ۚ اِنْ

اور نہ میں جانوں غیب کی بات اور نہ کہوں تم سے کہ میں فرشتہ ہوں ◆ میں

اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ ۚ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْاَعْمٰى

تو اسی پر چلتا ہوں جو حکم آتا ہے میری طرف تو کہہ دے برابر ہوتا ہے اندھا

وَالْبَصِيْرُ ۚ اَفَلَا تَتَفَكَّرُوْنَ ﴿٥٠﴾ وَاَنْذِرْ بِهِ الَّذِيْنَ

اور دیکھنے والا ◆ سو کیا تم غور نہیں کرتے ◆ اور خبردار کر دے اس قرآن سے ان لوگوں کو

يَخَافُوْنَ اَنْ يُّحْشَرُوْٓا اِلٰى رَبِّهِمْ لَيْسَ لَهُمْ مِّنْ

جن کو ڈر ہے اس کا کہ وہ جمع ہوں گے اپنے رب کے سامنے اس طرح پر کہ

دُوْنِهٖ وَلِيٌّ وَّلَا شَفِيْعٌ لَّعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ﴿٥١﴾ وَلَا

اللہ کے سوا کوئی ان کا حمایتی ہو گا اور نہ سفارش کرنے والا ◆ تاکہ وہ بچتے رہیں ◆ اور مت

تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ

دور کر ان لوگوں کو جو پکارتے ہیں اپنے رب کو صبح اور شام

يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ ۚ مَا عَلَيْكَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ

چاہتے ہیں اس کی رضا ◆ تجھ پر نہیں ہے ان کے حساب میں سے

شَيْءٍ وَّمَا مِنْ حِسَابِكَ عَلَيْهِمْ مِّنْ شَيْءٍ فَتَطْرُدَهُمْ

کچھ اور نہ تیرے حساب میں سے ان پر ہے کچھ کہ تو ان کو دور کرنے لگے

◆ **بعثتِ انبیاء کا مقصد** | یعنی تم جو عذابِ الٰہی سے نڈر اور بے فکر ہو کر بیہودہ فرمائشیں اور دور از کار سوالات کر کے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دق کرتے ہو اور ان کی تصدیق کے لئے خود ساختہ معیار تراشتے ہو خوب سمجھ لو کہ پیغمبر دنیا میں اس لئے نہیں بھیجے گئے کہ تمہاری ایسی واہی تباہی فرمائشیں پوری کرتے رہا کریں۔ ان کی بعثت کی غرض صرف "تبشیر و انذار" اور "تبلیغ و ارشاد" ہے۔ وہ خدا کی طرف سے اس لئے بھیجے جاتے ہیں کہ فرمانبرداروں کو بشارات سنائیں اور نافرمانوں کو ان کے انجام بد پر متنبہ کر دیں۔ آگے ہر شخص کی کمائی اس کے ساتھ ہے۔ جس نے انبیاء علیہم السلام کی باتوں پر یقین کیا اور اعتقاد و عمل اپنی حالت درست کر لی حقیقی امن اور چین اسی کو نصیب ہوا۔ اور جس نے خدا کی آیات کو جھٹلا کر ہدایت الٰہی سے روگردانی کی وہ نافرمانی اور بغاوت کی وجہ سے سخت تباہی اور عذاب عظیم کے نیچے پس جائیگا۔

◆ **منصبِ رسالت کی حقیقت** | اس آیت میں منصبِ رسالت کی حقیقت پر روشنی ڈالی ہے یعنی کوئی شخص جو مدعی نبوت ہو اس کا دعویٰ یہ نہیں ہوتا کہ تمام مقدوراتِ الٰہیہ کے خزانے اس کے قبضہ میں ہیں کہ جب اس سے کسی مرئی فرمائش کی جائے وہ ضرور ہی کر دکھلائے یا تمام معلوماتِ غیبیہ و شہادیہ پر خواہ ان کا تعلق فرائض رسالت سے ہو یا نہ ہو اس کو مطلع کر دیا گیا ہے کہ جو چاہو تم پوچھو وہ فوراً بتلا دیا کرے یا نوعِ بشر کے علاوہ وہ کوئی اور نوع ہے جو لوازم و خواصِ بشریہ سے اپنی براءت و نزاہت کا ثبوت پیش کرے۔ جب ان باتوں میں سے وہ کسی چیز کا مدعی نہیں تو فرمائشی معجزات اس سے طلب کرنا یا از راہِ تعنت و عناد اس قسم کے سوال کرنا کہ "قیامت کب آئے گی" "یہ کیا رسول ہیں جو کھانا کھاتے اور بازاروں میں خرید و فروخت کے لئے جاتے ہیں" اور ان ہی امور کو معیارِ تصدیق و تکذیب ٹھہرانا کہاں تک صحیح ہو سکتا ہے۔

◆ **نبی اور غیر نبی کا فرق** | یعنی اگرچہ پیغمبر نوعِ بشر سے علیحدہ کوئی دوسری نوع نہیں۔ لیکن اس منصب پر کہ انسانوں کے درمیان زمین و آسمان کا فرق ہے انسانی قوتیں دو قسم کی ہیں علمی و عملی قوتِ علمیہ کے اعتبار سے نبی اور غیر نبی میں ایسی نسبت سمجھو جیسے اندھے اور سوانکھے کا تفاوت سمجھا جاتا ہے نبی کے دل کی آنکھیں ہر وقت مرضیاتِ الٰہی اور تجلیاتِ ربانی کے دیکھنے کے لئے کھلی رہتی ہیں جس کے بلا واسطہ مشاہدہ سے عام انسان محروم ہیں اور قوتِ عملیہ کا حال یہ ہوتا ہے کہ پیغمبر اپنے قول و فعل اور ایک ایک حرکت و سکون میں رضائے الٰہی اور حکمِ خداوندی کے تابع محض ہوتے ہیں وحیِ ربانی اور ارادۂ الٰہیہ کے خلاف نہ کبھی ان کا قدم اٹھ سکتا ہے نہ زبان حرکت کر سکتی ہے۔ ان کی مقدس ہستی اخلاق و اعمال اور کل واقعاتِ زندگی میں تعلیماتِ ربانی اور مرضیاتِ الٰہی کی روشن تصویر ہوتی ہے جسے دیکھ کر غور و فکر کرنے والوں کو ان کی صداقت اور مامور من اللہ ہونے میں ذرا بھی شبہ نہیں رہ سکتا۔

◆ یعنی جو لوگ فرمائشی معجزات دکھلائے جانے پر اپنے ایمان کو موقوف رکھتے اور از راہِ تعنت و عناد آیات اللہ کی تکذیب پر تلے ہوئے ہیں ان سے قطع نظر کیجئے۔ کیونکہ تبلیغ کا فرض ادا ہو چکا اور ان کے راہ راست پر آنے کی توقع نہیں اب وحیِ الٰہی (قرآن) کے ذریعہ سے ان لوگوں کو متنبہ کرنے کا مزید اہتمام فرمائیے جن کے دلوں میں محشر کا خوف اور عاقبت کی فکر ہے۔ کیونکہ ایسے ہی لوگوں سے امید ہو سکتی ہے کہ نصیحت سے متأثر اور ہدایتِ قرآنی سے منتفع ہوں۔

◆ یعنی برے کاموں سے بچتے رہیں۔

◆ یعنی رات دن رب کی عبادت میں حسنِ نیت اور اخلاص کے ساتھ مشغول رہتے ہیں۔

فَتَكُونَ مِنَ الظّٰلِمِينَ ۝ وَكَذٰلِكَ فَتَنَّا بَعْضَهُم

ہو جاؤ گے | تو بے انصافوں میں | اور اسی طرح ہم نے آزمایا ہے | بعض لوگوں کو

بِبَعْضٍ لِّيَقُولُوٓا أَهٰٓؤُلَآءِ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْهِم مِّنۢ

بعض سے | تاکہ کہیں کیا یہی لوگ ہیں | جن پر اللہ نے فضل کیا

بَيْنِنَا ۗ أَلَيْسَ اللّٰهُ بِأَعْلَمَ بِالشّٰكِرِينَ ۝ وَإِذَا جَآءَكَ

ہم سب میں | کیا نہیں ہے اللہ خوب جاننے والا شکر گزاروں کو | اور جب آئیں

الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِاٰيٰتِنَا فَقُلْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ ۖ كَتَبَ

تیرے پاس ہماری آیتوں پر ایمان لانے والے | تو کہہ دے | تم پر سلامتی | لکھ دی ہے

رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ ۙ أَنَّهُۥ مَنْ عَمِلَ مِنكُمْ

تمہارے رب نے | اپنے اوپر | رحمت کو | کہ جو کوئی کرے تم میں سے

سُوٓءًۢا بِجَهٰلَةٍ ثُمَّ تَابَ مِنۢ بَعْدِهِۦ وَأَصْلَحَ فَأَنَّهُۥ

برائی | نادانی سے | پھر اس کے بعد توبہ کرے | اور نیک ہو جاوے | تو بات یہ ہے کہ وہ ہے

غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝ وَكَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ وَلِتَسْتَبِينَ

بخشنے والا مہربان | اور اسی طرح ہم تفصیل سے بیان کرتے ہیں آیتوں کو | اور تاکہ کھل جاوے

سَبِيلُ الْمُجْرِمِينَ ۝ قُلْ إِنِّى نُهِيتُ أَنْ أَعْبُدَ الَّذِينَ

طریقہ گنہگاروں کا | تو کہہ دے مجھ کو روکا گیا ہے اس سے | کہ بندگی کروں ان کی جن کو

تَدْعُونَ مِن دُونِ اللّٰهِ ۚ قُل لَّآ أَتَّبِعُ أَهْوَآءَكُمْ ۙ

تم پکارتے ہو اللہ کے سوا | تو کہہ | میں نہیں چلتا | تمہاری خوشی پر

ع ۶

◆ یعنی جب ان کا ظاہر حال یہ بتلا رہا ہے کہ شب و روز خدا کی عبادت اور رضا جوئی میں مشغول رہتے ہیں تو انہی کے مناسب ان سے معاملہ کیجئے ان کا باطنی حال کیا ہے یا آخری انجام کیا ہوگا اس کی تفتیش و محاسبہ پر معاملات موقوف نہیں ہو سکتے۔ یہ حساب نہ آپ کا ان کے ذمہ ہے نہ ان کا آپ کے۔ لہٰذا اگر بالفرض آپ دولتمندوں کی ہدایت کی طمع میں ان غریب مخلصین کو اپنے پاس سے ہٹانے لگیں تو یہ بات بے انصافی کی ہوگی۔ "موضح القرآن" میں ہے "کافروں میں بعض سرداروں نے حضرتؐ سے کہا کہ تمہاری بات سننے کو ہمارا دل چاہتا ہے لیکن تمہارے پاس بیٹھے رہتے ہیں رذیل لوگ ہم ان کے برابر نہیں بیٹھ سکتے۔ اس پر یہ آیت اتری۔ یعنی خدا کے طالب اگرچہ غریب ہیں ان ہی کی خاطر مقدم ہے۔"

◆ یعنی دولتمندوں کو غریبوں سے آزمایا ہے کہ ان کو ذلیل دیکھتے ہیں اور تعجب کرتے ہیں کہ یہ کیا لائق ہیں اللہ کے فضل کے۔ اور اللہ ان کے دل دیکھتا ہے کہ اللہ کا حق مانتے ہیں۔

◆ **مومنین کو خوشخبری** پہلے فرمایا تھا کہ پیغمبر تبشیر و انذار کے لئے آتے ہیں، چنانچہ اس رکوع کے شروع میں وانذر به الذين يخافون الخ سے شان انذار کا استعمال تھا۔ اب مومنین کے حق میں شان تبشیر کا ظہور ہے یعنی مومنین کو کامل سلامتی اور رحمت و مغفرت کی بشارت سنا دیجئے تا کہ ان غریبوں کا دل بڑھے اور دولت مند متکبرین کے طعن و تشنیع اور تحقیر آمیز برتاؤ سے شکستہ خاطر نہ ہوں۔ اسی لئے ہم احکام و آیات تفصیل سے بیان کرتے ہیں نیز اس لئے کہ مومنین کے مقابلہ میں مجرمین کا طریقہ بھی واضح ہو جائے (تنبیہ) یہ جو فرمایا کہ "جو کوئی کرے تم میں سے برائی ناواقفیت سے" اس سے شاید یہ غرض ہو کہ مومن جو برائی یا معصیت کرتا ہے خواہ دانستہ ہو یا جان بوجھ کر ہو فی الحقیقت اس برائی اور گناہ کے انجام بد سے ایک حد تک غافل اور بے خبری ہو کر کرتا ہے اگر گناہ کے تباہ کن نتائج کا پوری طرح اندازہ و استحضار ہو تو کون شخص ہے جو اس پر اقدام کی جرأت کرے گا۔

قَدْ ضَلَلْتُ إِذًا وَّمَآ أَنَا مِنَ الْمُهْتَدِينَ ۝ قُلْ

بیشک اب تو میں بہک جاؤں گا ◆ اور نہیں ہوں گا راہ پانے والوں میں ◆ تو کہہ دے

إِنِّي عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّي وَكَذَّبْتُمْ بِهٖ ۚ مَا عِنْدِي

کہ مجھ کو شہادت پہنچی ◆ میرے رب کی ◆ اور تم نے اس کو جھٹلایا ◆ میرے پاس نہیں

مَا تَسْتَعْجِلُونَ بِهٖ ۚ إِنِ الْحُكْمُ إِلَّا لِلّٰهِ ۚ يَقُصُّ الْحَقَّ

جس چیز کی تم جلدی کر رہے ہو ◆ حکم کسی کا نہیں سوائے اللہ کے ◆ بیان کرتا ہے حق بات

وَهُوَ خَيْرُ الْفٰصِلِينَ ۝ قُلْ لَّوْ أَنَّ عِنْدِي مَا

اور وہ سب سے اچھا فیصلہ کرنے والا ہے ◆ تو کہہ ◆ اگر ہوتی میرے پاس ◆ وہ چیز

تَسْتَعْجِلُونَ بِهٖ لَقُضِيَ الْأَمْرُ بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ ۗ

جس کی تم جلدی کر رہے ہو ◆ تو طے ہو چکا ہوتا جھگڑا ◆ درمیان میرے اور درمیان تمہارے ◆

وَاللّٰهُ أَعْلَمُ بِالظّٰلِمِينَ ۝ وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا

اور اللہ خوب جانتا ہے ظالموں کو ◆ اور اسی کے پاس ◆ کنجیاں ہیں غیب کی ◆ کہ

يَعْلَمُهَآ إِلَّا هُوَ ۚ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ۚ

ان کو کوئی نہیں جانتا اس کے سوا ◆ اور وہ جانتا ہے جو کچھ جنگل اور دریا میں ہے

وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ إِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِي

اور نہیں جھڑتا ◆ کوئی پتا ◆ مگر وہ جانتا ہے اس کو ◆ اور نہیں گرتا کوئی دانہ

ظُلُمٰتِ الْأَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ إِلَّا فِي

زمین کے اندھیروں میں ◆ اور نہ کوئی ہری چیز ◆ اور نہ کوئی سوکھی چیز ◆ مگر وہ سب

◆ **مشرکین کو انذار** گذشتہ آیات میں وہ چیزیں بیان ہوئیں جو مومنین سے کہنے کے لائق ہیں۔ اس رکوع میں ان امور کا تذکرہ ہے جو مجرمین اور مکذبین کے حق میں قابل خطاب ہیں۔ یعنی آپ فرما دیجئے کہ میرا ضمیر، میری فطرت، میری عقل سلیم اور شہود و روحانی دلائل جو مجھ پر منکشف ہیں یہ سب مجھ کو اس سے روکتے ہیں کہ میں توحید کامل کے جادہ سے ذرا بھی قدم ہٹاؤں۔ خواہ تم کتنی ہی سعی و تدبیر کرو میں کبھی تمہاری خوشی اور خواہش کی پیروی نہیں کر سکتا۔ بالفرض اگر ایسا ہو کہ میں ان روشن دلائل کو چھوڑ کر تمہاری خواہشات کا اتباع کرنے لگوں تو خدا نے جسے ہادی بنا کر بھیجا تھا معاذ اللہ وہی خود بہک گئے تو پھر ہدایت کا نشان دنیا میں کہاں رہ سکتا ہے۔

◆ یعنی میرے پاس خدا کی صاف اور صریح شہادات اور واضح دلائل پہنچ چکے ہیں جن کے قبول سے سر مو انحراف نہیں کر سکتا۔ تم اس کو جھٹلاتے ہو تو دیکھو کیا انجام ہوتا ہے۔

◆ یعنی عذاب الٰہی۔ چنانچہ کفار کہتے تھے۔ اللّٰھم ان کان ھذا ھو الحق من عندک فامطر علینا حجارۃ من السماء او ائتنا بعذاب الیم "(اگر یہ حق ہے جس کی ہم تکذیب کر رہے ہیں تو آپ آسمان سے ہم پر پتھر برسا دیجئے یا ہم پر اور کوئی سخت عذاب بھیج دیجئے)

◆ **عذاب دینا اور فیصلہ کرنا رسول کا کام نہیں** یعنی جس پر چاہے جب چاہے اور جس قسم کا چاہے عذاب بھیجے یا بھیجنے کی تاریخ و وقت مقرر فرما دے یہ سب اللہ کے قبضہ میں ہے۔ کسی کا حکم اور زور اس کے سوا نہیں چلتا۔ وہ ہی دلائل و براہین کے ساتھ حق کو بیان کرتا ہے۔ پھر جو نزاعات ان کے متعلق بہترین فیصلہ کرنے والا بھی وہی ہے۔ اگر ان کا فیصلہ کرنا یا سزا دینا میرے قبضہ اختیار میں ہوتا اور نزول عذاب میں جلدی چاہنے والے مجھ سے عذاب کا مطالبہ کرتے تو اب تک کبھی کا جھگڑا ختم ہو چکا ہوتا۔ یہ تو خدا ہی کے علم محیط، حلم عظیم، حکمت بالغہ اور قدرت کاملہ کا پرتو ہے کہ بے شمار مصالح و حکم کی رعایت کرتے ہوئے باوجود پوری طرح جاننے اور قدرت رکھنے کے ظالموں پر فوراً عذاب نازل نہیں کرتا۔ آئندہ آیت میں اس کے علم محیط اور قدرت کاملہ کا ذکر ہے تاکہ ثابت ہو کہ نتیجہ عذاب جلد یا بدیر ملنا یقینی ہے۔

كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ﴿٥٩﴾ وَهُوَ الَّذِىْ يَتَوَفّٰىكُمْ بِالَّيْلِ وَ

کتاب مبین میں ہے ◆ اور وہی ہے کہ قبض کر لیتا ہے تم کو رات میں ◆ اور

يَعْلَمُ مَا جَرَحْتُمْ بِالنَّهَارِ ثُمَّ يَبْعَثُكُمْ فِيْهِ

جانتا ہے جو کچھ کر چکے ہو دن میں ◆ پھر تم کو اٹھا دیتا ہے اس میں

لِيُقْضٰٓى اَجَلٌ مُّسَمًّى ۚ ثُمَّ اِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ ثُمَّ

تاکہ پورا ہو وہ وعدہ جو مقرر ہو چکا ہے ◆ پھر اسی کی طرف تم کو لوٹ جانا ہے پھر

يُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿٦٠﴾ وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ

تم کو بتا دے گا جو کچھ تم کرتے تھے ◆ اور وہی غالب ہے

عِبَادِهٖ وَيُرْسِلُ عَلَيْكُمْ حَفَظَةً ۭ حَتّٰٓى اِذَا جَاۗءَ

اپنے بندوں پر اور بھیجتا ہے تم پر نگہبان ◆ یہاں تک کہ جب آ پہنچے

اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا وَهُمْ لَا يُفَرِّطُوْنَ ﴿٦١﴾

تم میں سے کسی کو موت تو قبض کر لیتے ہیں اس کی روح ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے ◆ اور وہ کوتاہی نہیں کرتے ◆

ثُمَّ رُدُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ مَوْلٰىهُمُ الْحَقِّ ۭ اَلَا لَهُ الْحُكْمُ ۣ

پھر پہنچائے جائیں گے اللہ کی طرف جو مالک ان کا ہے سچا سن رکھو حکم اسی کا ہے

وَهُوَ اَسْرَعُ الْحٰسِبِيْنَ ﴿٦٢﴾ قُلْ مَنْ يُّنَجِّيْكُمْ مِّنْ

اور وہ بہت جلد حساب لینے والا ہے ◆ تو کہہ کون تم کو بچا لاتا ہے

ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ تَدْعُوْنَهٗ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً ۚ

جنگل کے اندھیروں سے اور دریا کے اندھیروں سے اس وقت تم کہ پکارتے ہو اس کو گڑگڑا کر اور چپکے سے

◆ **اللہ کا علم ازلی اور لوح محفوظ** | یعنی لوح محفوظ میں ہے۔ لوح محفوظ میں جو چیز ہوئی وہ علم الٰہی میں پہلے ہو چکی۔ اس اعتبار سے مضمون آیت کا حاصل یہ ہوا کہ عالم غیب و شہادت کی کوئی خشک و تر اور چھوٹی بڑی چیز حق تعالیٰ کے علم ازلی محیط سے خارج نہیں ہو سکتی۔ بالتعیین ظالموں کے ظاہری و باطنی احوال اور انکی سزا دہی کے مناسب وقت و محل کا پورا پورا علم اسی کو ہے (تنبیہ) "مفاتح" کو بعض علماء نے مَفْتَح بفتح المیم کی جمع قرار دیا ہے انہوں نے "مفاتح الغیب" کا ترجمہ "غیب کے خزانوں" سے کیا اور بعض کے نزدیک مِفْتَح بکسر المیم کی جمع ہے۔ "مفاتح الغیب" کا ترجمہ مترجم رحمہ اللہ کے موافق کرتے ہیں یعنی "غیب کی کنجیاں" مطلب یہ ہے کہ غیب کے خزانے اور ان کی کنجیاں صرف خدا کے ہاتھ میں ہیں۔ وہی ان میں سے جس خزانہ کو جس وقت اور جس قدر چاہے کسی پر کھول سکتا ہے کسی کو یہ قدرت نہیں کہ اپنے حواس و عقل وغیرہ آلات ادراک کے ذریعہ سے علوم غیبیہ تک رسائی پا سکے یا جتنے غیوب اس پر منکشف کر دیئے گئے ہیں ان میں از خود اضافہ کر لے کیونکہ علوم غیبیہ کی کنجیاں اس کے ہاتھ میں نہیں دی گئیں۔ خواہ ہزاروں لاکھوں جزئیات و واقعات غیبیہ پر کسی بندے کو مطلع کر دیا گیا ہو۔ تاہم غیب کے اصول و کلیات کا علم جن کو "مفاتح غیب" کہنا چاہیے حق تعالیٰ نے اپنے ہی لئے مخصوص رکھا ہے۔

◆ **معاد کا بیان** | یعنی شب میں سوتے وقت ظاہری احساس و شعور باقی نہیں رہتا اور آدمی اپنے گردوپیش بلکہ اپنے جسم کے احوال تک سے بھی بے خبر ہو جاتا ہے گویا اس وقت یہ قوتیں اس سے سلب کر لی گئیں۔

◆ یعنی دن میں جو کچھ چلنا پھرنا، نقل و حرکت اور کسب و اکتساب واقع ہوتا ہے وہ سب کامل تفصیل کے ساتھ خدا کے علم میں موجود ہے۔

◆ یعنی اگر وہ چاہتا تو تم سوتے کے سوتے رہ جاتے لیکن موت کا وعدہ پورا ہونے تک روز نیند کے بعد تم کو بیدار کرتا رہتا ہے۔

◆ **اعمال کی نگرانی** | دن میں کاروبار کر کے رات کو سونا، پھر سو کر اٹھنا یہ روزمرہ کا سلسلہ ایک چھوٹا سا نمونہ ہے دنیا کی زندگی پھر موت پھر دوبارہ زندہ کئے جانے کا۔ اسی لئے نیند اور بیداری کے تذکرہ کے ساتھ "مسئلہ معاد" پر متنبہ کر دیا گیا۔

◆ یعنی وہ فرشتے جو تمہاری اور تمہارے اعمال کی نگہداشت کرتے ہیں۔

◆ یعنی جو فرشتے روح قبض کرنے کے لئے بھیجے جاتے ہیں۔

◆ یعنی جس وقت اور جس طرح جان نکالنے کا حکم ہوتا ہے اس میں وہ کسی طرح کی رعایت یا کوتاہی نہیں کرتے۔

◆ یعنی ایک لحظہ میں آدمی کی عمر بھر کی بھلائی برائی واضح کر دے۔

لَئِنْ أَنْجٰىنَا مِنْ هٰذِهٖ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ ﴿٦٣﴾

کہ اگر ہم کو بچا لیوے اس بلا سے — تو البتہ ہم ضرور احسان مانیں گے

قُلِ اللّٰهُ يُنَجِّيْكُمْ مِّنْهَا وَمِنْ كُلِّ كَرْبٍ ثُمَّ أَنْتُمْ

تو کہہ دے — اللہ تم کو بچاتا ہے اس سے — اور ہر سختی سے — پھر بھی تم

تُشْرِكُوْنَ ﴿٦٤﴾ قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلٰٓى أَنْ يَّبْعَثَ عَلَيْكُمْ

شرک کرتے ہو ◆ تو کہہ — اسی کو قدرت ہے — اس پر — کہ بھیجے — تم پر

عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ أَوْ مِنْ تَحْتِ أَرْجُلِكُمْ أَوْ يَلْبِسَكُمْ

عذاب ◆ اوپر سے — یا تمہارے پاؤں کے نیچے سے — یا بھڑا دے تم کو

شِيَعًا وَّيُذِيْقَ بَعْضَكُمْ بَأْسَ بَعْضٍ ۚ اُنْظُرْ كَيْفَ

مختلف فرقے کرکے — اور چکھا دے ایک کو لڑائی ایک کی ◆ دیکھ کس کس طرح سے

نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّهُمْ يَفْقَهُوْنَ ﴿٦٥﴾ وَكَذَّبَ بِهٖ

ہم بیان کرتے ہیں آیتوں کو — تاکہ وہ سمجھ جاویں ◆ اور اس کو جھوٹ بتلایا

قَوْمُكَ وَهُوَ الْحَقُّ ۚ قُلْ لَّسْتُ عَلَيْكُمْ بِوَكِيْلٍ ﴿٦٦﴾

تیری قوم نے — حالانکہ وہ حق ہے — تو کہہ دے — کہ میں نہیں تم پر داروغہ

لِكُلِّ نَبَاٍ مُّسْتَقَرٌّ ۡ وَّسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴿٦٧﴾ وَإِذَا رَأَيْتَ

ہر ایک خبر کا ایک وقت مقرر ہے — اور قریب ہے کہ اس کو جان لوگے ◆ اور جب تو دیکھے

الَّذِيْنَ يَخُوْضُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتّٰى

ان لوگوں کو — کہ جھگڑتے ہیں ہماری آیتوں میں — تو ان سے کنارہ کر — یہاں تک

◆ **مشرکین کی ناشکری** | یعنی حق تعالیٰ باوجود علم محیط اور قدرت کاملہ کے جس کا بیان اوپر ہوا تمہاری بداعمالیوں اور شرارتوں کی سزا فوراً نہیں دیتا۔ بلکہ جب مصائب و شدائد کی اندھیریوں میں پھنس کر تم اس کو عاجزی سے پکارتے ہو اور پختہ وعدے کرتے ہو کہ اس مصیبت سے نکلنے کے بعد کبھی شرارت نہ کریں گے اور ہمیشہ احسان کو یاد رکھیں گے تو بسا اوقات تمہاری دستگیری کر کے ان مہالک اور ہر قسم کی سختیوں سے نجات دے دیتا ہے لیکن تم پھر بھی اپنے وعدہ پر قائم نہیں رہتے اور مصیبت سے آزاد ہوتے ہی بغاوت شروع کر دیتے ہو۔

◆ یعنی خدا کے امہال و درگذر کو دیکھ کر مامون اور بے فکر نہ ہونا چاہیے۔ جس طرح وہ شدائد و مصائب سے نجات دے سکتا ہے اسے یہ بھی قدرت ہے کہ کسی قسم کا عذاب تم پر مسلط کر دے۔

◆ **پچھلی امتوں اور اس امت کے عذاب میں فرق** | اس میں عذاب کی تین قسمیں بیان فرمائیں (۱) جو اوپر سے آئے جیسے پتھر برسنا، طوفانی ہوا اور بارش (۲) جو پاؤں کے نیچے سے آئے جیسے زلزلہ یا سیلاب وغیرہ یہ دونوں خارجی اور بیرونی عذاب ہیں۔ جو پچھلی قوموں پر مسلط کیے گئے۔ حضور ﷺ کی دعا سے اس امت کو اس قسم کے عام عذاب سے محفوظ کر دیا گیا ہے یعنی اس قسم کا عام عذاب جو گذشتہ اقوام کی طرح اس امت کا استیصال کر دے نازل نہ ہوگا۔ جزئی اور خصوصی واقعات اگر پیش آ گئے تو اس کی نفی نہیں۔ ہاں تیسری قسم عذاب کی جسے اندرونی اور داخلی عذاب کہنا چاہیے اس امت کے حق میں باقی رہی ہے اور وہ پارٹی بندی، باہمی جنگ و جدل اور آپس کی خونریزی کا عذاب ہے۔ موضح القرآن میں ہے کہ قرآن شریف میں اکثر کافروں کو عذاب کا وعدہ دیا۔ یہاں کھول دیا کہ عذاب وہ بھی ہے جو پچھلی امتوں پر آیا آسمان سے یا زمین سے اور یہ بھی ہے کہ آدمیوں کو آپس میں لڑا دے اور ان کو آپس میں قید یا ذلیل کرے۔ حضرت ﷺ نے سمجھ لیا کہ اس امت پر یہی ہوگا۔ اکثر "عذاب الیم" اور "عذاب مہین" اور "عذاب شدید" اور "عذاب عظیم" انہی باتوں کو فرمایا ہے اور آخرت کا عذاب بھی ہے ان پر جو کافر مرے۔

◆ یعنی قرآن کو یا عذاب کے آنے کو۔ کیونکہ وہ سمجھتے تھے کہ یہ سب جھوٹی دھمکیاں ہیں عذاب وغیرہ کچھ نہیں آتا۔

◆ یعنی میرا یہ منصب نہیں کہ تمہاری تکذیب پر وہ عذاب نازل کر دوں یا اس کے وقت اور کیفیت وغیرہ کی تعیین بتلاؤں۔ میرا کام صرف باخبر اور متنبہ کر دینا ہے۔ آگے ہر چیز کے وقوع کا علم الٰہی میں ایک وقت مقرر ہے۔ جب وقت آ جائے گا تم خود جان لو گے کہ میں جس چیز سے ڈراتا تھا وہ کہاں تک سچ ہے۔

يَخُوضُوا فِي حَدِيثٍ غَيْرِهٖ ۚ وَإِمَّا يُنْسِيَنَّكَ

کہ مشغول ہو جاویں کسی اور بات میں — اور اگر بھلا دے تجھ کو

الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿٦٨﴾

شیطان — تو مت بیٹھ یاد آ جانے کے بعد — ظالموں کے ساتھ

وَمَا عَلَى الَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ

اور پرہیزگاروں پر نہیں ہے — جھگڑنے والوں کے حساب میں سے — کوئی چیز

وَّلٰكِنْ ذِكْرٰى لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ﴿٦٩﴾ وَذَرِ الَّذِيْنَ

لیکن ان کے ذمہ نصیحت کرنی ہے — تاکہ وہ ڈریں — اور چھوڑ دے ان کو جنہوں نے

اتَّخَذُوْا دِيْنَهُمْ لَعِبًا وَّلَهْوًا وَّغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ

بنا رکھا ہے اپنے دین کو — کھیل اور تماشا — اور دھوکا دیا ان کو دنیا کی زندگی نے

الدُّنْيَا وَذَكِّرْ بِهٖٓ أَنْ تُبْسَلَ نَفْسٌ بِمَا كَسَبَتْ ۖ

اور نصیحت کر ان کو قرآن سے — تاکہ گرفتار نہ ہو جاوے کوئی — اپنے کیے میں

لَيْسَ لَهَا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيٌّ وَّلَا شَفِيْعٌ ۚ وَإِنْ

کہ نہ ہو اس کے لئے اللہ کے سوا کوئی حمایتی — اور نہ سفارش کرنے والا — اور اگر

تَعْدِلْ كُلَّ عَدْلٍ لَّا يُؤْخَذْ مِنْهَا ۗ أُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ

بدلے میں دے سارے بدلے — تو قبول نہ ہوں اس سے — وہی لوگ ہیں جو

أُبْسِلُوْا بِمَا كَسَبُوْا ۚ لَهُمْ شَرَابٌ مِّنْ حَمِيْمٍ وَّعَذَابٌ

گرفتار ہوئے اپنے کیے میں — ان کو پینا ہے گرم پانی — اور عذاب ہے

أَلِيمٌۢ بِمَا كَانُوا۟ يَكْفُرُونَ ۝ قُلْ أَنَدْعُوا۟ مِن دُونِ

دردناک — بدلے میں کفر کے ◆ تو کہہ دے — کیا ہم پکاریں اللہ کے سوا

ٱللَّهِ مَا لَا يَنفَعُنَا وَلَا يَضُرُّنَا وَنُرَدُّ عَلَىٰٓ أَعْقَابِنَا

ان کو جو نہ نفع پہنچائیں ہم کو — اور نہ نقصان — اور کیا ہم پھر جاویں الٹے پاؤں

بَعْدَ إِذْ هَدَىٰنَا ٱللَّهُ كَٱلَّذِى ٱسْتَهْوَتْهُ ٱلشَّيَٰطِينُ

اس کے بعد — کہ اللہ سیدھی راہ دکھا چکا ہم کو — مثل اس شخص کے کہ رستہ بھلا دیا اس کو جنوں نے

فِى ٱلْأَرْضِ حَيْرَانَ لَهُۥٓ أَصْحَٰبٌ يَدْعُونَهُۥٓ إِلَى

جنگل میں — جب کہ وہ حیران ہے — اس کے رفیق بلاتے ہیں اس کو

ٱلْهُدَى ٱئْتِنَا ۗ قُلْ إِنَّ هُدَى ٱللَّهِ هُوَ ٱلْهُدَىٰ ۖ

رستہ کی طرف — کہ چلا آ ہمارے پاس ◆ تو کہہ دے — کہ اللہ نے جو راہ بتلائی وہی سیدھی راہ ہے ◆

وَأُمِرْنَا لِنُسْلِمَ لِرَبِّ ٱلْعَٰلَمِينَ ۝ وَأَنْ أَقِيمُوا۟

اور ہم کو حکم ہوا ہے — کہ تابع رہیں پروردگار عالم کے ◆ — اور یہ کہ قائم رکھو

ٱلصَّلَوٰةَ وَٱتَّقُوهُ ۚ وَهُوَ ٱلَّذِىٓ إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ ۝

نماز کو — اور ڈرتے رہو اللہ سے — اور وہی ہے جس کے سامنے تم سب جمع ہو گے

وَهُوَ ٱلَّذِى خَلَقَ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضَ بِٱلْحَقِّ ۖ

اور وہی ہے جس نے پیدا کیا — آسمانوں — اور زمین کو — ٹھیک طور پر

◆ گذشتہ آیت میں خاص اہل مجلس سے کنارہ کشی کا حکم تھا جہاں آیات اللہ کے متعلق طعن واستہزاء اور ناحق کے جھگڑے کئے جارہے ہوں۔ اس آیت میں ایسے لوگوں کی عام مجالست وصحبت ترک کردینے کا ارشاد ہے مگر ساتھ ہی حکم ہے کہ ان کو نصیحت کردیا کرو تاکہ وہ اپنے کئے کے انجام سے آگاہ ہو جائیں۔

◆ **مسلمان کی شان** یعنی مسلمان کی شان یہ ہے کہ گمراہوں کو نصیحت کر کے سیدھی راہ پر لائے اور جو خدا سے بھاگ کر غیر اللہ کی چوکھٹ پر سر رکھے ہوئے ہیں ان کو خدائے واحد کے سامنے سربسجود کرنے کی فکر کرے۔ اس سے یہ توقع رکھنا فضول ہے کہ وہ خدا کے سوا کسی ایسی ہستی کے آگے سر جھکائے گا جس کے قبضہ میں نہ نفع ہے نہ نقصان۔ یا اہل باطل کی صحبت میں رہ کر توحید و ایمان کی صاف سڑک چھوڑ دے گا اور شرک کی بھول بھلیوں کی طرف الٹے پاؤں پھر جائے گا۔ اگر معاذ اللہ ایسا ہو تو اس کی مثال اس مسافر کی سی ہوگی جو اپنے راہ جانے والے رفقاء کے ساتھ جنگل میں سفر کر رہا تھا کہ ناگاہ غول بیابانی (خبیث جنات) نے اسے بہکا کر راستے سے الگ کر دیا۔ وہ چاروں طرف بھٹکتا پھرتا ہے اور اس کے رفقاء راہ خیر خواہی اسے آوازیں دے رہے ہیں کہ ادھر آؤ راستہ اس طرف ہے مگر وہ حیران و مخبوط الحواس ہو کر نہ کچھ سمجھتا ہے نہ ادھر آتا ہے۔ اسی طرح سمجھو کہ مسافر آخرت کے لئے سیدھی راہ اسلام و توحید کی ہے اور جن کی رفاقت و معیت میں یہ سفر طے ہوتا ہے وہ پیغمبر اور ان کے متبعین ہیں۔ جب یہ بدبخت شیاطین و مضلین کے پنجے میں پھنس کر صحرائے ضلالت میں بھٹکتا پھرتا ہے ان کے ہادی اور رفقاء از راہ ہمدردی پکار حق کی طرف بلا رہے ہیں مگر یہ نہ کچھ سنتا ہے نہ دیکھتا ہے۔ تو اے گروہ اشرار کیا تمہاری یہ غرض ہے کہ ہم اپنی ایسی مثال بنا لیں۔ یہ آیت ان مشرکین کے جواب میں اتری ہے جنہوں نے مسلمانوں سے ترک اسلام کی درخواست کی تھی۔

◆ ہم سے یہ امید مت رکھو کہ اسے چھوڑ کر ہم شیطان کی نکالی ہوئی راہوں پر چلیں گے۔

وَيَوْمَ يَقُولُ كُنْ فَيَكُونُ ۚ قَوْلُهُ الْحَقُّ ۚ وَلَهُ

اور جس دن کہے گا کہ ہو جا ◆ تو وہ ہو جائے گا اس کی بات سچی ہے اور اسی

الْمُلْكُ يَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّورِ ۚ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ ۚ

کی سلطنت ہوگی جس دن پھونکا جائے گا صور ◆ جاننے والا چھپی اور کھلی باتوں کا

وَهُوَ الْحَكِيمُ الْخَبِيرُ ۝ وَإِذْ قَالَ إِبْرٰهِيمُ لِأَبِيهِ

اور وہی ہے حکمت والا جاننے والا ◆ اور یاد کر جب کہا ابراہیم نے ◆ اپنے باپ

آزَرَ أَتَتَّخِذُ أَصْنَامًا آلِهَةً ۚ إِنِّي أَرٰكَ وَقَوْمَكَ

آزر کو ◆ کیا تو مانتا ہے بتوں کو خدا میں دیکھتا ہوں کہ تو اور تیری قوم

فِي ضَلٰلٍ مُبِينٍ ۝ وَكَذٰلِكَ نُرِي إِبْرٰهِيمَ

صریح گمراہی میں ◆ اور اسی طرح ہم دکھانے لگے ابراہیم کو

مَلَكُوتَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَلِيَكُونَ مِنَ

عجائبات آسمانوں اور زمین کے اور تاکہ اس کو

الْمُوقِنِينَ ۝ فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ اللَّيْلُ رَأٰ كَوْكَبًا ۚ

یقین آ جائے ◆ پھر جب اندھیرا کر لیا اس پر رات نے دیکھا اس نے ایک ستارہ

◆ یعنی حشر ہو جاوے۔

◆ یعنی اس روز ظاہری و مجازی طور پر بھی خدا کے سوا کسی کی سلطنت نہ رہے گی۔ لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ۔

◆ جو خدا ایسی صفات رکھتا ہے جن کا ذکر ان روشن آیات میں ہوا، وہی اس لائق ہے کہ ہم اس کے تابع فرمان ہوں، اس کے سامنے انتہائی معبودیت اختیار کریں اور ہر آن اس سے ڈرتے رہیں۔ اسی کا ہم کو حکم ہوا ہے جس سے ہم کسی حال منحرف نہیں ہو سکتے۔

◆ **حضرت ابراہیم علیہ السلام کا واقعہ** گذشتہ آیات میں جو توحید کا اثبات، شرک کی نفی اور مسلمانوں کے ارشادات بیان کیا گیا تھا، یہیں سے موحد اعظم حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے واقعہ سے اس کی تائید مقصود ہے اور طرز مسلمانوں کو یہ بھی سمجھانا ہے کہ گمراہوں و معاندین کو کس طرح نصیحت و فہمائش کی جائے۔ کس طرح ان سے علیحدگی اور بیزاری کا اظہار ہونا چاہئے اور کس

طرح ایک مومن قانت کو خدا پر اور صرف اکیلے خدا پر بھروسہ رکھنا، اسی سے ڈرنا اور اسی کا تابع فرمان ہونا چاہیے۔

◆ **حضرت ابراہیم کے باپ کا نام** علمائے انساب نے حضرت ابراہیم کے باپ کا نام "تارخ" لکھا ہے۔ ممکن ہے "تارخ" نام ہو، "آزر" لقب ہو۔ ابن کثیر نے مجاہد وغیرہ سے نقل کیا ہے کہ "آزر" بت کا نام تھا۔ شاید اس بت کی خدمت میں زیادہ رہنے سے خود اس کا لقب آزر پڑ گیا ہو۔ واللہ اعلم۔

◆ اس سے زیادہ صریح و صاف گمراہی کیا ہوگی کہ اکرم المخلوقات "انسان" اپنے ہاتھ سے تراشے پتھروں کو خدائی کا درجہ دے کر ان کے سامنے سربسجود ہو جائے اور انہی سے مرادیں مانگنے لگے۔

◆ **حضرت ابراہیم کو کائنات کے عجائبات کا علم** یعنی جس طرح بت پرستی کی شناعت و قباحت ہم نے ابراہیم پر ظاہر کر کے اس کی قوم کو قائل کیا اسی طرح سماویات و علویات کے نہایت مستحکم اور عجیب و غریب نظام ترکیبی کی گہرائیوں پر بھی اس کو مطلع کر دیا تاکہ ان سے دیکھ کر خدا تعالیٰ کے وجود و وحدانیت وغیرہ پر اور تمام مخلوقات سماوی و ارضی کے محکومانہ عجز و بیچارگی پر استدلال اور اپنی قوم کے عقیدہ کواکب پرستی و ہیاکل سازی کو علیٰ وجہ البصیرت رد کر سکے اور خود بھی حق الیقین کے اعلیٰ مرتبہ پر فائز ہو۔ بلاشبہ عالم کا یہ اکمل و اتم اور بہترین نظم و نسق ایسی چیز ہے جسے دیکھ کر بالبداہت اقرار کرنا پڑتا ہے کہ اس عظیم الشان مشین کا بنانے اور چلانے والا اس کے پرزوں کو نہایت مضبوط ترتیب و سلیقہ سے جوڑنے والا اور ہزاروں لاکھوں برس سے ایک ہی انداز پر اس کی حفاظت کرنے والا، کوئی زبردست حکیم و قدیر صانع ہے جس کے حکیمانہ تصرف اور نفوذ و اقتدار سے مشین کا کوئی چھوٹا بڑا پرزہ بال برابر نہیں ہٹ سکتا۔ یہ کام یونہی بخت و اتفاق یا بے شعور طبیعت یا اندھے بہرے مادہ سے نہیں ہو سکتا۔ یورپ کا مشہور و معروف حکیم نیوٹن کہتا ہے کہ کواکب کی حرکات حالیہ ممکن نہیں کہ محض تمام قوت جاذبہ کے عمل کا نتیجہ ہوں۔ یہ قوت جاذبہ تو کواکب کو شمس کی طرف کھینچتی ہے۔ اس لئے کواکب کو سورج کے گرد حرکت دینے والا ضروری ہے کوئی خدائی ہاتھ ہو۔ جو باوجود قوت جاذبہ کی عام کشش کے ان کو اپنے مدارات پر قائم رکھ سکے۔ کوئی سبب طبیعی ایسا نہیں بتلایا جا سکتا جس نے تمام کواکب کو محض نظم میں جکڑ بند کر دیا ہے کہ وہ سب سورج کے گرد چکر لگاتے وقت بعینہٖ معین مدارات پر اور ایک خاص جہت ہی میں حرکت کریں جس میں کبھی تخلف نہ ہو۔ پھر کواکب کی حرکات اور درجات سرعت میں ان کی اور سورج کی درمیانی مسافت کو ملحوظ رکھتے ہوئے جو دقیق تناسب اور عمیق توازن قائم رکھا گیا ہے کوئی سبب طبیعی نہیں جس سے ہم ان منظم و محفوظ نوامیس کو وابستہ کر سکیں۔ ناچار اقرار کرنا پڑتا ہے کہ یہ سارا انتظام کسی ایسے زبردست حکیم و علیم کے ماتحت ہے جو ان تمام اجرام سماویہ کے مواد اور ان کی کمیات سے پورا پورا واقف ہے۔ وہ جانتا ہے کہ کس مادہ کی کس قدر مقدار سے کتنی قوت جاذبہ صادر ہوگی۔ اسی نے اپنے زبردست اندازہ سے کواکب اور شمس کے درمیان مختلف مسافتیں اور حرکت کے مختلف مدارج مقرر کیے ہیں کہ ایک کا دوسرے سے تصادم و تزاحم نہ ہو اور نظام ٹکرا کر چکنا چور نہ ہو جائے۔ ہر چھوٹا بڑا سیارہ نہایت مضبوط نظام کے ماتحت معین وقت پر طلوع و غروب ہوتا ہے جب کوئی سیارہ غروب ہو کر دنیا کو اپنے اس فیض و تاثیر سے محروم کر دے جو طلوع کے وقت حاصل تھا تو نہ اس ستارہ کی اور نہ کسی مخلوق کی قدرت میں ہے کہ ایک منٹ کے لئے اسے واپس لے آئے یا غروب سے روک دے۔ یہ رب العالمین ہی کی شان ہے کہ کسی وقت بھی کسی قسم کے افول سے عاجز نہیں وَالشَّمْسُ تَجْرِي لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ذَٰلِكَ تَقْدِيرُ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ وَالْقَمَرَ قَدَّرْنَاهُ مَنَازِلَ حَتَّىٰ عَادَ كَالْعُرْجُونِ الْقَدِيمِ لَا الشَّمْسُ يَنبَغِي لَهَا أَن تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا اللَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ وَكُلٌّ فِي فَلَكٍ يَسْبَحُونَ (یٰس رکوع ۳) یہ علویات کا حال ہے تو سفلیات کا اسی سے اندازہ کر لو۔ یہی تکوینی عجائب اور ملکوت السمٰوات والارض ہیں جن کے دیکھنے سے ابراہیم علیہ السلام کی زبان پر "لَا أُحِبُّ الْآفِلِينَ" اور "إِنِّي وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِي فَطَرَ... الخ" بے ساختہ جاری ہو گیا جو اگلی آیات میں مذکور ہے (کما دل علیہ الفاء فی قولہ تعالیٰ فلما جن الخ)

قَالَ هٰذَا رَبِّیْ ۚ فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ لَآ اُحِبُّ

بولا یہ ہے رب میرا | پھر جب وہ غائب ہو گیا | تو بولا | میں پسند نہیں کرتا

الْاٰفِلِیْنَ ﴿۷۶﴾ فَلَمَّا رَاَ الْقَمَرَ بَازِغًا قَالَ هٰذَا رَبِّیْ ۚ

غائب ہو جانے والوں کو ◆ | پھر جب دیکھا چاند چمکتا ہوا | بولا | یہ ہے رب میرا

فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ لَئِنْ لَّمْ یَهْدِنِیْ رَبِّیْ لَاَكُوْنَنَّ

پھر جب وہ غائب ہو گیا | بولا | اگر نہ ہدایت کرے گا مجھ کو رب میرا | تو بیشک میں رہوں گا

مِنَ الْقَوْمِ الضَّآلِّیْنَ ﴿۷۷﴾ فَلَمَّا رَاَ الشَّمْسَ بَازِغَةً

گمراہ لوگوں میں ◆ | پھر جب دیکھا سورج جھلکتا ہوا

قَالَ هٰذَا رَبِّیْ هٰذَآ اَكْبَرُ ۚ فَلَمَّآ اَفَلَتْ قَالَ

بولا یہ ہے رب میرا | یہ سب سے بڑا ہے ◆ | پھر جب وہ غائب ہو گیا | بولا

یٰقَوْمِ اِنِّیْ بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ﴿۷۸﴾ اِنِّیْ وَجَّهْتُ

اے میری قوم | میں بیزار ہوں ان سے | جن کو تم شریک کرتے ہو ◆ | میں نے متوجہ کیا

وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا

اپنے منہ کو | اسی کی طرف | جس نے بنائے آسمان اور زمین | سب سے یکسو ہو کر

وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ ﴿۷۹﴾ وَحَآجَّهٗ قَوْمُهٗ ؕ قَالَ

اور میں نہیں ہوں شرک کرنے والا ◆ | اور اس سے جھگڑا کیا | اس کی قوم نے | بولا

اَتُحَآجُّوْٓنِّیْ فِی اللّٰهِ وَقَدْ هَدٰىنِ ؕ وَلَآ اَخَافُ مَا

کیا تم مجھ سے جھگڑا کرتے ہو | اللہ کے ایک ہونے میں | اور وہ مجھ کو سمجھا چکا ◆ | اور میں ڈرتا نہیں ان سے جن کو

◆ **حضرت ابراہیم کا نجوم سے توحید پر استدلال** کہ انہیں اپنا رب بنالوں۔ کیا ایک مجبور، تغیری اور بیکاری کو شہنشاہی کے تخت پر بٹھلانا کوئی پسند کرسکتا ہے۔ باقی ابراہیم علیہ السلام کا ھٰذَا رَبِّیْ کہنا یا تو استفہام انکاری کے لہجہ میں ہے یعنی کیا یہ ہے رب میرا؟ اور یا بطریق تنزل و تحکم ہے۔ یعنی یہ ہے رب میرا تمہارے عقیدہ اور گمان کے موافق جیسے موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا وَانْظُرْ اِلٰٓى اِلٰهِكَ الَّذِیْ ظَلْتَ عَلَیْهِ عَاكِفًا اَیْ فِیْ زَعْمِكَ اس کے سوا مفسرین کے اور اقوال بھی ہیں۔ مگر ہمارے خیال میں یہی راجح ہے۔ واللہ اعلم۔

◆ چاند چونکہ بہت حسین اور چمکدار سیارہ ہے۔ اگر خدا دستگیری نہ فرمائے تو بیشک انسان اس کی چمک دمک پر مفتون ہو کر رہ جائے۔

◆ یعنی نظامِ شمسی میں سب سے بڑا اور سب سے زیادہ فیض رساں سیارہ ہے۔ شاید عالم مادی کی کوئی چیز اس کے بلاواسطہ یا بالواسطہ فیض یا تاثیر سے مستغنی ہو۔

◆ یہ تو سب خدا کے عہدہ دار ہیں جو وقت معین پر آتے اور چلے جاتے ہیں ایک منٹ کی تقدیم و تاخیر پر قادر نہیں پھر ان کو خدائی کے حقوق میں شریک کرنا کس قدر گستاخی اور ناحق حرکت کی ہے۔

◆ یعنی ساری مخلوق سے یکسو ہو کر صرف خالق جل و علا کا دروازہ پکڑ لیا ہے جس کے قبضۂ اقتدار میں سب علویات و سفلیات ہیں۔

◆ یعنی جس کو خدا سمجھا چکا اور ملکوت السمٰوات والارض کی سیر علی وجہ البصیرت کرا چکا کیا اس سے یہ امید رکھتے ہو کہ وہ تمہارے جھگڑنے اور بیہودہ جدل و بحث کرنے سے بہک جائے گا۔ کبھی نہیں۔

تُشْرِكُوْنَ بِهٖٓ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ رَبِّيْ شَيْـًٔا ؕ وَسِعَ رَبِّيْ

تم شریک کرتے ہو اس کا ۔ مگر یہ کہ میرا رب ہی کوئی تکلیف پہنچانی چاہے ۔ احاطہ کرلیا ہے میرے رب نے

كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا ؕ اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۸۰﴾ وَكَيْفَ

علم سے سب چیزوں کا ۔ کیا تم نہیں سوچتے ◆ اور میں

اَخَافُ مَآ اَشْرَكْتُمْ وَلَا تَخَافُوْنَ اَنَّكُمْ اَشْرَكْتُمْ

کیونکر ڈروں تمہارے شریکوں سے ۔ اور تم نہیں ڈرتے ۔ اس بات سے کہ شریک ٹھہراتے ہو

بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ عَلَيْكُمْ سُلْطٰنًا ؕ فَاَيُّ

اللہ کا ۔ اس تو ۔ جس کی نہیں اتاری اس نے تم پر کوئی دلیل ◆ اب

الْفَرِيْقَيْنِ اَحَقُّ بِالْاَمْنِ ۚ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۸۱﴾

دونوں فرقوں میں ۔ کون مستحق ہے دل جمعی کا ۔ بتاؤ اگر تم سمجھ رکھتے ہو

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْٓا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓئِكَ

جو لوگ یقین لے آئے ۔ اور نہیں ملا دیا انہوں نے اپنے یقین میں کوئی نقصان ۔ انہی کے

لَهُمُ الْاَمْنُ وَهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴿۸۲﴾ وَتِلْكَ حُجَّتُنَآ

واسطے ہے دل جمعی ۔ اور وہی ہیں سیدھی راہ پر ◆ اور یہ ہماری دلیل ہے

اٰتَيْنٰهَآ اِبْرٰهِيْمَ عَلٰى قَوْمِهٖ ؕ نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَآءُ ؕ

کہ ہم نے دی تھی ابراہیم کو ۔ اس کی قوم کے مقابلہ میں ۔ درجے بلند کرتے ہیں ہم جس کے چاہیں

اِنَّ رَبَّكَ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ﴿۸۳﴾ وَوَهَبْنَا لَهٗٓ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ ؕ

تیرا رب حکمت والا ہے جاننے والا ◆ اور بخشا ہم نے ابراہیم کو ۔ اسحٰق اور یعقوب

◆ حضرت ابراہیم کی قوم کہتی تھی کہ تم جو ہمارے معبودوں کی توہین کرتے ہو۔ ڈرتے رہو کہیں ان کے وبال میں تم معاذ اللہ مجنون اور پاگل نہ بن جاؤ یا اور کسی مصیبت میں گرفتار ہو جاؤ۔ اس کا جواب دیا کہ میں ان سے کیا ڈروں جن کے ہاتھ میں نفع و نقصان اور تکلیف و راحت کچھ بھی نہیں۔ ہاں میرا پروردگار مجھے کوئی تکلیف پہنچانا چاہے تو اس سے دنیا میں کون مستثنیٰ ہے۔ وہی اپنے علم محیط سے جانتا ہے کہ کس شخص کو کن حالات میں رکھنا مناسب ہوگا۔

◆ یعنی میں تمہارے معبودوں سے کیوں ڈروں حالانکہ ان کے قبضہ میں نفع و ضرر ہے اور نہ توحید کو اختیار کرنا کوئی جرم ہے جس سے اندیشہ ہو۔ ہاں تم خدا کے باغی اور مجرم بھی ہو اور خدا مالک نفع و ضرر بھی ہے لہٰذا تم کو اپنے جرائم کی سزا سے ڈرنا چاہئے۔

◆ **ظلم اور شرک** احادیث صحیحہ میں منقول ہے کہ نبی کریم ﷺ نے یہاں ظلم کی تفسیر شرک سے فرمائی جیسا کہ سورہ لقمان میں ہے اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ۔ یا ظلم کی تنوین تعظیم کے لئے ہوئی تو حاصل مضمون یہ ہوگا کہ مامون و مہتدی صرف وہی لوگ ہو سکتے ہیں جو یقین لائے اس طرح کہ اس میں شرک کی ملاوٹ بالکل نہ ہو۔ اگر خدا پر یقین رکھنے کے باوجود شرک نہ چھوڑا تو وہ ایمان شرعی ہے نہ اس کے ذریعہ سے امن و ہدایت نصیب ہو سکتی ہے۔ وہو کقولہ "وَمَا يُؤْمِنُ أَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ إِلَّا وَهُمْ مُّشْرِكُوْنَ" (یوسف رکوع ۱۲) چونکہ ایمان و شرک کا جمع ہونا بظاہر مستبعد تھا اس لئے مترجم محقق قدس سرہ نے بغرض تسہیل و تفہیم ایمان کا ترجمہ یقین سے اور ظلم کا نقصان سے کیا جو لغت عرب کے بھی مطابق ہے کما قال تعالیٰ "وَلَمْ تَظْلِمْ مِّنْهُ شَيْئًا" اور اسی نقصان سے مراد شرک ہی لیا جائے گا جیسا کہ احادیث میں تصریح ہو چکی اور خود نظم کلام میں لفظ لبس اس کا قرینہ ہے اس کی مفصل تحقیق خود مترجم رحمہ اللہ مقدمہ میں فرما چکے ہیں وہاں دیکھ لیا جائے۔

◆ یعنی ابراہیم علیہ السلام کو ایسی دلائل قاہرہ دے کر ان کی قوم پر غالب فرمانا اور دنیا و آخرت میں سربلند کرنا اسی علیم و حکیم کا کام ہو سکتا ہے جو ہر شخص کی استعداد و قابلیت کو جانتا ہے اور اپنی حکمت سے ہر چیز کو اس کے مناسب موقع و مقام پر رکھتا ہے۔

كُلًّا هَدَيْنَا ۚ وَنُوحًا هَدَيْنَا مِنْ قَبْلُ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهٖ دَاوٗدَ

سب کو ہم نے ہدایت دی ◆ اور نوح کو ہدایت کی ہم نے ان سب سے پہلے ◆ اور اس کی اولاد میں سے داؤد

وَسُلَيْمٰنَ وَاَيُّوْبَ وَيُوْسُفَ وَمُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ۭ وَكَذٰلِكَ

اور سلیمان کو اور ایوب اور یوسف کو اور موسیٰ اور ہارون کو ◆ اور ہم اسی طرح

نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴿٨٤﴾ وَزَكَرِيَّا وَيَحْيٰى وَعِيْسٰى وَاِلْيَاسَ

بدلہ دیا کرتے ہیں نیک کام والوں کو اور زکریا اور یحییٰ اور عیسیٰ اور الیاس کو

كُلٌّ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿٨٥﴾ وَاِسْمٰعِيْلَ وَالْيَسَعَ وَيُوْنُسَ وَ

سب ہیں نیک بختوں میں اور اسمٰعیل اور الیسع کو اور یونس کو اور

لُوْطًا ۭ وَكُلًّا فَضَّلْنَا عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿٨٦﴾ وَمِنْ اٰبَاۗىِٕهِمْ وَ

لوط کو اور سب کو ہم نے بزرگی دی سارے جہان والوں پر ◆ اور ہدایت کی ہم نے بعضوں کو ان کے باپ دادوں میں سے

ذُرِّيّٰتِهِمْ وَاِخْوَانِهِمْ ۚ وَاجْتَبَيْنٰهُمْ وَهَدَيْنٰهُمْ اِلٰى

اور ان کی اولاد میں سے اور بھائیوں میں سے اور ان کو ہم نے پسند کیا اور

صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿٨٧﴾ ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِيْ بِهٖ مَنْ

سیدھی راہ چلایا یہ اللہ کی ہدایت ہے اس پر چلاتا ہے جس کو چاہے

يَّشَاۗءُ مِنْ عِبَادِهٖ ۭ وَلَوْ اَشْرَكُوْا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا

اپنے بندوں میں سے ◆ اور اگر یہ لوگ شرک کرتے تو البتہ ضائع ہو جاتا جو کچھ انہوں نے

يَعْمَلُوْنَ ﴿٨٨﴾ اُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَ

کیا تھا ◆ یہی لوگ تھے جن کو دی ہم نے کتاب اور شریعت اور

◆ <u>انبیاء علیہم السلام کا تذکرہ</u>: یعنی نہ صرف یہ کہ ہم نے ابراہیمؑ کو ذاتی علم و فضل سے سرفراز کیا بلکہ بڑھاپے میں اسحٰق جیسا بیٹا اور یعقوبؑ جیسا پوتا عطا فرمایا۔ یعقوبؑ وہی اسرائیل ہیں جن کی طرف دنیا کی ایک عظیم الشان قوم "بنی اسرائیل" منسوب ہے جن میں سے ہزاروں نبی اٹھائے گئے بلکہ جیسا کہ قرآن میں دوسری جگہ مذکور ہے ابراہیمؑ کے بعد حق تعالیٰ نے ہمیشہ کے لئے ان ہی کی نسل میں نبوت اور پیغمبری رکھ دی۔

◆ پہلے ابراہیم علیہ السلام کے بعض فروع کا ذکر تھا اب بعض اصول کو ذکر فرمایا۔ کیونکہ نوح علیہ السلام حضرت ابراہیمؑ کے اجداد میں سے ہیں اور جس طرح ابراہیمؑ کے بعد نبوت و کتاب کا انحصار صرف ان کی ذریت میں کر دیا گیا تھا اسی طرح نوحؑ کے بعد نوع انسانی کا انحصار نوحؑ کی نسل میں ہو گیا۔ گویا طوفان کے بعد وہ دنیا کے لئے آدم ثانی ہے۔ وَجَعَلْنَا ذُرِّيَّتَهُ هُمُ الْبَاقِينَ۔

◆ ظاہری ملک و سلطنت کے اعتبار سے انبیاء علیہم السلام میں داؤدؑ و سلیمانؑ ہم رنگ ہیں اور مصائب و شدائد پر صبر کرنے کے لحاظ سے ایوبؑ و یوسفؑ میں خاص مشابہت ہے۔ باقی موسیٰؑ اور ہارونؑ کے قریبی تعلقات کی نسبت تو کچھ کہنے کی ضرورت نہیں۔ خود حضرت موسیٰؑ نے ہارونؑ کو اپنا وزیر کر کے حق تعالیٰ سے طلب کیا تھا۔ مترجم محقق قدس اللہ روحہ نے ان میں سے ہر دو ناموں کے بعد لفظ "و" لا کر شاید اسی قسم کے لطائف پر متنبہ فرمایا ہے۔ واللہ اعلم۔

◆ یعنی اپنے اپنے زمانے کے جہان والوں پر۔

◆ یعنی خالص توحید اور معرفت و طاعت خداوندی کا راستہ یہی وہ ہے جس پر حق تعالیٰ اپنے فضل و توفیق سے جن بندوں کو چاہتا ہے چلا کر اس کے مطابق حسب استعداد درجات بلند کرتا ہے۔

◆ یہ ہم کو سنایا گیا کہ شرک انسان کے تمام اعمال کو حبط کر دیتا ہے اور کسی کی کیا حقیقت ہے اگر بفرض محال انبیاء و مقربین سے معاذ اللہ ایسی حرکت سرزد ہو تو سارا کیا دھرا اکارت ہو جائے۔

النُّبُوَّةَ ۚ فَإِن يَكْفُرْ بِهَا هَٰؤُلَاءِ فَقَدْ وَكَّلْنَا بِهَا قَوْمًا

نبوت — پھر اگر ان باتوں کو نہ مانیں یہ لوگ — تو ہم نے ان باتوں کے لئے مقرر کر دیئے ہیں ایسے لوگ

لَّيْسُوا بِهَا بِكَافِرِينَ ﴿٨٩﴾ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ هَدَى اللَّهُ ۖ فَبِهُدَاهُمُ

جو ان سے منکر نہیں ◆ یہ وہ لوگ تھے جن کو ہدایت کی اللہ نے — سو تو چل

اقْتَدِهْ ۗ قُل لَّا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا ۖ إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرَىٰ

ان کے طریقہ پر ◆ تو کہہ دے کہ میں نہیں مانگتا تم سے — اس پر کچھ مزدوری — یہ محض نصیحت ہے

لِلْعَالَمِينَ ﴿٩٠﴾ وَمَا قَدَرُوا اللَّهَ حَقَّ قَدْرِهِ إِذْ قَالُوا مَا

جہان کے لوگوں کو ◆ اور نہیں پہچانا انہوں نے اللہ کو — پورا پہچاننا — جب کہنے لگے کہ

أَنزَلَ اللَّهُ عَلَىٰ بَشَرٍ مِّن شَيْءٍ ۗ قُلْ مَنْ أَنزَلَ الْكِتَابَ

نہیں اتاری اللہ نے کسی انسان پر — کوئی چیز ◆ پوچھ — تو کس نے اتاری وہ کتاب

الَّذِي جَاءَ بِهِ مُوسَىٰ نُورًا وَهُدًى لِّلنَّاسِ ۖ تَجْعَلُونَهُ

جو موسیٰ لے کر آیا تھا — روشنی تھی — اور ہدایت تھی لوگوں کے واسطے — جس کو تم نے

قَرَاطِيسَ تُبْدُونَهَا وَتُخْفُونَ كَثِيرًا ۖ وَعُلِّمْتُم مَّا لَمْ

ورق ورق کر کے — لوگوں کو دکھلایا — اور بہت سی باتوں کو تم نے چھپا رکھا — اور تم کو سکھلا دیں — جن کو نہ

تَعْلَمُوا أَنتُمْ وَلَا آبَاؤُكُمْ ۖ قُلِ اللَّهُ ۖ ثُمَّ ذَرْهُمْ فِي خَوْضِهِمْ

جانتے تھے تم — اور نہ تمہارے باپ دادے ◆ تو کہہ دے کہ اللہ نے اتاری — پھر چھوڑ دے ان کو اپنی خرافات میں

يَلْعَبُونَ ﴿٩١﴾ وَهَٰذَا كِتَابٌ أَنزَلْنَاهُ مُبَارَكٌ مُّصَدِّقُ الَّذِي

کھیلتے رہیں ◆ اور یہ قرآن کتاب ہے — جو کہ ہم نے اتاری — برکت والی — تصدیق کرنے والی ان کی جو

ع

◆ اگر مکہ کے کافر یا دوسرے منکرین ان باتوں (کتاب، شریعت اور نبوت) سے انکار کریں تو خدا کا دین ان پر موقوف نہیں۔ ہم نے دوسری قوم یعنی مہاجرین اور انصار اور ان کے اتباع کو ان چیزوں کی تسلیم و قبول اور حفاظت و ترویج کے لئے مسلط فرما دیا ہے جو ہماری کسی بات سے بھی منہ موڑنے والے نہیں۔

◆ **تمام انبیاء کا طریقہ ایک ہی ہے** تمام انبیاء علیہم السلام عقائد، اصول دین اور مقاصد کلیہ میں متحد ہیں۔ سب کا دستور اساسی ایک ہے ہر نبی کو اسی پر چلنے کا حکم ہے۔ آپ بھی اسی طریق مستقیم پر چلتے رہنے کے مامور ہیں۔ گویا اس آیت میں متنبہ کر دیا کہ اصولی طور پر آپ کا راستہ انبیائے سابقین کے راستہ سے جدا نہیں۔ رہا فروع کا اختلاف وہ ہر زمانہ کی مناسبت و استعداد کے اعتبار سے پہلے بھی واقع ہوتا رہا ہے اور اب بھی واقع ہو تو مضائقہ نہیں **تنبیہ** علمائے اصول نے اس آیت کے عموم سے یہ مسئلہ نکالا ہے کہ اگر نبی کریم ﷺ کسی معاملہ میں شرائع سابقہ کا ذکر فرمائیں تو وہ اس امت کے حق میں بھی سند ہے بشرطیکہ شارع نے اس پر کلی یا جزئی طور پر انکار نہ فرمایا ہو۔

◆ یعنی اگر تم نہیں مانتے تو میرا کوئی نفع فوت نہیں ہوتا کیونکہ میں تم سے کسی طرح کے اجر کا طالب نہیں۔ میرا اجر تو خدا کے یہاں ثابت ہے۔ ہاں تم نصیحت سے اعراض کر کے خود اپنا نقصان کرو گے۔ سارے جہان میں سے ایک نہیں تو دوسرا نصیحت کو قبول کرے گا، جو انکار کرے گا اسے اپنی محرومی اور بدبختی کا ماتم کرنا چاہئے۔

◆ **کفار کا نزول وحی سے انکار** پچھلے رکوع میں منصب نبوت اور بہت سے انبیاء علیہم السلام کا نام بنام تذکرہ تھا اور یہ کہ نبی عربی ﷺ بھی توحید و معرفت کی اسی صراط مستقیم پر چلتے رہنے کے مامور ہیں جس پر انبیائے سابقین کو چلایا گیا تھا۔ پیغمبروں کا ہدایت خلق اللہ کے لئے بھیجنا حق تعالیٰ کی قدیم عادت رہی ہے۔ آیات حاضرہ میں ان جاہلوں اور معاندوں کا رد کیا گیا ہے جو بدبختی، جہل و غباوت یا نبی کریم ﷺ کی عداوت کے جوش اور غصہ میں بے قابو ہو کر حق تعالیٰ کی اس صفت ہی کا انکار کرنے لگے کہ وہ کسی انسان کو اپنی وحی و مکالمہ خاص سے مشرف فرمائے۔ گویا انزال کتب اور ارسال رسل کے سلسلہ ہی کی سرے سے نفی کر دی گئی۔

◆ **تورات کے وجود سے استدلال** یعنی اگر واقعی خدا نے کسی انسان پر کوئی چیز نہیں اتاری تو "تورات مقدس" جیسی عظیم الشان کتاب جو احکام و مرضیات الٰہیہ پر بندوں کو مطلع کرتی اور رشد و ہدایت کی عجیب و غریب روشنی اپنے اندر رکھتی اور ان چیزوں کا علم تم کو عطا کرتی تھی جنہیں تم اور تمہارے باپ دادا بلکہ کل بنی آدم بھی بدون اعلام الٰہی محض اپنی عقل و حواس سے دریافت نہیں کر سکتے تھے وہ کہاں سے آگئی اور کس نے موسیٰ علیہ السلام پر اتاری۔ ہاں کیا آج تم اسے ورق ورق اور ٹکڑے ٹکڑے کر کے لوگوں کو اپنی خواہش کے موافق دکھلاتے اور اس کے بہت سے اخبار و احکام کو چھپائے بیٹھے ہو اور اس طرح اس کی اصل روشنی تم نے باقی نہیں چھوڑی۔ تاہم جو حصہ آج باقی رہ گیا ہے وہی پتہ دے رہا ہے کہ جس کل کے منتشر اوراق یہ ہیں وہ اپنے زمانہ عروج میں کیسا عظیم الشان ہوگا۔

◆ یعنی ایسا نور و ہدایت بجز خدا کے اور کس خزانہ سے آ سکتا ہے؟ اگر ایسی صاف اور بدیہی چیز کو بھی یہ لوگ نہیں مانتے تو آپ تبلیغ و تفہیم کر کے سبکدوش ہو جایئے اور ان کو چھوڑ دیجئے کہ یہ اپنی خرافات اور لہو و لعب میں مشغول رہیں جب وقت آئے گا خدا خود ان کو بتلا دے گا۔

بَيْنَ يَدَيْهِ وَلِتُنْذِرَ أُمَّ الْقُرٰى وَمَنْ حَوْلَهَا ؕ وَالَّذِيْنَ

اس سے پہلے ہیں ◆ اور تاکہ تو ڈراوے مکہ والوں کو اور اس کے آس پاس والوں کو ◆ اور جن کو

يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَهُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ

یقین ہے آخرت کا وہ اس پر ایمان لاتے ہیں اور وہ ہیں اپنی نماز سے

يُحَافِظُوْنَ ﴿۹۲﴾ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا

خبردار ◆ اور اس سے زیادہ ظالم کون جو باندھے اللہ پر بہتان

اَوْ قَالَ اُوْحِيَ اِلَيَّ وَلَمْ يُوْحَ اِلَيْهِ شَيْءٌ وَّمَنْ قَالَ سَاُنْزِلُ

یا کہے مجھ پر وحی اتری اور اس پر وحی نہیں اتری کچھ بھی اور جو کہے کہ میں بھی اتارتا ہوں

مِثْلَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ ؕ وَلَوْ تَرٰٓى اِذِ الظّٰلِمُوْنَ فِيْ غَمَرٰتِ

مثل اس کے جو اللہ نے اتارا ◆ اور اگر تو دیکھے جس وقت کہ ظالم ہوں موت کی

الْمَوْتِ وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَاسِطُوْٓا اَيْدِيْهِمْ ۚ اَخْرِجُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ؕ

سختیوں میں ◆ اور فرشتے اپنے ہاتھ بڑھا رہے ہیں کہ نکالو اپنی جانیں ◆

اَلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ بِمَا كُنْتُمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى

آج تم کو بدلے میں ملے گا ذلت کا عذاب ◆ اس سبب سے کہ تم کہتے تھے

اللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ وَكُنْتُمْ عَنْ اٰيٰتِهٖ تَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿۹۳﴾ وَلَقَدْ

اللہ پر جھوٹی باتیں اور اس کی آیتوں سے تکبر کرتے تھے ◆ اور البتہ

جِئْتُمُوْنَا فُرَادٰى كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّتَرَكْتُمْ

تم ہمارے پاس آگئے ایک ایک ہو کر جیسے ہم نے پیدا کیا تھا تم کو پہلی بار اور چھوڑ آئے تم

مَّا خَوَّلْنٰكُمْ وَرَآءَ ظُهُوْرِكُمْ ۚ وَمَا نَرٰى مَعَكُمْ شُفَعَآءَكُمُ

جو کچھ اسباب ہم نے تم کو دیا تھا | اپنی پیٹھ کے پیچھے | اور ہم نہیں دیکھتے تمہارے ساتھ | سفارش والوں کو

الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ اَنَّهُمْ فِيْكُمْ شُرَكٰٓؤُا ۭ لَقَدْ تَّقَطَّعَ بَيْنَكُمْ

جن کو تم بتلایا کرتے تھے | کہ ان کا تم میں ساجھا ہے | البتہ منقطع ہو گیا تمہارا علاقہ

وَضَلَّ عَنْكُمْ مَّا كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ﴿٩٤﴾ اِنَّ اللّٰهَ فَالِقُ الْحَبِّ

اور جاتے رہے | جو دعوے کہ تم کیا کرتے تھے | اللہ ہے کہ پھوڑ نکالتا ہے دانہ

وَالنَّوٰى ۭ يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَمُخْرِجُ الْمَيِّتِ مِنَ

اور گٹھلی | نکالتا ہے مردہ سے زندہ | اور نکالنے والا ہے زندہ سے

الْحَيِّ ۭ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ﴿٩٥﴾ فَالِقُ الْاِصْبَاحِ ۚ وَ

مردہ | یہ ہے اللہ | پھر تم کدھر بہکے جاتے ہو | پھوڑ نکالنے والا صبح کی روشنی کا | اور

جَعَلَ الَّيْلَ سَكَنًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ حُسْبَانًا ۭ ذٰلِكَ

اسی نے رات بنائی | آرام کو | اور سورج اور چاند | حساب کے لئے | یہ

تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ﴿٩٦﴾ وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ النُّجُوْمَ

اندازہ رکھا ہوا ہے زبردست خبردار کا | اور اسی نے بنا دیئے تمہارے واسطے ستارے

لِتَهْتَدُوْا بِهَا فِيْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ۭ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ

کہ ان کے وسیلہ سے راستہ معلوم کرو | اندھیروں میں جنگل اور دریا کے | البتہ ہم نے کھول کر بیان کر دیئے ہیں

لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴿٩٧﴾ وَهُوَ الَّذِيْٓ اَنْشَاَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ

ان لوگوں کے لئے جو جانتے ہیں | اور وہی ہے جس نے تم سب کو پیدا کیا ایک

◆ یعنی نہ سر پر ٹوپی نہ پاؤں میں جوتی تہی دست چلے آ رہے ہو اور جس ساز و سامان پر فخر و ناز تھا اسے بھی ساتھ نہیں لائے کہیں پیچھے چھوڑ آئے ہو۔

◆ یعنی جن کو تم کہتے تھے کہ آڑے وقت میں ہمارا ہاتھ بٹائیں گے اور مصیبت میں ساتھ ہوں گے وہ کہاں چلے گئے آج ہم ان کو تمہاری سفارش اور حمایت پر نہیں دیکھتے۔ حمایت و نصرت کے وہ علاقے آج ٹوٹ گئے اور جو لمبے چوڑے دعوے تم کیا کرتے تھے سب رفو چکر ہوئے۔

◆ **توحید کے دلائل** | یعنی زمین میں دبائے جانے کے بعد گٹھلی اور دانہ کو پھاڑ کر سبزہ پیدا کرنا یا جاندار کو بے جان سے اور بے جان کو جاندار سے نکالنا (مثلاً آدمی کو نطفہ سے نطفہ کو آدمی سے پیدا کرنا) اسی خدا کا کام ہے۔ پھر اسے چھوڑ کر تم کدھر بہکے جا رہے ہو؟ کیا اور کوئی ہستی تمہیں ایسی مل سکتی ہے جو ان کاموں کو انجام دے سکے۔

◆ یعنی رات کی تاریکی میں سے جو پہلی پو پھٹ کر صبح صادق نمودار ہوتی ہے اس کا نکالنے والا بھی وہی ہے۔

◆ **نجوم سے راستوں کا علم** | رات دن اور چاند سورج کا جو حکیمانہ نظام اور ان کی رفتار کا جو حساب مقرر فرما دیا اس میں ذرا بھی تخلف یا کمی بیشی نہیں ہوتا۔

◆ یعنی بلاواسطہ ان سے سمت صحیح معلوم کر لو یا بواسطہ مثلاً قطب نما کے ذریعہ سے۔

وَّاحِدَةٍ فَمُسْتَقَرٌّ وَّمُسْتَوْدَعٌ ؕ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ

ایک شخص سے ◆ پھر ایک تو تمہارا ٹھکانا ہے اور ایک امانت رکھے جانے کی جگہ ◆ البتہ ہم نے کھول کر سنا دیے پتے اس قوم کو

يَّفْقَهُوْنَ ﴿۹۸﴾ وَهُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَاَخْرَجْنَا

جو سوچتے ہیں اور اسی نے اتارا آسمان سے پانی پھر نکالی ہم نے

بِهٖ نَبَاتَ كُلِّ شَيْءٍ فَاَخْرَجْنَا مِنْهُ خَضِرًا نُّخْرِجُ مِنْهُ

اس سے اگنے والی ہر چیز ◆ پھر نکالی اس میں سے سبز کھیتی جس سے ہم نکالتے ہیں

حَبًّا مُّتَرَاكِبًا ۚ وَمِنَ النَّخْلِ مِنْ طَلْعِهَا قِنْوَانٌ دَانِيَةٌ

دانے ایک پر ایک چڑھا ہوا اور کھجور کے گابھے میں سے پھل کے گچھے جھکے ہوئے ◆

وَّجَنّٰتٍ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّالزَّيْتُوْنَ وَالرُّمَّانَ مُشْتَبِهًا

اور باغ انگور کے اور زیتون کے اور انار کے آپس میں ملتے جلتے

وَّغَيْرَ مُتَشَابِهٍ ؕ اُنْظُرُوْٓا اِلٰى ثَمَرِهٖٓ اِذَآ اَثْمَرَ وَيَنْعِهٖ ؕ

اور جدا جدا بھی ◆ دیکھو ہر ایک درخت کے پھل کو جب وہ پھل لاتا ہے اور اس کے پکنے کو ◆

اِنَّ فِيْ ذٰلِكُمْ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۹۹﴾ وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ

ان چیزوں میں نشانیاں ہیں واسطے ایمان والوں کے ◆ اور ٹھہراتے ہیں اللہ کے

شُرَكَآءَ الْجِنَّ وَخَلَقَهُمْ وَخَرَقُوْا لَهٗ بَنِيْنَ وَبَنٰتٍۢ

شریک جنوں کو حالانکہ اس نے ان کو پیدا کیا ہے ◆ اور تراشتے ہیں اس کے واسطے بیٹے اور بیٹیاں

◆ یعنی حضرت آدم علیہ السلام سے۔

◆ انسانوں کے ٹھکانے "مستقر" ٹھہرنے کی جگہ جسے ٹھکانا کہا اور "مستودع" سپرد کیے جانے اور امانت رکھے جانے کی جگہ کو کہتے ہیں۔ یہ تو لغوی معنی ہوئے آگے دونوں کے مصداق کی تعیین میں مفسرین کا اختلاف ہے۔ حضرت شاہ صاحب نے موضح

بِغَيْرِ عِلْمٍ ۭ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿۱۰۰﴾ بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ

جہالت سے ◆ وہ پاک ہے اور بہت دور ہے ان باتوں سے جو یہ بیان کرتے ہیں ◆ نئی طرح پر بنانے والا آسمانوں

وَالْاَرْضِ ۭ اَنّٰى يَكُوْنُ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَمْ تَكُنْ لَّهٗ صَاحِبَةٌ ۭ

اور زمین کا ◆ کیونکر ہو سکتا ہے اس کے بیٹا حالانکہ اس کی کوئی عورت نہیں

وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ ۚ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۱۰۱﴾ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ

اور اس نے بنائی ہر چیز ◆ اور وہ ہر چیز سے واقف ہے ◆ یہی اللہ تمہارا

رَبُّكُمْ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ فَاعْبُدُوْهُ ۚ وَهُوَ

رب ہے نہیں ہے کوئی معبود سوا اس کے پیدا کرنے والا ہر چیز کا سو تم اسی کی عبادت کرو اور وہ

عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ ﴿۱۰۲﴾ لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ ۡ وَهُوَ يُدْرِكُ

ہر چیز پر کارساز ہے ◆ نہیں پا سکتیں اس کو آنکھیں اور وہ پا سکتا ہے

الْاَبْصَارَ ۚ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ ﴿۱۰۳﴾ قَدْ جَاۗءَكُمْ بَصَاۗىِٕرُ مِنْ

آنکھوں کو اور وہ نہایت لطیف اور خبردار ہے ◆ تمہارے پاس آ چکیں نشانیاں تمہارے رب کی

رَّبِّكُمْ ۚ فَمَنْ اَبْصَرَ فَلِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ عَمِيَ فَعَلَيْهَا ۭ

طرف سے پھر جس نے دیکھ لیا سو اپنے واسطے اور جو اندھا رہا سو اپنے نقصان کو

وَمَآ اَنَا عَلَيْكُمْ بِحَفِيْظٍ ﴿۱۰۴﴾ وَكَذٰلِكَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ وَ

اور میں نہیں ہوں تم پر نگہبان ◆ اور یوں طرح طرح سے سمجھاتے ہیں ہم آیتیں اور

لِيَقُوْلُوْا دَرَسْتَ وَلِنُبَيِّنَهٗ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴿۱۰۵﴾ اِتَّبِعْ مَآ

تاکہ وہ کہیں کہ تو نے کسی سے پڑھا ہے اور تاکہ واضح کر دیں ہم اس کو واسطے سمجھ والوں کے ◆ تو چل اس پر

- نصاریٰ حضرت مسیح کو، بعض یہود حضرت عزیر کو خدا کا بیٹا اور مشرکین ملائکۃ اللہ کو خدا کی بیٹیاں کہتے تھے۔
- یعنی پاک ہے شرکت سے اور اس کی شان بہت بلند ہے، بھلا کیسے عقل سے وہ کہ باپ بیٹے کا تصور وہاں کیسے ہو سکتا ہے۔
- **اللہ شرکت سے پاک ہے** جس نے تنہا تمام آسمان و زمین بدون کسی نمونہ اور بدوں آلات وغیرہ کے ایسے انوکھے طرز پر پیدا کر دیے۔ آخر اس کو شرکاء کی امداد یا اپنے پوتے کا سہارا ڈھونڈنے کی کیا ضرورت ہے۔
- تعجب ہے کہ جب کسی مخلوق کو تم حقیقۃً خدا کی اولاد قرار دیتے ہو تو ان بچوں کی ماں کسے تجویز کرو گے اور اس ماں کا تعلق خدا کے ساتھ کس قسم کا ہو گا۔ عیسائی حضرت مسیح کو خدا کا بیٹا کہتے ہیں۔ لیکن یہ جسارت وہ بھی نہیں کر سکے کہ مریم صدیقہ کو (العیاذ باللہ) خدا کی بیوی قرار دے کر تعلقات زناشوئی کے قائل ہو جائیں۔ جب بیوی نہیں تو مریم کے بطن سے پیدا ہونے والا بچہ خدا کا بیٹا کیونکر بن گیا۔ دنیا کے دوسرے بچوں کو بھی خدا تعالیٰ ان کی ماؤں کے پیٹ سے پیدا کرتا ہے اور وہ معاذ اللہ خدا کی نسل اور جوڑے نہیں کہلاتے۔ یہ فرق کہ کوئی بچہ محض کلمۂ کن سے بدون توسط اسباب عادیہ کے پیدا کر دیا جائے اور دوسروں کو عام اسباب کے سلسلہ میں پیدا فرمائیں، ابوت و بنوت کے مسئلہ پر کچھ اثر انداز نہیں ہو سکتا۔ اسباب و مسببات ہوں یا خوارق عادات، سب کو خدا ہی نے پیدا کیا ہے اور وہی جانتا ہے کہ کس چیز کو کس وقت کس طرح پیدا کرنا مصلحت و حکمت ہے۔
- اس کی عبادت اس لئے کرنی چاہئے کہ مذکورہ بالا صفات کی وجہ سے وہ ذاتی طور پر استحقاق معبود بننے کا رکھتا ہے اور اس لئے بھی کہ تمام مخلوق کی کارسازی اسی کے ہاتھ میں ہے۔
- **رؤیت باری تعالیٰ** حضرت شاہ صاحب نے اس کا مطلب یہ لیا ہے کہ آنکھ میں یہ قوت نہیں کہ اس کو دیکھ لے۔ ہاں وہ خود از راہ لطف و کرم دکھلانا چاہے تو آنکھوں میں ویسی قوت بھی پیدا فرما دے گا۔ مثلاً آخرت میں مومنین کو حسب مراتب رؤیت ہو گی جیسا کہ نصوص کتاب و سنت سے ثابت ہے یا بعض روایات کے موافق نبی کریم ﷺ کو لیلۃ الاسراء میں رؤیت ہوئی علی اختلاف الاقوال۔ باقی مواضع میں چونکہ کوئی نص موجود نہیں لہٰذا عام قاعدہ کی بنا پر نفی رؤیت ہی کا معتقد رکھا جائے گا۔ مفسرین سلف میں سے بعض نے ادراک کو احاطہ کے معنی میں لیا ہے یعنی نگاہیں کبھی اس کا احاطہ نہیں کر سکتیں۔ آخرت میں بھی رؤیت ہوگی احاطہ نہ ہوگا۔ ہاں اس کی شان یہ ہے کہ وہ تمام ابصار و مبصرات کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔ اس وقت "لطیف" کا تعلق "لا تدرکہ" سے اور "خبیر" کا "وھو یدرک" سے ہوگا۔
- یعنی اگرچہ خدا تمہیں دکھلائی نہیں دیتا مگر اس کے بصیرت افروز نشانات و دلائل ہمارے سامنے ہیں۔ جو آنکھ کھول کر دیکھے گا خدا کو پا سکے گا اور جو اندھا بن گیا اس نے اپنا نقصان کیا۔ میرا منصب نہیں کہ کسی کو دیکھنے پر مجبور کر دوں۔
- یعنی ہم یوں آیتوں کو مختلف پہلوؤں اور عجیب و غریب انداز سے اس لئے سمجھاتے ہیں کہ آپ سب لوگوں کو پہنچا دیں اور ان میں استعداد و احوال کے اختلاف سے دو فریق ہو جائیں۔ ضدی اور ہٹ دھرم تو یہ کہیں کہ ایسے علوم و معارف اور موثر مضامین ایک امی سے کیسے ادا ہو سکتے، ضرور مختلف اوقات میں کسی سے سیکھتے رہے ہوں گے۔ بس پڑھ پڑھا کر ہمارے سامنے پیش کر دیے۔ لیکن سمجھدار اور انصاف پسند لوگوں پر حق واضح ہو جائے گا اور شیطانی شکوک و شبہات زائل ہو جائیں گے۔

أُوحِيَ إِلَيْكَ مِن رَّبِّكَ ۖ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ ۖ وَأَعْرِضْ عَنِ

جو حکم تجھ کو آوے تیرے رب کا — کوئی معبود نہیں سوا اس کے — اور منہ پھیر لے

الْمُشْرِكِينَ ﴿١٠٦﴾ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا أَشْرَكُوا ۗ وَمَا جَعَلْنَاكَ

مشرکوں سے ◆ اور اگر اللہ چاہتا تو وہ لوگ شرک نہ کرتے ◆ اور ہم نے نہیں کیا تجھ کو

عَلَيْهِمْ حَفِيظًا ۖ وَمَا أَنتَ عَلَيْهِم بِوَكِيلٍ ﴿١٠٧﴾ وَلَا تَسُبُّوا

ان پر نگہبان — اور نہیں ہے تو ان پر داروغہ ◆ اور تم لوگ برا نہ کہو

الَّذِينَ يَدْعُونَ مِن دُونِ اللَّهِ فَيَسُبُّوا اللَّهَ عَدْوًا بِغَيْرِ

ان کو جن کی یہ پرستش کرتے ہیں اللہ کے سوا — پس وہ برا کہنے لگیں گے اللہ کو بے ادبی سے — بدون

عِلْمٍ ۗ كَذَٰلِكَ زَيَّنَّا لِكُلِّ أُمَّةٍ عَمَلَهُمْ ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّهِم

سمجھے ◆ اسی طرح ہم نے مزین کر دیا ہر ایک فرقہ کی نظر میں ان کے اعمال کو — پھر ان کو اپنے رب کے پاس

مَّرْجِعُهُمْ فَيُنَبِّئُهُم بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿١٠٨﴾ وَأَقْسَمُوا بِاللَّهِ

پہنچنا ہے — تب وہ جتلاوے گا ان کو جو کچھ وہ کرتے تھے ◆ اور وہ قسمیں کھاتے ہیں اللہ کی

جَهْدَ أَيْمَانِهِمْ لَئِن جَاءَتْهُمْ آيَةٌ لَّيُؤْمِنُنَّ بِهَا ۚ قُلْ

تاکید سے — کہ اگر آوے ان کے پاس کوئی نشانی تو ضرور اس پر ایمان لاویں گے ◆ تو کہہ

إِنَّمَا الْآيَاتُ عِندَ اللَّهِ ۖ وَمَا يُشْعِرُكُمْ أَنَّهَا إِذَا جَاءَتْ

کہ نشانیاں — تو اللہ کے پاس ہیں — اور تم کو اے مسلمانو کیا خبر ہے — کہ جب وہ نشانیاں آویں گی

◆ آپ خدائے واحد پر بھروسہ کر کے اپنے حکم پر چلتے رہیں اور مشرکین کے جہل و عناد کی طرف خیال نہ فرمائیں کہ ایسے روشن دلائل و بیانات سننے کے بعد بھی راہ راست پر نہ آئے۔

◆ یعنی حق تعالیٰ کی تکوینی حکمت اس کو مقتضی نہیں ہوئی کہ وہ ساری دنیا کو زبردستی مومن بنا دے۔ ورنہ وہ چاہتا تو روئے زمین پر ایک مشرک کو باقی نہ چھوڑتا۔ لیکن شروع سے فطری انسانی قوت کا نظام ہی اس نے ایسا رکھا ہے کہ آدمی کوشش کرے تو ہدایت قبول کر سکے۔ وہ قبول کرنے میں بالکل مجبور و مضطر نہ ہو پہلے اس مسئلہ کی تقریر گذر چکی۔

◆ آپ کا فرض تبلیغ اور احکام الٰہی کا اتباع ہے۔ ان کے اعمال کے ذمہ دار اور جوابدہ آپ نہیں ہیں۔

◆ دوسروں کے معبودوں کو برا نہ کہو | یعنی تم تبلیغ و نصیحت کر کے اپنے فرض سے سبکدوش ہو چکے اب جو کفر و شرک پر قائم رہیں اس کے خود ذمہ دار ہیں۔ تم پر اس کی کچھ ذمہ داری نہیں۔ ہاں یہ ضروری ہے کہ تم اپنی جانب سے بلا ضرورت ان کے مزید کفر و تعنت کا سبب نہ بنو۔ مثلاً فرض کیجئے ان کے مذہب کی تردید یا بحث و مناظرہ کے سلسلہ میں تم غصہ ہو کر ان کے معبودوں اور مقتداؤں کو سب و شتم کرنے لگو۔ جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ جواب میں تمہارے معبود برحق اور محترم بزرگوں کی بے ادبی کریں گے اور جہالت سے انہیں گالیاں دیں گے۔ اس صورت میں اپنے واجب التعظیم معبود اور قابل احترام بزرگوں کی اہانت کا سبب تم بنے لہٰذا اس سے پرہیز کرنا چاہیے۔ کسی مذہب کے اصول و فروع کی معقول طریقہ سے غلطیاں ظاہر کرنا یا اس کی کمزوری اور رکاکت پر تحقیقی و الزامی طریقوں سے متنبہ کرنا جداگانہ چیز ہے۔ لیکن کسی قوم کے پیشواؤں اور معبودوں کی نسبت بغرض تحقیر و توہین ہجر اش الفاظ نکالنا قرآن نے کسی وقت بھی جائز نہیں رکھا۔

◆ یعنی دنیا چونکہ دار امتحان ہے۔ اس کا نظام ہم نے ایسا رکھا ہے اور ایسے اسباب جمع کر دیئے ہیں کہ یہاں ہر قوم اپنے اعمال اور طور و طریق پر نازاں رہتی ہے۔ انسانی دماغ کی ساخت ایسی نہیں بنائی کہ وہ صرف سچائی کے قبول اور پسند کرنے پر مجبور ہو غلطی کی طرف جانے کی گنجائش ہی نہ رہے۔ ہاں خدا کے یہاں جا کر جب تمام حقائق سامنے ہوں گے پتہ چل جائے گا کہ جو کام دنیا میں کرتے تھے وہ کیسے تھے۔

◆ یعنی بعض فرمائشی نشانیاں مثلاً کوہ صفا کا سونے کا بن جانا۔

لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿١٠٩﴾ وَنُقَلِّبُ اَفْـِٕدَتَهُمْ وَاَبْصَارَهُمْ كَمَا لَمْ

تو یہ لوگ ایمان لے ہی آویں گے ◆ اور ہم الٹ دیں گے ان کے دل اور ان کی آنکھیں جیسے کہ

يُؤْمِنُوْا بِهٖۤ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّنَذَرُهُمْ فِیْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ﴿١١٠﴾ ع

ایمان نہیں لائے تھے اس نشانی پر پہلی بار اور ہم چھوڑ دیں گے ان کو ان کی سرکشی میں بھٹکتے ہوئے ◆

◆ **فرمائشی معجزات کا مطالبہ اور اس کا جواب** | بعض مسلمانوں کو یہ خیال ہوا کہ اچھا ہو اگر ان کی یہ خواہش بھی پوری کر دی جائے اس پر فرما دیا کہ تمہیں کیا خبر ہے کہ یہ سرکش ضدی لوگ فرمائشی نشان دیکھ کر بھی ایمان نہیں لائیں گے۔ پھر سنت اللہ کے موافق اسکے مستحق ہوں گے کہ فوراً تباہ کر دیے جائیں۔ جیسا کہ اسی سورت کے شروع میں ہم مفصل لکھ چکے ہیں۔

◆ یعنی جب کفر و سرکشی میں تمادی ہوگی تو نتیجہ یہ ہوگا کہ ہم اسکے دل اور آنکھیں الٹ دیں گے پھر حق کے سمجھنے اور دیکھنے کی توفیق نہ ملے گی۔ موضح القرآن میں ہے کہ "اللہ جن کو ہدایت دیتا ہے اول ہی حق سن کر انصاف سے قبول کرتے ہیں اور جس نے پہلے ہی ضد کی اگر نشانیاں بھی دیکھے تو پھر حیلہ بنالے۔

وَلَوْ أَنَّنَا نَزَّلْنَآ إِلَيْهِمُ ٱلْمَلَٰٓئِكَةَ وَكَلَّمَهُمُ ٱلْمَوْتَىٰ

اور اگر ہم اتاریں — ان پر — فرشتے — اور باتیں کریں ان سے مردے

وَحَشَرْنَا عَلَيْهِمْ كُلَّ شَىْءٍ قُبُلًا مَّا كَانُوا۟ لِيُؤْمِنُوٓا۟

اور زندہ کردیں ہم ہر چیز کو — ان کے سامنے — تو بھی یہ لوگ ہرگز ایمان لانے والے نہیں

إِلَّآ أَن يَشَآءَ ٱللَّهُ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ يَجْهَلُونَ ﴿١١١﴾

مگر یہ کہ چاہے اللہ — لیکن ان میں اکثر جاہل ہیں ◆

وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِىٍّ عَدُوًّا شَيَٰطِينَ ٱلْإِنسِ

اور اسی طرح — کردیا ہم نے ◆ — ہر نبی کے لیے دشمن — شریر آدمیوں کو

وَٱلْجِنِّ يُوحِى بَعْضُهُمْ إِلَىٰ بَعْضٍ زُخْرُفَ ٱلْقَوْلِ

اور جنوں کو — جو کہ سکھلاتے ہیں ایک دوسرے کو — ملمع کی ہوئی باتیں

غُرُورًا ۚ وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ مَا فَعَلُوهُ ۖ فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُونَ ﴿١١٢﴾

فریب دینے کے لیے — اور اگر تیرا رب چاہتا — تو وہ لوگ یہ کام نہ کرتے — سو تو چھوڑ دے — وہ جانیں اور ان کا جھوٹ ◆

وَلِتَصْغَىٰٓ إِلَيْهِ أَفْـِٔدَةُ ٱلَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِٱلْـَٔاخِرَةِ

اور اس لیے کہ مائل ہوں اس ملمع کی ہوئی باتوں کی طرف — دل ان لوگوں کے — جن کو یقین نہیں — آخرت کا

وَلِيَرْضَوْهُ وَلِيَقْتَرِفُوا۟ مَا هُم مُّقْتَرِفُونَ ﴿١١٣﴾ أَفَغَيْرَ

اور وہ اس کو پسند بھی کرلیں — اور کیے جاویں — جو کچھ وہ کام کر رہے ہیں ◆ — سو کیا

ٱللَّهِ أَبْتَغِى حَكَمًا وَهُوَ ٱلَّذِىٓ أَنزَلَ إِلَيْكُمُ

اب اللہ کے سوا — کسی اور کو منصف بناؤں — حالانکہ — اسی نے اتاری تم پر

◆ یعنی اگر ان کی فرمائش کے موافق بلکہ اس سے بھی بڑھ کر فرض کیجئے آسمان سے فرشتے اتر کر آپ کی تصدیق کریں اور مردے قبروں سے اٹھ کر ان سے باتیں کرنے لگیں اور تمام اشیاء جو گذر چکی ہیں دوبارہ زندہ کر کے ان کے سامنے لا کھڑی کی جائیں تب بھی سوء استعداد اور تعنت و عناد کی وجہ سے یہ لوگ حق کو ماننے والے نہیں۔ بیشک اگر خدا چاہے تو زبردستی منوا سکتا ہے لیکن ایسا چاہنا اس کی حکمت اور تکوینی نظام کے خلاف ہے۔ جس کو ان میں کے اکثر لوگ اپنے جہل کی وجہ سے نہیں سمجھتے۔ اس کی تقریر پچھلے فوائد میں گذر چکی۔

◆ یعنی پیدا کر دیا ہم نے۔

◆ **خیر و شر کے وجود میں حکمت ہے** | چونکہ خدا کی منصب بالا تکوینی اسی کو مقتضی ہے کہ نظام عالم کو جب تک قائم رکھنا منظور ہے خیر و شر کی قوتوں میں سے کوئی قوت بھی بالکل مجبور اور نیست و نابود نہ ہو۔ اس لئے نیکی بدی اور ہدایت و ضلالت کی حریفانہ جنگ ہمیشہ سے قائم رہی ہے۔ جس طرح آج یہ مشرکین و معاندین آپ کو بیہودہ فرمائشوں سے دق کرتے اور بانواع حیل لوگوں کو جادۂ حق سے ڈگمگانا چاہتے ہیں اسی طرح ہر پیغمبر کے مقابل شیطانی قوتیں کام کرتی رہی ہیں کہ پیغمبروں کو ان کے پاک مقصد (ہدایت خلق اللہ) میں کامیاب نہ ہونے دیں۔ اسی غرض فاسد کے لئے شیاطین الجن اور شیاطین الانس باہم تعاون کرتے اور ایک دوسرے کو فریب دہی اور ملمع سازی کی چکنی چپڑی باتیں سکھاتے ہیں اور ان کی یہ عارضی آزادی اسی عام حکمت اور نظام تکوینی کے ماتحت ہے جو تخلیق عالم میں حق تعالیٰ نے مرعی رکھی ہے۔ اس لئے آپ اعداء اللہ کی فتنہ پردازی اور مکاریانہ فریب دہی سے زیادہ فکر و غم میں نہ پڑیں بلکہ ان سے اور ان کے کذب و افتراء سے قطع نظر کر کے معاملہ خدا کے سپرد کیجئے۔

◆ **شیاطین کی پر فریب باتیں** | یعنی شیاطین ایک دوسرے کو ملمع کی ہوئی فریب کی باتیں اس لئے سکھلاتے ہیں کہ انکو سن کر جو لوگ دنیا کی زندگی میں غرق ہیں اور دوسری زندگی کا یقین نہیں رکھتے ان ملمع فریب باتوں کی طرف مائل ہو جائیں۔ اور ان کو دل سے پسند کرنے لگیں۔ اور پھر بھی برے کاموں اور کفر و فسق کی دلدل سے نکلنے نہ پائیں۔

الْكِتٰبَ مُفَصَّلًا ؕ وَالَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ

کتاب واضح — اور جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے

يَعْلَمُوْنَ اَنَّهٗ مُنَزَّلٌ مِّنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ فَلَا تَكُوْنَنَّ

وہ جانتے ہیں — کہ یہ نازل ہوئی ہے — تیرے رب کی طرف سے — ٹھیک — سو تو مت ہو

مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ ﴿١١٤﴾ وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّ

شک کرنے والوں میں سے — اور تیرے رب کی بات پوری سچی ہے

عَدْلًا ؕ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ

اور انصاف کی — کوئی بدلنے والا نہیں اس کی بات کو — اور وہی ہے سننے والا

الْعَلِيْمُ ﴿١١٥﴾ وَاِنْ تُطِعْ اَكْثَرَ مَنْ فِي الْاَرْضِ

جاننے والا ◆ — اور اگر تو کہا مانے گا — اکثر ان لوگوں کا — جو دنیا میں ہیں

يُضِلُّوْكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ

تو تجھ کو بہکا دیں گے — اللہ کی راہ سے — وہ سب تو چلتے ہیں — اپنے خیال پر

وَاِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ ﴿١١٦﴾ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ

اور سب اٹکل ہی دوڑاتے ہیں ◆ — تیرا رب خوب جانتا ہے

مَنْ يَّضِلُّ عَنْ سَبِيْلِهٖ ۚ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ﴿١١٧﴾

اس کو جو بہکتا ہے — اس کی راہ سے — اور وہی خوب جانتا ہے ان کو — جو اس کی راہ پر ہیں

فَكُلُوْا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُمْ بِاٰيٰتِهٖ

سو تم کھاؤ اس جانور میں سے — جس پر نام لیا گیا ہے اللہ کا — اگر تم کو اس کے حکموں

مومن شیاطین کی باتوں میں نہیں آتے | یعنی "شیاطین الانس والجن" کی تلبیس و تسویل پر بدفہم اور جاہل ہی کان دھر سکتے ہیں۔ ایک خبیر و بصیر، جو ہر مسئلہ اور ہر معاملہ میں خدائے واحد ہی کو اپنا منصف اور حکم مان چکے ہیں کیا ان سے یہ ممکن ہے کہ وہ خدا کو چھوڑ کر کسی دوسرے کی چکنی چپڑی باتوں کی طرف کان لگائیں۔ یا معاذ اللہ غیر اللہ کے فیصلہ کے آگے گردن جھکا دیں، حالانکہ ان کے پاس خدا کی طرف سے ایسی محکم اور کامل کتاب آچکی جس میں تمام اصولی چیزوں کی ضروری توضیح و تفصیل موجود ہے۔ جس کی نسبت علمائے اہل کتاب بھی کتب سابقہ کی بشارات کی بناء پر خوب جانتے ہیں کہ یقیناً یہ سچی کتاب ہے جس کی تمام خبریں سچی اور تمام احکام معتدل و منصفانہ ہیں جن میں کسی کی طاقت نہیں کہ تبدیل و تحریف کر سکے۔ ایسی کتاب اور محکم و مکمل قانون کی موجودگی میں کیسے کوئی مسلمان مساوی درجہ میں یا محض عقلی قیاسات اور شاعرانہ تخیلات کا شکار ہو سکتا ہے جبکہ وہ جانتا ہے کہ خدا تعالیٰ جس کو ہم نے اپنا حکم اور جس کی کتاب مبین کو دستور العمل تسلیم کیا ہے وہ ساری باتوں کو سننے والا اور ہر قسم کے واقعات و احوال اور ان کے مناسب احکام و نتائج کی مقدار و نوعیت کو پوری طرح جاننے والا ہے۔

حق کے معاملے میں اکثریت کا اعتبار نہیں | مشاہدہ اور تجربہ بتلاتے ہیں کہ دنیا میں ہمیشہ فہیم، محقق اور بااصول آدمی تھوڑے رہے ہیں۔ اکثریت ان ہی لوگوں کی ہوتی ہے جو محض خیالی، بے اصول اور اٹکل پچو باتوں کی پیروی کرنے والے ہوں۔ اگر تم اسی اکثریت کا کہنا ماننے لگو اور بے اصول باتوں پر چلنا شروع کر دو تو خدا کی بتلائی ہوئی سیدھی راہ سے یقیناً بہک جاؤ گے۔ یہ آپ کو رکھ کر دوسروں کو سنایا۔

اللہ کے نام کا ذبیحہ | جاہل عوام کی ان ہی بے اصولی اور اٹکل پچو باتوں میں سے ایک وہ تھی جو انہوں نے ذبیحہ کے مسئلہ پر کٹ حجتی کرتے ہوئے کہا تھا کہ جو جانور طبعی موت سے مر جائے (یعنی میتہ) اسے مسلمان حرام کہتے ہیں حالانکہ وہ خدا کا مارا ہوا ہے اور جو خود ان کے ہاتھ کا مارا ہوا ہے اسے حلال سمجھتے ہیں۔ یہ عجیب بات ہے۔ اس کا جواب اگلی آیتوں میں "فَكُلُوا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ" سے دیا گیا۔ حضرت شاہ صاحب موضح القرآن میں فرماتے ہیں کہ "یہ کئی آیتیں اس پر اتریں کہ کافر کہتے تھے مسلمان اپنا مارا کھاتے ہیں اور اللہ کا مارا نہیں کھاتے۔ فرما دیا کہ ایسی طرح فریب کی باتیں انسانوں کو شبہ میں ڈالنے کے لئے شیطان سکھاتے ہیں۔ خوب سمجھ لو حلال و حرام وغیرہ میں حکم اللہ کا چلتا ہے۔ محض عقلی ڈھکوسلوں کا اعتبار نہیں۔ آگے کھول کر سمجھا دیا کہ مارنے والا سب کا اللہ ہے لیکن اس کے نام کو برکت ہے جو اس کے نام پر ذبح ہوا وہ حلال ہے جو بغیر اس کے مر گیا وہ مردار" تفسیر میسر۔

مُؤْمِنِيْنَ ۝۱۱۸ وَمَا لَكُمْ اَلَّا تَاْكُلُوْا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ

پر ایمان ہے ◆ اور کیا سبب کہ تم نہیں کھاتے اس جانور میں سے کہ جس پر نام لیا گیا ہے

اللّٰهِ عَلَيْهِ وَقَدْ فَصَّلَ لَكُمْ مَّا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ اِلَّا

اللہ کا اور وہ واضح کر چکا ہے جو کچھ کہ اس نے تم پر حرام کیا ہے مگر

مَا اضْطُرِرْتُمْ اِلَيْهِ ؕ وَاِنَّ كَثِيْرًا لَّيُضِلُّوْنَ بِاَهْوَآئِهِمْ

جب کہ مجبور ہو جاؤ اس کے کھانے پر ◆ اور بہت لوگ بہکاتے پھرتے ہیں اپنے خیالات پر

بِغَيْرِ عِلْمٍ ؕ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِالْمُعْتَدِيْنَ ۝۱۱۹

بغیر تحقیق تیرا رب ہی خوب جانتا ہے حد سے بڑھنے والوں کو ◆

وَذَرُوْا ظَاهِرَ الْاِثْمِ وَبَاطِنَهٗ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْسِبُوْنَ

اور چھوڑ دو کھلا ہوا گناہ اور چھپا ہوا جو لوگ گناہ کرتے

الْاِثْمَ سَيُجْزَوْنَ بِمَا كَانُوْا يَقْتَرِفُوْنَ ۝۱۲۰ وَلَا تَاْكُلُوْا

ہیں عنقریب سزا پائیں گے اپنے کیے کی ◆ اور اس میں سے نہ کھاؤ

مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَاِنَّهٗ لَفِسْقٌ ؕ وَاِنَّ

جس پر نام نہیں لیا گیا اللہ کا ◆ اور یہ کھانا گناہ ہے اور

الشَّيٰطِيْنَ لَيُوْحُوْنَ اِلٰٓى اَوْلِيٰٓئِهِمْ لِيُجَادِلُوْكُمْ ۚ وَاِنْ

شیطان دل میں ڈالتے ہیں اپنے رفیقوں کے تاکہ وہ تم سے جھگڑا کریں اور اگر

اَطَعْتُمُوْهُمْ اِنَّكُمْ لَمُشْرِكُوْنَ ۝۱۲۱ ع اَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا

تم نے ان کا کہنا مانا تو تم بھی مشرک ہوئے ◆ بھلا ایک شخص جو کہ مردہ تھا

◆ جب دلائل عقلیہ کی بناء پر تم نے رسول اللہ ﷺ کی نبوت اور قرآن کریم کی حقانیت کو تسلیم کر لیا اور کلی طور پر اس کے احکام پر ایمان لا چکے تو اب فروع و جزئیات کی صحت کو تسلیم کرنا ناگزیر ہے۔ اگر ہر اصل و فرع اور کلی و جزئی کا قبول کرنا ہمارے عقلی قیاسات پر موقوف ہو تو وحی اور نبوت کی ضرورت ہی نہ رہے۔

◆ یعنی اضطرار اور مجبوری کی حالت کو مستثنیٰ کر کے جو چیزیں حرام ہیں ان کی تفصیل کی جا چکی۔ ان میں وہ حلال جانور داخل نہیں جو اللہ کے نام پر ذبح کیا جائے پھر اس کے نہ کھانے کی کیا وجہ؟

◆ ذبیحہ اور مردار کا فرق | مسلمان کا عقیدہ یہ ہے کہ ہر چیز کو بالواسطہ یا بلاواسطہ خدا ہی پیدا کرتا اور خدا ہی مارتا ہے۔ پھر جس طرح اس کی پیدا کی ہوئی چیزوں میں بعض کا کھانا ہم کو مرغوب اور مفید ہے جیسے سیب انگور وغیرہ اور بعض چیزوں سے ہم نفرت کرتے ہیں یا مضر سمجھتے ہیں جیسے ناپاک گندی چیزیں اور سنکھیا وغیرہ۔ اسی طرح اس کی ماری ہوئی چیزیں بھی دو قسم کی ہیں ایک وہ جن سے فطرت سلیمہ نفرت کرے یا ان کا کھانا ہماری بدنی یا روحی صحت کے لئے خدا کے نزدیک مضر ہو۔ مثلاً وہ حیوان دموی جو اپنی طبعی موت سے مرے اور اس کا خون وغیرہ گوشت میں جذب ہو کر رہ جائے۔ دوسرے وہ حلال طیب جانور جو باقاعدہ خدا کے نام پر ذبح ہو یہ بھی خدا ہی کا مارا ہوا ہے جس پر مسلمان کی چھری کے توسط سے اس نے موت طاری کی۔ مگر عمل ذبح اور خدا کے نام کی برکت سے اس کا گوشت پاک و صاف ہو گیا۔ پس جو شخص دونوں قسموں کو ایک کرنا چاہے وہ مشرک (حد سے بڑھنے والا) ہوگا۔

◆ یعنی کافروں کے بہکانے پر نہ ظاہر میں عمل کرو نہ دل میں شبہ لاؤ۔ کذا فی موضح القرآن۔

◆ یعنی نہ حقیقۃً نہ حکماً۔ حنفیہ جو ترک التسمیہ عمداً کے مسئلہ میں ذکر حکمی کا دعویٰ کرتے ہیں۔

◆ احکام کا شرک | یعنی شرک صرف یہی نہیں کہ کسی کو سوائے خدا کے پوجے بلکہ شرک کے حکم میں یہ بھی ہے کہ کسی چیز کی تحلیل و تحریم میں مستند شرعی کو چھوڑ کر محض آراء و اہوا کا تابع ہو جائے۔ جیسا کہ "اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ" کی تفسیر میں مرفوعاً منقول ہے کہ اہل کتاب نے وحی الٰہی کو چھوڑ کر صرف احبار و رہبان ہی پر تحلیل و تحریم کا مدار رکھ چھوڑا تھا۔

فَأَحْيَيْنَٰهُ وَجَعَلْنَا لَهُۥ نُورًا يَمْشِى بِهِۦ فِى ٱلنَّاسِ

پھر ہم نے اس کو زندہ کر دیا اور ہم نے اس کو دی روشنی کہ لیے پھرتا ہے اس کو لوگوں میں

كَمَن مَّثَلُهُۥ فِى ٱلظُّلُمَٰتِ لَيْسَ بِخَارِجٍ مِّنْهَا ۚ

برابر ہو سکتا ہے اس کے کہ جس کا حال یہ ہے کہ پڑا ہے اندھیروں میں وہاں سے نکل نہیں سکتا

كَذَٰلِكَ زُيِّنَ لِلْكَٰفِرِينَ مَا كَانُوا۟ يَعْمَلُونَ ﴿١٢٢﴾ وَكَذَٰلِكَ

اسی طرح مزین کر دیے کافروں کی نگاہ میں ان کے کام ◆ اور اسی طرح

جَعَلْنَا فِى كُلِّ قَرْيَةٍ أَكَٰبِرَ مُجْرِمِيهَا لِيَمْكُرُوا۟ فِيهَا ۖ

رکھے ہیں ہم نے ہر بستی میں گنہگاروں کے سردار کہ حیلے کیا کریں وہاں

وَمَا يَمْكُرُونَ إِلَّا بِأَنفُسِهِمْ وَمَا يَشْعُرُونَ ﴿١٢٣﴾ وَإِذَا

اور جو حیلے کرتے ہیں سو اپنی ہی جان پر اور نہیں سوچتے ◆ اور جب

جَآءَتْهُمْ ءَايَةٌ قَالُوا۟ لَن نُّؤْمِنَ حَتَّىٰ نُؤْتَىٰ مِثْلَ مَآ

آتی ہے ان کے پاس کوئی آیت تو کہتے ہیں کہ ہم ہرگز نہ مانیں گے جب تک کہ نہ دیا جاوے ہم کو جیسا کچھ

أُوتِىَ رُسُلُ ٱللَّهِ ۘ ٱللَّهُ أَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهُۥ ۗ

کہ دیا گیا خدا کے رسولوں کو اللہ خوب جانتا ہے اس موقع کو کہ جہاں بھیجے اپنے پیغام

سَيُصِيبُ ٱلَّذِينَ أَجْرَمُوا۟ صَغَارٌ عِندَ ٱللَّهِ وَعَذَابٌ

عنقریب پہنچے گی گنہگاروں کو ذلت اللہ کے ہاں اور عذاب

شَدِيدٌۢ بِمَا كَانُوا۟ يَمْكُرُونَ ﴿١٢٤﴾ فَمَن يُرِدِ ٱللَّهُ أَن

سخت اس وجہ سے کہ وہ مکر کرتے تھے ◆ سو جس کو اللہ چاہتا ہے کہ

مومن اور کافر کا فرق پہلے فرمایا کہ شیاطین اپنے رفقاء کے دل میں ڈالتے ہیں کہ وہ مسلمانوں سے جھگڑا کریں محض بحث وجدال، تلبیس وتشکیک اور وسوسہ اندازی کر کے ان کو طریق حق سے ہٹا دیں۔ لیکن ان کو یہ ہوس خام اپنے دلوں سے نکال دینا چاہئے۔ وہ گروہ یا وہ شخص جو جہل وضلال کی موت سے مر چکا تھا۔ پھر اس کو حق تعالیٰ نے ایمان وعرفان کی ساحر سے زندہ کیا اور قرآن کی روشنی عطا فرمائی جسے لے کر وہ لوگوں کے ہجوم میں بے تکلف راہ راست پر چل رہا ہے کیا اس کو حامل افواہ شیطانی کے قبول کرنے میں ان "اولیاء الشیطان" جیسا ہو سکتا ہے جو جہالت وضلالت کی اندھیریوں میں پڑے ٹھوکریں کھا رہے ہیں جس سے نکلنے کی کوئی راہ نہیں پاتے کیونکہ اس ظلمت کو نور اور برائی کو بھلائی سمجھتے ہیں۔ ایسا کبھی نہیں ہو سکتا۔

کفار کی تدابیر خود ان کے خلاف ہوتی ہیں یعنی کچھ آج روسائے مکہ ہی نہیں ہمیشہ کافروں کے سردار حیلے نکالتے رہے ہیں تا کہ عوام الناس پیغمبروں کے مطیع نہ ہو جائیں جیسے فرعون نے معجزہ دیکھا تو حیلہ نکالا کہ سحر کے زور سے سلطنت لیا چاہتا ہے لیکن ان کے یہ حیلے اور داؤ پیچ بالآخر انہی کے سر پڑتے ہیں انہی پر چلتے ہیں۔ حیلہ کرنے والے اپنی عاقبت خراب کر کے خود اپنا ہی نقصان کرتے ہیں جس کا احساس انہیں اس وقت نہیں ہوتا۔

کفار کا گستاخانہ مطالبہ ان کی مکاری اور متکبرانہ حیلہ جوئی کی ایک مثال یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے صدق کا جب کوئی نشان دیکھتے تو کہتے کہ ہم ان دلائل ونشانات کو نہیں جانتے۔ ہم تو اس وقت یقین کر سکتے ہیں جب ہمارے اوپر فرشتے نازل ہوں اور پیغمبروں کی طرح ہم کو بھی خدا کا پیغام سنائیں یا خود حق تعالیٰ ہی ہمارے سامنے آ جائیں۔ "وَقَالَ الَّذِیۡنَ لَا یَرۡجُوۡنَ لِقَآءَنَا لَوۡلَاۤ اُنۡزِلَ عَلَیۡنَا الۡمَلٰٓئِکَۃُ اَوۡ نَرٰی رَبَّنَا ؕ لَقَدِ اسۡتَکۡبَرُوۡا فِیۡۤ اَنۡفُسِہِمۡ وَ عَتَوۡ عُتُوًّا کَبِیۡرًا" (فرقان رکوع ۳) خبر بھی خدا ہی جانتا ہے کہ کون شخص اس کا اہل ہے کہ منصب پیغمبری پر سرفراز کیا جائے اور اس عظیم الشان امانت الٰہیہ کا حامل بن سکے۔ یہ نہ کوئی کسبی چیز ہے کہ دعا یا ریاضت یا عقل یا جاہ ودولت وغیرہ سے حاصل ہو سکے اور نہ ہر کس وناکس کو ایسی جلیل القدر اور نازک ذمہ داری پر فائز کیا جا سکتا ہے۔ ہاں ایسے گستاخ متکبر حیلہ جو مکاروں کو آگاہ رہنا چاہئے کہ عنقریب اس معزز منصب کی طلب کا جواب ان کو سخت ذلت اور عذاب شدید کی صورت میں دیا جائے گا۔

يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ ۚ وَمَنْ يُّرِدْ اَنْ

ہدایت کرے تو کھول دیتا ہے اس کے سینہ کو واسطے قبول کرنے اسلام کے اور جس کو چاہتا ہے کہ

يُّضِلَّهٗ يَجْعَلْ صَدْرَهٗ ضَيِّقًا حَرَجًا كَاَنَّمَا يَصَّعَّدُ

گمراہ کرے کر دیتا ہے اس کے سینہ کو تنگ بے نہایت تنگ گویا وہ زور سے چڑھتا ہے

فِي السَّمَآءِ ۭ كَذٰلِكَ يَجْعَلُ اللّٰهُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِيْنَ

آسمان پر ◆ اسی طرح ڈالے گا اللہ عذاب کو ایمان

لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝ وَهٰذَا صِرَاطُ رَبِّكَ مُسْتَقِيْمًا ۭ

نہ لانے والوں پر اور یہ ہے رستہ تیرے رب کا سیدھا

قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّذَّكَّرُوْنَ ۝١٢٦ لَهُمْ دَارُ

ہم نے واضح کر دیا نشانیوں کو غور کرنے والوں کے واسطے ◆ انہی کے لیے ہے

السَّلٰمِ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَهُوَ وَلِيُّهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝١٢٧

سلامتی کا گھر اپنے رب کے ہاں اور وہ ان کا مددگار ہے بسبب ان کے اعمال کے ◆

وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا ۚ يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ قَدِ اسْتَكْثَرْتُمْ

اور جس دن جمع کرے گا ان سب کو فرمائے گا اے جماعت جنات کی تم نے بہت کچھ تابع کر لیے اپنے

مِّنَ الْاِنْسِ ۚ وَقَالَ اَوْلِيٰۗؤُهُمْ مِّنَ الْاِنْسِ رَبَّنَا

آدمیوں میں سے ◆ اور کہیں گے ان کے دوستدار آدمیوں میں سے اے رب ہمارے

اسْتَمْتَعَ بَعْضُنَا بِبَعْضٍ وَّبَلَغْنَآ اَجَلَنَا الَّذِيْٓ

کام نکالا ہم میں ایک نے دوسرے سے اور ہم پہنچے اپنے اس وعدہ کو جو تو نے

یعنی زور سے آسمان پر چڑھنا چاہتا ہے مگر چڑھ نہیں سکتا اس لئے سخت تنگدل ہوتا ہے۔

ہدایت و اضلال اللہ کے ہاتھ میں ہے | جو لوگ ... ایمان لانے کا ارادہ نہیں رکھتے ان پر اسی طرح عذاب اور تباہی ڈالی جاتی ہے کہ رفتہ رفتہ ان کا سینہ اس قدر تنگ کر دیا جاتا ہے کہ اس میں حق کے گھسنے کی قطعاً گنجائش نہیں رہتی۔ پھر یہی ضیق صدر عذاب جو قیامت میں بشکل محسوس سامنے آ جائے گا۔ حضرت مترجم محقق قدس اللہ روحہ نے "رجس" کا ترجمہ اب سے کیا ہے اس کے موافق یہ تقریر ہے۔ عبدالرحمن بن زید بن اسلم نے "رجس" کے معنی عذاب ہی کے لئے ہیں۔ مگر ابن عباس نے یہاں "رجس" سے مراد شیطان لیا ہے۔ شاید اس لئے کہ "رجس" ناپاک کو کہتے ہیں اور شیطان سے بڑھ کر کون ناپاک ہو گا۔ بہرحال اس تفسیر پر آیت کا مطلب یہ ہو گا کہ جس طرح خدا تعالیٰ ایمان سے گھبرانے والوں کا سینہ تنگ کر دیتا ہے اسی طرح ان پر بے ایمانیوں کی وجہ سے شیطان مسلط کر دیا جاتا ہے کہ کبھی رجوع الی الحق کی توفیق نہیں ہوتی۔ حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ "اوّل فرمایا تھا کہ کافر قسمیں کھاتے ہیں کہ آیت دیکھیں تو البتہ یقین لاویں اور اب فرمایا کہ ہم نہ دیں گے ایمان تو کیونکر لاویں گے۔ بیچ میں نذر و حلال کرنے کے حیلے نقل کئے۔ اب اس بات کا جواب فرمایا کہ جس کی عقل اس طرف چلے کہ اپنی بات نہ چھوڑے، جو دلیل دیکھے کچھ حیلہ بنا لے، وہ نشان ہے گمراہی کا اور جس کی عقل چلے انصاف پر اور حکم برداری پر، وہ نشان ہدایت ہے۔ ان لوگوں میں نشان ہیں گمراہی کے ان پر کوئی آیت اثر نہ کرے گی۔" باقی اللہ تعالیٰ کی طرف ارادہ ہدایت و اضلال کی نسبت کرنا، اس کے متعلق متعدد مواضع میں ہم کلام کر چکے ہیں اور آئندہ بھی حسب موقع لکھا جائے گا۔ مگر یہ مسئلہ طویل الذیل اور معرکۃ الآراء ہے اس لئے ہمارا ارادہ ہے کہ اس پر ایک مستقل مضمون لکھ کر فوائد کے ساتھ ملحق کر دیا جائے۔ واللہ الموفق۔

یعنی جو اسلام و فرمانبرداری کے سیدھے راستہ پر چلے گا وہ ہی سلامتی کے گھر پہنچے گا اور خدا اس کا ولی و مددگار ہو گا۔ یہ حال تو ان کا ہوا جن کا ولی خدا ہے (یعنی اولیاء الرحمن) آگے اولیاء الشیطان کا حال بیان کیا جاتا ہے۔

شیاطین جن سے خطاب | یعنی اے شیاطین الجن تم نے بہت سے بدبخت انسانوں کو اپنی طرف متوجہ کر لیا اور اپنی راہ پر لگا لیا۔

اَجَّلْتَ لَنَا ؕ قَالَ النَّارُ مَثْوٰىكُمْ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اِلَّا

جو تو نے ہمارے لیے مقرر کیا تھا ◆ فرمائے گا آگ ہے گھر تمہارا رہا کرو گے اسی میں مگر

مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ اِنَّ رَبَّكَ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۲۸﴾ وَكَذٰلِكَ

جب چاہے اللہ ◆ البتہ تیرا رب حکمت والا خبردار ہے ◆ اور اسی طرح

نُوَلِّيْ بَعْضَ الظّٰلِمِيْنَ بَعْضًۢا بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۱۲۹﴾

ہم ساتھ ملا دیں گے گنہگاروں کو ایک کو دوسرے سے ان کے اعمال کے سبب ◆

يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اَلَمْ يَاْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ

اے جماعت جنوں کی اور انسانوں کی کیا نہیں پہنچے تھے تمہارے پاس رسول تم ہی میں کے

يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِيْ وَيُنْذِرُوْنَكُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ

کہ سناتے تھے تم کو میرے حکم اور ڈراتے تھے تم کو اس دن کے پیش آنے

هٰذَا ؕ قَالُوْا شَهِدْنَا عَلٰٓى اَنْفُسِنَا وَغَرَّتْهُمُ

سے ◆ کہیں گے کہ ہم نے اقرار کر لیا اپنے گناہ کا اور ان کو دھوکا دیا

الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَشَهِدُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ اَنَّهُمْ كَانُوْا

دنیا کی زندگی نے ◆ اور قائل ہو گئے اپنے اوپر اس بات کے کہ وہ

كٰفِرِيْنَ ﴿۱۳۰﴾ ذٰلِكَ اَنْ لَّمْ يَكُنْ رَّبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰى

کافر تھے ◆ یہ اس واسطے کہ تیرا رب ہلاک کرنے والا نہیں بستیوں کو

بِظُلْمٍ وَّاَهْلُهَا غٰفِلُوْنَ ﴿۱۳۱﴾ وَلِكُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا

ان کے ظلم پر اور وہاں کے لوگوں کو بے خبر ہوں اور ہر ایک کے لئے درجے ہیں ان کے

عَمِلُوْا ۭ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُوْنَ ﴿١٣٢﴾ وَرَبُّكَ

عمل کے | اور تیرا رب بے خبر نہیں ان کے کام سے | اور تیرا رب

الْغَنِيُّ ذُو الرَّحْمَةِ ۭ اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ وَيَسْتَخْلِفْ

بے پرواہ ہے | رحمت والا | اگر چاہے تو تم کو لے جاوے | اور تمہارے پیچھے

مِنْۢ بَعْدِكُمْ مَّا يَشَاۗءُ كَمَآ اَنْشَاَكُمْ مِّنْ ذُرِّيَّةِ

قائم کر دے | جس کو چاہے | جیسا تم کو پیدا کیا | اوروں کی

قَوْمٍ اٰخَرِيْنَ ﴿١٣٣﴾ اِنَّ مَا تُوْعَدُوْنَ لَاٰتٍ ۙ وَّمَآ اَنْتُمْ

اولاد سے | جس چیز کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے وہ ضرور آنے والا ہے | اور تم

بِمُعْجِزِيْنَ ﴿١٣٤﴾ قُلْ يٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰي مَكَانَتِكُمْ اِنِّىْ

عاجز نہیں کر سکتے | تو کہہ دے | اے لوگو | تم کام کرتے رہو اپنی جگہ پر | میں بھی

عَامِلٌ ۚ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۙ مَنْ تَكُوْنُ لَهٗ عَاقِبَةُ

کام کرتا ہوں | سو عنقریب جان لو گے تم | کہ کس کو ملتا ہے | عاقبت کا

الدَّارِ ۭ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿١٣٥﴾ وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ مِمَّا

گھر | بالتحقیق | بھلا نہ ہوگا ظالموں کا | اور ٹھہراتے ہیں اللہ کا اس کی

ذَرَاَ مِنَ الْحَرْثِ وَالْاَنْعَامِ نَصِيْبًا فَقَالُوْا هٰذَا

پیدا کی ہوئی کھیتی | اور مواشی میں ایک حصہ | پھر کہتے ہیں | یہ حصہ

لِلّٰهِ بِزَعْمِهِمْ وَهٰذَا لِشُرَكَاۗىِٕنَا ۚ فَمَا كَانَ لِشُرَكَاۗىِٕهِمْ

اللہ کا ہے | اپنے خیال میں | اور یہ ہمارے شریکوں کا ہے | سو جو حصہ ان کے شریکوں کا ہے

یعنی خدا کی یہ عادت نہیں کہ بدوں آگاہ اور خبردار کیے کسی کو اس کے ظلم و عصیان پر دنیا یا آخرت میں پکڑ کر ہلاک کر دے۔ اسی لیے رسول اور نذیر بھیجے کہ وہ خوب کھول کر تمام جن و انس کو ان کے بھلے برے اور آغاز و انجام سے خبردار کریں۔ پھر جس درجہ کا کسی کا عمل ہو گا حق تعالیٰ اس کے ساتھ ویسا ہی معاملہ کرے گا۔

بندوں کے کفر و ایمان سے اللہ بے پروا ہے | خدا نے رسول بھیج کر اپنی حجت تمام کر دی۔ اب اگر تم نہ مانو اور سیدھے راستہ پر نہ چلو تو وہ غنی ہے اسے تمہاری کچھ پروا نہیں۔ وہ چاہے تو تم کو ایک دم میں لے جائے اور اپنی رحمت سے دوسری قوم کو تمہاری جگہ کھڑا کر دے جو خدا کی مطیع و وفادار ہو اور تم کو پیدا کر دوسری قوم کا لے آنا خدا کے لیے کیا مشکل ہے۔ آج تم اپنے جن آباء و اجداد کے جانشین بنے بیٹھے ہو آخر ان کو اٹھا کر تم کو دنیا میں اسی خدا نے جگہ دی ہے۔ بہرحال خدا کا کام رک نہیں سکتا۔ تم نہ کرو گے دوسرے کھڑے کیے جائیں گے۔ ہاں یہ سوچ رکھو کہ یہی بغاوت و شرارت رہی تو خدا کا عذاب اٹل ہے۔ تم اگر سمجھو کہ بھاگ کر یا کسی کی پناہ لے کر سزا سے بچ جاؤ گے تو یہ محض حماقت ہے۔ ساری مخلوق مل کر بھی خدا کو اس کی مشیت کے نفاذ سے عاجز نہیں کر سکتی۔

یعنی ہم سب نیک و بد اور نفع و ضرر سے آگاہ کر چکے۔ اس پر بھی اگر تم اپنی جانوں پر ظلم کرنے سے باز نہیں آتے تو تم جانو۔ تم اپنا کام کیے جاؤ میں اپنا فرض ادا کرتا ہوں۔ عنقریب کھل جائے گا کہ اس دنیا کا آخری انجام کس کے ہاتھ رہتا ہے۔ بلا شبہ ظالموں کا انجام بھلا نہیں ہو سکتا۔ آگے ان کے چند اعتقادی اور عملی ظلم بیان کیے جاتے ہیں جو ان میں رائج تھے اور سب سے بڑا ظلم وہی ہے جسے فرمایا اِنَّ الشِّرْکَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ۔

فَلَا يَصِلُ إِلَى اللّٰهِ ۚ وَمَا كَانَ لِلّٰهِ فَهُوَ يَصِلُ إِلٰى

وہ نہیں پہنچتا — اللہ کی طرف — اور جو ہوتا ہے اللہ کا — وہ پہنچ جاتا ہے

شُرَكَآئِهِمْ ۗ سَآءَ مَا يَحْكُمُونَ ۝ وَكَذٰلِكَ زَيَّنَ لِكَثِيرٍ

اُن کے شریکوں کی طرف — کیسا ہی برا انصاف کرتے ہیں ◆ — اور اسی طرح — مزین کر دیا ہے بہت سے

مِّنَ الْمُشْرِكِينَ قَتْلَ أَوْلَادِهِمْ شُرَكَآؤُهُمْ لِيُرْدُوهُمْ

مشرکوں کی نگاہ میں — اُن کی اولاد کے قتل کو اُن کے شریکوں نے — تا کہ اُن کو ہلاک کریں

وَلِيَلْبِسُوا عَلَيْهِمْ دِينَهُمْ ۖ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا فَعَلُوهُ

اور رلا ملا دیں اُن پر — دین کو اُن کے ◆ — اور اگر اللہ چاہتا — تو وہ یہ کام نہ کرتے

فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُونَ ۝ وَقَالُوا هٰذِهٖٓ أَنْعَامٌ

سو چھوڑ دے وہ جانیں اور اُن کا جھوٹ ◆ — اور کہتے ہیں — کہ یہ مواشی

وَّحَرْثٌ حِجْرٌ ۖ لَّا يَطْعَمُهَآ إِلَّا مَن نَّشَآءُ بِزَعْمِهِمْ

اور کھیتی منع ہے — اس کو کوئی نہ کھاوے — مگر جس کو ہم چاہیں — اُن کے خیال کے موافق

وَأَنْعَامٌ حُرِّمَتْ ظُهُورُهَا وَأَنْعَامٌ لَّا يَذْكُرُونَ

اور بعضے مواشی کی پیٹھ پر چڑھنا حرام کیا — اور بعض مواشی کے ذبح کے وقت

اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا افْتِرَآءً عَلَيْهِ ۚ سَيَجْزِيهِم بِمَا

نام نہیں لیتے اللہ کا — اللہ پر بہتان باندھ کر — عنقریب وہ سزا دے گا اُن کو

كَانُوا يَفْتَرُونَ ۝ وَقَالُوا مَا فِي بُطُونِ هٰذِهِ

اس جھوٹ کی ◆ — اور کہتے ہیں — جو بچہ ان مواشی کے پیٹ میں ہے

مشرکین کے جاہلانہ عقائد حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ "کافر اپنی کھیتی میں سے اور مواشی کے بچوں میں سے اللہ کی نیاز نکالتے اور بتوں کی بھی نیاز نکالتے۔ پھر بعضا جانور اللہ کے نام کا بہتر دیکھا تو بتوں کی طرف بدل دیا۔ مگر بتوں کی طرف کا اللہ کی طرف نہ کرتے، ان سے زیادہ ڈرتے۔" اسی طرح غلہ وغیرہ میں سے اگر بتوں کے نام کا اتفاقاً اللہ کے حصہ میں مل گیا تو پھر جدا کر کے بتوں کی طرف لوٹا دیتے اور اللہ کا بتوں کے حصہ میں پڑ جاتا اسے نہ لوٹاتے۔ بہانہ یہ کرتے تھے کہ اللہ تو غنی ہے اس کا کم ہو جائے تو کیا پروا ہے بخلاف بتوں کے کہ وہ ایسے نہیں۔ تماشہ یہ ہے کہ یہ کہہ کر بھی شرماتے نہ تھے کہ جو ایسے محتاج ہوں ان کو معبود مستغنی ٹھہرانا کہاں کی عقلمندی ہے۔ بہرحال ان آیات میں ساء ما یحکمون سے مشرکین کی اس تقسیم کا رد کیا گیا ہے۔ یعنی خدا کی پیدا کی ہوئی کھیتی اور مواشی وغیرہ میں سے اول تو اس کے مقابل غیر اللہ کا حصہ لگانا، پھر بری اور ناقص چیز خدا کی طرف رکھنی کس قدر ظلم اور بے انصافی ہے۔

قتل اولاد یہاں "شرکاء" کی تفسیر مجاہد نے "شیاطین" سے کی ہے۔ مشرکین کی انتہائی جہالت اور سنگدلی کا ایک نمونہ یہ تھا کہ بعض اپنی بیٹیوں کو سسر بننے کے خوف سے اور بعض اس اندیشہ پر کہ کہاں سے کھلائیں گے حقیقی اولاد کو قتل کر دیتے تھے اور بعض اوقات منت مانتے تھے کہ اگر اتنے بیٹے ہو جائیں گے یا فلاں مراد پوری ہوگی تو ایک بیٹا فلاں بت کے نام پر ذبح کریں گے۔ پھر اس ظلم و بے رحمی کو بڑی عبادت اور قربت سمجھتے تھے۔ شاید یہ رسم شیطان نے سنت خلیل اللہ کے جواب میں سجھائی ہوگی۔ یہود میں بھی مدت تک قتل اولاد کی رسم بطور ایک عبادت و قربت کے جاری رہی ہے جس کا انبیائے بنی اسرائیل نے بڑی شدومد سے رد کیا۔ بہرحال اس آیت میں قتل اولاد کی ان تمام صورتوں کی شناعت بیان فرمائی جو جاہلیت میں رائج تھیں۔ یعنی شیاطین قتل اولاد کی تلقین و تزیین اس لئے کرتے ہیں کہ اس طرح لوگوں کو دنیا و آخرت دونوں جگہ تباہ و برباد کر کے چھوڑیں اور ان کے دین میں گڑبڑ ڈال دیں کہ جو کام ملت ابراہیمی و اسمٰعیلی کے بالکل متضاد و منافی ہے، اسے ایک دینی کام اور قربت و عبادت باور کرا دیں۔ والعیاذ باللہ! کجا سنت ابراہیمی اور کجا یہ حماقت و جہالت؟

اسی طرح کی آیت "ولو شئنا" کے شروع میں گذر چکی۔ وہاں جو کچھ ہم نے لکھا ہے یا اسی مضمون کی دوسری آیات کے تحت میں لکھا گیا اسے ملاحظہ کر لیا جائے۔

مزید جاہلانہ عقائد فقط مرد کھائیں یا عورتیں نہ کھائیں یا صرف وہ کھا سکیں جو بت خانوں کے مجاور تھے۔ یہ قیود اپنے خیال میں بعض مواشی اور کھیتوں کے متعلق خود کر رکھی تھیں جو بتوں کے نام پر وقف کیے جاتے تھے۔ اسی طرح بعض جانوروں کی پیٹھ پر سواری اور باربرداری کو حرام سمجھتے تھے۔ بعض جانوروں کی نسبت یہ قرار دیا تھا کہ ذبح کرنے یا سواری لینے یا دودھ نکالنے کے وقت ان پر خدا کا نام نہ لیا جائے کہیں بتوں کی چیز میں خدا کی شرکت نہ ہو جائے۔ پھر غضب یہ تھا کہ ان خرافات اور جہالتوں کو خدا کی طرف نسبت کرتے تھے گویا اس نے معاذ اللہ یہ احکام دیے ہیں اور ان ہی طریقوں سے اس کی خوشنودی حاصل کی جا سکتی ہے۔ ایسی دروغ بافیوں کے ساتھ یہ افتراء و بہتان۔ عنقریب ان گستاخیوں کی سزا سے ان کو دوچار ہونا پڑے گا۔

الْاَنْعَامِ خَالِصَةٌ لِّذُكُوْرِنَا وَمُحَرَّمٌ عَلٰٓى اَزْوَاجِنَا ۚ

اس کو تو خاص ہمارے مردوں ہی کو کھانا ہے ۔ اور وہ حرام ہے ۔ ہماری عورتوں پر

وَاِنْ يَّكُنْ مَّيْتَةً فَهُمْ فِيْهِ شُرَكَآءُ ۭ سَيَجْزِيْهِمْ

اور جو بچہ مردہ ہو ۔ تو اُس کے کھانے میں سب برابر ہیں ۔ وہ سزا دے گا اُن کو

وَصْفَهُمْ ۭ اِنَّهٗ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۳۹﴾ قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ

اُن تقریروں کی ۔ وہ حکمت والا جاننے والا ہے ◆ بیشک خراب ہوئے

قَتَلُوْٓا اَوْلَادَهُمْ سَفَهًۢا بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّحَرَّمُوْا مَا

جنہوں نے قتل کیا اپنی اولاد کو ۔ نادانی سے بغیر سمجھے ۔ اور حرام ٹھہرا لیا اُس رزق کو جو

رَزَقَهُمُ اللّٰهُ افْتِرَآءً عَلَى اللّٰهِ ۭ قَدْ ضَلُّوْا وَمَا كَانُوْا

اللہ نے اُن کو دیا ۔ بہتان باندھ کر اللہ پر ۔ بیشک وہ گمراہ ہوئے ۔ اور نہ تھے

مُهْتَدِيْنَ ﴿۱۴۰﴾ۧ وَهُوَ الَّذِيْٓ اَنْشَاَ جَنّٰتٍ مَّعْرُوْشٰتٍ

سیدھی راہ پر ◆ اور اسی نے پیدا کئے باغ ۔ جو ٹٹیوں پر چڑھائے جاتے ہیں

وَّغَيْرَ مَعْرُوْشٰتٍ وَّالنَّخْلَ وَالزَّرْعَ مُخْتَلِفًا اُكُلُهٗ

اور جو ٹٹیوں پر نہیں چڑھائے جاتے ◆ اور کھجور کے درخت ۔ اور کھیتی ۔ کہ مختلف ہیں اُن کے پھل

وَالزَّيْتُوْنَ وَالرُّمَّانَ مُتَشَابِهًا وَّغَيْرَ مُتَشَابِهٍ ۭ

اور پیدا کیا زیتون کو ۔ اور انار کو ۔ ایک دوسرے کے مشابہ ۔ اور جدا جدا بھی ◆

كُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖٓ اِذَآ اَثْمَرَ وَاٰتُوْا حَقَّهٗ يَوْمَ حَصَادِهٖ ڮ

کھاؤ اُن کے پھل میں سے ۔ جس وقت پھل لاویں ۔ اور ادا کرو اُن کا حق ۔ جس دن اُن کو کاٹو

ایک مسئلہ یہ بنا رکھا تھا کہ بحیرہ اور سائبہ کو اگر ذبح کیا اور اس کے پیٹ میں سے زندہ بچہ نکلا تو اسے مرد کھائیں عورتیں نہ کھائیں اور مردہ نکلے تو سب کھا سکتے ہیں۔ اس طرح کے بے سند مسئلے گھڑنے والوں کے جرائم سے خدا بے خبر نہیں۔ ہاں وہ اپنی حکمت کے موافق مناسب وقت میں ان کو مناسب سزا دے گا۔

اس سے بڑی خرابی، گمراہی اور نقصان و خسران کیا ہوگا کہ بیٹھے بٹھائے بلا وجہ دنیا میں اپنی اولاد و اموال سے محروم اور تنگدلی، بد اخلاقی، ذلیل میں مشہور ہوئے اور آخرت کا دردناک عذاب سر پر رکھا، نہ عقل سے کام لیا نہ شرع کو پوچھا، پھر سیدھی راہ پر آتے تو کیسے آتے۔

جو ٹٹیوں پر چڑھائے جاتے ہیں۔ مثلاً انگور وغیرہ اور جو ایسے نہیں مثلاً کھجور، آم وغیرہ تنے دار درخت یا خربوزہ تربوز وغیرہ جن کی بیل بدون کسی سہارے کے زمین پر پھیلتی ہے۔

یعنی صورت شکل میں ملتے جلتے، مزہ میں جدا جدا۔

وَلَا تُسْرِفُوْا ۭ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ ۝ۙ۱۴۱ وَمِنَ

اور بے جا خرچ نہ کرو ◆ بے شک وہ نہیں پسند کرتا بے جا خرچ کرنے والے ◆ اور

الْاَنْعَامِ حَمُوْلَةً وَّفَرْشًا ۭ كُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ

پیدا کیے مواشی میں بوجھ اٹھانے والے اور زمین سے لگے ہوئے ◆ کھاؤ اللہ کے رزق میں سے

وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ۭ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ۝ۙ۱۴۲

اور مت چلو شیطان کے قدموں پر وہ تمہارا دشمن ہے صریح ◆

ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ ۚ مِنَ الضَّاْنِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْمَعْزِ

پیدا کیے آٹھ نر و مادہ بھیڑ میں سے دو ◆ اور بکری میں سے

اثْنَيْنِ ۭ قُلْ ءٰۗالذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ اَمِ الْاُنْثَيَيْنِ اَمَّا

دو پوچھ تو کہ دونوں نر اللہ نے حرام کیے ہیں یا دونوں مادہ یا

اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ اَرْحَامُ الْاُنْثَيَيْنِ ۭ نَبِّـــُٔوْنِيْ بِعِلْمٍ

وہ بچہ کہ اس پر مشتمل ہیں بچہ دان دونوں مادہ کے بتاؤ مجھ کو سند

اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ۙ۱۴۳ وَمِنَ الْاِبِلِ اثْنَيْنِ وَمِنَ

اگر تم سچے ہو ◆ اور پیدا کیے اونٹ میں سے دو اور

الْبَقَرِ اثْنَيْنِ ۭ قُلْ ءٰۗالذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ اَمِ الْاُنْثَيَيْنِ

گائے میں سے دو پوچھ تو دونوں نر حرام کیے ہیں یا دونوں مادہ

اَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ اَرْحَامُ الْاُنْثَيَيْنِ ۭ اَمْ كُنْتُمْ

یا وہ بچہ کہ اس پر مشتمل ہیں بچہ دان دونوں مادہ کے کیا تم

◆ **پھلوں اور غلوں کے احکام** | یعنی جو غلے اور پھل حق تعالیٰ نے پیدا فرمائے ہیں ان کے کھانے سے بدون سند کے مت رکو ہاں دو باتوں کا خیال رکھو ایک یہ کہ کاٹنے اور اتارنے کے ساتھ ہی جو اللہ کا حق اس میں ہے وہ ادا کر دو۔ دوسرے فضول اور بے موقع خرچ مت کرو۔ اللہ کے حق سے یہاں کیا مراد ہے؟ اس میں علماء کے مختلف اقوال ہیں۔ ابن کثیر کی رائے یہ معلوم ہوتی ہے کہ ابتداء مکہ معظمہ میں کھیتی اور باغ کی پیداوار میں سے کچھ حصہ نکالنا واجب تھا جو مساکین و فقراء پر صرف کیا جائے۔ مدینہ طیبہ پہنچ کر ۲ ہجری میں اس کی مقدار وغیرہ کی تعیین و تفصیل کر دی گئی۔ یعنی بارانی زمین کی پیداوار میں (بشرطیکہ خراجی نہ ہو) دسواں حصہ اور جس میں پانی دیا جائے بیسواں حصہ واجب ہے۔

◆ بوجھ اٹھانے والے جیسے اونٹ وغیرہ اور زمین سے لگے ہوئے چھوٹے قد و قامت کے جانور جیسے بھیڑ بکری۔

◆ اللہ کی دی ہوئی نعمتوں سے مستمتع ہونا چاہئے۔ شیطان کے قدموں پر چلنا یہ ہے کہ ان کو خواہی نخواہی بدون حجت شرعی کے حرام کر لیا جائے یا شرک و بت پرستی کا ذریعہ بنا لیا جائے۔ شیطان کی اس سے زیادہ کھلی ہوئی دشمنی کیا ہو گی کہ ان نعمتوں سے تم کو دنیا میں محروم رکھا اور آخرت کا عذاب رہا سو الگ۔

◆ یعنی ایک نر ایک مادہ اس طرح ہر نوع میں دو دو زوج ہوئے اور مجموعہ آٹھ ہو گیا۔

◆ **اشیاء کی تحلیل و تحریم اللہ کا کام ہے** | یعنی کسی چیز کو حلال و حرام کہنا صرف اللہ کے حکم سے ہو سکتا ہے پھر ان میں سے نر کو یا مادہ کو یا بچہ کو جو مادہ کے پیٹ میں ہے اگر تم سب آدمیوں کے یا بعض کے حق میں حرام کہتے ہو جیسا کہ پچھلی آیات میں گذرا اس کی سند تمہارے پاس کیا ہے۔ جب خدائی حکم ہونے کی کوئی سند نہیں رکھتے تو عقلی آراء و اہواء سے خدا کی پیدا کی ہوئی چیزوں کو حلال یا حرام کہنا اس کا مرادف ہے کہ خدائی کا منصب معاذ اللہ تم اپنے لئے تجویز کرتے ہو یا خدا پر جان بوجھ کر افتراء کرتے ہو۔ دونوں صورتیں تباہ کن اور مہلک ہیں۔

شُهَدَآءَ اِذْ وَصّٰىكُمُ اللّٰهُ بِهٰذَا ۚ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ

حاضر تھے | جس وقت تم کو اللہ نے یہ حکم دیا تھا | پھر اس سے زیادہ ظالم کون

افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا لِّيُضِلَّ النَّاسَ بِغَيْرِ عِلْمٍ ؕ اِنَّ

جو بہتان باندھے اللہ پر | جھوٹا | تا کہ لوگوں کو گمراہ کرے | بلا تحقیق | بیشک

اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۴۴﴾ ع قُلْ لَّاۤ اَجِدُ فِىْ

اللہ ہدایت نہیں کرتا ظالم لوگوں کو | تو کہہ دے | کہ میں نہیں پاتا اس

مَاۤ اُوْحِىَ اِلَىَّ مُحَرَّمًا عَلٰى طَاعِمٍ يَّطْعَمُهٗۤ اِلَّاۤ اَنْ

وحی میں کہ مجھ کو پہنچی ہے | کسی چیز کو حرام | کھانے والے پر | جو اس کو کھاوے | مگر یہ کہ

يَّكُوْنَ مَيْتَةً اَوْ دَمًا مَّسْفُوْحًا اَوْ لَحْمَ خِنْزِيْرٍ فَاِنَّهٗ

وہ چیز مردار ہو | یا بہتا ہوا خون | یا گوشت سور کا | کہ وہ

رِجْسٌ اَوْ فِسْقًا اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ ۚ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ

ناپاک ہے | یا ناجائز ذبیحہ | جس پر نام پکارا جاوے اللہ کے سوا کسی اور کا | پھر جو کوئی بھوک سے بے اختیار ہو جاوے نہ

بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَاِنَّ رَبَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۴۵﴾ وَعَلَى الَّذِيْنَ

نافرمانی کرے اور نہ زیادتی کرے | تو تیرا رب | بڑا معاف کرنے والا ہے نہایت مہربان | اور یہود پر

هَادُوْا حَرَّمْنَا كُلَّ ذِىْ ظُفُرٍ ۚ وَمِنَ الْبَقَرِ وَالْغَنَمِ

ہم نے حرام کیا تھا | ہر ایک ناخن والا جانور | اور گائے | اور بکری سے

حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ شُحُوْمَهُمَاۤ اِلَّا مَا حَمَلَتْ ظُهُوْرُهُمَاۤ

حرام کی تھی | ان کی چربی | مگر جو لگی ہو پشت پر

اشیاء کی تحلیل و تحریم محض خدا کے حکم سے ہو سکتی ہے، اور خدا کا حکم بالواسطہ انبیاء پہنچے گا یا بلا واسطہ حق تعالیٰ کسی کو مخاطب فرمائے تو اسے معلوم ہو۔ یہاں دونوں صورتیں حق ہیں۔ پہلی شق کے انتفاء پر نَبِّئُونِي بِعِلْمٍ میں اور دوسری کی نفی پر اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ اِذْ وَصّٰىكُمُ اللّٰهُ میں متنبہ فرمایا ہے۔ پھر مشرکین کے دعاوی میں افتراء و اضلال کے سوا اور کیا چیز باقی رہ گئی۔ بلاشبہ اس سے زیادہ ظالم کوئی نہیں ہو سکتا جو خدا پر بہتان باندھے اور علم و تحقیق سے تہی دست ہونے کے باوجود لوگوں کو باطل اور غلط مسائل بیان کر کے گمراہ کرتا پھرے۔ جس شخص نے اس قدر ڈھٹائی اختیار کر لی اور ایسے ظلم عظیم پر کمر باندھ لی اس کے ہدایت پانے کی توقع رکھنا فضول ہے۔

حرام جانوروں کی تفصیل حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں "یعنی جن جانوروں کا کھانا دستور ہے ان میں سے یہی حرام ہے۔" "اس آیت میں کفار کو یہ بتلانا ہے کہ جو چیزیں اوپر مذکور ہوئیں حلال تھیں جن کو تم نے حرام بنا لیا۔ اب وہ چیزیں بتلائی جاتی ہیں جو واقعی حرام ہیں اور تم ان کو حلال سمجھتے ہو۔ باقی مضمون آیت کی تفسیر و توضیح" سورۂ مائدہ کے شروع میں حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيرِ ——— الخ کے نیچے گذر چکی ہے وہاں ملاحظہ کر لیجائے۔

اَوِ الْحَوَايَآ اَوْ مَا اخْتَلَطَ بِعَظْمٍ ۭ ذٰلِكَ جَزَيْنٰهُمْ بِبَغْيِهِمْ ڮ

یا جو انتڑیوں پر یا جو چربی کہ ملی ہو ہڈی کے ساتھ یہ ہم نے ان کو سزا دی تھی ان کی شرارت پر

وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ﴿۱۴۶﴾ فَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقُلْ رَّبُّكُمْ ذُوْ

اور ہم سچ کہتے ہیں ◆ پھر اگر تجھ کو جھٹلاویں تو کہہ دے کہ تمہارے رب کی رحمت میں

رَحْمَةٍ وَّاسِعَةٍ ۚ وَلَا يُرَدُّ بَاْسُهٗ عَنِ الْقَوْمِ

بڑی وسعت ہے اور نہیں ٹلے گا اس کا عذاب گنہگار

الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۱۴۷﴾ سَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا لَوْ شَآءَ

لوگوں سے ◆ اب کہیں گے مشرک اگر اللہ

اللّٰهُ مَآ اَشْرَكْنَا وَلَآ اٰبَآؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِنْ شَيْءٍ ۭ

چاہتا تو شرک نہ کرتے ہم اور نہ ہمارے باپ دادے اور نہ ہم حرام کر لیتے کوئی چیز

كَذٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ حَتّٰى ذَاقُوْا

اسی طرح جھٹلاتے رہے ان سے اگلے یہاں تک کہ انہوں نے چکھا

بَاْسَنَا ۭ قُلْ هَلْ عِنْدَكُمْ مِّنْ عِلْمٍ فَتُخْرِجُوْهُ لَنَا ۭ

ہمارا عذاب تو کہہ کچھ علم بھی ہے تمہارے پاس کہ اس کو ہمارے آگے ظاہر کرو

اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تَخْرُصُوْنَ ﴿۱۴۸﴾

تم تو نرے خیال پر چلتے ہو اور صرف اٹکلیں ہی کرتے ہو

قُلْ فَلِلّٰهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ ۚ فَلَوْ شَآءَ لَهَدٰىكُمْ

تو کہہ دے بس اللہ کا الزام پورا ہے سو اگر وہ چاہتا تو ہدایت کر دیتا

◆ <u>یہودیوں پر احکام میں سختی کی سزا</u> یعنی اصلی حرمت تو ان چیزوں میں ہے جو اوپر مذکور ہوئیں۔ البتہ وقتی مصلحت سے بعض چیزیں عارضی طور پر بعض اقوام پر پہلے حرام کی جا چکی ہیں۔ مثلاً یہود پر ان کی شرارتوں کی سزا میں ہر ناخن (کھر) والا جانور جس کی انگلیاں پھٹی نہ ہوں جیسے اونٹ، شتر مرغ، بطخ وغیرہ حرام کیا گیا تھا۔ نیز گائے بکری کی بجز چربی پشت یا انتڑیوں پر لگی ہوئی ہو یا ہڈی کے ساتھ ملی ہو ان پر حرام کر دی گئی تھی جیسے گردہ کی چربی۔ بنی اسرائیل کا دعویٰ غلط ہے کہ یہ چیزیں ابراہیم و نوح علیہما السلام کے زمانہ ہی سے مستقل طور پر حرام چلی آتی ہیں۔ سچی بات یہ ہے کہ ان میں سے کوئی چیز بھی عہد ابراہیمی میں حرام نہ تھی۔ یہود کی نافرمانیوں اور شرارتوں کی وجہ سے یہ سب چیزیں حرام ہوئیں۔ جو کوئی اس کے خلاف دعویٰ کرے جھوٹا ہے۔ جیسے پارہ "لن تنالوا" کے شروع میں قُلْ فَأْتُوا بِالتَّوْرَاةِ فَاتْلُوهَا إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ سے ان دعویٰ کرنے والوں کو چیلنج دیا گیا ہے۔

◆ یعنی رحمت کی سمائی سے تم اب تک بچے ہو۔ یہ نہ جانو کہ عذاب ٹل گیا کذا فی موضح القرآن۔

أَجْمَعِينَ ﴿١٤٩﴾ قُلْ هَلُمَّ شُهَدَآءَكُمُ الَّذِينَ يَشْهَدُونَ

تم سب کو ◆ تو کہہ کہ لاؤ اپنے گواہ جو گواہی دیں

أَنَّ اللَّهَ حَرَّمَ هَٰذَا ۖ فَإِن شَهِدُوا فَلَا تَشْهَدْ مَعَهُمْ ۚ

اس بات کی کہ اللہ نے حرام کیا ہے ان چیزوں کو پھر اگر وہ ایسی گواہی دے دیں تو تو نہ اعتبار کر ان کا

وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَآءَ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا وَالَّذِينَ لَا

اور مت چل ان کی خوشی پر جنہوں نے جھٹلایا ہمارے حکموں کو اور جو یقین

يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ وَهُم بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُونَ ﴿١٥٠﴾ قُلْ

نہیں کرتے آخرت کا اور وہ اپنے رب کے برابر کرتے ہیں اوروں کو ◆ تو کہہ

تَعَالَوْا أَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ ۖ أَلَّا تُشْرِكُوا بِهِ

تم آؤ میں سنا دوں جو حرام کیا ہے تم پر تمہارے رب نے کہ شریک نہ کرو اس کے ساتھ

شَيْئًا ۖ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا ۖ وَلَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُم

کسی چیز کو اور ماں باپ کے ساتھ نیکی کرو اور مار نہ ڈالو اپنی اولاد کو

مِّنْ إِمْلَاقٍ ۖ نَّحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَإِيَّاهُمْ ۖ وَلَا تَقْرَبُوا

مفلسی سے ہم رزق دیتے ہیں تم کو اور ان کو ◆ اور پاس نہ جاؤ

الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ ۖ وَلَا تَقْتُلُوا

بے حیائی کے کام کے جو ظاہر ہو ان میں سے اور جو پوشیدہ ہو ◆ اور مار نہ ڈالو

النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ ۚ ذَٰلِكُمْ وَصَّاكُم

اس جان کو جس کو حرام کیا ہے اللہ نے مگر حق پر ◆ تم کو یہ حکم کیا ہے

◆ **مشرکین کا استدلال** گذشتہ رکوع میں مشرکین سے مطالبہ کیا گیا تھا کہ جن حلال وطیب چیزوں کو تم نے حرام ٹھہرالیا ہے اور اس تحریم کو خدا کی طرف نسبت کرتے ہو، اس کی سند اور دلیل لاؤ۔ یہاں ان کی دلیل بیان کی گئی ہے جو وہ پیش کرنے والے تھے یعنی اگر اللہ چاہتا تو اس کو قدرت تھی کہ ہم کو اور ہمارے اسلاف کو اس تحریم سے باز رکھتا۔ ہم شرکیہ افعال و اقوال سے روک دیتا۔ جب نہ روکا اور یوں ہی ہم کو چھوڑ دیا تو ثابت ہوا کہ اس کے نزدیک ہمارے یہ کاروائیاں پسندیدہ ہیں۔ ناپسند ہوتیں تو ان کے کرنے میں ہم کو اب تک کیوں آزاد چھوڑ رکھتا۔ کھلی ہوئی بات ہے کہ ایک معمولی عقلمند اور گورنمنٹ بھی نافرمانی پر فوراً گرفت کرتی ہے بسا اوقات باوجود پوری اطلاع اور کافی قدرت کے پہلے ہی دن پکڑ کر پھانسی نہیں دے دیتی۔ وہ اس کی حرکات کی نگرانی رکھتی ہے، کبھی روبہ درستی رکھنے کی ہدایت کرتی ہے اور موقع دیتی ہے کہ آئندہ اپنی حرکات کا انجام سوچ کر خود سنبھل جائے، کبھی اصلاح سے مایوس ہو کر ڈھیل چھوڑ دیتی ہے کہ اس کی بغاوت کا ایسا باضابطہ اور مکمل مواد فراہم ہو جائے جس کے بعد اس کی انتہائی عبرتناک سزا کی قانونی حیثیت سے کوئی شبہ نہ رہے۔ ان تمام صورتوں میں مجرم کی ڈھیل چھوڑ دینا اور فوراً سزا نہ دینا یہ ثابت نہیں کرتا کہ گورنمنٹ کی نظر میں وہ کاروائی جرم و بغاوت نہیں ہے۔ گورنمنٹ کی نگاہ میں ان افعال کا جرم ہونا اول تو اس کے شائع کئے ہوئے قانون سے ظاہر ہے۔ دوسرے جب یہ مجرم مہلت پوری ہونے پر عدالت کے کٹہرے میں لایا جائے گا اور باضابطہ اثبات و اظہار جرم کے بعد پھانسی یا حبس دوام کی سزا بھگتے گا تب ہر کوئی آنکھوں سے مشاہدہ کر لے گا کہ گورنمنٹ کی نظر میں یہ کتنا بڑا جرم تھا۔

مشرکین کو مہلت دینے کی حکمت بہرحال گورنمنٹ کا کسی جرم پر باوجود علم و قدرت رکھنے کے کسی مصلحت سے فوری سزا جاری نہ کرنا اس کی دلیل نہیں کہ وہ جرم کو جرم نہیں سمجھتی۔ اسی پر قیاس کر لیجئے کہ احکم الحاکمین ابتدائے آفرینش سے آج تک برابر اپنے صادق القول اور پاکباز نائبین کے ذریعہ ہر قسم کے قوانین و احکام سے بندوں کو مطلع فرماتا رہا اور کھول کھول کر بتلا دیا کہ کونسی بات اس کے یہاں پسندیدہ اور کون سی ناپسند ہے، کبھی بیم پہاڑ اور کبھی تھوڑے وقفہ کے بعد ان احکام و ہدایات کی یاد دہانی بھی ہوتی رہی۔ اس دوران میں خلاف ورزی کرنے والوں سے مصلحت کی حد تک مسامحت کی گئی۔ معمولی تنبیہات کی ضرورت ہوئی تو وقتاً فوقتاً انہیں بھی کام میں لایا گیا، اور جن کی شقاوت کا پیمانہ لبریز ہونے والا تھا انہیں ڈھیل دی گئی کہ وہ صاف اور علانیہ طور پر اپنے کو خدا کی انتہائی سزا کا مستحق ٹھہرا کر کیفر کردار کو پہنچیں۔ چنانچہ بہت سی قومیں اپنے جرائم کی پاداش کا دنیا میں تھوڑا تھوڑا مزا چکھ بھی چکی ہیں۔ پھر ان حالات کی موجودگی میں کسی قوم کے چند روز تک جرائم میں مبتلا رہنے اور فوراً نہ پکڑے جانے سے کیسے استدلال کیا جا سکتا ہے کہ وہ جرائم (معاذ اللہ) خدا کے نزدیک پسندیدہ ہیں ورنہ خدا انہیں ایک گھڑی کی بھی مہلت نہ دیتا۔

مشرکین کا دوسرا استدلال اور جواب رہا یہ سوال کہ خدا نے انسان کی ساخت ہی ابتداء سے ایسی کیوں نہ اختیار کی کہ وہ برائی کی طرف قطعاً نہ جا سکتا اور اسی طرح فطرتاً اسے مجبور کر دیا جاتا کہ نیکی اور بھلائی کے سوا کوئی چیز اختیار نہ کر سکے۔ اگر غور کیا جائے تو اس سوال کا مطلب یہ ہے کہ انسان کو ایسا کیوں نہ پیدا کر دیا گیا کہ وہ انسان ہی نہ رہتا، یا تو اعلیٰ فرشتہ بن جاتا جو ادراک و شعور اور کسب و اختیار سے یکسر خالی ہو یا گدھے گھوڑے وغیرہ جانوروں کی طرح جزئی احساس و ارادہ رکھنے والا حیوان بن جاتا جو ازل سے ابد تک اپنے مخصوص و متشابہ افعال و احوال کے محدود دائرہ میں چکر لگاتا رہے۔ اور یا بہت حرکت دی جاتی تو

فرشتوں کی صفوں میں بٹھلا دیا جاتا جو محض طاعت و عبادت کے اختیار کرنے پر مجبور و مفطور ہیں۔ مثلاً اصل یکلی اور اعلیٰ حکمت اور عظیم
الشان کسبی تصرفات رکھنے والی ترقی کی نوع ہی سے پست ہستی پر نازل ہو جاتی۔ میں سمجھتا ہوں کہ کوئی انسان اپنے شرف و کرامت کا بلند
بانگ دعویٰ رکھتے ہوئے ایسی تجویز منظور کرے گا کہ سرے سے اپنی نوع کے وجود ہی کا مخالف ہو جائے۔ پھر اگر نوع انسانی کا نشو
اس کی علمی و عملی قوتوں اور کسب و اختیار کی موجودہ آزادی کے پیدا کرنے والے نظام عالم کی تکمیل کے لئے ضروری تھا تو اس نظام تکوینی
کے نتائج کا قبول کرنا بھی ضروری ہے۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ مادی اور معاشی زندگی کے شعبوں میں تو انسانوں کی عقل و کسبی
آزادی کی بدولت بے شمار انواع و اقسام کے مختلف مظاہر سامنے آئیں لیکن معادی و روحانی میدانوں میں وہی دل و دماغ اور
کسب و اختیار کی قوتیں رکھنے والے انسان سب کے سب ایک ہی لگی بندھی سڑک پر چلنے کے لئے مجبور ہو جائیں اور کوئی ایک قدم ادھر
ادھر ہٹانے کی قدرت نہ رکھے۔ پس اگر نوع انسان کا مع خصوصیاتہ الموجودہ مجموعہ عالم میں پایا جانا ضروری ہے تو نیک و بد کا اختلاف
بھی لابدی ہوگا اور یہی اختلاف کا وجود بڑی دلیل اس کی ہے کہ ہر وہ فعل جو وقوع میں آئے ضروری نہیں کہ خدا کے نزدیک
پسندیدہ ہو ورنہ مختلف و متضاد افعال کی موجودگی میں ماننا پڑے گا کہ مثلاً خوش اخلاقی بھی خدا کو پسند ہو اور بد اخلاقی بھی، ایمان لانا
بھی پسند ہو اور نہ لانا بھی، وہ صریح باطل ہے۔ بے شک خدا اگر چاہتا تو انسان کی ساخت ایسی بنا سکتا تھا کہ سب ایک ہی راستہ
پر چلنے کے لئے مجبور ہو جاتے، لیکن جب ایسا اقتضی نہ ہوا تو یہی حجت بالغہ اور پورا الزام ان لوگوں پر ہے جو لَوْ شَآءَ اللّٰهُ
مَاۤ اَشْرَكْنَا کہہ کر مشیت و رضائے الٰہی میں تلازم ثابت کرنا چاہتے ہیں کیونکہ اس قدر شدید اختلافات کی موجودگی میں ان کے
اصول کے موافق کہنا پڑے گا کہ مثلاً توحید خالص بھی اللہ کے نزدیک ٹھیک اور مرضی ہو اور اس کی نقیض شرک جلی بھی، وھو باطل بداہۃ۔
ان دلائل سے ثابت ہوا کہ مشرکین کا یہ استدلال لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَاۤ اَشْرَكْنَا ... الخ محض لغو اور بے ہودہ ہے۔ کوئی علمی اصول ان
کے پاس نہیں جسے عقلمندوں کے سامنے پیش کر سکیں۔ محض اٹکل کے تیر اور تخمینی باتیں ہیں جن کو خدا کی حجت بالغہ کلی رد کرتی
ہے جس کی طرف فَلَوْ شَآءَ لَهَدٰىكُمْ اَجْمَعِيْنَ میں اشارہ فرمایا ہے۔ یعنی انسان کی فطرت ایسی تجویز ہی نہ کی کہ سب کے
سب راہ ہدایت پر چل پڑیں۔ اس کو کسب و اختیار کی وہ آزادی حق جل و علا نے عطا فرمائی ہے جس کا عطا کیا جانا کسی مخلوق کے
لئے ممکن تھا۔ اس لئے لازم ہے کہ اس آزادی کے استعمال کے وقت راہیں مختلف ہو جائیں کوئی نیکی کو اختیار کرے کوئی بدی کو،
کوئی حق تعالیٰ کی رضا و رحمت کا مظہر بن جائے کوئی غضب کا۔ اس طرح وہ آخری مقصد جو خالق کائنات نے آفرینش عالم سے
مد نظر رکھا ہے یعنی اپنی صفات جمال و جلال کا اظہار علی وجہ الاتم پورا ہو۔ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ورنہ اگر تمام عالم ایک
ہی حال پر فرض کر لیا جائے تو بعض صفات الٰہیہ کا ظہور ممکن ہوگا اور دوسری بعض کے ظہور کے لئے کوئی محل نہ ملے گا۔ یہاں تک
جو کچھ ہم نے کہا وہ اس تقدیر پر تھا کہ مشرکین کے قول لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَاۤ اَشْرَكْنَا سے یہ غرض ہو کہ وہ اپنے خرافات و مفتریات کا
مستحسن ثابت کرنا چاہتے تھے جیسا کہ ان کے احوال سے ظاہر ہے اور اگر کلام مذکور سے ان کی غرض صرف معذرت ہو کہ جو کچھ
خدا چاہتا ہے وہ ہم سے کراتا ہے خواہ اچھا ہو یا برا، بہرحال اس کی مشیت سے ہے۔ پھر مشیت الٰہی کے مقابلہ میں انبیاء و رسل ہم
سے کیوں مزاحمت کرتے ہیں اور عذاب الٰہی کا ڈراوا کیوں سناتے ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ جس خدا کی مشیت سے تم ان
افعال شنیعہ کا کسب کرتے ہو اسی کی مشیت سے انبیاء و رسل تمہاری مزاحمت کرتے ہیں اور وہی مشیت تمہارے کسب پر
مناسب عذاب متحقق ہے۔ جس طرح قدرت نے سانپ کو پیدا کیا اور وہی بار گزیدہ کے حق میں ہلاکت کا اثر مرتب کرتی ہے
خواہ سانپ کے کاٹنے میں مار گزیدہ کے فعل و اختیار کو کچھ دخل نہ ہو، اسی طرح تمہارے شرک و کفر میں ہلاکت دائمی کی اور

ایمان و عمل صالح میں نجات ابدی کی تاثیرات رکھ دینا بھی اسی قدرت و مشیت ایزدی کا کام ہے جس سے تمام سلسلہ اسباب و مسببات کی تخلیق ہوئی ہے۔ پس اگر تم اپنے مشرکانہ اطوار سے باز نہ آنے میں مشیت کے عموم سے احتجاج کر سکتے ہو تو ارسال رسل اور انزال عذاب وغیرہ امور کو بھی اسی مشیت کی کارفرمائی کا نتیجہ سمجھ کر خدا کی حجت بالغہ کو تسلیم کرو۔ بیشک خدا چاہتا تو تم سب کو راہ راست پر لگا دیتا لیکن اس نے تمہاری سوء استعداد کی وجہ سے ایسا نہیں چاہا۔ آخر تمہارے سوء اختیار سے جو افعال صادر ہوئے ان کا طبعی اثر عذاب کی صورت میں مرتب ہو کر رہا۔

◆ یعنی دلیل عقلی کا حال تو اوپر معلوم ہو چکا۔ اب اگر اس کی تحریم پر کوئی نقلی دلیل رکھتے ہو تو وہ لاؤ۔ کیا تمہارے پاس ایسے گواہ موجود ہیں جو یہ بیان کریں کہ ہاں ان کے روبرو اللہ تعالیٰ نے ان چیزوں کو حرام ٹھہرایا تھا؟ ظاہر ہے کہ ایسے ثقہ گواہ کہاں دستیاب ہو سکتے ہیں۔ اگر دو چار گستاخ جھوٹے بے حیائی کی گواہی دینے کو کھڑے ہو جائیں تو ایسوں کی بات پر تم کان نہ دھرو اور نہ ان کی خواہشات کی پروا کرو۔ یہاں تک ان چیزوں کا بیان تھا جنہیں مشرکین نے محض اپنی رائے و ہوا سے حرام ٹھہرا رکھا تھا، پھر اس تحریم کے لئے حیلے اور باطل عذر پیش کرتے تھے۔ آگے وہ چیزیں بیان کی جاتی ہیں جنہیں خدا نے حرام کیا اور ہمیشہ سے حرام رہی ہیں لیکن یہ مشرکین ان میں مبتلا ہیں۔

◆ **مفلسی کے ڈر سے اولاد کا قتل** عرب مفلسی کی وجہ سے بعض اوقات اولاد کو قتل کر دیتے تھے کہ خود ہی کھانے کو نہیں اولاد کو کہاں سے کھلائیں۔ اسی لئے فرمایا کہ رزق دینے والا تو خدا ہے تم کو بھی اور تمہاری اولاد کو بھی۔ دوسری جگہ بجائے "مِنْ اِمْلَاقٍ" کے "خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ" فرمایا ہے یعنی مفلسی کے ڈر سے قتل کر ڈالتے تھے۔ یہاں کا ذکر ہوگا جو فی الحال مفلس نہیں مگر ڈرتے ہیں کہ جب عیال زیادہ ہو جائیں گے تو کہاں سے کھلائیں گے۔ چونکہ پہلے مبتلا کو عیال سے پہلے اپنی روٹی کی فکر سوار تھی اور دوسرے کو زیادہ عیال کی فکر نے پریشان کر رکھا تھا شاید اسی لئے یہاں مِنْ اِمْلَاقٍ کے ساتھ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَاِيَّاهُمْ اور اس آیت میں خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ کے ساتھ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَاِيَّاكُمْ ارشاد فرمایا۔ واللہ اعلم۔

◆ **بری نظر ڈالنے کی مذمت** "پاس نہ جاؤ" سے شاید یہ مراد ہو کہ ایسے کاموں کے مبادی و وسائل سے بھی بچنا چاہئے مثلاً زنا کی طرح نظر بد سے بھی اجتناب لازم ہے۔

◆ اِلَّا بِالْحَقِّ کا استثناء ضروری تھا جس میں قتل عمد، زنائے محصن اور مرتد عن الاسلام کا قتل داخل ہے جیسا کہ احادیث صحیحہ میں اس کی تصریح وارد ہوئی اور ائمہ مجتہدین اس پر اجماع کر چکے ہیں۔

بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿١٥١﴾ وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا

تاکہ تم سمجھو ◆ اور پاس نہ جاؤ　یتیم کے مال کے　مگر

بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ ۚ وَاَوْفُوا

اس طرح سے کہ　بہتر ہو　یہاں تک کہ پہنچ جاوے اپنی جوانی کو ◆ اور پورا کرو

الْكَيْلَ وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ ۚ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا

ناپ اور تول کو　انصاف سے　ہم کسی کے ذمہ وہی چیز لازم کرتے ہیں جس کی

وُسْعَهَا ۚ وَاِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوْا وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى ۚ

اس کو طاقت ہو ◆ اور جب بات کہو　تو حق کی کہو　اگرچہ وہ اپنا قریب ہی ہو ◆

وَبِعَهْدِ اللّٰهِ اَوْفُوْا ۭ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ

اور اللہ کا عہد پورا کرو ◆ تم کو یہ حکم کر دیا ہے　تاکہ تم

تَذَكَّرُوْنَ ﴿١٥٢﴾ وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا

نصیحت پکڑو　اور حکم کیا کہ یہ راہ ہے میری سیدھی

فَاتَّبِعُوْهُ ۚ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ

سو اس پر چلو　اور مت چلو اور رستوں پر　کہ وہ تم کو جدا کر دیں گے

سَبِيْلِهٖ ۭ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿١٥٣﴾ ثُمَّ

اللہ کے رستے سے ◆ یہ حکم کر دیا ہے تم کو　تاکہ تم بچتے رہو　پھر

اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ تَمَامًا عَلَى الَّذِيْٓ اَحْسَنَ وَ

دی ہم نے موسیٰ کو کتاب　واسطے پورا کرنے نعمت کے　نیک کام والوں پر اور

حرام کاموں کی تفصیل | اس آیت سے ان چیزوں کا حرام ہونا ثابت ہوا (۱) شرک باللہ (۲) والدین کیساتھ بدسلوکی (۳) قتل اولاد (۴) سب بے حیائی کے کام خفیہ ہوں وغیرہ (۵) کسی شخص کو ناحق قتل کرنا۔

مال یتیم کی حفاظت | یتیم کے مال میں بیجا تصرف کرنا حرام ہے۔ ہاں بہتر و مشروع طریقہ سے احتیاط کے ساتھ اس میں ولی یتیم تصرف کر سکتا ہے۔ جب یتیم جوان ہو جائے اور اپنے فرائض کو سنبھال سکے تو اس کے حوالہ کر دیا جائے۔

یعنی اپنی طاقت کے موافق ان احکام کی بجا آوری میں کوشش کرو اسی کے تم مکلف ہو۔ خدا کسی کو اس کی مقدرت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔

یعنی حق و انصاف کی بات کہنے میں کسی کی قرابت وجاہت مانع نہ ہونی چاہئے۔

اس کے علاوہ امر الٰہی پر پابندی سے عمل کرو۔ خدا کے لئے جو نذر مانو یا قسم کھاؤ بشرطیکہ غیر مشروع بات کی نہ ہو اسے پورا کرنا چاہئے۔

صراط مستقیم | یعنی احکام مذکورہ بالا کی پابندی اور خدا کے عہد کو اعتقاداً و عملاً پورا کرنا یہی صراط مستقیم (سیدھی راہ) ہے جس کی طلب سورۂ فاتحہ میں تلقین کی گئی تھی۔ یہ راہ تم کو دکھلا دی گئی اب چلنا تمہارا کام ہے۔ جو کوئی اس کے سوا ادھر ادھر کے راستے پر چلا وہ خدا کے راستے سے بھٹکا۔

تَفْصِيلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً لَّعَلَّهُمْ بِلِقَآءِ

واسطے تفصیل ہر شے کے اور ہدایت اور رحمت کے تاکہ وہ لوگ اپنے

رَبِّهِمْ يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۵۴﴾ وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ

رب کے ملنے کا یقین کریں ◆ اور ایک یہ کتاب ہے کہ ہم نے اتاری برکت والی

ع ۱۹

فَاتَّبِعُوْهُ وَاتَّقُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۱۵۵﴾ اَنْ تَقُوْلُوْٓا

سو اس پر چلو اور ڈرتے رہو تاکہ تم پر رحمت ہو ◆ اس واسطے کہ کبھی تم کہنے لگو

اِنَّمَآ اُنْزِلَ الْكِتٰبُ عَلٰى طَآئِفَتَيْنِ مِنْ قَبْلِنَا ص

کہ کتاب جو اتری تھی سو ان ہی دو فرقوں پر جو ہم سے پہلے تھے

وَاِنْ كُنَّا عَنْ دِرَاسَتِهِمْ لَغٰفِلِيْنَ ﴿۱۵۶﴾ اَوْ تَقُوْلُوْا لَوْ

اور ہم کو تو ان کے پڑھنے پڑھانے کی خبر ہی نہ تھی ◆ یا کہنے لگو کہ اگر

اَنَّآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا الْكِتٰبُ لَكُنَّآ اَهْدٰى مِنْهُمْ ج

ہم پر اترتی کتاب تو ہم راہ پر چلتے ان سے بہتر

فَقَدْ جَآءَكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ ج

سو آچکی تمہارے پاس حجت تمہارے رب کی طرف سے اور ہدایت اور رحمت ◆

فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَصَدَفَ

اب اس سے زیادہ ظالم کون جو جھٹلاوے اللہ کی آیتوں کو اور ان سے

عَنْهَا ط سَنَجْزِي الَّذِيْنَ يَصْدِفُوْنَ عَنْ اٰيٰتِنَا

کترا وے ہم سزا دیں گے ان کو جو ہماری آیتوں سے کتراتے ہیں

◆ **پچھلی شریعتوں میں بھی یہ احکام** معلوم ہوتا ہے کہ جو احکام اوپر قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّکُمْ عَلَیْکُمْ سے پڑھ کر سنائے گئے وہ ہمیشہ سے جاری تھے۔ تمام انبیاء اور شرائع کا ان پر اتفاق رہا ہے۔ بعدہ حق تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر تورات اتاری جس میں احکام شرعیہ کی مزید تفصیل درج تھی۔ تورات عطا فرما کر اس زمانہ کے نیک کام کرنے والوں پر خدا نے اپنی نعمت پوری کر دی۔ ہر ضروری چیز کو شرح و بسط سے بیان فرما دیا اور ہدایت و رحمت کے ابواب مفتوح کر دیے تاکہ اسے پڑھ کر لوگ اپنے پروردگار سے ملنے کا کامل یقین حاصل کر لیں۔

◆ **قرآن کریم کا اتباع** یعنی تورات تو تھی ہی جس کا ذکر ہوا لیکن ایک یہ کتاب ہے (قرآن کریم) جو اپنے درخشاں اور ظاہر اور باہر حسن و جمال کے ساتھ تمہارے سامنے ہے جس کی خوبصورتی اور کمال کا کیا کہنا ۔ آفتاب آمد دلیل آفتاب
اس کی ظاہری و باطنی برکات اور صوری و معنوی کمالات کا کیا ٹھکانا ہے

بہار عالم حسنش دل و جان تازہ میدارد
برنگ اصحاب صورت را ببو ارباب معنی را

اب اور کسی چیز کے دیکھنے کی ضرورت نہیں۔ اگر خدا کی رحمت سے حظ وافر لینا چاہتے ہو تو اس آخری اور مکمل کتاب پر چلو اور خدا سے ڈرتے رہو کہ اس کتاب سے کسی قسم کی خلاف ورزی ہونے نہ پائے۔

◆ **قرآن پوری دنیا کے لیے حجت ہے** یعنی اس مبارک کتاب (قرآن کریم) کے نزول کے بعد عرب کے امیین کو یہ کہنے کا بھی موقع نہیں چھوڑا گیا کہ پیشتر جو آسمانی کتابیں شرائع الٰہیہ کو لے کر اتریں وہ تو ہمارے علم کے موافق دو ہی فرقوں (یہود و نصاریٰ) پر اتریں جنہیں وہ لوگ آپس میں پڑھتے پڑھاتے تھے اور بعض اس کا ترجمہ بھی عربی میں کرتے تھے مثلاً ورقہ بن نوفل وغیرہ اور بہت سے مدت تک اس دھن میں لگے رہے کہ ہم بھی یہودی یا نصرانی بن جائیں لیکن ہمیں ان کی تعلیم و تدریس سے کوئی سروکار نہیں رہا۔ اس سے بحث نہیں کہ یہود و نصاریٰ جو کچھ پڑھتے پڑھاتے تھے وہ کہاں تک اپنی اصلی آسمانی صورت میں محفوظ تھی۔ مطلب صرف اس قدر ہے کہ ان شرائع و کتب کی اصلی مخاطب فقط قوم بنی اسرائیل تھی۔ خواہ اس تعلیم کے بعض اجزاء مثلاً توحید اور اصول دین کی دعوت کو وسعت دے کر بنی اسرائیل کے سوا دوسری اقوام کے حق میں بھی عام کر دیا گیا ہو تاہم جو شریعت اور کتاب سماوی مجموعی حیثیت سے کسی خاص قوم پر اسی کے مخصوص فائدہ کے لیے اتری ہو اس کے مدعو اصلی بننے سے اگر دوسری اقوام خصوصاً عرب جیسی غیور و خود دار قوم محروم رہی اور اس کو فائدہ نہ ہو تو کچھ مستبعد نہیں۔ بہرحال وہ کہہ سکتے تھے کہ کوئی آسمانی کتاب و شریعت ہماری طرف نہیں آئی اور جو کسی مخصوص قوم کے لیے آئی ہے اس سے ہم نے چنداں واسطہ نہیں رکھا ورنہ ہم تو کب شرائع پر عمل کر کے خوب بڑھ جاتے۔ مگر قرآن کے لیے اس طرح کے حیلے حوالوں کا موقع نہیں رہا۔ خدا کی حجت اس روشن کتاب اور ہدایت و رحمت عامہ کی بارش تمہارے گھر میں اتار دی گئی تاکہ وہ لوگ اس سے مستفید ہوں پھر اس امانت الٰہیہ کو تمام احمر و اسود اور مشرق و مغرب کے باشندوں تک حفاظت و احتیاط کے ساتھ پہنچا دیں۔ کیونکہ یہ کتاب کسی خاص قوم و ملک کے لیے نہیں اتری گئی۔ اس کا مخاطب تو سارا جہان ہے۔ چنانچہ خدا کے فضل و توفیق سے عرب کے ذریعہ سے خدا کا یہ تام اور آخری پیغام آج دنیا کے گوشہ گوشہ میں پہنچ گیا۔ والحمد للہ علی ذلک ۔

◆ یعنی پچھلی امتوں کا حال سن کر شاید تم کو ہوس ہوتی اور دل میں ولولہ اٹھتا کہ ہمارے پاس خدائی کتاب آتی تو ہم دوسروں سے بڑھ کر عمل کر کے دکھلاتے۔ سو تم کو ان سے بہتر کتاب دے دی گئی۔ اب دیکھیں کون کیا کام کر کے دکھلاتا ہے۔

سُوْٓءَ الْعَذَابِ بِمَا كَانُوْا يَصْدِفُوْنَ ﴿۱۵۷﴾ هَلْ يَنْظُرُوْنَ

برا عذاب ◆ بدلے میں اس کترانے کے ◆ کاہے کی راہ دیکھتے ہیں لوگ

اِلَّآ اَنْ تَاْتِيَهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ يَاْتِيَ رَبُّكَ اَوْ يَاْتِيَ

مگر یہی کہ ان پر آئیں فرشتے ◆ یا آئے تیرا رب ◆ یا آئے

بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ ؕ يَوْمَ يَاْتِيْ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ

کوئی نشانی تیرے رب کی ◆ جس دن آئے گی ◆ ایک نشانی ◆ تیرے رب کی

لَا يَنْفَعُ نَفْسًا اِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ

کام نہ آئے گا کسی کے ◆ اس کا ایمان لانا ◆ جو کہ پہلے سے ایمان نہ لایا تھا

اَوْ كَسَبَتْ فِيْٓ اِيْمَانِهَا خَيْرًا ؕ قُلِ انْتَظِرُوْٓا اِنَّا

یا اپنے ایمان میں کچھ نیکی نہ کی تھی ◆ تو کہہ دے ◆ تم راہ دیکھو ◆ ہم بھی

مُنْتَظِرُوْنَ ﴿۱۵۸﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَكَانُوْا

راہ دیکھتے ہیں ◆ جنہوں نے راہیں نکالیں ◆ اپنے دین میں ◆ اور ہو گئے

شِيَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِيْ شَيْءٍ ؕ اِنَّمَآ اَمْرُهُمْ اِلَى اللّٰهِ

بہت سے فرقے ◆ تجھ کو ان سے کچھ کام نہیں ◆ ان کا کام ◆ اللہ ہی کے حوالے ہے

ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ﴿۱۵۹﴾ مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ

پھر وہی جتلاوے گا ان کو ◆ جو کچھ وہ کرتے تھے ◆ جو کوئی لایا ایک نیکی

فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا ۚ وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا

تو اس کے لئے اس کا دس گنا ہے ◆ اور جو کوئی لایا ایک برائی ◆ سو

يُجْزٰٓى اِلَّا مِثْلَهَا وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۱۶۰﴾ قُلْ اِنَّنِىْ

سزا پائے گا اس کے برابر اور ان پر ظلم نہ ہوگا ◆ تو کہہ دے مجھ کو

هَدٰىنِىْ رَبِّىْٓ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۚ دِيْنًا قِيَمًا

بتلائی میرے رب نے راہ سیدھی دین صحیح

مِّلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ۚ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۱۶۱﴾

ملت ابراہیم کی جو ایک ہی طرف کا تھا ◆ اور نہ تھا شرک والوں میں ◆

قُلْ اِنَّ صَلَاتِىْ وَنُسُكِىْ وَمَحْيَاىَ وَمَمَاتِىْ لِلّٰهِ

تو کہہ کہ میری نماز اور میری قربانی اور میرا جینا اور میرا مرنا اللہ ہی کے لئے ہے

رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۶۲﴾ لَا شَرِيْكَ لَهٗ ۚ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ

جو پالنے والا سارے جہان کا ہے کوئی نہیں اس کا شریک ◆ اور یہی مجھ کو حکم ہوا

وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿۱۶۳﴾ قُلْ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْغِىْ رَبًّا

اور میں سب سے پہلے فرمانبردار ہوں ◆ تو کہہ کیا اب میں اللہ کے سوا تلاش کروں کوئی رب

وَّهُوَ رَبُّ كُلِّ شَىْءٍ ۭ وَلَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ

اور وہی ہے رب ہر چیز کا ◆ اور جو کوئی گناہ کرتا ہے

اِلَّا عَلَيْهَا ۚ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ۚ ثُمَّ اِلٰى

سو وہ اس کے ذمہ پر ہے اور بوجھ نہ اٹھائے گا ایک شخص دوسرے کا پھر تمہارے

رَبِّكُمْ مَّرْجِعُكُمْ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ﴿۱۶۴﴾

رب کے پاس ہی تم سب کو لوٹ کر جانا ہے سو وہ جتلائے گا جس بات میں تم جھگڑتے تھے ◆

◆ **نیکی اور برائی کی جزاء** ثُمَّ يُنَبِّئُهُم بِمَا كَانُوا يَفْعَلُونَ میں ان کے افعال شنیعہ کی مجازات پر متنبہ کیا تھا۔ ساتھ ہی ہر نیک و بد کی مجازات کا عام قانون بتلا دیا کہ بھلائی کا بدلہ کم از کم دس گنا ہے اور برائی کا زائد از زائد اسی کے برابر۔ یعنی جس نے ایک نیکی کمائی تو کم از کم وہ دس نیکیوں کا ثواب لے گا زائد کی حد نہیں وَاللّٰهُ يُضَاعِفُ لِمَن يَشَاءُ اور جو ایک بدی کا مرتکب ہوا تو وہی ایک بدی کی جس قدر سزا مقرر ہے اس سے آگے نہ بڑھیں گے تخفیف کر دیں یا بالکل معاف فرما دیں۔ یہ اختیار ہے۔ پھر جہاں فضل و رحمت کی یہ کیفیت ہو وہاں ظلم کا کیا امکان ہے۔

◆ یعنی ایک خدا ہی کا ہو رہا تھا۔

◆ یعنی تم دین میں جتنی چاہو راہیں نکالو اور جس قدر معبود چاہو ٹھہرا لو۔ مجھ کو تو میرے پروردگار نے صراط مستقیم بتلا دیا اور وہ حق خالص توحید اور کامل تفویض و توکل کا راستہ ہے۔ جس پر مورث اعظم ابو الانبیاء ابراہیم خلیل اللہ بڑے زور و شور سے چلے جن کا نام آج بھی تمام عرب اور کل ادیان معتبرہ غایت عظمت و احترام سے لیتے ہیں۔

◆ **آنحضرت ﷺ کا مقام توحید و تفویض** اس آیت میں توحید و تفویض کے سب سے اونچے مقام کا پتہ دیا گیا ہے جس پر ہمارے سید و آقا محمد رسول اللہ ﷺ فائز ہوئے۔ نماز اور قربانی کا خصوصیت سے ذکر کرنے میں مشرکین پر جو بدنی عبادت اور قربانی غیر اللہ کے لئے کرتے تھے تعریض ہو گیا۔

◆ عموماً مفسرین "وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ" کا مطلب یہ لیتے ہیں کہ اس امت محمدیہ کے اعتبار سے آپ اول المسلمین ہیں۔ لیکن جامع ترمذی کی حدیث كُنْتُ نَبِيًّا وَآدَمُ بَيْنَ الرُّوحِ وَالْجَسَدِ کے موافق آپ ازل سے نبی ہیں تو اول المسلمین ہونے میں کیا شبہ ہو سکتا ہے۔ اس کے علاوہ ممکن ہے کہ یہاں اولیت زمانی مراد نہ ہو بلکہ تقدم رتبی مراد ہو۔ یعنی میں سارے جہان کے فرمانبرداروں کی صف میں نمبر اول اور سب سے آگے ہوں۔ شاید مترجم محقق قدس سرہ نے ترجمہ میں "سب سے پہلا فرمانبردار ہوں" کی جگہ "سب سے پہلے فرمانبردار ہوں" کہہ کر اسی طرف اشارہ کیا ہو۔ کیونکہ محاورات کے اعتبار سے یہ تعبیر اولیت رتبی کے ادا کرنے میں زیادہ واضح ہے۔ واللہ اعلم۔

◆ پہلے توحید الوہیت کا ذکر تھا اب توحید ربوبیت کی تصریح فرمائی۔ یعنی جس طرح معبود اس کے سوا کوئی نہیں، مستعان بھی کوئی نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ استعانت ربوبیت عامہ پر متفرع ہے۔ إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ۔

◆ **ہر شخص اپنے عمل کا جواب دہ ہے** کفار مسلمانوں سے توحید وغیرہ میں جھگڑتے اور کہتے تھے کہ تم توحید کی راہ چھوڑ کر ہمارے راستہ پر آ جاؤ۔ اگر اس میں کوئی گناہ ہو تو وہ ہمارے سر وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِلَّذِينَ آمَنُوا اتَّبِعُوا سَبِيلَنَا وَلْنَحْمِلْ خَطَايَاكُمْ (العنکبوت رکوع ۱) یہاں اس کا جواب دے دیا کہ ہر ایک کا گناہ اسی کے سر ہے کوئی شخص دوسرے کے گناہوں کا بار نہیں اٹھا سکتا۔ باقی تمہارے جھگڑے اور اختلافات خدا کے یہاں جا کر سب طے ہو جائیں گے۔ یہ دنیا فیصلہ کی جگہ نہیں امتحان و آزمائش کا گھر ہے جیسا کہ اگلی آیت میں آگاہ فرمایا۔

وَهُوَ الَّذِىْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓئِفَ الْاَرْضِ وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ

اور وہی ہے ۔ تم کو نائب بنایا جس نے ۔ زمین میں ◆ اور بلند کیے تم میں

فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَبْلُوَكُمْ فِىْ مَآ اٰتٰىكُمْ ۭ اِنَّ

درجے ایک کے ایک پر ◆ تاکہ آزمائے تم کو ۔ اپنے دیے ہوئے حکموں میں ۔ تیرا

رَبَّكَ سَرِيْعُ الْعِقَابِ ڮ وَاِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۶۵﴾

رب جلد عذاب کرنے والا ہے ۔ اور وہی بخشنے والا مہربان ہے ◆

آیاتہا ۲۰۶ (۷) سُوْرَةُ الْاَعْرَافِ مَكِّيَّةٌ (۳۹) رکوعاتہا ۲۴

سورۃ الاعراف مکہ میں نازل ہوئی اور اس میں دو سو چھ آیتیں اور چوبیس رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

الٓمٓصٓ ﴿۱﴾ كِتٰبٌ اُنْزِلَ اِلَيْكَ فَلَا يَكُنْ فِىْ صَدْرِكَ

المص ۔ یہ کتاب اتری ہے ۔ تجھ پر ۔ سو چاہیے کہ تیرے جی میں تنگی نہ ہو اس سے

حَرَجٌ مِّنْهُ لِتُنْذِرَ بِهٖ وَذِكْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۲﴾

پہنچانے سے ◆ تاکہ تو ڈرائے اس سے ۔ اور نصیحت ہو ایمان والوں کو ◆

اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ

چلو اسی پر ۔ جو اترا تم پر ۔ تمہارے رب کی طرف سے ۔ اور نہ چلو اس کے

دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ ۭ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۳﴾ وَكَمْ مِّنْ

سوا اور رفیقوں کے پیچھے ۔ تم بہت کم دھیان کرتے ہو ◆ اور کتنی

◆ انسان اللہ کا نائب ہے | یعنی خدا نے زمین میں تم کو اپنا نائب بنایا کہ تم اس کے دیے ہوئے اختیارات سے کام لے کر کیسے کیسے مالکانہ تصرفات کرتے ہو، یا تم کو باہم ایک دوسرے کا نائب بنایا کہ ایک قوم جاتی ہے تو دوسری قوم اس کی جانشین ہوتی ہے۔

◆ انسانوں میں فرق مراتب | یعنی تمہارے آپس میں بے حد فرق مدارج رکھا۔ چنانچہ شکل و صورت، رنگ و بو، اخلاق و ملکات، اماکن و مساکن، رزق، دولت، عزت، وجاہت وغیرہ میں افراد انسانی کے بیشمار درجات ہیں۔

◆ یعنی ظاہر ہو جائے کہ ان حالات میں کون شخص کہاں تک خدا کا حکم مانتا ہے۔ ابن کثیر نے لِیَبْلُوَکُمْ فِیْ مَآ اٰتٰکُمْ سے وہ مختلف احوال و درجات مراد لئے ہیں جن میں حسب استعداد و لیاقت ان کو رکھا گیا ہے۔ اس تقدیر پر آزمائش کا حاصل یہ ہوگا کہ مثلاً غنی صاحب ثروت ہو کر کہاں تک شکر کرتا ہے اور فقیر صاحب فقر میں کس حد تک صبر کا ثبوت دیتا ہے وقس علیٰ ہذا۔ بہرحال اس آزمائش میں جو بالکل نالائق ثابت ہوا۔ حق تعالیٰ اس کے حق میں سریع العقاب اور جس سے قدرے کوتاہی رہ گئی اس کے حق میں غفور اور جو پورا اترا اس کے لئے رحیم ہے۔

(تمت سورۃ الانعام بعون اللہ الملک العلام)

سورۃ الاعراف

◆ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے "حرج" کی تفسیر شک سے کی ہے کما فَلَا یَکُنْ فِیْ صَدْرِکَ حَرَجٌ فَلَا تَکُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِیْنَ سے ہم معنی ہوگا۔ یعنی جس پیغمبر پر خدا نے اپنی کتاب نازل فرمائی اس کی شان یہ نہیں کہ ذرا سا بھی کھٹکا یا شک و شبہ کتاب کے احکام و اخبار کے متعلق اس کے دل میں لاوے۔ دوسرے مفسرین نے الفاظ کو ان کے ظاہر پر رکھا، جیسا کہ مترجم محقق نے اختیار فرمایا ہے۔ یعنی تمام خلائق میں سے چن کر جس پر خدا نے اپنی کتاب اتاری اسے لائق نہیں کہ احمقوں اور معاندین کے طعن و تشنیع یا بیہودہ سوالات سے متاثر ہو کر اس کتاب کے کسی حصہ کی تبلیغ سے منقبض اور تنگ دل ہو فَلَعَلَّکَ تَارِکٌ بَعْضَ مَا یُوْحٰٓی اِلَیْکَ وَضَآئِقٌ بِہٖ صَدْرُکَ اَنْ یَّقُوْلُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَیْہِ کَنْزٌ اَوْ جَآءَ مَعَہٗ مَلَکٌ (ہود رکوع ۲) اگر بفرض محال خود پیغمبر کے دل میں کتاب اور اس کے مستقبل کی طرف سے نہایت کامل وثوق و انشراح حاصل نہ ہو تو وہ اپنے فرض انذار و تذکیر کو کس طرح قوت و جرأت کے ساتھ ادا کر سکے گا۔

◆ نزول قرآن کی غرض و غایت | یعنی کتاب کے اتارنے سے غرض یہ ہے کہ تم ساری دنیا کو اس کے مستقبل سے آگاہ کردو اور بدی کے انجام سے ڈراؤ اور ایمان لانے والوں کے حق میں خاص طور پر یہ ایک موثر پیغام نصیحت ثابت ہو۔

◆ آدمی اگر حق تعالیٰ کی تربیت عظیم اور اپنے آغاز و انجام اور طاعت و معصیت کے نتائج پر پوری طرح دھیان کرے تو اس کو کبھی جرأت نہ ہو کہ اپنے رب کریم کی اتاری ہوئی ہدایت کو چھوڑ کر شیاطین الانس والجن کی رفاقت میں ان کے پیچھے چلنا شروع کر دے۔ گذشتہ اقوام میں سے جنہوں نے خدا کی کتابوں اور پیغمبروں کے مقابلہ پر یہ رویہ اختیار کیا، ان کو جو عبرتناک سزا ملی وہ آگے مذکور ہے۔

قَرْيَةٍ أَهْلَكْنٰهَا فَجَآءَهَا بَأْسُنَا بَيَاتًا أَوْ هُمْ قَآئِلُوْنَ ④

بستیاں ہم نے ہلاک کر دیں — کہ پہنچا ان پر ہمارا عذاب راتوں رات — یا دوپہر کو سوتے ہوئے

فَمَا كَانَ دَعْوٰىهُمْ إِذْ جَآءَهُمْ بَأْسُنَآ إِلَّآ أَنْ قَالُوْٓا

پھر یہی تھی ان کی پکار — جس وقت کہ پہنچا ان پر ہمارا عذاب — کہ کہنے لگے

إِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ⑤ فَلَنَسْئَلَنَّ الَّذِيْنَ أُرْسِلَ إِلَيْهِمْ

بیشک ہم ہی تھے گنہگار ◆ — سو ہم کو ضرور پوچھنا ہے ان سے — جن کے پاس رسول بھیجے گئے تھے

وَلَنَسْئَلَنَّ الْمُرْسَلِيْنَ ⑥ فَلَنَقُصَّنَّ عَلَيْهِمْ بِعِلْمٍ وَّمَا

اور ہم کو ضرور پوچھنا ہے رسولوں سے ◆ — پھر ہم ان کو احوال سنا دیں گے — اپنے علم سے — اور

كُنَّا غَآئِبِيْنَ ⑦ وَالْوَزْنُ يَوْمَئِذِ الْحَقُّ فَمَنْ ثَقُلَتْ

ہم کہیں غائب نہ تھے ◆ — اور تول اس دن ٹھیک ہو گی — پھر جس کی تولیں

مَوَازِيْنُهٗ فَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ⑧ وَمَنْ خَفَّتْ

بھاری ہوئیں — سو وہی ہیں نجات پانے والے — اور جس کی تولیں

مَوَازِيْنُهٗ فَأُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا أَنْفُسَهُمْ بِمَا كَانُوْا

ہلکی ہوئیں — سو وہی ہیں جنہوں نے اپنا نقصان کیا ◆ — اس واسطے کہ وہ

◆ **گزشتہ اقوام پر عذاب کا حال** یعنی جب ان کے ظلم و عدوان اور کفر و عصیان کی حد ہو چکی تو دنیاوی لذات و شہوات میں منہمک اور عذاب الٰہی سے بالکل بے فکر ہو کر خواب استراحت کے مزے لے رہے تھے کہ دفعۃً ایک ہی وار سے عذاب نے آ دبوچا۔ جب عذاب آ پہنچا تو اس وحشت ناک منظر اور ہنگامہ دار و گیر میں ساری شیخی کر کری بھول گئے چاروں طرف سے "انا کنا ظالمین" کی پکار کے سوا کچھ سنائی نہ دیتا تھا۔ گویا اس وقت انہیں واضح ہوا اور اقرار کرنا پڑا کہ خدا کسی پر ظلم نہیں کرتا ہم خود ہی اپنی جانوں پر ظلم کرتے رہے (تنبیہ) "فجاءها" کی "فا" میں مفسرین کے کئی قول ہیں۔ ہمارے نزدیک تو بہتر یہ ہے کہ "فا" کو اہلکنہا کی تفسیر و تفصیل قرار دیا جائے جیسے کہا جاتا ہے توضأ فغسل وجهه ورجليه فلاں شخص نے وضو کیا تو دھویا چہرہ اور ہاتھ وغیرہ۔ اس مثال میں "دھویا" وضو کرنے ہی کی تفصیل و تفسیر ہے۔ اسی طرح یہاں ہلاک کرنے کی تفسیر و تفصیل کیفیت عذاب کے بیان سے ہو گئی۔ واللہ اعلم۔

◆ **آخرت میں تمام امتوں سے سوال ہوگا** جن امتوں کی طرف پیغمبر مبعوث ہوئے ان سے سوال ہوگا ماذا اجبتم المرسلین (تم نے ہمارے پیغمبروں کی دعوت کو کہاں تک قبول کیا تھا؟) اور خود پیغمبروں سے پوچھیں گے ماذا اجبتم (تم کو امت کی طرف سے کیا جواب ملا تھا؟)

◆ یعنی تمہارا کوئی جلیل و حقیر اور قلیل و کثیر عمل یا ظاہری و باطنی حال ہمارے علم سے غائب نہیں۔ ہم بلا توسط غیرے اور براہ راست خبردار ہیں۔ اپنے اسی علم ازلی محیط کے موافق سب اگلے پچھلے احوال تمہارے سامنے کھول کر رکھ دیں گے۔ ملائکۃ اللہ کے لکھے ہوئے اعمال نامے بھی علم الٰہی کے سر مو خلاف نہیں ہو سکتے ان کے ذریعہ سے اطلاع دینا محض ضابطہ کی مراعات اور اقامت حجت کا مقام ہے ورنہ خدا اپنے علم میں ان ذرائع کا معاذ اللہ محتاج نہیں ہو سکتا۔

◆ **وزن اعمال اور میزان** قیامت کے دن سب لوگوں کے اعمال کا وزن کیا جائے گا۔ جن کے اعمال قلبیہ و اعمال جوارح وزنی ہوں گے وہ کامیاب ہیں اور جن کا وزن ہلکا رہا وہ خسارہ میں رہے۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ "ہر شخص کے عمل وزن کے موافق لکھے جاتے ہیں۔ ایک ہی کام ہے، اگر اخلاص و محبت سے حکم شرعی کے موافق کیا۔ اور بر محل کیا تو اس کا وزن بڑھ گیا اور دکھاوے کو یا رسم کو کیا یا موافق حکم نہ کیا یا ٹھکانے پر نہ کیا تو وزن گھٹ گیا۔ آخرت میں وہ کاغذ تلیں گے جس کے نیک کام بھاری ہوئے تو برائیوں سے درگزر ہوا اور ہلکے ہوئے تو پکڑا گیا"۔ بعض علماء کا خیال ہے کہ اعمال جو اس وقت اعراض ہیں وہاں اعیان کی صورت میں مجسم کر دیئے جائیں گے اور خود ان ہی اعمال کو تولا جائے گا۔ کہا جاتا ہے کہ ہمارے اعمال تو غیر قار الذات اعراض ہیں جن کا ہر جزء وقوع میں آنے کے ساتھ ہی ساتھ معدوم ہوتا رہتا ہے۔ پھر ان کا جمع ہونا اور تولا جانا کیا معنی رکھتا ہے؟ میں کہتا ہوں کہ گراموفون میں آج کل لمبی چوڑی تقریریں بھری جاتی ہیں۔ کیا وہ تقریریں اعراض میں سے نہ تھیں؟ جن کا ایک حرف ہماری زبان سے اسی وقت ادا ہو سکتا ہے جب اس سے پہلا حرف نکل کر ختم ہو جائے۔ پھر یہ تقریر کا سارا مجموعہ گراموفون میں کس طرح جمع ہو گیا؟ اسی سے سمجھ لو کہ جو خدا گراموفون کے موجد کا بھی موجد ہے اس کی قدرت سے کیا بعید ہے کہ ہمارے کل اعمال کے مکمل ریکارڈ تیار رکھے جس میں سے ایک شوشہ اور زیر و زبر بھی غائب نہ ہو۔ رہا ان کا وزن کیا جانا تو نصوص سے ہم اس قدر معلوم ہو چکے ہیں کہ وزن ایک میزان (ترازو) کے ذریعہ سے ہو گا جس میں کفتین اور لسان وغیرہ موجود ہیں لیکن وہ میزان اور اس کے دونوں پلے کس نوعیت و کیفیت کے ہوں گے اور اس سے وزن معلوم کرنے کا کیا طریقہ ہو گا؟ ان باتوں کا احاطہ کرنا ہماری عقول و افہام کی رسائی سے باہر ہے۔ اسی لئے ان کے جاننے کی ہمیں تکلیف بھی نہیں دی گئی۔ فقط ایک میزان کیا اس عالم کی بہت سی چیزیں ہیں کہ ان کے تفصیلی حالات کو ہم صرف اجمالی طور پر جانتے ہیں۔ پس میزان کو بھی اتنا ہی جانتا چاہیے جتنا قرآن و حدیث نے بیان کر دیا ہے۔ ہم اس سے زائد تفصیلات پر مطلع ہونا ہماری حد پرواز سے خارج ہے۔ کیونکہ جن نوامیس و قوانین کے ماتحت اس عالم کا وجود اور نظم و نسق ہے وہاں ان پر ہم اس عالم میں رہتے ہوئے پوری طرح نہیں پہنچ سکتے۔ اسی دنیا کی میزانوں کو دیکھو کتنی قسم کی ہیں۔ ایک میزان وہ ہے جس سے سونا چاندی یا موتی تولتے ہیں۔ ایک میزان سے غلہ اور سوختہ وزن کیا جاتا ہے۔ ایک میزان وہ ہے جو ریلوے اسٹیشنوں پر ہوتی ہے جس سے مسافروں کا سامان تولتے ہیں۔ ان کے سوا "مقیاس الہوا" یا "مقیاس الحرارت" وغیرہ بھی ایک طرح کی میزانیں ہیں جن سے ہوا اور حرارت وغیرہ کے درجات معلوم ہوتے ہیں۔ تھرمامیٹر ہمارے بدن کی اندرونی حرارت کو جو عوارض میں سے ہے تول کر بتلا دیتا ہے کہ اس وقت اس کے جسم میں اتنے ڈگری حرارت پائی جاتی ہے۔ جب دنیا میں بیسیوں قسم کی جسمانی میزانیں ہم مشاہدہ کرتے ہیں جن سے اعیان و اعراض کے اوزان و درجات کا تفاوت معلوم ہوتا ہے تو اس قادر مطلق کے لئے کیا مشکل ہے کہ ایک ایسی حسی میزان قائم کر دے جس سے اعمال کے اوزان و درجات کا تفاوت صورۃ و حسًا ظاہر ہو جائے۔

بِاٰيٰتِنَا يَظْلِمُوْنَ ۝٩ وَلَقَدْ مَكَّنّٰكُمْ فِي الْاَرْضِ وَ

ہماری آیتوں کا انکار کرتے تھے ◆ اور ہم نے تم کو جگہ دی زمین میں اور

جَعَلْنَا لَكُمْ فِيْهَا مَعَايِشَ ۭ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ۝١٠

مقرر کر دیں اس میں تمہارے لئے روزیاں تم بہت کم شکر کرتے ہو ◆

وَلَقَدْ خَلَقْنٰكُمْ ثُمَّ صَوَّرْنٰكُمْ ثُمَّ قُلْنَا لِلْمَلٰۗىِٕكَةِ

اور ہم نے تم کو پیدا کیا پھر صورتیں بنائیں تمہاری پھر حکم کیا فرشتوں کو

اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ ڰ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ۭ لَمْ يَكُنْ مِّنَ

کہ سجدہ کرو آدم کو پس سجدہ کیا سب نے مگر ابلیس نہ تھا وہ

السّٰجِدِيْنَ ۝١١ قَالَ مَا مَنَعَكَ اَلَّا تَسْجُدَ اِذْ اَمَرْتُكَ ۭ

سجدہ والوں میں کہا تجھ کو کیا مانع تھا کہ تو نے سجدہ نہ کیا جب میں نے حکم دیا

قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ ۚ خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ

بولا میں اس سے بہتر ہوں مجھ کو تو نے بنایا آگ سے اور اس کو بنایا

طِيْنٍ ۝١٢ قَالَ فَاهْبِطْ مِنْهَا فَمَا يَكُوْنُ لَكَ اَنْ

مٹی سے کہا تو اتر یہاں سے ◆ تو اس لائق نہیں کہ

تَتَكَبَّرَ فِيْهَا فَاخْرُجْ اِنَّكَ مِنَ الصّٰغِرِيْنَ ۝١٣ قَالَ

تکبر کرے یہاں پس باہر نکل تو ذلیل ہے ◆ بولا

اَنْظِرْنِيْٓ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ۝١٤ قَالَ اِنَّكَ مِنَ

کہ مجھ کو مہلت دے اس دن تک کہ لوگ قبروں سے اٹھائے جائیں فرمایا تجھ کو

◆ **اللہ نے روزیاں مقرر کیں** اور آیات کا انکار کرنا ان کی حق تلفی ہے جسے یظلمون سے ادا فرمایا ہے۔

◆ یہاں سے بعض آیات آفاقیہ وانفسیہ کا بیان شروع کیا ہے جس سے ایک طرف حق تعالیٰ کے وجود پر کارخانہ عالم کے حکیمانہ نظم ونسق سے استدلال اور احسانات وانعامات الہیہ کا تذکرہ فرما کر ان کی شکر گزاری کی طرف توجہ دلائی گئی ہے اور دوسری طرف نبوت کی ضرورت، انبیاء علیہم السلام کی آمد، ان کی سیرت، ان کے متبعین و مکذبین کا انجام جو اس سورت کا اصلی موضوع معلوم ہوتا ہے، اس کے بیان کے لئے یہ آیات بطور تمہید کے مقدم کی گئی ہیں۔

◆ **حق تعالیٰ سے ابلیس کا مکالمہ** یعنی تمہاری تخلیق سے پہلے، جیسے باورچی کھانے پکانے کا سامان کیا۔ پھر تمہارا مادہ پیدا فرمایا۔ پھر اس مادہ کو ایک دلکش نقشہ اور حسین وجمیل صورت عطا کی جو کسی دوسری مخلوق کو عطا نہیں کی گئی تھی۔ پھر اس تصویر خاکی کو وہ روح اور حقیقت مرحمت ہوئی جس کی بدولت تمہارے باپ آدم علیہ السلام جن کا وجود تمام افراد انسانی کے وجود پر اجمالاً مشتمل تھا "خلیفۃ اللہ" اور "مسجود ملائکہ" بنے۔ پھر جس نے اس وقت سجدہ تعظیمی سے سرتابی کی وہ مردود ازلی ٹھہرا کیونکہ وہ سجدہ خلافت الٰہیہ کے نشان کے طور پر تھا۔ "ملائکۃ اللہ" جو بحث وتمحیص اور صریح امتحان کے بعد آدم کی علمی فضیلت اور روحانی کمالات پر مطلع ہو چکے تھے حکم الٰہی سنتے ہی سجدہ میں گر پڑے اور اس طرح خلیفۃ اللہ کے دربار میں پہلے ہی قدم پر حقیقی کامل وفاشعاری اور اطاعت پذیری کا ثبوت دیا۔ اور ابلیس لعین جو دراصل جنی تھا مگر کثرت عبادات وغیرہ کی وجہ سے زمرہ ملائکہ میں شامل ہو گیا تھا آخرکار اپنی اصل کی طرف لوٹا۔ اس کی نظر آدم کی مادی ساخت سے نفخت فیہ من روحی کے ارتفاع تک نہ پہنچ سکی۔ اسی لئے صریح حکم الٰہی کے مقابلہ پر انا خیر منہ خلقتنی من نار وخلقتہ من طین کا دعویٰ کرنے لگا۔ آخر اسی اباء واستکبار اور صریح سرتابی کا نتیجہ یہ ہوا کہ اسے دعوے سے رد کر دینے اور فضائے بہشت سے نکال دینے کی پاداش میں ہمیشہ کے لئے مرتبہ قرب سے نیچے گرا دیا، اور رحمت الٰہیہ سے بہت دور پھینک دیا گیا۔ فی الحقیقت جس چیز پر اسے بڑا فخر تھا کہ وہ آگ سے پیدا ہوا ہے وہی اس کی ہلاکت ابدی کا سبب ہوئی۔ آگ کا خاصہ خفت، حدت، سرعت، بلندی اور طیش واضطراب ہے بخلاف مٹی کے کہ اس میں مستقل مزاجی، متانت اور متواضعانہ تحمل وسکون پایا جاتا ہے۔ ابلیس جو ناری الاصل تھا سجدہ کا حکم سنکر آپے سے باہر ہو گیا اور باتیں کرنے میں تیزی اور جلد بازی دکھلائی۔ آخر تکبر وتعلی کی دھوئیں نے آتش حسد میں بھڑک کر دوزخ کی آگ میں جا پڑا۔ برخلاف اس کے آدم علیہ السلام سے جب غلطی ہوئی تو عنصر خاکی نے خدا کے آگے فروتنی، خاکساری اور انقیاد واستکانت کی راہ دکھلائی۔ چنانچہ ان کی استقامت وانابت نے ثم اجتبٰہ ربہ فتاب علیہ وھدیٰ کا نتیجہ پیدا کیا۔ اس لئے کہا جا سکتا ہے کہ ابلیس لعین نے عنصری خاک سے بھی اپنی تفضیل کے دعوے میں ٹھوکر کھائی۔ چنانچہ حافظ شمس الدین ابن القیم نے بدائع الفوائد میں چند وجوہ سے مٹی کا آگ سے افضل ہونا ثابت کیا ہے۔ یہاں گنجائش نہیں۔

◆ **جنت سے ابلیس کا اخراج** یعنی جنت میں یا آسمانوں پر خدا کی وہ مخلوق رہ سکتی ہے جو خدا کی پوری مطیع وفرمانبردار ہو۔ نافرمان متکبروں کے لئے وہاں گنجائش نہیں۔ بہرحال ابلیس لعین عزت کے اس مقام سے جس پر کثرت عبادات وغیرہ کی وجہ سے اب تک فائز تھا اپنی بوالعجبی کی بدولت نیچے دھکیل دیا گیا۔ (تنبیہ) ابلیس کے مدت دراز تک زمرہ ملائکہ میں شامل رکھنے سے متنبہ کر دیا ہے کہ حق تعالیٰ نے مکلفین میں کسی کی فطرت حتی کہ شیطان کی بھی ایسی نہیں بنائی کہ وہ صرف بدی کی طرف جانے کے لئے مجبور ومضطر ہو جائے بلکہ خبیث سے خبیث ہستی بھی اصل فطرت کے اعتبار سے اس کی صلاحیت رکھتی ہے کہ اپنے کسب واختیار سے نیکی اور پرہیزگاری میں انتہائی ترقی کر کے زمرہ ملائکہ میں جا ملے۔

الْمُنظَرِينَ ﴿١٥﴾ قَالَ فَبِمَا أَغْوَيْتَنِي لَأَقْعُدَنَّ لَهُمْ

مہلت ملنے والوں میں ◆ بولا تو جیسا تو نے مجھے گمراہ کیا ہے میں بھی ضرور بیٹھوں گا ان کی تاک میں

صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيمَ ﴿١٦﴾ ثُمَّ لَآتِيَنَّهُم مِّن بَيْنِ

تیری سیدھی راہ پر ◆ پھر ان پر آؤں گا ان کے

أَيْدِيهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ أَيْمَانِهِمْ وَعَن

آگے سے اور پیچھے سے اور داہنے سے اور

شَمَائِلِهِمْ ۖ وَلَا تَجِدُ أَكْثَرَهُمْ شَاكِرِينَ ﴿١٧﴾ قَالَ

بائیں سے ◆ اور نہ پائے گا تو اکثروں کو ان میں شکرگزار ◆ کہا

اخْرُجْ مِنْهَا مَذْءُومًا مَّدْحُورًا ۖ لَّمَن تَبِعَكَ

نکل یہاں سے برے حال سے مردود ہو کر جو کوئی ان میں سے تیری

مِنْهُمْ لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنكُمْ أَجْمَعِينَ ﴿١٨﴾ وَيَا آدَمُ

راہ پر چلے گا تو مجھ کو بھر دینا ہے دوزخ کو تم سب سے ◆ اور اے آدم

اسْكُنْ أَنتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ فَكُلَا مِنْ حَيْثُ شِئْتُمَا

رہ تو اور تیری عورت جنت میں پھر کھاؤ جہاں سے چاہو

وَلَا تَقْرَبَا هَٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُونَا مِنَ الظَّالِمِينَ ﴿١٩﴾

اور پاس نہ جاؤ اس درخت کے پھر تم ہو جاؤ گے گنہگار ◆

فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطَانُ لِيُبْدِيَ لَهُمَا مَا وُورِيَ عَنْهُمَا

پھر بہکایا ان کو شیطان نے تاکہ کھول دے ان پر وہ چیز کہ ان کی نظر سے پوشیدہ تھی

◆ **ابلیس کو عمر دراز دینے کی حکمت** یعنی جب تو نے یہ درخواست کی تو مجھے کرنا ہے پہلے سے علم الٰہی میں طے شدہ ہے کہ تجھ کو مہلت دی جائے۔ جب حکمت الٰہیہ مقتضی ہوئی کہ حق تعالیٰ اپنی صفات کاملہ شہنشاہانہ عظمت و جبروت کو ظاہر کرے تو اس نے عالم کو پیدا فرمایا۔ اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ يَتَنَزَّلُ الْاَمْرُ بَيْنَهُنَّ لِتَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ وَّاَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا (الطلاق رکوع ۲) یعنی زمین و آسمان کی تخلیق اور ان کے کل نظم و نسق سے مقصود یہ ہے کہ خدا کی قدرت کاملہ اور علم محیط وغیرہ صفات کی معرفت لوگوں کو حاصل ہو۔ اسی معرفت الٰہیہ کو آیت وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ میں بعض سلف کی تفسیر کے موافق عبادت سے تعبیر فرمایا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ تخلیق عالم سے یہ غرض تب ہی پوری ہو سکتی ہے کہ حق تعالیٰ کی ہر قسم کی صفات و کمالات کا ظہور ہو اور یہ جب ہی ہو سکتا ہے کہ عالم میں مطیع و عاصی، صالح و فاسد، باغی و مجرم ہر قسم کی مخلوق موجود ہو۔ نیز اعداء اللہ کو پوری زور آزمائی اور ان کے بیائی اختیار و قوت کے تمام وسائل استعمال کرنے کی آخری حد تک مہلت و آزادی دی جائے پھر انجام کار حکومت الٰہیہ کا لشکر غالب ہو اور دشمن اپنے کیفر کردار کو پہنچیں۔ بدون امتحان آخری کامیابی دوستوں کے ہاتھ رہے۔ اس کے بدون کل صفات کمالیہ کے ظاہر ہونے کی کوئی صورت نہیں۔ پس خیر و شر اور صحیح و غلط کا پیدا کرنا اسی حکمت سے ہے کہ جو غرض تخلیق عالم کی ہے یعنی "صفات کمالیہ کا مظاہرہ" وہ بتمامہ اس کے بدون نہیں ہو سکتی۔ وَلَوْ شَاۗءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلَا يَزَالُوْنَ مُخْتَلِفِيْنَ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ رَبُّكَ وَلِذٰلِكَ خَلَقَهُمْ (ہود رکوع ۱۰) اسی لئے ضروری ہوا کہ اعدا کبیر ابلیس لعین کو جو منبع شر ہے پوری مہلت دی جائے کہ وہ تا قیام قیامت اپنے قوی و وسائل کو پوری طرح استعمال کرے۔ لیکن یہ چیز ظاہر ہے کہ براہ راست اس حیلہ گر اور مطلق کے مقابلہ پر نکلنا بھی اس لئے ضروری ہوا کہ خدا کی طرف سے بطور نیابت و خلافت ایک ایسی مخلوق مقابلہ پر لائی جائے جس سے ابلیس لعین کو آزادی کے ساتھ جنگ آزمائی کا موقع ملے۔ وَاسْتَفْزِزْ مَنِ اسْتَطَعْتَ مِنْهُمْ بِصَوْتِكَ وَاَجْلِبْ عَلَيْهِمْ بِخَيْلِكَ وَرَجِلِكَ وَشَارِكْهُمْ فِي الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ وَعِدْهُمْ وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا (بنی اسرائیل رکوع ۷) اور پھر جب تک وہ مخلوق حق نیابت اور وظیفہ خلافت ادا کرتی رہے اس کو (ملائکہ) سے کمک پہنچائی جائے اور باوجود ضعف و قلت کے اپنے فضل و رحمت سے انجام کار دشمنوں کے مقابلہ میں مظفر و منصور کیا جائے۔ یہاں خوب سمجھ لو کہ یہ زمین ابلیس اور آدم کا میدان جنگ ہے اور چونکہ پوری طرح جان توڑ مقابلہ اسی وقت ہو سکتا تھا کہ دونوں حریف ایک دوسرے سے خار کھائے ہوئے ہوں اس لئے تکوینی طور پر ایسی صورتیں پیش آئیں جن سے ہر ایک کے دل میں دوسرے کی دشمنی جاگزیں ہو جائے۔ ابلیس آدم کو سجدہ کرنے کی بناء پر مردود ہوا اور آدم علیہ السلام کو ابلیس کی وسوسہ اندازی کی بدولت جنت سے علیحدہ ہونا پڑا۔ ان واقعات سے ہر ایک کے دل میں دوسرے کی عداوت کی جڑ قائم ہو کر معرکہ کارزار گرم ہو گیا۔ والحرب سجال وانما العبرۃ للخواتیم۔

◆ **انسان سے ابلیس کی دشمنی** یعنی ان بزرگوں کی طرح ان کی اولادوں پر ڈاکہ ڈالوں گا جن کے سبب مجھے یہ روز بد دیکھنا پڑا۔

◆ یعنی ہر طرف سے ان پر حملہ آور ہوں گا۔ جہات اربعہ کا ذکر تعمیم جہات کی طرف اشارہ کرنے کے لئے ہے۔

◆ یہ ابلیس لعین کا تخمینہ تھا جو صحیح نکلا۔ وَلَقَدْ صَدَّقَ عَلَيْهِمْ اِبْلِيْسُ ظَنَّهٗ فَاتَّبَعُوْهُ اِلَّا فَرِيْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ (سبا رکوع ۲)

◆ یعنی اکثر آدمی ناشکرے ہوں گے تو ہمارا کیا بگاڑ لیں گے۔ انجام کار ان ہی تھوڑے وفاداروں کے لئے کامیابی اور فتح ہو گی اور ناشکروں کی کثرت دوزخ کی نذر ہو جائے گی۔ گویا اس طرح واضح کر دیا جائے گا کہ جنود الشیطان کی اس قدر کثرت بھی "حزب اللہ" کے قلیل التعداد لشکر کو مغلوب و مقہور نہیں کر سکی۔

◆ **آدم و حوا اور شجر ممنوعہ** آدم و حوا کو اجازت تھی کہ بلا روک ٹوک جو چاہیں کھائیں پئیں۔ بجز ایک معین درخت کے جس کا کھانا ان کی جنتی زندگی اور استعداد کے مناسب نہ تھا۔ فرما دیا کہ اس کے پاس نہ جاؤ ورنہ نقصان اٹھاؤ گے۔ میرے نزدیک یہاں فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ کا ترجمہ اگر یوں کیا جاتا تو زیادہ موزوں ہوتا "پھر ہو جاؤ گے تم نقصان اٹھانے والوں میں سے"۔ "ظلم" کے معنی نقصان اور کمی و کوتاہی کے آتے ہیں جیسا کہ وَلَمْ تَظْلِمْ مِّنْهُ شَيْـًٔا (کہف ۵) میں۔

مِنْ سَوْاٰتِهِمَا وَقَالَ مَا نَهٰىكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ

ان کی شرمگاہوں سے — اور وہ بولا — کہ تم کو نہیں روکا تمہارے رب نے اس

هٰذِهِ الشَّجَرَةِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَا مَلَكَيْنِ اَوْ تَكُوْنَا

درخت سے — مگر اس لیے کہ کہیں تم ہو جاؤ فرشتے — یا ہو جاؤ

مِنَ الْخٰلِدِيْنَ ۝۲۰ وَقَاسَمَهُمَآ اِنِّيْ لَكُمَا لَمِنَ

ہمیشہ رہنے والے — اور ان کے آگے قسم کھائی — کہ میں البتہ تمہارا

النّٰصِحِيْنَ ۝۲۱ فَدَلّٰىهُمَا بِغُرُوْرٍ ج فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ

دوست ہوں — پھر مائل کر لیا ان کو فریب سے ◆ — پھر جب چکھا ان دونوں نے درخت کو

بَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا وَطَفِقَا يَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا مِنْ

تو کھل گئیں ان پر — شرمگاہیں ان کی ◆ — اور لگے جوڑنے — اپنے اوپر

وَّرَقِ الْجَنَّةِ ط وَنَادٰىهُمَا رَبُّهُمَآ اَلَمْ اَنْهَكُمَا عَنْ

بہشت کے پتے ◆ — اور پکارا ان کو رب نے — کیا میں نے منع نہ کیا تھا تم کو اس

تِلْكُمَا الشَّجَرَةِ وَاَقُلْ لَّكُمَآ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمَا عَدُوٌّ

درخت سے — اور نہ کہہ دیا تھا تم کو — کہ شیطان تمہارا

مُّبِيْنٌ ۝۲۲ قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا سکتة وَاِنْ لَّمْ

کھلا دشمن ہے — بولے وہ دونوں اے رب ہمارے — ظلم کیا ہم نے اپنی جان پر — اور اگر

تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝۲۳ قَالَ

تو ہم کو نہ بخشے — اور ہم پر رحم نہ کرے — تو ہم ضرور ہو جائیں گے تباہ — فرمایا

◆ **آدم و حوا کو اغوائے شیطانی:** آدم و حوا شیطان کی قسموں سے متاثر ہوئے کہ خدا کا نام لے کر کون جھوٹ بولنے کی جرأت کر سکتا ہے، شاید وہ سمجھے کہ واقعی اس کے کھانے سے ہم فرشتے بن جائیں گے یا پھر کبھی فنا نہ ہوں گے۔ اور حق تعالیٰ نے جو نہی فرمائی تھی اس کی تعلیل یا تاویل کر لی ہوگی یعنی فَتَكُونَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ اور اِنَّ هٰذَا عَدُوٌّ لَّكَ وَلِزَوْجِكَ فَلَا يُخْرِجَنَّكُمَا مِنَ الْجَنَّةِ فَتَشْقٰى وغیرہ سے نسیان ہو گیا اور یہ بھی خیال نہ رہا کہ جب وہ مسجود ملائکہ بنائے جا چکے پھر ملک بننے کی کیا ضرورت رہی۔ فَنَسِيَ وَلَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا (طٰہٰ رکوع ۶) واضح ہو کہ نواہی کبھی تو تشریعی ہوتے ہیں اور کبھی شفقۃً۔ اس کو یوں سمجھو کہ مثلاً ایک قانون میں بدون ٹکٹ سفر کرنے کی ممانعت ہے یہ تو قانونی حیثیت رکھتی ہے جس کا اثر کمپنی کے حقوق پر پڑتا ہے اور ایک جو کاغذوں میں لکھا ہوتا ہے کہ "مت تھوکو کہ اس سے بیماری پھیلتی ہے" یہ بھی منع ہے جیسا کہ بیماری پھیلنے کی تعلیل سے ظاہر ہے۔ اسی طرح خدا کے اوامر و نواہی بعض تشریعی ہیں جن کی خلاف ورزی کرنے والا قانونی مجرم سمجھا جاتا ہے اور جن کا ارتکاب کرنا ان حقوق کے منافی ہے جن کی حفاظت کرنا تشریع کا منشا تھا۔ دوسرے وہ اوامر و نواہی ہیں جن کا منشا تشریع نہیں محض شفقت ہے جیسا کہ طب نبوی وغیرہ کی بہت سی احادیث میں علماء نے تصریح کی ہے۔ شاید آدم علیہ السلام نے اکل شجرہ کی ممانعت کو نہی شفقت سمجھا ہو اسی لئے شیطان کی وسوسہ اندازی کے بعد اس کی خلاف ورزی کرنے کو زیادہ بھاری خیال نہ کیا۔ مگر چونکہ انبیاء علیہم السلام کی چھوٹی سی لغزش بھی ان کے مرتبہ قرب کے لحاظ سے عظیم و ثقیل بن جاتی ہے اس لئے اپنی غلطی کا ظاہری نقصان اٹھانے کے علاوہ مدت دراز تک توبہ و استغفار میں مشغول رہنا پڑا۔ آخرکار ثُمَّ اجْتَبٰهُ رَبُّهٗ فَتَابَ عَلَيْهِ وَهَدٰى کے نتیجہ پر پہنچ گئے۔

بود آدم دیدۂ نور قدیم ٭ موئے اندر دیدہ بود کوہ عظیم

◆ **جنت کے لباس کا اترنا:** یعنی معمولی لغزش کرا کر لباس جنتی ان پر سے اتروا دیا۔ کیونکہ جنتی لباس حقیقت میں لباس تقویٰ کی ایک محسوس صورت ہوتی ہے کسی ممنوع کے ارتکاب سے جس قدر لباس تقویٰ میں رخنہ پڑے گا اسی قدر جنتی لباس سے محرومی ہوگی۔ غرض شیطان نے کوشش کی کہ عصیان کرا کر آدم کے بدن سے بطریق مجازات جنت کا خلعت و افسر اتروا دے۔ یہ میرا خیال ہے لیکن حضرت شاہ صاحبؒ نے نزع لباس کو اکل شجرہ کے ایک طبعی اثر کے طور پر لیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ "حاجت استنجا اور حاجت شہوت جنت میں نہ تھی ان کے بدن پر کپڑے تھے جو کبھی اترتے نہ تھے کیونکہ حاجت اتارنے کی نہ ہوتی تھی۔ آدم و حوا اپنے اعضاء سے واقف نہ تھے جب یہ گناہ ہوا تو لوازم بشری پیدا ہوئے اپنی حاجت سے خبردار ہوئے اور اپنے اعضاء دیکھے۔" گویا اس درخت کے کھانے سے جو پہلا نشان گرد و پیش پر اقتضاء طبعی کا ظاہر ہوا "سوآۃ" کے تحقق کی نسبت صحت ہے تو اکل یا اکل کے قصہ میں "سَوْاٰتُهُمَا" فرمایا اور حدیث میں ہے "بصدی سوآتہ یا بغلتہ" اب تک آدم کی نظر میں صرف اپنی سادگی اور معصومیت تھی اور ابلیس کی نظر میں صرف اس کی خلقی کمزوریاں تھیں لیکن اکل شجرہ کے بعد آدم کو اپنی کمزوریاں پیش نظر ہو گئیں اور جب اس غلطی کے بعد انہوں نے توبہ و انابت اختیار کی تو ابلیس کو بھی ان کے علمی کمال اور اخلاقی نجابت و شرافت کا مشاہدہ ہو گیا۔ اس نے سمجھ لیا کہ یہ مخلوق لغزش کھا کر بھی ہمیشہ مار کھانے والی نہیں۔ اِنَّ عِبَادِيْ لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ شاید اسی لحاظ سے تورات میں جیسا کہ صاحب معالم کی نقل کے موافق اس درخت کو "شجرۃ علم الخیر والشر" سے موسوم کیا گیا ہے۔ واللہ اعلم۔

◆ یعنی برہنہ ہو کر شرمائے اور پتوں سے بدن ڈھانپنے لگے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ گو آدمی پیدائش کے وقت ننگا ہوتا ہے مگر فطری حیا نوع بشر کی گھٹی میں ہے۔

اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۚ وَلَكُمْ فِي الْاَرْضِ

تم اترو ۔ تم ایک دوسرے کے دشمن ہوگے ۔ اور تمہارے واسطے ۔ زمین میں

مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ ﴿٢٤﴾ قَالَ فِيْهَا تَحْيَوْنَ وَ

ٹھکانا ۔ اور نفع اٹھانا ہے ۔ ایک وقت تک ۔ فرمایا اسی میں تم زندہ رہوگے ۔ اور

فِيْهَا تَمُوْتُوْنَ وَمِنْهَا تُخْرَجُوْنَ ﴿٢٥﴾ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ

اسی میں تم مروگے ۔ اور اسی سے تم نکالے جاؤگے ۔ اے اولاد آدم

قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُّوَارِيْ سَوْاٰتِكُمْ وَرِيْشًا ۭ

ہم نے اتاری تم پر ۔ پوشاک ۔ جو ڈھانکے تمہاری شرمگاہیں ۔ اور اتارے آرائش کے کپڑے

وَلِبَاسُ التَّقْوٰى ۙ ذٰلِكَ خَيْرٌ ۭ ذٰلِكَ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ

اور پوشاک پرہیزگاری کی ۔ وہ سب سے بہتر ہے ۔ یہ نشانیاں ہیں اللہ کی قدرت کی

لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ﴿٢٦﴾ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ لَا يَفْتِنَنَّكُمُ الشَّيْطٰنُ

تاکہ وہ لوگ غور کریں ۔ اے اولاد آدم ۔ نہ بہکائے تم کو شیطان

كَمَآ اَخْرَجَ اَبَوَيْكُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ يَنْزِعُ عَنْهُمَا لِبَاسَهُمَا

جیسا کہ اس نے نکال دیا تمہارے ماں باپ کو ۔ بہشت سے ۔ اتروائے ان سے ان کے کپڑے

لِيُرِيَهُمَا سَوْاٰتِهِمَا ۭ اِنَّهٗ يَرٰىكُمْ هُوَ وَقَبِيْلُهٗ مِنْ

تاکہ دکھلائے ان کو ۔ شرمگاہیں ان کی ۔ وہ دیکھتا ہے تم کو ۔ وہ اور اس کی قوم

حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ ۭ اِنَّا جَعَلْنَا الشَّيٰطِيْنَ اَوْلِيَاۗءَ

جہاں سے تم ان کو نہیں دیکھتے ۔ ہم نے کر دیا ۔ شیطانوں کو ۔ رفیق

ع

كُلِّ مَسْجِدٍ وَّكُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا ۚ اِنَّهٗ

ہر نماز کے وقت اور کھاؤ اور پیو اور بے جا خرچ نہ کرو اس کو

لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ ﴿۳۱﴾ قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ

خوش نہیں آتے بے جا خرچ کرنے والے ◆ تو کہہ کس نے حرام کیا اللہ کی زینت کو

اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ ۭ قُلْ هِيَ

جو اس نے پیدا کی اپنے بندوں کے واسطے اور ستھری چیزیں کھانے کی تو کہہ

لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا خَالِصَةً يَّوْمَ

نعمتیں اصل میں ایمان والوں کے واسطے ہیں دنیا کی زندگی میں خالص انہی کے واسطے ہیں

الْقِيٰمَةِ ۭ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴿۳۲﴾

قیامت کے دن اسی طرح مفصل بیان کرتے ہیں ہم آیتیں ان کے لیے جو سمجھتے ہیں ◆

قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا

تو کہہ دے میرے رب نے حرام کیا ہے صرف بے حیائی کی باتوں کو جو ان میں کھلی ہوئی ہیں

وَمَا بَطَنَ وَالْاِثْمَ وَالْبَغْيَ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَاَنْ تُشْرِكُوْا

اور جو چھپی ہوئی ہیں اور گناہ کو ◆ اور ناحق کی زیادتی کو اور اس بات کو کہ شریک کرو

بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا وَّاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَي

اللہ کا ایسی چیز کو کہ جس کی اس نے سند نہیں اتاری اور اس بات کو کہ لگاؤ اللہ کے

اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَلِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ ۚ فَاِذَا جَاۗءَ

ذمہ وہ باتیں جو تم کو معلوم نہیں ◆ اور ہر فرقے کے واسطے ایک وعدہ ہے پھر جب آپہنچے گا

أَجَلُهُمْ لَا يَسْتَأْخِرُونَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُونَ ﴿۳۴﴾

ان کا وعدہ — نہ پیچھے سرک سکیں گے ایک گھڑی — اور نہ آگے سرک سکیں گے ◆

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ اِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَقُصُّوْنَ

اے اولاد آدم کی — اگر آئیں تمہارے پاس رسول — تم میں کے — کہ سنائیں

عَلَيْكُمْ اٰيٰتِيْ ۙ فَمَنِ اتَّقٰى وَاَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ

تم کو آیتیں میری — تو جو کوئی ڈرے — اور نیکی پکڑے — تو نہ خوف ہوگا ان پر

وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۳۵﴾ وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا

اور نہ وہ غمگین ہوں گے — اور جنہوں نے جھٹلایا ہماری آیتوں کو

وَاسْتَكْبَرُوْا عَنْهَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا

اور تکبر کیا ان سے — وہی ہیں دوزخ میں رہنے والے — وہ اسی میں

خٰلِدُوْنَ ﴿۳۶﴾ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ

ہمیشہ رہیں گے ◆ — پھر اس سے زیادہ ظالم کون — جو بہتان باندھے اللہ پر

كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ ۭ اُولٰٓئِكَ يَنَالُهُمْ نَصِيْبُهُمْ

جھوٹ — یا جھٹلائے اس کے حکموں کو ◆ — وہ لوگ ہیں کہ ملے گا ان کو جو ان کا حصہ لکھا ہوا ہے

مِّنَ الْكِتٰبِ ۭ حَتّٰٓى اِذَا جَاۗءَتْهُمْ رُسُلُنَا يَتَوَفَّوْنَهُمْ ۙ

کتاب میں ◆ — یہاں تک کہ جب پہنچیں ان کے پاس ہمارے بھیجے ہوئے — ان کی جان لینے کو

قَالُوْٓا اَيْنَ مَا كُنْتُمْ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۭ قَالُوْا

تو کہیں — کہاں ہیں وہ جن کو تم پکارا کرتے تھے — سوا اللہ کے — بولیں گے

۱ **ایک شبہ اور اس کا جواب** بظاہر شبہ ہوتا ہے کہ جب وعدہ کا وقت آ پہنچا اور بعض کے نزدیک تو تاخیر کا امکان عقلی تھا اس لئے اس کی نفی ضروری ہوئی مگر تقدیم تو عقلاً ممکن ہی نہیں۔ اس کی نفی سے کیا فائدہ ہے؟ اسی شبہ کی وجہ سے بعض مفسرین نے لَا یَسْتَقْدِمُوْنَ کا عطف شرطیہ اِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ ...... الخ پر مانا ہے اور بعض نے جَآءَ اَجَلُهُمْ سے قرب وقوع مراد لیا ہے۔ میرے نزدیک ان تکلفات کی حاجت نہیں۔ محاورات میں کسی ایسی چیز کو جس کے متعلق دو طرفیں ہوں زور اور تاکید سے ثابت کرنے کے لئے بسا اوقات ایک طرف کی جو محتمل الثبوت ہو نفی مقصود ہوتی جاتی ہے اور دوسری طرف کی جو پہلے سے غیر محتمل ہے نفی کو محض مبالغہ تاکید اور تحسین کلام کے طور پر استطراداً ذکر کر دیتے ہیں۔ ایک خریدار دوکاندار سے کسی چیز کی قیمت معلوم کر کے کہتا ہے کہ "کم و بیش" دوکاندار بھی کہہ دیتا ہے کہ "کم و بیش نہیں ہو سکتا" دونوں جگہ "کم" کا ذکر مقصود ہے اور "بیش" کا لفظ محض تعیین قیمت کی تاکید و مبالغہ کے لئے استطراداً ذکر کیا گیا ہے۔ یہاں بھی غرض اصلی کلام سے یہ ہے کہ خدا کا وعدہ جب آ پہنچتا ہے پھر اٹل ہے ایک منٹ کی تقدیم و تاخیر نہیں ہو سکتی۔ مقصود تاخیر کی نفی کرتا ہے۔ تقدیم جو پہلے سے ظاہر الانتفاء تھی اس کی نفی کرنا محض وعدہ کے اٹل ہونے پر زور ڈالنے کا ایک پیرایہ ہے۔ یعنی خدا پر افترا کرنے والے اور اس کی طرف نسبت کر کے حرام و حلال بتانے والے خدا کی ڈھیل پر مغرور و بے فکر نہ ہوں، ہر امت اور ہر فرد کی خدا کے یہاں ایک معین مدت ہے جب سزا کی گھڑی آ جائے گی پھر ٹل نہ سکے گی۔

۲ **دنیا میں پیغمبروں کی بعثت کا وعدہ** ابن جریر نے ابو سیار سلمی سے نقل کیا ہے کہ یہ خطاب یٰبَنِیْۤ اٰدَمَ اِمَّا یَاْتِیَنَّکُمْ ...... الخ کل اولاد آدم کو عالم ارواح میں ہوا تھا۔ جیسا کہ سورۂ بقرہ کے سیاق سے ظاہر ہوتا ہے۔ قُلْنَا اهْبِطُوْا مِنْهَا جَمِیْعًا فَاِمَّا یَاْتِیَنَّکُمْ مِّنِّیْ هُدًى ...... الخ اور بعض محققین کے نزدیک جو خطاب ہر زمانہ میں ہر قوم کو ہوتا رہا اس کی حکایت ہے۔ میرے نزدیک دو رکوع پہلے سے جو مضمون چلا آ رہا ہے اس کی ترتیب و تنسیق خود ظاہر کرتی ہے کہ جب آدم و حوا اپنے اصلی مسکن (جنت) سے جہاں ان کو آزادی و فراخی کے ساتھ بلا روک ٹوک زندگی بسر کرنے کا حکم دیا جا چکا تھا۔ عارضی طور پر محروم کر دیئے گئے تو ان کی مصالح و وراثت پر نظر کرتے ہوئے مناسب معلوم ہوا کہ اس حرمان کی تلافی اور تمام اولاد آدم کو اپنی آبائی میراث واپس دلانے کے لئے کچھ ہدایات کی جائیں۔ چنانچہ حضرت آدم کا قصہ ختم کرنے کے بعد یٰبَنِیْۤ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَیْکُمْ لِبَاسًا ...... الخ سے خطاب شروع فرما کر تین چار رکوع تک ان ہی ہدایات کا مسلسل بیان ہوا ہے۔ ان آیات میں کل اولاد آدم کو گویا ایک وقت موجود تسلیم کر کے عام خطاب کیا گیا ہے کہ جنت سے نکلنے کے بعد ہم نے جنتی لباس و طعام کی جگہ تمہارے لئے زمینی لباس و طعام کی تدبیر فرما دی گو جنت کی خوشحالی اور بے فکری یہاں میسر نہیں تاہم ہر قسم کی راحت و آسائش کے سامان سے متمتع ہونے کا تم کو موقع دیا تاکہ تم یہاں رہ کر اطمینان سے اپنا مسکن اصلی اور آبائی ترکہ واپس لینے کی تدبیر کر سکو۔ چاہیے کہ شیطان لعین کے مکر و فریب سے ہشیار رہو کہیں ہمیشہ کے لئے تم کو اس میراث سے محروم نہ کر دے۔ بے حیائی اور اثم و عدوان سے بچو، اخلاص و عبودیت کا راستہ اختیار کرو۔ خدا کی نعمتوں سے تمتع کرو مگر جو حدود و قیود مالک حقیقی نے عائد کر دی ہیں ان سے تجاوز نہ کرو۔ پھر دیکھو جو قوم اپنی اپنی مدت موعود پوری کر کے کس طرح اپنے ٹھکانے پر پہنچ جاتی ہے۔ اس اثناء میں اگر خدا کسی وقت تم ہی میں سے اپنے پیغمبر مبعوث فرمائے جو خدا کی آیات پڑھ کر سنائیں جن سے تم کو اپنے باپ کی اصلی میراث (جنت) حاصل کرنے کی ترغیب و تذکیر ہو اور مالک حقیقی کی خوشنودی کی راہیں معلوم ہوں، ان کی پیروی اور مدد کرو۔ خدا سے ڈر کر برے کاموں کو چھوڑو اور اعمال صالحہ اختیار کرو تو پھر تمہارا مستقبل بالکل بے خوف و خطر ہے۔ تم ایسے مقام پر پہنچ جاؤ گے جہاں سکون و امن و اطمینان کے سوا کوئی دوسری چیز نہیں۔ ہاں اگر ہماری آیتوں کو جھٹلایا اور تکبر کر کے ان پر عمل کرنے سے کترائے تو مسکن اصلی اور آبائی میراث سے دائمی محرومی اور ابدی عذاب و ہلاکت کے سوا کچھ ہاتھ نہ لگے گا۔ بہرحال جو لوگ اس آیت سے ختم نبوت کی نصوص قطعیہ کے خلاف قیامت تک کے لئے انبیاء و رسل کی آمد کا دروازہ کھولنا چاہتے ہیں ان کے لئے اس جگہ کوئی موقع اپنی مطلب براری کا نہیں۔

۳ یعنی ان سچے پیغمبروں کی تصدیق کرنا ضروری ہے جو واقعی خدا کی آیات سناتے ہیں، باقی جو شخص پیغمبری کا جھوٹا دعویٰ کر کے اور جھوٹی آیات بنا کر خدا پر افترا کرے یا کسی سچے پیغمبر کو اور اس کی لائی ہوئی آیات کو جھٹلائے ان دونوں سے زیادہ ظالم کوئی نہیں۔

۴ یعنی دنیا میں عمر و رزق وغیرہ جتنا مقدر ہے یا یہاں کی ذلت و رسوائی جو ان کے لئے لکھی ہے وہ پہنچے گی، پھر مرتے وقت اور مرنے کے بعد جو گت بنے گی اس کا ذکر آگے آتا ہے۔ اور اگر نَصِیْبُهُمْ مِّنَ الْكِتٰبِ سے دنیا کا نہیں عذاب اخروی کا حصہ مراد لیا جائے تو حَتّٰۤى اِذَا جَآءَتْهُمْ سے اس پر تنبیہ ہوگی کہ اس عذاب کے مبادی کا سلسلہ اسی دنیوی زندگی کے آخری لحظات میں شروع ہو جاتا ہے۔

ضَلُّوْا عَنَّا وَشَهِدُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ اَنَّهُمْ كَانُوْا

وہ ہم سے گم ہو گئے اور اقرار کریں گے اپنے اوپر کہ بے شک وہ

كٰفِرِيْنَ ﴿۳۷﴾ قَالَ ادْخُلُوْا فِيْٓ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ

کافر تھے ◆ فرمائے گا داخل ہو جاؤ ان امتوں میں جو تم سے پہلے

قَبْلِكُمْ مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ فِي النَّارِ ۭ كُلَّمَا دَخَلَتْ

جو گزر چکی ہیں جن اور انسانوں میں سے دوزخ کے اندر ◆ جب داخل ہوگی

اُمَّةٌ لَّعَنَتْ اُخْتَهَا ۭ حَتّٰٓى اِذَا ادَّارَكُوْا فِيْهَا جَمِيْعًا ۙ

ایک امت تو لعنت کرے گی دوسری امت پر ◆ یہاں تک کہ جب اکٹھے ہو جائیں گے سب اس میں

قَالَتْ اُخْرٰىهُمْ لِاُوْلٰىهُمْ رَبَّنَا هٰٓؤُلَاۗءِ اَضَلُّوْنَا

تو کہیں گے ان کے پچھلے پہلوں کو اے ہمارے پروردگار انہوں نے ہی ہم کو گمراہ کیا

فَاٰتِهِمْ عَذَابًا ضِعْفًا مِّنَ النَّارِ ڛ قَالَ لِكُلٍّ

سو ان کو دگنا عذاب آگ کا فرمائے گا کہ سب کو

ضِعْفٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَعْلَمُوْنَ ﴿۳۸﴾ وَقَالَتْ اُوْلٰىهُمْ

دگنا لیکن تم نہیں جانتے اور کہیں گے ان کے پہلے

لِاُخْرٰىهُمْ فَمَا كَانَ لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ فَضْلٍ

پچھلوں کو تم کو ہم پر کچھ فضیلت نہ ہوئی

فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ ﴿۳۹﴾ اِنَّ

اب چکھو عذاب ◆ بدلہ اس کا جو کماتے تھے ◆ بے شک

ع ۱۱

◆ یعنی جب فرشتے نہایت سختی سے اُن کی روح قبض کر کے بدن سے لے جاتے ہیں تو اُن سے کہتے ہیں کہ خدا کے سوا جن کو تم پکارا کرتے تھے وہ کہاں گئے جواب تمہارے کام نہیں آتے۔ انہیں بلاؤ تا کہ اس مصیبت سے تمہیں چھڑائیں۔ اس وقت کفار کو اقرار کرنا پڑتا ہے کہ ہم سخت غلطی میں پڑے تھے کہ ایسی چیزوں کو معبود و مستعان بنایا جو اس کے مستحق نہ تھے۔ آج ہماری اس مصیبت میں ان کا کہیں پتہ نہیں۔ لیکن بے وقت کا اقرار و ندامت کیا نفع دے سکتا ہے حکم ہوگا اُدْخُلُوْا فِیْٓ اُمَمٍ .... رہ گئی باقی بعض مواضع میں جو وارد ہوا ہے کہ وہ اپنے کفر و شرک سے انکار کریں گے وہ اس آیت کے منافی نہیں۔ کیونکہ قیامت میں مواقف اور احوال مختلف ہوں گے اور جماعتیں بھی بے شمار ہوں گی کہیں ایک موقف یا ایک جماعت کا ذکر ہے کہیں دوسری کا۔

◆ یعنی آگے پیچھے سب کفار کو دوزخ میں داخل ہونا ہے۔

◆ دوزخ میں اُمتوں کی ایک دوسرے پر لعنت یعنی اس مصیبت میں باہم ہمدردی تو کیا ہوتی، دوزخی ایک دوسرے پر لعن طعن کریں گے شاید اتباع اپنے سرداروں سے کہیں کہ تم پر خدا کی لعنت ہو تم اپنے ساتھ ہمیں بھی لے ڈوبے اور سردار اتباع سے کہیں کہ ملعونو! اگر ہم گڑھے میں گر پڑے تھے تو تم کیوں اندھے بن گئے تھے وغیرہ ذالک۔

◆ یعنی ایک حساب سے پہلوں کا گناہ دگنا کہ خود گمراہ ہوئے اور دوسرے آنے والوں کے لئے راہ ڈالی۔ اور ایک طرح پچھلوں کا دگنا کہ خود بہکے اور پہلوں کا حال دیکھ سن کر عبرت حاصل نہ کی۔ یا چونکہ ہر دوزخی کا عذاب اپنے اپنے درجہ کے موافق دگنا تگنا ہوتا رہے گا اس لئے فرمایا کہ ہر ایک کا عذاب دگنا ہوتا چلا جائے گا۔ ابھی آغاز تعذیب میں تمہیں انجام کی خبر نہیں۔ یعنی پہلوں کا عذاب دگنا کرا دینے سے تم پچھلوں کو کوئی شفاء اور راحت نصیب نہیں ہو سکتی۔ یہ تقریر اس صورت میں ہے کہ لِكُلٍّ ضِعْفٌ سے دونوں فریق مراد لیے جائیں۔ لیکن ابن کثیر کے نزدیک اس آیت میں پچھلوں کو مخاطب کیا گیا ہے کہ بے شک ہم نے پہلوں میں سے ہر ایک کے لئے اس کے درجہ کے موافق دگنا عذاب رکھا جیسا کہ دوسری جگہ خبر دی ہے اَلَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ زِدْنٰھُمْ عَذَابًا فَوْقَ الْعَذَابِ (نحل، رکوع ۱۲) وَلَیَحْمِلُنَّ اَثْقَالَھُمْ وَاَثْقَالًا مَّعَ اَثْقَالِھِمْ (عنکبوت، رکوع ۱) وَمِنْ اَوْزَارِ الَّذِیْنَ یُضِلُّوْنَھُمْ بِغَیْرِ عِلْمٍ (نحل، رکوع ۳)

الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا وَاسْتَكْبَرُوا عَنْهَا لَا تُفَتَّحُ

جنہوں نے جھٹلایا ہماری آیتوں کو ۔ اور ان سے مقابلہ میں تکبر کیا ۔ نہ کھولے جائیں گے

لَهُمْ أَبْوَابُ السَّمَاءِ وَلَا يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ حَتَّىٰ

ان کے لیے دروازے آسمان کے ◆ اور نہ داخل ہوں گے جنت میں ۔ یہاں تک

يَلِجَ الْجَمَلُ فِي سَمِّ الْخِيَاطِ ۚ وَكَذَٰلِكَ نَجْزِي

کہ گھس جائے اونٹ ۔ سوئی کے ناکے میں ◆ اور ہم یوں بدلہ دیتے ہیں

الْمُجْرِمِينَ ﴿٤٠﴾ لَهُم مِّن جَهَنَّمَ مِهَادٌ وَمِن فَوْقِهِمْ

مجرموں کو ۔ ان کے واسطے دوزخ کا بچھونا ہے ۔ اور اوپر سے

غَوَاشٍ ۚ وَكَذَٰلِكَ نَجْزِي الظَّالِمِينَ ﴿٤١﴾ وَالَّذِينَ آمَنُوا

اوڑھنا ◆ اور ہم یوں بدلہ دیتے ہیں ظالموں کو ۔ اور جو ایمان لائے

وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا

اور کئے نیک ۔ ہم بوجھ نہیں رکھتے کسی پر ۔ مگر اس کی طاقت کے موافق

أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ ۖ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴿٤٢﴾ وَ

وہی ہیں جنت کے رہنے والے ۔ وہ اسی میں ہمیشہ رہیں گے ◆ اور

نَزَعْنَا مَا فِي صُدُورِهِم مِّنْ غِلٍّ تَجْرِي مِن

نکال لیں گے ۔ ہم جو کچھ ان کے دلوں میں خفگی تھی ◆ بہتی ہوں گی

تَحْتِهِمُ الْأَنْهَارُ ۖ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي هَدَانَا

ان کے نیچے نہریں ۔ اور وہ کہیں گے ۔ شکر اللہ کا جس نے ہم کو یہاں تک پہنچا دیا

لِهٰذَا ۣ وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْلَآ اَنْ هَدٰىنَا اللّٰهُ ۚ

اور ہم نہ تھے راہ پانے والے اگر نہ ہدایت کرتا ہم کو اللہ

لَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ ؕ وَنُوْدُوْٓا اَنْ

بے شک لائے تھے رسول ہمارے رب کے سچی بات ◆ اور آواز آئی کہ

تِلْكُمُ الْجَنَّةُ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۴۳﴾

یہ جنت ہے وارث ہوئے تم اس کے بدلے میں اپنے اعمال کے ◆

وَنَادٰٓى اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ اَصْحٰبَ النَّارِ اَنْ قَدْ

اور پکاریں گے جنت والے دوزخ والوں کو کہ

وَجَدْنَا مَا وَعَدَنَا رَبُّنَا حَقًّا فَهَلْ وَجَدْتُّمْ مَّا

ہم نے پایا جو ہم سے وعدہ کیا تھا ہمارے رب نے سچا سو تم نے بھی پایا

وَعَدَ رَبُّكُمْ حَقًّا ؕ قَالُوْا نَعَمْ ۚ فَاَذَّنَ مُؤَذِّنٌ

اپنے رب کے وعدہ کو سچا وہ کہیں گے ہاں پھر پکارے گا ایک پکارنے والا

بَيْنَهُمْ اَنْ لَّعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ ﴿۴۴﴾ لا الَّذِيْنَ

ان کے بیچ میں کہ لعنت ہے اللہ کی ان ظالموں پر جو

يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَيَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ۚ

روکتے تھے اللہ کی راہ سے اور ڈھونڈتے تھے اس میں کجی

وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ كٰفِرُوْنَ ﴿۴۵﴾ وَبَيْنَهُمَا حِجَابٌ ۚ

اور وہ آخرت سے منکر تھے ◆ اور دونوں کے بیچ میں ہوگی ایک دیوار ◆

وَعَلَى الْاَعْرَافِ رِجَالٌ يَّعْرِفُوْنَ كُلًّاۢ بِسِيْمٰهُمْ

اور اعراف کے اوپر مرد ہوں گے کہ پہچانتے ہیں ہر ایک کو ان کی نشانی سے

وَنَادَوْا اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ اَنْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ قف لَمْ

اور وہ پکاریں گے جنت والوں کو کہ سلامتی ہے تم پر

يَدْخُلُوْهَا وَهُمْ يَطْمَعُوْنَ ﴿٤٦﴾ وَاِذَا صُرِفَتْ اَبْصَارُهُمْ

وہ ابھی جنت میں داخل نہیں ہوئے اور وہ امیدوار ہیں ◆ اور جب پھریں گی ان کی نگاہ

تِلْقَآءَ اَصْحٰبِ النَّارِ ۙ قَالُوْا رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا مَعَ

دوزخ والوں کی طرف تو کہیں گے اے ہمارے رب نہ کر ہم کو ساتھ

الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿٤٧﴾ ع وَنَادٰٓى اَصْحٰبُ الْاَعْرَافِ

ظالم لوگوں کے ◆ اور پکاریں گے اعراف والے

رِجَالًا يَّعْرِفُوْنَهُمْ بِسِيْمٰهُمْ قَالُوْا مَآ اَغْنٰى عَنْكُمْ

ان مردوں کو کہ ان کو پہچانتے ہیں ان کی نشانی سے ◆ کہیں گے نہ کام آئی تمہارے

جَمْعُكُمْ وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿٤٨﴾ اَهٰٓؤُلَآءِ

تمہاری جماعت اور جو تم تکبر کیا کرتے تھے ◆ اب یہ وہی ہیں

الَّذِيْنَ اَقْسَمْتُمْ لَا يَنَالُهُمُ اللّٰهُ بِرَحْمَةٍ ط اُدْخُلُوا

کہ تم قسم کھایا کرتے تھے کہ نہ پہنچائے گا ان کو اللہ اپنی رحمت چلے جاؤ

الْجَنَّةَ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمْ وَلَآ اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ ﴿٤٩﴾

جنت میں نہ ڈر ہے تم پر اور نہ تم غمگین ہو گے ◆

وَنَادٰٓی اَصْحٰبُ النَّارِ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ اَنْ اَفِیْضُوْا

اور پکاریں گے — دوزخ والے — جنت والوں کو — کہ بہاؤ

عَلَیْنَا مِنَ الْمَآءِ اَوْ مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ ؕ قَالُوْٓا اِنَّ

ہم پر — تھوڑا سا پانی — یا جو اس میں سے جو روزی تم کو دی اللہ نے — کہیں گے

اللّٰهَ حَرَّمَهُمَا عَلَی الْكٰفِرِیْنَ ﴿۵۰﴾ الَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا

اللہ نے ان دونوں کو روک دیا ہے — کافروں سے — جنہوں نے ٹھہرا لیا

دِیْنَهُمْ لَهْوًا وَّلَعِبًا وَّغَرَّتْهُمُ الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا ۚ

اپنا دین — تماشا — اور کھیل — اور دھوکا دیا ان کو — دنیا کی زندگی نے

فَالْیَوْمَ نَنْسٰىهُمْ كَمَا نَسُوْا لِقَآءَ یَوْمِهِمْ هٰذَا ۙ وَمَا

سو آج — ہم ان کو بھلا دیں گے — جیسے انہوں نے بھلا دیا اس دن کے ملنے کو — اور

كَانُوْا بِاٰیٰتِنَا یَجْحَدُوْنَ ﴿۵۱﴾ وَلَقَدْ جِئْنٰهُمْ بِكِتٰبٍ

جیسا کہ وہ ہماری آیتوں سے منکر تھے ◆ اور ہم نے ان لوگوں کو پہنچا دی ہے کتاب

فَصَّلْنٰهُ عَلٰی عِلْمٍ هُدًی وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ ﴿۵۲﴾

جس کو مفصل بیان کیا ہے ہم نے خبرداری سے — راہ دکھانے والی — اور رحمت ہے — ایمان والوں کے لیے ◆

هَلْ یَنْظُرُوْنَ اِلَّا تَاْوِیْلَهٗ ؕ یَوْمَ یَاْتِیْ تَاْوِیْلُهٗ

کیا اب اسی کے منتظر ہیں — کہ اس کا مضمون ظاہر ہو جائے — جس دن ظاہر ہو جائے گا اس کا مضمون

یَقُوْلُ الَّذِیْنَ نَسُوْهُ مِنْ قَبْلُ قَدْ جَآءَتْ رُسُلُ

کہنے لگیں گے — وہ لوگ جو اس کو بھول رہے تھے پہلے سے — بے شک لائے تھے ہمارے رب کے رسول

اہل دوزخ کی اہل جنت سے فریاد دوزخی بدحواس اور مضطرب ہو کر اہل جنت کے سامنے دست سوال دراز کریں گے کہ ہم جلے جاتے ہیں تھوڑا سا پانی ہم پر بہاؤ یا جو نعمتیں تم کو خدا نے دے رکھی ہیں کچھ ان سے ہمیں بھی فائدہ پہنچاؤ۔ جواب ملے گا کہ کافروں کے لئے ان چیزوں کی بندش ہے، یہ کافر وہی تو ہیں جو دین کو کھیل تماشا جانتے تھے اور دنیا کے گھمنڈ پر پھولے ہوئے تھے۔ سو جیسا ان کو دنیا کے مزوں میں پڑ کر کبھی آخرت کا خیال نہیں آیا آج ہم بھی ان کا کچھ خیال نہ کریں گے اور جس طرح انہوں نے ہماری آیتوں کا انکار کیا تھا آج ہم بھی ان کی درخواست منظور کرنے سے انکار کرتے ہیں۔

آخرت میں کفار کا پچھتاوا قرآن جیسی کتاب کی موجودگی میں جس میں تمام ضروریات کی عالمانہ تفصیل موجود ہے اور ہدایات کو پوری آگاہی سے کھول کر بیان کر دیا گیا ہے چنانچہ ایمان والے اس سے خوب مستفیض ہو رہے ہیں، غضب ہے کہ ان منکر معاندوں نے کبھی بھی اس کے انجام پر غور نہ کیا۔ پھر اب پچھتانے سے کیا حاصل۔

رَبِّنَا بِالْحَقِّ ۚ فَهَلْ لَّنَا مِنْ شُفَعَآءَ فَيَشْفَعُوْا

کچھ بات — سو اب ہیں کوئی ہماری سفارش والے — تو وہ ہماری سفارش کریں

لَنَآ اَوْ نُرَدُّ فَنَعْمَلَ غَيْرَ الَّذِيْ كُنَّا نَعْمَلُ ۭ قَدْ

یا ہم لوٹا دیئے جائیں تو ہم عمل کریں — خلاف اس کے جو ہم کرتے تھے — بیشک

خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿۵۳﴾ ع ۱۲

خسارے میں ڈالا انہوں نے اپنے آپ کو — اور گم ہو جائے گا ان سے — جو وہ افترا باندھتے تھے

اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ

بیشک تمہارا رب اللہ ہے — جس نے پیدا کئے — آسمان — اور زمین

فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَي الْعَرْشِ ۣ يُغْشِي

چھ دن میں — پھر قرار پکڑا — عرش پر — اڑھاتا ہے

الَّيْلَ النَّهَارَ يَطْلُبُهٗ حَثِيْثًا ۙ وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ

رات کو — دن پر — کہ وہ اس کے پیچھے لگا آتا ہے دوڑتا ہوا — اور پیدا کئے سورج — اور چاند

وَالنُّجُوْمَ مُسَخَّرٰتٍۢ بِاَمْرِهٖ ۭ اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ ۭ

اور تارے — تابعدار اپنے حکم کے — سن لو اسی کا کام ہے پیدا کرنا — اور حکم فرمانا

تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۵۴﴾ اُدْعُوْا رَبَّكُمْ

بڑی برکت والا ہے اللہ — جو رب ہے سارے جہان کا — پکارو — اپنے رب کو

تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً ۭ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ﴿۵۵﴾

گڑگڑا کر — اور چپکے چپکے — اس کو خوش نہیں آتے حد سے بڑھنے والے

اے برتر از خیال و قیاس و گمان و وہم — وز ہر چہ گفتہ اند و شنیدیم و خواندہ ایم

"دفتر تمام گشت و بپایاں رسید عمر — ما ہمچناں در اول وصف تو ماندہ ایم"

لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ وَّهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ۔

◆ **چاند سورج اور دن رات کی تخلیق** یعنی رات کے اندھیرے کو دن کے اجالے سے یا دن کے اجالے کو رات کے اندھیرے سے ڈھانپ دیتا ہے۔ اس طرح کہ ایک دوسرے کا تعاقب کرتا ہوا تیزی سے چلا آتا ہے۔ ادھر رات ختم ہوئی ادھر دن آ موجود ہوا یا دن تمام ہوا فوراً رات آ گئی۔ درمیان میں ایک منٹ کا وقفہ بھی نہیں ہوتا۔ شاید اس پر بھی تنبیہ فرما دی کہ اسی طرح کفر و ضلالت اور ظلم و عدوان کی شب دیجور جب عالم پر محیط ہو جاتی ہے اس وقت خدا تعالیٰ ایمان و عرفان کے آفتاب سے ہر چہار طرف روشنی پھیلا دیتا ہے اور جب تک آفتاب عالمتاب کی روشنی مستور رہے تو نبوت کے چاند تارے رات کی تاریکی میں اجالا اور رہنمائی کرتے ہیں۔

◆ کوئی سیارہ اس کے حکم کے بدون حرکت نہیں کر سکتا۔

◆ پیدا کرنا "خلق" ہے اور پیدا کرنے کے بعد تکوینی یا تشریعی احکام دینا یہ "امر" ہے۔ دونوں اسی کے قبضۂ اختیار میں ہیں۔ اسی طرح وہی ساری خوبیوں اور برکتوں کا سرچشمہ ہوا۔

◆ **اللہ کو پکارنے کا طریقہ** جب "عالم خلق و امر" کا مالک اور تمام برکات کا منبع وہی ذات ہے تو اپنی دنیوی و اخروی حوائج میں اسی کو پکارنا چاہیے۔ الحاح و اخلاص اور خشوع کے ساتھ بدون ریاکاری کے آہستہ آہستہ۔ اس سے معلوم ہوا کہ دعا میں اصل اخفاء ہے اور یہی سلف کا معمول تھا۔ بعض مواقع میں جہر و اعلان کسی عارض کی وجہ سے ہوگا جس کی تفصیل روح المعانی وغیرہ میں ہے۔

◆ یعنی دعاء میں حد ادب سے نہ بڑھے۔ مثلاً جو چیزیں عادتاً یا شرعاً محال ہیں وہ مانگنے لگے یا معاصی اور لغو چیزوں کی طلب کرے، یا ایسا سوال کرے جو اس کی شان و حیثیت کے مناسب نہیں، یہ سب "اعتداء فی الدعاء" میں داخل ہے۔

وَلَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا وَادْعُوْهُ خَوْفًا

وَّطَمَعًا ۭ اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿٥٦﴾

وَهُوَ الَّذِيْ يُرْسِلُ الرِّيٰحَ بُشْرًۢا بَيْنَ يَدَيْ

رَحْمَتِهٖ ۭ حَتّٰٓى اِذَآ اَقَلَّتْ سَحَابًا ثِقَالًا سُقْنٰهُ

لِبَلَدٍ مَّيِّتٍ فَاَنْزَلْنَا بِهِ الْمَاۗءَ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ

مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ۭ كَذٰلِكَ نُخْرِجُ الْمَوْتٰى لَعَلَّكُمْ

تَذَكَّرُوْنَ ﴿٥٧﴾ وَالْبَلَدُ الطَّيِّبُ يَخْرُجُ نَبَاتُهٗ

بِاِذْنِ رَبِّهٖ ۚ وَالَّذِيْ خَبُثَ لَا يَخْرُجُ اِلَّا نَكِدًا ۭ

كَذٰلِكَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّشْكُرُوْنَ ﴿٥٨﴾

پچھلی آیتوں میں ہر حاجت کے لئے خدا کو پکارنے کا طریقہ بتلایا تھا۔ اس آیت میں مخلوق اور خالق دونوں کے حقوق کی رعایت سکھلائی۔ یعنی جب دنیا میں معاملات کی سطح درست ہو تو تم اس میں گڑبڑ نہ ڈالو اور خوف و رجاء کے ساتھ خدا کی عبادت میں مشغول رہو۔ نہ اس کی رحمت سے مایوس ہو اور نہ اس کے عذاب سے مامون اور بے فکر ہو کر گناہوں پر دلیر بنو۔ میرے نزدیک یہی راجح ہے کہ یہاں وَادْعُوْهُ ... الخ میں دعا سے عبادت مراد لی جائے جیسا کہ صلوٰۃ تہجد کے بارہ میں فرمایا تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا۔

کائنات میں حق تعالیٰ کے تصرفات | پچھلی آیات میں "استواء علی العرش" کے ساتھ تجلیات (چاند، سورج وغیرہ) میں جو خدائی تصرفات ہیں، ان کا بیان تھا، درمیان میں بندوں کو کچھ مناسب ہدایات کی گئیں۔ اب علویات اور "کائنات الجو" کے متعلق اپنے بعض تصرفات کا ذکر فرماتے ہیں تاکہ لوگ معلوم کر لیں کہ آسمان، زمین اور ان دونوں کے درمیان ہر چیز کی کل حکومت صرف اسی رب العالمین کے قبضہ قدرت میں ہے۔ ہوائیں چلانا، مینہ برسانا، قسم قسم کے پھول پھل پیدا کرنا، ہر زمین کی استعداد کے موافق کھیتی اور سبزہ اگانا، یہ سب اسی کی قدرت کاملہ اور حکمت بالغہ کے نشان ہیں۔ اسی ذیل میں مردوں کا موت کے بعد جی اٹھنا اور قبروں سے نکلنا بھی سمجھا دیا۔ حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ "ایک تو مردوں کا نکلنا قیامت میں ہے اور ایک دنیا میں یعنی جاہل ادنیٰ لوگوں میں (جو جہالت و ذلت کی موت سے مر چکے تھے) عظیم الشان نبی بھیجا اور انہیں علم دیا اور دنیا کا سردار کیا، پھر جو حق استعداد والے کمال کو پہنچے اور جن کی استعداد خراب تھی ان کو بھی فائدہ پہنچا رہا ناقص سا۔" تو اس پورے رکوع میں بتلا دیا گیا کہ جب خدا اپنی رحمت و شفقت سے رات کی تاریکی میں ستارے، چاند، سورج سے روشنی کرتا ہے اور خشکی کے وقت زمین کو سرسبز و شاداب کرنے اور انسان و حیوانات کی زندگی کا سامان مہیا فرمانے کے لئے اوپر سے بارش بھیجتا ہے، یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ایسا مہربان خدا اپنی مخلوق کو جہل و ظلم کی اندھیریوں سے نکالنے کے لئے کوئی چاند اور سورج پیدا نہ کرے اور بنی آدم کی روحانی غذا تیار کرنے اور قلوب کی کھیتیوں کو سیراب کرنے کے لئے باران رحمت نازل نہ فرمائے۔ بلاشبہ اس نے ہر زمانہ کی ضرورت اور اپنی حکمت کے موافق پیغمبروں کو بھیجا جن کے منور سینوں سے دنیا میں روحانی روشنی پھیلی اور وحی الٰہی کی لگاتار بارشیں ہوئیں۔ چنانچہ آئندہ کئی رکوع میں ان ہی پیغمبروں کے بھیجنے کا ذکر کیا گیا ہے اور جیسا کہ بارش اور زمین کی مثال میں اشارہ کیا گیا کہ مختلف زمینیں اپنی اپنی استعداد کے موافق بارش کا اثر قبول کرتی ہیں، اسی طرح سمجھ لو کہ انبیاء علیہم السلام جو خیر و برکت لے کر آتے ہیں اس سے منتفع ہونا بھی حسن استعداد پر موقوف ہے جو لوگ ان سے انتفاع نہیں کرتے یا پورا انتفاع نہیں کرتے انہیں اپنی سوء استعداد پر رونا چاہئے۔ باراں کہ در لطافت طبعش خلاف نیست در باغ لالہ روید و در شورہ بوم خس۔

لَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ فَقَالَ يٰقَوْمِ

بے شک بھیجا ہم نے نوح کو | اس کی قوم کی طرف | پس اس نے کہا اے میری قوم

اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ اِنِّیْۤ

بندگی کرو اللہ کی | کوئی نہیں تمہارا معبود اس کے سوا

اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿۵۹﴾ قَالَ

میں خوف کرتا ہوں تم پر | ایک بڑے دن کے عذاب سے | بولے

الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِهٖۤ اِنَّا لَنَرٰىكَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۶۰﴾

سردار | اس کی قوم کے | ہم دیکھتے ہیں تجھ کو صریح بہکا ہوا ◆

قَالَ يٰقَوْمِ لَيْسَ بِیْ ضَلٰلَةٌ وَّلٰكِنِّیْ رَسُوْلٌ

بولا | اے میری قوم | میں ہرگز بہکا نہیں | لیکن میں بھیجا ہوا ہوں

مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۶۱﴾ اُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّیْ وَ

جہان کے پروردگار کا | پہنچاتا ہوں تم کو | پیغام اپنے رب کے | اور

اَنْصَحُ لَكُمْ وَاَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۶۲﴾

نصیحت کرتا ہوں تم کو | اور جانتا ہوں اللہ کی طرف سے | وہ باتیں جو تم نہیں جانتے ◆

اَوَعَجِبْتُمْ اَنْ جَآءَكُمْ ذِكْرٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَلٰى

کیا تم کو تعجب ہوا | کہ آئی تمہارے پاس نصیحت | تمہارے رب کی طرف سے | ایک

رَجُلٍ مِّنْكُمْ لِيُنْذِرَكُمْ وَلِتَتَّقُوْا وَلَعَلَّكُمْ

مرد کی زبانی جو تم ہی میں سے ہے | تاکہ وہ تم کو ڈرائے | اور تاکہ تم بچو | اور تاکہ تم پر

بت پرستی کی ابتداء | آدم علیہ السلام کا قصہ ابتدائے سورت میں گذر چکا۔ ان کے بعد نوح علیہ السلام پہلے اولو العزم اور مشہور رسول ہیں جو زمین والوں کی طرف مشرکین کے مقابلہ میں بھیجے گئے۔ گو باعتبار اپنی خاص شریعت کے ان کی بعثت خاص اپنی قوم کی طرف مانی جائے تاہم ان اساسی اصولوں کے اعتبار سے جو تمام انبیاء علیہم السلام کی تعلیم میں مشترک ہیں کہا جا سکتا ہے کہ تمام انسان ہر نبی کے مخاطب ہوتے ہیں مثلاً توحید اور اقرار معاد کی تعلیم پر سارے پیغمبر متفق اللسان ہیں تو ایک پیغمبر کی تکذیب گویا فی الحقیقت تمام انبیاء کی تکذیب کرنا ہے۔ بہرحال نوح علیہ السلام نے توحید وغیرہ کی عام دعوت دی۔ کہتے ہیں کہ آدم علیہ السلام کے بعد دس قرن ایسے گذرے کہ ساری اولاد آدم کلمۂ توحید پر قائم تھی بت پرستی کی ابتداء ابن عباسؓ کے بیان کے موافق یوں ہوئی کہ بعض صالحین کا انتقال ہو گیا جن کے نام ود، سواع، یغوث، یعوق، نسر تھے جو سورۂ نوح میں مذکور ہیں۔ لوگوں نے ان کی تصویریں بنا لیں تا کہ ان کے احوال و عبادت وغیرہ کی یاد تازہ رہے کچھ مدت کے بعد ان صورتوں کے موافق مجسمے تیار کر لیے گئے کچھ دنوں کے بعد ان کی عبادت ہونے لگی اور یہ بت انہیں بزرگوں کے نام سے موسوم کیے گئے۔

حضرت نوح علیہ السلام | جب بت پرستی کی وبا پھیل گئی تو حق تعالیٰ نے حضرت نوح کو بھیجا۔ انہوں نے طوفان سے پہلے اپنی قوم کو ساڑھے نو سو برس تک توحید و تقویٰ کی طرف بلایا۔ اور دنیا و آخرت کے عذاب سے ڈرایا مگر لوگوں نے ان کی تضلیل و تجہیل کی اور کوئی بات نہ سنی آخر طوفان کے عذاب نے سب کو گھیر لیا اور جیسا کہ نوح نے دعا کی تھی۔ رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْأَرْضِ مِنَ الْكَافِرِينَ دَيَّارًا ۔ روئے زمین پر کوئی کافر عذاب الٰہی سے نہ بچا۔ بستانی نے "دائرة المعارف" میں یورپین محققین کے اقوال طوفان اور عموم طوفان کے متعلق نقل کیے ہیں۔

یعنی میں ذرا بھی نہیں بہکا ہاں تم بہک رہے ہو کہ خدا کے پیغامبر کو گمراہ بتلاتے جو نہایت صفائی سے خدائی پیغام تم کو پہنچا رہا ہے اور تمہاری بھلائی چاہتا ہے تم کو ہمدردانہ نصیحت کرتا ہے۔ اور خدا کے پاس سے وہ علوم و ہدایت لے کر آیا ہے جن سے تم جاہل ہو۔

تُرْحَمُوْنَ ﴿٦٣﴾ فَكَذَّبُوْهُ فَاَنْجَيْنٰهُ وَ الَّذِيْنَ

تم پر رحم ◆ پھر انہوں نے اس کو جھٹلایا پھر ہم نے بچا لیا اس کو اور ان کو

مَعَهٗ فِي الْفُلْكِ وَاَغْرَقْنَا الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا

جو اس کے ساتھ تھے کشتی میں اور غرق کر دیا ان کو جو جھٹلاتے تھے

بِاٰيٰتِنَا ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا عَمِيْنَ ﴿٦٤﴾ وَ اِلٰى

ہماری آیتوں کو بے شک وہ لوگ تھے اندھے ◆ اور قوم

عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا ؕ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ

عاد کی طرف بھیجا ان کے بھائی ہود کو ◆ کہا اے میری قوم بندگی کرو اللہ کی

مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿٦٥﴾ قَالَ

کوئی نہیں تمہارا معبود اس کے سوا کیا تم ڈرتے نہیں ◆ بولے

الْمَلَاُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖۤ اِنَّا لَنَرٰىكَ فِيْ

سردار جو کافر تھے اس کی قوم میں ہم تو دیکھتے ہیں تجھ کو

سَفَاهَةٍ وَّاِنَّا لَنَظُنُّكَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿٦٦﴾ قَالَ

عقل نہیں اور ہم تو تجھ کو جھوٹا گمان کرتے ہیں ◆ بولا

يٰقَوْمِ لَيْسَ بِيْ سَفَاهَةٌ وَّلٰكِنِّيْ رَسُوْلٌ مِّنْ

اے میری قوم میں کچھ بے عقل نہیں لیکن میں بھیجا ہوا ہوں

رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٦٧﴾ اُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّيْ وَ اَنَا

پروردگار عالم کا پہنچاتا ہوں تم کو پیغام اپنے رب کے اور میں

یعنی اس میں تعجب کی کیا بات ہے کہ تم ہی میں سے خدا کسی ایک فرد کو اپنی پیغام رسانی کے لئے چن لے آخر اس نے ساری مخلوق میں سے منصب خلافت کے لئے آدم علیہ السلام کو کسی مخصوص استعداد کی بنا پر چن لیا تو کیوں نہیں ہو سکتا کہ اولاد آدم میں سے بعض کامل الاستعداد لوگوں کو منصب نبوت و رسالت کے لئے انتخاب کر لیا جائے تاکہ وہ لوگ براہ راست خدا سے فیض پا کر دوسروں کو ان کے انجام سے آگاہ کریں اور یہ اس پر آگاہ ہو کر بدی سے بچ جائیں اور اس طرح خدا کے رحم و کرم کے مورد بنیں۔

یعنی حق و باطل اور نفع نقصان کچھ نہ سوچا۔ اندھے ہو کر برابر سرکشی اور تکذیب و بغاوت پر قائم رہے اور بت پرستی وغیرہ حرکات سے باز نہ آئے تو ہم نے معدودے چند مومنین کو بچا کر جو نوح علیہ السلام کے ہمراہ کشتی پر سوار ہوئے تھے باقی سب مکذبین کا بیڑا غرق کر دیا۔ اب جس قدر انسان دنیا میں موجود ہیں وہ ان ہی اہل سفینہ بلکہ صرف حضرت نوح علیہ السلام کی ذریت ہیں۔

قوم عاد "عاد" حضرت نوح علیہ السلام کے پوتے ارم کی اولاد میں ہیں۔ یہ قوم اسی کی طرف منسوب ہے۔ ان کی حکومت "احقاف" (یمن) میں تھی۔ حضرت ہود علیہ السلام اسی قوم سے ہیں۔ اس لحاظ سے وہ ان کے قومی اور وطنی بھائی ہوئے۔

حضرت ہود علیہ السلام ان لوگوں میں بت پرستی پھیل گئی تھی۔ روزی، بیٹے، مینہ برسانے، تندرست کرنے اور مختلف مطالب و حاجات کے لئے الگ الگ دیوتا بنا رکھے تھے جن کی پرستش ہوتی تھی۔ ہود علیہ السلام نے اس سے روکا اور اس جرم عظیم کی سزا سے ان کو ڈرایا۔

یعنی معاذ اللہ! تم بے عقل ہو کر باپ دادا کی روش چھوڑ کر ساری برادری سے الگ ہوتے ہو اور جھوٹے بھی ہو کہ اپنے اقوال کو خدا کی طرف منسوب کر کے خواہ مخواہ عذاب کا ڈراوا دیتے ہو۔

لَكُمْ نَاصِحٌ أَمِينٌ ﴿٦٨﴾ أَوَعَجِبْتُمْ أَنْ جَاءَكُمْ

تمہارا خیر خواہ ہوں امانت دار ◆ کیا تم کو تعجب ہوا کہ آئی تمہارے پاس

ذِكْرٌ مِنْ رَبِّكُمْ عَلَىٰ رَجُلٍ مِنْكُمْ لِيُنْذِرَكُمْ ۚ

نصیحت تمہارے رب کی طرف سے ایک مرد کی زبانی جو تم ہی میں سے ہے تاکہ تم کو ڈرائے

وَاذْكُرُوا إِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَاءَ مِنْ بَعْدِ قَوْمِ

اور یاد کرو جب تم کو سردار کر دیا پیچھے قوم

نُوحٍ وَزَادَكُمْ فِي الْخَلْقِ بَسْطَةً ۖ فَاذْكُرُوا

نوح کے ◆ اور زیادہ کر دیا تمہارے بدن کا پھیلاؤ ◆ سو یاد کرو

آلَاءَ اللَّهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴿٦٩﴾ قَالُوا أَجِئْتَنَا

اللہ کے احسان تاکہ تمہارا بھلا ہو ◆ بولے کیا تو اس واسطے ہمارے پاس آیا

لِنَعْبُدَ اللَّهَ وَحْدَهُ وَنَذَرَ مَا كَانَ يَعْبُدُ

کہ ہم بندگی کریں اللہ اکیلے کی اور چھوڑ دیں جن کو پوجتے رہے

آبَاؤُنَا ۖ فَأْتِنَا بِمَا تَعِدُنَا إِنْ كُنْتَ مِنَ

ہمارے باپ دادے بس لے آ ہمارے پاس جس چیز سے ہم کو ڈراتا ہے اگر تو ہے

الصَّادِقِينَ ﴿٧٠﴾ قَالَ قَدْ وَقَعَ عَلَيْكُمْ مِنْ رَبِّكُمْ

سچا ◆ کہا پڑ چکا تم پر تمہارے رب کی طرف سے

رِجْسٌ وَغَضَبٌ ۖ أَتُجَادِلُونَنِي فِي أَسْمَاءٍ

عذاب اور غصہ ◆ کیوں جھگڑتے ہو مجھ سے کئی ناموں پر کہ

◆ یعنی میری کوئی بات بے عقلی کی نہیں، ہاں جو منصب رسالت مجھ کو خدا کی طرف سے تفویض ہوا ہے اس کا حق ادا کرتا ہوں۔ یہ تمہاری بے عقلی ہے کہ اپنے سچے خیر خواہوں کو جن کی امانت و دیانت پہلے سے لائق اطمینان ہے بے عقل کہہ کر خود اپنا نقصان کرتے ہو۔

◆ یعنی قوم نوح کے بعد دنیا میں تمہاری حکومتیں قائم کیں اور اس کی جگہ تم کو آباد کیا۔ شاید یہ احسان یاد دلا کر اس پر بھی متنبہ کرنا ہے کہ بت پرستی اور تکذیب رسول کی بدولت جو حشر ان کا ہوا وہ کہیں تمہارا نہ ہو۔

◆ جسمانی قوت اور ڈیل ڈول کے اعتبار سے یہ قوم مشہور تھی۔

◆ جو احسانات مذکور ہوئے وہ اور ان کے علاوہ خدا کے دوسرے بے شمار احسانات یاد کر کے اس کے شکر گذار اور فرمانبردار بننا چاہیے نہ یہ کہ منعم حقیقی سے بغاوت کرنے لگو۔

◆ یعنی جس عذاب کی ہم کو دھمکی دیتے ہیں اگر آپ سچے ہیں تو وہ لے آیئے۔

◆ یعنی جب تمہاری سرکشی اور گستاخانہ بے حیائی اس حد تک پہنچ گئی تو سمجھو کہ خدا کا عذاب اور غضب تم پر نازل ہی ہو چکا اس کے آنے میں اب کچھ دیر نہیں۔

سَمَّيْتُمُوهَا أَنْتُمْ وَآبَاؤُكُمْ مَا نَزَّلَ اللَّهُ

رکھ لیے ہیں تم نے | اور تمہارے باپ دادوں نے | نہیں اتاری اللہ نے

بِهَا مِنْ سُلْطَانٍ ۚ فَانْتَظِرُوا إِنِّي مَعَكُمْ مِنَ

اس کی کوئی سند | سو منتظر رہو | میں بھی تمہارے ساتھ

الْمُنْتَظِرِينَ ﴿٧١﴾ فَأَنْجَيْنَاهُ وَالَّذِينَ مَعَهُ بِرَحْمَةٍ

منتظر ہوں ◆ | پھر ہم نے بچا لیا اس کو | اور جو اس کے ساتھ تھے | اپنی رحمت

مِنَّا وَقَطَعْنَا دَابِرَ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا

سے | اور جڑ کاٹی ان کی | جو جھٹلاتے تھے ہماری آیتوں کو

وَمَا كَانُوا مُؤْمِنِينَ ﴿٧٢﴾ وَإِلَىٰ ثَمُودَ أَخَاهُمْ

اور نہیں مانتے تھے ◆ | اور ثمود کی طرف بھیجا | ان کے بھائی

ع ۱۴

صَالِحًا ۗ قَالَ يَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُمْ مِنْ

صالح کو | بولا | اے میری قوم | بندگی کرو اللہ کی | کوئی نہیں تمہارا

إِلَٰهٍ غَيْرُهُ ۖ قَدْ جَاءَتْكُمْ بَيِّنَةٌ مِنْ رَبِّكُمْ ۖ هَٰذِهِ

معبود اس کے سوا | تم کو پہنچ چکی ہے دلیل | تمہارے رب کی طرف سے ◆ | یہ

نَاقَةُ اللَّهِ لَكُمْ آيَةً ۖ فَذَرُوهَا تَأْكُلْ فِي أَرْضِ

اونٹنی اللہ کی ہے | تمہارے لیے نشانی | سو اس کو چھوڑ دو | کہ کھائے اللہ کی زمین

اللَّهِ ۖ وَلَا تَمَسُّوهَا بِسُوءٍ فَيَأْخُذَكُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿٧٣﴾

میں | اور اس کو ہاتھ نہ لگاؤ بری طرح | پھر تم کو پکڑے گا عذاب دردناک ◆

حضرت ہودؑ کا اپنی قوم کو وعظ بتوں کو جو کہتے تھے کہ فلاں روزی دینے والا ہے اور فلاں مینہ برسانے والا اور فلاں بیٹا عطا کرنے والا وقس علیٰ ہذا القیاس، یہ محض نام ہی نام ہیں جن کے پیچھے کوئی حقیقت اور واقعیت نہیں۔ خدائی صفات پتھروں میں کہاں سے آگئیں۔ پھر ان نام کے معبودوں کے پیچھے جن کی معبودیت کی کوئی عقلی یا نقلی سند نہیں، بلکہ کل عقلی و نقلی دلائل جسے مردود ٹھہراتے ہیں، تم دعوائے توحید میں مجھ سے جھگڑتے اور بحثیں کرتے ہو۔ جب تمہارے جہل اور شقاوت و عناد کا پیمانہ اس قدر لبریز ہو چکا ہے تو انتظار کرو کہ خدا ہمارے تمہارے ان جھگڑوں کا فیصلہ کر دے۔ میں بھی اسی فیصلہ کا منتظر ہوں۔

عاد کا انجام یعنی ان پر سات راتیں اور آٹھ دن تک مسلسل آندھی کا طوفان آیا۔ جس سے تمام کفار پھڑک پھڑک کر اور پٹک پٹک کر ہلاک کر دیئے گئے۔ یہ تو "عاد اولیٰ" کا انجام ہوا۔ اور اسی قوم کی دوسری شاخ (ثمود) جسے "عاد ثانیہ" کہتے ہیں، اس کا ذکر آگے آتا ہے۔

قوم ثمود اور حضرت صالحؑ یعنی جو نشانی تم مانگ رہے تھے وہ آ پہنچی۔ صالح علیہ السلام کی قوم نے ان سے عہد و اقرار کیا تھا کہ آپ پتھر کی ایک ٹھوس چٹان میں سے حاملہ اونٹنی نکال دیں تو ہم آپ پر ایمان لے آئیں گے۔ خدا نے حضرت صالحؑ کی دعاء سے ویسا ہی کر دیا۔ یعنی وہ کہہ رہا ہے کہ تمہارا فرمائشی معجزہ تو خدا نے دکھلا دیا اب ایمان لانے میں کیا تامل ہے۔

یعنی یہ اونٹنی خدا کی قدرت اور میری صداقت کی نشانی ہے، جو میری دعاء پر غیر معتاد طریقہ سے خدا نے پیدا کی، اس کے حقوق کی رعایت کرو۔ مثلاً خدا کی زمین میں جہاں چاہے گھاس کھائے اور اس کی باری میں پانی پینے سے مت روکو۔ غرض خدا کے اس نشان کے ساتھ جو تم نے خود مانگ کر حاصل کیا ہے، برائی سے پیش مت آؤ، ورنہ تمہاری بھی خیر نہیں۔

وَاذْكُرُوْٓا اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَآءَ مِنْۢ بَعْدِ عَادٍ وَّ

اور یاد کرو | جب کہ تم کو سردار کر دیا | عاد کے پیچھے | اور

بَوَّاَكُمْ فِي الْاَرْضِ تَتَّخِذُوْنَ مِنْ سُهُوْلِهَا

ٹھکانا دیا تم کو | زمین میں | کہ بناتے ہو | نرم زمین میں

قُصُوْرًا وَّتَنْحِتُوْنَ الْجِبَالَ بُيُوْتًا ۚ فَاذْكُرُوْٓا اٰلَآءَ

محل | اور تراشتے ہو پہاڑوں کے گھر | سو یاد کرو احسان

اللّٰهِ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ﴿۷۴﴾ قَالَ

اللہ کے | اور مت مچاتے پھرو | زمین میں | فساد ◆ | کہنے لگے

الْمَلَاُ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لِلَّذِيْنَ

سردار | جو متکبر تھے | اس کی قوم میں | غریب

اسْتُضْعِفُوْا لِمَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ اَتَعْلَمُوْنَ اَنَّ

لوگوں کو | کہ جو ان میں ایمان لا چکے تھے | کیا تم کو یقین ہے | کہ

صٰلِحًا مُّرْسَلٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ۭ قَالُوْٓا اِنَّا بِمَآ اُرْسِلَ

صالح کو بھیجا ہے | اس کے رب نے | بولے | ہم کو تو جو وہ لے کر

بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ ﴿۷۵﴾ قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا بِالَّذِيْٓ

آیا اس پر یقین ہے | کہنے لگے | وہ لوگ جو متکبر تھے | جس پر تم کو

اٰمَنْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ﴿۷۶﴾ فَعَقَرُوا النَّاقَةَ وَعَتَوْا

یقین ہے | ہم اس کو نہیں مانتے ◆ | پھر انہوں نے کاٹ ڈالا اونٹنی کو | اور پھر گئے

یعنی معاصی اور شرک و کفر کر کے زمین میں خرابی مت پھیلاؤ۔

قوم میں جو بڑے بڑے متکبر سردار اور معاندین تھے وہ غریب اور کمزور مسلمانوں سے استہزاءً کہنے لگے کہ (کیا بڑے آدمی تو آج تک نہ سمجھے؟ مگر) تمہیں معلوم ہو گیا کہ صالح خدا کا بھیجا ہوا ہے؟ مسلمانوں نے جواب دیا کہ (معلوم ہونا کیا معنی۔ معلوم تو تم کو بھی ہے) ہاں ہم دل سے قبول کر کے اس پر ایمان بھی لا چکے ہیں۔ متکبرین اس حکیمانہ جواب سے کھسیانے ہو کر بولے کہ جس چیز کو تم نے مان لیا ہے ہم ابھی تک اسے نہیں مانتے۔ پھر بھلا تمہارے جیسے چند خستہ حال لوگوں کا ایمان لے آنا کون سی بڑی کامیابی ہے۔

عَنْ اَمْرِ رَبِّهِمْ وَ قَالُوْا يٰصٰلِحُ ائْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ

اپنے رب کے حکم سے ◆ اور بولے اے صالح لے آ ہم پر جس سے تو ہم کو ڈراتا تھا

اِنْ كُنْتَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۷۷﴾ فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ

اگر تو رسول ہے ◆ پس آ پکڑا ان کو زلزلے نے

فَاَصْبَحُوْا فِيْ دَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ﴿۷۸﴾ فَتَوَلّٰى عَنْهُمْ وَ

پھر صبح کو رہ گئے اپنے گھر میں اوندھے پڑے ◆ پھر صالح الٹا پھرا ان سے اور

قَالَ يٰقَوْمِ لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ رِسَالَةَ رَبِّيْ وَ نَصَحْتُ

بولا اے میری قوم میں پہنچا چکا تم کو پیغام اپنے رب کا اور خیر خواہی کی

لَكُمْ وَلٰكِنْ لَّا تُحِبُّوْنَ النّٰصِحِيْنَ ﴿۷۹﴾ وَ لُوْطًا

تمہاری لیکن تم کو پسند نہیں خیر خواہوں سے ◆ اور بھیجا لوط کو

اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖۤ اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُمْ

جب کہا اس نے اپنی قوم کو کیا تم کرتے ہو ایسی بے حیائی کہ تم سے پہلے نہیں کیا

بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۸۰﴾ اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ

اس کو کسی نے جہان میں ◆ تم تو دوڑتے ہو

الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ دُوْنِ النِّسَآءِ ؕ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ

مردوں پر شہوت کے مارے عورتوں کو چھوڑ کر بلکہ تم لوگ ہو

مُّسْرِفُوْنَ ﴿۸۱﴾ وَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖۤ اِلَّاۤ اَنْ قَالُوْۤا

حد سے گزرنے والے ◆ اور کچھ جواب نہ دیا اس کی قوم نے مگر یہی کہا

أَخْرِجُوهُم مِّن قَرْيَتِكُمْ ۖ إِنَّهُمْ أُنَاسٌ يَتَطَهَّرُونَ ﴿٨٢﴾

نکالو ان کو — اپنے شہر سے — یہ لوگ بہت ہی پاک رہنا چاہتے ہیں

فَأَنجَيْنَاهُ وَأَهْلَهُ إِلَّا امْرَأَتَهُ كَانَتْ مِنَ الْغَابِرِينَ ﴿٨٣﴾

پھر بچا دیا ہم نے اس کو — اور اس کے گھر والوں کو — مگر اس کی عورت — کہ رہ گئی وہاں کے رہنے والوں میں ◆

وَأَمْطَرْنَا عَلَيْهِم مَّطَرًا ۖ فَانظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ

اور برسایا ہم نے ان کے اوپر مینہ یعنی پتھروں کا ◆ پھر دیکھ — کیا ہوا انجام

الْمُجْرِمِينَ ﴿٨٤﴾ وَإِلَىٰ مَدْيَنَ أَخَاهُمْ شُعَيْبًا ۗ قَالَ

گنہگاروں کا ◆ اور مدین کی طرف بھیجا ان کے بھائی شعیب کو ◆ بولا

يَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُم مِّنْ إِلَٰهٍ غَيْرُهُ ۖ قَدْ

اے میری قوم — بندگی کرو اللہ کی — کوئی نہیں تمہارا معبود اس کے سوا — تمہارے

جَاءَتْكُم بَيِّنَةٌ مِّن رَّبِّكُمْ ۖ فَأَوْفُوا الْكَيْلَ وَ

پاس پہنچ چکی ہے دلیل — تمہارے رب کی طرف سے ◆ سو پوری کرو ناپ — اور

الْمِيزَانَ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ أَشْيَاءَهُمْ وَلَا تُفْسِدُوا

تول — اور مت گھٹا کر دو لوگوں کو — ان کی چیزیں — اور مت خرابی ڈالو

فِي الْأَرْضِ بَعْدَ إِصْلَاحِهَا ۚ ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن

زمین میں — اس کی اصلاح کے بعد — یہ بہتر ہے تمہارے لیے — اگر

كُنتُم مُّؤْمِنِينَ ﴿٨٥﴾ وَلَا تَقْعُدُوا بِكُلِّ صِرَاطٍ

تم ایمان والے ہو ◆ اور مت بیٹھو — راستوں پر

◆ **حضرت لوطؑ کی بیوی** | یعنی آخری بات انہوں نے یہ کہی کہ جب ہم سب کو یہ گندہ سمجھتے ہیں اور آپ پاک بننا چاہتے ہیں تو گندوں میں پاکوں کا کیا کام۔ لہٰذا انہیں اپنی بستی ہی سے نکال دینا چاہئے کہ یہ روز روز کی رکاوٹ ختم ہو۔ خیر وہ ملعون تو کیا نکالتے ہاں حق تعالیٰ نے لوط علیہ السلام اور ان کے متعلقین کو عزت و عافیت کے ساتھ صحیح و سالم ان بستیوں سے نکال لیا اور ان بستیوں پر عذاب مسلط کر دیا جس کا ذکر آگے آتا ہے۔ لوط علیہ السلام کے متعلقین میں سے صرف ان کی بیوی آپ سے علیحدہ رہی اور معذبین کے ساتھ ہلاک ہوئی کیونکہ اس کا ساز باز ان معذبین سے تھا۔ لوط علیہ السلام کے یہاں جو مہمان وغیرہ آتے ان کی اطلاع پہنچا دیا کرتی اور ان کو بدکاری کی ترغیب دیتی تھی۔ یا جیسا کہ بعض نے لکھا ہے مردوں کی طرح عورتوں میں بھی "مساحقہ" کا رواج ہو گیا تھا، یہ عورت اس میں مبتلا تھی۔ بہرحال عذاب ان سب پر آیا جو اس خبیث مرض میں مبتلا تھے اور نہایت ڈھٹائی کے ساتھ نبی کا مقابلہ اور تکذیب کرتے تھے یا جو مجرمین کے مشرب میں ان کے معین و مددگار تھے۔

◆ **قوم لوطؑ کا عذاب** | دوسری جگہ مذکور ہے کہ بستیاں الٹ دی گئیں اور پتھروں کا مینہ برسایا گیا۔ بعض ائمہ کے نزدیک آج بھی لوطی کی سزا یہ ہے کہ کسی پہاڑ وغیرہ بلند مقام سے اسے گرایا جائے اور اوپر سے پتھر برسائے جائیں۔ اور سخت بدبودار گندی جگہ میں مقید کیا جائے۔

◆ یعنی گناہ کرتے وقت اس کا برا انجام سامنے نہیں آتا۔ عاجل شہوت و لذت کے غلبہ میں وہ بات کر گذرتا ہے جو عقل و انسانیت کے خلاف ہے لیکن عقلمند کو چاہئے کہ دوسروں کے واقعات سے عبرت حاصل کرے اور بدی کے انجام کو ہمیشہ پیش نظر رکھے۔

◆ **حضرت شعیب علیہ السلام اور ان کی قوم** | قرآن میں دوسری جگہ حضرت شعیب علیہ السلام کو "اصحاب ایکہ" کی طرف مبعوث ہونا مذکور ہے۔ اگر اہل مدین اور اصحاب ایکہ ایک ہی قوم ہے فبہا ورنہ اگر دو جداگانہ قومیں ہیں تو دونوں کی طرف مبعوث ہوئے ہوں گے اور دونوں میں کم تولنے ناپنے کا مرض مشترک ہوگا۔ بہرحال حضرت شعیب علیہ السلام نے علاوہ توحید وغیرہ کی عام دعوت کے خاص معاشرتی معاملات کی اصلاح اور حقوق العباد کی حفاظت کی طرف بڑے زور سے توجہ دلائی جیسا کہ آئندہ آیات میں مذکور ہے۔ حضرت شعیب علیہ السلام کو کمال فصاحت کی وجہ سے "خطیب الانبیاء" کہا جاتا ہے۔

◆ یعنی میری صداقت کی دلیل ظاہر ہو چکی۔ اب جو نصیحت کی بات تم سے کہوں اسے قبول کرو اور جن خطرناک عواقب پر متنبہ کروں ان سے ہوشیار ہو جاؤ۔

◆ **ناپ تول میں کمی** | بندوں کے حقوق کی رعایت اور معاملات باہمی کی درستی جس کی طرف ہمارے زمانے کے پرہیزگاروں کو بھی بہت کم توجہ ہوتی ہے خدا کے نزدیک اس قدر اہم چیز ہے کہ اسے ایک جلیل القدر پیغمبر کا خصوصی وظیفہ قرار دیا گیا، جس کی مخالفت پر ایک قوم تباہ کی جا چکی۔ ان آیات میں حضرت شعیبؑ کی زبانی آگاہ فرما دیا کہ لوگوں کو ادنیٰ ترین مالی نقصان پہنچانا اور ملک میں اصلاحی حالت قائم ہو چکنے کے بعد خرابی اور فساد پھیلانا خواہ کفر و شرک کر کے یا ناحق قتل و نہب وغیرہ سے، یہ کسی ایماندار کا کام نہیں ہو سکتا۔

تُوْعِدُوْنَ وَتَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ

کہ ڈراتے ہو — اور روکتے ہو اللہ کے راستے سے — اس کو جو ایمان لائے

بِهٖ وَتَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ۚ وَاذْكُرُوْٓا اِذْ كُنْتُمْ

اس پر — اور ڈھونڈتے ہو اس میں کجی ◆ — اور یاد کرو — جب کہ تھے تم

قَلِيْلًا فَكَثَّرَكُمْ ۠ وَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ

بہت تھوڑے — پھر تم کو بڑھا دیا — اور دیکھو — کیا ہوا انجام

الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۸۶﴾ وَاِنْ كَانَ طَآئِفَةٌ مِّنْكُمْ اٰمَنُوْا بِالَّذِیْٓ

فساد کرنے والوں کا ◆ — اور اگر تم میں سے ایک فرقہ ایمان لایا — اس پر جو

اُرْسِلْتُ بِهٖ وَطَآئِفَةٌ لَّمْ يُؤْمِنُوْا فَاصْبِرُوْا حَتّٰى

میرے ہاتھ بھیجا گیا — اور ایک فرقہ ایمان نہیں لایا — تو صبر کرو — جب تک

يَحْكُمَ اللّٰهُ بَيْنَنَا ۚ وَهُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ ﴿۸۷﴾

اللہ فیصلہ کرے درمیان ہمارے — اور وہ ہے سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ◆

◆ راستوں پر بیٹھنا اور جبر سے تھا راہ گیروں کو ڈرا دھمکا کر ظلماً مال وصول کریں اور مومنین کو شعیب علیہ السلام کے پاس جانے اور خدا کا دین اختیار کرنے سے روکیں اور خدائی مذہب کے متعلق کج بحثی اور عیب جوئی کی فکر میں رہیں۔

◆ یعنی تعداد اور دولت دونوں میں کم تھے۔ خدا نے دونوں طرف تم کو بڑھایا۔ مردم شماری بھی بڑھ گئی اور دولت مند بھی ہو گئے۔ خدا کے ان احسانات کا شکر ادا کرو۔ اور وہ جب ہی ادا ہو سکتا ہے کہ خدا کے اور بندوں کے حقوق پہچان کر راستی اور درستی اور اصلاح میں مشغول رہو اور ان نعمتوں پر مغرور ہو کر خرابی اور فساد پھیلانے والوں کا جو انجام پہلے ہو چکا ہے پیش نظر رکھ کر خدائی گرفت سے ڈرتے رہو۔

◆ یعنی جو چیز میں لے کر آیا ہوں اگر تم متفقہ طور پر قبول نہیں کرتے بلکہ اختلاف ہی کی ٹھان رکھی ہے تو تھوڑا صبر کرو۔ یہاں تک کہ آسمان ہی سے میرے تمہارے اختلاف کا فیصلہ ہو جائے۔

قَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لَنُخْرِجَنَّكَ

بولے سردار جو متکبر تھے اس کی قوم میں ہم ضرور نکال دیں گے

يٰشُعَيْبُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَكَ مِنْ قَرْيَتِنَآ اَوْ

اے شعیب تجھ کو اور ان کو جو کہ ایمان لائے تیرے ساتھ اپنے شہر سے یا

لَتَعُوْدُنَّ فِيْ مِلَّتِنَا ؕ قَالَ اَوَلَوْ كُنَّا كٰرِهِيْنَ ﴿۸۸﴾

یہ کہ تم لوٹ آؤ ہمارے دین میں ◆ بولا کیا ہم بیزار ہوں تو بھی ◆

قَدِ افْتَرَيْنَا عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اِنْ عُدْنَا فِيْ مِلَّتِكُمْ

بے شک ہم نے جھوٹ باندھا اللہ پر جھوٹ اگر لوٹ آئیں تمہارے دین میں ◆

بَعْدَ اِذْ نَجّٰىنَا اللّٰهُ مِنْهَا ؕ وَمَا يَكُوْنُ لَنَآ اَنْ نَّعُوْدَ

بعد اس کے کہ نجات دے چکا ہم کو اللہ اس سے ◆ اور ہمارا کام نہیں کہ لوٹ آئیں

فِيْهَآ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّنَا ؕ وَسِعَ رَبُّنَا كُلَّ

اس میں مگر یہ کہ چاہے اللہ رب ہمارا گھیرے ہوئے ہے ہمارا رب ہر چیز کو سب

شَيْءٍ عِلْمًا ؕ عَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا ؕ رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا وَ

چیزوں کو اپنے علم میں اللہ ہی پر ہم نے بھروسا کیا اے ہمارے رب فیصلہ کر ہم میں اور

بَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَاَنْتَ خَيْرُ الْفٰتِحِيْنَ ﴿۸۹﴾ وَقَالَ

ہماری قوم میں انصاف کے ساتھ اور تو سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے ◆ اور بولے

الْمَلَاُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لَئِنِ اتَّبَعْتُمْ شُعَيْبًا اِنَّكُمْ

سردار جو کافر تھے اس کی قوم میں اگر پیروی کرو گے تم شعیب کی تو تم بے شک

۱ **قوم شعیب کا حال** "عود" کے معنی کسی چیز سے نکل کر دوبارہ اس کی طرف جانے کے ہیں۔ حضرت شعیب کے ساتھیوں کی نسبت تو یہ لفظ حقیقۃً صادق ہو سکتا ہے۔ کیونکہ وہ لوگ کفر سے نکل کر اسلام میں داخل ہوئے تھے باقی خود حضرت شعیب علیہ السلام کی نسبت یہ تصور نہیں ہو سکتا کہ وہ پہلے (معاذ اللہ) ملت کفار میں داخل تھے، پھر مسلمان ہوئے۔ لامحالہ یا تو ان کے اعتبار سے یہ خطاب تغلیباً ہوگا۔ یعنی عام مومنین کے حق میں جو الفاظ استعمال ہوئے اکثریت غالبہ کو مرجح سمجھ کر حضرت شعیبؑ کے لئے علیحدہ الفاظ اختیار نہیں کئے۔ اور یا یہ لفظ ان کے حق میں کفار کے زعم کے موافق کہا گیا۔ کیونکہ بعثت سے پہلے جب تک حضرت شعیبؑ نے دعوت و تبلیغ شروع نہ کی تھی اہل مدین کی کفریات کے متعلق ان کی خاموشی دیکھ کر شاید وہ یہی گمان کرتے ہوں کہ یہ بھی ہمارے شامل حال اور ہمارے طور و طریق پر راضی ہیں۔ اور یا عود کو مجازاً بمعنی مطلق صیرورت کے لیا جائے۔ کما قالہ بعض المفسرین۔

۲ یعنی دلائل و براہین کی روشنی میں تمہاری ان مہلک کفریات سے خواہ ہم کتنے ہی بیزار اور کارہ ہوں کیا تم پھر بھی یہ زہر کا پیالہ ہمیں زبردستی پلانا چاہتے ہو۔

۳ باطل اور جھوٹے مذہب کو سچا کہنا ہی خدا پر افترا کرنا اور بہتان باندھنا ہے۔ پھر بھلا ایک جلیل القدر پیغمبر اور اس کے مخلص متبعین سے یہ کب ممکن ہے کہ وہ معاذ اللہ سچائی سے نکل کر جھوٹ کی طرف واپس جائیں اور جو سچے دعوے اپنی حقانیت یا مامور من اللہ ہونے کے کر رہے تھے ان سب کا بھی جھوٹ اور افترا ہونا تسلیم کریں۔

۴ کسی کو تو ابتداءً نجات دے چکا کہ اس میں داخل ہی نہ ہونے دیا۔ جیسے حضرت شعیب علیہ السلام اور بعضوں کو داخل ہونے کے بعد اس سے نکالا جیسے عامہ مومنین۔

۵ **حضرت شعیبؑ کی دعا** یعنی اپنے اختیار یا تمہارے اکراہ و اجبار سے ممکن نہیں کہ ہم معاذ اللہ کفر کی طرف جائیں۔ ہاں اگر فرض کرو خدا ہی کی مشیت ہم میں سے کسی کی نسبت ایسی ہو جائے تو اس کے ارادہ کو کون روک سکتا ہے۔ اگر اس کی حکمت اسی کو مقتضی ہو تو وہاں کوئی نہیں بول سکتا کیونکہ اسی کا علم تمام مصالح اور حکمتوں پر محیط ہے۔ بہر حال تمہاری دھمکیوں سے ہم کو کوئی خوف نہیں کیونکہ ہمارا کلیۃً اعتماد اور بھروسا اپنے خدائے واحد پر ہے کسی کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا جو ہوگا اسی کی مشیت اور علم محیط کے تحت میں ہوگا۔ اسی لئے ہم اپنے اور تمہارے فیصلہ کے لئے بھی اسی سے دعا کرتے ہیں کیونکہ ایسے قادر اور علیم و حکیم سے بہتر کسی کا فیصلہ نہیں ہو سکتا۔ حضرت شعیب کے ان الفاظ سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ انبیاء کے قلوب حق تعالیٰ کی عظمت و جبروت اور اپنی عبودیت و افتقار کے کس قدر عظیم و عمیق احساس سے معمور ہوتے ہیں اور کس طرح ہر آن اور ہر حال میں ان کا توکل و اعتماد تمام وسائط سے منقطع ہو کر اسی وحدہٗ لاشریک لہٗ پر پہاڑ سے زیادہ مضبوط اور غیر متزلزل ہوتا ہے۔

إِذًا لَّخٰسِرُونَ ﴿٩٠﴾ فَأَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَأَصْبَحُوا

خراب ہوئے ◆ پھر آ پکڑا ان کو زلزلے نے پس صبح کو رہ گئے

فِي دَارِهِمْ جٰثِمِينَ ﴿٩١﴾ الَّذِينَ كَذَّبُوا شُعَيْبًا

اپنے گھروں کے اندر اوندھے پڑے ◆ جنھوں نے جھٹلایا شعیب کو

كَأَن لَّمْ يَغْنَوْا فِيهَا ۚ الَّذِينَ كَذَّبُوا شُعَيْبًا كَانُوا

گویا کبھی بسے ہی نہ تھے وہاں جنھوں نے جھٹلایا شعیب کو وہی

هُمُ الْخٰسِرِينَ ﴿٩٢﴾ فَتَوَلّٰى عَنْهُمْ وَقَالَ يٰقَوْمِ لَقَدْ

ہوئے خراب ◆ پھر الٹا پھرا ان لوگوں سے اور بولا اے میری قوم تحقیق

أَبْلَغْتُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّي وَنَصَحْتُ لَكُمْ ۚ فَكَيْفَ آسٰى

پہنچا چکا تم کو پیغام اپنے رب کے اور خیر خواہی کر چکا تمہاری اب کیا افسوس کروں

عَلٰى قَوْمٍ كٰفِرِينَ ﴿٩٣﴾ وَمَا أَرْسَلْنَا فِي قَرْيَةٍ مِّن

کافروں پر ◆ اور نہیں بھیجا ہم نے کسی بستی میں کوئی

نَّبِيٍّ إِلَّا أَخَذْنَا أَهْلَهَا بِالْبَأْسَاءِ وَالضَّرَّاءِ لَعَلَّهُمْ

نبی کہ نہ پکڑا ہو ہم نے وہاں کے لوگوں کو سختی اور تکلیف میں تاکہ وہ

يَضَّرَّعُونَ ﴿٩٤﴾ ثُمَّ بَدَّلْنَا مَكَانَ السَّيِّئَةِ الْحَسَنَةَ حَتّٰى

گڑگڑائیں پھر بدل دی ہم نے برائی کی جگہ بھلائی یہاں تک کہ

عَفَوا وَّقَالُوا قَدْ مَسَّ آبَاءَنَا الضَّرَّاءُ وَالسَّرَّاءُ

بڑھ گئے اور کہنے لگے کہ پہنچتی رہی ہے ہمارے باپ دادوں کو بھی تکلیف اور خوشی

◆ یعنی ناپ تول کا ڈھب جھوٹا، تو دین کی خرابی ہوئی اور تجارت میں ساکھ نہ رکھی۔ یہ دنیا کا نقصان ہوا۔

◆ **قوم شعیب پر تین طرح کے عذاب** متعدد آیات کے جمع کرنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان پر ظلہ، صیحہ، رجفہ، تین طرح کے عذاب آئے۔ یعنی اول بادل نے سایہ کر لیا جس میں آگ کے شعلے اور چنگاریاں تھیں۔ پھر آسمان سے سخت ہولناک جگر پاش آواز ہوئی اور نیچے سے زلزلہ آیا (ابن کثیر)

◆ انہوں نے شعیب اور ان کے ہمراہیوں کو بستی سے نکالنے کی دھمکی دی تھی۔ سو وہی نہ رہے نہ ان کی بستیاں رہیں، اور وہ جو کہتے تھے کہ شعیب علیہ السلام کے اتباع کرنے والے خراب ہوں گے، سو خود ہی خراب اور خائب و خاسر ہو کر رہے۔

◆ یعنی اب ہلاک ہونے کے پیچھے ایسی قوم پر افسوس کرنے سے کیا حاصل ہے جس کو ہر طرح سمجھایا جا چکا۔ مؤثر نصیحتیں کی گئیں، آنے والے عواقب و نتائج سے ڈرایا گیا۔ مگر انہوں نے کسی کی ایک نہ سنی بلکہ مخلص خیر خواہوں سے دست و گریباں ہی رہے۔

فَاَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ۝٩٥ وَلَوْ اَنَّ

پھر پکڑا ہم نے ان کو اچانک ◆ اور ان کو خبر نہ تھی ◆ اور اگر

اَهْلَ الْقُرٰٓى اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكٰتٍ

بستیوں والے ایمان لاتے — اور پرہیزگاری کرتے — تو ہم کھول دیتے ان پر — نعمتیں

مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ وَلٰكِنْ كَذَّبُوْا فَاَخَذْنٰهُمْ بِمَا

آسمان اور زمین سے — لیکن جھٹلایا انہوں نے — پس پکڑا ہم نے ان کو ان کے

كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝٩٦ اَفَاَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰٓى اَنْ يَّاْتِيَهُمْ

اعمال کے بدلے ◆ اب کیا بے ڈر ہیں — بستیوں والے — اس بات سے کہ آ پہنچے ان پر

بَاْسُنَا بَيَاتًا وَّهُمْ نَآئِمُوْنَ ۝٩٧ اَوَاَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰٓى

آفت ہماری — راتوں رات — جب سوتے ہوں — یا بے ڈر ہیں — بستیوں والے

اَنْ يَّاْتِيَهُمْ بَاْسُنَا ضُحًى وَّهُمْ يَلْعَبُوْنَ ۝٩٨ اَفَاَمِنُوْا

اس بات سے کہ آ پہنچے ان پر عذاب ہمارا — دن چڑھے — جب کھیلتے ہوں ◆ کیا بے ڈر ہو گئے

مَكْرَ اللّٰهِ ۚ فَلَا يَاْمَنُ مَكْرَ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝٩٩

اللہ کے داؤ سے — سو بے ڈر نہیں ہوتے — اللہ کے داؤ سے — مگر خرابی میں پڑنے والے ◆

اَوَلَمْ يَهْدِ لِلَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِ

کیا نہیں ظاہر ہوا ان لوگوں پر — جو وارث ہوئے زمین کے — وہاں کے لوگوں کے

اَهْلِهَآ اَنْ لَّوْ نَشَآءُ اَصَبْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ ۚ وَنَطْبَعُ

ہلاک ہونے کے بعد — کہ اگر ہم چاہیں — تو ان کو پکڑ لیں ان کے گناہوں پر ◆ اور ہم نے مہر کر دی ہے

(۱) **انبیاء کو جھٹلانے والوں کی آزمائش** پیغمبروں کی بعثت کے وقت جب عموماً لوگ تکذیب و مقابلہ سے پیش آتے ہیں تو خدا کی طرف سے ابتدائی تنبیہ کے طور پر بیماری، قحط اور مختلف قسم کی سختیاں اور تکلیفیں مسلط کی جاتی ہیں۔ تاکہ کفر بین تازیانے کھا کر شرارتوں سے باز آ جائیں اور بارگاہ الٰہی کی طرف جھکیں۔ جب ان تنبیہات کا اثر قبول نہیں کرتے تو سختیوں اور مصیبتوں کو ہٹا کر ان پر فراخی اور عیش و خوشحالی وغیرہ بھیجی جاتی ہے کہ یا احسانات سے متاثر ہو کر کچھ شرمائیں اور حضرت ربوبیت کی طرف متوجہ ہوں یا عیش و ثروت کے نشہ میں چور ہو کر بالکل ہی غافل و بدمست بن جائیں۔ گویا جہاں تک صحت، اولاد اور دولت و حکومت بڑھتی جائے اسی کے ساتھ ان کی نخوت و غفلت میں بھی ترقی ہوتی کہ پچھلی سختیوں کو یہ کہہ کر فراموش کر دیں کہ تکلیف و راحت کا سلسلہ تو پہلے ہی سے چلا آتا ہے۔ ہمارے کفر و تکذیب کو اس میں کچھ دخل نہیں۔ ورنہ اب خوشحالی کیوں حاصل ہوتی۔ یہ سب زمانے کے اتفاقات ہیں جو ہمارے اسلاف کو بھی اسی طرح پیش آتے رہے ہیں۔ اس حد پر پہنچ کر ناگہاں خدا کا عذاب آ دباتا ہے جس کی اپنے عیش و آرام میں انہیں خبر بھی نہیں ہوتی۔ حضرت شاہ صاحبؒ نے کیا خوب لکھا ہے کہ "بندہ کو دنیا میں گناہ کی سزا پہنچتی رہے تو امید ہے کہ توبہ کرے اور جب گناہ راست آ گیا تو یہ اللہ کا بھلاوا ہے۔ پھر ڈر ہے ہلاکت کا جیسے کسی نے زہر کھایا اگل دے تو امید ہے اور پچ گیا تو کام آخر ہوا۔"

(۲) **انبیاء کی اطاعت خوشحالی لاتی ہے** یعنی ہم کو بندوں سے کوئی ضد نہیں جو لوگ عذاب الٰہی میں گرفتار ہوتے ہیں یہ انہی کی کرتوتوں کا نتیجہ ہے۔ اگر یہ لوگ ہمارے پیغمبروں کو مانتے اور حق کے سامنے گردن جھکاتے اور کفر و تکذیب وغیرہ سے بچ کر تقویٰ کی راہ اختیار کرتے تو ہم ان کو آسمانی و زمینی برکات سے مالا مال کر دیتے۔ امام رازی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ برکت کا لفظ دو معنی میں استعمال ہوتا ہے کبھی تو خیر باقی و دائم کو برکت سے تعبیر کرتے ہیں اور کبھی کثرت آثار فاضلہ پر یہ لفظ اطلاق کیا جاتا ہے۔ لہٰذا آیت کی مراد یہ ہو گی کہ ایمان و تقویٰ اختیار کرنے پر ان آسمانی و زمینی نعمتوں کے دروازے کھول دیے جاتے جو دائمی اور غیر منقطع ہوں یا جن کے آثار فاضلہ بہت کثرت سے ہوں۔ ایسی خوشحالی نہیں، جو کفار کو چند روز کے لئے بطور امہال و استدراج حاصل ہوتی ہے اور انجام کار دنیا میں ورنہ آخرت میں تو ضرور ہی وبال جان بنتی ہے۔

(۳) **جھٹلانے والوں کو وعید** یعنی جب عیش و آرام میں غافل پڑے سو رہے ہوں یا دنیا کے کار و بار اور لہو و لعب میں مشغول ہوں اسی وقت خدا کا عذاب ان کو دفعۃً آ گھیرے۔ اس بات سے یہ لوگ کیوں نڈر اور بے فکر ہو رہے ہیں۔ حالانکہ جن اسباب کی بنا پر گزشتہ اقوام پر عذاب آئے ہیں وہ ان میں کہیں موجود ہیں۔ یعنی کفر و تکذیب اور سید الانبیاء ﷺ کے ساتھ مقابلہ و محاربہ۔

(۴) دنیوی خوشحالی اور عیش کے بعد جو خدا کی ناگہانی پکڑ ہے اسی کو "مکر اللہ" (خدا کا داؤ) فرمایا عیش و تنعم میں پڑ کر وہ ہی لوگ خدا کی ناگہانی گرفت سے بے فکر ہوتے ہیں جن کی شامت اعمال نے انہیں دھوکا دے دیا ہو۔ مومن کی شان یہ ہے کہ وہ کسی حال میں خدا کو نہ بھولے۔

ظفر آدمی اس کو نہ جانیے گا، وہ ہو کیسا ہی صاحب فہم و ذکا
جسے عیش میں یاد خدا نہ رہی جسے طیش میں خوف خدا نہ رہا

(۵) جیسے پہلوں کو پکڑ لیا تمہیں بھی پکڑ سکتے ہیں۔

عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ ﴿١٠٠﴾ تِلْكَ الْقُرٰى

اُن کے دلوں پر | سو وہ نہیں سنتے | یہ بستیاں ہیں

نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآئِهَا ۚ وَلَقَدْ جَآءَتْهُمْ

کہ سناتے ہیں ہم تجھ کو | اُن کے کچھ حالات | اور بے شک اُن کے پاس پہنچ چکے

رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ۚ فَمَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا بِمَا كَذَّبُوْا مِنْ

اُن کے رسول نشانیاں لے کر | پھر ہرگز نہ ہوا کہ ایمان لائیں | اس بات پر جس کو جھٹلا چکے

قَبْلُ ۗ كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿١٠١﴾ وَمَا

پہلے | یوں مہر کر دیتا ہے اللہ | کافروں کے دل پر | اور نہ

وَجَدْنَا لِاَكْثَرِهِمْ مِّنْ عَهْدٍ ۚ وَاِنْ وَّجَدْنَآ اَكْثَرَهُمْ

پایا اُن کے اکثر لوگوں میں ہم نے | عہد کا نباہ | اور اکثر اُن میں پائے

لَفٰسِقِيْنَ ﴿١٠٢﴾ ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ مُّوْسٰى بِاٰيٰتِنَآ اِلٰى

نافرمان | پھر بھیجا ہم نے اُن کے پیچھے | موسیٰ کو اپنی نشانیاں دے کر | فرعون

فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ فَظَلَمُوْا بِهَا ۚ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ

اور اس کے سرداروں کے پاس | پس کفر کیا انہوں نے اُن کے مقابلہ میں | سو دیکھ | کیا

عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿١٠٣﴾ وَقَالَ مُوْسٰى يٰفِرْعَوْنُ اِنِّيْ

انجام ہوا مفسدوں کا | اور کہا موسیٰ نے | اے فرعون | میں

رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿١٠٤﴾ حَقِيْقٌ عَلٰٓى اَنْ لَّآ اَقُوْلَ

رسول ہوں | پروردگار عالم کا | قائم ہوں اس بات پر | کہ نہ کہوں

گزشتہ واقعات سے عبرت | یعنی جس چیز کا ایک دفعہ انکار کر بیٹھے پھر کتنے ہی نشان دیکھیں، دلائل ادھر سے ادھر ہو جائیں ممکن نہیں کہ اس کا اقرار کر لیں۔ جب حق تعالیٰ کے مقابلہ میں کسی قوم کی ضد اور ہٹ اس درجہ تک پہنچ جاتی ہے تب عادۃً اصلاح حال و قبول حق کا امکان باقی نہیں رہتا۔ یہی صورت دلوں پر مہر لگ جانے کی ہوتی ہے۔ یہیں واضح فرما دیا کہ اللہ کی طرف سے دلوں پر مہر لگا دینے کا کیا مطلب ہے (تنبیہ) ولقد جاءتھم رسلھم بالبینات سے معلوم ہوتا ہے کہ جو انبیاء علیہم السلام قوم نوح، عاد، ثمود وغیرہ کی طرف مبعوث ہوئے وہ سب بینات (واضح نشان) دے کر بھیجے گئے۔ پس ہود علیہ السلام کی قوم کا یہ کہنا یاھود ما جئتنا ببینۃ محض تعنت اور ہٹ دھرمی کی راہ سے تھا۔

”عہد“ سے ممکن ہے عام عہد مراد ہو، یعنی ”عہد الست“ کا ارادہ کیا ہو یا وہ عہد جو مصائب اور سختیوں کے وقت کرتے تھے کہ فلاں سختی اٹھالی جائے تو ہم ضرور ایمان لے آئیں گے جیسے فرعونیوں نے کہا تھا لئن کشفت عنا الرجز لنؤمنن لک ولنرسلن معک بنی اسرائیل فلما کشفنا عنھم الرجز الی اجل ھم بالغوہ اذا ھم ینکثون۔

حضرت موسیٰ کا فرعون سے مناظرہ | یعنی جن انبیاء کا پیچھے ذکر ہوا (نوح، ہود، صالح، لوط، شعیب علیہم السلام) موسیٰ علیہ السلام ان سب کے بعد تشریف لائے۔ ان پیغمبروں کا ذکر فرمانے کے بعد درمیان میں ”سنت اللہ“ بیان فرمائی تھی جو مکذبین کے متعلق جاری رہی ہے جس کے ضمن میں موجودہ جماعت کفار کو متنبہ فرما دیا گیا۔ اس درمیانی مضمون سے فارغ ہو کر پھر سلسلہ بعثت رسل کی ایک عظیم الشان کڑی کا تذکرہ شروع کرتے ہیں۔

اس سے زیادہ مفسد کون ہوگا جو خدا کے سفراء کو جھٹلائے۔ آیات اللہ کی تکذیب اور حق تلفی کر کے مخلوق خدا سے اپنی پرستش کرائے۔ آگے ضروری واقعات ذکر فرما کر اس انجام کی تفصیل بیان کی گئی ہے۔

عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ ؕ قَدْ جِئْتُكُمْ بِبَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ

اللہ کی طرف سے ۔ مگر جو سچ ہے ۔ لایا ہوں تمہارے پاس نشانی ۔ تمہارے رب کی ◆

فَاَرْسِلْ مَعِىَ بَنِىْۤ اِسْرَآءِيْلَ ؕ﴿۱۰۵﴾ قَالَ اِنْ كُنْتَ جِئْتَ

سو بھیج دے میرے ساتھ بنی اسرائیل کو ◆ بولا ۔ اگر تو آیا ہے

بِاٰيَةٍ فَاْتِ بِهَاۤ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۱۰۶﴾ فَاَلْقٰى

کوئی نشانی لے کر ۔ تو لا اس کو ۔ اگر تو سچا ہے ۔ تب ڈال دیا

عَصَاهُ فَاِذَا هِىَ ثُعْبَانٌ مُّبِيْنٌ ۚ﴿۱۰۷﴾ وَّنَزَعَ يَدَهٗ فَاِذَا

اس نے اپنا عصا ۔ تو اسی وقت ہو گیا اژدہا صریح ◆ اور نکالا اپنا ہاتھ ۔ تو اسی وقت

هِىَ بَيْضَآءُ لِلنّٰظِرِيْنَ ۧ﴿۱۰۸﴾ قَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِ

وہ سفید نظر آنے لگا ۔ دیکھنے والوں کو ◆ بولے سردار ۔ فرعون کی

فِرْعَوْنَ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ عَلِيْمٌ ۙ﴿۱۰۹﴾ يُّرِيْدُ اَنْ يُّخْرِجَكُمْ مِّنْ

قوم کے ۔ یہ تو کوئی بڑا واقف جادوگر ہے ◆ نکالا چاہتا ہے تم کو

اَرْضِكُمْ ۚ فَمَاذَا تَاْمُرُوْنَ ﴿۱۱۰﴾ قَالُوْۤا اَرْجِهْ وَاَخَاهُ وَ

تمہارے ملک سے ۔ اب تمہاری کیا صلاح ہے ◆ بولے ڈھیل دے اس کو اور اس کے بھائی کو ۔ اور

اَرْسِلْ فِى الْمَدَآئِنِ حٰشِرِيْنَ ۙ﴿۱۱۱﴾ يَاْتُوْكَ بِكُلِّ سٰحِرٍ

بھیج شہروں میں ۔ جمع کرنے والوں کو ۔ کہ جمع کر لائیں تیرے پاس

عَلِيْمٍ ﴿۱۱۲﴾ وَجَآءَ السَّحَرَةُ فِرْعَوْنَ قَالُوْۤا اِنَّ لَنَا

جو ہو پڑھا ہوا جادوگر ◆ اور آئے جادوگر ۔ فرعون کے پاس ۔ بولے ۔ ہم کو ضرور ملے

◆ ۱ اکثر مفسرین نے "حقیق" کے معنی جدیر (لائق) کے لئے ہیں۔ اسی لئے "علیٰ" کو معنی "با" لینا پڑا ہے یعنی میری شان کے یہی لائق ہے کہ خدا کی طرف سے کوئی ناحق اور غلط بات نہ کہوں۔ بعض نے "حقیق" کو معنی "حریص" لیا ہے۔ لیکن مترجم محقق رحمہ اللہ نے "حقیق" کو "قائم و ثابت" کے معنی میں لیا۔ جس کا مطلب یہ ہوگا کہ میں بدون ادنیٰ تزلزل اور تذبذب کے پوری مضبوطی اور استقلال کے ساتھ اس پر قائم ہوں کہ حق کے سوا کوئی چیز زبان سے نہ نکالوں، خدا کا پیام بلا کم و کاست تم کو پہنچا دوں اور تمہاری تکذیب و تخویف کی وجہ سے ذرا بھی نہ ڈگمگاؤں۔

◆ ۲ **بنی اسرائیل کی رہائی کا مطالبہ** یوں تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کو کئی طرح کی نصیحتیں کیں جیسا کہ دوسری آیات میں مذکور ہیں فَقُلْ هَلْ لَكَ إِلَىٰ أَنْ تَزَكَّىٰ وَأَهْدِيَكَ إِلَىٰ رَبِّكَ فَتَخْشَىٰ مگر ایک بڑی اہم چیز یہ تھی کہ بنی اسرائیل کو جو انبیائے کرام کی اولاد میں سے تھے اور جنہیں فرعونیوں نے ذلیل جانوروں کی طرح غلام بنا رکھا تھا مظالم و شدائد سے نجات دلائیں۔ اس موقع پر فرعون کو مخاطب کرتے ہوئے اسی چیز کی طرف توجہ دلائی ہے۔ یعنی بنی اسرائیل کو اپنی قید و بند سے نجات دے تاکہ وہ آزادی کے ساتھ اپنے پروردگار کی عبادت میں مشغول ہوں اور میرے ساتھ اپنے وطن مالوف (ملک شام) میں چلے جائیں کیونکہ ان کے جد اعلیٰ حضرت ابراہیم خلیل اللہ نے عراق سے ہجرت کر کے شام ہی میں قیام فرمایا تھا۔ بعدہ حضرت یوسف علیہ السلام کی وجہ سے بنی اسرائیل مصر میں آباد ہوئے۔ اب چونکہ یہاں کی قوم قبطیوں نے ان پر طرح طرح کے مظالم کر رکھے ہیں، ضرورت ہے کہ ان کو قبطیوں کی ذلیل غلامی سے آزادی دلا کر آبائی وطن کی طرف واپس کیا جائے۔

◆ ۳ **عصائے موسیٰ کا اژدہا بننا** جس کے اژدہا ہونے میں کسی طرح کے شک و شبہ کی گنجائش نہ تھی کہتے ہیں کہ وہ اژدہا منہ کھول کر فرعون کی طرف لپکا۔ آخر فرعون نے بدحواس ہو کر موسیٰ علیہ السلام سے اس کے پکڑنے کی درخواست کی۔ موسیٰ علیہ السلام کا ہاتھ لگنا تھا کہ پھر عصا بن گیا۔

◆ ۴ **ید بیضا کا معجزہ** یعنی ہاتھ گریبان میں ڈال کر اور بغل میں دبا کر نکالا تو لوگوں نے کھلی آنکھوں دیکھ لیا کہ غیر معمولی طور پر سفید اور چمکدار تھا۔ یہ روشنی اور چمک کسی مرض برص وغیرہ کی وجہ سے نہ تھی، بلکہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ قلب منور کی روشنی خرق عادت طریق سے ہاتھ میں سرایت کر جاتی تھی۔

◆ ۵ **آل فرعون پر دہشت** معلوم ہوتا ہے کہ فرعون نے موسیٰ علیہ السلام کے معجزات سے دہشت زدہ ہو کر پبلک کو جمع کیا اور پہلے اس نے بذات خود (کما فی الشعراء) پھر اس کی طرف سے بڑے بڑے لیڈروں نے اس رائے کا اظہار کیا کہ موسیٰ علیہ السلام (معاذ اللہ) کوئی بڑے ماہر جادوگر معلوم ہوتے ہیں۔ کیونکہ جو خوارق موسیٰ علیہ السلام سے ظاہر ہوئے ان کی ذہنیت کے موافق جادو کے بجز ان کی کوئی توجیہ نہ ہو سکتی تھی۔

◆ ۶ یعنی عجیب و غریب ساحرانہ کرشمے دکھلا کر مخلوق کو اپنی طرف مائل کرلے اور انجام کار ملک میں اثر و اقتدار پیدا کر کے اور بنی اسرائیل کی حمایت و آزادی کا نام لے کر قبطیوں کو جو یہاں کے اصل باشندے ہیں ان کے ملک و وطن (مصر) سے بے دخل کر دے۔ ان حالات کو پیش نظر رکھ کر مشورہ دو کیا ہونا چاہیے۔

◆ ۷ **مقابلے کیلئے ساحرین کو دعوت** مشاورت باہمی کے بعد یہ پاس ہوا کہ فرعون سے درخواست کی جائے کہ وہ ان دونوں (موسیٰ و ہارون) کے معاملہ میں جلدی نہ کرے۔ ان کا جو سحر ہے اس کا توڑ اور مؤثر جواب یوں ہو سکتا ہے کہ چپراسی بھیج کر تمام قلمرو میں فن سحر کے جاننے والے جو ان سے بھی بڑھ کر اس فن کے ماہر (سحار) ہوں جمع کر لئے جائیں۔ ان سے ان کا مقابلہ کرایا جائے۔ چنانچہ یوں ہی کیا گیا۔

لَاَجْرًا اِنْ كُنَّا نَحْنُ الْغٰلِبِيْنَ ﴿۱۱۳﴾ قَالَ نَعَمْ وَاِنَّكُمْ لَمِنَ

کچھ مزدوری ہے — اگر ہم غالب ہوئے — بولا ہاں — اور بے شک تم

الْمُقَرَّبِيْنَ ﴿۱۱۴﴾ قَالُوْا يٰمُوْسٰۤى اِمَّاۤ اَنْ تُلْقِيَ وَاِمَّاۤ اَنْ

مقرب ہو جاؤ گے — بولے — اے موسیٰ — یا تو ڈال — اور یا

نَّكُوْنَ نَحْنُ الْمُلْقِيْنَ ﴿۱۱۵﴾ قَالَ اَلْقُوْا ۚ فَلَمَّاۤ اَلْقَوْا

ہم ڈالتے ہیں — کہا ڈالو — پھر جب انہوں نے ڈالا

سَحَرُوْۤا اَعْيُنَ النَّاسِ وَاسْتَرْهَبُوْهُمْ وَجَآءُوْ بِسِحْرٍ

باندھ دیا — لوگوں کی آنکھوں کو — اور ان کو ڈرایا — اور لائے

عَظِيْمٍ ﴿۱۱۶﴾ وَاَوْحَيْنَاۤ اِلٰى مُوْسٰۤى اَنْ اَلْقِ عَصَاكَ ۚ فَاِذَا

بڑا جادو — اور ہم نے حکم بھیجا موسیٰ کو — کہ ڈال اپنا عصا — تو وہ

هِيَ تَلْقَفُ مَا يَاْفِكُوْنَ ﴿۱۱۷﴾ فَوَقَعَ الْحَقُّ وَبَطَلَ مَا

نگلنے لگا — جو سانگ انہوں نے بنایا تھا — پس ظاہر ہو گیا حق — اور غلط ہو گیا جو

كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۱۸﴾ فَغُلِبُوْا هُنَالِكَ وَانْقَلَبُوْا

جو انہوں نے کیا تھا — پس ہار گئے وہاں — اور لوٹ گئے

صٰغِرِيْنَ ﴿۱۱۹﴾ وَاُلْقِيَ السَّحَرَةُ سٰجِدِيْنَ ﴿۱۲۰﴾ قَالُوْۤا

ذلیل ہو کر — اور گر پڑے جادوگر سجدہ میں — بولے

اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۲۱﴾ رَبِّ مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ﴿۱۲۲﴾

ہم ایمان لائے — پروردگار عالم پر — جو رب ہے موسیٰ اور ہارون کا

قَالَ فِرْعَوْنُ اٰمَنْتُمْ بِهٖ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ ۚ اِنَّ

بولا فرعون — کیا تم ایمان لائے — اس پر بدوں میری اجازت سے پہلے

هٰذَا لَمَكْرٌ مَّكَرْتُمُوْهُ فِي الْمَدِيْنَةِ لِتُخْرِجُوْا

یہ تو مکر ہے — جو بنایا تم سب نے — اس شہر میں — تاکہ نکال دو

مِنْهَآ اَهْلَهَا ۚ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۲۳﴾ لَاُقَطِّعَنَّ اَيْدِيَكُمْ

اس شہر سے اس کے رہنے والوں کو — سو اب تم کو معلوم ہو جائے گا ◆ — میں ضرور کاٹوں گا تمہارے ہاتھ

وَاَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ ثُمَّ لَاُصَلِّبَنَّكُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۱۲۴﴾

اور دوسری طرف کے پاؤں — پھر سولی پر چڑھاؤں گا تم سب کو

قَالُوْٓا اِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا مُنْقَلِبُوْنَ ﴿۱۲۵﴾ وَمَا تَنْقِمُ مِنَّآ

وہ بولے — ہم کو تو اپنے رب کی طرف لوٹ کر جانا ہے ◆ — اور تجھ کو ہم سے یہی دشمنی ہے

اِلَّآ اَنْ اٰمَنَّا بِاٰيٰتِ رَبِّنَا لَمَّا جَآءَتْنَا ۭ رَبَّنَآ اَفْرِغْ

کہ مان لیا ہم نے اپنے رب کی نشانیوں کو — جب وہ ہم تک پہنچیں — اے رب ہمارے دہانے کھول دے

عَلَيْنَا صَبْرًا وَّتَوَفَّنَا مُسْلِمِيْنَ ﴿۱۲۶﴾ وَقَالَ الْمَلَاُ مِنْ

ہم پر صبر کے — اور ہم کو مار مسلمان ◆ — اور بولے سردار قوم

قَوْمِ فِرْعَوْنَ اَتَذَرُ مُوْسٰى وَقَوْمَهٗ لِيُفْسِدُوْا فِي

فرعون کے — کیوں چھوڑتا ہے موسیٰ کو اور اس کی قوم کو — کہ دھوم مچائیں

الْاَرْضِ وَيَذَرَكَ وَاٰلِهَتَكَ ۭ قَالَ سَنُقَتِّلُ اَبْنَاۗءَهُمْ

ملک میں ◆ — اور موقوف کرے تجھ کو اور تیرے بتوں کو ◆ — بولا — اب ہم مار ڈالیں گے ان کے بیٹوں کو

◆ **فرعون کا غیظ و غضب** یعنی یہ تم سب جادوگروں کی ملی بھگت ہے، ظاہر میں موسیٰ تمہارا استاد ہوگا۔ اس نے تمہیں سمجھا دیا کہ سب نے اپنی مغلوبیت کا اظہار کر دینا تاکہ عام لوگ متاثر ہو جائیں۔ اب گہری سازش سے تمہارا مقصود یہ ہے کہ اس ملک کے اصلی باشندوں کو نکال باہر کرو اور خود مصر کی سلطنت پر قبضہ کر لو۔ یہ تقریر فرعون نے اپنی کھلی شکست پر پردہ ڈالنے اور لوگوں کو اُلّو بنانے کی غرض سے کی تھی (فَاسْتَخَفَّ قَوْمَهُ فَأَطَاعُوهُ) مگر جس چیز سے فرعون اور فرعونی ڈر رہے تھے آخر تقدیر الٰہی سے وہی پیش آئی وَنُرِيَ فِرْعَوْنَ وَهَامَانَ وَجُنُودَهُمَا مِنْهُمْ مَّا كَانُوا يَحْذَرُونَ (القصص، رکوع ۱)

◆ **مؤمن ساحرین کا ایمان و استقامت** ساحرین توحید اور تمنائے لقاء اللہ کی شراب سے مخمور ہو چکے تھے، جنت و دوزخ گویا آنکھوں کے سامنے تھیں۔ بھلا وہ ان دھمکیوں کی کیا پروا کر سکتے تھے انہوں نے صاف کہہ دیا کہ کچھ مضائقہ نہیں جو کرنا ہو کر گزر، پھر ہم کو اپنے خدا کے پاس جانا ہے تیرے مرہو کر کیں۔ وہاں کے عذاب سے بچاؤ کی تکلیف آسان ہے اور اس کی رحمت و خوشنودی کے راستہ میں دنیا کی بڑی سے بڑی تکالیف و مصائب کا برداشت کر لینا بھی عاشقوں کے لئے سہل ہے۔

هنيئاً لأرباب النعيم نعيمهم　　　وللعاشق المسكين ما يتجرع

◆ یعنی جب رب کی نشانیوں کو مان لینے سے ہم تیری نگاہ میں مجرم ٹھہرے ہیں، اپنی رب سے ہماری دعا ہے کہ وہ تیری زیادتیوں اور سختیوں پر ہم کو صبر جمیل کی توفیق بخشے اور مرتے دم تک اسلام پر مستقیم رکھے ایسا نہ ہو کہ گھبرا کر کوئی بات تسلیم و رضا کے خلاف کر گزریں۔

◆ جب حق کے نشان دیکھ کر ساحرین سجدہ میں گر پڑے اور بنی اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام کا ساتھ دینا شروع کر دیا بلکہ بعض قبطیوں کا میلان بھی ان کی طرف ہونے لگا تو فرعونی لیڈر گھبرائے اور فرعون کو یہ کہہ کر تشدد پر آمادہ کرنے لگے کہ موسیٰ اور اس کی قوم بنی اسرائیل کو یہ موقع نہ دینا چاہئے کہ وہ آزادانہ ملک میں ادھم مچاتے پھریں اور عام لوگوں کو اپنی طرف مائل کر کے حکومت کے خلاف علم بغاوت بلند کر دیں اور آخرکار تیری اور تیرے تجویز کئے ہوئے معبودوں کی پرستش ملک سے موقوف کرا دیں۔

◆ **فرعون کے تجویز کردہ خدا** فرعون اپنے کو "رب اعلیٰ" بڑا پروردگار کہتا تھا۔ غالباً اسی "اعلیٰ" کو نباہنے کے لئے کچھ ادنیٰ پروردگار بھی تجویز کئے ہوں گے۔ ان کو یہاں "آلہتک" کہا۔ بعض نے کہا کہ وہ گائے وغیرہ کی مجسم تصویریں تھیں، بعض نے سورج اور ستاروں کا ارادہ کیا ہے۔ بعض کے نزدیک خود فرعون نے اپنی تصویر کے مجسمے پرستش کے لئے تقسیم کر رکھے تھے۔ کچھ بھی ہو بہرحال بڑا معبود اپنے ہی کو کہتا تھا۔ اور مَا عَلِمْتُ لَكُمْ مِّنْ إِلٰهٍ غَيْرِي کہہ کر خدا کے وجود کی نفی کرتا تھا۔ العیاذ باللہ۔

وَنَسْتَحْيٖ نِسَآءَهُمْ ۚ وَاِنَّا فَوْقَهُمْ قٰهِرُوْنَ ۝ قَالَ

اور زندہ رہنے دیں گے اُن کی عورتوں کو — اور ہم اُن پر زبردست ہیں ◆ — موسیٰ نے

مُوْسٰى لِقَوْمِهِ اسْتَعِيْنُوْا بِاللّٰهِ وَاصْبِرُوْا ۚ اِنَّ

کہا اپنی قوم سے — مدد مانگو اللہ سے — اور صبر کرو — بے شک

الْاَرْضَ لِلّٰهِ ۙ يُوْرِثُهَا مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ۗ وَ

زمین ہے اللہ کی — اُس کا وارث کر دے جس کو وہ چاہے — اپنے بندوں میں — اور

الْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ۝ قَالُوْٓا اُوْذِيْنَا مِنْ قَبْلِ

آخر میں بھلائی ہے ڈرنے والوں کے لیے ◆ — وہ بولے — ہم پر تکلیفیں رہیں پہلے

اَنْ تَاْتِيَنَا وَمِنْۢ بَعْدِ مَا جِئْتَنَا ۭ قَالَ عَسٰى رَبُّكُمْ

آنے سے پہلے — اور تیرے آنے کے بعد ◆ — کہا — نزدیک ہے کہ رب تمہارا

اَنْ يُّهْلِكَ عَدُوَّكُمْ وَيَسْتَخْلِفَكُمْ فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرَ

ہلاک کر دے تمہارے دشمن کو — اور خلیفہ کر دے تم کو — ملک میں — پھر دیکھے

كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ ۝ وَلَقَدْ اَخَذْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ

ع ۱۵

تم کیسے کام کرتے ہو ◆ — اور ہم نے پکڑ لیا — فرعون والوں کو

بِالسِّنِيْنَ وَنَقْصٍ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ۝

قحطوں میں — اور میووں کے نقصان میں — تاکہ وہ نصیحت مانیں

فَاِذَا جَآءَتْهُمُ الْحَسَنَةُ قَالُوْا لَنَا هٰذِهٖ ۚ وَاِنْ

پھر جب پہنچی اُن کو بھلائی — کہنے لگے — یہ ہے ہمارے لائق — اور اگر

۱ **بنی اسرائیل پر مظالم کا ارادہ** موسیٰ علیہ السلام کی پیدائش سے پہلے بھی فرعون نے بنی اسرائیل پر ظلم کر رکھا تھا کہ لڑکوں کو قتل کر دیتا۔ اس خوف سے کہ کہیں یہ وہی اسرائیلی نہ ہو جس کے ہاتھ پر اس کی سلطنت کے زوال کی خبر نجومیوں نے دی تھی۔ اور لڑکیوں کو خدمت وغیرہ کے لئے زندہ رہنے دیتا۔ اب موسیٰ علیہ السلام کا اثر دیکھ کر اندیشہ ہوا کہ کہیں اس کی تربیت و اعانت سے بنی اسرائیل زور نہ پکڑ جائیں اس لئے انہیں خوفزدہ اور عاجز کرنے کے لئے اپنے زور و قوت کے نشہ میں پھر اسی پرانی اسکیم پر عمل کرنے کی ٹھہرائی۔ بنی اسرائیل اس سفاکانہ تجویز کو سن کر سخت طور پر پریشان اور دہشت زدہ ہوئے ہوں گے۔ اس کا علاج موسیٰ علیہ السلام نے آئندہ آیت میں بتلایا۔

۲ **حضرت موسیٰ کا اپنی قوم کو وعظ** یعنی گھبرانے کی کوئی بات نہیں۔ اللہ کے سامنے کسی کا زور نہیں چلتا ملک اسی کا ہے جس کو مناسب جانے عطا فرمائے۔ لہٰذا ظالم کے مقابلہ میں اسی سے مدد مانگو۔ اسی پر نظر رکھو اسی سے ڈرو صبر و تقویٰ کی راہ اختیار کرو۔ اور یقین رکھو کہ آخری کامیابی صرف متقین کے لئے ہے۔

۳ یعنی ہم تو ہمیشہ مصیبت ہی میں رہے تمہاری تشریف آوری سے قبل ہم سے ذلیل بیگار لی جاتی تھی۔ اور ہمارے لڑکے قتل کئے جاتے تھے۔ تمہارے آنے کے بعد طرح طرح کی سختیاں کی جا رہی ہیں اور قتل ابناء کے مشورے ہو رہے ہیں۔ دیکھئے کب ہماری مصیبتوں کا خاتمہ ہو۔

۴ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تسلی دی کہ زیادہ مت گھبراؤ۔ خدا کی مدد قریب آ گئی ہے۔ تم دیکھ لو گے کہ تمہارا دشمن ہلاک کر دیا جائے گا اور تم کو ان کے اموال و املاک کا مالک بنا دیا جائے گا تا کہ جس طرح آج سختی و غلامی میں تمہارا امتحان ہو رہا ہے اس وقت خوشحالی اور آزادی دے کر آزمایا جائے کہ کہاں تک اس کی نعمتوں کی قدر اور احسانات کی شکر گذاری کرتے ہو۔ حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ یہ کلام مسلمانوں کے سنانے کو نقل فرمایا یہ سورت مکی ہے، اس وقت مسلمان بھی ایسے ہی مظلوم تھے "گفتہ آید در حدیث دیگراں" کے رنگ میں یہ بشارت ان کو پہنچائی۔

تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَطَّيَّرُوا بِمُوسٰى وَمَنْ مَّعَهٗ ؕ

پہنچتی برائی — تو نحوست بتلاتے موسیٰ کی — اور اس کے ساتھ والوں کی

اَلَآ اِنَّمَا طٰٓئِرُهُمْ عِنْدَ اللّٰهِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا

سن لو — ان کی شامت — تو اللہ کے پاس ہے — پر اکثر لوگ نہیں

يَعْلَمُوْنَ ﴿١٣١﴾ وَقَالُوْا مَهْمَا تَاْتِنَا بِهٖ مِنْ اٰيَةٍ لِّتَسْحَرَنَا

جانتے — اور کہنے لگے — جو کچھ تو لائے گا ہمارے پاس نشانی — کہ ہم پر اس کی وجہ سے

بِهَا ۙ فَمَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِيْنَ ﴿١٣٢﴾ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ

جادو کرے — سو ہم ہرگز تجھ پر ایمان نہ لائیں گے — پھر ہم نے بھیجا — ان پر

الطُّوْفَانَ وَالْجَرَادَ وَالْقُمَّلَ وَالضَّفَادِعَ وَ

طوفان — اور ٹڈی — اور چچڑی — اور مینڈک — اور

الدَّمَ اٰيٰتٍ مُّفَصَّلٰتٍ ۫ فَاسْتَكْبَرُوْا وَكَانُوْا قَوْمًا

خون — بہت سی نشانیاں جدی جدی — پھر بھی تکبر کرتے رہے — اور تھے وہ لوگ

مُّجْرِمِيْنَ ﴿١٣٣﴾ وَلَمَّا وَقَعَ عَلَيْهِمُ الرِّجْزُ قَالُوْا يٰمُوْسَى

گنہگار — اور جب پڑتا ان پر کوئی عذاب — تو کہتے — اے موسیٰ

ادْعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِنْدَكَ ۚ لَئِنْ كَشَفْتَ

دعا کر ہمارے واسطے اپنے رب سے — جیسا کہ اس نے بتلا رکھا ہے تجھ کو — اگر تو نے دور کر دیا

عَنَّا الرِّجْزَ لَنُؤْمِنَنَّ لَكَ وَلَنُرْسِلَنَّ مَعَكَ بَنِيْٓ

ہم سے یہ عذاب — تو بے شک ہم ایمان لے آئیں گے تجھ پر — اور جانے دیں گے تیرے ساتھ

إِسْرَآءِيلَ ﴿١٣٤﴾ فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُمُ الرِّجْزَ إِلَىٰٓ أَجَلٍ هُمْ

بنی اسرائیل کو — پھر جب ہم نے اٹھا لیا اُن سے عذاب — ایک مدت تک کہ اُن کو

بَٰلِغُوهُ إِذَا هُمْ يَنكُثُونَ ﴿١٣٥﴾ فَانتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَأَغْرَقْنَٰهُمْ

اُس مدت تک پہنچنا تھا — اُسی وقت عہد توڑ ڈالتے ◆ پھر ہم نے بدلہ لیا اُن سے سو ڈبو دیا — ہم نے اُن کو

فِى الْيَمِّ بِأَنَّهُمْ كَذَّبُوا بِـَٔايَٰتِنَا وَكَانُوا عَنْهَا

دریا میں — اس وجہ سے کہ انہوں نے جھٹلایا ہماری آیتوں کو — اور اُن سے

غَٰفِلِينَ ﴿١٣٦﴾ وَأَوْرَثْنَا الْقَوْمَ الَّذِينَ كَانُوا يُسْتَضْعَفُونَ

تغافل کرتے تھے ◆ اور وارث کر دیا ہم نے اُن لوگوں کو — جو کمزور سمجھے جاتے تھے ◆

مَشَٰرِقَ الْأَرْضِ وَمَغَٰرِبَهَا الَّتِى بَٰرَكْنَا فِيهَا ۖ

اُس زمین کے مشرق — اور مغرب کا — کہ جس میں برکت رکھی ہے ہم نے ◆

وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ الْحُسْنَىٰ عَلَىٰ بَنِىٓ إِسْرَآءِيلَ ۚ

اور پورا ہو گیا نیکی کا وعدہ تیرے رب کا — بنی اسرائیل پر

بِمَا صَبَرُوا ۖ وَدَمَّرْنَا مَا كَانَ يَصْنَعُ فِرْعَوْنُ وَ

بسبب اُن کے صبر کرنے کے — اور خراب کر دیا ہم نے — جو کچھ بنایا تھا فرعون — اور

قَوْمُهُۥ وَمَا كَانُوا يَعْرِشُونَ ﴿١٣٧﴾ وَجَٰوَزْنَا بِبَنِىٓ

اُس کی قوم نے — اور جو اونچا کر کے چھایا تھا ◆ اور پار اتار دیا ہم نے

إِسْرَآءِيلَ الْبَحْرَ فَأَتَوْا عَلَىٰ قَوْمٍ يَعْكُفُونَ عَلَىٰٓ

بنی اسرائیل کو دریا سے — تو پہنچے ایک قوم پر — جو پوجنے میں لگ رہے تھے

◆ اس مدت سے یا تو موت اور غرق ہونے تک کی مدت مراد ہے۔ یا ممکن ہے ایک بار کے بعد دوسری بار کے آنے تک کا وقت مراد ہو۔

◆ **آل فرعون کا غرق ہونا** "رجز" سے بعض مفسرین کے نزدیک طاعون مراد ہے جیسا کہ بعض احادیث میں یہ لفظ طاعون پر اطلاق کیا گیا ہے لیکن اکثر مفسرین ان آیات کو پچھلی آیات ہی کا بیان قرار دیتے ہیں موضح القرآن میں ہے کہ "یہ سب بلائیں ان پر آئیں ایک ایک ہفتہ کے فرق سے۔ اول حضرت موسیٰ فرعون کو کہہ آتے کہ اللہ تم پر یہ بلا بھیجے گا، وہ وہی بلا آتی۔ پھر مضطر ہو کے حضرت موسیٰ کی خوشامد کرتے ان کی دعا سے دفع ہوتی، پھر منکر ہو جاتے۔ آخر وہ بلا آئی۔ نصف شب کو سارے شہر میں ہر شخص کا پہلا بیٹا مر گیا وہ لگے غم میں، ان کے غم میں حضرت موسیٰ اپنی قوم کو لے کر شہر سے نکل گئے۔ پھر کئی روز کے بعد فرعون پیچھے لگا۔ دریائے قلزم پر جا پکڑا۔ وہاں یہ قوم سلامت گذر گئی اور فرعون ساری فوج سمیت غرق ہوا۔"

◆ یعنی بنی اسرائیل کو۔

◆ **بنی اسرائیل کو مصر و شام کی وراثت** اکثر مفسرین کے نزدیک اس زمین سے مراد ملک شام ہے جس میں حق تعالیٰ نے بہت سی ظاہری و باطنی برکات ودیعت کی ہیں۔ ظاہری تو یہی کہ نہایت سرسبز و شاداب، میوہ حاصل، خوش منظر اور زرخیز ملک ہے اور باطنی اس لئے کہ بہت سے انبیاء علیہم السلام کا مسکن و مدفن بنایا گیا ہے۔ بنی اسرائیل مصر سے نکل کر ایک عرصہ تک صحرائے تیہ میں سرگرداں پھرتے رہے۔ جیسا کہ پیچھے گذر چکا۔ بعد حضرت یوشع کے ساتھ ہو کر "عمالقہ" سے جہاد کیا، اور اپنے آبائی وطن ملک شام کے وارث بنے۔ بعض مفسرین نے اس زمین سے مصر مراد لیا ہے۔ یعنی فرعونیوں کو غرق کر کے ہم نے بنی اسرائیل کو مصر کی دولت کا وارث بنا دیا کہ آزادی کے ساتھ اس سے متمتع ہوں کما قال تعالیٰ کَمْ تَرَكُوا مِنْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ وَّزُرُوْعٍ وَّمَقَامٍ كَرِيْمٍ وَّنَعْمَةٍ كَانُوْا فِيْهَا فٰكِهِيْنَ كَذٰلِكَ وَاَوْرَثْنٰهَا قَوْمًا اٰخَرِيْنَ (دخان رکوع ۱) وَنُرِيْدُ اَنْ نَّمُنَّ عَلَى الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا فِى الْاَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ اَئِمَّةً وَّنَجْعَلَهُمُ الْوٰرِثِيْنَ وَنُمَكِّنَ لَهُمْ فِى الْاَرْضِ وَنُرِىَ فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ وَجُنُوْدَهُمَا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَحْذَرُوْنَ (القصص رکوع ۱) اس تقدیر پر مصر کی ظاہری برکات تو ظاہر ہیں، باطنی اس حیثیت سے ہوگی کہ حضرت یوسف علیہ السلام وہیں مدفون ہوئے، حضرت یعقوب علیہ السلام وہاں تشریف لے گئے اور آخر میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بچپن سے لے کر جوانی تک طویل مدت اسی ملک میں گذاری۔ امام بغوی نے مفسرین کے دونوں قول جمع کر کے اس جگہ مصر و شام دونوں کا ارادہ کیا ہے۔ واللہ اعلم۔

◆ یعنی بنی اسرائیل نے جب فرعونیوں کے سخت جابرانہ شدائد پر صبر کیا، موسیٰ علیہ السلام کی ہدایت کے موافق خدا سے استعانت کی اور پیغمبر خدا کا ساتھ دیا تو خدا نے جو نیک وعدہ ان سے کیا تھا (عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يُّهْلِكَ عَدُوَّكُمْ اور وَنُرِيْدُ اَنْ نَّمُنَّ عَلَى الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا الخ) وہ پورا کر دکھایا۔ فرعون اور اس کی قوم نے اپنے اپنے کبر و نخوت کے اظہار کے لئے جو دمدمے بنا رکھا تھا وہ سب تباہ و برباد ہو گیا۔ اور ان کی اونچی اونچی عمارتیں تہ و بالا کر دی گئیں۔ سچ ہے "اِنَّ الْمُلُوْكَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْيَةً اَفْسَدُوْهَا وَجَعَلُوْٓا اَعِزَّةَ اَهْلِهَآ اَذِلَّةً"۔

أَصْنَامٍ لَّهُمْ ۚ قَالُوا يَا مُوسَى اجْعَل لَّنَا إِلَٰهًا كَمَا

اپنے بتوں کے ◆ کہنے لگے اے موسیٰ بنا دے ہمارے بھی عبادت کے لیے کوئی ایک بت جیسے

لَهُمْ آلِهَةٌ ۚ قَالَ إِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُونَ ﴿١٣٨﴾ إِنَّ هَٰؤُلَاءِ

ان کے بت ہیں کہا تم لوگ تو جہل کرتے ہو ◆ یہ لوگ

مُتَبَّرٌ مَّا هُمْ فِيهِ وَبَاطِلٌ مَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿١٣٩﴾

تباہ ہونے والی ہے وہ چیز جس میں وہ لگے ہوئے ہیں اور غلط ہے جو وہ کر رہے ہیں ◆

قَالَ أَغَيْرَ اللَّهِ أَبْغِيكُمْ إِلَٰهًا وَهُوَ فَضَّلَكُمْ

کہا کیا اللہ کے سوا ڈھونڈوں تمہارے واسطے کوئی اور معبود حالانکہ اس نے تم کو بڑائی دی

عَلَى الْعَالَمِينَ ﴿١٤٠﴾ وَإِذْ أَنجَيْنَاكُم مِّنْ آلِ فِرْعَوْنَ

تمام جہان پر ◆ اور وہ وقت یاد کرو جب نجات دی ہم نے تم کو فرعون والوں سے

يَسُومُونَكُمْ سُوءَ الْعَذَابِ ۖ يُقَتِّلُونَ أَبْنَاءَكُمْ

کہ دیتے تھے تم کو برا عذاب کہ مار ڈالتے تھے تمہارے بیٹوں کو

وَيَسْتَحْيُونَ نِسَاءَكُمْ ۚ وَفِي ذَٰلِكُم بَلَاءٌ

اور جیتا رکھتے تھے تمہاری عورتوں کو اور اس میں احسان ہے

مِّن رَّبِّكُمْ عَظِيمٌ ﴿١٤١﴾ وَوَاعَدْنَا مُوسَىٰ ثَلَاثِينَ

تمہارے رب کا بڑا ◆ اور وعدہ کیا ہم نے موسیٰ سے تیس

لَيْلَةً وَأَتْمَمْنَاهَا بِعَشْرٍ فَتَمَّ مِيقَاتُ رَبِّهِ أَرْبَعِينَ

رات کا اور پورا کیا ان کو اور دس سے پس پوری ہو گئی مدت تیرے رب کی چالیس

◆ **بنی اسرائیل کا جاہلانہ مطالبہ**: بعض نے کہا کہ یہ قوم لخم کے لوگ تھے اور بعض نے کنعانی عمالقہ کو اس کا مصداق قرار دیا ہے۔ کہتے ہیں کہ ان کے بت گائے کی شکل پر تھے۔ واللہ اعلم۔

◆ یعنی حق تعالیٰ کی عظمت و شان اور تنزیہ و تقدیس سے تم بالکل جاہل معلوم ہوتے ہو۔ واقعہ یہ ہے کہ مدت دراز تک مصری بت پرستوں کے زیر سایہ رہنے سے جو بنی اسرائیل کا میلان بار بار اسی طرح کے افعال و رسوم شرکیہ کی طرف ہوتا تھا۔ یہ بیہودہ جاہلانہ درخواست بھی اسی کا سبب ہوا اور یہیں سے بت پرستوں کی صحبت کے اثرات کو ظاہر کرتی ہے۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ "جاہل آدمی کو بے صورت معبود کی عبادت سے تسکین نہیں پاتی جب تک سامنے ایک صورت نہ ہو۔ وہ قوم جن کو دیکھا گائے کی صورت پوجتی تھی ان کو بھی یہ ہوس آئی۔ آخر سونے کا بچھڑا بنایا اور پوجا۔"

◆ **قوم کو حضرت موسیٰ کی نصیحت** | یعنی ان لوگوں کا مذہب برباد اور اہل حق کے ہاتھوں سے آخر تباہ ہونے والا ہے اور جو کچھ عمل یہ اب تک کرتے رہے ہیں وہ محض باطل، غلط، بیکار اور بے حقیقت ہے۔

◆ یعنی خدا کے انعامات عظیمہ کی شکر گزاری اور حق شناسی کیا یہی ہو سکتی ہے کہ غیر اللہ کی پرستش کر کے اللہ سے بغاوت کی جائے۔ پھر ذرا یہ بھی سوچو کہ جس مخلوق کو خدا نے سارے جہان پر فضیلت دی وہ اپنے ہاتھ سے بنائی ہوئی مورتیوں کے سامنے سر بسجود ہو جائے؟ کیا مفضول افضل کا معبود بن سکتا ہے؟

◆ اس کی تفسیر سورۃ البقرہ کے ربع کے بعد ملاحظہ کی جائے۔ یہ مضمون وہاں گذر چکا ہے۔ یعنی جس خدا نے ابھی ابھی تم پر ایسا عظیم الشان احسان فرمایا کیا اسے چھوڑ کر لکڑیوں اور پتھروں کے سامنے جھکتے ہو؟

لَيْلَةً ۚ وَقَالَ مُوسَىٰ لِأَخِيهِ هَارُونَ اخْلُفْنِي فِي

راتیں ◆ اور کہا موسیٰ نے اپنے بھائی ہارون سے کہ میرا خلیفہ رہ

قَوْمِي وَأَصْلِحْ وَلَا تَتَّبِعْ سَبِيلَ الْمُفْسِدِينَ ﴿١٤٢﴾

میری قوم میں اور اصلاح کرتے رہنا اور مت چلنا مفسدوں کی راہ ◆

وَلَمَّا جَاءَ مُوسَىٰ لِمِيقَاتِنَا وَكَلَّمَهُ رَبُّهُ ۙ قَالَ

اور جب پہنچا موسیٰ ہمارے وعدہ پر اور کلام کیا اس سے اس کے رب نے بولا

رَبِّ أَرِنِي أَنظُرْ إِلَيْكَ ۚ قَالَ لَن تَرَانِي وَلَٰكِنِ

اے میرے رب تو مجھ کو دکھا کہ میں تجھ کو دیکھوں ◆ فرمایا تو مجھ کو ہرگز نہ دیکھے گا ◆ لیکن

انظُرْ إِلَى الْجَبَلِ فَإِنِ اسْتَقَرَّ مَكَانَهُ فَسَوْفَ

تو دیکھتا رہ پہاڑ کی طرف اگر وہ اپنی جگہ ٹھہرا رہا تو تو

تَرَانِي ۚ فَلَمَّا تَجَلَّىٰ رَبُّهُ لِلْجَبَلِ جَعَلَهُ دَكًّا وَخَرَّ

مجھ کو دیکھ لے گا ◆ پھر جب تجلی کی اس کے رب نے پہاڑ کی طرف کر دیا اس کو ڈھا کر برابر اور گر پڑا

◆ **کوہ طور پر چالیس راتوں کا وعدہ** جب بنی اسرائیل کو طرح طرح کی پریشانیوں سے اطمینان نصیب ہوا تو انہوں نے موسیٰ علیہ السلام سے درخواست کی کہ اب ہمارے لئے کوئی آسمانی شریعت لائیے جس پر ہم دل جمعی کے ساتھ عمل کرتے چلے جائیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے ان کا معروضہ بارگاہ الٰہی میں پیش کر دیا۔ کوہ طور پر چالیس راتوں کے اعتکاف کا وعدہ حق تعالیٰ نے ان سے کم از کم تیس دن اور زیادہ سے زیادہ چالیس دن کا وعدہ فرمایا کہ جب اتنی مدت تم پے در پے روزے رکھو گے اور کوہ طور پر معتکف رہو گے تو تم کو تورات شریفہ عنایت کی جائے گی۔ دو مدتیں (تیس اور دس یا چالیس) ٹھہرانے کا شاید یہ مطلب تھا کہ اگر منشائے ریاضت میں وظائف عبودیت اور آداب تقرب ادا کرنے کے اعتبار سے کسی قسم کی کوتاہی اور تقصیر ظاہر نہ کی تو تیس دن کافی ہوں گے ورنہ آخر الاجلین چالیس روز پورے کرنے پڑیں گے۔ یا شروع سے تیس دن ضروری اور لازمی میعاد کے طور پر ہوں اور چالیس دن پورے کرنا اختیاری و استحبابی حیثیت سے اصل میعاد کی تکمیل و تتمیم کے طور پر رکھے گئے ہوں۔ جیسے شعیب علیہ السلام نے موسیٰ علیہ السلام کو اپنی بیٹی دیتے وقت فرمایا تھا عَلٰٓی اَنْ تَاْجُرَنِیْ ثَمٰنِیَ حِجَجٍ فَاِنْ اَتْمَمْتَ عَشْرًا فَمِنْ عِنْدِكَ وَمَآ اُرِیْدُ اَنْ اَشُقَّ عَلَیْكَ (القصص۔ رکوع ۳) [illegible] بعض محققین نے یہ کہا ہے کہ اصل میعاد چالیس ہی دن کی تھی جیسا کہ سورۂ بقرہ میں مذکور ہے اور یہاں

مُوْسٰى صَعِقًا ۚ فَلَمَّآ اَفَاقَ قَالَ سُبْحٰنَكَ تُبْتُ

موسیٰ بے ہوش ہو کر ◆ پھر جب ہوش میں آیا بولا تیری ذات پاک ہے میں نے توبہ کی

اِلَيْكَ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۴۳﴾ قَالَ يٰمُوْسٰٓى اِنِّىْ

تیری طرف اور میں سب سے پہلے یقین لایا ◆ فرمایا اے موسیٰ میں نے

اصْطَفَيْتُكَ عَلَى النَّاسِ بِرِسٰلٰتِىْ وَبِكَلَامِىْ ۖ

تجھ کو امتیاز دیا لوگوں سے اپنے پیغام بھیجنے کا اور اپنے کلام کرنے کا

فَخُذْ مَآ اٰتَيْتُكَ وَكُنْ مِّنَ الشّٰكِرِيْنَ ﴿۱۴۴﴾ وَكَتَبْنَا لَهٗ

سو لے جو میں نے تجھ کو دیا اور شاکر رہ ◆ اور لکھ دی ہم نے اس کو

فِى الْاَلْوَاحِ مِنْ كُلِّ شَىْءٍ مَّوْعِظَةً وَّتَفْصِيْلًا

تختیوں پر ہر قسم کی نصیحت اور تفصیل

لِّكُلِّ شَىْءٍ ۚ فَخُذْهَا بِقُوَّةٍ وَّاْمُرْ قَوْمَكَ يَاْخُذُوْا

ہر چیز کی ◆ سو پکڑ لے ان کو زور سے اور حکم کر اپنی قوم کو کہ پکڑے رہیں

بِاَحْسَنِهَا ۚ سَاُورِيْكُمْ دَارَ الْفٰسِقِيْنَ ﴿۱۴۵﴾ سَاَصْرِفُ

اس کی بہتر باتیں عنقریب میں تم کو دکھلاؤں گا گھر نافرمانوں کا ◆ میں پھیر دوں گا

عَنْ اٰيٰتِىَ الَّذِيْنَ يَتَكَبَّرُوْنَ فِى الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ۚ

اپنی آیتوں سے ان کو جو تکبر کرتے ہیں زمین میں ناحق

وَاِنْ يَّرَوْا كُلَّ اٰيَةٍ لَّا يُؤْمِنُوْا بِهَا ۚ وَاِنْ يَّرَوْا سَبِيْلَ

اور اگر دیکھ لیں ساری نشانیاں ایمان نہ لائیں ان پر اور اگر دیکھیں رستہ

الرُّشْدِ لَا يَتَّخِذُوْهُ سَبِيْلًا ۚ وَاِنْ يَّرَوْا سَبِيْلَ الْغَيِّ

ہدایت کا — تو نہ ٹھہرائیں اس کو راہ — اور اگر دیکھیں — رستہ گمراہی کا

يَتَّخِذُوْهُ سَبِيْلًا ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَكَانُوْا

تو اس کو ٹھہرا لیں راہ — یہ اس لیے کہ انہوں نے جھوٹ جانا ہماری آیتوں کو — اور رہے

عَنْهَا غٰفِلِيْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَلِقَاۗءِ

اُن سے بے خبر ◆ اور جنہوں نے جھوٹ جانا ہماری آیتوں کو — اور آخرت

الْاٰخِرَةِ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ ۭ هَلْ يُجْزَوْنَ اِلَّا مَا

کی ملاقات کو — برباد ہوئیں ان کی محنتیں — وہی بدلہ پائیں گے جو کچھ

كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ۧ وَاتَّخَذَ قَوْمُ مُوْسٰي مِنْۢ بَعْدِهٖ

عمل کرتے تھے ◆ اور بنا لیا موسیٰ کی قوم نے — اُس کے پیچھے

مِنْ حُلِيِّهِمْ عِجْلًا جَسَدًا لَّهٗ خُوَارٌ ۭ اَلَمْ يَرَوْا اَنَّهٗ

اپنے زیور سے بچھڑا ◆ ایک بدن کہ اس میں گائے کی آواز تھی — کیا انہوں نے یہ نہ دیکھا

لَا يُكَلِّمُهُمْ وَلَا يَهْدِيْهِمْ سَبِيْلًا ۘ اِتَّخَذُوْهُ وَكَانُوْا

کہ وہ ان سے بات بھی نہیں کرتا — اور نہیں بتلاتا راستہ — معبود بنا لیا اس کو — اور وہ تھے

ظٰلِمِيْنَ ۝ وَلَمَّا سُقِطَ فِيْٓ اَيْدِيْهِمْ وَرَاَوْا اَنَّهُمْ

ظالم ◆ اور جب پچھتائے — اور سمجھے کہ ہم

قَدْ ضَلُّوْا ۙ قَالُوْا لَىِٕنْ لَّمْ يَرْحَمْنَا رَبُّنَا وَيَغْفِرْ لَنَا

بے شک گمراہ ہو گئے — تو کہنے لگے — اگر نہ رحم کرے ہم پر ہمارا رب — اور نہ بخشے ہم کو

ع ۱۶

وقف لازم

◆ **تکبر کی سزا** | جو لوگ خدا اور پیغمبروں کے مقابلہ میں ناحق تکبر کرتے ہیں اور شوخی و غرور اجازت نہیں دیتا کہ احکام الٰہی کو قبول کریں، ہم بھی ان کے دل اپنی آیات کی طرف سے پھیر دیں گے کہ آئندہ ان سے منتفع ہونے کی توفیق نہ ہوگی۔ ایسے لوگوں کی کیفیت یہ ہوتی ہے کہ خواہ کتنے ہی نشان دیکھیں اور کیسی ہی آیتیں سنیں ٹس سے مس نہ ہوں، ہدایت کی سڑک کیسی ہی صاف اور کشادہ ہو اس پر نہ چلیں ہاں گمراہی کے راستہ پر نفسانی خواہشات کی ویرانی میں دوڑے چلے جائیں۔ تکذیب کی عادت اور غفلت کی شامت سے جب دل مسخ ہو جاتا ہے اسی وقت آدمی اس حالت کو پہنچتا ہے۔

◆ ١ یعنی احکام الٰہیہ پر چلنے کی توفیق نہ ہوگی، اور جو کچھ کام اپنی عقل سے کریں گے وہ خدا کے یہاں قبول نہ ہوگا۔ جیسا کریں گے ویسا بھگتیں گے۔ باقی ان کی بے جان اور مردہ نیکیوں کا جو بدلہ ملنا ہوگا دنیا میں مل رہے گا۔

◆ ٢ **زیور اور بچھڑا** | یہ زیور جسے گلا کر اور ڈھال کر بچھڑا بنایا اصل میں فرعون کی قوم قبطیوں کا تھا، کسی طرح سے بنی اسرائیل کے قبضے میں آیا۔ جیسا کہ سورۂ "طٰہٰ" میں ہے حُمِّلْنَآ اَوْزَارًا مِّنْ زِيْنَةِ الْقَوْمِ

◆ **بچھڑے کی بے معنی آواز** | سورۂ "طٰہٰ" میں اس بچھڑے کا مفصل قصہ آئے گا۔ یہاں ان کی حماقت و سفاہت پر متنبہ فرمایا ہے کہ ایک خود ساختہ ڈھانچہ میں سے گائے کی آواز سن لینے پر مفتون ہو گئے اور بچھڑے کو خدا سمجھ بیٹھے۔ حالانکہ اس کی بے معنی آواز میں نہ کوئی کلام و خطاب تھا نہ دینی اور دنیوی رہنمائی اس سے ہوتی تھی۔ اس طرح کی صوت محض تو کسی چیز کو انسانیت کے درجہ تک بھی نہیں پہنچا سکتی چہ جائیکہ خالق کل و معطی کے مرتبہ پر پہنچا دے۔ یہ کتنا بڑا ظلم اور بے موقع کام ہے کہ ایک معمولی جانور کی صورت کو خدا کہہ دیا جائے۔ بات یہ ہے کہ اس قوم کو پہلے ہی سے ایسی بے موقع باتیں کرنے کی عادت تھی چنانچہ پیشتر اِجْعَلْ لَّنَآ اِلٰهًا كَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ کی درخواست موسیٰ علیہ السلام سے کر چکے تھے۔

دیا تھا (خدائی توحید و تفرید) اس کی بجائے تم نے بچھڑے کی پوجا شروع کر دی کہ هٰذَآ اِلٰهُكُمْ وَاِلٰهُ مُوْسٰى (فی الحقیقت یہی تمہارا اور موسیٰ کا معبود ہے) اور ممکن ہے خطاب ہارون علیہ السلام کو بھی ہو کہ تم نے میری نیابت کا حق جو اُخْلُفْنِیْ فِیْ قَوْمِیْ کہہ کر سپرد کر گئے تھے، اچھی طرح ادا نہ کیا کہ ان کو روکتے اور مضبوطی سے اس فتنہ کا مقابلہ کرتے جیسا کہ سورہ "طٰہٰ" میں مفصل آئے گا۔

◆ یعنی میں پروردگار سے تمہارے لئے احکام لینے گیا تھا، چالیس روز کی میعاد بھی خدا نے مقرر کر دی تھی، تم سے خدائی مقرر کی ہوئی مدت پوری ہونے اور اس کے احکام لے آنے کا بھی انتظار نہ ہو سکا، یہ تو بہت زمانہ نہیں گذر گیا تھا جو تم نے گھبرا کر اس قدر جلد خدا کے قہر و غضب کو اپنی طرف آنے کی دعوت دی۔ اَفَطَالَ عَلَيْكُمُ الْعَهْدُ اَمْ اَرَدْتُّمْ اَنْ يَّحِلَّ عَلَيْكُمْ غَضَبٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاَخْلَفْتُمْ مَّوْعِدِىْ (طٰہٰ، رکوع ۴)

◆ **حضرت موسیٰ کی حضرت ہارون سے باز پرس** حضرت موسیٰ علیہ السلام اس منظر کو دیکھ کر اور ہارون علیہ السلام کی نرمی و تساہل کا گمان کر کے اس قدر بے خود ہوئے اور دینی حمیت و غیرت کے جوش سے اس قدر بے قابو ہو گئے کہ ہارون علیہ السلام کی طرف لپکے اور حرارت ایمانی کے بے اندازہ جوش میں ان کی ڈاڑھی اور سر کے بال پکڑ لئے۔ معاذ اللہ ہارون کی اہانت کی نیت سے نہیں کیونکہ ہارون خود مستقل نبی اور عمر میں موسیٰ علیہ السلام سے تین سال بڑے تھے۔ بھلا ایک اولوالعزم پیغمبر سے یہ کیسے ممکن تھا کہ دوسرے نبی کو جو اس کا بڑا بھائی بھی ہو رسوا و بے آبرو کرنے کا ارادہ کرے۔ لیکن موسیٰ علیہ السلام کی طرف سے یہ معاملہ اس وقت ہوا جبکہ وہ قوم کی سخت بدعنوانی کی بناء پر بغض فی اللہ اور غصہ سے بے اختیار ہو رہے تھے حضرت ہارون کی نسبت یہ خیال غالب ہو رہا تھا کہ شاید انہوں نے اصلاح حال کی پوری کوشش نہیں کی۔ حالانکہ ان کو اصلاح کی بھی تاکید کر گئے تھے۔ بے شک ہارون نبی اور عمر میں بڑے تھے، مگر رتبہ میں موسیٰ علیہ السلام ان سے بڑے تھے اور سیاسی و انتظامی حیثیت سے ہارون کو ان کا وزیر اور تابع بنایا گیا تھا۔ اس موقع پر موسیٰ علیہ السلام کی شان سیاست و حکمت کا ظہور ہوا گویا ان کی طرف سے یہ دارو گیر اور سخت باز پرس حضرت ہارون کی تفہیم عظمیٰ پر ایک قسم کی فعلی ملامت تھی جس سے قوم کو بھی پوری طرح متنبہ کر دیا گیا کہ پیغمبر کا قلب نشۂ توحید سے کس قدر سرشار اور رسم شرک و کفر سے کس قدر نفور و بیزار ہوتا ہے کہ اس معاملہ میں ادنیٰ ترین تساہل یا مداہنت کو بھی برداشت نہیں کر سکتے حتیٰ کہ ایک نبی کی نسبت اگر ایسا وہم ہو جائے کہ اس نے شرک کے مقابلہ پر آواز بلند کرنے میں ذرا سی کوتاہی کی ہے تو آپ کی بزرگی اور وجاہت عند اللہ بھی انکی سخت باز پرس سے ان کو نہیں روک سکی۔ بہرحال موسیٰ علیہ السلام اس حالت میں شرعاً معذور تھے۔ اسی فرط غضب اور ہنگامہ دارو گیر میں الواح (وہ تختیاں جو خدا کی طرف سے مرحمت ہوئی تھیں) ان کے ہاتھ سے چھوٹ گئیں جسے عدم تحفظ کی وجہ سے تغلیظاً "القاء" سے تعبیر فرمایا کیونکہ بظاہر غلبۂ غضب کا احتمال نہ کر سکے یا جیسا کہ بعض مفسرین کا خیال ہے ہارون کی طرف بڑھتے وقت ہاتھ خالی کرنے کے لئے بہت تیزی اور عجلت کے ساتھ تختیاں ایک طرف رکھ دیں مگر چونکہ ان دونوں معاملات کی ظاہر صورت جو ہارون یا الواح کے متعلق ظہور میں آئی بصورۃ ناپسندیدہ تھی گو موسیٰ علیہ السلام بالکل معذور تھے اس لئے آئندہ رَبِّ اغْفِرْ لِیْ الخ کہہ کر حق تعالیٰ سے معافی کی درخواست کی۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

◆ **حضرت ہارون کا جواب اور معذرت** گو ہارون علیہ السلام حضرت موسیٰ کے حقیقی بھائی ہیں۔ مگر ماں کی طرف نسبت کرنے سے ان کو نرمی اور شفقت پر آمادہ کرنا تھا۔ اس آیت میں ہارون کی معذرت کا بیان ہے۔ حاصل یہ ہے کہ میں اپنے مقدور کے موافق ان کو سمجھا چکا لیکن انہوں نے میری کچھ حقیقت نہ سمجھی۔ اُلٹے مجھے قتل کرنے پر آمادہ ہونے لگے۔ اب آپ ایسا معاملہ کر کے ان کو مجھ پر ہنسنے کا موقع نہ دیجئے اور عتاب و غصہ کا اظہار کرتے وقت مجھ کو ظالموں کے ذیل میں شامل نہ کیجئے۔

فِي رَحْمَتِكَ ۖ وَأَنتَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ ﴿١٥١﴾ إِنَّ الَّذِينَ

اپنی رحمت میں ◆ اور تو سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے ◆ البتہ جنھوں نے

اتَّخَذُوا الْعِجْلَ سَيَنَالُهُمْ غَضَبٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَذِلَّةٌ

بچھڑے کو معبود بنالیا ان کو پہنچے گا غضب ان کے رب کا اور ذلت

فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ۚ وَكَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُفْتَرِينَ ﴿١٥٢﴾

دنیا کی زندگی میں اور یہی سزا دیتے ہیں ہم بہتان باندھنے والوں کو ◆

وَالَّذِينَ عَمِلُوا السَّيِّئَاتِ ثُمَّ تَابُوا مِن بَعْدِهَا وَآمَنُوا

اور جنھوں نے کئے برے کام پھر توبہ کی اس کے بعد اور ایمان لائے

إِنَّ رَبَّكَ مِن بَعْدِهَا لَغَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿١٥٣﴾ وَلَمَّا سَكَتَ

تو بے شک تیرا رب توبہ کے پیچھے البتہ بخشنے والا مہربان ہے ◆ اور جب تھم گیا

عَن مُّوسَى الْغَضَبُ أَخَذَ الْأَلْوَاحَ ۖ وَفِي نُسْخَتِهَا

موسیٰ کا غصہ تو اس نے اٹھالیا تختیوں کو اور جو ان میں لکھا ہوا تھا

هُدًى وَرَحْمَةٌ لِّلَّذِينَ هُمْ لِرَبِّهِمْ يَرْهَبُونَ ﴿١٥٤﴾

اس میں ہدایت اور رحمت تھی ان کے واسطے جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں

وَاخْتَارَ مُوسَىٰ قَوْمَهُ سَبْعِينَ رَجُلًا لِّمِيقَاتِنَا ۚ

اور چن لیے موسیٰ نے اپنی قوم میں سے ستر مرد ہمارے وعدہ کے وقت پر لانے کو

فَلَمَّا أَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ قَالَ رَبِّ لَوْ شِئْتَ

پھر جب ان کو زلزلے نے پکڑا تو بولا اے رب میرے اگر تو چاہتا

حضرت موسیٰ کا استغفار یعنی شدت غضب میں جو بے احتیاطی یا اجتہادی غلطی مجھ سے ہوئی خواہ میں اس میں کتنا ہی نیک نیت ہوں، آپ معاف فرما دیجئے اور میرے بھائی ہارون سے اگر ان کے رعب اور شان کو ملحوظ رکھتے ہوئے کسی طرح کی کوتاہی قوم کی اصلاح میں ہوئی، اس سے بھی درگذر فرمائیے۔

گوسالہ پرستوں کی سزا اور قتل مرتد یہ غضب وہی ہے جس کا ذکر سورہ بقرہ میں ربع پارہ الٓمّ کے بعد گذر چکا۔ یعنی "گوسالہ پرستوں کو وہ لوگ قتل کریں جنہوں نے یہ حرکت نہیں کی اور دوسروں کو روکنے میں حصہ بھی نہ لیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ مرتد کی سزا دنیا میں قتل ہے۔

یعنی برا کام حتیٰ کہ شرک و کفر کر کے پھر توبہ کر لے اور ایمان لے آئے تو "غفور رحیم" کے یہاں رحمت اور معافی کی کمی نہیں۔ یہ معافی وغیرہ آخرت سے متعلق ہے۔ گویا اشارہ فرما دیا کہ گوسالہ پرستوں کو جو سزائے قتل دی گئی وہ ان کے حق میں بشرط قبول توبہ کی گئی تھی فَتُوْبُوْٓا اِلٰى بَارِئِكُمْ فَاقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ (بقرہ) اب ان پر اخروی مواخذہ باقی نہیں رہا۔ دنیوی سزا کے بعد اخروی حالت کا بیان اسی جگہ ایسا ہی ہے جیسے دوسری جگہ وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْٓا اَيْدِيَهُمَا... الخ کے بعد فَمَنْ تَابَ مِنْۢ بَعْدِ ظُلْمِهٖ وَاَصْلَحَ فَاِنَّ اللّٰهَ يَتُوْبُ عَلَيْهِ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ فرمایا گیا۔

أَهْلَكْتَهُم مِّن قَبْلُ وَإِيَّايَ ۖ أَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ

تو پہلے ہی ہلاک کر دیتا ان کو — اور مجھ کو — کیا ہم کو ہلاک کرتا ہے اس کام پر جو کیا

السُّفَهَاءُ مِنَّا ۖ إِنْ هِيَ إِلَّا فِتْنَتُكَ تُضِلُّ بِهَا

ہماری قوم کے احمقوں نے — یہ سب تیری آزمائش ہے — بچلاوے اس سے جس

مَن تَشَاءُ وَتَهْدِي مَن تَشَاءُ ۖ أَنتَ وَلِيُّنَا فَاغْفِرْ

جس کو تو چاہے — اور سیدھا رکھے جس کو چاہے — تو ہی ہے ہمارا تھامنے والا — سو بخش دے

لَنَا وَارْحَمْنَا ۖ وَأَنتَ خَيْرُ الْغَافِرِينَ ﴿١٥٥﴾ وَاكْتُبْ لَنَا

ہم کو — اور رحمت کر ہم پر — اور تو سب سے بہتر بخشنے والا ہے ◆ — اور لکھ دے ہمارے لیے

فِي هَٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ إِنَّا هُدْنَا

اس دنیا میں بھلائی — اور آخرت میں — ہم نے رجوع کیا

إِلَيْكَ ۚ قَالَ عَذَابِي أُصِيبُ بِهِ مَنْ أَشَاءُ ۖ وَ

تیری طرف — فرمایا — میرا عذاب — ڈالتا ہوں اس کو جس پر چاہوں — اور

رَحْمَتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ ۚ فَسَأَكْتُبُهَا لِلَّذِينَ

میری رحمت — شامل ہے ہر چیز کو — سو اس کو لکھ دوں گا — ان کے لیے

يَتَّقُونَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَالَّذِينَ هُم بِآيَاتِنَا

جو ڈر رکھتے ہیں — اور دیتے ہیں زکوٰۃ — اور جو ہماری باتوں پر

يُؤْمِنُونَ ﴿١٥٦﴾ الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الرَّسُولَ النَّبِيَّ

یقین رکھتے ہیں ◆ — وہ لوگ جو پیروی کرتے ہیں اس رسول کی — جو نبی

ستر سرداروں کے ساتھ کوہِ طور پر حاضری بظاہر یہی مفہوم ہوتا ہے کہ یہ میقات اس میقات کے علاوہ ہے جو موسیٰ علیہ السلام کو "تورات" عطا فرمانے کے لئے مقرر ہوا تھا۔ نیز آیات حاضرہ کی ترتیب سے بظاہر مفہوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ گوسالہ پرستی اور سزا دہی کے بعد پیش آیا۔ لیکن سورہ نساء کی آیت فَقَالُوْٓا اَرِنَا اللّٰهَ جَهْرَةً فَاَخَذَتْهُمُ الصّٰعِقَةُ بِظُلْمِهِمْ ثُمَّ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ اس کی زیادہ مطابق ہے کہ گوسالہ پرستی اس واقعہ کے بعد ہوئی۔ واللہ اعلم بالصواب۔ اس واقعہ کا خلاصہ سورہ بقرہ کی ربع پارہ "الٓمّٓ" کے حصہ میں گذر چکا ہے کہ بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا تھا کہ تمہاری باتیں اس وقت تسلیم کر سکتے ہیں جب خدا تعالیٰ سے خود سن لیں۔ حضرت موسیٰ ان میں سے ستر آدمیوں کو جو معزز تھے منتخب کر کے طور پر لے گئے، آخر انہوں نے حق تعالیٰ کا کلام سن لیا کہنے لگے کہ جب تک ہم خدا کو اپنی آنکھوں سے بے حجاب دیکھ نہ لیں ہم کو یقین نہیں آ سکتا۔ اس گستاخی پر نیچے سے سخت بھونچال آیا اور اوپر سے بجلی کی کڑک ہوئی، آخر کانپ کر مر گئے یا مردوں کی سی حالت کو پہنچ گئے۔

حضرت موسیٰ کی موثر دعا موسیٰ نے اپنے آپ کو ان کے ساتھ شامل کر کے نہایت موثر انداز میں دعا کی جس کا حاصل یہ تھا کہ خداوندا! اگر تو ہلاک کرنا ہی چاہتا تو ان سب کو بلکہ ان کے ساتھ مجھ کو بھی کبھی کا ہلاک کر چکا ہوتا یہاں لانے اور کلام سنانے سے پہلے ہی ہلاک کر دیتا۔ کس کی مجال تھی کہ آپ کی مشیت کو روک سکتا؟ جب آپ نے ایسا نہیں چاہا بلکہ مجھے لانے کی اور ان کو کلام الٰہی سننے کے لئے یہاں آنے کی اجازت دی تو یہ کیسے گمان کیا جا سکتا ہے کہ اپنے یہاں بلا کر محض بعض بیوقوفوں کی حماقت کی سزا میں ہم سب کو ہلاک کر دینا چاہیں یقیناً یہ (رجفہ وصاعقہ) منجانب آپ کی طرف سے ہماری آزمائش و امتحان ہے اور ایسے سخت امتحانات میں ثابت قدم رکھنا بھی آپ ہی کے قبضہ میں ہے۔ اس قسم کے خطرناک اور ہولناک مواقع میں آپ ہی ہمارے تھامنے اور دستگیری کرنے والے ہیں اور صرف آپ ہی کی ذات خیر الغافرین سے یہ امید ہو سکتی ہے کہ ہم سب کی گذشتہ تقصیرات اور بے اعتدالیوں سے درگذر فرمائیں اور آئندہ اپنی رحمت سے ایسی خطاؤں اور غلطیوں کا شکار نہ ہونے دیں۔ حضرت موسیٰ کی اس دعا پر وہ لوگ بخشے گئے اور خدا نے ان کو از سر نو زندگی مرحمت فرمائی۔ کما قال ثُمَّ بَعَثْنٰكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَوْتِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ۔

کوہِ طور پر امت محمدیہ کے حق میں اللہ کا ایک وعدہ حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ "شاید حضرت موسیٰ نے اپنی امت کے حق میں دنیا اور آخرت کی بھلائی جو مانگی، مراد یہ تھی کہ سب امتوں پر مقدم اور فائق رہیں دنیا اور آخرت میں۔ جواباً حق تعالیٰ نے فرمایا کہ میرا عذاب اور رحمت کسی فرقہ پر مخصوص نہیں۔ سو عذاب تو اسی پر ہے جس کو اللہ پہنچائے اور رحمت عامہ سب مخلوق کو شامل ہے لیکن وہ رحمت خاص جو تم طلب کر رہے ہو، لکھی جائے گی نصیب میں جو اللہ کا ڈر رکھتے ہیں اور اموال میں زکوٰۃ ادا کرتے یا نفس کا تزکیہ کرتے ہیں اور خدا کی ساری باتوں پر یقین لائے وہ پہنچیں اس نعمت کو اور حضرت موسیٰ کی دعا ان کو لگی۔"

الْاُمِّیَّ الَّذِیْ یَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِی

اُمّی ہے ◆ کہ جس کو پاتے ہیں لکھا ہوا اپنے پاس

التَّوْرٰىةِ وَ الْاِنْجِیْلِ٘ یَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَ یَنْهٰىهُمْ

توریت میں اور انجیل میں ◆ وہ حکم کرتا ہے ان کو نیک کام کا اور منع کرتا ہے

عَنِ الْمُنْكَرِ وَ یُحِلُّ لَهُمُ الطَّیِّبٰتِ وَ یُحَرِّمُ عَلَیْهِمُ

برے کام سے اور حلال کرتا ہے ان کے لیے سب پاک چیزیں اور حرام کرتا ہے ان پر

الْخَبٰٓىِٕثَ وَ یَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَ الْاَغْلٰلَ الَّتِیْ كَانَتْ

ناپاک چیزیں اور اتارتا ہے ان پر سے ان کے بوجھ اور وہ قیدیں جو ان پر

عَلَیْهِمْ ؕ فَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَ عَزَّرُوْهُ وَ نَصَرُوْهُ

تھیں ◆ سو جو لوگ اس پر ایمان لائے اور اس کی رفاقت کی اور اس کی مدد کی

وَ اتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِیْۤ اُنْزِلَ مَعَهٗۤ ۙ اُولٰٓىِٕكَ هُمُ

اور تابع ہوئے اس نور کے جو اس کے ساتھ اترا ہے ◆ وہی لوگ

الْمُفْلِحُوْنَ۠ ۚ۱۵۷ قُلْ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ

پہنچے اپنی مراد کو تو کہہ اے لوگو میں رسول ہوں اللہ کا

اِلَیْكُمْ جَمِیْعَا ِ۟الَّذِیْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ۚ

تم سب کی طرف جس کی حکومت ہے آسمانوں اور زمین میں

لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ یُحْیٖ وَ یُمِیْتُ ۪ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ

کسی کی بندگی نہیں اس کے سوا وہی جلاتا ہے اور مارتا ہے سو ایمان لاؤ اللہ پر اور

ع ۱۹ ۹

لفظ اُمّی کی تشریح "اُمّی" یا تو "اُم" (بمعنی والدہ) کی طرف منسوب ہے۔ جس طرح بچہ ماں کے پیٹ سے پیدا ہوتا ہے اور کسی کا شاگرد نہیں ہوتا۔ نبی کریم ﷺ نے ساری عمر کسی مخلوق کے سامنے زانوئے تلمذ تہ نہیں کیا۔ اس پر کمال یہ ہے کہ جن علوم و معارف اور حقائق و اسرار کا آپ نے افاضہ فرمایا۔ کسی مخلوق کا حوصلہ نہیں کہ اس کا عشر عشیر پیش کر سکے۔ پس "نبی امی" کا لقب اس حیثیت سے آپ کے لئے ایک صد افتخار ہے اور یا "امی" کی نسبت "ام القریٰ" کی طرف ہو جو "مکہ معظمہ" کا لقب ہے جو آپ کا مولد شریف تھا۔

تورات و انجیل میں آنحضرت ﷺ کا تذکرہ یعنی آپ کی تشریف آوری کی بشارات اور نعوت و صفات کتب سماویہ سابقہ میں مذکور ہیں۔ حتیٰ کہ اس وقت سے لے کر آج تک ساڑھے تیرہ سو برس کی کاٹ چھانٹ کے بعد بھی موجودہ بائبل میں بہت سی بشارات و اشارات پائے جاتے ہیں۔ جن کو ہر زمانہ کے علماء برابر کتب دکھلاتے چلے آئے ہیں۔ وللہ الحمد علی ذلک۔

آنحضرت ﷺ کا دین آسان ہے یعنی یہود پر جو سخت احکام تھے اور کھانے کی چیزوں میں ان کی شرارتوں کی وجہ سے تنگی تھی، فَبِظُلْمٍ مِّنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ طَيِّبٰتٍ اُحِلَّتْ لَهُمْ (نساء رکوع ۲۲) اس دین میں وہ سب چیزیں آسان ہو گئیں۔ اور جو ناپاک چیزیں مثلاً لحم خنزیر یا گندی باتیں مثلاً سود خوری وغیرہ انہوں نے حلال کر رکھی تھیں ان کی حرمت اس پیغمبر نے ظاہر فرمائی۔ غرض ان سے بہت سے بوجھ ہلکے کر دیے اور بہت سی قیدیں اٹھا دی گئیں۔ جیسا کہ حدیث میں فرمایا۔ "بُعِثْتُ بِالْحَنِيْفِيَّةِ السَّمْحَةِ"۔

"نور" سے مراد وحی ہے خواہ متلو ہو یا غیر متلو یعنی قرآن و سنت۔

رَسُوْلِهِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ الَّذِيْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَكَلِمٰتِهٖ

اُس بھیجے ہوئے نبی اُمی پر جو کہ یقین رکھتا ہے اللہ پر اور اس کے سب کلاموں پر

وَاتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿١٥٨﴾ وَمِنْ قَوْمِ مُوْسٰٓى

اور اس کی پیروی کرو تاکہ تم راہ پاؤ ◆ اور موسیٰ کی قوم میں

اُمَّةٌ يَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَبِهٖ يَعْدِلُوْنَ ﴿١٥٩﴾ وَقَطَّعْنٰهُمُ

ایک گروہ ہے جو راہ بتلاتے ہیں حق کی اور اسی کے موافق انصاف کرتے ہیں ◆ اور جدا جدا کر دیئے ہم نے ان کو

اثْنَتَيْ عَشْرَةَ اَسْبَاطًا اُمَمًا ؕ وَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى

بارہ دادوں کی اولاد بڑی بڑی جماعتیں ◆ اور حکم بھیجا ہم نے موسیٰ کو

اِذِ اسْتَسْقٰىهُ قَوْمُهٗٓ اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ ۚ

جب پانی مانگا اس سے اس کی قوم نے کہ مار اپنی لاٹھی اس پتھر پر

فَانْۢبَجَسَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا ؕ قَدْ عَلِمَ

تو پھوٹ نکلے اس سے بارہ چشمے پہچان لیا

كُلُّ اُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ ؕ وَظَلَّلْنَا عَلَيْهِمُ الْغَمَامَ وَ

ہر قبیلے نے اپنا گھاٹ اور سایہ کیا ہم نے ان پر ابر کا اور

اَنْزَلْنَا عَلَيْهِمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى ؕ كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ

اتارا ہم نے ان پر من اور سلویٰ کھاؤ ستھری چیزیں

مَا رَزَقْنٰكُمْ ؕ وَمَا ظَلَمُوْنَا وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ

جو ہم نے روزی دی تم کو اور انہوں نے ہمارا کچھ نہ بگاڑا لیکن اپنا ہی

آنحضرت ﷺ کی نبوت عالمگیر ہے | یعنی آپ کی بعثت تمام دنیا کے لوگوں کو عام ہے۔ عرب کے امیین یا یہود و نصاریٰ تک محدود نہیں۔ جس طرح خداوند تعالیٰ شہنشاہ مطلق ہے آپ اس کے رسول مطلق ہیں۔ اب ہدایت و کامیابی کی صورت بجز اس کے کچھ نہیں کہ اس جامع ترین عالمگیر صداقت کی پیروی کی جائے جو آپ لے کر آئے ہیں۔ یہی پیغمبر ہیں جن پر ایمان لانا تمام انبیاء و مرسلین اور تمام کتب سماویہ پر ایمان لانے کا مرادف ہے۔

گو اکثر یہود سرکشی اور ناانصافی کی راہ اختیار کر رہے ہیں تاہم کچھ ایسی سعید روحیں بھی ہیں، جو دوسروں کو حق کی طرف دعوت دیتی ہیں اور بذات خود حق و انصاف کے راستوں پر گامزن ہیں۔ مثلاً عبداللہ بن سلام وغیرہ۔

بنی اسرائیل کے بارہ قبیلے | یعنی اصلاح و انتظام کے لئے ان کی بارہ جماعتیں جو بارہ بھائیوں کی اولاد تھی الگ الگ کر دی گئی تھیں۔ پھر ہر ایک جماعت کا ایک نقیب مقرر فرما دیا جو اس کی نگرانی اور اصلاح کا خیال رکھے۔ وَبَعَثْنَا مِنْهُمُ اثْنَيْ عَشَرَ نَقِيبًا۔

يَظْلِمُونَ ﴿١٦٠﴾ وَإِذْ قِيلَ لَهُمُ اسْكُنُوا هَٰذِهِ الْقَرْيَةَ

نقصان کرتے رہے اور جب حکم ہوا ان کو کہ بسو اس شہر میں

وَكُلُوا مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ وَقُولُوا حِطَّةٌ وَادْخُلُوا الْبَابَ

اور کھاؤ اس میں جہاں سے چاہو اور کہو ہم کو بخش دے اور داخل ہو دروازہ میں

سُجَّدًا نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطِيئَاتِكُمْ ۚ سَنَزِيدُ الْمُحْسِنِينَ ﴿١٦١﴾

سجدہ کرتے ہوئے تو بخش دیں گے ہم تمہاری خطائیں البتہ زیادہ دیں گے ہم نیکی کرنے والوں کو

فَبَدَّلَ الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْهُمْ قَوْلًا غَيْرَ الَّذِي قِيلَ

سو بدل ڈالا ظالموں نے ان میں سے دوسرا لفظ اس کے سوا جو ان سے کہہ

لَهُمْ فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِجْزًا مِّنَ السَّمَاءِ بِمَا كَانُوا

دیا گیا تھا پھر بھیجا ہم نے ان پر عذاب آسمان سے بسبب ان کی

يَظْلِمُونَ ﴿١٦٢﴾ وَاسْأَلْهُمْ عَنِ الْقَرْيَةِ الَّتِي كَانَتْ

شرارت کے اور پوچھ ان سے حال اس بستی کا جو تھی

حَاضِرَةَ الْبَحْرِ إِذْ يَعْدُونَ فِي السَّبْتِ إِذْ

دریا کے کنارے جب حد سے بڑھنے لگے ہفتہ کے حکم میں جب

تَأْتِيهِمْ حِيتَانُهُمْ يَوْمَ سَبْتِهِمْ شُرَّعًا وَيَوْمَ لَا

آنے لگیں ان کے پاس مچھلیاں ہفتہ کے دن پانی کے اوپر اور جس دن

يَسْبِتُونَ ۙ لَا تَأْتِيهِمْ ۚ كَذَٰلِكَ ۚ نَبْلُوهُم بِمَا

ہفتہ نہ ہو تو نہ آتی تھیں اس طرح ہم نے ان کو آزمایا اس لیے کہ وہ

اس شہر سے مراد اکثر نے "اریحا" لیا ہے۔

وادی تیہ کے واقعات کا اعادہ | یعنی ابھی ایک شہر فتح ہوا آگے سارا ملک ملے گا۔ کذا فی الموضح۔ یا یہ مطلب ہے کہ خطا معاف کر کے نیکوکاروں کے اجر و ثواب بڑھائیں گے کذا فی عامۃ الکتب۔

یہ واقعات "وادی تیہ" کے ہیں۔ جن کا بیان سورۂ "بقرہ" ربع پارہ "الٓمٓ" کے بعد گذر چکا وہاں کے فوائد میں تفصیل ملاحظہ کی جائے۔

یعنی اپنے زمانہ کے یہود سے بطور تنبیہ و توبیخ اس بستی میں رہنے والے یہود کا قصہ دریافت کیجئے جو داؤد علیہ السلام کے عہد میں پیش آیا۔ اکثر مفسرین کے نزدیک اس بستی سے شہر "ایلہ" مراد ہے جو بحر قلزم کے کنارے مدین اور طور کے درمیان واقع تھا وہاں کے لوگ دریا کے قرب کی وجہ سے مچھلی کے شکار کی عادت رکھتے تھے۔

كَانُوا يَفْسُقُونَ ﴿١٦٣﴾ وَإِذْ قَالَتْ أُمَّةٌ مِّنْهُمْ لِمَ

نافرمانی تھے ◆ اور جب بولا ان میں سے ایک فرقہ کیوں

تَعِظُونَ قَوْمًا ۙ اللَّهُ مُهْلِكُهُمْ أَوْ مُعَذِّبُهُمْ

نصیحت کرتے ہو ان لوگوں کو جن کو اللہ چاہتا ہے کہ ہلاک کرے یا ان کو عذاب

عَذَابًا شَدِيدًا ۖ قَالُوا مَعْذِرَةً إِلَىٰ رَبِّكُمْ وَلَعَلَّهُمْ

دے سخت ◆ وہ بولے الزام اتارنے کی غرض سے تمہارے رب کے آگے اور اس لیے کہ شاید وہ

يَتَّقُونَ ﴿١٦٤﴾ فَلَمَّا نَسُوا مَا ذُكِّرُوا بِهِ أَنجَيْنَا الَّذِينَ

ڈریں ◆ پھر جب وہ بھول گئے اس کو جو ان کو سمجھایا تھا تو نجات دی ہم نے ان کو

يَنْهَوْنَ عَنِ السُّوءِ وَأَخَذْنَا الَّذِينَ ظَلَمُوا

جو منع کرتے تھے برے کام سے اور پکڑا گنہگاروں کو

بِعَذَابٍ بَئِيسٍ بِمَا كَانُوا يَفْسُقُونَ ﴿١٦٥﴾ فَلَمَّا

برے عذاب میں بسبب ان کی نافرمانی کے ◆ پھر جب

عَتَوْا عَن مَّا نُهُوا عَنْهُ قُلْنَا لَهُمْ كُونُوا قِرَدَةً

بڑھنے لگے اس کام میں جس سے وہ روکے گئے تھے تو ہم نے حکم کیا کہ ہو جاؤ بندر

خَاسِئِينَ ﴿١٦٦﴾ وَإِذْ تَأَذَّنَ رَبُّكَ لَيَبْعَثَنَّ عَلَيْهِمْ

ذلیل ◆ اور اس وقت کو یاد کر جب خبر کر دی تیرے رب نے کہ ضرور بھیجتا رہے گا یہود پر

إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ مَن يَسُومُهُمْ سُوءَ الْعَذَابِ ۗ

قیامت کے دن تک ایسے شخص کو کہ دیا کرے ان کو برا عذاب ◆

◆ **سبت کے حکم سے یہود کی خلاف ورزی** حق تعالیٰ نے یہود پر ہفتہ کے دن شکار کرنا حرام کیا تھا۔ باشندگان "ایلہ" کو عدول حکمی اور نافرمانی کی عادت تھی۔ خدا کی طرف سے تحت آزمائش ہونے لگی کہ ہفتہ کے دن دریا میں مچھلیوں کی بے حد کثرت ہوتی۔ جو سطح دریا کے اوپر تیرتی پھرتیں۔ باقی دنوں میں غائب رہتیں۔ ان لوگوں سے صبر نہ ہو سکا صریح حکم الٰہی کے خلاف حیلے کرنے لگے۔ دریا کا پانی کاٹ کر لائے، جب ہفتہ کے دن مچھلیاں ان کے بنائے ہوئے حوضوں میں آ جاتیں تو نکلنے کا راستہ بند کر دیتے اور اگلے دن اتوار کو جا کر پکڑ لاتے تا کہ ہفتہ کے دن شکار کرنا صادق نہ آئے۔ گویا اس حرکت سے معاذ اللہ خدا کو دھوکا دینا چاہتے تھے۔ آخر دنیا ہی میں ان کی صورتیں مسخ کر کے ذلیل بندر بنا دیے گئے۔ جس سے ظاہر ہوا کہ حیلہ سازی اور مکاری خدا کے آگے پیش نہیں جاتی۔

◆ **ناصحین کا امر بالمعروف** معلوم ہوتا ہے کہ جب انہوں نے حکم الٰہی کے خلاف حیلہ بازی شروع کی تو شہر کے باشندے کئی قسموں پر منقسم ہو گئے جیسا کہ عموماً ایسے معاملات میں ہوا کرتا ہے۔ ایک وہ لوگ جنہوں نے اس حیلہ کی آڑ لے کر صریح حکم الٰہی کی خلاف ورزی کی۔ دوسرے نصیحت کرنے والے جو آخر تک فہمائش اور امر بالمعروف میں مشغول رہے۔ تیسرے وہ جنہوں نے ایک آدھ مرتبہ نصیحت کی پھر مایوس ہو کر ان کو ان کی مرضی سے تھک کر چھوڑ دیا۔ سمجھتے ہوں گے کہ جو اس فعل شنیع میں شریک ہوئے ہیں ان کو منع کرنے کے لئے زبان کھولنی بالکل بیکار و عبث ہے۔ یہ لوگ انتھک نصیحت کرنے والوں سے کہا ہو گا کہ ان متمردین کے ساتھ کیوں مغز ریزی کر کے دماغ کھپاتے ہو جن سے ذرہ برابر توقع قبول حق کی نہیں۔ ان کی نسبت تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ وہ لوگ ہیں جن سے ایک وقت ضرور پیش آنے والا ہے یا خدا ان کو بالکل تباہ و ہلاک کرے گا یا کسی سخت ترین عذاب میں مبتلا کرے گا کیونکہ یہ لوگ اب کسی نصیحت پر کان دھرنے والے نہیں۔

◆ یعنی ہم یہ سمجھاتے رہنے سے تو اس لئے باز نہیں آ سکتے کہ ہم پروردگار کے سامنے عذر کر سکتے ہیں کہ خداوندا ہم نے آخر دم تک نصیحت و فہمائش میں کوتاہی نہیں کی۔ دوسرے ہو سکتا ہے کہ ہمارے کہنے سنے کا کچھ اثر ہو جائے؟ گویا ناصحین اول تو بالکلیہ مایوس نہ تھے، دوسرے "معذرت" پر عمل رہے تھے۔ مایوسی کے باوجود بھی ان کا تعاقب نہیں چھوڑتے تھے۔

◆ **ناصحین کی نجات اور نافرمانوں پر عذاب** یعنی جب ان ظالموں نے تمام نصیحتوں کو بالکل ایسا بھلا دیا گویا کبھی سنی ہی نہ تھیں تو ہم نے ناصحین کو بچا لیا اور ظالمین کو سخت عذاب میں گرفتار کر دیا۔ الَّذِينَ يَنْهَوْنَ عَنِ السُّوءِ کا عموم اس پر دلالت کرتا ہے کہ جو نصیحت سے تھک کر لِمَ تَعِظُونَ قَوْمًا الخ کہنے لگے اور جنہوں نے اخیر تک سلسلہ نصیحت کا جاری رکھا ان دونوں کو نجات ملی۔ صرف ظالم پکڑے گئے۔ یہی عکرمہ سے منقول ہے اور ابن عباسؓ نے ان کے فہم کی داد دی ہے۔ باقی جو لوگ اول سے آخر تک بالکل ساکت رہے خدا نے بھی ان کے ذکر سے سکوت فرمایا۔ ابن کثیر نے خوب لکھا ہے۔ فنص على نجاة الناهين وهلاك الظالمين وسكت عن الساكتين لأن الجزاء من جنس العمل فهم لا يستحقون مدحا فيمدحوا ولا ارتكبوا عظيما فيذموا (ابن کثیر) ثم رجح بعد ذلك قول عكرمة والله اعلم۔

◆ **نافرمانوں کا بندر بنا دیا جانا** شاید پہلے کچھ عذاب آیا ہو گا جب بالکل حد سے گذر گئے تب ذلیل بندر بنا دیے گئے یا فَلَمَّا عَتَوْا الخ کو تشریح ہے فَلَمَّا نَسُوا مَا ذُكِّرُوا بِهِ کی تفسیر قرار دیا جائے یعنی وہ "عذاب بئیس" یہی مسخ تھا واللہ اعلم۔ حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ "منع کرنے والوں نے شکار والوں سے ملنا چھوڑ دیا اور بیچ میں دیوار اٹھائی۔ ایک دن صبح کو اٹھے تو دوسری طرف آواز نہ سنی، دیوار پر سے جھانکا، ہر گھر میں بندر تھے وہ بندر اپنے قرابت والوں کے پاؤں پر سر رکھ کر روتے تھے۔ آخر برے حال سے تین دن میں مر گئے۔"

◆ **یہود کی دائمی محکومی** یعنی خدا کی طرف سے بتاکید اعلان کر دیا گیا تھا کہ یہود اگر احکام تورات پر عمل کرنا چھوڑ دیں گے تو حق تعالیٰ قریب قیامت تک برابر ان پر ایسے لوگوں کو مسلط کرتا رہے گا جو ان کو برے عذاب میں مبتلا رکھیں۔ یہ عذاب یہاں محکومانہ زندگی کو فرمایا یعنی دائمی ذلت چنانچہ قوم یہود کبھی یونانی اور کلدانی بادشاہوں کے زیر حکومت رہی کبھی "بخت نصر" وغیرہ کے ظلم و استبداد کا تختہ مشق بنے۔ آخر میں نبی کریم ﷺ کے عہد مبارک تک مجوسیوں کی باجگذار رہی۔ پھر مسلمان حکومتوں کو ان پر مسلط فرما دیا۔ غرض اس وقت سے آج تک ان کو من حیث القوم عزت و آزادی کی زندگی نصیب نہیں ہوئی۔ بلکہ جہاں کہیں رہے بادشاہ و حکام کی طرف سے تحت ذلت و خطرناک تکلیفیں اٹھاتے رہے۔ ان کا مال و دولت وغیرہ کوئی چیز اس غلامی و محکومیت کی لعنت سے نجات نہ دے سکی اور قیامت تک نہ دے سکے گی۔ آخر میں جب یہ لوگ دجال کے مددگار ہو کر نکلیں گے تو حضرت مسیح علیہ السلام کے مسلمان رفقاء کے ہاتھوں سے قتل کئے جائیں گے کما ورد فی الحدیث۔

إِنَّ رَبَّكَ لَسَرِيعُ الْعِقَابِ ۖ وَإِنَّهُ لَغَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿١٦٧﴾

بے شک تیرا رب جلد عذاب کرنے والا ہے ۔ اور وہ بخشنے والا مہربان ہے

وَقَطَّعْنَاهُمْ فِي الْأَرْضِ أُمَمًا ۖ مِّنْهُمُ الصَّالِحُونَ وَ

اور متفرق کر دیا ہم نے اُن کو ملک میں ۔ فرقے فرقے ۔ بعضے ان میں نیک ۔ اور

مِنْهُمْ دُونَ ذَٰلِكَ ۖ وَبَلَوْنَاهُم بِالْحَسَنَاتِ وَالسَّيِّئَاتِ

بعضے اور طرح کے ۔ اور ہم نے ان کی آزمائش کی ۔ خوبیوں میں ۔ اور برائیوں میں

لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ﴿١٦٨﴾ فَخَلَفَ مِن بَعْدِهِمْ خَلْفٌ

تاکہ وہ پھر آئیں ۔ پھر ان کے پیچھے آئے ۔ ناخلف

وَرِثُوا الْكِتَابَ يَأْخُذُونَ عَرَضَ هَٰذَا الْأَدْنَىٰ وَ

جو وارث بنے کتاب کے ۔ لے لیتے ہیں اسباب ۔ اس ادنیٰ زندگانی کا ۔ اور

يَقُولُونَ سَيُغْفَرُ لَنَا وَإِن يَأْتِهِمْ عَرَضٌ مِّثْلُهُ

کہتے ہیں ۔ کہ ہم کو معاف ہو جائے گا ۔ اور اگر ایسا ہی اسباب ان کے سامنے پھر آئے

يَأْخُذُوهُ ۚ أَلَمْ يُؤْخَذْ عَلَيْهِم مِّيثَاقُ الْكِتَابِ

تو اس کو لے لیویں ۔ کیا ان سے کتاب میں عہد نہیں لیا گیا

أَن لَّا يَقُولُوا عَلَى اللَّهِ إِلَّا الْحَقَّ وَدَرَسُوا مَا فِيهِ ۗ

کہ نہ بولیں اللہ پر سوا ۔ سچ کے ۔ اور انہوں نے پڑھا ہے جو کچھ اس میں لکھا ہے

وَالدَّارُ الْآخِرَةُ خَيْرٌ لِّلَّذِينَ يَتَّقُونَ ۗ أَفَلَا

اور آخرت کا گھر ۔ بہتر ہے ڈرنے والوں کے لیے ۔ کیا

یعنی جو شرارت سے باز نہ آئے۔ بعض اوقات اس پر جلدی دنیا ہی میں عذاب بھیجنا شروع کر دیتا ہے اور کیسا ہی کفر و جرم ہو توبہ کر لے اور نادم ہو کر خدا کی طرف رجوع ہو تو اس کی بخشش و رحمت بھی بے پایاں ہے معاف کرتے ہوئے بھی دیر نہیں لگتی۔

یہود کی فرقہ بازی | یہود کی دولت برہم ہوئی تو آپس کی مخالفت سے ہر طرف نکل گئے۔ کوئی اجتماعی قوت و شوکت نہ رہی اور مذہب مختلف پیدا ہو گئے۔ یہ احوال اس امت کو عبرت کے لئے سنائے جا رہے ہیں۔

یعنی کچھ افراد ان میں نیک بھی تھے مگر اکثریت کافروں اور بدمعاشوں کی تھی۔ ان اکثروں کے لئے بھی ہم برابر ہدایت الی اللہ کے مواقع بہم پہنچاتے رہے۔ کبھی ان کو عیش و تنعم میں رکھا، کبھی تنگی اور تکلیف میں مبتلا کیا کہ ممکن ہے احسان مان کر یا سختیوں سے ڈر کر توبہ کریں اور خدا کی طرف رجوع ہوں۔

یہود کی تحریف اور خوش فہمی | یعنی اگلوں میں تو کچھ صالحین بھی تھے پچھلے ایسے ناخلف ہوئے کہ جس کتاب (تورات شریف) کے وارث و حامل بنے تھے دنیا کا تھوڑا سا سامان لے کر اس کی آیات میں تحریف و کتمان کرنے لگے اور رشوتیں لے کر احکام تورات کے خلاف فیصلے دینے لگے۔ پھر اس پر ستم ظریفی دیکھئے کہ ایسے نالائق اور ناجائز حرکات کا ارتکاب کرتے ہوئے یہ عقیدہ اور دعویٰ رکھتے ہیں کہ ان باتوں سے ہم کو مضرت کا کچھ اندیشہ نہیں۔ ہم تو خدا کی اولاد اور اس کے محبوب ہیں۔ کچھ بھی کریں وہ ہماری بے اعتدالیوں سے ضرور درگزر کرے گا۔ اسی عقیدہ کی بناء پر تیار رہتے ہیں کہ آئندہ جب موقع ہو پھر رشوت لے کر اسی طرح کی بے ایمانی کا اعادہ کریں۔ گویا بجائے اس کے کہ گذشتہ حرکات پر نادم ہوتے اور آئندہ کے لئے عزم رکھتے کہ ایسی حرکات کا اعادہ نہ کریں گے۔ مگر اللہ سے بے خوف ہو کر ان ہی شرارتوں اور بے ایمانیوں کے اعادہ کا عزم رکھتے ہیں۔ اس سے زیادہ حماقت اور بے حیائی کیا ہو گی؟

تَعْقِلُونَ ﴿١٦٩﴾ وَالَّذِينَ يُمَسِّكُونَ بِالْكِتَابِ وَأَقَامُوا

تم سمجھتے نہیں ◆ اور جو لوگ خوب پکڑ رہے ہیں کتاب کو اور قائم رکھتے ہیں

الصَّلَاةَ إِنَّا لَا نُضِيعُ أَجْرَ الْمُصْلِحِينَ ﴿١٧٠﴾ وَإِذْ

نماز کو بے شک ہم ضائع نہ کریں گے ثواب نیکی والوں کا ◆ اور جس وقت

نَتَقْنَا الْجَبَلَ فَوْقَهُمْ كَأَنَّهُ ظُلَّةٌ وَظَنُّوا أَنَّهُ

اٹھایا ہم نے پہاڑ اُن کے اوپر مثل سائبان کے اور ڈرے کہ وہ

وَاقِعٌ بِهِمْ خُذُوا مَا آتَيْنَاكُمْ بِقُوَّةٍ وَاذْكُرُوا

اُن پر گرے گا ہم نے کہا پکڑو جو ہم نے تم کو دیا ہے زور سے اور یاد رکھو

مَا فِيهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ﴿١٧١﴾ وَإِذْ أَخَذَ رَبُّكَ مِنْ

جو اس میں ہے تاکہ تم بچتے رہو ◆ اور جب نکالا تیرے رب نے

ع ۲۱ / ۱۱

بَنِي آدَمَ مِنْ ظُهُورِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَأَشْهَدَهُمْ عَلَىٰ

بنی آدم کی پشتوں سے اُن کی اولاد کو اور اقرار کرایا اُن سے اُن کی

أَنْفُسِهِمْ أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوا بَلَىٰ شَهِدْنَا

جانوں پر کیا میں نہیں ہوں تمہارا رب بولے ہاں ہے ہم اقرار کرتے ہیں

أَنْ تَقُولُوا يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِنَّا كُنَّا عَنْ هَٰذَا غَافِلِينَ ﴿١٧٢﴾

کبھی کہنے لگو قیامت کے دن ہم کو تو اس کی خبر نہ تھی

أَوْ تَقُولُوا إِنَّمَا أَشْرَكَ آبَاؤُنَا مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا

یا کہنے لگو کہ شرک تو نکالا تھا ہمارے باپ دادوں نے ہم سے پہلے اور ہم ہوئے

◆ **تورات کے بارے میں اللہ کا عہد** یعنی تورات میں جو عہد لیا گیا تھا کہ "خدا کی طرف بجز حق کے سوا کسی چیز کی نسبت نہ کریں۔" کیا وہ انہیں معلوم نہیں جو اس کی کتاب اور احکام میں قطع و برید کر کے اس پر افتراء کرنے لگے حالانکہ "کتاب عہد" (تورات) کو یہ لوگ پڑھتے پڑھاتے ہیں۔ پھر کیسے کہا جا سکتا ہے کہ اس کا مضمون انہیں معلوم نہیں یا یاد نہیں رہا۔ حقیقت وہی ہے کہ دنیا کی فانی متاع کے عوض انہوں نے دین و ایمان بیچ ڈالا اور آخرت کی تکلیف و راحت سے آنکھیں بند کر لیں یا تغافل کیا۔ سمجھے کہ جو لوگ خدا سے ڈرتے اور تقویٰ کی راہ اختیار کرتے ہیں ان کے لئے آخرت کا گھر اور وہاں کا عیش و نعیم دنیا کی خوشحالی سے کہیں بہتر اور فائق ہے۔ کاش کہ اب بھی انہیں عقل آ جائے۔

◆ یعنی توبہ اور اصلاح حال کا دروازہ اب بھی کھلا ہے جو لوگ شریروں کی راہ چھوڑ کر تورات کی اصلی ہدایات کو تھامے رہیں اور اس کی ہدایت و پیشین گوئی کے موافق اس وقت قرآن کریم کا دامن مضبوط پکڑے رہیں اور خدا کی بندگی (نماز وغیرہ) کا حق ٹھیک ٹھیک ادا کریں۔ غرض اپنی اور دوسروں کی اصلاح پر متوجہ ہوں۔ خدا ان کی محنت ضائع نہ کرے گا وہ بلاشبہ اپنی محنت کا ثمرہ پھل چکھیں گے۔

◆ **رفع جبل کا واقعہ** یعنی جو "میثاق الکتاب" (عہد و اقرار) انہیں یاد دلایا جا رہا ہے وہ ویسے اہتمام سے لیا گیا تھا کہ پہاڑ اٹھا کر ان کے سروں پر لٹکا دیا گیا اور کہا گیا کہ جو کچھ تم کو دیا جا رہا ہے (تورات وغیرہ) اسے پوری مضبوطی اور عزم سے تھامو اور جو نصیحتیں کی گئی ہیں انہیں ہمیشہ یاد رکھو۔ ورنہ بصورت انکار سمجھ لو کہ خدا تم پر یہ پہاڑ گرا کر ہلاک کر سکتا ہے۔ اس قدر اہتمام اور تخویف و تاکید سے جو قول و قرار لیا گیا تھا افسوس ہے وہ بالکل فراموش کر دیا گیا۔ یہ "رفع جبل" کا قصہ سورۂ بقرہ میں ربع پارہ الم کے بعد گذر چکا ہے ملاحظہ فرما لیا جائے۔

ذُرِّيَّةً مِّنْ بَعْدِهِمْ ۚ اَفَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ

ان کی اولاد ان کے پیچھے — تو کیا ہم کو ہلاک کرتا ہے — اس کام پر جو کیا

الْمُبْطِلُوْنَ ﴿۱۷۳﴾ وَكَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ وَلَعَلَّهُمْ

گمراہوں نے ◆ — اور یوں ہم کھول کر بیان کرتے ہیں باتیں — تاکہ وہ

يَرْجِعُوْنَ ﴿۱۷۴﴾ وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ الَّذِيْٓ اٰتَيْنٰهُ

پھر آئیں ◆ — اور سنا دے ان کو — حال اس شخص کا — جس کو ہم نے دی تھیں

اٰيٰتِنَا فَانْسَلَخَ مِنْهَا فَاَتْبَعَهُ الشَّيْطٰنُ فَكَانَ

اپنی آیتیں — پھر وہ ان کو چھوڑ نکلا — پھر اس کے پیچھے لگا شیطان — تو وہ ہو گیا

مِنَ الْغٰوِيْنَ ﴿۱۷۵﴾ وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنٰهُ بِهَا وَلٰكِنَّهٗٓ

گمراہوں میں — اور ہم چاہتے تو بلند کرتے اس کا رتبہ ان آیتوں کی بدولت — لیکن وہ

اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ ۚ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ

تو ہو رہا زمین کا — اور پیچھے ہو لیا اپنی خواہش کے — تو اس کا حال ایسا ہے

الْكَلْبِ ۚ اِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ اَوْ تَتْرُكْهُ

کتا — اس پر تو بوجھ لادے — تو ہانپے — اور چھوڑ دے

يَلْهَثْ ۭ ذٰلِكَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ۚ

تو ہانپے — یہ مثال ہے ان لوگوں کی — جنہوں نے جھٹلایا ہماری آیتوں کو

◆ **ربوبیت الٰہی کا عقیدہ انسان کی سرشت میں داخل ہے** "میثاقِ خاص" کے بعد یہاں سے "میثاقِ عام" کا ذکر کرتے ہیں۔ تمام عقائد کا سرچشمہ اور ایمان کا سب سے بنیادی پتھر یہ ہے کہ انسان خدا کی ہستی اور ربوبیت عامہ پر اعتقاد رکھے۔ مذہب کی ساری عمارت اسی سنگ بنیاد پر کھڑی ہوتی ہے۔ جب تک یہ اعتقاد نہ ہو کسی میدان میں عقل و فکر کی رہنمائی اور انبیاء و مرسلین کی ہدایت کچھ نفع نہیں پہنچا

سکتیں۔ اگر پورے غور و تامل سے دیکھا جائے تو آسمانی مذہب کے تمام اصول و فروع بالآخر خدا کی "ربوبیت عامہ" کے اسی عقیدہ پر مبنی ہوتے بلکہ اسی کی تہ میں لپٹے ہوئے ہیں۔ عقل سلیم اور وحی و الہام اسی اجمال کی شرح کرتے ہیں۔ یہی ضروری تھا کہ یہ تخم ہدایت جو کل آسمانی تعلیمات کا مبدا و منتہیٰ اور تمام ہدایت ربانیہ کا وجود مجمل کہا جا سکے عالم ذرّ میں فیاضی کے ساتھ نوع انسانی کے تمام افراد میں بکھیر دیا جائے تا کہ ہر آدمی عقل و فہم اور وحی و الہام کی آبیاری سے اس تخم کو شجر ایمان و توحید کے لب تک پہنچا سکے۔ اگر قدرت کی طرف سے قلوب بنی آدم میں ابتداءً یہ تخم ریزی نہ ہوئی ہوتی اور اس سب سے زیادہ اساسی و جوہری عقیدہ کا حل ناخن عقل و فکر کے سپرد کر دیا جاتا تو یقیناً یہ مسئلہ بھی منطقی استدلال کی بھول بھلیوں میں پھنس کر ایک نظری مسئلہ بن کر رہ جاتا۔ جس پر سب تو کیا اکثر آدمی بھی متفق نہ ہو سکتے جیسا کہ تجربہ بتلاتا ہے کہ فکری و استدلالی جولانیاں اکثر اتفاق سے زیادہ اختلاف آراء پر منتج ہوتی ہیں۔ اس لئے قدرت نے جہاں غور و فکر کی قوت اور وحی و الہام کے قبول کرنے کی استعداد بنی آدم میں ودیعت فرمائی وہیں اس اساسی عقیدہ کی تعلیم سے ان کو فطرۃً بہرہ ور کیا جس کے بغیر کل آسمانی ہدایات کی تفصیل عقلی و سمعی مخفی تھی اور جس کے بدون مذہب کی عمارت کا کوئی ستون کھڑا نہیں ہو سکتا تھا۔ یہی ازلی اور فطری تعلیم کا اثر ہے کہ آدم کی اولاد ہر قرن اور ہر گوشہ میں حق تعالیٰ کی ربوبیت عامہ کے عقیدہ پر کسی نہ کسی حد تک متفق رہی ہے۔ اور جن معدودے چند افراد نے کسی عقلی یا روحانی بیماری کی وجہ سے اس عام فطری احساس کے خلاف آواز اٹھائی ہے وہ انجام کار دنیا کے سامنے بلکہ خود اپنی نظر میں بھی اسی طرح جھوٹے ثابت ہوئے جیسے ایک بخار وغیرہ کا مریض لذیذ اور خوشگوار غذا کو تلخ اور بدمزہ بتلانے میں جھوٹا ثابت ہوتا ہے۔ بہرحال ابتدائے آفرینش سے آج تک ہر دور اور طبقہ کے انسانوں کا خدا کی ربوبیت کبریٰ پر عام اتفاق و اجماع اس کی زبردست دلیل ہے کہ یہ عقیدہ نقول و افکار کی دوا دوش سے پہلے ہی فاطر حقیقی کی طرف سے اولاد آدم کو بلا واسطہ تلقین فرما دیا گیا ورنہ فکر و استدلال کے راستہ سے ایسا اتفاق پیدا ہو جانا تقریباً ناممکن تھا۔ قرآن کریم کی یہ امتیازی خصوصیت ہے کہ اس نے آیت حاضرہ میں عقیدہ کی اس فطری یکسانیت کے اصلی راز پر روشنی ڈالی۔ بیشبہ ہم کو یاد نہیں کہ اس بنیادی عقیدہ کی تعلیم کب اور کہاں اور کس ماحول میں ہوئی تھی۔ تاہم جس طرح ایک گجراتی اور انگریز کو یقین ہے کہ ضرور اس کو ابتدائے عمر میں کسی نے الفاظ بولنے سکھلائے جس سے ترقی کر کے آج اس رتبہ کو پہنچا گو پہلا لفظ سکھلانے والا اور سکھلانے کا وقت، مکان اور دیگر خصوصیات مطلق یاد نہیں۔ تاہم اس کے موجودہ آثار سے یقین ہے کہ ایسا واقعہ ضرور ہوا ہے۔ اسی طرح نوع انسان کا علی اختلاف الاقوام والاجیال "عقیدہ ربوبیت الٰہی" پر متفق ہونا اس کی کھلی شہادت ہے کہ یہ چیز بدو فطرت میں کسی معلم کے ذریعہ سے ان تک پہنچی ہے۔ باقی تعلیم کی خصوصیات و احوال کا محفوظ نہ رہ سکنا اس کی تعلیم میں خلل انداز نہیں ہو سکتا۔ اسی ازلی و فطری تعلیم نے جس کا نمایاں اثر آج تک انسانی سرشت میں موجود چلا آتا ہے ہر انسان کو خدا کی حجت کے سامنے ملزم کر دیا ہے۔ جو شخص اپنے الحاد و شرک کو حق بجانب قرار دینے کے لئے غفلت و بے خبری یا آباء و اجداد کی کورانہ تقلید کا عذر کرتا ہے اس کے مقابلہ پر خدا کی یہی حجت قاطعہ جس میں اصل فطرت انسانی کی طرف توجہ دلائی گئی ہے بطور فیصلہ کن جواب کے پیش کی جا سکتی ہے۔ حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ "اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کی پشت سے ان کی اولاد اور ان سے ان کی اولاد نکالی سب سے اقرار کروایا اپنی خدائی کا پھر پشت میں داخل کیا۔ اس سے مدعا یہ ہے کہ خدا کے رب مطلق ماننے میں ہر کوئی آپ کفایت کرتا ہے باپ کی تقلید نہ چاہئے۔ اگر باپ شرک کرے بیٹے کو چاہئے ایمان لاوے۔ اگر کسی کو شبہ ہو کہ وہ عہد تو یاد نہیں رہا پھر کیا حاصل؟ تو یوں سمجھے کہ اس کا نشان ہر کسی کے دل میں ہے اور ہر زبان پر مشہور ہے کہ سب کا خالق اللہ ہے۔ سارا جہان قائل ہے اور جو کوئی منکر ہے یا شرک کرتا ہے سو اپنی عقل ناقص کے دخل سے پھر آپ ہی جھوٹا ہوتا ہے۔"

◆ موضح القرآن میں ہے کہ "یہ قصہ یہود کو سنایا کہ وہ بھی عہد سے پھرے ہیں جیسے مشرک پھرتے ہیں۔"

فَاقْصُصِ الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ﴿۱۷۶﴾ سَآءَ

سو بیان کر یہ احوال تاکہ وہ دھیان کریں ◆ بُری

مَثَلًا الْقَوْمُ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَ اَنْفُسَهُمْ

مثال ہے ان لوگوں کی کہ جھٹلایا انہوں نے ہماری آیتوں کو اور وہ اپنا ہی

كَانُوْا يَظْلِمُوْنَ ﴿۱۷۷﴾ مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِيْ ۚ

نقصان کرتے رہے ◆ جس کو اللہ رستہ دے وہی رستہ پاوے

وَمَنْ يُّضْلِلْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۱۷۸﴾ وَلَقَدْ

اور جس کو وہ بچلا دے سو وہی ہیں ٹوٹے میں ◆ اور ہم نے

ذَرَاْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيْرًا مِّنَ الْجِنِّ وَ الْاِنْسِ ۖ

پیدا کئے دوزخ کے واسطے بہت سے جن اور آدمی ◆

لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ بِهَا ۡ وَلَهُمْ اَعْيُنٌ

ان کے دل ہیں کہ ان سے سمجھتے نہیں اور آنکھیں ہیں

لَّا يُبْصِرُوْنَ بِهَا ۡ وَلَهُمْ اٰذَانٌ لَّا يَسْمَعُوْنَ بِهَا ؕ

کہ ان سے دیکھتے نہیں اور کان ہیں کہ ان سے سنتے نہیں

اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ

وہ ایسے ہیں جیسے چوپائے بلکہ ان سے بھی زیادہ بے راہ وہی لوگ

◆ **بلعم بن باعورا کا عبرت ناک واقعہ** اکثر مفسرین کے نزدیک یہ آیات بلعم بن باعوراء کے حق میں نازل ہوئیں جو ایک عالم اور صاحب تصرف درویش تھا۔ بعض اللہ کی آیات اور ہدایات کو چھوڑ کر عورت کے اغواء اور دولت کے لالچ سے حضرت موسیٰ کے مقابلہ میں اپنے تصرفات چلانے اور ناپاک تدبیریں بتلانے کے لئے تیار ہو گیا۔ آخر موسیٰ علیہ السلام کا تو کچھ نہ بگاڑ سکا خود

مردود و ملعون بنا۔ آیات اللہ کا جو علم عطا کیا گیا تھا اگر خدا چاہتا تو اس کے ذریعہ سے بہت بلند مراتب پر اس کو فائز کر دیتا۔ اور یہ جب ہی ہو سکتا تھا کہ اسے اپنے علم پر چلنے اور آیات اللہ کا اتباع کرنے کی توفیق ہوتی۔ لیکن ایسا نہ ہوا کیونکہ وہ خود آسمانی برکات و آیات سے منہ موڑ کر زمینی شہوات و لذات کی طرف جھک پڑا۔ وہ نفسانی خواہشات کے پیچھے چل رہا تھا اور شیطان اس کو پیچھا (تعاقب) کرتا جا رہا تھا۔ حتیٰ کہ پکے گمراہوں اور گمراہوں کی قطار میں جا داخل ہوا۔ اس وقت اس کا حال کتے کی طرح ہو گیا جس کی زبان باہر نکلی اور برابر ہانپتا رہتا ہے۔ اگر فرض کرو اس پر بوجھ لادیں یا ڈانٹ کر نکالیں یا کچھ نہ کہیں آزاد چھوڑ دیں، بہر صورت ہانپتا اور زبان لٹکائے رہتا ہے۔ کیونکہ طبعی طور پر دل کی کمزوری کی وجہ سے گرم ہوا کے باہر پھینکنے اور سرد و تازہ ہوا کے اندر کھینچنے پر بسہولت قادر نہیں ہے۔ اسی طرح سفلی خواہشات میں منہ مارنے والے کتے کا حال ہوا کہ اخلاقی کمزوری کی وجہ سے "آیات اللہ" کا بھولا ہوا سبق یاد دلانا، نصیحت کرنا اور نہ کرنا دونوں حالتیں اس کے حق میں برابر ہو گئیں۔ سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ حرص و دنیا سے اس کی زبان باہر لٹک پڑی اور ترک آیات کی نحوست سے بدحواسی اور پریشانی خاطر کا عارضہ برابر ہانپتے رہنے کی مثال میں ظاہر ہوا۔ ممکن ہے کہ بلعم کی باطنی و معنوی کیفیت ظاہر کرنے کے لئے صرف ایک مثال کے طور پر یہ مضمون (اِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ اَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَثْ) ذکر کیا گیا ہو اور ہو سکتا ہے کہ دنیا یا آخرت میں اس کے لئے یہ سزا تجویز کی گئی ہو کہ ظاہری و حسی طور پر کتے کی طرح زبان باہر نکل پڑے اور ہمیشہ پریشان و بدحواس اور خوف زدہ کتوں کی طرح ہانپتا رہے۔ العیاذ باللہ۔ علماء سوء کے لئے عبرت ناک سبق آیات کی شان نزول کچھ ہو بہرحال ایسے بد بختوں کا انجام بتلایا گیا ہے جو حق کے قبول کرنے یا پوری طرح سمجھ لینے کے بعد محض دنیوی طمع اور سفلی خواہشات کی پیروی میں احکام الٰہیہ کو چھوڑ کر شیطان کے اشاروں پر چلنے لگیں۔ اور خدا کے عہد و میثاق کی کچھ پروا نہ کریں۔ گویا یہود کو بھی متنبہ فرما دیا کہ صرف کتاب کا علم کچھ نافع نہیں ہو سکتا جب تک صحیح معنی میں اس کا اتباع نہ ہو مَثَلُ الَّذِيْنَ حُمِّلُوا التَّوْرٰىةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوْهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَارًا (الجمعہ رکوع ۱) علماء سوء کے لئے ان آیات میں بڑا عبرت ناک سبق ہے اگر دھیان کریں۔

◆ مشرکین وغیرہم کے رد میں جا بجا قرآن نے تشبیہات بلیغہ بکڑی، مکھی، گدھے وغیرہ کی مثالیں بیان فرمائی ہیں مگر ان لوگوں کی مثال ایسی بری ہے کہ کوئی غیرتمند آدمی حتی المقدور اس کو اپنے پر چسپاں نہیں ہونے دے گا۔ اور جو بے حیا خود اپنے احوال پر چسپاں ہونے دیتا ہے وہ صرف اپنا ہی نقصان کرتا ہے۔

◆ **محض علم کسی کام کا نہیں** علم و فضل بھی انسان کو جب ہی کام دیتا ہے کہ خدا کی ہدایت و دستگیری سے علم صحیح کے موافق چلنے کی توفیق ہو ورنہ جسے وہ سیدھے راستہ پر چلنے کے موافق نہ کرے تو کتنی ہی بڑی علمی فضیلت و قابلیت رکھتا ہو بجز ٹوٹے اور خسارے کے سوا کچھ ہاتھ نہ آئے گا۔ اس لئے انسان اپنے علم و فضل پر مغرور نہ ہو بلکہ ہمیشہ خدا سے ہدایت و توفیق کا طالب رہے۔

◆ **ایک اشکال کا جواب** یہ آیت بظاہر آیہ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ کے معارض معلوم ہوتی ہے۔ اس لئے بعض مفسرین نے وہاں لِيَعْبُدُوْنِ میں لام غایت اور یہاں لِجَهَنَّمَ میں لام عاقبت مراد لیا ہے۔ یعنی سب کے پیدا کرنے سے مطلوب اصلی تو عبادت ہے لیکن بہت سے جن و انس چونکہ اس مطلب کو پورا نہ کریں گے اور انجام کار دوزخ میں بھیجے جائیں گے۔ اس انجام کے لحاظ سے کہہ سکتے ہیں کہ گویا وہ دوزخ ہی کے لئے پیدا ہوئے۔ کما قال تعالیٰ فَالْتَقَطَهٗۤ اٰلُ فِرْعَوْنَ لِيَكُوْنَ لَهُمْ عَدُوًّا وَّحَزَنًا۔ باقی محققین کے نزدیک اس تکلف کی ضرورت نہیں۔ وہ دونوں جگہ "لام غایت" ہی کا ارادہ کرتے ہیں۔ مگر "لِيَعْبُدُوْنِ" میں "غایت تشریعی" کو اور یہاں "لِجَهَنَّمَ" میں "غایت تکوینی" بیان کی گئی ہے۔

الْغٰفِلُوْنَ ﴿۱۷۹﴾ وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ

ہیں غافل ◆ اور اللہ کے لیے ہیں سب نام اچھے سو اس کو پکارو

بِهَا ۪ وَذَرُوا الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْٓ اَسْمَآئِهٖ ؕ

وہی نام کہہ کر اور چھوڑ دو ان کو جو کج راہ چلتے ہیں اس کے ناموں میں

سَيُجْزَوْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۸۰﴾ وَمِمَّنْ خَلَقْنَآ

وہ بدلا پا رہیں گے اپنے کیے کا ◆ اور ان لوگوں میں کہ جن کو ہم نے پیدا کیا ہے

اُمَّةٌ يَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَبِهٖ يَعْدِلُوْنَ ﴿۱۸۱﴾ وَ

ایک جماعت ہے کہ راہ بتلاتے ہیں سچی اور اسی کے موافق انصاف کرتے ہیں ◆ اور

الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ

جنہوں نے جھٹلایا ہماری آیتوں کو ہم ان کو آہستہ آہستہ پکڑیں گے ایسی

حَيْثُ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۸۲﴾ ۚۖ وَاُمْلِيْ لَهُمْ ؕ اِنَّ كَيْدِيْ

جگہ سے جہاں سے ان کو خبر بھی نہ ہو گی اور میں ان کو ڈھیل دوں گا بے شک میرا داؤ

مَتِيْنٌ ﴿۱۸۳﴾ اَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوْا ٜ مَا بِصَاحِبِهِمْ مِّنْ

پکا ہے ◆ کیا انہوں نے دھیان نہیں کیا کہ ان کے رفیق کو کچھ بھی

جِنَّةٍ ؕ اِنْ هُوَ اِلَّا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۸۴﴾ اَوَلَمْ يَنْظُرُوْا فِيْ

جنون نہیں وہ تو ڈرانے والا ہے صاف کیا انہوں نے نظر نہیں کی

مَلَكُوْتِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ

سلطنت میں آسمان اور زمین کی اور جو کچھ پیدا کیا ہے اللہ نے ہر

ع ۲۲ / ۱۲

جھٹلانے والے چوپایوں کی طرح ہیں یعنی دل، کان، آنکھ سب کچھ موجود ہیں لیکن نہ دل سے "آیات اللہ" میں غور کرتے ہیں نہ قدرت کے نشانات کا بنظر تحقیق و اعتبار مطالعہ کرتے ہیں۔ اور نہ خدائی باتوں کو بسمع قبول سنتے ہیں۔ جس طرح چوپائے جانوروں کے تمام ادراکات صرف کھانے پینے اور بہیمی جذبات کے دائرہ میں محدود رہتے ہیں۔ یہی حال ان کا ہے کہ دل و دماغ، ہاتھ پاؤں، کان آنکھ غرض خدا کی دی ہوئی سب قوتیں محض دنیوی لذائذ اور مادی خواہشات کی تحصیل و تکمیل کے لئے وقف ہیں۔ انسانی کمالات اور ملکوتی خصائل کے اکتساب سے کوئی سروکار نہیں بلکہ غور کیا جائے تو ان کا حال ایک طرح چوپائے جانوروں سے بھی بدتر ہے۔ جانور مالک کے بلانے پر چلا آتا ہے اس کے ڈانٹنے سے رک جاتا ہے۔ یہ کبھی مالک حقیقی کی آواز پر کان نہیں دھرتے، پھر جانور اپنے فطری قویٰ سے وہی کام لیتے ہیں جو قدرت نے ان کے لئے مقرر کر دیا ہے۔ زیادہ کی ان میں استعداد ہی نہیں۔ لیکن ان لوگوں میں روحانی و عرفانی ترقیات کی جو فطری قوت و استعداد ودیعت کی گئی تھی اسے مہلک غفلت اور بیہودگی سے خود اپنے ہاتھوں ضائع معطل کر دیا گیا۔

اسمائے حسنیٰ کے ساتھ دعا کا حکم غافلین کا حال ذکر کر کے مومنین کو متنبہ فرمایا ہے کہ تم غفلت اختیار نہ کرنا۔ غفلت دور کرنے والی چیز خدا کی یاد ہے سو تم ہمیشہ اس کو اچھے ناموں سے پکارو اور اچھی صفات سے یاد کرو۔ جو لوگ اس کے نام و صفات کے بارہ میں کج روش اختیار کرتے ہیں انہیں چھوڑ دو وہ جیسا کر رہے ہیں بھگتیں گے۔ خدا کے ناموں اور صفتوں کے متعلق کجروی یہ ہے کہ خدا پر ایسے نام یا صفت کا اطلاق کرے جس کی شریعت نے اجازت نہیں دی اور جو حق تعالیٰ کی تعظیم و اجلال کے لائق نہیں یا اس کے مخصوص نام اور صفت کا اطلاق غیر اللہ پر کرے یا ان کے معانی بیان کرنے میں بے اصولی تاویلیں اور کھینچ تان کرے یا ان کو معصیت (مثلاً سحر وغیرہ) کے مواقع میں استعمال کرنے لگے۔ یہ سب کجروی ہے۔

یہ جماعت امت محمدیہ مرحومہ ہے علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والتسلیم جس نے ہر قسم کی افراط و تفریط اور کجروی سے علیحدہ ہو کر سچائی اور انصاف و اعتدال کا طریقہ اختیار کیا۔ اور اسی کی طرف دوسروں کو دعوت دیتی ہے۔ آگے اس امت کے مخالفین اور حق کی تکذیب کرنے والوں کا ذکر ہے۔

مکذبین کیلئے استدراج اور ڈھیل جھٹلانے والے مجرموں کو بسا اوقات فوراً سزا نہیں ملتی بلکہ دنیوی عیش اور فراخی کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔ حتیٰ کہ خدائی سزا سے بے فکر ہو کر ارتکاب جرائم پر اور زیادہ دلیر بن جاتے ہیں۔ اس طرح جو انتہائی سزا ان پر جاری کرنی ہے وہ رفتہ رفتہ اپنے کو علانیہ اور کامل طور پر اس کا مستحق ثابت کر دیتے ہیں۔ یہی خدا کی ڈھیل اور استدراج ہے۔ وہ حماقت اور بے حیائی سے سمجھتے ہیں کہ ہم پر مہربانی ہو رہی ہے اور حقیقت میں انتہائی عذاب کے لئے تیار کیا جا رہا ہے۔ خدا کا "کید" (داؤ یا خفیہ تدبیر) اسی کو کہا کہ ایسی کارروائی کی جائے جس کا ظاہر رحمت اور باطن قہر و عذاب ہو۔ بےشک خدا کی تدبیر بڑی مضبوط اور پختہ ہے جس کی کسی حیلہ اور تدبیر سے مدافعت نہیں ہو سکتی۔

شَيْءٍ ۙ وَّاَنْ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ قَدِ اقْتَرَبَ اَجَلُهُمْ ۚ

گئی ہے ◆ اور اس میں کہ شاید قریب آ پہنچا ہو ان کا وعدہ

فَبِاَيِّ حَدِيْثٍۢ بَعْدَهٗ يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۸۵﴾ مَنْ يُّضْلِلِ

سو اس کے پیچھے کس بات پر ایمان لائیں گے ◆ جس کو اللہ بچلاوے

اللّٰهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ ۭ وَيَذَرُهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ

اس کو کوئی نہیں راہ دکھلانے والا اور اللہ چھوڑے رکھتا ہے ان کو ان کی شرارت میں

يَعْمَهُوْنَ ﴿۱۸۶﴾ يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ

سرگرداں ◆ تجھ سے پوچھتے ہیں قیامت کو کہ کب ہے

مُرْسٰىهَا ۭ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ ۚ لَا يُجَلِّيْهَا

اس کے قائم ہونے کا وقت تو کہہ اس کی خبر تو میرے رب ہی کے پاس ہے وہی کھول دکھائے گا

لِوَقْتِهَآ اِلَّا هُوَ ڕ ثَقُلَتْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ لَا

اس کو اس کے وقت پر وہ بھاری بات ہے آسمانوں اور زمین میں جب

تَاْتِيْكُمْ اِلَّا بَغْتَةً ۭ يَسْـَٔلُوْنَكَ كَاَنَّكَ حَفِيٌّ عَنْهَا ۭ

تم پر آئے گی تو بے خبر آئے گی ◆ تجھ سے پوچھنے لگتے ہیں گویا تو اس کی تلاش میں لگا ہوا ہے

قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا

تو کہہ دے اس کی خبر ہے خاص اللہ کے پاس لیکن اکثر لوگ نہیں

يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۸۷﴾ قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا

سمجھتے ◆ تو کہہ دے کہ میں مالک نہیں اپنی جان کے بھلے کا اور نہ برے کا مگر

◆ **آنحضرت کی ذات حقانیت کی دلیل ہے** | یعنی آخر آیات اللہ کو جھٹلانے اور اس کے برے انجام سے غافل ہو جانے کا سبب کیا ہے۔ ان آیات کا لانے والا معاذ اللہ کوئی بے عقل مجنون نہیں۔ وہ عمر تمہارے پاس رہا اس کے ہر چھوٹے بڑے حال سے تم واقف ہو۔ اس کی عقل و دانش ہو۔ ت و دیانت پہلے سے مسلم و معروف ہے۔ جس کے پاس سے لایا وہ تمام جہان کا مالک، شہنشاہ مطلق اور ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے۔ اس کے نہایت ہی محکم و مضبوط نظام سلطنت بلکہ ہر چھوٹی بڑی چیز میں جو اس نے پیدا کی ہے غور کرو تو یہ "آیات تکوینیہ" "آیات تنزیلیہ" کی تصدیق کریں گی پھر آیات اللہ کی تسلیم میں کیا عذر باقی ہے۔ انہیں سمجھنا چاہئے کہ شاید ان کی موت و ہلاکت کا وقت قریب آلگا ہو۔ لہٰذا بعد الموت کے لئے جو تیاری کرنی ہے جلد کر رکھنا چاہئے۔

◆ یعنی اگر آیات قرآنیہ پر ایمان نہ لائے تو دنیا میں اور کونسی بات اور کونسا کلام ہے جس پر ایمان لانے کی امید کی جا سکتی ہے۔ گویا ان بدبختوں کے لئے دولت ایمان مقدر ہی نہیں۔

◆ ہدایت و ضلالت، ہر چیز خدا کے قبضہ میں ہے۔ وہ نہ چاہے تو سارے سامان ہدایت کے رکھے رہ جائیں۔ آدمی کسی سے بھی منتفع نہ ہو۔ ہاں عادۃ اللہ جب ہی ہدایت کی توفیق دیتا ہے جب بندہ خود اپنے کسب و اختیار سے اس راستہ پر چلنا چاہے۔ باقی جو بدنیتی و بددیانتی اور شرارت ہی کی ٹھان لے تو خدا بھی راستہ دکھلانے کے بعد اسی حال میں اسے چھوڑ دیتا ہے۔

◆ **قیامت کا علم صرف اللہ کو ہے** | پہلے عَسٰی اَنْ یَّکُوْنَ قَدِ اقْتَرَبَ اَجَلُھُمْ میں قوم اس قوم کی اجل (موت) کا ذکر تھا کہ انہیں کچھ معلوم نہیں کہ کب آ جائے۔ یہاں تمام دنیا کی اجل (قیامت) کے متعلق متنبہ فرما دیا کہ جب کسی کو خاص اپنی موت کا علم نہیں کب آئے، پھر کل دنیا کی موت کو کون بتلا سکتا ہے کہ فلاں تاریخ اور فلاں سنہ میں آئے گی۔ اس کی تعیین کا علم بجز خدا کے علام الغیوب کسی کے پاس نہیں۔ وہ ہی وقت معین و مقدر پر اسے واقع کر کے ظاہر کر دے گا کہ خدا کے علم میں اس کا یہ وقت تھا۔ آسمان و زمین میں وہ بڑا بھاری واقعہ ہو گا اور اس کا علم بھی بہت بھاری ہے جو خدا کے سوا کسی کو حاصل نہیں۔ گو اس واقعہ کی امارات (بہت سی نشانیاں) انبیاء علیہم السلام خصوصاً ہمارے پیغمبر آخر الزمان ﷺ نے بیان فرمائی ہیں۔ تاہم ان سب علامات کے ظہور کے بعد بھی جب قیامت کا وقوع ہو گا تو بالکل بے خبری میں اچانک اور دفعۃً ہو گا جیسا کہ بخاری وغیرہ کی احادیث میں تفصیلاً مذکور ہے۔

◆ ان لوگوں کے طرز سوال سے ظاہر ہوتا ہے کہ گویا وہ آپ کی نسبت یوں سمجھتے ہیں کہ آپ بھی اسی مسئلہ کی تحقیق و تجسس اور کھوج لگانے میں مشغول رہے ہیں اور تلاش کے بعد اس کے علم تک رسائی حاصل کر چکے ہیں حالانکہ یہ علم حق تعالیٰ شانہ کے ساتھ مخصوص ہے۔ انبیاء علیہم السلام اس چیز کے پیچھے نہیں پڑا کرتے جس سے خدا نے اپنی مصلحت کی بناء پر روک دیا ہو۔ نہ ان کے اختیار میں ہے کہ جو چاہیں کوشش کر کے ضرور ہی معلوم کر لیا کریں۔ ان کا منصب یہ ہے کہ جن بے شمار علوم و کمالات کا خدا کی طرف سے افاضہ ہو نہایت شکر گزاری اور قدر شناسی کے ساتھ قبول کرتے رہیں۔ مگر ان باتوں کو اکثر عوام کالانعام کیا سمجھیں۔

مَا شَاءَ اللّٰهُ ؕ وَلَوْ كُنْتُ أَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ

جو اللہ چاہے — اور اگر میں جان لیا کرتا غیب کی بات — تو بہت کچھ بھلائیاں

مِنَ الْخَيْرِ ۛۚ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوْٓءُ ۚۛ إِنْ أَنَا إِلَّا نَذِيْرٌ

حاصل کر لیتا — اور مجھ کو برائی کبھی نہ پہنچتی ◆ — میں تو یہی ڈر

وقف غفران

وَّبَشِيْرٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿١٨٨﴾ هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ

اور خوشخبری سنانے والا ہوں — ایمان دار لوگوں کو — وہی ہے جس نے تم کو پیدا کیا — ایک

ع ٢٣ / ١٣

نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ

جان سے — اور اسی سے بنایا اس کا جوڑا — تا کہ اس کے پاس آرام

إِلَيْهَا ۚ فَلَمَّا تَغَشّٰىهَا حَمَلَتْ حَمْلًا خَفِيْفًا فَمَرَّتْ

پکڑے — پھر جب مرد نے عورت کو ڈھانکا — حمل رہا ہلکا سا حمل — تو چلتی پھرتی رہی

بِهٖ ۚ فَلَمَّآ أَثْقَلَتْ دَّعَوَا اللّٰهَ رَبَّهُمَا لَئِنْ اٰتَيْتَنَا

اس کے ساتھ — پھر جب بوجھل ہو گئی — تو دونوں نے پکارا اللہ اپنے رب کو — کہ اگر تو ہم کو بخشے

صَالِحًا لَّنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ ﴿١٨٩﴾ فَلَمَّآ اٰتٰىهُمَا

چنگا بھلا — تو ہم تیرا شکر کریں — پھر جب ان کو دیا

صَالِحًا جَعَلَا لَهٗ شُرَكَآءَ فِيْمَآ اٰتٰىهُمَا ۚ فَتَعٰلَى

چنگا بھلا — تو بنانے لگے اس کے لیے شریک — اس کی بخشی ہوئی چیز میں — سو اللہ

اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿١٩٠﴾ أَيُشْرِكُوْنَ مَا لَا يَخْلُقُ

برتر ہے ان کے شریک بنانے سے ◆ — کیا شریک بناتے ہیں — ایسوں کو — جو پیدا نہ کریں

شَيْـًٔا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ ﴿١٩١﴾ وَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ لَهُمْ نَصْرًا

ایک چیز بھی | اور وہ پیدا ہوتے ہیں ◆ | اور نہیں کر سکتے ہیں | اُن کی مدد

وَّلَآ اَنْفُسَهُمْ يَنْصُرُوْنَ ﴿١٩٢﴾ وَاِنْ تَدْعُوْهُمْ اِلَى

اور نہ اپنی مدد کریں | اور اگر تم اُن کو پکارو | رستہ

الْهُدٰى لَا يَتَّبِعُوْكُمْ ؕ سَوَآءٌ عَلَيْكُمْ اَدَعَوْتُمُوْهُمْ اَمْ

کی طرف | تو نہ چلیں تمہاری پکار پر | برابر ہے تم پر | کہ اُن کو پکارو | یا

اَنْتُمْ صَامِتُوْنَ ﴿١٩٣﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ

چپ رہو | جن کو تم پکارتے ہو | اللہ

دُوْنِ اللّٰهِ عِبَادٌ اَمْثَالُكُمْ فَادْعُوْهُمْ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا

کے سوا | وہ بندے ہیں | تم جیسے | بھلا پکارو تو اُن کو | پس چاہیے کہ وہ قبول کریں

لَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿١٩٤﴾ اَلَهُمْ اَرْجُلٌ يَّمْشُوْنَ

تمہارے پکارنے کو | اگر تم سچے ہو | کیا اُن کے پاؤں ہیں | جن سے

بِهَآ ؗ اَمْ لَهُمْ اَيْدٍ يَّبْطِشُوْنَ بِهَآ ؗ اَمْ لَهُمْ اَعْيُنٌ

چلتے ہیں | یا اُن کے ہاتھ ہیں | جن سے پکڑتے ہیں | یا اُن کی آنکھیں ہیں

يُّبْصِرُوْنَ بِهَآ ؗ اَمْ لَهُمْ اٰذَانٌ يَّسْمَعُوْنَ بِهَا ؕ قُلِ

جن سے دیکھتے ہیں | یا اُن کے کان ہیں | جن سے سنتے ہیں | تو کہہ دے

ادْعُوْا شُرَكَآءَكُمْ ثُمَّ كِيْدُوْنِ فَلَا تُنْظِرُوْنِ ﴿١٩٥﴾

کہ پکارو اپنے شریکوں کو | پھر برائی کرو میرے حق میں | اور مجھ کو ڈھیل نہ دو ◆

پہلے ایک طرح کے شرک کا ذکر تھا اس کی مناسبت سے ان آیات میں بت پرستی کا رد فرماتے ہیں۔ یعنی جو کسی کو پیدا نہ کر سکے بلکہ خود تمہارا بنایا ہوا ہو وہ تمہارا خدا یا معبود کیسے بن سکتا ہے۔

بتوں کی پوجا خلاف عقل ہے | جن بتوں کو تم نے معبود ٹھہرایا ہے اور خدائی کا حق دیا ہے وہ تمہارے کام تو کیا آتے خود اپنی حفاظت پر بھی قادر نہیں اور باوجود مخلوق ہونے کے ان کمالات سے محروم ہیں جن سے کسی مخلوق کو دوسری پر تفوق و امتیاز حاصل ہو سکتا ہے۔ گو ان کے ظاہری ہاتھ پاؤں آنکھ، کان سب کچھ تم بناتے ہو لیکن ان اعضاء میں وہ قوتیں نہیں جن سے انہیں اعضاء کہا جا سکے۔ نہ تمہارے پکارنے پر معنوی پاؤں سے چل کر آ سکتے ہیں نہ ہاتھوں سے کوئی چیز پکڑ سکتے ہیں نہ آنکھوں سے دیکھ سکتے ہیں نہ کانوں سے کوئی بات سنتے ہیں۔ اگر پکارتے پکارتے تمہارا گلا پھٹ جائے گا تب بھی وہ تمہاری آواز سننے والے اور اس پر چلنے والے یا اس کا جواب دینے والے نہیں۔ تم ان کے سامنے چلاؤ یا خاموش رہو دونوں حالتیں یکساں ہیں۔ نہ اس سے فائدہ نہ اس سے نفع تعجب ہے کہ جو چیزیں بلحاظ مخلوق ہونے کے تم ہی جیسی عاجز و درماندہ بلکہ وجود کے بعض وجوہ میں تم سے بھی گئی گذری ہوں انہیں خدا بنا لیا جائے اور جو اس کا رد کرے اسے نقصان پہنچانے کی دھمکیاں دی جائیں۔

آنحضرت ﷺ کو مشرکین کی دھمکیاں | چنانچہ مشرکین مکہ نبی کریم ﷺ کو کہتے تھے کہ آپ ہمارے بتوں کی بے ادبی کرنا چھوڑ دیں ورنہ نہ معلوم وہ کیا آفت تم پر نازل کر دیں۔[2214] "وَيُخَوِّفُونَكَ بِالَّذِينَ مِن دُونِهِ" (زمر رکوع ۴) اسی کا جواب قُلِ ادْعُوا شُرَكَاءَكُمْ ثُمَّ ...... سے دیا۔ یعنی تم اپنے سب شرکاء کو پکارو اور میرے خلاف اپنے سب منصوبے اور تدبیریں پوری کر لو، پھر مجھ کو ایک منٹ کی مہلت بھی نہ دو۔ دیکھوں تم میرا کیا بگاڑ سکو گے۔

اِنَّ وَلِـۧىَ اللّٰهُ الَّذِىْ نَزَّلَ الْكِتٰبَ ۖ وَهُوَ يَتَوَلَّى

میرا حمایتی تو اللہ ہے جس نے اتاری کتاب اور وہ حمایت کرتا ہے

الصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۹۶﴾ وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا

نیک بندوں کی ◆ اور جن کو تم پکارتے ہو اس کے سوا نہ

يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَكُمْ وَلَاۤ اَنْفُسَهُمْ يَنْصُرُوْنَ ﴿۱۹۷﴾

نہیں کر سکتے تمہاری مدد اور نہ اپنی جان بچا سکیں

وَاِنْ تَدْعُوْهُمْ اِلَى الْهُدٰى لَا يَسْمَعُوْا ۭ وَتَرٰىهُمْ

اور اگر تم ان کو پکارو رستہ کی طرف تو کچھ نہ سنیں اور تو دیکھتا ہے

يَنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ وَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ ﴿۱۹۸﴾ خُذِ الْعَفْوَ

ان کو کہ تکتے ہیں تیری طرف اور وہ کچھ نہیں دیکھتے ◆ عادت کر درگزر کی

وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ ﴿۱۹۹﴾ وَاِمَّا

اور حکم کر نیک کام کرنے کا اور کنارہ کر جاہلوں سے اور اگر

يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ۭ اِنَّهٗ

ابھارے تجھ کو شیطان کی چھیڑ تو پناہ مانگ اللہ سے وہی ہے

سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۰۰﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّهُمْ

سننے والا جاننے والا ◆ جن کے دل میں ڈر ہے جہاں پڑ گیا ان پر

طٰۗىِٕفٌ مِّنَ الشَّيْطٰنِ تَذَكَّرُوْا فَاِذَا هُمْ مُّبْصِرُوْنَ ﴿۲۰۱﴾

شیطان کا گذر چونک گئے پھر اسی وقت ان کو سوجھ جاتی ہے

◆ یعنی جس نے مجھ پر کتاب نازل کی اور منصب رسالت پر فائز کیا وہی ساری دنیا کے مقابلہ میں میری حمایت وحفاظت کرے گا۔ کیونکہ اپنے نیک بندوں کی حفاظت واعانت وہی کرتا ہے۔

◆ یعنی بظاہر آنکھیں بنی ہوئی ہیں، پر ان میں بینائی کہاں؟

◆ **آنحضرت ﷺ کو عفو و درگذر کا حکم** | خذ العفو کے کئی معنی کئے گئے ہیں۔ اکثر کا حاصل یہ ہے کہ سخت گیری اور تند خوئی سے پرہیز کیا جائے اسی کو حضرت مترجم محقق نے "درگذر کی عادت" سے تعبیر فرمایا ہے۔ گذشتہ آیات میں بت پرستوں کی جو تحمیق وتجہیل کی گئی تھی بہت ممکن تھا کہ جاہل مشرکین اس پر برہم ہو کر ناشائستہ حرکت کرتے یا برا لفظ زبان سے نکالتے۔ اس لئے ہدایت فرمادی کہ عفو ودرگذر کی عادت رکھو، نصیحت کرنے سے مت رکو، معقول بات کہتے رہو اور جاہلوں سے کنارہ کرو یعنی ان کی جہالت آمیز حرکتوں پر دل زدہ ہونے کی ضرورت نہیں۔ جب وقت آئے گا ذرا سی دیر میں ان کا سب حساب بے باق ہو جائے گا۔ اور اگر کسی وقت بمقتضائے بشریت ان کی کسی نالائق حرکت پر غصہ آ جائے اور شیطان لعین چاہے کہ دوسرے چھیڑ چھاڑ کر کے آپ کو ایسے معاملہ پر آمادہ کر دے جو خلاف مصلحت ہو یا آپ کے "خلق عظیم" اور حلم ومتانت کے شایان نہ ہو تو آپ فوراً اللہ سے پناہ طلب کیجئے آپ کی عصمت ووجاہت کے سامنے اس کا کوئی کید نہیں چل سکے گا۔ کیونکہ خداوند قدیر جو ہر مستعیذ کی بات سننے والا اور ہر حالت کا جاننے والا ہے اسی نے آپ کی صیانت کا تکفل فرمایا ہے۔

وَاِخْوَانُهُمْ يَمُدُّوْنَهُمْ فِي الْغَيِّ ثُمَّ لَا يُقْصِرُوْنَ ﴿٢٠٢﴾

اور جو شیطانوں کے بھائی ہیں وہ ان کو کھینچے چلے جاتے ہیں گمراہی میں پھر وہ کمی نہیں کرتے

وَاِذَا لَمْ تَاْتِهِمْ بِاٰيَةٍ قَالُوْا لَوْلَا اجْتَبَيْتَهَا ؕ

اور جب تو لے کر نہ جائے ان کے پاس کوئی نشانی تو کہتے ہیں کیوں نہ چھانٹ لایا تو کچھ اپنی طرف سے

قُلْ اِنَّمَآ اَتَّبِعُ مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ مِنْ رَّبِّيْ ۚ هٰذَا

تو کہہ دے میں تو چلتا ہوں اس پر جو حکم آئے مجھ کو میری طرف میرے رب سے یہ

بَصَآئِرُ مِنْ رَّبِّكُمْ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ

سوجھ کی باتیں ہیں تمہارے رب کی طرف سے اور ہدایت اور رحمت ہے ان لوگوں کو

يُّؤْمِنُوْنَ ﴿٢٠٣﴾ وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَ

جو یقین رکھتے ہیں اور جب قرآن پڑھا جائے تو اس کی طرف کان لگائے رہو اور

اَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿٢٠٤﴾ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِيْ

چپ رہو تاکہ تم پر رحم ہو اور یاد کرتا رہ اپنے رب کو اپنے

نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّخِيْفَةً وَّدُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ

دل میں گڑگڑاتا ہوا اور ڈرتا ہوا اور ایسی آواز سے جو کہ پکار کر بولنے سے کم ہو

بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ وَلَا تَكُنْ مِّنَ الْغٰفِلِيْنَ ﴿٢٠٥﴾

صبح کے وقت اور شام کے وقت اور مت رہ بے خبر

اِنَّ الَّذِيْنَ عِنْدَ رَبِّكَ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ

بے شک جو تیرے رب کے نزدیک ہیں وہ تکبر نہیں کرتے

فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَصْلِحُوْا ذَاتَ بَيْنِكُمْ ۪ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ

سو ڈرو اللہ سے — اور صلح کرو آپس میں — اور حکم مانو اللہ کا

وَرَسُوْلَهٗۤ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ① اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ

اور اس کے رسول کا — اگر ایمان رکھتے ہو — ایمان والے

الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَاِذَا تُلِيَتْ

وہی ہیں — کہ جب نام آئے اللہ کا — تو ڈر جائیں اُن کے دل — اور جب پڑھا جائے

عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّعَلٰى رَبِّهِمْ

اُن پر اس کا کلام — تو زیادہ ہو جاتا ہے اُن کا ایمان — اور وہ اپنے رب پر

يَتَوَكَّلُوْنَ ② الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ

بھروسہ رکھتے ہیں — وہ لوگ جو کہ قائم رکھتے ہیں نماز کو — اور ہم نے جو اُن کو روزی دی ہے اس میں سے

يُنْفِقُوْنَ ③ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ؕ لَهُمْ

خرچ کرتے ہیں — وہی ہیں سچے ایمان والے — اُن کے لیے

دَرَجٰتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَمَغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ④ كَمَآ

درجے ہیں — اپنے رب کے پاس — اور معافی — اور روزی عزت کی ◆ جیسے

اَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنْۢ بَيْتِكَ بِالْحَقِّ ۠ وَاِنَّ فَرِيْقًا

نکالا تجھ کو تیرے رب نے — تیرے گھر سے — حق کام کے واسطے — اور ایک جماعت

مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ لَكٰرِهُوْنَ ⑤ يُجَادِلُوْنَكَ فِي

اہل ایمان کی راضی نہ تھی — وہ تجھ سے جھگڑتے تھے

مالِ غنیمت کس کا حق ہے: "بدر" میں جو مال غنیمت ہاتھ آیا اس کے متعلق صحابہ میں نزاع تھی۔ نوجوان جو آگے بڑھ کر لڑے تھے وہ کل مال غنیمت کو اپنا حق سمجھتے تھے۔ پرانے لوگ جو نوجوانوں کی پشت پر تھے ان کا یہ کہنا تھا کہ ہمارے سہارا لگانے سے فتح ہوئی۔ لہٰذا غنیمت ہم کو ملنی چاہئے۔ ایک جماعت جو نبی اکرم ﷺ کی حفاظت کرتی رہی تھی وہ اپنے کو اس مال کا مستحق سمجھتی تھی۔ ان آیات میں بتلا دیا کہ فتح صرف اللہ کی مدد سے ہے کسی کا سہارا اور زور پیش نہیں جاتا سو مال کا مالک خدا ہے پیغمبر اس کے نائب ہیں۔ جس طرح اللہ تعالیٰ اپنے رسول کی معرفت حکم دے اسی کے موافق غنیمت تقسیم ہونی چاہئے (اس حکم کی تفصیل آگے آئے گی) سچے مسلمانوں کا کام یہ ہے کہ ہر معاملہ میں خدا سے ڈریں۔

سچے مومنوں کی صفات: آپس میں صلح و آشتی سے رہیں ذرا ذرا سی بات پر جھگڑے نہ ڈالیں اپنی آراء و جذبات سے قطع نظر کر کے محض خدا اور رسول کا حکم مانیں، جب خدا کا نام درمیان میں آ جائے ہیبت و خوف سے کانپ اٹھیں، آیات و احکام الٰہی سن کر ان کا ایمان و یقین زیادہ مضبوط ہوتا رہے اس قدر مضبوط و قوی ہو جائے کہ ہر معاملہ میں ان کا اصلی بھروسہ اور اعتماد بجز خدا کے کسی پر باقی نہ رہے۔ اسی کے سامنے سر عبودیت جھکائیں، اسی کے نام پر مال و دولت خرچ کریں۔ غرض عقیدہ، خلق، عمل اور مال ہر چیز سے خدا کی خوشنودی حاصل کرنے کی کوشش میں رہیں۔ ایسے ہی لوگوں کو سچا اور پکا ایماندار کہا جا سکتا ہے جو خدا کے یہاں اپنے اپنے درجہ کے موافق بڑے بڑے مقامات و مراتب قرب پر فائز ہوں گے۔ جنہیں معمولی کوتاہیوں سے درگزر کر کے عزت کی روزی سے سرفراز کیا جائے گا۔ رزقنا اللہ منہ بفضلہ و منہ۔

الْحَقِّ بَعْدَ مَا تَبَيَّنَ كَاَنَّمَا يُسَاقُوْنَ اِلَى الْمَوْتِ

حق بات میں | اس کے ظاہر ہو چکنے کے بعد | گویا وہ ہانکے جاتے ہیں | موت کی طرف

وَهُمْ يَنْظُرُوْنَ ﴿۶﴾ وَاِذْ يَعِدُكُمُ اللّٰهُ اِحْدَى

آنکھوں دیکھتے ◆ | اور جس وقت تم سے وعدہ کرتا تھا اللہ | دو جماعتوں

الطَّآئِفَتَيْنِ اَنَّهَا لَكُمْ وَتَوَدُّوْنَ اَنَّ غَيْرَ ذَاتِ

میں سے ایک کا | کہ وہ تمہارے ہاتھ لگے گی | اور تم چاہتے تھے | کہ جس میں

الشَّوْكَةِ تَكُوْنُ لَكُمْ وَيُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ

کانٹا نہ لگے | وہ تم کو ملے | اور اللہ چاہتا تھا | کہ

يُّحِقَّ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ وَيَقْطَعَ دَابِرَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۷﴾

سچا کر دے سچ کو | اپنے کلاموں سے | اور کاٹ ڈالے | جڑ کافروں کی

لِيُحِقَّ الْحَقَّ وَيُبْطِلَ الْبَاطِلَ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۸﴾

تاکہ سچا کرے سچ کو | اور جھوٹا کر دے جھوٹ کو | اور اگرچہ ناراض ہوں گنہگار ◆

اِذْ تَسْتَغِيْثُوْنَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ اَنِّيْ

جب تم لگے فریاد کرنے | اپنے رب سے | تو وہ پہنچا تمہاری فریاد کو | کہ میں

مُمِدُّكُمْ بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُرْدِفِيْنَ ﴿۹﴾ وَمَا

مدد کو بھیجوں گا تمہاری | ہزار فرشتے | لگاتار آنے والے | اور یہ تو

جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰى وَلِتَطْمَئِنَّ بِهٖ قُلُوْبُكُمْ ۚ

دی اللہ نے | فقط خوشخبری | اور تاکہ مطمئن ہو جائیں اس سے | تمہارے دل

غزوۂ بدر میں اختلاف آراء اور ایک علمی جائزہ یعنی سوچو کہ اس جنگ (بدر) میں شروع سے آخر تک کس طرح حق تعالیٰ کی تحریک و تائید اور امداد و توفیق مسلمانوں کے حق میں کارفرما رہی۔ خدا ہی تھا جو نصرت دین اسلام کے حق (سچے) وعدے کر کے اپنے نبی کو ایک امر حق یعنی کفار سے ساتھ جہاد کرانے کے لئے مدینہ سے باہر بدر کے میدان میں اس وقت لے آیا جبکہ ایک جماعت مسلمانوں کی لشکر قریش سے نبرد آزمائی کرنے پر راضی نہ تھی۔ یہ لوگ ابھی تک اور طے شدہ چیز میں پس و پیش کر رہے اور جھگڑتے رہے تھے جس کی نسبت بذریعہ پیغمبر انکو ظاہر ہو چکا تھا کہ وہ یقیناً خدا کی فرمائی ہوئی اٹل بات ہے (یعنی اسلام و اہل اسلام کا بذریعہ جہاد غالب و منصور ہونا) ابوجہل کے لشکر سے مقابلہ کرنا ان کو اس قدر شاق اور گراں تھا جیسے کسی شخص کو آنکھوں دیکھتے موت کے منہ میں جانا مشکل ہے۔ تاہم خدا اپنی توفیق سے ان کو میدان جنگ میں لے گیا اور اپنی امداد سے مظفر و منصور واپس لایا۔ پس جیسے خدا ہی کی مدد سے از اول تا آخر یہ مہم سر ہوئی، مال غنیمت بھی اسی کا سمجھنا چاہئے وہ اپنے پیغمبر کے ذریعہ سے جہاں بتلائے وہاں خرچ کرو۔ (تنبیہ) کَمَآ اَخْرَجَکَ... الخ کے کاف کو میں نے اپنی تقریر میں صرف تشبیہ کے لئے نہیں لیا، بلکہ ابوحیان کی تحقیق کے موافق معنی تعلیل پر مشتمل رکھا ہے جیسے وَاذْکُرُوْہُ کَمَا ھَدٰکُمْ میں علماء نے تصریح کی ہے اور اَخْرَجَکَ رَبُّکَ مِنْ بَیْتِکَ الیٰ آخر الآیات کے مضمون کو میں نے اَلْاَنْفَالُ لِلّٰہِ وَالرَّسُوْلِ کا ایک سبب قرار دیا ہے۔ ابوحیان کی طرح "اَخْرَجَکَ اللّٰہُ" وغیرہ مقدر نہیں مانا۔ نیز تقریر آیت میں صاحب "روح المعانی" کی تصریح کے موافق اشارہ کر دیا ہے کہ "اَخْرَجَکَ رَبُّکَ مِنْ بَیْتِکَ" میں صرف آن خروج من البیت مراد نہیں بلکہ خروج من البیت سے دخول فی الجہاد تک کا محدود وسیع زمانہ مراد ہے جس میں "وَاِنَّ فَرِیْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِیْنَ لَکٰرِھُوْنَ یُجَادِلُوْنَکَ فِی الْحَقِّ" وغیرہ سب احوال کا وقوع ہوا۔ ایک فریق کی کراہیت تو عین خروج من المدینہ کے وقت ظاہر ہو گئی جسے ہم صحیح مسلم اور طبری کے حوالے سے سورۂ انفال کے پہلے فائدہ میں بیان کر چکے ہیں اور مجادلہ کی صورت غالباً آگے چل کر لشکر کی اطلاع ملنے پر مقام صفراء میں پیش آئی۔ اس کے سمجھ لینے سے بعض مبطلین کے مغالطات کا استیصال ہو جائے گا۔

بدر میں لشکر کفار سے مقابلہ کی حکمت مسلمان چاہتے تھے کہ "تجارتی قافلہ" پر حملہ کر کے تھوڑے سے بہت سا مال ہاتھ آجائے۔ لیکن خدا کی مرضی یہ تھی کہ اس چھوٹی سی بے سروسامان جماعت کو کثیر التعداد اور مرتب و پرشوکت لشکر سے ٹکرا کر اپنی باتوں سے سچ کو سچ کر دکھائے اور کفار کی جڑ کاٹ ڈالے تاکہ اس طرح اس کے وعدوں کی سچائی حیرت انگیز طریقہ پر ظاہر ہو کر سچ کا سچ اور جھوٹ کا جھوٹ ہونا کفار کے علی الرغم صاف صاف آشکارا ہو جائے۔ چنانچہ یہی ہوا۔ بدر میں قریش کے ستر سردار مارے گئے جن میں ابوجہل بھی تھا اور ستر ہی قید ہوئے۔ اس طرف کفر کی کمر ٹوٹ گئی اور مشرکین مکہ کی بنیادیں ہل گئیں فللّٰہ الحمد والمنۃ۔

وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ

اور مدد نہیں　مگر اللہ کی طرف سے　بے شک اللہ زبردست ہے

حَكِيْمٌ ﴿۱۰﴾ اِذْ يُغَشِّيْكُمُ النُّعَاسَ اَمَنَةً مِّنْهُ وَ

حکمت والا ◆　جس وقت کہ ڈال دی اس نے تم پر اونگھ اپنی طرف سے تسکین کے واسطے　اور

يُنَزِّلُ عَلَيْكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً لِّيُطَهِّرَكُمْ بِهٖ

اتارا تم پر　آسمان سے　پانی　کہ اس سے تم کو پاک کر دے

وَيُذْهِبَ عَنْكُمْ رِجْزَ الشَّيْطٰنِ وَلِيَرْبِطَ عَلٰى

اور دور کر دے تم سے　شیطان کی نجاست　اور مضبوط کر دے تمہارے

قُلُوْبِكُمْ وَيُثَبِّتَ بِهِ الْاَقْدَامَ ﴿۱۱﴾ اِذْ يُوْحِيْ

دلوں کو　اور جما دے اس سے تمہارے قدم ◆　جب حکم بھیجا

رَبُّكَ اِلَى الْمَلٰٓئِكَةِ اَنِّيْ مَعَكُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِيْنَ

تیرے رب نے　فرشتوں کو　کہ میں ساتھ ہوں تمہارے　سو تم دل ثابت رکھو

اٰمَنُوْا ؕ سَاُلْقِيْ فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا

مسلمانوں کے　میں ڈال دوں گا　دلوں میں　کافروں کے

الرُّعْبَ فَاضْرِبُوْا فَوْقَ الْاَعْنَاقِ وَاضْرِبُوْا

دہشت　سو مارو گردنوں پر　اور کاٹو

مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ ﴿۱۲﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ شَآقُّوا اللّٰهَ

ان کی پور پور　یہ اس واسطے ہے　کہ وہ مخالف ہوئے اللہ کے

مسلمانوں کی مدد کیلئے ملائکہ کا نزول اسی طرح کی آیت "آل عمران" پارہ "لن تنالوا" کے رکوع میں گزر چکی۔ وہاں کے فوائد ملاحظہ کئے جائیں۔ البتہ اس جگہ فرشتوں کی تعداد تین سے پانچ ہزار تک بیان کی گئی تھی اگر واقعہ ایک ہے تو کہا جائے گا کہ اول ایک ہزار کا دستہ آیا ہوگا۔ پھر اس کے پیچھے دوسرے دستے آئے ہوں، جن کی تعداد تین سے پانچ ہزار تک پہنچی۔ شاید لفظ "مردفین" میں اسی طرف اشارہ ہو۔

میدان بدر میں اللہ کی نعمتیں "بدر" کا معرکہ فی الحقیقت مسلمانوں کے لئے بہت ہی سخت آزمائش اور عظیم الشان امتحان کا موقع تھا۔ وہ تعداد میں تھوڑے تھے، بے سروسامان تھے، فوجی مقابلہ کے لئے تیار ہو کر نہ نکلے تھے۔ مقابلہ پر ان سے تگنی تعداد کا لشکر تھا جو پورے ساز و سامان سے کبر و غرور کے نشہ میں سرشار ہو کر نکلا تھا۔ مسلمانوں اور کافروں کی یہ پہلی ہی قابل ذکر ٹکر تھی۔ پھر صورت ایسی پیش آئی کہ کفار نے پہلے سے اچھی جگہ اور پانی وغیرہ پر قبضہ کر لیا۔ مسلمان نشیب میں تھے، ریت بہت زیادہ تھی جس میں چلتے ہوئے پاؤں دھنستے تھے، گرد و غبار نے الگ پریشان کر رکھا تھا۔ پانی نہ ملنے سے ایک طرف غسل و وضو کی تکلیف، دوسری طرف تشنگی ستا رہی تھی۔ یہ چیزیں دیکھ کر مسلمان ڈرے کہ بظاہر آثار شکست کے ہیں۔ شیطان نے دلوں میں وسوسہ ڈالا کہ اگر واقعی تم خدا کے مقبول بندے ہوتے تو ضرور تائید ایزدی تمہاری طرف ہوتی اور ایسی پریشان کن اور یاس انگیز صورت حال پیش نہ آتی۔ اس وقت حق تعالیٰ نے قدرت کاملہ سے زور کا مینہ برسایا جس سے میدان کی ریت جم گئی، غسل و وضو کرنے اور پینے کے لئے پانی کی افراط ہو گئی، گرد و غبار سے نجات ملی۔ کفار کا لشکر جس جگہ تھا وہاں کیچڑ اور پھسلن سے چلنا پھرنا دشوار ہو گیا۔ جب یہ ظاہری پریشانیاں دور ہو گئیں تو حق تعالیٰ نے مسلمانوں پر ایک قسم کی غنودگی طاری کر دی۔ آنکھ کھلی تو دلوں سے سارا خوف و ہراس جاتا رہا۔ بعض روایات میں ہے کہ حضور اور ابوبکر صدیق رات بھر "عریش" میں مشغول دعا رہے۔ اخیر میں حضور پر خفیف سی غنودگی طاری ہوئی، جب اس سے چونکے تو فرمایا خوش ہو جاؤ کہ جبرئیل تمہاری مدد کو آ رہے ہیں۔ عریش سے باہر تشریف لائے تو سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّونَ الدُّبُرَ زبان مبارک پر جاری تھا۔ بہرحال اس باران رحمت نے بدن کو حدث سے اور دلوں کو شیطان کے وساوس سے پاک کر دیا۔ ادھر ریت کے جم جانے سے ظاہری طور پر قدم جم گئے اور باطنی طور پر دل مضبوط ہو گئے۔

وَرَسُوْلَهٗ ۚ وَمَنْ يُّشَاقِقِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاِنَّ

اور اس کے رسول کے | اور جو کوئی مخالف ہو اللہ کا | اور اس کے رسول کا | تو بیشک

اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿۱۳﴾ ذٰلِكُمْ فَذُوْقُوْهُ وَاَنَّ

اللہ کا عذاب سخت ہے | یہ تو تم چکھ لو | اور جان رکھو کہ

لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابَ النَّارِ ﴿۱۴﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ

کافروں کے لیے ہے | عذاب دوزخ کا ◆ | اے

اٰمَنُوْۤا اِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا زَحْفًا فَلَا

ایمان والو | جب بھڑو تم | کافروں سے | میدان جنگ میں | تو مت

تُوَلُّوْهُمُ الْاَدْبَارَ ﴿۱۵﴾ وَمَنْ يُّوَلِّهِمْ يَوْمَىِٕذٍ

پھیرو ان سے پیٹھ ◆ | اور جو کوئی ان سے پھیرے پیٹھ

دُبُرَهٗۤ اِلَّا مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ اَوْ مُتَحَيِّزًا اِلٰى فِئَةٍ

اس دن | مگر یہ کہ ہنر کرتا ہو لڑائی کا | یا جا ملتا ہو | فوج میں

فَقَدْ بَآءَ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَمَاْوٰىهُ جَهَنَّمُ ؕ

سو وہ پھرا | اللہ کا غضب لے کر | اور اس کا ٹھکانا دوزخ ہے

وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿۱۶﴾ فَلَمْ تَقْتُلُوْهُمْ وَلٰكِنَّ

اور وہ کیا برا ٹھکانا ہے ◆ | سو تم نے ان کو نہیں مارا | لیکن

اللّٰهَ قَتَلَهُمْ ۪ وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ

اللہ نے ان کو مارا | اور تو نے نہیں پھینکی مٹھی خاک کی | جس وقت کہ پھینکی تھی | لیکن اللہ نے

◆ **بدر میں شیاطین اور ملائکہ کے لشکر** جنگ بدر کی اہمیت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ اس معرکہ میں خود ابلیس لعین کنانہ کے سردار اعظم سراقہ بن مالک مدلجی کی صورت میں متشکل ہو کر ابوجہل کے پاس آیا اور مشرکین کے خوب دل بڑھائے کہ آج تم پر کوئی غالب نہیں آ سکتا، میں اور میرا سارا قبیلہ تمہارے ساتھ ہے۔ ابلیس کے جھنڈے تلے بڑا بھاری لشکر شیاطین کا تھا۔ یہ واقعہ آگے آئے گا۔ اس کے جواب میں حق تعالیٰ نے مسلمانوں کی کمک پر ملکوتی فوج کے دستے جبرئیل و میکائیل کی کمان میں یہ کہہ کر بھیجے کہ میں تمہارے ساتھ ہوں۔ اگر شیاطین آدمیوں کی صورت میں متشکل ہو کر کفار کے حوصلے بڑھا رہے ہیں اور ان کی طرف سے لڑنے کو تیار ہیں اور مسلمانوں کے قلوب کو وسوسے ڈال کر خوفزدہ کر رہے ہیں تو تم مظلوم و ضعیف مسلمانوں کے دلوں کو مضبوط کرو۔ ادھر تم ان کی ہمت بڑھاؤ گے ادھر میں کفار کے دلوں میں وحشت اور رعب ڈال دوں گا۔ تم مسلمانوں کے ساتھ ہو کر ان ظالموں کی گردنیں مارو اور پور پور کاٹ ڈالو۔ کیونکہ آج ان سب بدبخت کافروں نے مل کر خدا و رسول سے مقابلہ کی ٹھہرائی ہے۔ سو انہیں معلوم ہو جائے کہ خدا کے مخالفوں کو کیسی سخت سزا ملتی ہے۔ آخرت میں جو سزا ملے گی اصل تو وہی ہے لیکن دنیا میں بھی اس کا تھوڑا سا نمونہ دیکھ لیں اور عذاب الٰہی کا کچھ مزہ چکھ لیں۔ روایات میں ہے کہ بدر میں ملائکہ کو لوگ آنکھوں سے دیکھتے تھے اور ان کے مارے ہوئے کفار کو آدمیوں کے قتل کئے ہوئے کفار سے الگ شناخت کرتے تھے۔ خدا تعالیٰ نے یہ ایک نمونہ دکھا دیا کہ اگر کبھی شیاطین الجن والانس ایسے غیر معمولی طور پر حق کے مقابل جمع ہو جائیں تو وہ اہل حق اور مقبول بندوں کو ایسے غیر معمولی طریقے سے فرشتوں کی کمک پہنچا سکتا ہے۔ باقی ویسے تو فتح و غلبہ بلکہ ہر چھوٹا بڑا کام خدا ہی کی مشیت و قدرت سے انجام پاتا ہے۔ اسے نہ فرشتوں کی احتیاج ہے نہ آدمیوں کی۔ اور اگر فرشتوں ہی سے کوئی کام لے تو ان کو وہ طاقت بخشی ہے کہ تنہا ایک فرشتہ بڑی بڑی بستیوں کو اٹھا کر پٹک سکتا ہے۔ یہاں تو عالم تکلیف و اسباب میں ذرا سی تنبیہ کے طور پر شیاطین کی غیر معمولی دوڑ دھوپ کا جواب دینا تھا اور بس۔

◆ **جہاد میں پیٹھ دکھانے کا مسئلہ** "فرار من الزحف" (جہاد میں سے نکل کر بھاگنا اور لڑائی میں کفار کو پیٹھ دکھانا) بہت سخت گناہ اکبر الکبائر میں سے ہے۔ اگر کافر تعداد میں مسلمانوں سے دگنے ہوں اس وقت تک فقہاء نے پیٹھ پھیرنے کی اجازت نہیں دی۔

◆ یعنی اگر پسپائی کسی جنگی مصلحت سے ہو مثلاً پیچھے ہٹ کر حملہ کرنا زیادہ موثر ہے یا ایک جماعت سپاہیوں کی مرکزی فوج سے جدا ہو گئی وہ اپنے بچاؤ کے لئے پسپا ہو کر مرکز سے ملنا چاہتی ہے تو ایسی پسپائی جرم نہیں۔ گناہ اس وقت ہے جبکہ پسپائی محض بزدلی سے جان بچا کر بھاگنے کی نیت سے ہو۔

رَمٰى ۚ وَلِيُبْلِيَ الْمُؤْمِنِيْنَ مِنْهُ بَلَآءً حَسَنًا ؕ اِنَّ

پھینکی | اور تاکہ آزمائے ایمان والوں کو اپنی طرف سے | خوب احسان | بے شک

اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۷﴾ ذٰلِكُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ مُوْهِنُ

اللہ ہے سننے والا جاننے والا ◆ یہ تو ہو چکا | اور جان رکھو کہ اللہ سست کر دے گا

كَيْدِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۸﴾ اِنْ تَسْتَفْتِحُوْا فَقَدْ جَآءَكُمُ

تدبیر کافروں کی ◆ اگر تم چاہتے ہو فیصلہ | تو پہنچ چکا تمہارے پاس

الْفَتْحُ ۚ وَاِنْ تَنْتَهُوْا فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَاِنْ تَعُوْدُوْا

فیصلہ | اور اگر باز آؤ | تو تمہارے لئے بہتر ہے | اور اگر پھر یہی کرو گے

نَعُدْ ۚ وَلَنْ تُغْنِيَ عَنْكُمْ فِئَتُكُمْ شَيْـًٔا وَّلَوْ

تو ہم بھی پھر یہی کریں گے | اور ہرگز کام نہ آئے گا تمہارے | تمہارا جتھا | اگرچہ

كَثُرَتْ ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۹﴾ يٰۤاَيُّهَا

بہت ہوں | اور جان لو کہ اللہ ایمان والوں کے ساتھ ہے ◆ اے

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا

ایمان والو! | حکم مانو اللہ کا | اور اس کے رسول کا | اور

تَوَلَّوْا عَنْهُ وَاَنْتُمْ تَسْمَعُوْنَ ﴿۲۰﴾ وَلَا تَكُوْنُوْا

اس سے مت پھرو | سن کر ◆ اور ان جیسے مت ہو

كَالَّذِيْنَ قَالُوْا سَمِعْنَا وَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ ﴿۲۱﴾ اِنَّ

جنہوں نے کہا | ہم نے سن لیا | اور وہ سنتے نہیں ◆ بے شک

◆ **آنحضرت ﷺ کا کنکریاں پھینکنا** جب جنگ کی شدت ہوئی تو حضورؐ نے ایک مٹھی کنکریاں لشکر کفار کی طرف پھینکیں اور تین مرتبہ شاهت الوجوہ فرمایا۔ خدا کی قدرت سے کنکریوں کے ریزے ہر کافر کی آنکھ میں پہنچے، وہ سب آنکھیں ملنے لگے ادھر سے مسلمانوں نے فوراً دھاوا بول دیا۔ آخر بہت سے کفار کھیت رہے، اسی کو فرماتے ہیں کہ گو بظاہر کنکریاں تم نے اپنے ہاتھ سے پھینکی تھیں لیکن کسی بشر کا یہ فعل عادۃً ایسا نہیں ہو سکتا کہ مٹھی بھر کنکریاں ہر سپاہی کی آنکھ میں پڑ کر ایک مسلح لشکر کی ہزیمت کا سبب بن جائیں۔ یہ صرف خدائی ہاتھ تھا جس نے مٹھی بھر کنکریوں سے فوجوں کے منہ پھیر دیے۔ تم بے سروسامان قلیل التعداد مسلمانوں میں اتنی قدرت کہاں تھی کہ محض تمہارے زور بازو سے کافر ان کے ایسے ایسے سردار مارے جاتے، یہ تو خدا ہی کی قدرت کا کرشمہ ہے کہ اس نے ایسے متکبر سرکشوں کو ذلت کے گھاٹ اتارا۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ بظاہر کام تمہارے ہاتھوں سے لیا گیا اور دلوں میں وہ فوق العادت قوت پیدا کر دی جسے تم اپنے کسب و اختیار سے حاصل نہ کر سکتے تھے، یہ اس لئے کیا گیا کہ خدا کی قدرت ظاہر ہو اور مسلمانوں پر پوری مہربانی اور خوب طرح احسان کیا جائے۔ بے شک خدا مومنین کی دعا و فریاد کو سنتا اور ان کے افعال و احوال کو خوب جانتا ہے اور یہ بھی جانتا ہے کہ مقبول بندوں پر کس وقت کس عنوان سے احسان کرنا مناسب ہے۔

◆ یعنی اس وقت بھی خدا نے کفار مکہ کے سب منصوبے خاک میں ملا دیے اور آئندہ بھی ان کی تدبیروں کو سست کر دیا جائے گا۔

◆ **کفار سے خطاب** یہ خطاب کفار مکہ کو ہے، وہ ہجرت سے پہلے حضورؐ سے کہا کرتے تھے متی ھذا الفتح ان کنتم صادقین یعنی ہمارے تمہارے درمیان یہ فیصلہ کب ہوگا؟ سو پورا فیصلہ تو قیامت کے دن ہوگا مگر ایک طرح کا فیصلہ آج میدان بدر میں بھی تم نے دیکھ لیا کہ کیسے خارق عادت طریق سے تم کو کمزور مسلمانوں کے ہاتھوں سے سزا ملی۔ اب اگر نبی علیہ السلام کی مخالفت اور کفر و شرک سے باز آ جاؤ تو تمہارے لئے دین و آخرت کی بہتری ہے۔ ورنہ اگر پھر اسی طرح لڑائی کرو گے تو ہم بھی پھر اسی طرح مسلمانوں کی مدد کریں گے اور انجام کار تم ذلیل و خوار ہو گے۔ جب خدا کی تائید مسلمانوں کے ساتھ ہے تو تمہارا جتھا خواہ کتنی ہی تعداد میں ہو کچھ کام نہ آئے گا۔ بعض روایات میں ہے کہ ابوجہل وغیرہ نے مکہ سے روانگی کے وقت کعبہ کے پردے پکڑ کر دعا کی تھی کہ خداوندا دونوں فریق میں جو اعلیٰ و اکرم ہو اسے فتح دے اور فساد مچانے والے کو مغلوب کر۔ فقد جاءکم الفتح میں اس کا بھی جواب ہو گیا کہ جو واقعی "اعلیٰ و افضل" تھے ان کو فتح مل گئی اور مفسد ذلیل و رسوا ہوئے۔

◆ **مسلمانوں کو اللہ اور رسول کی اطاعت کا حکم** پہلے فرمایا تھا کہ "اللہ ایمان والوں کے ساتھ ہے" اب ایمان والوں کو ہدایت فرماتے ہیں کہ ان کا معاملہ خدا اور رسول کے ساتھ کیسا ہونا چاہیے؟ جس سے وہ خدائی نصرت و حمایت کے مستحق ہوں۔ سو بتلا دیا کہ ایک مومن صادق کا کام یہ ہے کہ وہ ہمہ تن خدا اور رسول کا فرمانبردار رہے۔ احوال و حوادث خواہ کتنا ہی اس کا منہ پھیرنا چاہیں مگر خدائی باتوں کو جب وہ سن کر سمجھ چکا اور تسلیم کر چکا تو قولاً و فعلاً کسی حال ان سے منہ نہ پھیرے۔

◆ **کفار کی حالت** یعنی زبان سے کہتے ہیں کہ ہم نے سن لیا حالانکہ وہ سننا ہی کیا جو آدمی سیدھی سی بات کو سن کر نہ سمجھے یا سمجھ کر قبول نہ کرے۔ پہلے یہودیوں نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا تھا "سمعنا و عصینا" (ہم نے سن لیا مگر مانا نہیں) مشرکین مکہ کا قول آگے آتا ہے "قد سمعنا لو نشاء لقلنا مثل ھذا" یعنی جو قرآن آپ سناتے ہیں بس ہم نے سن لیا، اگر ہم چاہیں تو اسی جیسا کلام بنا کر لے آئیں۔ مدینہ کے منافقین کا تو شیوہ یہ تھا کہ پیغمبر علیہ السلام اور مسلمانوں کے سامنے زبانی اقرار کر گئے اور دل سے اسی طرح منکر رہے۔ بہرحال مومن صادق کی شان ان یہود اور مشرکین و منافقین کی طرح نہ ہونی چاہیے۔ اس کی شان یہ ہے کہ دل سے، زبان سے، عمل سے، حاضر و غائب احکام الٰہیہ اور فرمودۂ نبویہ پر نثار ہوتا رہے۔

شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنْدَ اللّٰهِ الصُّمُّ الْبُكْمُ الَّذِيْنَ لَا

سب جانداروں میں بدتر اللہ کے نزدیک وہی بہرے گونگے ہیں جو نہیں

يَعْقِلُوْنَ ﴿٢٢﴾ وَلَوْ عَلِمَ اللّٰهُ فِيْهِمْ خَيْرًا لَّاَسْمَعَهُمْ ؕ وَلَوْ

سمجھتے ◆ اور اگر اللہ جانتا اُن میں کچھ بھلائی تو اُن کو سُنا دیتا اور اگر

اَسْمَعَهُمْ لَتَوَلَّوْا وَّهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿٢٣﴾ يٰۤاَيُّهَا

اُن کو اب سُنا دے تو ضرور بھاگیں منہ پھیر کر ◆ اے

الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ

ایمان والو! حکم مانو اللہ کا اور رسول کا جس وقت بلائے تم کو

لِمَا يُحْيِيْكُمْ ۚ وَاعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ يَحُوْلُ بَيْنَ الْمَرْءِ

اُس کام کی طرف جس میں تمہاری زندگی ہے ◆ اور جان لو کہ اللہ روک لیتا ہے آدمی سے

وَقَلْبِهٖ وَاَنَّهٗۤ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿٢٤﴾ وَاتَّقُوْا

اُس کے دل کو اور یہ کہ اُسی کے پاس تم جمع ہو گے ◆ اور بچتے رہو

فِتْنَةً لَّا تُصِيْبَنَّ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَآصَّةً ۚ

اُس فساد سے کہ نہیں پڑے گا تم میں سے خاص ظالموں ہی پر

وَاعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿٢٥﴾ وَاذْكُرُوْۤا

اور جان لو کہ اللہ کا عذاب سخت ہے ◆ اور یاد کرو

اِذْ اَنْتُمْ قَلِيْلٌ مُّسْتَضْعَفُوْنَ فِي الْاَرْضِ

جس وقت تم تھوڑے تھے مغلوب پڑے ہوئے ملک میں

◆ **بدترین جانور** | جنہیں خدا نے بولنے کو زبان سننے کو کان اور سمجھنے کو دل و دماغ دیئے تھے پھر انہوں نے یہ سب قوتیں معطل کر دیں۔ نہ زبان سے حق بولنے اور حق کو دریافت کرنے کی توفیق ہوئی۔ نہ کانوں سے حق کی آواز سنی۔ نہ دل و دماغ سے حق کو سمجھنے کی کوشش کی۔ غرض خدا کی بخشی ہوئی قوتوں کو اس اصلی کام میں صرف نہ کیا۔ جس کے لئے فی الحقیقت عطا کی گئی تھیں۔ بلاشبہ ایسے لوگ جانوروں سے بھی بدتر ہیں۔

◆ **ان کفار میں قبول حق کی استعداد نہیں ہے** | یعنی اصل یہ ہے کہ ان لوگوں میں بھلائی کی جڑ ہی نہیں کیونکہ حقیقی بھلائی انسان کو اس وقت ملتی ہے جب اس کے دل میں طلب حق کی سچی تڑپ اور نور ہدایت قبول کرنے کی لیاقت ہو۔ جو طلب حق کی روح سے یکسر خالی ہوں گی اور اسی طرح خدا کی بخشی ہوئی قوتوں کو اپنے ہاتھوں برباد کر چکی ہو۔ رفتہ رفتہ اس میں قبول حق کی لیاقت و استعداد بھی نہیں رہتی۔ اسی کو فرمایا ہے کہ اللہ نے ان کے دلوں میں قبول خیر و ہدایت کی لیاقت نہیں دیکھی۔ اگر ان میں کچھ بھی لیاقت دیکھتا تو اپنی عادت کے موافق ضرور ان کو اپنی آیتیں سنا کر سمجھا دیتا۔ باقی بحالت موجودہ اگر انہیں آیات سنا اور سمجھا دی جائیں تو یہ ضدی اور معاند ہیں، سمجھ کر بھی تسلیم اور قبول کرنے والے نہیں۔

◆ **جہاد میں زندگی ہے** | یعنی خدا اور رسول تم کو جس کام کی طرف دعوت دیتے ہیں (مثلاً جہاد وغیرہ) اسی میں از سرتاپا تمہاری بھلائی ہے۔ ان کا دعوتی پیغام تمہارے لئے دنیا میں عزت و اطمینان کی زندگی اور آخرت میں حیات ابدی کا پیغام ہے۔ پس مومنین کی شان یہ ہے کہ خدا اور رسول کی پکار پر فوراً لبیک کہیں۔ جس وقت اور جدھر وہ بلائیں سب اشغال چھوڑ کر ادھر ہی پہنچیں۔

◆ **اطاعت میں دیر کرنے سے دل ہٹ جاتے ہیں** | یعنی حکم بجالانے میں دیر نہ کرو۔ شاید تھوڑی دیر بعد دل ایسا نہ رہے اپنے دل پر آدمی کا قبضہ نہیں بلکہ دل خدا کے ہاتھ میں ہے۔ جدھر چاہے پھیر دے۔ بیشک وہ اپنی رحمت سے کسی کا دل ابتداءً نہیں روکتا نہ اس پر مہر کرتا ہے۔ ہاں جب بندہ امتثال احکام میں سستی اور کاہلی کرتا رہے تو اس کی جزاء میں روک دیتا ہے یا حق پرستی چھوڑ کر ضد و عناد و تعصب پر جم جائے تو مہر کر دیتا ہے۔ کذا فی الموضح۔ بعض نے "یحول بین المرء وقلبہ" کو بیان قرب کے لئے لیا ہے۔ یعنی حق تعالیٰ بندہ سے اس قدر قریب ہے کہ اس کا دل بھی اتنا قریب نہیں۔ "نحن اقرب الیہ من حبل الورید" (ق رکوع ۲) تو خدا کی حکم برداری سچے دل سے کرو۔ خدا تم سے بڑھ کر تمہارے دلوں کے احوال و اسرار پر مطلع ہے۔ خیانت اس کے آگے نہیں چل سکے گی۔ اسی کے پاس سب کو جمع ہونا ہے جہاں سارے مکنونات و اسرار کھول کر رکھ دیئے جائیں گے۔

◆ **نصیحت کرنے کی اہمیت** | یعنی فرض کیجئے ایک قوم کے کچھ افراد نے ظلم و عصیان کا جرم و اختیار کر لیا۔ باقی لوگ جو اس سے علیحدہ رہے انہوں نے مداہنت برتی، نہ نصیحت کی، نہ اظہار نفرت کیا تو یہ فتنہ ہے جس کی لپیٹ میں وہ ظالم اور یہ خاموش مداہن سب آجائیں گے۔ جب عذاب آئے گا تو حسب مراتب سب ہی اس میں شامل ہوں گے۔ کوئی نہ بچے گا۔ اس تفسیر کے موافق آیت سے مقصود یہ ہوگا کہ خدا و رسول کی حکم برداری کے لئے خود تیار رہو اور نافرمانوں کو نصیحت و فہمائش کرو۔ نہ مانیں تو بیزاری کا اظہار کرو۔ باقی حضرت شاہ صاحب نے آیت کا مطلب یہ لیا ہے کہ مسلمانوں کو ایسے فساد (گناہ) سے بالخصوص بچنا چاہئے جس کا خراب اثر گناہ کرنے والے کی ذات سے متعدی ہو کر دوسروں تک پہنچتا ہے۔ پہلے فرمایا تھا کہ خدا و رسول کا حکم ماننے میں ادنیٰ توقف اور کاہلی نہ کرے کہیں دیر کرنے کی وجہ سے دل نہ ہٹ جائے۔ اب تنبیہ فرماتے ہیں کہ اگر بعض لوگ کاہلی کریں گے تو عام لوگ بالکل چھوڑ دیں گے تو رسم بد پھیلے گی۔ اس کا وبال سب پر پڑے گا۔ جیسے جنگ میں دلیر سستی کریں تو نامرد بھاگ ہی جائیں۔ پھر شکست پڑے تو دلیر بھی نہ تھام سکیں۔

تَخَافُوْنَ اَنْ يَّتَخَطَّفَكُمُ النَّاسُ فَاٰوٰىكُمْ وَ اَيَّدَكُمْ

ڈرتے تھے | کہ اچک لیں تم کو لوگ | پھر اس نے تم کو ٹھکانا دیا | اور قوت دی تم کو

بِنَصْرِهٖ وَ رَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۲۶﴾

اپنی مدد سے | اور روزی دی تم کو ستھری چیزیں | تاکہ تم شکر کرو ◆

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ وَ

اے ایمان والو | خیانت نہ کرو اللہ سے | اور رسول سے | اور

تَخُوْنُوْۤا اَمٰنٰتِكُمْ وَ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۷﴾ وَ اعْلَمُوْۤا اَنَّمَاۤ

خیانت نہ کرو آپس کی امانتوں میں | جان کر ◆ | اور جان لو | کہ بے شک

اَمْوَالُكُمْ وَ اَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ۙ وَّ اَنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗۤ

تمہارے مال | اور اولاد | خرابی میں ڈالنے والے ہیں | اور یہ کہ اللہ کے پاس

اَجْرٌ عَظِيْمٌ ﴿۲۸﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تَتَّقُوا

بڑا ثواب ہے ◆ | اے ایمان والو | اگر تم ڈرتے رہو گے

اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَانًا وَّ يُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ

اللہ سے | تو کر دے گا تم میں فیصلہ ◆ | اور دور کر دے گا تم سے تمہارے گناہ

وَ يَغْفِرْ لَكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ﴿۲۹﴾ وَ اِذْ

اور تم کو بخش دے گا | اور اللہ کا فضل بڑا ہے | اور جب

يَمْكُرُ بِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِيُثْبِتُوْكَ اَوْ يَقْتُلُوْكَ اَوْ

فریب کرتے تھے کافر | کہ تجھ کو قید کر دیں | یا مار ڈالیں | یا

◆ **نعمتوں پر شکر کرنے کا حکم** یعنی اپنی قوت و ضعف کو خیال کر کے خدا کا شکر ادا کرو جہاد فی سبیل اللہ میں سستی مت دکھلاؤ۔ دیکھو ہجرت سے پہلے بلکہ اس کے بعد بھی تمہاری تعداد تھوڑی تھی، سامان بھی نہ تھا۔ تمہاری کمزوری کو دیکھ کر لوگوں کو طمع ہوتی تھی کہ تم کو ختم کر جائیں۔ تمہیں ہر وقت یہ خطرہ رہتا تھا کہ دشمنان اسلام کہیں تم کو نوچ کھسوٹ کر نہ لے جائیں۔ مگر خدا نے تم کو مدینہ میں ٹھکانا دیا انصار جیسا جری، مخلص، عدیم النظیر رفیق، مواخات قائم کر دیا۔ پھر معرکۂ بدر میں کیسی کھلی ہوئی غیبی امداد پہنچائی۔ کفار کی جڑ کاٹ دی، تم کو فتح اور غنیمت کا مال ذخیرہ اور قیدیوں کا فدیہ الگ دیا۔ غرض حلال طیب ستھری چیزیں اور انواع و اقسام کی نعمتیں عطا فرمائیں تاکہ تم اس کے شکر گذار بندے بنے رہو۔

◆ **اماتوں میں خیانت کی ممانعت** خدا و رسول کی خیانت یہ ہے کہ ان کے احکام کی خلاف ورزی کی جائے۔ زبان سے اپنے کو مسلمان کہیں اور کام کفار کے کریں یا جس کام پر خدا اور رسول نے مامور کیا ہو اس میں دغل فصل کیا جائے۔ یا مال غنیمت میں چوری کی جائے۔ وغیرہ ذالک۔ بہر حال ان تمام امانتوں میں جو خدا اور رسول یا بندوں کی طرف سے تمہارے سپرد کی جائیں، خیانت سے بچو۔ اس میں ہر قسم کے حقوق اللہ و حقوق العباد آگئے۔

حضرت ابولبابہ اور بنی قریظہ روایات میں ہے کہ یہود "بنی قریظہ" نے جب حضورؐ سے صلح کی درخواست کی اور یہ کہ ان کے ساتھ وہی معاملہ کیا جائے جو بنی النضیر کے ساتھ ہوا ہے۔ تو آپؐ نے ارشاد فرمایا "نہیں میں تو یہ چاہتا ہوں کہ سعد بن معاذ کو حکم بنالو جو فیصلہ وہ تمہاری نسبت کریں وہ منظور ہونا چاہئے" انہوں نے حضرت ابولبابہؓ کو حضورؐ سے اجازت لے کر اپنے یہاں بلایا اور دریافت کیا کہ تمہاری اس معاملہ میں کیا رائے ہے؟ ہم سعد بن معاذ کی تحکیم منظور کریں یا نہ کریں۔ ابولبابہؓ کے اموال اور اہل و عیال بنی قریظہ کے یہاں تھے اس لئے وہ ان کی خیر خواہی کرتے تھے۔ انہوں نے اپنے حلقوم کی طرف ہاتھ سے اشارہ کیا یعنی اگر سعد بن معاذ کی تحکیم کی تو ذبح ہو جاؤ گے۔ ابولبابہ اشارہ تو کر گذرے مگر متنبہ ہوا کہ میں نے خدا و رسول کی خیانت کی۔ واپس آ کر اپنے کو ایک ستون سے باندھ دیا اور عہد کیا کہ نہ کچھ کھاؤں گا نہ پیوں گا حتیٰ کہ موت آ جائے یا اللہ تعالیٰ میری توبہ قبول فرمائے۔ سات آٹھ دن یونہی بندھے رہے۔ فاقہ سے غشی طاری ہو گئی۔ آخر بشارت پہنچی کہ حق تعالیٰ نے تمہاری توبہ قبول کی۔ کہا خدا کی قسم میں اپنے کو نہ کھولوں گا جب تک خود نبی کریم ﷺ اپنے دست مبارک سے میری رسی نہ کھولیں۔ آپ تشریف لائے اور اپنے ہاتھ سے اپنے قیدی کو آزاد کیا۔ الی آخر القصہ (ابن عبدالبر کا دعویٰ ہے کہ یہ واقعہ غزوہ تبوک میں شرکت نہ کرنے کی بناء پر پیش آیا تھا واللہ اعلم)۔

◆ **مال و اولاد فتنہ ہیں** آدمی اکثر مال و اولاد کی خاطر خدا کی اور بندوں کی چوری کرتا ہے۔ اس لئے متنبہ فرمایا کہ امانتداری کی جو قیمت خدا کے یہاں ہے وہ یہاں کے مال و اولاد وغیرہ سب چیزوں سے بڑھ کر ہے۔

◆ **تقویٰ کے برکات** یعنی اگر خدا سے ڈر کر راہ تقویٰ اختیار کرو گے تو خدا تم میں اور تمہارے مخالفوں میں فیصلہ کر دے گا۔ دنیا میں بھی کہ تم کو عزت دے گا اور ان کو ذلیل یا ہلاک کرے گا جیسے بدر میں کیا اور آخرت میں بھی کہ تم نعیم دائم میں رہو گے اور ان کا ٹھکانہ دوزخ ہوگا۔ وَامْتَازُوا الْيَوْمَ أَيُّهَا الْمُجْرِمُونَ (یٰس رکوع ۴) هٰذَا يَوْمُ الْفَصْلِ (المرسلات رکوع ۱) دوسری بات یہ ہے کہ تقویٰ کی برکت سے حق تعالیٰ تمہارے دل میں ایک نور ڈال دے گا جس سے تم زود رَو حق و باطل اور نیک و بد کا فیصلہ کر سکو گے۔ اس کے علاوہ ایک بات حضرت شاہ صاحبؒ نے لکھی ہے کہ "شاید فتح بدر میں مسلمانوں کے دل میں آیا ہو کہ یہ فتح اتفاقی ہے حضرتؐ سے کچھ کافروں پر احسان کریں کہ ہمارے گھر بار اور اہل و عیال کو مکہ میں ستاتے ہیں۔ سو پہلی آیت میں خیانت کو منع فرمایا اور دوسری آیت میں تسلی دی کہ آگے فیصلہ ہو جاوے گا تمہارے گھر بار کافروں کی گرفت سے چھوٹیں گے۔

يُخْرِجُوكَ ۚ وَيَمْكُرُونَ وَيَمْكُرُ اللّٰهُ ۖ وَاللّٰهُ خَيْرُ

نکال دیں اور وہ بھی داؤ کر رہے تھے اور اللہ بھی داؤ کر رہا تھا اور اللہ کا داؤ

الْمٰكِرِينَ ﴿٣٠﴾ وَإِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا قَالُوا قَدْ

سب سے بہتر ہے ◆ اور جب کوئی پڑھے اُن پر ہماری آیتیں تو کہیں ہم

سَمِعْنَا لَوْ نَشَآءُ لَقُلْنَا مِثْلَ هٰذَآ ۙ إِنْ هٰذَآ إِلَّآ

سن چکے اگر ہم چاہیں تو ہم بھی کہہ دیں ایسا یہ تو کچھ بھی نہیں مگر

أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ ﴿٣١﴾ وَإِذْ قَالُوا اللّٰهُمَّ إِنْ

احوال ہیں پہلوں کے ◆ اور جب وہ کہنے لگے کہ یا اللہ اگر

كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَأَمْطِرْ عَلَيْنَا

یہی دین حق ہے تیری طرف سے تو ہم پر برسا دے

حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ أَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ﴿٣٢﴾

پتھر آسمان سے یا لا ہم پر کوئی عذاب دردناک ◆

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيهِمْ ۚ وَمَا كَانَ

اور اللہ ہرگز نہ عذاب کرتا اُن پر جب تک تو رہتا اُن میں ◆ اور اللہ

اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُونَ ﴿٣٣﴾ وَمَا لَهُمْ أَلَّا

ہرگز نہ عذاب کرے گا اُن پر جب تک وہ معافی مانگتے رہیں گے ◆ اور ان میں کیا بات ہے

يُعَذِّبَهُمُ اللّٰهُ وَهُمْ يَصُدُّونَ عَنِ الْمَسْجِدِ

کہ عذاب نہ کرے اُن پر اللہ اور وہ تو روکتے ہیں مسجد

◆ **آنحضرت ﷺ کے خلاف کفار مکہ کی تدابیر اور انکا انجام** ہجرت سے پیشتر کفار مکہ نے دارالندوہ میں جمع ہو کر مشورہ کیا کہ محمد (ﷺ) کے متعلق کیا کیا جائے۔ انہوں نے ساری قوم کو پریشان کر رکھا ہے باہر کے کچھ لوگ ان کے دام میں پھنستے جاتے ہیں کہیں رفتہ رفتہ بڑی طاقت پکڑ کر ہمیں زک نہ دیں جس کا مقابلہ دشوار ہو۔ اس وقت رائیں مختلف تھیں کوئی کہتا تھا قید کیا جائے اور خوب جکڑ کر رکھا جائے، کسی کی رائے تھی کہ انہیں وطن سے نکال دیا جائے تا کہ ہمیں ہر وقت کے خرخشہ سے نجات ملے۔ آخر میں ابو جہل کی رائے پر فیصلہ ہوا کہ تمام قبائل عرب میں سے ایک ایک جوان منتخب ہو اور سب مل کر آپ پر ایک دم سے تلواروں کا ہاتھ چھوڑیں تا کہ بنی ہاشم سارے عرب سے لڑائی نہ کر سکیں اور دیت دینی پڑے تو تمام قبائل پر تقسیم ہو جائے۔ یہاں تو یہ مشورے ہو رہے تھے ادھر ان کے توڑ میں خدا کی بہترین اور لطیف تدبیر تھی۔ حضور کو فرشتہ نے اطلاع کی آپ اپنے بستر پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو لٹا کر اسی مجمع کی آنکھوں میں جو آپ کے قتل کے لئے جمع ہوا تھا خاک جھونکتے ہوئے باہر تشریف لے گئے۔ آپ کا اور حضرت علیؓ کا بال بیکا نہ ہوا اور دشمن خائب و خاسر رہے۔ پھر جنہوں نے آپ کے قتل کا مشورہ دیا تھا بدر میں وہ ہی قتل کئے گئے۔ اس سے بتلا دیا کہ جب خدا کسی کی حفاظت کرے کوئی کچھ نہیں کر سکتا اور جس طرح اس نے اپنے پیغمبر کو بچا لیا تمہارے مکر و احتیال کچھ نہ چلے وہ تمہاری بھی حفاظت کر سکتا ہے جو دشمن اگر تمہاری بات کہیں بات قیامت۔

◆ **کفار مکہ کی جہالت و شقاوت** نضر بن الحارث کہا کرتا تھا کہ ہم چاہیں تو قرآن جیسا کلام بنا دیں اس میں قصے کہانیوں کے سوا کیا رکھا ہے۔ مگر قرآن تو سب جھگڑوں کا فیصلہ اسی بات پر رکھتا تھا۔ پھر چاہا کیوں نہیں؟ کسی نے کہا تھا کہ میرا گھوڑا اگر چلے تو ایک دن میں عمان پہنچے۔ مگر چلا نہیں بہرحال جاہل قوموں کے احوال سن کر کہا کرتے تھے کہ سب قصے کہانیاں ہیں۔ اب بدر میں دیکھ لیا کہ محض افسانے نہ تھے، وہی عذاب تم پر بھی آیا جیسا پہلوں پر آیا تھا۔

◆ **ابو جہل کی دعاء** اس آیت میں مشرکین کی انتہائی جہل اور شقاوت و عناد کا اظہار ہے یعنی وہ کہتے تھے کہ خداوندا اگر واقعی یہی حق ہے جس کی ہم اتنی مدت سے اور اس قدر شدومد سے تکذیب کر رہے ہیں تو پھر دیر کیوں ہے؟ گذشتہ اقوام کی طرح ہم پر بھی پتھروں کا مینہ کیوں نہیں برسا دیا جاتا۔ یا اسی طرح کے کسی دوسرے عذاب میں مبتلا کر کے ہمارا استیصال کیوں نہیں کر دیا جاتا؟ کہتے ہیں کہ یہ دعاء ابو جہل نے مکہ سے نکلتے وقت کعبہ کے سامنے کی۔ آخر جو کچھ مانگا تھا اس کا ایک نمونہ بدر میں دیکھ لیا۔ وہ خود مع ۶۹ سرداروں کے کمزور اور بے سروسامان مسلمانوں کے ہاتھوں سے مارا گیا۔ ستر سردار اسیری کی ذلت میں گرفتار ہوئے۔ اسی طرح خدا نے ان کی جڑ کاٹ دی۔ بیشک قوم لوط کی طرح ان پر آسمان سے پتھر نہیں برسے لیکن ایک مٹھی سنگریزے جو خداتعالیٰ نے محمد کے ہاتھ سے پھینکے تھے وہ آسمانی سنگباری کا چھوٹا سا نمونہ تھا۔ فَلَمْ تَقْتُلُوْهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ قَتَلَهُمْ وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى۔

◆ سنت اللہ یہ ہے کہ جب کسی قوم پر تکذیب انبیاء کی وجہ سے عذاب نازل کرتے ہیں تو اپنے پیغمبر کو ان سے علیحدہ کر لیتے ہیں۔ خدا نے جب حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو مکہ سے علیحدہ کر لیا تب مکہ والے بدر کے عذاب میں پکڑے گئے۔

◆ **مشرکین پر عذاب کیوں نہیں آیا؟** نزول عذاب سے دو چیزیں مانع ہیں۔ ایک ان کے درمیان پیغمبر کا موجود ہونا۔ دوسرے استغفار۔ یعنی مکہ میں حضرت کے قدم سے عذاب رکا ہوا تھا جب آپ نکلے ان پر عذاب آیا اسی طرح جب تک گنہگار نادم ہو کر توبہ کرتا ہے پکڑا نہیں جاتا اگرچہ وہ کیسا ہی بڑا گناہ ہو۔ حضرت نے فرمایا کہ گنہگاروں کی پناہ دو چیزیں ہیں۔ ایک میرا وجود اور دوسرے استغفار۔ کذا فی الترمذی (صحیح) وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ کے جو معنی مترجم محقق قدس اللہ سرہ نے کئے بعض مفسرین کے موافق ہیں، لیکن اکثر کے نزدیک اس کا مطلب یہ ہے کہ مشرکین جس قسم کا خارق عادت عذاب طلب کر رہے تھے جو قوم کو دفعتاً استیصال کر دے ان پر ایسا عذاب بھیجنے سے دو چیزیں مانع ہیں۔ ایک حضور کا وجود باجود کہ آپ کی برکت سے اس امت پر خواہ "امت دعوت" ہی کیوں نہ ہو ایسا خارق عادت مستاصل عذاب نہیں آتا۔ یوں کسی وقت اکا دکا آ جائے وہ اس کے منافی نہیں۔ دوسرے استغفار کرنے والوں کی موجودگی خواہ وہ مسلمان ہوں یا غیر مسلم جیسا کہ منقول ہے کہ مشرکین مکہ بھی تلبیہ طواف وغیرہ میں "غفرانک غفرانک" کہا کرتے تھے۔ باقی غیر خارق معمولی عذاب (مثلاً قحط وغیرہ یا قتل وغیرہ) اس کا نزول حضور یا بعض مستغفرین کی موجودگی میں بھی ممکن ہے۔ آگے جب وہ لوگ شرارتیں کریں گے تو خدا کی طرف سے مصیبت کیوں نہ نازل کی جائے گی آگے اسی کو بیان فرمایا ہے۔

الْحَرَامِ وَمَا كَانُوٓا أَوْلِيَآءَهُۥ ۚ إِنْ أَوْلِيَآؤُهُۥٓ إِلَّا

حرام سے اور وہ اس کے اختیار والے نہیں اس کے اختیار والے تو وہی ہیں جو

الْمُتَّقُونَ وَلَـٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٣٤﴾ وَمَا كَانَ

پرہیزگار ہیں لیکن ان میں اکثر لوگ اس کی خبر نہیں ◆ اور ان کی

صَلَاتُهُمْ عِندَ الْبَيْتِ إِلَّا مُكَآءً وَتَصْدِيَةً ۚ

نماز نہیں تھی کعبہ کے پاس مگر سیٹیاں بجانی اور تالیاں

فَذُوقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنتُمْ تَكْفُرُونَ ﴿٣٥﴾ إِنَّ

سو چکھو عذاب بدلے اپنے کفر کا ◆ بے شک

الَّذِينَ كَفَرُوا يُنفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ لِيَصُدُّوا

جو لوگ کافر ہیں وہ خرچ کرتے ہیں اپنے مال تا کہ روکیں

عَن سَبِيلِ اللَّهِ ۚ فَسَيُنفِقُونَهَا ثُمَّ تَكُونُ

اللہ کی راہ سے ◆ سو ابھی اور خرچ کریں گے پھر آخر ہوگا

عَلَيْهِمْ حَسْرَةً ثُمَّ يُغْلَبُونَ ۗ وَالَّذِينَ كَفَرُوٓا

وہ ان پر افسوس اور آخر مغلوب ہوں گے اور جو کافر ہیں

إِلَىٰ جَهَنَّمَ يُحْشَرُونَ ﴿٣٦﴾ لِيَمِيزَ اللَّهُ الْخَبِيثَ مِنَ

وہ دوزخ کی طرف ہانکے جائیں گے ◆ تا کہ جدا کرے اللہ ناپاک کو

الطَّيِّبِ وَيَجْعَلَ الْخَبِيثَ بَعْضَهُۥ عَلَىٰ بَعْضٍ

پاک سے اور رکھے ناپاک کو ایک کو ایک پر

فَيَرْكُمَهُ جَمِيعًا فَيَجْعَلَهُ فِي جَهَنَّمَ ۚ أُولَٰئِكَ هُمُ

پھر اس کو ڈھیر کردے اکٹھا ◆ پھر ڈال دے اس کو دوزخ میں ◆ وہی لوگ ہیں

الْخَاسِرُونَ ﴿٣٧﴾ قُل لِّلَّذِينَ كَفَرُوا إِن يَنتَهُوا يُغْفَرْ

نقصان میں ◆ تو کہہ دے کافروں کو کہ اگر وہ باز آجائیں تو معاف ہو

لَهُم مَّا قَدْ سَلَفَ وَإِن يَعُودُوا فَقَدْ مَضَتْ

ان کو جو کچھ ہو چکا ◆ اور اگر پھر بھی وہی کریں گے تو پڑ چکی ہے

سُنَّتُ الْأَوَّلِينَ ﴿٣٨﴾ وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّىٰ لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ

راہ اگلوں کی ◆ اور لڑتے رہو ان سے یہاں تک کہ نہ رہے فساد ◆

وَيَكُونَ الدِّينُ كُلُّهُ لِلَّهِ ۚ فَإِنِ انتَهَوْا فَإِنَّ اللَّهَ

اور ہو جاوے حکم سب اللہ کا ◆ پھر اگر وہ باز آجائیں تو اللہ

بِمَا يَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ﴿٣٩﴾ وَإِن تَوَلَّوْا فَاعْلَمُوا

ان کے کام کو دیکھتا ہے ◆ اور اگر وہ نہ مانیں تو جان لو

أَنَّ اللَّهَ مَوْلَاكُمْ ۚ نِعْمَ الْمَوْلَىٰ وَنِعْمَ النَّصِيرُ ﴿٤٠﴾

کہ اللہ تمہارا حمایتی ہے کیا خوب حمایتی ہے اور کیا خوب مددگار ہے ◆

◆ موضح القرآن میں ہے کہ آہستہ آہستہ اللہ تعالیٰ اسلام کو غالب کرے گا اس درمیان میں کافر اپنا جان و مال لگادیں خرچ کریں گے۔ تا ایک ڈھیر جمع ہو جاوے۔ یعنی جن کی قسمت میں اسلام لکھا ہے وہ سب مسلمان ہو چکیں اور جن کو کفر پر مرنا ہے وہ اکٹھے دوزخ میں جائیں۔

◆ یعنی دنیوی اور اخروی دونوں قسم کا نقصان اور خسارہ اٹھایا۔

◆ یعنی اگر اب بھی کفر و طغیان اور عداوت اسلام سے باز آجائیں اور پیغمبر علیہ السلام کی حلقہ بگوشی اختیار کرلیں تو پہلے

◆ حالت کفر میں جو گناہ کر چکے وہ سب معاف کر دیے جائیں گے۔ اَلْاِسْلَامُ یَهْدِمُ مَا کَانَ قَبْلَهٗ (حقوق العباد معاف نہ ہوں گے ان کا مسئلہ علیحدہ ہے)

◆ یعنی جس طرح اگلے لوگ پیغمبروں کی تکذیب و عداوت سے تباہ ہوئے ان پر بھی چوٹ آئے گی یا یہ مطلب ہے کہ جیسے بدر میں ان کے بھائی بندوں کو سزا دی گئی آئندہ بھی سزا دی جائے گی۔

◆ **جہاد کے مقاصد** یعنی کافروں کا زور نہ رہے کہ ایمان سے روک سکیں۔ یا مذہب حق کو مٹانے کی دھمکی دے سکیں۔ جیسا کہ تاریخ شاہد ہے کہ جب کبھی کفار کو غلبہ ہوا مسلمانوں کا ایمان و مذہب خطرہ میں پڑ گیا۔ اسپین کی مثال دنیا کے سامنے ہے کہ کس طرح قوت اور موقع ہاتھ آنے پر مسلمانوں کو جلا دیا گیا یا مرتد بنایا گیا۔ بہرحال جہاد و قتال کا اولین مقصد یہ ہے کہ اہل اسلام مامون و مطمئن ہو کر خدا کی عبادت کر سکیں اور دولت ایمان و توحید کفار کے ہاتھوں سے محفوظ ہو (چنانچہ فتنہ کی یہی تفسیر ابن عمر وغیرہ صحابہ رضی اللہ عنہم سے کتب حدیث میں منقول ہے)

◆ یہ "جہاد" کا آخری مقصد ہے کہ کفر کی شوکت نہ رہے۔ حکم اکیلے خدا کا چلے۔ دین حق سب ادیان پر غالب آ جائے۔ (لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ) خواہ دوسرے باطل ادیان کی موجودگی میں جیسے خلفائے راشدین وغیرہم کے عہد میں ہوا یا سب باطل مذاہب کو ختم کر کے، جیسے نزول مسیح کے وقت ہوگا۔ بہرحال یہ آیت اس کی واضح دلیل ہے کہ جہاد و قتال خواہ ہجومی ہو یا دفاعی، مسلمانوں کے حق میں اس وقت تک برابر مشروع ہے جب تک یہ دونوں مقصد حاصل نہ ہو جائیں۔ اسی لئے حدیث میں آیا۔ اَلْجِهَادُ مَاضٍ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ (جہاد کے احکام و شرائط وغیرہ کی تفصیل کتب فقہ میں ملاحظہ کی جائے)

◆ یعنی جو ظاہر میں اپنی شرارت اور کفر سے باز آ جائیں ان سے قتال نہیں۔ ان کے دلوں کا حال اور مستقبل کی کیفیات کو خدا کے سپرد کیا جائے گا۔ جیسا کام وہ کریں گے خدا کی آنکھ سے غائب ہو کر نہیں کر سکتے۔ مسلمان صرف ظاہر حال کے موافق عمل کرنے کے مکلف ہیں وفی الحدیث اُمِرْتُ اَنْ اُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰی یَقُوْلُوْا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ فَاِذَا قَالُوْهَا عَصَمُوْا مِنِّیْ دِمَاءَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ اِلَّا بِحَقِّهَا وَحِسَابُهُمْ عَلَی اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ۔

◆ یعنی مسلمانوں کو چاہئے کہ خدا کی مدد و حمایت پر بھروسہ کر کے جہاد کریں۔ کفار کی کثرت اور ساز و سامان سے مرعوب نہ ہوں۔ جیسے "جنگ بدر" میں دیکھ چکے کہ خدا نے مسلمانوں کی کیا خوب امداد و حمایت کی۔

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ

اور جان رکھو | کہ جو کچھ تم کو غنیمت ملے | کسی چیز سے | سو اللہ کے واسطے ہے اس میں سے پانچواں حصہ

وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَ

اور رسول کے واسطے | اور اس کے قرابت والوں کے واسطے | اور یتیموں | اور محتاجوں | اور

ابْنِ السَّبِيْلِ ۙ اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ وَمَآ اَنْزَلْنَا

مسافروں کے واسطے | اگر تم کو یقین ہے اللہ پر | اور اس چیز پر جو ہم نے اتاری

عَلٰى عَبْدِنَا يَوْمَ الْفُرْقَانِ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ ۗ

اپنے بندے پر | فیصلہ کے دن | جس دن بھڑ گئیں دونوں فوجیں

وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿٤١﴾ اِذْ اَنْتُمْ بِالْعُدْوَةِ

اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے | جس وقت تم تھے ورلے

الدُّنْيَا وَهُمْ بِالْعُدْوَةِ الْقُصْوٰى وَالرَّكْبُ اَسْفَلَ

کنارہ پر | اور وہ پرلے کنارہ پر | اور قافلہ نیچے اتر گیا تھا

مِنْكُمْ ۗ وَلَوْ تَوَاعَدْتُّمْ لَاخْتَلَفْتُمْ فِي الْمِيْعٰدِ ۙ

تم سے | اور اگر تم آپس میں وعدہ کرتے | تو نہ پہنچتے وعدہ پر ایک ساتھ

وَلٰكِنْ لِّيَقْضِيَ اللّٰهُ اَمْرًا كَانَ مَفْعُوْلًا ۙ لِّيَهْلِكَ

لیکن اللہ کو کر ڈالنا تھا ایک کام | جو مقرر ہو چکا تھا | تاکہ مرے

مَنْ هَلَكَ عَنْۢ بَيِّنَةٍ وَّيَحْيٰى مَنْ حَيَّ عَنْۢ

جس کو مرنا ہے | قیام حجت کے بعد | اور جیوے | جس کو جینا ہے

مال غنیمت کے احکام و مصارف آغاز سورت میں فرمایا تھا "قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ" یہاں اس کی قدرے تفصیل بیان فرمائی ہے کہ جو مال غنیمت کافروں سے لڑ کر ہاتھ آئے اس میں کا پانچواں حصہ خدا کی نیاز ہے جسے خدا کی نیابت کے طور پر پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام وصول کر کے پانچ جگہ خرچ کر سکتے ہیں۔ اپنی ذات پر، اپنے ان قرابت داروں (بنی ہاشم و بنی المطلب) پر جنہوں نے قدیم سے خدا کے کام میں آپ کی نصرت و امداد کی اور اسلام کی خاطر یا محض قرابت کی وجہ سے آپ کا ساتھ دیا اور صدقہ و زکوٰۃ وغیرہ سے لینا ان کے لئے حرام ہوا۔ یتیموں پر، حاجت مند مسلمانوں پر، مسافروں پر۔ پھر غنیمت میں جو چار حصے باقی رہے وہ لشکر پر تقسیم کئے جائیں۔ سوار کو دو حصے اور پیدل کو ایک۔ حضور ﷺ کی وفات کے بعد خمس کے پانچ مصارف میں سے "حنفیہ" کے نزدیک صرف تین اخیر کے باقی رہ گئے۔ کیونکہ حضورؐ کی رحلت کے بعد حضورؐ کی ذات کا خرچ نہیں رہا اور نہ اہل قرابت کا وہ حصہ رہا جو ان کو حضورؐ کی نصرت قدیمہ کی بنا پر ملتا تھا البتہ مساکین اور حاجت مندوں کا جو حصہ ہے اس میں حضورؐ کے قرابت دار مساکین اور اہل حاجت کو مقدم رکھا جانا چاہئے۔ بعض علماء کے نزدیک حضورؐ کے بعد امیر المومنین کو اپنے مصارف کے لئے خمس الخمس ملنا چاہئے۔ واللہ اعلم۔ بعض روایات میں ہے کہ جب "غنیمت" میں سے خمس (اللہ کے نام کا پانچواں حصہ) نکالا جاتا تھا تو نبی کریم ﷺ اول اس میں کا کچھ حصہ بیت اللہ (کعبہ) کے لئے نکالتے تھے۔ بعض فقہاء نے لکھا ہے کہ جہاں سے کعبہ بعید ہے وہاں مساجد کے لئے نکالنا چاہئے۔

یوم بدر فیصلہ کا دن "فیصلہ کے دن" سے مراد "یوم بدر" ہے جس میں حق و باطل کی کشمکش کا کھلا ہوا فیصلہ ہو گیا۔ اس دن حق تعالیٰ نے اپنے کامل ترین بندے پر فتح و نصرت اتاری۔ فرشتوں کی امدادی کمک بھیجی۔ اور سکون و اطمینان کی کیفیت نازل فرمائی۔ تو جو لوگ خدا پر اور اس کی تائید غیبی پر ایمان رکھتے ہیں۔ ان کو غنیمت میں سے خدا کے نام کا پانچواں حصہ نکالنا بھاری نہیں ہو سکتا۔

جیسے اس دن تم کو مظفر و منصور کیا وہ قادر ہے کہ آئندہ بھی تم کو غلبہ اور فتوحات عنایت فرمائے۔

غزوہ بدر کی مزید تفصیلات "ورلے کنارے" سے مراد میدان جنگ کی وہ جانب ہے جو مدینہ طیبہ سے قریب تھی۔ اسی طرح "پرلا کنارہ" وہ ہوا جو مدینہ سے بعید تھا۔

یعنی ابوسفیان کا تجارتی قافلہ نیچے کی طرف ہٹ کر سمندر کے کنارے کنارے جا رہا تھا۔ قافلہ اور مسلمانوں کے درمیان قریش کی فوج حائل ہو چکی تھی۔

یعنی اگر فریقین پہلے سے لڑائی کا کوئی وقت ٹھہرا کر جانا چاہتے تو ممکن تھا اس میں اختلاف ہوتا یا وعدہ کے وقت پہنچنے میں ایک فریق پس و پیش کرتا۔ کیونکہ ادھر مسلمان کفار کی تعداد اور ظاہری ساز و سامان سے خائف تھے۔ ادھر کفار مسلمانوں کی حقانیت، خدا پرستی اور بے جگری سے مرعوب رہتے تھے۔ دونوں کو جنگ کی ذمہ داری لینے یا شرکت کرنے میں تردد ہو سکتا تھا۔

بَيِّنَةٍ ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ لَسَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۴۲﴾ اِذْ يُرِيْكَهُمُ اللّٰهُ

قیامِ حجت کے بعد ◆ اور بے شک اللہ سننے والا جاننے والا ہے ◆ جب اللہ نے وہ کافر دکھلائے تجھ

فِيْ مَنَامِكَ قَلِيْلًا ؕ وَلَوْ اَرٰىكَهُمْ كَثِيْرًا لَّفَشِلْتُمْ

کو تیری خواب میں ◆ تھوڑے ◆ اور اگر تجھ کو بہت دکھلا دیتا ◆ تو تم لوگ نامردی کرتے

وَلَتَنَازَعْتُمْ فِي الْاَمْرِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ سَلَّمَ ؕ اِنَّهٗ

اور جھگڑا ڈالتے ◆ کام میں ◆ لیکن اللہ نے بچا لیا ◆ اس کو

عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۴۳﴾ وَاِذْ يُرِيْكُمُوْهُمْ اِذِ

خوب معلوم ہے جو بات ہے دلوں میں ◆ اور جب تم کو دکھلائی وہ فوج

الْتَقَيْتُمْ فِيْۤ اَعْيُنِكُمْ قَلِيْلًا وَّيُقَلِّلُكُمْ فِيْۤ اَعْيُنِهِمْ

مقابلہ کے وقت ◆ تمہاری آنکھوں میں ◆ تھوڑی ◆ اور تم کو تھوڑا دکھلایا ◆ اُن کی آنکھوں میں

لِيَقْضِيَ اللّٰهُ اَمْرًا كَانَ مَفْعُوْلًا ؕ وَاِلَى اللّٰهِ

تا کر ڈالے اللہ ایک کام ◆ جو مقرر ہو چکا تھا ◆ اور اللہ تک

تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ﴿۴۴﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا لَقِيْتُمْ فِئَةً

پہنچتا ہے ہر کام ◆ اے ایمان والو ◆ جب بھڑو کسی فوج سے

فَاثْبُتُوْا وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۴۵﴾

تو ثابت قدم رہو ◆ اور اللہ کو بہت یاد کرو ◆ تاکہ تم مراد پاؤ

وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَ

اور حکم مانو اللہ کا ◆ اور اس کے رسول کا ◆ اور آپس میں نہ جھگڑو ◆ پس نامرد ہو جاؤ گے ◆ اور

یعنی قریش اپنے قافلہ کی مدد کو آئے تھے اور تم قافلہ پر حملہ کرنے کو، قافلہ بچ گیا اور دونوں فوجیں ایک میدان کے دو کناروں پر آ پڑیں۔ ایک کو دوسرے کی خبر نہیں۔ یہ تدبیر اللہ کی تھی۔ اگر تم قصداً جاتے تو ایسا بروقت نہ پہنچتے۔ اور اس فتح کے بعد کافروں پر صدق پیغمبر کا کھل گیا۔ جو مرا وہ بھی یقین جان کر مرا اور جو جیتا رہا وہ بھی حق پہچان کر۔ تا کہ اللہ کا الزام پورا ہو۔ کذا فی الموضح۔ اور ممکن ہے مرنے اور جینے سے کفر و ایمان مراد ہوں۔ یعنی اب جو ایمان لائے اور جو کفر پر رہے دونوں کا ایمان یا کفر وضوح حق کے بعد ہو۔

یعنی اللہ کمزور مظلوموں کی فریاد سننے والا ہے اور جانتا ہے کہ کس طریقہ سے ان کی مدد کی جائے۔ دیکھو بدر میں مسلمانوں کی فریاد کیسی سنی اور کیسی مدد فرمائی۔

یعنی مسلمانوں کو چاہیے کہ خدا کی مدد اور حمایت پر بھروسہ کر کے جہاد کریں، کفار کی کثرت اور ساز و سامان سے مرعوب نہ ہوں جیسے جنگ بدر میں دیکھ چکے کہ خدا نے مسلمانوں کی کیا خوب امداد و حمایت کی۔

یعنی انہیں زیادہ دیکھ کر کوئی لڑنے کی ہمت کرتا کوئی نہ کرتا۔ اس طرح اختلاف ہو کر کام میں گڑبڑ پڑ جاتی۔ لیکن خدا نے پیغمبر علیہ السلام کو خواب میں تھوڑی تعداد دکھلا کر اس بزدلی اور نزاع باہمی سے تم کو بچا لیا۔ وہ خوب جانتا ہے کہ کس چیز سے دلوں میں ہمت و شجاعت پیدا ہوتی ہے اور کس بات سے جبن و نامردی۔

رسول اللہ کا خواب پیغمبر کو خواب میں کافر تھوڑے نظر آئے اور مسلمانوں کو مقابلہ کے وقت تا کہ جرأت سے لڑیں۔ پیغمبر کا خواب غلط نہیں۔ ان میں کافر جتنے دل سے کم ہی تھے یا کافر وہ تھے جو پیچھے مسلمان ہوئے اور خواب کی تعبیر یہ بھی ہو سکتی ہے کہ تھوڑی تعداد سے مقصود ان کی مغلوبیت کا اظہار ہو۔ باقی کفار کی نظر میں جو مسلمان تھوڑے دکھلائی دیئے تو وہ واقعی تھوڑے تھے۔ یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب دونوں فوجیں اول آمنے سامنے ہوئیں۔ پھر جب مسلمانوں نے دلیرانہ حملے کئے اور فرشتوں کا لشکر مدد کو پہنچا اس وقت کفار کو مسلمان دگنے نظر آنے لگے کما فی "آل عمران" وَّاُخْرٰى كَافِرَةٌ يَّرَوْنَهُمْ مِّثْلَيْهِمْ رَاْيَ الْعَيْنِ (آل عمران رکوع ۲)

جہاد اور ذکر اللہ اس میں نماز، دعا، تکبیر اور ہر قسم کا ذکر اللہ شامل ہے۔ "ذکر اللہ" کی تاثیر یہ ہے کہ ذاکر کا دل مضبوط اور مطمئن ہوتا ہے جس کی جہاد میں سب سے زیادہ ضرورت ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کا سب سے بڑا ہتھیار یہی تھا۔ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَتَطْمَىِٕنُّ قُلُوْبُهُمْ بِذِكْرِ اللّٰهِ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَىِٕنُّ الْقُلُوْبُ (رعد رکوع ۴)

تَذْهَبَ رِيْحُكُمْ وَاصْبِرُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ۝

جاتی رہے گی تمہاری ہوا ◆ اور صبر کرو ◆ بیشک اللہ ساتھ ہے صبر والوں کے

وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ

اور مت ہو جاؤ ان جیسے جو کہ نکلے اپنے گھروں سے

بَطَرًا وَّرِئَاۗءَ النَّاسِ وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ

اتراتے ہوئے اور لوگوں کے دکھانے کو اور روکتے تھے اللہ کی

اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ ۝ وَاِذْ زَيَّنَ

راہ سے اور اللہ کے قابو میں ہے جو کچھ وہ کرتے ہیں ◆ اور جس وقت خوشنما کر دیا

لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ وَقَالَ لَا غَالِبَ لَكُمُ

شیطان نے ان کی نظروں میں ان کے عملوں کو اور بولا کوئی بھی غالب نہ ہوگا تم پر

الْيَوْمَ مِنَ النَّاسِ وَاِنِّىْ جَارٌ لَّكُمْ ۚ فَلَمَّا تَرَاۗءَتِ

آج کے دن لوگوں میں سے اور میں تمہارا حمایتی ہوں پھر جب سامنے ہوئیں

الْفِئَتٰنِ نَكَصَ عَلٰي عَقِبَيْهِ وَقَالَ اِنِّىْ بَرِيْۗءٌ

دونوں فوجیں تو وہ الٹا پھرا اپنی ایڑیوں پر اور بولا میں تمہارے ساتھ

مِّنْكُمْ اِنِّىْٓ اَرٰى مَا لَا تَرَوْنَ اِنِّىْٓ اَخَافُ اللّٰهَ ۭ

نہیں ہوں میں دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے میں ڈرتا ہوں اللہ سے

وَاللّٰهُ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝ اِذْ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ

اور اللہ کا عذاب سخت ہے ◆ جب کہنے لگے منافق

ع ٦

وَّالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ غَرَّ هٰٓؤُلَآءِ دِيْنُهُمْ ؕ

اور جن کے دلوں میں بیماری ہے وہ لوگ مغرور ہیں اپنے دین پر

وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۴۹﴾

اور جو کوئی بھروسہ کرے اللہ پر تو اللہ زبردست ہے حکمت والا ◆

وَلَوْ تَرٰٓى اِذْ يَتَوَفَّى الَّذِيْنَ كَفَرُوا ۙ الْمَلٰٓئِكَةُ

اور اگر تو دیکھے جس وقت جان قبض کرتے ہیں کافروں کی فرشتے

يَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَاَدْبَارَهُمْ ۚ وَذُوْقُوْا

مارتے ہیں ان کے منہ پر اور ان کے پیچھے اور کہتے ہیں چکھو

عَذَابَ الْحَرِيْقِ ﴿۵۰﴾ ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْكُمْ

عذاب جلنے کا ◆ یہ بدلا ہے اسی کا جو تم نے آگے بھیجا اپنے ہاتھوں

وَاَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ﴿۵۱﴾ كَدَاْبِ اٰلِ

اور اس واسطے کہ اللہ ظلم نہیں کرتا بندوں پر ◆ جیسے دستور فرعون

فِرْعَوْنَ ۙ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ

والوں کا اور جو ان سے پہلے تھے کہ منکر ہوئے اللہ کی باتوں سے

فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ بِذُنُوْبِهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ شَدِيْدُ

سو پکڑا ان کو اللہ نے ان کے گناہوں پر بیشک اللہ زور آور ہے سخت

الْعِقَابِ ﴿۵۲﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ لَمْ يَكُ مُغَيِّرًا نِّعْمَةً

عذاب کرنے والا ◆ اس کا سبب یہ ہے کہ اللہ ہرگز بدلنے والا نہیں اس نعمت کو

مسلمانوں کی شجاعت اور منافقین | مسلمانوں کی تھوڑی جمعیت اور بے سروسامانی اور اس پر ایسی دلیری و شجاعت کو دیکھتے ہوئے منافقین اور ضعیف القلب کفار کہتے تھے کہ یہ مسلمان اپنے دین اور حقانیت کے خیال پر مغرور ہیں جو اس طرح اپنے آپ کو موت کے منہ میں ڈال دیتے ہیں۔ حق تعالیٰ نے اس کا جواب دیا کہ یہ غرور نہیں، توکل ہے۔ جس کو خدا کی زبردست قدرت پر اعتماد ہو اور یقین رکھے کہ جو کچھ ادھر سے ہوگا عین حکمت و صواب ہوگا، وہ حق کے معاملہ میں ایسا ہی بے خطر اور دلیر ہو جاتا ہے۔

کفار کی حالت موت کے وقت | یعنی مار کر کہتے ہیں کہ ابھی تو یہ ہے، اور عذاب جہنم کا مزہ آگے چکھنا۔ بہت سے مفسرین نے اس کو بھی بدر کے واقعہ میں داخل کیا ہے۔ یعنی اس وقت جو کافر مارے جاتے تھے ان کے ساتھ فرشتوں کا یہ معاملہ تھا۔ مگر الفاظ آیت کے سب کافروں کو عام ہیں اس لئے راجح یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ عالم برزخ کا ہو۔ اب بدر کے واقعات سے تعلق یہ ہوگا کہ دنیا میں ان کافروں کی یہ گت بنی۔ برزخ میں یہ ہوگا اور آخرت کے عذاب کا تو کہنا ہی کیا ہے۔

یعنی یہ سب تمہاری کرتوت کی سزا ہے ورنہ خدا کے یہاں ظلم کی کوئی صورت ہی نہیں۔ اگر معاذ اللہ ادھر سے رتی برابر ظلم کا امکان ہو تو پھر وہ اپنی عظمت شان کے لحاظ سے ظالم نہیں ظلام ہی ٹھہرے کیونکہ کامل کی ہر صفت کامل ہی ہونی چاہئے۔

یعنی قدیم سے یہی دستور رہا ہے کہ جب لوگ آیات اللہ کی تکذیب و انکار یا انبیاء سے جنگ کرنے پر مصر ہوئے تو اللہ نے ان کو کسی نہ کسی عذاب میں پکڑ لیا۔

أَنْعَمَهَا عَلَىٰ قَوْمٍ حَتَّىٰ يُغَيِّرُوا مَا بِأَنفُسِهِمْ ۙ وَ

أَنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴿٥٣﴾ كَدَأْبِ آلِ فِرْعَوْنَ ۙ

وَالَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ ۚ كَذَّبُوا بِآيَاتِ رَبِّهِمْ

فَأَهْلَكْنَاهُم بِذُنُوبِهِمْ وَأَغْرَقْنَا آلَ فِرْعَوْنَ ۚ وَ

كُلٌّ كَانُوا ظَالِمِينَ ﴿٥٤﴾ إِنَّ شَرَّ الدَّوَابِّ عِندَ

اللَّهِ الَّذِينَ كَفَرُوا فَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿٥٥﴾ الَّذِينَ

عَاهَدتَّ مِنْهُمْ ثُمَّ يَنقُضُونَ عَهْدَهُمْ فِي

كُلِّ مَرَّةٍ وَهُمْ لَا يَتَّقُونَ ﴿٥٦﴾ فَإِمَّا تَثْقَفَنَّهُمْ فِي

الْحَرْبِ فَشَرِّدْ بِهِم مَّنْ خَلْفَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُونَ ﴿٥٧﴾

◆ **قوموں کی ہلاکت انہی کی اپنی وجہ سے ہوتی ہے** | یعنی جب لوگ اپنی بداعمالی اور غلط کاری سے نیکی کے فطری قویٰ اور استعداد کو بدل ڈالتے ہیں اور خدا کی بخشی ہوئی داخلی یا خارجی نعمتوں کو اس کے بتلائے ہوئے کام میں ٹھیک موقع پر خرچ نہیں کرتے بلکہ الٹے اس کی مخالفت میں صرف کرنے لگتے ہیں تو حق تعالیٰ اپنی نعمتیں ان سے چھین لیتا ہے اور شان انعام کو انتقام سے بدل دیتا ہے۔ وہ بندوں کی تمام باتوں کو سنتا اور تمام احوال کو جانتا ہے کوئی چیز اس سے پوشیدہ نہیں۔ لہٰذا جس سے جو معاملہ کرے گا نہایت ٹھیک اور برمحل ہوگا۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ "نیت اور اعتقاد جب تک نہ بدلے اللہ کی بخشی ہوئی نعمت چھنی نہیں جاتی۔" گویا "ما بانفسہم" سے خاص نیت اور اعتقاد مراد لیا ہے جیسا کہ ترجمہ سے ظاہر ہو رہا ہے۔ واللہ اعلم۔

◆ فرعونیوں اور ان سے پہلی قوموں کو ان کے جرائم کی پاداش میں ہلاک کیا۔ اور خصوصیت کے ساتھ فرعونیوں کا بیڑا غرق کر دیا۔ یہ سب اس وقت ہوا جب انہوں نے خدا سے بغاوت اور شرارت کر کے خود اپنی جانوں پر ظلم کئے۔ ورنہ خدا کو کسی مخلوق سے ذاتی عداوت نہیں۔

◆ **کفار بدترین جانور ہیں** | جو لوگ ہمیشہ کے لئے کفر اور بے ایمانی پر تل گئے اور انجام سے بالکل بے خوف ہو کر غداری اور بدعہدی کے خوگر ہو رہے ہیں وہ خدا کے نزدیک بدترین جانور ہیں۔ فرعونیوں کا حال بدعہدی اور غداری میں یہی تھا۔ وَلَمَّا وَقَعَ عَلَيْهِمُ الرِّجْزُ قَالُوا يَا مُوسَى ادْعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِنْدَكَ لَئِنْ كَشَفْتَ عَنَّا الرِّجْزَ لَنُؤْمِنَنَّ لَكَ وَلَنُرْسِلَنَّ مَعَكَ بَنِي إِسْرَائِيلَ فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُمُ الرِّجْزَ إِلَى أَجَلٍ هُمْ بَالِغُوهُ إِذَا هُمْ يَنْكُثُونَ (اعراف رکوع ۱۶) اور حضورؐ کے زمانہ میں یہود بنی قریظہ وغیرہ کی یہی خصلت تھی۔ آپ سے عہد کر لیتے کہ ہم مشرکین مکہ کو مدد نہ دیں گے، پھر ان کی امداد کرتے اور کہہ دیتے کہ ہم کو عہد یاد نہ رہا تھا۔ بار بار ایسا ہی کرتے تھے۔ آگے بتلایا ہے کہ ایسے غداروں کے ساتھ کیا معاملہ ہونا چاہئے۔

وَإِمَّا تَخَافَنَّ مِن قَوْمٍ خِيَانَةً فَانبِذْ إِلَيْهِمْ

اور اگر تجھ کو ڈر ہو | کسی قوم سے دغا کا | تو پھینک دے ان کا عہد ان کی طرف

عَلَىٰ سَوَاءٍ ۚ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْخَائِنِينَ ﴿٥٨﴾ وَلَا

اسی طرح پر کہ ہو جاؤ تم اور وہ برابر | بے شک اللہ کو خوش نہیں آتے دغاباز ۞ | اور یہ نہ

يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا سَبَقُوا ۚ إِنَّهُمْ لَا يُعْجِزُونَ ﴿٥٩﴾

سمجھیں کافر لوگ | کہ وہ بھاگ نکلے | وہ ہرگز تھکا نہ سکیں گے ہم کو ۞

وَأَعِدُّوا لَهُم مَّا اسْتَطَعْتُم مِّن قُوَّةٍ وَمِن رِّبَاطِ

اور تیار کرو ان کی لڑائی کے واسطے | جو کچھ جمع کر سکو | قوت سے | اور پلے ہوئے

الْخَيْلِ تُرْهِبُونَ بِهِ عَدُوَّ اللَّهِ وَعَدُوَّكُمْ وَ

گھوڑوں سے ۞ | کہ اس سے دھاک پڑے اللہ کے دشمنوں پر | اور تمہارے دشمنوں پر | اور

آخَرِينَ مِن دُونِهِمْ لَا تَعْلَمُونَهُمُ اللَّهُ

دوسروں پر ان کے سوا | جن کو تم نہیں جانتے | اللہ

يَعْلَمُهُمْ ۚ وَمَا تُنفِقُوا مِن شَيْءٍ فِي سَبِيلِ اللَّهِ

ان کو جانتا ہے ۞ | اور جو کچھ تم خرچ کرو گے | اللہ کی راہ میں

يُوَفَّ إِلَيْكُمْ وَأَنتُمْ لَا تُظْلَمُونَ ﴿٦٠﴾ وَإِن جَنَحُوا

وہ پورا ملے گا تم کو | اور تمہارا حق نہ رہ جائے گا ۞ | اور اگر وہ جھکیں

لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا وَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ ۚ إِنَّهُ هُوَ

صلح کی طرف | تو تو بھی جھک اسی طرف | اور بھروسہ کر اللہ پر | بے شک وہی ہے

◆ **عہد شکنوں کے ساتھ معاہدے کے احکام** | یعنی اگر یہ بد عہد غدار معاہدوں کو پس پشت ڈال کر آپ کے مقابل میدان جنگ میں آ جائیں تو ان کو ایسی سخت سزا دیجئے، جسے دیکھ کر ان کے پیچھے رہنے والے یا ان کے بعد آنے والی نسلیں بھی عبرت حاصل کریں اور عہد شکنی کی کبھی جرأت نہ کریں اور اگر ایک قوم نے علانیہ عہد شکنی نہیں کی مگر آثار و قرائن بتلا رہے ہیں کہ عہد شکنی پر آمادہ ہے تو آپ کو اجازت ہے کہ مصلحت سمجھیں تو ان کا عہد واپس کر دیں اور معاہدہ سے دستبرداری کی اطلاع کر کے مناسب کارروائی کریں۔ تاکہ فریقین پچھلے معاہدات کی نسبت شک و اشتباہ میں نہ رہیں۔ دونوں مساویانہ طور پر آگاہ و بیدار ہو کر اپنی تیاری اور حفاظت میں مشغول ہوں۔ آپ کی جانب سے کوئی چوری اور خیانت نہ ہو سب معاملہ صاف صاف ہو۔ حق تعالیٰ خیانت کی کارروائی کو خواہ کفار کے ساتھ ہو پسند نہیں کرتا۔ سنن میں روایت ہے کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور روم میں میعادی معاہدہ تھا۔ میعاد کے اندر امیر معاویہؓ نے اپنی فوجوں کو روم کی سرحد کی طرف بڑھانا شروع کیا مقصد یہ تھا کہ رومیوں کی سرحد سے اس قدر قریب اور پہنچے تیار رہیں کہ میعاد معاہدہ گذرتے ہی فوراً حملہ بول دیا جائے۔ جس وقت یہ کارروائی جاری تھی، ایک شیخ سواری پر یہ کہتے ہوئے آئے "اللہ اکبر اللہ اکبر وفاء لا غدرا" یعنی عہد پورا کرو عہد شکنی مت کرو۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ جب کسی قوم سے معاہدہ ہو تو کوئی گرہ نہ کھولی جائے نہ باندھی جائے یہاں تک کہ معاہدہ کی مدت پوری ہو جائے۔ یا فریق ثانی کو مساویانہ حیثیت میں معاہدہ واپس کیا جائے۔ معاویہؓ کو جب یہ خبر پہنچی تو لشکر واپس آ گئے۔ پھر جو دیکھا تو وہ شیخ حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ تھے۔

◆ **مسلمانوں کی تسلی** | جو عہد کا جو حکم اوپر مذکور ہوا ممکن تھا کہ کفار اس کو مسلمانوں کی سادہ لوحی پر حمل کر کے خوش ہوتے کہ جب ان کے یہاں خیانت و غدر جائز نہیں تو ہم کو تیار اور بیدار ہونے کے بعد پورا موقع اپنے بچاؤ اور مسلمانوں کے خلاف تیاری کرنے کا ملے گا۔ اس کا جواب دے دیا کہ کتنی ہی تیاری اور انتظامات کرو، جب مسلمانوں کے ہاتھوں خدا تم کو مغلوب و رسوا کرنا اور دنیا و آخرت میں سزا دینا چاہے گا تو تم کسی تدبیر سے اس کو عاجز نہ کر سکو گے۔ نہ اس کے احاطۂ قدرت و تسلط سے نکل کر بھاگ سکو گے۔ گویا مسلمانوں کی تسلی کر دی کہ وہ خدا پر بھروسہ کر کے اس کے احکام کا امتثال کریں تو سب پر غالب آئیں گے۔

◆ **دفاعی اسباب اور توکل** | یعنی خدا پر بھروسہ کرنے کے یہ معنی نہیں کہ اسباب ضروریہ مشروعہ کو ترک کر دیا جائے۔ نہیں، مسلمانوں پر فرض ہے کہ جہاں تک قدرت ہو سامان جہاد فراہم کریں۔ نبی کریم ﷺ کے عہد مبارک میں گھوڑے کی سواری، شمشیر زنی، تیراندازی وغیرہ کی مشق کرنا سامان جہاد تھا۔ آج بندوق، توپ، ہوائی جہاز، آبدوز کشتیاں، آہن پوش کروزر وغیرہ کا تیار کرنا اور استعمال میں لانا اور فنون حربیہ سیکھنا بلکہ ورزش وغیرہ کرنا سب سامان جہاد ہے۔ اسی طرح آئندہ جو اسلحہ و آلات حرب و ضرب تیار ہوں انشاء اللہ وہ سب آیت کے منشاء میں داخل ہیں۔ باقی گھوڑے کی نسبت تو آپ خود ہی فرما چکے "الخیل معقود فی نواصیها الخیر الی یوم القیامة" کہ قیامت تک کے لئے خدا نے اس کی پیشانی میں خیر رکھ دی ہے اور حدیث میں ہے کہ "جو شخص گھوڑا جہاد کی نیت سے پالتا ہے اس کے کھانے پینے بلکہ ہر قدم اٹھانے میں اجر ملتا ہے اور اس کی خوراک وغیرہ تک قیامت کے دن ترازو میں وزن کی جائے گی۔"

◆ یعنی یہ سب سامان اور تیاری دشمنوں پر رعب جمانے اور دھاک بٹھانے کا ایک ظاہری سبب ہے باقی فتح و ظفر کا اصلی سبب تو خدا کی مدد ہے جو پہلے بیان ہو چکا۔ اور وہ لوگ جن کی تعیین تم نہیں جانتے منافقین ہیں جو مسلمانوں کے پردہ میں تھے یا یہود "بنی قریظہ" یا روم و فارس وغیرہ وہ سب قومیں جن سے آئندہ مقابلہ ہونے والا تھا۔

◆ **مالی جہاد** | یہ مالی جہاد کی طرف اشارہ ہے۔ یعنی جہاد کی تیاری میں جس قدر مال خرچ کرو گے اس کا پورا پورا بدلہ ملے گا۔ یعنی ایک درہم کے سات سو درہم واللہ یضاعف لمن یشاء اور بسا اوقات دنیا میں بھی اس سے کہیں زیادہ معاوضہ مل جاتا ہے۔

السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ﴿٦١﴾ وَإِن يُرِيدُوا أَن يَخْدَعُوكَ

سننے والا جاننے والا ♦ اور اگر وہ چاہیں کہ تجھ کو دھوکا دیں

فَإِنَّ حَسْبَكَ اللَّهُ ۚ هُوَ الَّذِي أَيَّدَكَ بِنَصْرِهِ وَ

تو بےشک کافی ہے تجھ کو اللہ وہی ہے جس نے زور دیا تجھ کو اپنی مدد کا اور

بِالْمُؤْمِنِينَ ﴿٦٢﴾ وَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ ۚ لَوْ أَنفَقْتَ مَا

مسلمانوں کا ♦ اور الفت ڈالی ان کے دلوں میں اگر تو خرچ کر دیتا جو کچھ

فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا مَّا أَلَّفْتَ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ

زمین میں ہے سارا نہ الفت ڈال سکتا ان کے دلوں میں

وَلَٰكِنَّ اللَّهَ أَلَّفَ بَيْنَهُمْ ۚ إِنَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴿٦٣﴾

لیکن اللہ نے الفت ڈالی ان میں بے شک وہ زور آور ہے حکمت والا ♦

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللَّهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ

اے نبی کافی ہے تجھ کو اللہ اور جتنے تیرے ساتھ ہیں

الْمُؤْمِنِينَ ﴿٦٤﴾ يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِينَ

مسلمان ♦ اے نبی شوق دلا مسلمانوں کو

عَلَى الْقِتَالِ ۚ إِن يَكُن مِّنكُمْ عِشْرُونَ صَابِرُونَ

لڑائی کا اگر ہوں تم میں بیس شخص ثابت قدم رہنے والے

يَغْلِبُوا مِائَتَيْنِ ۚ وَإِن يَكُن مِّنكُم مِّائَةٌ

تو غالب ہوں دو سو پر اور اگر ہوں تم میں سو شخص

کفار سے صلح کی اجازت مسلمانوں کی تیاری اور مجاہدانہ قربانیوں کو دیکھ کر بہت ممکن ہے کہ کفار مرعوب ہو کر صلح و آشتی کے خواستگار ہوں تو آپ کو ارشاد ہے کہ حسب صوابدید آپ بھی صلح کا ہاتھ بڑھا دیں۔ کیونکہ جہاد سے خونریزی نہیں بلکہ اعلائے کلمۃ اللہ اور دفع فتنہ مقصود ہے۔ اگر بدون خونریزی کے یہ مقصد حاصل ہو سکے تو خواہی نخواہی خون بہانے کی کیا حاجت ہے۔ اور یہ احتمال ہو کہ شاید کفار صلح کے پردہ میں ہم کو دھوکہ دینا چاہتے ہیں تو کچھ پروا نہ کیجئے اللہ پر بھروسہ رکھئے وہ ان کی نیتوں کو جانتا اور ان کے اندرونی مشوروں کو سنتا ہے۔ اس کی حمایت کے سامنے ان کی بدنیتی نہ چل سکے گی آپ اپنی نیت صاف رکھئے۔

اگر صلح کر کے وہ لوگ دغابازی اور عہد شکنی کا ارادہ رکھیں تو فکر نہ کیجئے۔ خدا آپ کی مدد کے لئے کافی ہے۔ ان کے سب فریب و دغا بیکار کر دے گا۔ اسی نے بدر میں آپ کی غیبی امداد فرمائی اور ظاہری طور پر جاں نثار سرفروش مسلمانوں سے آپ کی تائید کی۔

عربوں میں اتحاد و الفت اسلام سے پہلے عرب میں جدال و قتال اور نفاق و شقاق کا بازار گرم تھا۔ ادنیٰ ادنیٰ باتوں پر قبائل آپس میں ٹکراتے رہتے تھے۔ دو جماعتوں میں جب لڑائی شروع ہو جاتی تو صدیوں تک اس کی آگ ٹھنڈی نہ ہوتی تھی۔ مدینہ کے دو زبردست قبیلوں "اوس" و "خزرج" کی حریفانہ جنگ آزمائی اور دیرینہ عداوت و بغض کا سلسلہ کسی طرح ختم نہ ہوتا تھا۔ ایک دوسرے کے خون کا پیاسا اور عزت و آبرو کا بھوکا تھا۔ ان حالات میں آقائے نامدار محمد رسول اللہ ﷺ توحید و معرفت اور اتحاد و اخوت کا عالمگیر پیغام لے کر مبعوث ہوئے۔ لوگوں نے انہیں بھی ایک فریق ٹھہرایا اور سب نے مل کر خلاف و شقاق کا رخ ادھر پھیر دیا۔ پرانے کینے اور عداوتیں چھوڑ کر ہر قسم کی دشمنی کے لئے حضور ﷺ کی ذات قدسی صفات کو مطمح نظر بنا لیا۔ وہ آپ کی پند و نصیحت سے گھبراتے تھے اور آپ کے سایہ سے بھاگتے تھے۔ دنیا کی کوئی طاقت نہ تھی جو وحشیوں کی بھیڑ اور بہائم کے گلہ میں معرفت الٰہی اور حب نبوی کی روح پھونک کر اور شراب توحید کا متوالا بنا کر سب کو ایک دم اخوت و الفت باہمی کی زنجیر میں جکڑ دیتی اور اسی مقدس ہستی کا ہر ایک خریدہ غلام اور عاشق جاں نثار بنا دیتی جس سے زیادہ چند روز پہلے ان کے نزدیک کوئی مبغوض ہستی نہ تھی۔ بلاشبہ روئے زمین کے خزانے خرچ کر کے بھی یہ مقصد حاصل نہ کیا جا سکتا تھا جو اللہ کی رحمت و اعانت سے ایسی سہولت کے ساتھ حاصل ہو گیا۔ خدا نے حقیقی بھائیوں سے زیادہ ایک کی الفت دوسرے کے دل میں ڈال دی۔ اور پھر سب کی الفتوں کا اجتماعی مرکز حضور انور ﷺ کی ذات منبع البرکات کو بنا دیا۔ قلوب کو دفعۃً ایسا پلٹ دینا خدا کی زور قدرت کا کرشمہ ہے اور ایسی شدید ضرورت کے وقت سب کو محبت و الفت کے ایک نقطہ پر جمع کر دینا اس کے کمال حکمت کی دلیل ہے۔

مسلمانوں کیلئے اللہ کافی ہے اس کے دو معنی ہو سکتے ہیں۔ اکثر سلف کے نزدیک یہ مطلب ہے کہ اے پیغمبر! خدا تجھ کو اور تیرے ساتھیوں کو کافی ہے۔ یعنی قلت عدد اور بے سر و سامانی وغیرہ سے گھبرانا نہیں چاہئے۔ اور بعض علماء نے یہ معنی لئے ہیں کہ اے پیغمبر! تجھ کو فی الحقیقت اکیلا خدا کافی ہے اور ظاہری اسباب کے اعتبار سے مخلص مسلمانوں کی جماعت خواہ کتنی ہی تھوڑی ہو کافی ہے۔ پہلے جو فرمایا تھا۔ ایدک بنصرہ وبالمؤمنین گویا اسی کا خلاصہ ہوا۔

يَّغْلِبُوْٓا اَلْفًا مِّنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ

لَّا يَفْقَهُوْنَ ﴿۶۵﴾ اَلْـٰٔنَ خَفَّفَ اللّٰهُ عَنْكُمْ وَعَلِمَ

اَنَّ فِيْكُمْ ضَعْفًا ؕ فَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ مِّائَةٌ صَابِرَةٌ

يَّغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ ۚ وَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ اَلْفٌ يَّغْلِبُوْٓا

اَلْفَيْنِ بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۶۶﴾ مَا كَانَ

لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗٓ اَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِى

الْاَرْضِ ؕ تُرِيْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْيَا ۖۗ وَاللّٰهُ يُرِيْدُ

الْاٰخِرَةَ ؕ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۶۷﴾ لَوْلَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ

سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيْمَآ اَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۶۸﴾ فَكُلُوْا

◆ **دس گنا تعداد پر غلبہ کا وعدہ** یعنی مسلمانوں کو جہاد کی ترغیب دو کہ تھوڑے بھی ہوں تو گھبرائیں نہیں خدائی رحمت سے دس گنے دشمنوں پر غالب آئیں گے سبب یہ ہے کہ مسلمان کی لڑائی محض خدا کے لئے ہے۔ وہ خدا کو اور اس کی مرضی کو پہچان کر اور یہ سمجھ کر میدان جنگ میں قدم رکھتا ہے کہ خدا کے راستہ میں مرنا اصلی زندگی ہے اس کو یقین ہے کہ میری تمام قربانیوں کا ثمرہ آخرت میں ضرور ملنے والا ہے خواہ میں غالب ہوں یا مغلوب۔ اور اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے جو تکلیف میں اٹھاتا ہوں وہی الحقیقت مجھ کو دائمی خوشی اور ابدی مسرت سے ہمکنار کرنے والی ہے۔ مسلمان جب یہ سمجھ کر جنگ کرتا ہے تو تائید ایزدی مددگار ہوتی ہے اور موت سے وحشت نہیں رکھتا۔ اسی لئے پوری دلیری اور بے جگری سے لڑتا ہے۔ کافر چونکہ اس حقیقت کو نہیں سمجھ سکتے۔ اس لئے محض حقیر اور فانی اغراض کے لئے بہائم کی طرح لڑتا ہے اور قوت قلبی اور امداد غیبی سے محروم رہتا ہے۔ بدیں وجہ اور بشارت کے رنگ میں حکم دیا گیا کہ مسلمان اپنے سے دس گنے دشمنوں کے مقابلہ میں ثابت قدمی سے لڑنا چاہئے۔ اگر مسلمان بیس ہوں تو دو سو کے مقابلہ سے نہ بھاگیں اور سو ہوں تو ہزار کو پیٹھ نہ دکھلائیں۔ **تنبیہ** بیس اور سو دو عدد شاید اس لئے بیان فرمائے کہ اس وقت مسلمانوں کی تعداد کے لحاظ سے "سریہ" میں کم از کم بیس اور "جیش" میں ایک سو سپاہی ہوتے ہوں گے۔ اگلی آیت مدت کے بعد اتری اس وقت مسلمانوں کی تعداد بڑھ گئی تھی۔ اس لئے سریہ کم از کم ایک سو اور جیش ایک ہزار کا ہوگا۔ دونوں آیتوں میں یہی نسبت سے وقت اعداد کا یہ تفاوت ظاہر کرتا ہے کہ اگلی آیت کے نزول کے وقت مسلمانوں کی مردم شماری بڑھ گئی تھی۔

◆ **اس حکم میں تخفیف دو گنی تعداد پر غلبہ کا وعدہ** بخاری میں ابن عباس سے منقول ہے کہ گذشتہ آیت جس میں مسلمانوں کو دس گنا کافروں کے مقابلہ پر ثابت قدم رہنے کا حکم تھا، جب لوگوں کو بھاری معلوم ہوئی تو اس کے بعد یہ آیت اتری۔ الآن خفف اللہ الخ یعنی خدا نے تمہاری ایک طرح کی کمزوری اور سستی کو دیکھ کر پہلا حکم اٹھا لیا۔ اب صرف اپنے سے دوگنی تعداد کے مقابلہ میں ثابت قدم رہنا ضروری اور بھاگنا حرام ہے۔ یہ کمزوری یا سستی جس کی وجہ سے حکم میں تخفیف ہوئی، کئی وجوہ سے ہو سکتی ہے۔ ابتدائے ہجرت میں گنے چنے مسلمان تھے جن کی قوت و جلادت معلوم تھی، کچھ مدت کے بعد ان میں سے بہت سے افراد بوڑھے اور کمزور ہو گئے اور جو نئی پود آئی ان میں پرانے مہاجرین و انصار جیسی بصیرت و استقامت اور تسلیم و تفویض نہ تھی، اور تعداد بڑھ جانے سے کسی درجہ میں اپنی کثرت پر نظر ہو، "توکل علی اللہ" میں قدرے کمی ہوتی ہوگی۔ اور ویسے بھی طبیعت انسانی کا خاصہ ہے کہ جو محنت کا کام تھوڑے آدمیوں پر پڑ جائے تو کرنے والوں میں جوش عمل زیادہ ہوتا ہے اور ہر شخص اپنی بساط سے بڑھ کر ہمت کرتا ہے لیکن وہی کام جب بہت سے آدمیوں پر ڈال دیا جائے تو ہر ایک دوسرے کا منتظر رہتا ہے اور یہ سمجھتا ہے کہ آخر مجھ ہی تنہا تو اس کا ذمہ دار نہیں۔ اسی قدر جوش حرارت اور ہمت میں کمی ہو جاتی ہے۔ حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ "اول کے مسلمان یقین میں کامل تھے ان پر حکم ہوا تھا کہ اپنے سے دس گنے کافروں پر جہاد کریں۔ پچھلے مسلمان ایک قدم کم تھے، تب یہی حکم ہوا کہ دو گنوں پر جہاد کریں۔ یہی حکم اب بھی باقی ہے لیکن اگر دگنے سے زیادہ پر حملہ کریں تو بڑا اجر ہے۔ حضرت کے وقت میں ہزار مسلمان اسی ہزار سے لڑے ہیں۔ "غزوہ موتہ" میں تین ہزار مسلمان دو لاکھ کفار کے مقابلہ میں ڈٹے رہے۔ اس طرح کے واقعات سے اسلام کی تاریخ بحمد اللہ بھری پڑی ہے۔

◆ **بدر کے قیدیوں کے مسئلہ پر مسلمانوں کی غلطی** | بدر کی لڑائی سے ستر کافر مسلمانوں کے ہاتھوں میں قید ہو کر
آئے۔ حق تعالیٰ نے ان کے متعلق دو صورتیں مسلمانوں کے سامنے پیش کیں۔ قتل کر دینا یا فدیہ لے کر چھوڑ دینا اس
شرط پر کہ آئندہ سال اسی تعداد میں تمہارے آدمی قتل کئے جائیں گے۔ حقیقت میں خدا کی طرف سے ان دو صورتوں کا
انتخاب کے لئے پیش کرنا امتحان و آزمائش کے طریقہ پر تھا کہ ظاہر ہو جائے کہ مسلمان اپنی رائے اور طبیعت سے کس
طرف جھکتے ہیں۔ جیسے ازواج مطہرات کو دو صورتوں میں تخییر دی گئی تھی۔ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا وَزِیْنَتَهَا
فَتَعَالَیْنَ اِلٰی آخر الآیۃ (الاحزاب رکوع ۴) یا معراج میں آپ کے سامنے شیر (دودھ) اور شراب (کے دو برتن)
پیش کئے گئے تھے تو آپ نے دودھ کو اختیار فرمایا۔ جبرئیل نے کہا کہ اگر بالفرض آپ شراب کو اختیار فرماتے تو آپ کی
امت بہک جاتی۔ بہرحال آپ نے صحابہ سے اس معاملہ میں رائے طلب کی۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ
یا رسول اللہ یہ سب قیدی اپنے خویش و اقارب اور بھائی بند ہیں۔ بہتر ہے کہ فدیہ لے کر چھوڑ دیا جائے۔ اس رحم
اور احسان کے بعد ممکن ہے یہ لوگ مسلمان ہو کر خود اور ان کی اولاد اسلام کے دست و بازو بنیں اور جو مال
بالفعل ہاتھ آئے گا اس سے جہاد وغیرہ دینی کاموں میں سہارا لگے۔ باقی آئندہ سال ستر آدمی شہید ہو جائیں تو
مضائقہ نہیں درجۂ شہادت ملے گا۔ نبی کریم ﷺ کا میلان بھی فطری رحمدلی اور شفقت و صلہ رحمی کی بنا پر اسی رائے کی
طرف تھا۔ بلکہ صحابہ کی عام رائے اسی جانب تھی۔ بہت سے تو ان ہی وجوہ کی بنا پر جو ابوبکر نے بیان فرمائیں اور بعض
محض مالی فائدہ کو دیکھتے ہوئے اس رائے سے متفق تھے۔ (کما یظہر من قولہ تعالیٰ تُرِیْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْیَا حسب
بیان ابو عمر و ابن القیم رحمہما اللہ) حضرت عمرؓ اور سعد بن معاذ نے اس سے اختلاف کیا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ یا
رسول اللہ! یہ قیدی کفر کے امام اور مشرکین کے سردار ہیں ان کو ختم کر دیا جائے تو کفر و شرک کا سر ٹوٹ جائے گا تمام
مشرکین پر ہیبت طاری ہو جائے گی آئندہ مسلمانوں کو ستانے اور خدا کے راستہ سے روکنے کا حوصلہ نہ رہے گا۔ اور خدا
کے آگے مشرکین سے ہماری انتہائی نفرت و بغض اور کامل بیزاری کا اظہار ہو جائے گا کہ ہم نے خدا کے معاملہ میں نہ
قرابتوں اور مالی فوائد کی کچھ پروا نہیں کی اس لئے مناسب ہے کہ ان قیدیوں میں جو کوئی ہم میں سے جس کا عزیز
قریب ہو وہ اسے اپنے ہاتھ سے قتل کرے۔ الغرض بحث و تمحیص کے بعد حضرت ابوبکرؓ کے مشورہ پر عمل ہوا۔ چونکہ
کثرت رائے ادھر تھی اور خود نبی کریم ﷺ بھی رافت و رحمت کی بنا پر اسی طرف مائل تھے اور ویسے بھی اخلاقی اور کئی
حیثیت سے عام حالات میں یہی رائے قرین صواب معلوم ہوتی ہے لیکن اسلام اس وقت جن حالات میں سے گذر
رہا تھا ان پر نظر کرتے ہوئے وقتی مصالح کا تقاضا یہ تھا کہ کفار کے مقابلہ میں سخت تر تشدد کی کاروائی کی جائے۔ تیرہ
سال کے ستم کشوں کو طاغوت کے پرستاروں پر یہ ثابت کر دینے کا پہلا موقع ملا تھا کہ تمہارے تعلقات قرابت اموال
جتھے اور طاقتیں اب کوئی چیز تم کو خدا کی شمشیر انتقام سے پناہ نہیں دے سکتی ابتداءً ایک مرتبہ ظالم مشرکین پر رعب و ہیبت
بٹھا دینے کے بعد نرمی و خوش خلقی اور صلہ رحمی کے استعمال کے لئے آئندہ بہتیرے مواقع باقی رہتے تھے۔ ادھر ستر مسلمانوں
کے آئندہ قتل پر راضی ہو جانا معمولی بات نہ تھی۔ اسی لئے اس رائے کو باعتبار وقتی مصالح اور ہنگامی حیثیت سے حق
تعالیٰ کے یہاں پسندیدہ نہ ہوا "مَا كَانَ لِنَبِیٍّ اَنْ یَّكُوْنَ لَهٗ اَسْرٰی حَتّٰی یُثْخِنَ فِی الْاَرْضِ" میں اسی ناپسندیدگی
کی طرف اشارہ ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کی یہ ایک سخت خطرناک اجتہادی غلطی قرار دی گئی۔ اور جن بعض لوگوں نے

زیادہ تر مالی فوائد پر نظر کر کے اس سے اتفاق کیا تھا ان کو صاف طور پر "تُرِیْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْیَا" سے خطاب کیا گیا۔ یعنی تم دنیا کے فانی اسباب پر نظر کر رہے ہو حالانکہ مومن کی نظر انجام پر ہونی چاہئے۔ خدا کی حکمت مقتضی ہو تو وہ تمہارا کام اپنے زور قدرت سے ظاہری سامان کے بدون بھی کر سکتا ہے۔ بہر حال فدیہ لے کر چھوڑ دینا اس وقت کے حالات کے اعتبار سے بڑی بھاری غلطی قرار دی گئی۔ اتنا یاد رکھنا چاہئے کہ روایات سے حضورؐ کی نسبت صرف اس قدر ثابت ہوتا ہے کہ محض صلہ رحمی اور رحم دلی کی بناء پر آپ کا رجحان اس رائے کی طرف تھا البتہ صحابہ میں بعض صرف مالی فوائد کو پیش نظر رکھ کر اور اکثر حضرات دوسری مصالح دینیہ اور اخلاقی داعیہ کے ساتھ مالی ضروریات کو بھی ملحوظ رکھتے ہوئے یہ رائے پیش کر رہے تھے۔ گویا صحابہؓ کے مشورہ میں کلیاً یا جزءاً مالی حیثیت ضرور زیر نظر تھی کس وجہ میں مالی فوائد کے خیال سے "اثخان فی الارض" میں کوتاہی کرنا اور اصل مقصود "جہاد" سے غفلت برتنا اور سر مسلمانوں کے قتل کئے جانے پر اپنے اختیار سے رضامند ہو جانا صحابہ جیسے مقربین کی شان عالی اور منصب جلیل کے منافی سمجھا گیا۔ اسی لئے ان آیات میں سخت عتاب آمیز لہجہ اختیار کیا گیا ہے۔ حدیث میں ہے کہ لڑائی میں ایک شخص کے سر پر زخم آیا۔ اسے غسل کی حاجت ہوئی۔ پانی سر پر استعمال کرنا سخت مہلک تھا۔ ساتھیوں سے مسئلہ پوچھا۔ انہوں نے کہا کہ پانی کی موجودگی میں ہم تیرے لئے کوئی گنجائش نہیں پاتے۔ اس نے غسل کر لیا اور فوت ہو گیا۔ حضورؐ کو جب اس واقعہ کی اطلاع ہوئی فرمایا "قَتَلُوْهُ قَتَلَهُمُ اللّٰهُ" الحدیث۔ اس سے ظاہر ہوا کہ اجتہادی غلطی اگر زیادہ واضح اور خطرناک ہو تو اس پر عتاب ہو سکتا ہے۔ گویا یہ سمجھا جاتا ہے کہ مجتہد نے پوری قوت اجتہاد صرف کرنے میں کوتاہی کی۔

متوقع عذاب کا آنحضرت ﷺ کو نظارہ یعنی یہ غلطی تو فی حد ذاتہ ایسی تھی کہ سخت سزا ان لوگوں کو دی جاتی جنہوں نے دنیوی سامان کا خیال کر کے ایسا مشورہ دیا مگر سزا دہی سے وہ چیز مانع ہے جو خدا پہلے سے لکھ چکا اور طے کر چکا ہے۔ اور وہ کئی باتیں ہو سکتی ہیں (۱) مجتہد کو اس قسم کی اجتہادی خطاء پر عذاب نہیں ہوگا (۲) جب تک خدا امر و نہی کسی چیز کا صاف حکم بیان نہ فرمائے اس وقت تک اس کے مرتکب کو عذاب نہیں دیتا (۳) اہل بدر کی خطاؤں کو خدا معاف فرما چکا ہے (۴) غلطی سے جو رویہ فی الوقت اختیار کر لیا گیا یعنی فدیہ لے کر قیدیوں کو چھوڑ دینا خدا کے علم میں طے شدہ تھا کہ آئندہ اس کی اجازت ہو جائے گی۔ "فَاِمَّا مَنًّا بَعْدُ وَاِمَّا فِدَآءً" (۵) یہ بھی طے شدہ ہے کہ جب تک پیغمبر علیہ السلام ان میں موجود ہیں یا لوگ صدق دل سے استغفار کرتے ہیں عذاب نہ آئے گا (۶) ان قیدیوں میں سے بہت کی قسمت میں اسلام لانا لکھا گیا تھا۔ الغرض اس قسم کے موانع اگر نہ ہوتے تو یہ غلطی اتنی عظیم و ثقیل تھی کہ سخت عذاب نازل ہو جانا چاہئے تھا۔ ایک روایت میں ہے کہ اس قولی تنبیہ کے بعد وہ عذاب جو اس طرح کی خوفناک غلطی پر آسکتا تھا آپ کے سامنے نہایت قریب کر کے پیش کیا گیا۔ گویا یہ قولی تنبیہ کو زیادہ موثر بنانے کی ایک صورت تھی آپ اس منظر کو دیکھ کر مصروف گریہ و بکا ہو گئے۔ حضرت عمرؓ نے جب پوچھا تو آپؐ نے فرمایا کہ میرے سامنے ان کا عذاب پیش کیا گیا ہے یعنی جس کا آنا ان پر ممکن تھا اگر موانع مذکورہ بالا نہ ہوتے۔ یاد رکھنا چاہئے کہ آپ کے سامنے یہ پیش کرنا اسی قسم کا تھا جیسے صلوٰۃ کسوف ادا کرتے وقت آپ کے سامنے جنت و دوزخ دیوار قبلہ میں متمثل کر دی گئی تھی۔ یعنی اس متوقع عذاب کا نظارہ کرانا تھا اور بس۔

مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلٰلًا طَيِّبًا ۖ وَّاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ

جو تم کو غنیمت میں ملا حلال ستھرا اور ڈرتے رہو اللہ سے بے شک اللہ

غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۶۹﴾ يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّمَنْ فِيْٓ اَيْدِيْكُمْ

بخشنے والا مہربان ◆ اے نبی کہہ دے ان سے جو تمہارے ہاتھ میں ہیں

مِّنَ الْاَسْرٰٓى ۙ اِنْ يَّعْلَمِ اللّٰهُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ خَيْرًا

قیدی اگر جانے گا اللہ تمہارے دلوں میں کچھ نیکی

يُّؤْتِكُمْ خَيْرًا مِّمَّآ اُخِذَ مِنْكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۭ وَ

تو دے گا تم کو بہتر اس سے جو تم سے چھن گیا اور تم کو بخشے گا اور

اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۷۰﴾ وَاِنْ يُّرِيْدُوْا خِيَانَتَكَ

اللہ ہے بخشنے والا مہربان اور اگر چاہیں گے تجھ سے دغا کرنی

فَقَدْ خَانُوا اللّٰهَ مِنْ قَبْلُ فَاَمْكَنَ مِنْهُمْ ۭ

سو وہ دغا کر چکے ہیں اللہ سے اس سے پہلے پھر اس نے ان کو پکڑوا دیا

وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۷۱﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ

اور اللہ سب کچھ جاننے والا حکمت والا ہے ◆ جو لوگ ایمان لائے اور

هَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ

گھر چھوڑا اور لڑے اپنے مال اور جان سے

فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْٓا

اللہ کی راہ میں اور جن لوگوں نے جگہ دی اور مدد کی

مال غنیمت حلال و طیب ہے پچھلے عتاب و تہدید سے مسلمان ڈر گئے کہ مال غنیمت کو جس میں فدیہ اساریٰ بھی شامل ہے، اب ہاتھ نہیں لگانا چاہیے۔ اس آیت میں تسلی فرما دی کہ وہ اللہ کی عطاء ہے، خوشی سے کھاؤ۔ ہاں جہاد کے سلسلہ میں مال غنیمت وغیرہ کو مطمح نظر بنانا یا اس قدر اہمیت دینا نہیں چاہیے کہ مقاصد عالیہ اور مصالح کلیہ سے ذہول ہونے لگے۔ چونکہ وقتی حالات و مصالح کے اعتبار سے تم نے ایک غلط طریق کار اختیار کیا۔ مگر فی نفسہ مال میں کوئی خباثت نہیں۔ خدا سے ڈرتے رہو گے تو وہ اپنی رحمت سے غلطیوں کو معاف فرما دے گا۔

رسول اللہ ﷺ کے ذریعہ قیدیوں سے خطاب بعض قیدیوں نے اپنے اسلام کا اظہار کیا تھا (مثلاً حضرت عباس رضی اللہ عنہ وغیرہ) ان سے کہا گیا کہ اللہ دیکھے گا کہ واقعی تمہارے دل میں ایمان و تصدیق موجود ہے تو جو کچھ زر فدیہ اس وقت تم سے وصول کیا گیا ہے اس سے کہیں زیادہ اور کہیں بہتر تم کو مرحمت فرمائے گا، اور پچھلی خطاؤں سے درگزر کرے گا۔ اور اگر اظہار اسلام سے صرف پیغمبر کو فریب دینا مقصود ہے یعنی دغا بازی کرنے کا ارادہ ہے تو پیشتر خدا سے جو دغا بازی کر چکے ہیں یعنی فطری عہد الست کے خلاف کفر و شرک اختیار کیا یا بعض "بنی ہاشم" جو ابو طالب کی زندگی میں عہد کر کے آنحضرت ﷺ کی حمایت پر متفق ہوئے تھے۔ اب کافروں کے ساتھ ہو کر آئے اس کا انجام آنکھوں سے دیکھ لیا کہ آج کس طرح مسلمانوں کی قید اور قابو میں ہیں۔ آئندہ بھی دغا بازی کی ایسی ہی سزا مل سکتی ہے۔ خدا تعالیٰ سے اپنے دلوں اور نیتوں کو چھپا نہیں سکتے اور نہ اس کے تجویز کردہ انتقامات کو روک سکتے ہیں۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں۔ "خدا کا وعدہ پورا ہوا ان میں جو مسلمان ہوئے حق تعالیٰ نے بیشمار دولت بخشی، جو نہ ہوئے وہ خراب ہو کر تباہ ہو گئے۔"

أُولَٰٓئِكَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۚ وَالَّذِينَ

وہ ایک دوسرے کے رفیق ہیں — اور جو

آمَنُوا وَلَمْ يُهَاجِرُوا مَا لَكُم مِّن وَلَايَتِهِم

ایمان لائے — اور گھر نہیں چھوڑا — تم کو ان کی رفاقت سے

مِّن شَيْءٍ حَتَّىٰ يُهَاجِرُوا ۚ وَإِنِ اسْتَنصَرُوكُمْ

کچھ کام نہیں — جب تک وہ گھر نہ چھوڑ آئیں — اور اگر وہ تم سے مدد چاہیں

فِي الدِّينِ فَعَلَيْكُمُ النَّصْرُ إِلَّا عَلَىٰ قَوْمٍ بَيْنَكُمْ

دین میں — تو تم کو لازم ہے ان کی مدد کرنی — مگر مقابلے میں ان لوگوں کے کہ ان میں

وَبَيْنَهُم مِّيثَاقٌ ۗ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ﴿٧٢﴾

اور تم میں عہد ہو — اور اللہ جو تم کرتے ہو اس کو دیکھتا ہے

وَالَّذِينَ كَفَرُوا بَعْضُهُمْ أَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۚ إِلَّا

اور جو لوگ کافر ہیں — وہ ایک دوسرے کے رفیق ہیں — اگر

تَفْعَلُوهُ تَكُن فِتْنَةٌ فِي الْأَرْضِ وَفَسَادٌ كَبِيرٌ ﴿٧٣﴾

تم یوں نہ کرو گے — تو فتنہ پھیلے گا — ملک میں — اور بڑی خرابی ہوگی

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا فِي

اور جو لوگ ایمان لائے — اور اپنے گھر چھوڑے — اور لڑے

سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ آوَوا وَّنَصَرُوا أُولَٰٓئِكَ

اللہ کی راہ میں — اور جن لوگوں نے ان کو جگہ دی — اور ان کی مدد کی — وہی ہیں

◆ **دار الحرب کے مسلمانوں کے احکام** | قیدیوں میں بعض ایسے تھے جو دل سے مسلمان تھے مگر حضرت کے ساتھ مکہ سے ہجرت نہ کر سکے اور بادل نخواستہ کفار کے ساتھ مجبور ہو کر بدر میں آ گئے۔ ان آیات میں یہ اللہ تعالیٰ نے تمام ایسے مسلمانوں کا حکم بیان کیا ہے۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ حضرت کے اصحاب دو قسم تھے "مہاجرین" اور "انصار" مہاجرین جو اپنا گھر چھوڑ کر آئے اور انصار جگہ دینے والے اور مدد کرنے والے۔ ان دونوں میں آنحضرت ﷺ نے مواخاۃ (بھائی چارہ) قائم کرا دیا تو آیت کا مضمون یہ ہوا کہ جتنے مسلمان حضرت کے ساتھ حاضر ہیں ان سب کی صلح و جنگ ایک ہے۔ ایک کا موافق سب کا موافق، ایک کا مخالف سب کا مخالف، بلکہ آغاز ہجرت میں رشتہ مواخاۃ سے وہ ایک دوسرے کے ترکہ کا وارث بھی ہوتا تھا۔ اور جو مسلمان اپنے ملک میں رہے جہاں کافروں کا زور اور تسلط ہو۔ یعنی دار الحرب سے ہجرت نہ کی ان کی صلح و جنگ میں "دار الاسلام" کے رہنے والے مسلمان (مہاجرین و انصار) شریک نہیں۔ اگر دار الحرب کے مسلمانوں نے کوئی معاہدہ کسی جماعت کفار سے کر لیا ہے تو دار الاسلام کے آزاد مسلمان اس معاہدہ کے پابند نہیں ہو سکتے بلکہ ان سے حسب مصلحت جنگ کر سکتے ہیں۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ دار الحرب کے مسلمان جس وقت دینی معاملہ میں آزاد مسلمانوں سے مدد طلب کریں تو ان کو اپنے مقدور کے موافق مدد کرنا چاہئے مگر جس جماعت سے ان آزاد مسلمانوں کا معاہدہ ہو چکا ہو اس کے مقابلہ میں تا بقائے عہد دار الحرب کے مسلمانوں کی امداد نہیں کی جا سکتی۔ نیز توریث باہمی کا سلسلہ جو مہاجرین و انصار میں قائم کیا گیا تھا اس میں بھی دار الحرب کے مسلمان شامل نہیں تھے۔

◆ **کفار ایک دوسرے کے دوست ہیں** | یعنی کافروں میں باہمی رفاقت ہے وہ ایک دوسرے کا وارث بن سکتا ہے۔ ہاں کافر، کافر کا ولی و وارث ہے کیونکہ سب کافر تم سے دشمنی کرنے کو آپس میں ایک ہیں۔ جہاں پائیں گے ضعیف مسلمانوں کو ستائیں گے اس کے بالمقابل اگر مسلمان ایک دوسرے کے رفیق اور مددگار نہ ہوں گے یعنی آزاد مسلمان اپنے گرفتار مسلمانوں کی حمایت و رفاقت میں لانے کی کوشش نہ کریں گے تو سخت خرابی اور فتنہ بپا ہو جائے گا کہ بیکس ضعیف مسلمان دشمنوں میں گھرے رہیں گے ان کا ایمان تک خطرہ میں ہوگا۔

هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ۭ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ﴿۷۴﴾

وہی ہیں سچے مسلمان ان کے لئے بخشش ہے اور روزی عزت کی ①

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا مَعَكُمْ

اور جو ایمان لائے اس کے بعد اور گھر چھوڑ آئے اور لڑے تمہارے ساتھ ہو کر

فَاُولٰۗىِٕكَ مِنْكُمْ ۭ وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى

سو وہ لوگ بھی تم ہی میں ہیں اور رشتہ دار آپس میں حقدار زیادہ ہیں

بِبَعْضٍ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۷۵﴾

ایک دوسرے کے اللہ کے حکم میں ② تحقیق اللہ ہر چیز سے خبردار ہے ③

(۹) سُوْرَةُ التَّوْبَةِ مَدَنِيَّةٌ (۱۱۳) — اٰيَاتُهَا ۱۲۹ — رُكُوْعَاتُهَا ۱۶

سورۂ توبہ مدینہ میں اتری اور اس میں ایک سو انتیس آیتیں اور سولہ رکوع ہیں

بَرَاۗءَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖٓ اِلَى الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ

④ صاف جواب ہے اللہ کی طرف سے اور اس کے رسول کی ان مشرکوں کو

مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝ ① فَسِيْحُوْا فِي الْاَرْضِ اَرْبَعَةَ

جن سے تم کو عہد ہوا تھا سو پھر لو اس ملک میں چار

① یعنی دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی مرد کار کے ساتھ والے مسلمان افضل ہیں گھر بیٹھنے والوں سے۔ آخرت میں ان کے لئے بڑی بھاری بخشش ہے اور دنیا میں عزت کی روزی یعنی غنیمت اور دوسرے فائق حقوق۔

② **مہاجرین اور انصار کے فضائل** یعنی مہاجرین میں پیچھے بعد کو شامل ہوتے جائیں وہ سب باعتبار احکام "مہاجرین اولین" کی [illegible]

③ وہی جانتا ہے کہ کس کا کس قدر حق ہونا چاہئے لہٰذا اس کے احکام سراسر علم و حکمت پر مبنی ہیں۔

سورۃ التوبہ

④ **سورۃ التوبہ اور سورۃ انفال کا تعلق** سورۃ انفال اوائل ہجرت میں اور یہ سورۃ اواخر ہجرت میں نازل ہوئی ہے۔ آنحضرت [illegible]

عادت یہ تھی کہ جو آیات قرآنی نازل ہوتیں فرما دیتے کہ ان کو فلاں سورت میں فلاں موقع پر رکھو۔ ان آیات کے متعلق (جنہیں اب سورہ "توبہ" یا "براءۃ" کہا جاتا ہے) آپ نے کوئی تصریح نہیں فرمائی کہ کس سورت میں درج کی جائیں جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مستقل سورت ہے کسی دوسری سورت کا جز نہیں لیکن عام قاعدہ یہ تھا کہ جب نئی سورت نازل ہوتی تو پہلی سورت سے جدا کرنے کے لئے "بسم اللہ" اتری تھی۔ سورۂ توبہ کے شروع میں "بسم اللہ" نہ اتری۔ جو مشعر ہے کہ یہ جداگانہ سورت نہیں۔ ان دونوں وجوہ پر نظر کر کے حضرت عثمانؓ نے اس کے شروع میں "بسم اللہ" نہیں لکھی تھی لیکن کتابت میں اس کے اور انفال کے درمیان فصل کر دیا گیا کہ پوری طرح نہ اس کا استقلال ظاہر ہو نہ دوسری سورت کا جز ہونا۔ باقی انفال کے بعد متصل رکھنے کی وجہ یہ ہے کہ انفال نزول میں مقدم ہے۔ یہ خاص وجہ ہے کہ سورتوں کی جانی اور دونوں کے مضامین باہم اس قدر مربوط و متشابہ واقع ہوئے ہیں کہ گویا یہ "انفال" کا تتمہ اور تکملہ کہا جا سکتا ہے۔ سورۂ انفال تمام تر غزوۂ بدر اور اس کے متعلقات پر مشتمل ہے۔ یوم بدر کو قرآن نے "یوم الفرقان" کہا کیونکہ حق و باطل، اسلام و کفر اور موحدین و مشرکین کی چپقلش کو بالکل جدا جدا کر کے دکھلا دیا۔ بدر کا معرکہ فی الحقیقت خالص اسلام کی عالمگیر اور دائمی برادری کی تعمیر کا سنگ بنیاد اور حکومت الٰہیہ کی تاسیس کا دیباچہ تھا۔ وَالَّذِينَ كَفَرُوا بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ کے مقابلہ میں جس خالص اسلامی برادری کے قیام کی طرف "انفال" کے آخر میں اِلَّا تَفْعَلُوهُ تَكُن فِتْنَةٌ فِي الْأَرْضِ وَفَسَادٌ كَبِيرٌ کہہ کر توجہ دلائی جا رہی تھی اس کا صحیح مطلب یہ تھا کہ اس عالمگیر برادری کا کوئی طاقتور اور بے داغ مرکز کسی علاقہ پر بھی دنیا میں قائم ہو جو ظاہر ہے کہ جزیرۃ العرب کے سوا نہیں ہو سکتا جس کا صدر مقام مکہ معظمہ ہے۔ "انفال" کے آخر میں یہ بھی جتلا دیا گیا تھا کہ جو مسلمان مکہ وغیرہ سے ہجرت کر کے نہیں آئے اور کافروں کے زیر سایہ زندگی بسر کر رہے ہیں ان مسلمانوں کے آزاد مسلمانوں پر ان کی ولایت و رفاقت کی کوئی ذمہ داری نہیں۔ مَا لَكُم مِّن وَلَايَتِهِم مِّن شَيْءٍ حَتَّىٰ يُهَاجِرُوا۔ ہاں حسب استطاعت ان کے لئے دینی مدد سے پہلو نہ بچانا چاہئے۔ اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ مرکز اسلام میں سلسلہ اخوت اسلامی کی کڑیوں کو پوری مضبوطی کے ساتھ جوڑنے کے لئے دو باتوں میں سے ایک ہونی چاہئے یا تمام عرب کے مسلمان ترک وطن کر کے مدینہ آ جائیں اور اسلامی برادری میں بے روک ٹوک شامل ہوں اور یا آزاد مسلمان مجاہدانہ قربانیوں سے قوت کفر کو توڑ کر جزیرۃ العرب کی ساری جمعیت کو بدل ڈالیں کہ کسی مسلمان کو ہجرت کی ضرورت ہی باقی نہ رہے حتیٰ کہ تقریباً سارا جزیرۃ العرب خالص اسلامی برادری کا ایک نمونہ اور مرکز اور غیر مخلوط مستقر بن جائے جس کے دامن سے عالمگیر اسلامی برادری کا نہایت محکم اور شاندار مستقل وابستہ ہو سکے۔ یہ دوسری صورت ہی ایسی تھی جس سے معاہدہ کے تحت فساد کی بیخ کنی ہو سکتی تھی۔ اور مرکز اسلام کفار کے اندرونی فتنوں سے بالکل پاک و صاف اور آئندہ ان کی بدعہدیوں اور ستم رانیوں سے پورا مامون مطمئن ہو کر تمام دنیا کو اپنی عالمگیر برادری میں داخل ہونے کی دعوت دے سکتا تھا۔ اسی اعلیٰ اور پاک مقصد کے لئے مسلمانوں نے ۲ھ ہجری میں پہلا قدم میدان بدر کی طرف اٹھایا تھا۔ جو آخر کار ۸ ہجری میں مکہ معظمہ کی فتح عظیم پر منتہی ہوا۔ ادھر تک اشاعت یا مخالفت اسلام کی راہ میں جو مظالم ہو رہے تھے فتح مکہ نے ان کی جڑوں پر تیشہ لگا دیا لیکن ضرورت تھی کہ وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّىٰ لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ (انفال، رکوع ۵) کے امتثال میں اسلامی برادری کے مرکز اور حکومت الٰہیہ کے مستقر (جزیرۃ العرب) کو فتنہ کے جراثیم سے بالکلیہ صاف کر دیا جائے۔ تاکہ وہاں سے تمام دنیا کو اسلامی دیانت اور حقیقی تہذیب کی دعوت دیتے وقت تقریباً سارا جزیرۃ العرب یک جان اور یک زبان ہو اور کوئی اندرونی کمزوری یا خلفشار بیرونی مزاحمتوں کے ساتھ مل کر اس مقدس مشن کو نقصان نہ پہنچا سکے۔ پس جزیرۃ العرب کو ہر قسم کی کمزوریوں اور فتنوں سے پاک کرنے اور عالمگیر دعوت اسلامی کے بلند ترین مقام پر کھڑا کرنے کے لئے لازم ہوا کہ دعوت اسلام کا مرکز خالص اسلامیت کے رنگ میں رنگین ہو اس کے قلب و جگر سے صدائے حق کے سوا کوئی دوسری آواز نکل کر دنیا کے کانوں میں نہ پہنچے۔ پھر جزیرہ جو سارے جہان کا مستقر اور ماویٰ ہے اور ایمان و کفر کی کشمکش کا ہمیشہ کے لئے یہاں سے خاتمہ ہو جائے۔ سورۂ براءۃ کے مضامین کا یہی حاصل ہے۔ چنانچہ چند روز میں خدا کی رحمت اور حمایت کی بدولت سے مرکز اسلام ہر طرح کے مسائل کفر و شرک سے پاک ہو گیا اور سارا عرب متحد ہو کر ٹھیک دوسری طرح تمام عالم میں نور ہدایت اور عالمگیر اسلامی اخوت پھیلانے کا کفیل بن گیا۔ فَلِلَّهِ الْحَمْدُ عَلَىٰ ذَٰلِكَ۔ الغرض سورۂ انفال میں جس چیز کی ابتداء تھی سورۂ توبہ (براءۃ) میں اس کی انتہاء ہے۔ اس لئے "اول" یا "آخر" "بمنزلہ وحد" کے موافق "براءۃ" کو "انفال" کے ساتھ بطور تکملہ ملحق کر دیا گیا۔ اور بھی مناسبات ہیں جن کو علماء نے تفسیر میں بیان کیا ہے۔

اَشْهُرٍ وَّاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِي اللّٰهِ ۙ وَاَنَّ

مہینے — اور جان لو — کہ تم نہ تھکا سکو گے اللہ کو — اور یہ کہ

اللّٰهَ مُخْزِي الْكٰفِرِيْنَ ۝ وَاَذَانٌ مِّنَ اللّٰهِ وَ

اللہ رسوا کرنے والا ہے کافروں کو ۞ — اور سنا دینا ہے اللہ کی طرف سے — اور

رَسُوْلِهٖٓ اِلَى النَّاسِ يَوْمَ الْحَجِّ الْاَكْبَرِ اَنَّ اللّٰهَ

اس کے رسول کی — لوگوں کو — دن بڑے حج کے ۞ — کہ اللہ

بَرِيْٓءٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۙ وَرَسُوْلُهٗ ۭ فَاِنْ تُبْتُمْ

الگ ہے — مشرکوں سے — اور اس کا رسول — سو اگر تم توبہ کرو

فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ غَيْرُ

تو تمہارے لیے بہتر ہے — اور اگر نہ مانو — تو جان لو — کہ تم ہرگز

مُعْجِزِي اللّٰهِ ۭ وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِعَذَابٍ

نہ تھکا سکو گے اللہ کو — اور خوشخبری سنا دے — کافروں کو — عذاب

اَلِيْمٍ ۝ اِلَّا الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ

دردناک کی ۞ — مگر جن مشرکوں سے تم نے عہد کیا تھا

ثُمَّ لَمْ يَنْقُصُوْكُمْ شَيْـًٔا وَّلَمْ يُظَاهِرُوْا عَلَيْكُمْ

پھر انہوں نے کچھ قصور نہ کیا — تمہارے ساتھ — اور مدد نہ کی — تمہارے مقابلہ میں

اَحَدًا فَاَتِمُّوْٓا اِلَيْهِمْ عَهْدَهُمْ اِلٰى مُدَّتِهِمْ ۭ اِنَّ

کسی کی — سو ان سے پورا کرو ان کا عہد — ان کے وعدہ تک — بے شک

کفار و مشرکین کو چار ماہ کی مہلت ۶ ہجری میں بمقام "حدیبیہ" جب نبی کریم ﷺ اور قریش کے درمیان معاہدہ صلح ہو چکا تو بنی خزاعہ مسلمانوں کے اور بنی بکر قریش کے حلیف بنے۔ بنی بکر نے معاہدہ کی پرواہ نہ کر کے خزاعہ پر حملہ کر دیا اور قریش نے اسلحہ وغیرہ سے ظالم حملہ آوروں کی مدد کی۔ اس طرح قریش اور ان کے حلیف دونوں معاہدہ حدیبیہ پر قائم نہ رہے جس کے جواب میں ۸ ہجری میں نبی کریم ﷺ نے اچانک حملہ کر کے مکہ معظمہ بڑی آسانی سے فتح کر لیا۔ ان قبائل کے علاوہ دوسرے قبائل عرب سے مسلمانوں کا میعادی یا غیر میعادی معاہدہ تھا۔ جن میں سے بعض اپنے معاہدہ پر قائم رہے۔ بہت سے قبائل وہ تھے جن سے کسی قسم کا معاہدہ نہیں ہوا تھا۔ اس سورت کی مختلف آیات مختلف قبائل کے متعلق نازل ہوئی ہیں۔ شروع کی آیات میں غالباً ان مشرکین کا ذکر ہے جن سے معاہدہ تھا مگر میعادی نہ تھا۔ ان کو اطلاع کر دی گئی کہ ہم آئندہ معاہدہ رکھنا نہیں چاہتے۔ چار ماہ کی مہلت تم کو دی جاتی ہے کہ اس مدت کے اندر اسلامی برادری میں شامل ہو جاؤ یا وطن چھوڑ کر مرکز ایمان و توحید کو اپنے وجود سے خالی کر دو اور یا جنگی مقابلہ کے لیے تیار ہو جاؤ لیکن یہ خوب سمجھ لو کہ تم خدا کی مشیت کو روک نہیں سکتے۔ اگر اسلام نہ لائے تو وہ تم کو دنیا و آخرت میں رسوا کرنے والا ہے۔ تم اپنی تدبیروں اور حیلہ بازیوں سے اسے عاجز نہ کر سکو گے۔ باقی جن قبائل سے کوئی معاہدہ ہی نہ تھا ممکن ہے انہیں بھی چار ماہ کی مہلت دی گئی ہو۔ یہ اور اس کے بعد کی آیتوں کا اعلان عام ۹ ہجری میں حج کے موقع پر تمام قبائل عرب کے سامنے حضرت علیؓ نے کیا۔

"حج" کو اکبر اس لیے کہا کہ "عمرہ" حج اصغر ہے اور یوم الحج الاکبر سے دسویں تاریخ "عیدالاضحیٰ" کا دن یا نویں تاریخ "عرفہ" کا دن مراد ہے۔

عہد شکن قبائل کیلئے کھلا اعلان یہ اعلان غالباً ان قبائل کے حق میں تھا جنہوں نے میعادی معاہدہ کیا۔ پھر خود ہی عہد شکنی کی (مثلاً بنی بکر یا قریش وغیرہم) یعنی ایسے لوگوں سے کوئی معاہدہ اب باقی نہیں رہا۔ اگر یہ سب لوگ شرک و کفر سے توبہ کر لیں تو ان کی دنیا و آخرت دونوں سنور جائیں گی۔ نہیں تو خدا کا جو کچھ ارادہ ہے (تطہیر جزیرۃ العرب کا) وہ پورا ہو کر رہے گا۔ کوئی طاقت اور تدبیر اسے مغلوب نہیں کر سکتی اور کافروں کو کفر و بدعہدی کی سزا مل کر رہے گی۔ تنبیہ: ان قبائل کی عہد شکنی اگرچہ فتح مکہ ۸ ہجری سے پہلے ہو چکی تھی، بلکہ اسی کے جواب میں مکہ فتح کیا گیا۔ تاہم ۹ ہجری کے حج کے موقع پر اس کا بھی اعلان عام کرایا گیا تا کہ واضح ہو جائے کہ اس قسم کے جتنے لوگ ہیں ان سے کسی قسم کا معاہدہ باقی نہیں رہا۔

اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِينَ ۝ فَإِذَا انْسَلَخَ الْأَشْهُرُ

اللہ کو پسند ہیں پرہیزگار والے ◆ پھر جب گزر جائیں مہینے

الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِينَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوهُمْ

حرمت کے تو مارو مشرکوں کو جہاں پاؤ

وَخُذُوهُمْ وَاحْصُرُوهُمْ وَاقْعُدُوا لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ ۚ

اور پکڑو اور گھیرو اور بیٹھو ہر جگہ ان کی تاک میں

فَإِنْ تَابُوا وَأَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَآتَوُا الزَّكٰوةَ

پھر اگر وہ توبہ کریں اور قائم رکھیں نماز اور دیا کریں زکوٰۃ

فَخَلُّوا سَبِيلَهُمْ ۚ إِنَّ اللّٰهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝ وَإِنْ

تو چھوڑ دو ان کا راستہ بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے ◆ اور اگر

أَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِينَ اسْتَجَارَكَ فَأَجِرْهُ حَتّٰى

کوئی مشرک تم سے پناہ مانگے تو اسے پناہ دو یہاں تک

يَسْمَعَ كَلٰمَ اللّٰهِ ثُمَّ أَبْلِغْهُ مَأْمَنَهُ ۚ ذٰلِكَ بِأَنَّهُمْ

کہ وہ سنے کلام اللہ کا پھر اسے پہنچا دو اس کی امن کی جگہ یہ اس واسطے کہ وہ لوگ

قَوْمٌ لَّا يَعْلَمُونَ ۝ كَيْفَ يَكُونُ لِلْمُشْرِكِينَ

علم نہیں رکھتے ◆ کیونکر ہووے مشرکوں کے لیے

عَهْدٌ عِنْدَ اللّٰهِ وَعِنْدَ رَسُولِهٖ إِلَّا الَّذِينَ

عہد اللہ کے نزدیک اور اس کے رسول کے نزدیک مگر جن لوگوں سے

۱ یہ استثناء ان قبائل کے لئے ہے جن کا معاہدہ میعادی تھا، پھر وہ اس پر برابر قائم رہے کچھ کوتاہی اپنے عہد میں نہیں کی، نہ بذات خود کوئی کارروائی خلاف عہد کی اور نہ دوسرے بدعہدوں کو مدد پہنچائی (مثلاً بنی ضمرہ و بنی مدلج) ان کے متعلق اعلان کر دیا گیا کہ میعاد معاہدہ منقضی ہونے تک مسلمان بھی برابر معاہدہ کا احترام کریں گے۔ میعاد ختم ہونے کے بعد کوئی جدید معاہدہ نہیں۔ اس وقت ان کے لئے بھی وہی راستہ ہے جو اوروں کے لئے تھا۔

۲ **مہلت کے بعد کفار کے قتل کا حکم** استثناء سے فارغ ہو کر پھر مستثنیٰ منہ کا حکم بیان فرماتے ہیں یعنی ان عہد شکنی کرنے والوں سے اگرچہ اب کوئی معاہدہ باقی نہ رہا اور اس لئے علی الفور جنگ کی جا سکتی ہے تاہم "اشہر حرم" کی رعایت مانع ہے کہ فوراً ان پر حملہ کیا جائے خواہ اس لئے کہ اس وقت تک اشہر حرم میں ابتداءً قتال کرنا ممنوع ہو گا یا مصلحۃً کہ تھوڑی سی بات کے لئے عام لوگوں میں کوئی تشویش پیدا کی جائے کیونکہ ان مہینوں میں قتال کی حرمت ان کے یہاں معروف و مسلم چلی آتی تھی۔ بہرحال ماہ محرم کے ختم تک ان کو مہلت دی گئی کہ جو چاہیں اپنا بندوبست کر لیں۔ اس کے بعد تطہیر جزیرۃ العرب کی خاطر جنگ سے چارہ نہیں۔ جو کچھ برتاؤ جنگ میں ہوتا ہے (مارنا، پکڑنا، گھیرنا، داؤ گھات میں رہنا) سب ہو گا۔ البتہ اگر باظہار کفر سے توبہ کر کے اسلامی برادری میں داخل ہو جائیں جس کی بڑی علامات نماز ادا کرنا اور زکوٰۃ دینا ہے تو پھر مسلمانوں کو ان سے تعرض کرنے اور ان کا راستہ روکنے کی اجازت نہیں۔ رہا باطن کا معاملہ وہ خدا کے سپرد ہے مسلمانوں کا معاملہ اس کے ظاہر کو دیکھ کر ہو گا۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص کلمۂ اسلام پڑھ کر نماز ادا نہ کرے یا زکوٰۃ نہ دے تو مسلمان اس کا راستہ روک سکتے ہیں۔ امام احمدؒ، امام شافعیؒ، امام مالکؒ کے نزدیک اسلامی حکومت کا فرض ہے کہ تارک صلوٰۃ اگر توبہ نہ کرے تو اسے قتل کر دے۔ (امام احمدؒ کے نزدیک ردۃً اور مالکؒ و شافعیؒ کے نزدیک حداً تعزیراً) امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ اسے خوب زد و کوب کرے اور قید میں رکھے حَتّٰى يَمُوتَ أَوْ يَتُوبَ (حتیٰ کہ مر جائے یا توبہ کرے) بہرحال تخلیہ سبیل کسی کے نزدیک نہیں۔ رہے مانعین زکوٰۃ ان کے اموال میں سے حکومت جبراً زکوٰۃ وصول کرے اور اگر وہ لوگ مل کر حکومت سے آمادۂ پیکار ہوں تو راہ راست پر لانے کے لئے جنگ کی جائے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے مانعین زکوٰۃ پر جو جہاد کیا تھا اس کا واقعہ کتب حدیث و تاریخ میں مشہور و معروف ہے۔

۳ **کفار کو پناہ دینے کا حکم** پہلے فرمایا تھا کہ اگر اپنی کفریات سے توبہ کر کے اسلام میں داخل ہو جائیں تو مامون ہیں۔ ممکن تھا کہ کسی شخص کو اصول اسلام سے آگاہی نہ ہو اور وہ تحقیق و رفع شکوک کی غرض سے مسلمانوں کے پاس آنا چاہے۔ اس کی نسبت فرما دیا کہ اپنی پناہ اور حفاظت میں لے کر خدا کا کلام اور اسلام کے حقائق و دلائل سناؤ۔ اگر قبول نہ کرے تو اس کو قتل مت کرو، بلکہ کہیں ٹھکانے پر اس کی جگہ پہنچا دو، جہاں پہنچ کر وہ مامون و مطمئن ہو جائے۔ اس کے بعد وہ سب کافروں کے برابر ہے۔ یہ امن دینے کا حکم اس لئے ہے کہ اسلامی اصول و حقائق سے ان لوگوں کو آگاہی نہیں ہے۔ لہٰذا ان کے سامنے حق خوب طرح واضح کر دینا چاہئے۔ اگر اس کے بعد بھی عناد برتے تو "قَدْ تَبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ" کے بعد دین میں کوئی اکراہ نہیں۔

عٰهَدْتُّمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۚ فَمَا اسْتَقَامُوْا

تم نے عہد کیا تھا — مسجد حرام کے پاس — سو جب تک وہ تم سے سیدھے

لَكُمْ فَاسْتَقِيْمُوْا لَهُمْ ۚ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ ۝٧

رہیں — تم ان سے سیدھے رہو — بے شک اللہ کو پسند ہیں احتیاط والے

كَيْفَ وَاِنْ يَّظْهَرُوْا عَلَيْكُمْ لَا يَرْقُبُوْا فِيْكُمْ

کیونکر صلح رہے — اور اگر وہ تم پر قابو پائیں — تو نہ لحاظ کریں تمہاری

اِلًّا وَّلَا ذِمَّةً ۚ يُرْضُوْنَكُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ وَتَاْبٰى

قرابت کا — اور نہ عہد کا — تم کو راضی کر دیتے ہیں — اپنے منہ کی بات سے — اور ان کے

قُلُوْبُهُمْ ۚ وَاَكْثَرُهُمْ فٰسِقُوْنَ ۝٨ اِشْتَرَوْا بِاٰيٰتِ

دل نہیں مانتے — اور اکثر ان میں بد عہد ہیں ◆ — بیچ ڈالے انہوں نے اللہ کے

اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا فَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِهٖ ۚ اِنَّهُمْ

حکم — تھوڑی قیمت پر — پھر روکا اس کی راہ سے — برے

سَآءَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝٩ لَا يَرْقُبُوْنَ فِيْ

کام ہیں جو وہ کر رہے تھے ◆ — نہیں لحاظ کرتے — کسی

مُؤْمِنٍ اِلًّا وَّلَا ذِمَّةً ۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُعْتَدُوْنَ ۝١٠

مسلمان کے حق میں — قرابت کا اور نہ عہد کا — اور وہی ہیں زیادتی پر ◆

فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ

سو اگر توبہ کریں — اور قائم رکھیں نماز — اور دیتے رہیں زکوٰۃ

بدعہدوں کا معاملہ | پچھلی آیات میں جو براءۃ کا اعلان کیا گیا تھا، یہاں اس کی حکمت بیان فرماتے ہیں۔ یعنی ان مشرکین عرب سے کیا عہد قائم رہ سکتا ہے اور آئندہ کیا صلح ہو سکتی ہے جن کا حال تم مسلمانوں کے ساتھ یہ ہے کہ اگر کسی وقت ذرا قابو تم پر حاصل کر لیں تو ستانے اور نقصان پہنچانے میں نہ قرابت کا مطلق لحاظ کریں اور نہ قول و قرار کا۔ چونکہ اتفاق سے تم پر غلبہ اور قابو حاصل نہیں ہے اس لئے محض زبانی عہد و پیمان کر کے تم کو خوش رکھنا چاہتے ہیں۔ ورنہ ان کے دل ایک منٹ کے لئے بھی اس عہد پر راضی نہیں۔ ہر وقت عہد شکنی کا موقع تلاش کرتے رہتے ہیں۔ چونکہ ان میں اکثر لوگ غدار اور بدعہد ہیں اگر کوئی اکا دکا وفائے عہد کا خیال بھی کرتا ہے تو کثرت کے مقابلہ میں اس کی کچھ پیش نہیں جاتی۔ بہرحال ایسی دغاباز بدعہد قوم سے خدا اور رسول کا کیا عہد ہو سکتا ہے۔ البتہ جن قبائل سے تم بالخصوص مسجد حرام کے پاس معاہدہ کر چکے ہو سو تم انتہا کر کے نہ توڑو۔ جب تک وہ وفاداری کے راستہ پر سیدھے چلیں تم بھی ان سے سیدھے رہو اور بڑی احتیاط رکھو کہ کوئی حقیر سے حقیر بات ایسی نہ ہونے پائے جس سے تمہارا دامن عہد شکنی کی گندگی سے داغدار ہو۔ خدا کو وہی لوگ محبوب ہیں جو پوری احتیاط کرتے ہیں۔ چنانچہ بنو کنانہ وغیرہ نے مسلمانوں سے بدعہدی نہ کی تھی۔ مسلمانوں نے نہایت دیانتداری اور احتیاط کے ساتھ اپنا عہد پورا کیا۔ اعلان براءۃ کے وقت ان کے معاہدہ کی میعاد منقضی ہونے میں نو مہینے باقی تھے۔ ان میں معاہدہ کی کامل پابندی کی گئی۔

یعنی یہ مشرکین وہ لوگ ہیں جنہوں نے دنیا کی تھوڑی سی طمع اور اپنی اغراض و اہواء کی خاطر خدا کے احکام و آیات کو رد کر دیا۔ اس طرح خود بھی خدا کے رستہ پر نہ چلے اور دوسروں کو بھی چلنے سے روکا۔ جو ایسے بدتر ین اور نالائق کاموں میں پھنسے ہوں اور خدا سے نہ ڈریں وہ عہد شکنی کے وبال سے کیا ڈریں گے اور اپنے قول و قرار پر کیا قائم رہیں گے۔

یعنی کچھ تمہارے ہی ساتھ نہیں بلکہ مسلمان نام سے ان کو بیر ہے۔ کوئی مسلمان ہو موقع پانے پر اس کو نقصان پہنچانے کے لئے سب تعلقات قرابت اور قول و قرار اٹھا کر رکھ دیتے ہیں۔ اس بارہ میں ان کی ظلم و زیادتی حد سے بڑھی ہوئی ہے۔

فَإِخْوَانُكُمْ فِي الدِّينِ ۗ وَنُفَصِّلُ الْآيَاتِ لِقَوْمٍ

تو تمہارے بھائی ہیں ◆ حکم شریعت میں ◆ اور ہم کھول کر بیان کرتے ہیں آیتوں کو ◆ جاننے والے

يَعْلَمُونَ ﴿١١﴾ وَإِنْ نَكَثُوا أَيْمَانَهُمْ مِنْ بَعْدِ

لوگوں کے واسطے ◆ اور اگر وہ توڑ دیں ◆ اپنی قسمیں ◆ عہد

عَهْدِهِمْ وَطَعَنُوا فِي دِينِكُمْ فَقَاتِلُوا أَئِمَّةَ

کرنے کے بعد ◆ اور عیب لگائیں ◆ تمہارے دین میں ◆ تو لڑو کفر کے سرداروں سے

الْكُفْرِ ۙ إِنَّهُمْ لَا أَيْمَانَ لَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَنْتَهُونَ ﴿١٢﴾

بے شک ان کی قسمیں کچھ نہیں ◆ تاکہ وہ باز آئیں

أَلَا تُقَاتِلُونَ قَوْمًا نَكَثُوا أَيْمَانَهُمْ وَهَمُّوا

کیا نہیں لڑتے ایسے لوگوں سے ◆ جو توڑ دیں ◆ اپنی قسمیں ◆ اور فکر میں رہے

بِإِخْرَاجِ الرَّسُولِ وَهُمْ بَدَءُوكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ ۚ

کہ رسول کو نکال دیں ◆ اور انہوں نے پہلے چھیڑ کی تم سے

أَتَخْشَوْنَهُمْ ۚ فَاللَّهُ أَحَقُّ أَنْ تَخْشَوْهُ إِنْ كُنْتُمْ

کیا ان سے ڈرتے ہو ◆ سو اللہ کا ڈر چاہئے تم کو زیادہ ◆ اگر تم

مُؤْمِنِينَ ﴿١٣﴾ قَاتِلُوهُمْ يُعَذِّبْهُمُ اللَّهُ بِأَيْدِيكُمْ

ایمان رکھتے ہو ◆ لڑو ان سے ◆ تاکہ عذاب دے اللہ ان کو ◆ تمہارے ہاتھوں

وَيُخْزِهِمْ وَيَنْصُرْكُمْ عَلَيْهِمْ وَيَشْفِ صُدُورَ

اور رسوا کرے ◆ اور تم کو ان پر غالب کرے ◆ اور ٹھنڈے کرے دل

کفار اگر توبہ کرلیں تو تمہارے بھائی ہیں | یعنی اب بھی اگر کفر سے توبہ کرکے احکام دینیہ (نماز زکوٰۃ وغیرہ) پر عمل پیرا ہوں تو نہ صرف یہ کہ آئندہ کے لئے محفوظ و مامون ہو جائیں گے بلکہ اسلامی برادری میں شامل ہو کر ان حقوق کے مستحق ہوں گے۔ جن کے دوسرے مسلمان مستحق ہیں۔ جو کچھ بدعہدیاں اور شرارتیں پہلے کر چکے ہیں سب معاف کر دی جائیں گی۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ "یہ جو فرمایا کہ بھائی ہیں حکم شریعت میں۔ اس سے سمجھ لیں کہ جو شخص قرائن سے معلوم ہو کہ ظاہر میں مسلمان ہے اور دل سے یقین نہیں رکھتا اس کو حکم ظاہری میں مسلمان گنیں مگر معتمد اور دوست نہ بنائیں۔

بدعہد کفار سے قتال | یعنی اگر عہد و پیمان توڑ ڈالا (جیسے بنی بکر نے خلاف عہد خزاعہ پر حملہ کر دیا اور قریش نے حملہ آوروں کی مدد کی) اور کفر سے باز نہ آئے بلکہ دین حق کے متعلق طعنہ زنی اور گستاخانہ عیب جوئی کرتے رہے تو سمجھ لو کہ اس طرح کے لوگ "ائمۃ الکفر" (کفر کے سردار اور امام) ہیں۔ کیونکہ ان کی حرکات دیکھ کر اور باتیں سن کر بہت سے کچے اور بیوقوف پیچھے ہو لیتے ہیں۔ ایسے سرغنوں سے پورا مقابلہ کرو۔ کیونکہ ان کا کوئی قول و قسم اور عہد و پیمان باقی نہیں رہا۔ ممکن ہے تمہارے ہاتھوں سے کچھ سزا پا کر اپنی شرارت و سرکشی سے باز آجائیں۔

قریش نے قسمیں اور معاہدے توڑ دیئے تھے کیونکہ خلاف عہد خزاعہ کے مقابلہ میں بنو بکر کی مدد کی اور ہجرت سے پہلے پیغمبر علیہ السلام کو وطن مقدس (مکہ معظمہ) سے نکالنے کی تجاویز سوچیں۔ اور وہی نکلنے کا سبب بنے۔ "اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِيَ اثْنَيْنِ" الآیہ۔ مکہ میں بے قصور مسلمانوں پر بیٹھے بٹھائے مظالم کی ابتداء کی۔ جب ابوسفیان کا تجارتی قافلہ بچ نکلا از راہ غرور و نخوت بدر کے میدان میں مسلمانوں سے جنگ کی چھیڑ کرنے کے لئے گئے اور "صلح حدیبیہ" کے بعد بھی اپنی جانب سے عہد شکنی کی ابتداء کی کہ مسلمانوں کے حلیف خزاعہ کے مقابلہ پر بنو بکر کی پیٹھ ٹھونکتے رہے اور اسلحہ وغیرہ سے ان کی امداد کرتے رہے۔ آخرکار مسلمان ان سے لڑے اور مکہ معظمہ کو مشرکین کے قبضہ سے پاک کیا۔ اَلَا تُقَاتِلُوْنَ قَوْمًا ...... الخ سے غرض یہ معلوم ہوتی ہے کہ جو کوئی قوم اس طرح کے احوال رکھتی ہو اس سے جنگ کرنے میں مسلمانوں کو کسی وقت کچھ تامل نہیں ہونا چاہئے۔ اگر ان کی طاقت و جمعیت اور ساز و سامان کا خوف ہو تو مومنین کو سب سے بڑھ کر خدا کا خوف ہونا چاہئے۔ خدا کا ڈر جب دل میں آجائے پھر سب ڈر نکل جاتے ہیں۔ ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ بندہ خدا کی نافرمانی سے ڈرے اور اس کے قہر و غضب سے لرزاں و ترساں رہے۔ کیونکہ نفع و ضرر سب اسی کے ہاتھ میں ہے کوئی مخلوق ادنیٰ سے ادنیٰ نفع و ضرر پہنچانے پر بدون اس کی مشیت کے قادر نہیں۔

قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿١٤﴾ وَيُذْهِبْ غَيْظَ قُلُوْبِهِمْ ط

مسلمان لوگوں کے — اور نکالے — ان کے دل کی جلن

وَيَتُوْبُ اللّٰهُ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ ط وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ

اور اللہ توبہ نصیب کرے گا — جس کو چاہے — اور اللہ سب کچھ جاننے والا

حَكِيْمٌ ﴿١٥﴾ اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تُتْرَكُوْا وَلَمَّا يَعْلَمِ

حکمت والا ہے — کیا تم یہ گمان کرتے ہو — کہ چھوٹ جاؤ گے — اور ابھی تک معلوم نہیں

اللّٰهُ الَّذِيْنَ جٰهَدُوْا مِنْكُمْ وَلَمْ يَتَّخِذُوْا مِنْ

کیا اللہ نے تم میں سے ان لوگوں کو جنہوں نے جہاد کیا ہے — اور نہیں پکڑا انہوں نے — ۱۲

دُوْنِ اللّٰهِ وَلَا رَسُوْلِهٖ وَلَا الْمُؤْمِنِيْنَ وَلِيْجَةً ط

اللہ کے — اور اس کے رسول کے — اور مسلمانوں کے کسی کو بھیدی

وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿١٦﴾ ع مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِيْنَ

اور اللہ کو خبر ہے جو تم کرتے ہو — مشرکوں کا کام نہیں

اَنْ يَّعْمُرُوْا مَسٰجِدَ اللّٰهِ شٰهِدِيْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ

کہ آباد کریں — اللہ کی مسجدیں — اور تسلیم کر رہے ہوں — اپنے اوپر

بِالْكُفْرِ ط اُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ ج صلے وَفِي النَّارِ

کفر کو — وہ لوگ خراب گئے ان کے عمل — اور آگ میں

هُمْ خٰلِدُوْنَ ﴿١٧﴾ اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ

وہی رہیں گے ہمیشہ — وہی آباد کرتا ہے — مسجدیں اللہ کی — جو یقین لایا

◆ **مشروعیت جہاد کی حکمت** | اس آیت میں مشروعیت "جہاد" کی اصلی حکمت پر متنبہ فرمایا ہے۔
قرآن کریم میں اقوام ماضیہ کے جو قصے بیان فرمائے ہیں ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ جب کوئی قوم تمرد
شرارت اور انبیاء علیہم السلام کی تکذیب وعداوت میں حد سے بڑھ جاتی تھی تو قدرت کی طرف سے
کوئی تباہ کن آسمانی عذاب ان پر نازل کیا جاتا تھا جس سے ان کے سارے مظالم اور شرارتوں کا دفتر
تہ ہو جاتا تھا۔ فَكُلًّا اَخَذْنَا بِذَنْۢبِهٖ فَمِنْهُمْ مَّنْ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِ حَاصِبًا وَمِنْهُمْ مَّنْ اَخَذَتْهُ
الصَّيْحَةُ وَمِنْهُمْ مَّنْ خَسَفْنَا بِهِ الْاَرْضَ وَمِنْهُمْ مَّنْ اَغْرَقْنَا وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ
وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ (عنکبوت رکوع ۴) کوئی شبہ نہیں کہ عذاب کی یہ اقسام بہت سخت
مہلک اور آئندہ نسلوں کے لئے عبرتناک تھیں لیکن ان صورتوں میں معذبین کو دنیا میں رہ کر اپنی ذلت
ورسوائی کا نظارہ نہیں کرنا پڑتا تھا اور نہ آئندہ کے لئے توبہ ورجوع کا کوئی امکان باقی رہتا تھا۔
مشروعیت جہاد کی اصلی غرض یہ معلوم ہوتی ہے کہ معذبین ومستحقین کو حق تعالیٰ بجائے بلاواسطہ
عذاب دینے کے اپنے مخلص وفادار بندوں کے ہاتھ سے سزا دلوائے۔ ظاہر ہے کہ اس صورت میں
مجرمین کی رسوائی اور تفضیح کی قدر افزائی زیادہ ہے۔ وفادار بندوں کا عزت وغلبہ علانیہ ظاہر ہوتا
ہے۔ ان کے دل یہ دیکھ کر ٹھنڈے ہوتے ہیں کہ جو لوگ کل تک انہیں حقیر وذلیل سمجھ کر ظلم وستم اور
استہزاء وتمسخر کا تختۂ مشق بنائے ہوئے تھے آج خدا کی تائید ونصرت سے انہی کے رحم وکرم یا عدل و
انصاف پر چھوڑ دیئے گئے ہیں۔ کفر و باطل کی شوکت وتمکین کو یکسر زائل کر دیا گیا۔ جتنے بے بس
ضعیف ومظلوم مسلمان کفار کے مظالم کا تختۂ مشق بنے رہنے کی وجہ سے اپنے دل میں گھٹ کر چپ ہو
رہتے تھے جہاد فی سبیل اللہ کے ذریعہ سے ان کے قلوب تسکین پاتے تھے اور آخری بات یہ ہے
کہ خود مجرمین کے حق میں بھی سزا دہی کا یہ طریقہ نسبۃً زیادہ نافع ہے۔ کیونکہ سزا پانے کے بعد بھی
رجوع وتوبہ کا دروازہ کھلا ہوا ہے۔ بہت ممکن ہے کہ حالات سے عبرت حاصل کر کے بہت سے
مجرموں کو توبہ نصیب ہو جائے۔ چنانچہ حضور پرنور ﷺ کے زمانہ میں ایسا ہی ہوا کہ تھوڑے دنوں میں
سارا عرب صدق دل سے دین الٰہی کا حلقہ بگوش بن گیا۔

◆ یعنی ہر ایک کی حالت کو جان کر حکمت کا معاملہ کرتا ہے اور ہر زمانہ میں اس کے مناسب احکام بھیجتا ہے۔

◆ **جہاد کی ایک اور حکمت** | مشروعیت جہاد کی یہاں ایک اور حکمت بیان فرمائی۔ یعنی ایمان اور
بندگی کے زبانی دعوے کرنے والے تو بہت ہیں لیکن امتحان کی کسوٹی پر جب تک کسا نہ جائے کھرا اور
کھوٹا ظاہر نہیں ہوتا۔ جہاد کے ذریعہ سے خدا دیکھنا چاہتا ہے کہ کتنے مسلمان ہیں جو اس کی راہ میں
جان ومال نثار کرنے کو تیار ہیں اور خدا ورسول اور مسلمانوں کے سوا کسی کو اپنا رازدار یا خصوصی دوست
بنانا نہیں چاہتے خواہ وہ ان کا کتنا ہی قریبی رشتہ دار کیوں نہ ہو۔ یہ معیار ہے جس پر مومنین کا ایمان
پرکھا جاتا ہے۔ جب تک عملی جہاد نہ ہو صرف زبانی جمع خرچ سے کامیابی حاصل نہیں ہو سکتی۔ پھر عمل
بھی جو کچھ کیا جائے اس کی خبر خدا کو ہے کہ صدق واخلاص سے کیا یا نمود وریاء سے جیسا عمل ہوگا اُدھر
سے اسی کے موافق پھل ملے گا۔

بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ

اللہ پر — اور آخرت کے دن پر — اور قائم کیا نماز کو — اور دیا زکوٰۃ کو

وَلَمْ يَخْشَ اِلَّا اللّٰهَ فَعَسٰٓى اُولٰٓئِكَ اَنْ يَّكُوْنُوْا

اور نہ ڈرا — سوائے اللہ کے کسی سے — سو امیدوار ہیں وہ لوگ — کہ ہوویں

مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ ﴿۱۸﴾ اَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَآجِّ

ہدایت والوں میں ◆ کیا تم نے کر دیا — حاجیوں کا پانی پلانا

وَعِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ كَمَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ

اور مسجد الحرام کا بسانا — برابر اس کے جو یقین لایا اللہ پر — اور آخرت کے

الْاٰخِرِ وَجٰهَدَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ لَا يَسْتَوٗنَ عِنْدَ

دن پر — اور لڑا — اللہ کی راہ میں — برابر نہیں ہیں — اللہ کے

اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۹﴾ اَلَّذِيْنَ

نزدیک — اور اللہ رستہ نہیں دیتا ظالم لوگوں کو ◆ جو

اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ

ایمان لائے — اور گھر چھوڑ آئے — اور لڑے — اللہ کی راہ میں

بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ۙ اَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ ؕ

اپنے مال اور جان سے — ان کے لیے بڑا درجہ ہے — اللہ کے ہاں

وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ﴿۲۰﴾ يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ

اور وہی مراد کو پہنچنے والے ہیں — خوشخبری دیتا ہے ان کو پروردگار ان کا

مساجد کی آبادی کا مفہوم ◆ پہلے فرمایا تھا کہ مسلمان بدون امتحان کے یونہی نہیں چھوڑے جا سکتے، بلکہ بڑے بڑے عزائم اعمال (مثلاً جہاد وغیرہ) میں ان کی ثابت قدمی دیکھی جائے گی اور یہ کہ تمام دنیا کے تعلقات پر کس طرح خدا اور رسول کی جانب کو ترجیح دیتے ہیں۔ اس رکوع میں یہ بتلایا کہ خدا کی مساجد (عبادت گاہیں) حقیقۃً ایسے ہی اولوالعزم مسلمانوں کے دم سے آباد رہ سکتی ہیں۔ مساجد کی حقیقی آبادی یہ ہے کہ ان میں خدائے واحد کی عبادت اس کی شان کے لائق ہو۔ "ذکر اللہ" کرنے والے کثرت سے موجود ہوں جو بے روک ٹوک خدا کو یاد کریں۔ لغویات و خرافات سے ان پاک مقامات کو محفوظ رکھا جائے۔ یہ مقصد کفار و مشرکین سے کب حاصل ہو سکتا ہے؟ دیکھئے مشرکین مکہ بڑے فخر سے اپنے کو "مسجد حرام" کا متولی اور خادم کہتے تھے۔ مگر ان کی بڑی خدمت گذاری یہ تھی کہ پتھر کی سینکڑوں مورتیاں کعبہ میں رکھ چھوڑی تھیں ان ہی کی نذر و نیاز کرتے اور منتیں مانتے تھے۔ بہت سے لوگ ننگے طواف کرتے تھے، ذکر اللہ کی جگہ سیٹیاں اور تالیاں بجاتے تھے اور خدائے واحد کے سچے پرستاروں کو وہاں تک پہنچنے کی اجازت نہ دیتے تھے۔ لے دے کر ان کی بڑی عبادت یہ تھی کہ حاجیوں کے لئے پانی کی سبیل لگا دی یا حرم شریف میں چراغ جلا دیا، یا کعبہ پر غلاف چڑھا دیا، یا کبھی ضرورت ہوئی تو شکست و ریخت کی مرمت کرا دی۔ مگر یہ اعمال محض بے جان اور بے روح تھے۔ کیونکہ مشرک کو جب خدا کی صحیح معرفت حاصل نہیں تو کسی عمل میں اس کا قبلۂ توجہ اور مرکز اخلاص خدائے وحدہٗ لاشریک لہٗ کی ذات منبع الکمالات نہیں ہو سکتی۔ اسی لئے کافر کا کوئی عمل خدا کے نزدیک زندہ اور معتد بہ عمل نہیں ہے۔ (اسی کو حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ سے تعبیر فرمایا) الغرض کفار و مشرکین جو اپنے حال و قال سے اپنے کفر و شرک پر ہر وقت شہادت دیتے رہتے ہیں اس لائق نہیں کہ ان سے مساجد اللہ خصوصاً مسجد حرام کی حقیقی تعمیر (آبادی) ہو سکے۔ یہ کام صرف ان لوگوں کا ہے جو دل سے خدائے واحد اور آخری دن پر ایمان لا چکے ہیں، جوارح سے نمازوں کی اقامت میں مشغول رہتے ہیں، اموال میں سے باقاعدہ زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور خدا کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے۔ اسی لئے مساجد کی حمایت و تطہیر کی خاطر جہاد کے لئے تیار رہتے ہیں۔ ایسے مومنین جو دل، زبان، ہاتھ پاؤں، مال و دولت، ہر چیز سے خدا کے مطیع و فرمانبردار ہیں ان کا فرض منصبی ہے کہ مساجد کو آباد رکھیں اور تعمیر مساجد کے جھوٹے دعوے رکھنے والے مشرکین کو خواہ اہل قرابت ہی کیوں نہ ہوں وہاں سے نکال باہر کریں کیونکہ ان کے وجود سے مساجد اللہ کی آبادی نہیں بربادی ہے۔

سب سے افضل عمل ایمان باللہ اور جہاد ہے ◆ مشرکین مکہ کو اس پر بڑا فخر و ناز تھا کہ ہم حاجیوں کی خدمت کرتے، انہیں پانی پلاتے، کھانا کپڑا دیتے اور مسجد حرام کی مرمت یا کسوۂ کعبہ یا سبیل وغیرہ کا انتظام کرتے ہیں۔ اگر مسلمان اپنے جہاد و ہجرت وغیرہ پر نازاں ہیں تو ہمارے پاس عبادات کا یہ ذخیرہ موجود ہے۔ ایک زمانہ میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں اسی طرح کی بحث کی تھی۔ بلکہ صحیح مسلم میں ہے کہ ایک دفعہ چند مسلمان آپس میں جھگڑ رہے تھے کوئی کہتا تھا کہ میرے نزدیک اسلام لانے کے بعد حاجیوں کو پانی پلانے سے زیادہ کوئی عبادت نہیں۔ دوسرے نے کہا کہ میرے خیال میں اسلام کے بعد بہترین عمل مسجد حرام کی خدمت ہے (مثلاً جھاڑو دینا یا روشنی وغیرہ کرنا) تیسرا بولا کہ جہاد فی سبیل اللہ تمام عبادات و اعمال سے افضل و اشرف ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو ڈانٹا کہ تم "جمعہ" کے وقت منبر رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھ کر اس طرح بحثیں کرتے ہو، ذرا صبر کرو، جب حضور جمعہ سے فارغ ہو جائیں گے آپ سے یہ چیز دریافت کر لی جائے گی۔ چنانچہ جمعہ کے بعد حضور سے سوال کیا تو یہ آیات نازل ہوئیں اَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَآجِّ وَعِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ یعنی حاجیوں کو پانی پلانا اور مسجد حرام کا ظاہری طور پر بسانا ایمان باللہ اور جہاد فی سبیل اللہ میں سے کسی ایک کے برابر بھی نہیں ہو سکتا (افضل ہونا تو کجا؟) ایمان و جہاد کے ساتھ ایمان باللہ کا ذکر کیا تو اس لئے کیا کہ مشرکین کے فخر و غرور کا جواب بھی ہو جائے کہ تمام عبادات کی روح ایمان باللہ ہے۔ اس روح کے بدون پانی پلانا یا مسجد حرام کی خدمت کرنا محض مردہ عمل ہے۔ تو یہ بے جان اور مردہ عمل ایک زندہ جاوید عمل کی برابری کیسے کر سکتا ہے۔ وَمَا يَسْتَوِي الْاَحْيَآءُ وَلَا الْاَمْوَاتُ (فاطر رکوع ۳) اور اگر صرف مومنین کے اعمال کا باہمی موازنہ کرنا ہے تو ایمان باللہ کا ذکر جہاد فی سبیل اللہ کی تمہید کے طور پر ہوگا۔ اصل مقصود جہاد وغیرہ اہم اعمال کی افضلیت کو بیان فرمانا ہے۔ ایمان کا ذکر کر کے تنبیہ فرما دی کہ جہاد فی سبیل اللہ ہو یا کوئی عمل ایمان کے بغیر ہیچ اور لاشے محض ہے۔ ان عزائم اعمال (جہاد و ہجرت وغیرہ) کا تقوم بھی ایمان باللہ سے ہوتا ہے اور اس نکتہ کو وہ لوگ سمجھتے ہیں جو فہم سلیم رکھتے ہوں۔ ظالمین (بے موقع کام کرنے والوں) کی ان حقائق تک رسائی نہیں ہوتی۔

بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَرِضْوَانٍ وَّجَنّٰتٍ لَّهُمْ فِيْهَا نَعِيْمٌ

اپنی طرف سے مہربانی کی اور رضامندی کی اور باغوں کی کہ جن میں ان کو

مُّقِيْمٌ ﴿۲۱﴾ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗٓ

نعمت ہے دائم ہمیشہ رہا کریں ان میں مدام بے شک اللہ کے پاس

اَجْرٌ عَظِيْمٌ ﴿۲۲﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْٓا

بڑا ثواب ہے ◆ اے ایمان والو مت پکڑو

اٰبَآءَكُمْ وَاِخْوَانَكُمْ اَوْلِيَآءَ اِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ

اپنے باپوں کو اور بھائیوں کو رفیق اگر وہ عزیز رکھیں کفر کو

عَلَى الْاِيْمَانِ ؕ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاُولٰٓئِكَ

ایمان سے اور جو تم میں ان کی رفاقت کرے سو وہی

هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۲۳﴾ قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ

لوگ ہیں گنہگار ◆ تو کہہ دے اگر تمہارے باپ اور بیٹے

وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ

اور بھائی اور عورتیں اور برادری اور مال

اقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَ

جو تم نے کمائے ہیں اور سوداگری جس کے بند ہونے سے تم ڈرتے ہو اور

مَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَ

حویلیاں جن کو پسند کرتے ہو تم کو زیادہ پیاری ہیں اللہ سے اور

ایمان جہاد اور ہجرت کے انعامات یعنی اس کے یہاں ثواب اور درجات کی کیا کمی ہے جس کو جتنا چاہے مرحمت فرمائے۔ پچھلی آیت میں تین چیزوں کا ذکر تھا۔ ایمان، جہاد، ہجرت۔ ان تین پر بشارت بھی تین چیزوں کی دی۔ رحمت، رضوان، خلود فی الجنۃ۔ ابوحیان نے لکھا ہے کہ "رحمت" ایمان پر مرتب ہے۔ ایمان نہ ہو تو آخرت میں خدا کی رحمت و مہربانی سے کوئی حصہ نہیں مل سکتا اور "رضوان" (جو بہت ہی اعلیٰ مقام ہے) جہاد فی سبیل اللہ کا صلہ ہے۔ مجاہد فی سبیل اللہ تمام نفسانی حظوظ و تعلقات ترک کر کے خدا کے راستہ میں جان و مال نثار کرتا اور خدا کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے انتہائی قربانی پیش کرتا ہے۔ لہٰذا اس کا صلہ بھی انتہائی ہونا چاہئے اور وہ حق تعالیٰ شانہ کی رضا کا مقام ہے۔ باقی "ہجرت" تو خدا کے لئے وطن مالوف اور گھر بار چھوڑنے کا نام ہے۔ اس لئے مہاجر کو خوشخبری دی گئی کہ تیرے وطن سے بہتر وطن اور تیرے گھر سے بہتر گھر تجھ کو ملے گا۔ جس میں ہمیشہ اعلیٰ درجہ کی آسائش و راحت سے رہنا ہو گا جس سے ہجرت کرنے کی کبھی نوبت نہ آئے گی۔

پچھلی آیات میں بتلایا تھا کہ جہاد و ہجرت اعظم و افضل ترین اعمال ہیں۔ بسا اوقات ان دونوں اعمال میں خویش و اقارب، کنبہ اور برادری کے تعلقات خلل انداز ہوتے ہیں۔ اس لئے فرما دیا کہ جن لوگوں کو ایمان سے زیادہ کفر عزیز ہے ایک مومن انہیں کیسے عزیز رکھ سکتا ہے۔ مسلمان کی شان نہیں کہ ان سے رفاقت اور دوستی کا دم بھرے حتیٰ کہ یہ تعلقات اس کو جہاد و ہجرت سے مانع ہو جائیں، ایسا کرنے والے اشنا پروری کر کے اپنی جانوں پر ظلم کر رہے ہیں۔

رَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِیْ سَبِیْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰی یَاْتِیَ

اس کے رسول سے — اور لڑنے سے اس کی راہ میں — تو انتظار کرو — یہاں تک کہ بھیجے

اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ؕ وَاللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْفٰسِقِیْنَ ﴿۲۴﴾ ع

اللہ اپنا حکم — اور اللہ رستہ نہیں دیتا — نافرمان لوگوں کو

لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِیْ مَوَاطِنَ كَثِیْرَةٍ ۙ وَّیَوْمَ

مدد کر چکا ہے اللہ تمہاری — بہت میدانوں میں — اور حنین

حُنَیْنٍ ۙ اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ

کے دن — جب خوش ہوئے تم اپنی کثرت پر — پھر وہ کچھ کام نہ آئی

شَیْـًٔا وَّضَاقَتْ عَلَیْكُمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ

تمہارے — اور تنگ ہو گئی تم پر زمین — باوجود اپنی فراخی کے — پھر

وَلَّیْتُمْ مُّدْبِرِیْنَ ﴿۲۵﴾ ثُمَّ اَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِیْنَتَهٗ عَلٰی

ہٹ گئے تم پیٹھ دے کر — پھر اتاری اللہ نے — اپنی طرف سے تسکین — اپنے

رَسُوْلِهٖ وَعَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ وَاَنْزَلَ جُنُوْدًا لَّمْ

رسول پر — اور ایمان والوں پر — اور اتاریں فوجیں — کہ جن کو

تَرَوْهَا وَعَذَّبَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا ؕ وَذٰلِكَ جَزَآءُ

تم نے نہیں دیکھا — اور عذاب دیا کافروں کو — اور یہی سزا ہے

الْكٰفِرِیْنَ ﴿۲۶﴾ ثُمَّ یَتُوْبُ اللّٰهُ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ عَلٰی

منکروں کی — پھر توبہ نصیب کرے گا اللہ — اس کے بعد

مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿٢٧﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ

جس کو چاہے | اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے ◆ | اے ایمان

اٰمَنُوْۤا اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ

والو | مشرک جو ہیں سو پلید ہیں | سو نزدیک نہ آنے پائیں مسجد

الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا ۚ وَاِنْ خِفْتُمْ عَيْلَةً

الحرام کے | اس برس کے بعد ◆ | اور اگر تم ڈرتے ہو | فقر سے

فَسَوْفَ يُغْنِيْكُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖۤ اِنْ شَآءَ ؕ اِنَّ

تو آئندہ غنی کر دے گا تم کو اللہ | اپنے فضل سے | اگر چاہے | بیشک

اللّٰهَ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿٢٨﴾ قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ

اللہ سب کچھ جانتا ہے حکمت والا ہے ◆ | لڑو ان لوگوں سے | جو ایمان نہیں لاتے

بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَلَا يُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ

اللہ پر | اور نہ آخرت کے دن پر | اور نہ حرام جانتے ہیں | اس کو جس کو حرام کیا

اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَلَا يَدِيْنُوْنَ دِيْنَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِيْنَ

اللہ نے | اور اس کے رسول نے | اور نہ قبول کرتے ہیں دین سچا | ان لوگوں میں سے

اُوْتُوا الْكِتٰبَ حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَّهُمْ

جو کہ اہل کتاب ہیں | یہاں تک کہ وہ جزیہ دیں | اپنے ہاتھ سے

صٰغِرُوْنَ ﴿٢٩﴾ ع وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ عُزَيْرُ ابْنُ اللّٰهِ

ذلیل ہو کر ◆ | اور یہود نے کہا | کہ عزیر اللہ کا بیٹا ہے ◆

◆ چنانچہ ہوازن وغیرہ کو اس کے بعد توبہ نصیب ہوئی اور اکثر مسلمان ہو گئے۔

◆ **حدود حرم میں مشرکین کے داخلے کی ممانعت** | جب حق تعالیٰ نے شرک کی قوت کو توڑ کر جزیرۃ العرب کا صدر مقام (مکہ معظمہ) فتح کرا دیا اور قبائل عرب جوق جوق دین اسلام میں داخل ہونے لگے تب ۹ ہجری میں یہ اعلان فرمایا گیا کہ آئندہ کوئی مشرک (یا کافر) مسجد حرام میں داخل نہ ہو بلکہ ان کے نزدیک حدود حرم میں بھی گھسنے نہ پائے۔ کیونکہ ان کے قلوب شرک و کفر کی نجاست سے اس قدر پلید اور گندے ہیں کہ اس سب سے بڑے مقدس مقام اور مرکز توحید و ایمان میں داخل ہونے کے لائق نہیں۔ اس کے بعد کچھ احادیث سے ثابت ہے کہ حضورؐ نے جزیرۃ العرب سے مشرکین اور یہود و نصاریٰ سب کے نکال دینے کا حکم دیا۔ چنانچہ حضورؐ کی آخری وصیت کے موافق حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں یہ حکم پورا نافذ ہوا۔ اب بطور استیطان یا توطن کفار کے وہاں رہنے پر مسلمانوں کو رضامند ہونا جائز نہیں۔ بلکہ تطہیر جزیرۃ العرب بقدر استطاعت ان کا فریضہ ہے۔ ہاں حنفیہ کے نزدیک کوئی کافر مسافرانہ عارضی طور پر امام کی اجازت سے وہاں جا سکتا ہے بشرطیکہ امام اتنی اجازت دینا خلاف مصلحت نہ سمجھے۔ باقی حج و عمرہ کی غرض سے داخل ہونے کی کسی کافر کو اجازت نہیں کما ورد فی الحدیث الا لا یحجن بعد العام مشرک۔

◆ حرم میں مشرکین کی آمد و رفت بند کر دینے سے مسلمانوں کو اندیشہ ہوا کہ تجارت وغیرہ کو بڑا نقصان پہنچے گا۔ اور جو سامان تجارت یہ لوگ لاتے تھے وہ نہیں آئے گا۔ اس لئے تسلی کر دی کہ تم اس سے مت گھبراؤ۔ تم کو غنی کرنا محض اس کی مشیت پر موقوف ہے۔ وہ چاہے گا تو کچھ دیر نہ لگے گی۔ چنانچہ یہی ہوا۔ خدا نے سارا ملک مسلمان کر دیا۔ مختلف بلاد و امصار سے تجارتی سامان آنے لگا۔ بارشیں خوب ہوئیں جس سے پیداوار بڑھ گئی۔ فتوحات و غنائم کے دروازے کھل گئے اہل کتاب وغیرہ سے جزیہ کی رقوم وصول ہونے لگیں۔ غرض مختلف طرح سے حق تعالیٰ نے اسباب غناء جمع کر دیے۔ بیشک خدا کا کوئی حکم حکمت سے خالی نہیں۔

◆ **اہل کتاب پر جزیہ کا حکم** | جب مشرکین کا قصہ پاک ہو گیا اور ملکی فتح زیادہ ہوئی تو حکم ہوا کہ "اہل کتاب" (یہود و نصاریٰ) کی نخوت و شوکت کو توڑو۔ مشرکین کے وجود سے تو ملک عرب کو پاک کر دینا مقصود تھا لیکن یہود و نصاریٰ کے متعلق اس وقت صرف اس قدر پیش نظر تھا کہ وہ اسلام کے مقابلہ میں زور نہ پکڑیں اور اس کی اشاعت و ترقی کے راستہ میں مانع نہ ہوں۔ اس لئے اجازت دی گئی کہ اگر یہ لوگ ذلت رعیت بن کر جزیہ دینا منظور کریں تو جنگ موقوف کر دو پھر حکومت اسلامیہ ان کے جان و مال کی محافظ ہوگی۔ ورنہ ان کا علاج بھی وہی ہے جو مشرکین کا تھا (یعنی جہاد و قتال) کیونکہ یہ بھی اللہ اور یوم آخرت پر جیسا چاہئے ایمان نہیں رکھتے نہ خدا و رسول کے احکام کی کچھ پروا کرتے ہیں۔ رسول کریم ﷺ کی تو کچھ ابھی تعلیم کر رہا ہی حضرت مسیح علیہ السلام کی بھی پیروی نہیں کرتے۔ محض اہواء و آراء کا اتباع کرتے ہیں۔ جو سچا دین پہلے آیا یعنی حضرت مسیح وغیرہ کے زمانہ میں، اور جو اب نبی آخر الزمان ﷺ لے کر آئے کسی کے قائل نہیں۔ بلکہ جیسا کہ عنقریب آتا ہے اسی کوشش میں لگے رہتے ہیں کہ خدا کا روشن کیا ہوا چراغ اپنی پھونکوں سے گل کر دیں۔ ایسے بد باطن نالائقوں کو اگر یوں ہی چھوڑ دیا جائے تو ملک میں فتنہ و فساد اور کفر و شرارت کے شعلے برابر بھڑکتے رہیں گے۔

◆ **حضرت عزیر کی ابنیت کا دعویٰ** | روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت بعض یہود کا یہ عقیدہ تھا کہ حضرت عزیر خدا کے بیٹے ہیں۔ لیکن یہ عقیدہ عام یہود کا نہ تھا اور نہ رہا۔ بعد میں تو بعض علماء نے لکھا ہے کہ اب کوئی یہودی اس عقیدہ کا باقی نہیں رہا۔ اگر عہد نبوی ﷺ میں یہود کا کوئی فرقہ اس کا قائل نہ ہوتا تو ضرور تھا کہ اس وقت یہود قرآن کی حکایت کی تکذیب کرتے۔ جیسا کہ اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ کو سن کر عدی بن حاتم نے اعتراض کیا تھا کہ احبار و رہبان کو رب تو کوئی نہیں مانتا اس کا جواب نبی کریم ﷺ نے دیا جو آگے آتا ہے۔ یہاں ابنیت عزیر کے عقیدہ کو ان کی طرف نسبت کرنا اور ان کا اعتراض و انکار کہیں منقول نہ ہونا اس کی دلیل ہے کہ ضرور اس وقت اس خیال کے لوگ موجود تھے۔ ہاں پیچھے مرور دہور سے بہت سے مذاہب اور فرقے مٹ مٹا گئے۔ وہ بھی نابود ہو گیا ہو تو کچھ مستبعد نہیں۔ ہاں ہم سے ایک نہایت ثقہ بزرگ (حاجی امیر شاہ خاں مرحوم) نے بیان کیا کہ سیاحت فلسطین وغیرہ کے دوران میں مجھے بعض یہود اس خیال کے ملے جن کو اسی عقیدہ کی نسبت سے عزیری کہا جاتا ہے۔ واللہ اعلم۔

وَقَالَتِ النَّصٰرَى الْمَسِيْحُ ابْنُ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ قَوْلُهُمْ

اور نصاریٰ نے کہا کہ مسیح اللہ کا بیٹا ہے یہ باتیں کہتے ہیں

بِاَفْوَاهِهِمْ ۚ يُضَاهِئُوْنَ قَوْلَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ

اپنے منہ سے ریس کرنے لگے اگلے کافروں کی

قَبْلُ ؕ قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ ۚ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ﴿۳۰﴾ اِتَّخَذُوْٓا

بات کی ◆ ہلاک کرے اُن کو اللہ کہاں سے پھرے جاتے ہیں ◆ ٹھہرا لیا

اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ

اپنے عالموں اور درویشوں کو خدا اللہ کو چھوڑ کر ◆

وَالْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ ۚ وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوْٓا

اور مسیح مریم کے بیٹے کو بھی اور ان کو حکم یہی ہوا تھا کہ بندگی کریں

اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ سُبْحٰنَهٗ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۳۱﴾

ایک معبود کی کسی کی بندگی نہیں اس کے سوا وہ پاک ہے ان کے شریک بتلانے سے

يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَيَاْبَى

چاہتے ہیں کہ بجھا دیں روشنی اللہ کی اپنے منہ سے اور اللہ

اللّٰهُ اِلَّآ اَنْ يُّتِمَّ نُوْرَهٗ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۳۲﴾ هُوَ

نہ رہے گا بدون پورا کئے اپنی روشنی کے اور پڑے برا مانیں کافر ◆ اسی نے

الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ

بھیجا اپنے رسول کو ہدایت اور سچا دین دے کر

یعنی "ابنیت" یا "الوہیت" مسیح وغیرہ کا عقیدہ پرانے مشرکین کے عقیدہ کے مشابہ ہے۔ بلکہ ان ہی کی تقلید میں یہ اختیار کیا ہے۔ جیسا کہ سورۂ مائدہ کے فوائد میں ہم نقل کر چکے ہیں۔

یعنی خدا ان کو غارت کرے توحید کی صاف اور تیز روشنی پہنچنے کے بعد کدھر اندھیرے میں چلے جا رہے ہیں۔

اہل کتاب کے علماء ومشائخ کا حال ان کے علماء ومشائخ جو کچھ اپنی طرف سے مسئلہ بنا دیتے خواہ حلال کو حرام یا حرام کو حلال کہہ دیتے اسی کو سند سمجھتے کہ بس خدا کے ہاں ہم کو چھٹکارا ہو گیا۔ کتب سماویہ سے کچھ سروکار نہ رکھا تھا، محض احبار و رہبان کے احکام پر چلتے تھے۔ اور ان کا یہ حال تھا کہ جہاں تھوڑا سا مال یا جاہی فائدہ دیکھا اور حکم شریعت کو بدل ڈالا جیسا کہ دو تین آیتوں کے بعد مذکور ہے پس جو منصب خدا کا تھا (یعنی حلال و حرام کی تشریع) وہ علماء ومشائخ کو دے دیا گیا تھا۔ اس لحاظ سے فرمایا کہ انہوں نے عالموں اور درویشوں کو خدا ٹھہرا لیا نبی کریم ﷺ نے عدی ابن حاتم کے اعتراض کا جواب دیتے ہوئے اسی طرح کی تشریح فرمائی ہے اور حضرت حذیفہ سے بھی ایسا ہی منقول ہے۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں "عالم کا قول عوام کو سند ہے جب تک وہ شرع سے سمجھ کر کہے۔ جب معلوم ہو کہ خود اپنی طرف سے کہا، یا طمع وغیرہ سے کہا پھر سند نہیں۔"

اسلام کے غلبہ کا وعدہ یعنی توحید خالص اور اسلام کا آفتاب جب چمک اٹھا پھر یہ ردی باتیں اور مشرکانہ دعاوی کہاں فروغ پا سکتے ہیں یہ کوشش کر کے بے حقیقت اور بے معنی باتیں بنا کر اور فضول بحث وجدل کر کے نور حق کو مدھم کر دیں، ایسی ہے کہ کوئی بے وقوف منہ سے پھونکیں مار کر چاند یا سورج کی روشنی کو بجھانا اور ماند کرنا چاہے۔ یاد رکھو خواہ یہ کتنے ہی جلیں مگر خدا تو اسلام کو پوری طرح پھیلا کر رہے گا۔

لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ۙ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ﴿۳۳﴾

تاکہ اس کو غالب کر دے | ہر دین پر | اور پڑے ناخوش ہوں مشرک ◆

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ الْاَحْبَارِ وَ

اے ایمان والو | بہت سے عالم | اور

الرُّهْبَانِ لَيَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَ

درویش | اہل کتاب کے کھاتے ہیں | مال لوگوں کے | ناحق | اور

يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۗ وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ

روکتے ہیں | اللہ کی راہ سے ◆ | اور جو لوگ گاڑ کر رکھتے ہیں

الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۙ

سونا | اور چاندی | اور اس کو خرچ نہیں کرتے | اللہ کی راہ میں

فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿۳۴﴾ يَّوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا

سو ان کو خوشخبری سنا دے عذاب دردناک کی ◆ | جس دن کہ آگ دہکائیں گے اس مال پر

فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَ جُنُوْبُهُمْ

دوزخ کی | پھر داغیں گے اس سے | اُن کے ماتھے | اور کروٹیں

وَظُهُوْرُهُمْ ۭ هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا

اور پیٹھیں | (کہا جائے گا) یہ ہے جو تم نے گاڑ کر رکھا تھا | اپنے واسطے | اب مزہ چکھو

مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ ﴿۳۵﴾ اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ

اپنے گاڑنے کا ◆ | مہینوں کی گنتی | اللہ کے

◆ اسلام کا غلبہ باقی ادیان پر معقولیت اور حجت و دلیل کے اعتبار سے، یہ تو ہر زمانہ میں بحمد اللہ نمایاں طور پر حاصل رہا ہے۔ باقی حکومت و سلطنت کے اعتبار سے وہ اس وقت حاصل ہوا ہے اور ہوگا جبکہ مسلمان اصول اسلام کے پوری طرح پابند اور ایمان و تقویٰ کی راہوں میں مضبوط اور جہاد فی سبیل اللہ میں ثابت قدم رہے ہیں یا آئندہ رہیں گے۔ اور دین حق کا ایسا غلبہ کہ باطل ادیان کو مغلوب کر کے بالکل صفحۂ ہستی سے محو کر دے، یہ نزول مسیح علیہ السلام کے بعد قیامت کے قریب ہونے والا ہے۔

◆ **اہل کتاب کے علماء کی بے دینی** | یعنی یہ حد ہو گئی کہ احکام شریعہ اور اخبار الٰہیہ کو بدل ڈالتے ہیں۔ ادھر عوام الناس نے انہیں جیسے پہلے گذرا خدائی کا مرتبہ دے رکھا ہے جو کچھ غلط سلط کہہ دیں وہی ان کے نزدیک حجت ہے۔ اس طرح یہ علماء و مشائخ نذرانے وصول کرنے، رشوتیں کھانے اور اپنی سیادت و ریاست قائم رکھنے کے لئے عوام کو مکر و فریب کے جال میں پھنسا کر راہ حق سے روکتے رہتے ہیں کیونکہ عوام اگر ان کے جال سے نکل جائیں اور دین حق اختیار کر لیں تو ساری آمدنی بند ہو جائے۔ یہ حال مسلمانوں کو سنایا تاکہ متنبہ ہو جائیں کہ امتوں کی خرابی اور تباہی کا بڑا سبب تین جماعتوں کا خراب و بے راہ ہونا اور اپنے فرائض کو چھوڑ دینا ہے۔ علماء، مشائخ اور اغنیاء و رؤساء۔ اس میں سے دو کا ذکر تو ہو چکا۔ تیسری جماعت (رؤساء) کا آگے آتا ہے۔ ابن المبارکؒ نے خوب فرمایا وَهَلْ أَفْسَدَ الدِّينَ إِلَّا الْمُلُوكُ وَأَحْبَارُ سُوْءٍ وَرُهْبَانُهَا۔

◆ جو لوگ دولت اکٹھی کریں خواہ حلال طریقہ سے ہو مگر خدا کے راستہ میں خرچ نہ کریں (مثلاً زکوٰۃ نہ دیں اور حقوق واجبہ نہ نکالیں) ان کی یہ سزا ہے تو اسی سے ان احبار و رہبان کا انجام معلوم کر لو جو حق کو چھپا کر یا بدل کر روپیہ بٹورتے ہیں۔ اور ریاست قائم رکھنے کی حرص میں عوام کو خدا کے راستہ سے روکتے پھرتے ہیں۔ بہرحال دولت وہ اچھی ہے جو آخرت میں وبال نہ بنے۔

◆ **بخیل دولت مندوں کا انجام** | بخیل دولت مند سے جب خدا کے راستہ میں خرچ کرنے کو کہا جائے تو اس کی پیشانی پر بل پڑ جاتے ہیں۔ زیادہ کہو تو اعراض کر کے ادھر سے پہلو بدل لیتا ہے۔ اگر اس پر بھی جان نہ بچے تو پیٹھ پھیر کر چل دیتا ہے۔ اس لئے سونا چاندی تپا کر ان ہی تین موقعوں (پیشانی، پہلو، پیٹھ) پر داغ لگائے جائیں گے تاکہ اس کے جمع کرنے اور گاڑنے کا مزہ چکھ لے۔

اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ يَوْمَ خَلَقَ

نزدیک بارہ مہینے ہیں اللہ کے حکم میں جس دن اس نے پیدا کئے تھے

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ مِنْهَآ اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ۭ ذٰلِكَ

آسمان اور زمین ان میں چار مہینے ہیں ادب کے یہی ہے

الدِّيْنُ الْقَيِّمُ ڏ فَلَا تَظْلِمُوْا فِيْهِنَّ اَنْفُسَكُمْ

سیدھا دین ◆ سو ان میں ظلم مت کرو اپنے اوپر

وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِيْنَ كَاۗفَّةً كَمَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ

اور لڑو سب مشرکوں سے ہر حال میں جیسے وہ لڑتے ہیں تم

كَاۗفَّةً ۭ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ ۝٣٦ اِنَّمَا

سب سے ہر حال میں اور جان لو کہ اللہ ساتھ ہے ڈر والوں کے ◆ یہ

النَّسِيْۗءُ زِيَادَةٌ فِي الْكُفْرِ يُضَلُّ بِهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا

جو مہینہ ہٹا دینا ہے سو بڑھائی ہوئی بات ہے کفر کے عہد میں گمراہی میں پڑتے ہیں اس سے کافر

يُحِلُّوْنَهٗ عَامًا وَّيُحَرِّمُوْنَهٗ عَامًا لِّيُوَاطِـُٔـوْا عِدَّةَ مَا

حلال کر لیتے ہیں اس مہینہ کو ایک برس اور حرام رکھتے ہیں دوسرے برس تاکہ پوری کر لیں گنتی ان مہینوں کی

حَرَّمَ اللّٰهُ فَيُحِلُّوْا مَا حَرَّمَ اللّٰهُ ۭ زُيِّنَ لَهُمْ سُوْۗءُ

جو اللہ نے ادب کے لئے رکھے ہیں پھر حلال کر لیتے ہیں جو مہینہ کہ اللہ نے حرام کیا بھلے کر دیئے گئے ان کی نظر میں ان کے

اَعْمَالِهِمْ ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ۝٣٧ ع

برے کام اور اللہ راستہ نہیں دیتا کافر لوگوں کو ◆

◆ **اشہر حرم اور نسئی کی رسم** میرے نزدیک اوپر سے سلسلہ مضمون کا یہ ہے کہ گذشتہ رکوع میں مشرکین کے بعد اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) سے جہاد کرنے کا حکم دیا۔ پھر رکوع حاضر کے شروع میں بتلایا کہ ان کے عقائد اور طور طریق بھی مشرکین سے ملتے جلتے ہیں۔ ان کا عزیر و مسیح کو خدا کا بیٹا کہنا ایسا ہی ہے جیسے مشرکین "ملائکۃ اللہ" کو خدا کی بیٹیاں کہتے تھے بلکہ نصاریٰ میں "ابنیت مسیح" کا عقیدہ مشرکین کی تقلید سے آیا ہے۔ وہ بتوں کو خدائی کا درجہ دیتے ہیں انہوں نے مسیح اور روح القدس کو خدا ٹھہرا لیا۔ پھر جیسے خدا کی کتاب کے احبار و رہبان کے احکام کو شریعت الٰہیہ کا بدل تجویز کر لیا یعنی احبار و رہبان رشوتیں لے کر اور حرام کھا کر جس چیز کو حلال یا حرام کر دیتے احکام الٰہی کی جگہ ان ہی کو قبول کر لیا جاتا ان کا یہ طریقہ ٹھیک مشرکین کے طریقہ سے مشابہ ہے۔ ان کے سرگروہ بھی جس چیز کو چاہتے حلال یا حرام ٹھہرا کر خدا کی طرف نسبت کر دیتے تھے جس کا ذکر "سورۂ انعام" میں مفصل گذر چکا اور یہاں بھی اس کی ایک مثال بیان کی جاتی ہے۔ عرب میں قدیم سے معمول چلا آتا تھا کہ سال کے بارہ مہینوں میں سے چار مہینے "اشہر حرم" (خاص ادب و احترام کے مہینے) ہیں ذوالقعدہ، ذوالحجہ، محرم، رجب ان میں خونریزی اور جدال و قتال قطعاً بند کر دیا جاتا تھا۔ حج و عمرہ اور تجارتی کاروبار کے لیے امن و امان کے ساتھ آزادی سے سفر کر سکتے تھے۔ کوئی شخص ان ایام میں اپنے باپ کے قاتل سے بھی تعرض نہ کرتا تھا۔ بلکہ بعض علماء نے لکھا ہے کہ اصل ملت ابراہیمی میں یہ چار ماہ "اشہر حرم" قرار دیے گئے تھے۔ اسلام سے ایک مدت پہلے جب عرب کی وحشت و جہالت حد سے بڑھ گئی اور باہمی جدال و قتال میں بعض قبائل کی درندگی اور انتقام کا جذبہ کسی آسمانی یا اخلاقی قانون کا پابند نہ رہا تو "نسئی" کی رسم نکالی یعنی جب کسی زور آور قبیلہ کا ارادہ ماہ محرم میں جنگ کرنے کا ہوا تو ایک سردار نے اعلان کر دیا کہ اس سال ہم نے محرم کو اشہر حرم سے نکال کر اس کی جگہ صفر کو حرام کر دیا۔ پھر اگلے سال کہہ دیا کہ اس مرتبہ حسب دستور قدیم محرم حرام اور صفر حلال رہے گا۔ اس طرح ایک سال میں چار مہینوں کی گنتی تو پوری کر لیتے تھے لیکن ان کی تعیین میں حسب خواہش ردوبدل کرتے رہتے تھے۔ ابن کثیر کی تحقیق کے موافق "نسئی" (مہینہ کے پیچھے کرنے) کی رسم صرف محرم و صفر میں برتی گئی۔ اور اس کی وہی صورت تھی جو اوپر مذکور ہوئی۔ امام مغازی محمد بن اسحاق نے لکھا ہے کہ پہلا شخص جس نے یہ رسم جاری کی "قلمّس" کنانی تھا۔ پھر اس کی اولاد میں وراثتاً یونہی ہوتا چلا آیا۔ آخر میں اسی کی نسل سے "ابوثمامہ جنادہ بن عوف کنانی" کا معمول تھا کہ ہر سال موسم حج میں اعلان کیا کرتا کہ اس سال محرم "اشہر حرم" میں داخل رہے گا یا صفر۔ اسی طرح تحریم و تحلیل میں سے ہر مہینہ کی حلال یا حرام کیا جاتا تھا اور عام طور پر لوگ اس کو قبول کر لیتے تھے۔ گویا عہد جاہلیت میں کافروں کے کفر و گمراہی کو بڑھانے والی ایک چیز یہ بھی تھی کہ خدا کے حلال یا حرام کیے ہوئے مہینے کو بدل ڈالنے کا حق کنانہ کے ایک سردار کو سونپ دیا گیا تھا۔ ٹھیک اسی طرح یہود و نصاریٰ کا حال تھا کہ انہوں نے تحلیل و تحریم کی باگ صالح اور غرض پرست احبار و رہبان کے ہاتھ میں دے دی تھی۔ دونوں جماعتوں کی مشابہت ظاہر کرنے کے لیے "نسئی" کی رسم کا یہاں ذکر کیا گیا اور اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ ... الخ اس کے لیے بطور تمہید ہے۔ یعنی آج سے نہیں جب سے آسمان و زمین پیدا کیے خدا کے نزدیک بہت سے احکام شرعیہ جاری کرنے کے لیے سال کے بارہ مہینے رکھے گئے ہیں جن میں سے چار اشہر حرم (ادب کے مہینے) ہیں جن میں گناہ و ظلم سے بچنے کا خصوصیت سے اہتمام کرنا چاہیے۔ یہی سیدھا دین (ابراہیم علیہ السلام کا) ہے۔

◆ **اشہر حرم میں جہاد کا مسئلہ** حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ اس آیت سے نکلتا ہے کہ کافروں سے لڑنا ہمیشہ روا ہے (چنانچہ "غزوۂ تبوک" جس کا آگے ذکر آتا ہے ماہ رجب میں ہوا) اور آپس میں ظلم کرنا ہمیشہ گناہ ہے۔ ان مہینوں میں زیادہ۔ اکثر علماء کی رائے یہی ہے۔ لیکن بہتر ہے کہ اگر کوئی کافر ان مہینوں کا ادب کرے تو ہم بھی آپ سے لڑائی کی ابتداء نہ کریں۔

◆ یعنی بُرے کام کو اچھا سمجھتے ہیں۔ جب سمجھ الٹ جائے تو بھلائی کا رستہ کہاں ملے۔ اس آیت میں جو رسم کی طرف اشارہ فرمایا ہے اس کی تفصیل گذشتہ آیت کے فوائد زیر آیت ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ گذر چکی (تنبیہ) بعض اقوام جو اپنے مہینوں کا حساب درست رکھنے کے لیے ایک مہینہ ہر تیسرے سال بڑھا دیتے ہیں وہ "نسئی" میں داخل نہیں۔ اور بعض اکابر سلف سے جو "نسئی" کے تحت میں یہ منقول ہے کہ عرب جاہلیت میں بعض مہینوں کے عدد بدل ڈالتے تھے مثلاً بارہ کے چودہ مہینے بنا لیے، یا حساب میں ایسی گڑبڑ کی کہ حج ذوالقعدہ وغیرہ میں کیا گیا حتیٰ کہ ۹ ہجری میں ابوبکر رضی اللہ عنہ کا حج بھی ان کے حساب سے ذوالقعدہ میں ہوا اور حدیث ان الزمان قد استدار کھیئتہ الخ کی تقریر بھی اسی اصول کے موافق کی گئی۔ ان سب چیزوں پر حافظ ابن کثیر نے تعقب کیا ہے من شاء فلیراجعہ۔ یہاں اس پر مفصل بحث کی گنجائش نہیں۔ اگر مستقل تفسیر قرآن لکھنے کی توفیق ہوئی جیسا کہ ارادہ ہے تو وہاں مفصل کلام کیا جائے گا۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَا لَكُمْ اِذَا قِيْلَ لَكُمُ

اے ایمان والو | تم کو کیا ہوا | جب تم سے کہا جاتا ہے

انْفِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اثَّاقَلْتُمْ اِلَى الْاَرْضِ ؕ

کہ کوچ کرو | اللہ کی راہ میں | تو گرے جاتے ہو | زمین پر

اَرَضِيْتُمْ بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا مِنَ الْاٰخِرَةِ ۚ فَمَا مَتَاعُ

کیا خوش ہو گئے | دنیا کی زندگی پر | آخرت کو چھوڑ کر | سو کچھ نہیں نفع اٹھانا

الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا قَلِيْلٌ ﴿۳۸﴾ اِلَّا تَنْفِرُوْا

دنیا کی زندگی کا | آخرت کے مقابلہ میں | مگر بہت تھوڑا ◆ | اگر تم نہ نکلو گے

يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ۙ وَّيَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ

تو دے گا تم کو عذاب دردناک | اور بدلے میں لائے گا اور لوگ | تمہارے سوا

وَلَا تَضُرُّوْهُ شَيْـًٔا ۭ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۳۹﴾

اور کچھ نہ بگاڑ سکو گے تم اس کا | اور اللہ سب چیز پر قادر ہے ◆

اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ

اگر تم نہ مدد کرو گے رسول کی | تو اس کی مدد کی ہے اللہ نے | جس وقت اس کو نکالا تھا

كَفَرُوْا ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ

کافروں نے | کہ وہ دوسرا تھا دو میں کا | جب وہ دونوں تھے غار میں | جب وہ کہنے لگا

لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا ۚ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ

اپنے رفیق سے | تو غم نہ کھا | بے شک اللہ ہمارے ساتھ ہے | پھر اللہ نے اتاری

◆ **غزوۂ تبوک کیلئے جہاد کی تاکید** | یہاں سے غزوۂ تبوک کے لئے مومنین کو ابھارا گیا ہے گذشتہ رکوع سے پہلے رکوع میں قَاتِلُوا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ -- الخ سے اہل کتاب کے مقابلہ میں جہاد کرنے کی ترغیب دی گئی تھی۔ درمیان میں جو ذیلی مضامین آ گئے ان کا ربط موقع بموقع ظاہر ہوتا رہا ہے گویا وہ سب رکوع حاضر کی تمہید تھی۔ اور رکوع حاضر غزوۂ تبوک کے بیان کی تمہید ہے۔ فتح مکہ و غزوۂ حنین کے بعد ۹ ہجری میں نبی کریم ﷺ کو معلوم ہوا کہ شام کا نصرانی بادشاہ (ملک غسان) قیصر روم کی مدد سے مدینہ پر چڑھائی کرنے والا ہے۔ حضورؐ نے مناسب سمجھا کہ ہم خود سرحد شام پر اقدام کر کے اسکا جواب دیں۔ اس کے لئے آپؐ نے عام طور پر مسلمانوں کو حکم دیا کہ جہاد کے لیے تیار ہو جائیں گرمی سخت تھی۔ قحط سالی کا زمانہ تھا۔ کھجور کی فصل پک رہی تھی، سایہ خوشگوار تھا۔ پھر اس قدر بعید مسافت طے کر کے جانا اور نہ صرف ملک غسان بلکہ قیصر روم کی باقاعدہ اور سر و سامان سے آراستہ افواج سے عہدہ برآ ہونا کوئی کھیل تماشہ نہ تھا۔ ایسی مہم میں مومنین مخلصین کے سوا کس کا حوصلہ تھا کہ جانبازانہ قدم اٹھا سکتا۔ چنانچہ منافقین جھوٹے حیلے بہانے تراش کر کے رکنے لگے۔ بعض مسلمان بھی ایسے سخت وقت میں اس طویل و صعب سفر سے گھبرا رہے تھے۔ جن میں بہت سے تو آخر کار ساتھ ہو لئے اور گنے چنے آدمی رہ گئے۔ جن کو کسل و تقاعد نے اس شرف عظیم کی شرکت سے محروم رکھا۔ نبی کریم ﷺ تقریباً تیس ہزار سرفروش مجاہدین کا لشکر جرار لے کر حدود شام کی طرف روانہ ہو گئے اور مقام تبوک میں ڈیرے ڈال دیئے۔ ادھر قیصر روم کے نام نامہ مبارک لکھا جس میں اسلام کی طرف دعوت دی گئی تھی۔ حضورؐ کی صداقت اس کے دل میں گھر کر گئی۔ مگر قوم نے موافقت نہ کی۔ اس لئے قبول اسلام سے محروم رہا۔ شام والوں کو جب حضورؐ کے ارادے کی اطلاع ہوئی قیصر روم سے ظاہر کیا۔ اس نے مدد کی اُن لوگوں نے اطاعت کی مگر اسلام نہ لائے۔ تھوڑی مدت کے بعد حضورؐ کی وفات ہوئی اور فاروق اعظمؓ کے عہد خلافت میں تمام ملک شام فتح ہوا۔ جب حضور ﷺ تبوک سے غالب و منصور واپس تشریف لائے اور خدا نے بڑی بڑی سلطنتوں پر اسلام کی دھاک بٹھا دی تو منافقین مدینہ بہت فضیحت ہوئے۔ نیز چند سچے مسلمان جو محض سستی اور کسل کی بنا پر رہ گئے تھے بیحد نادم و متحسر تھے۔ اس رکوع کے شروع سے بہت دور تک انہی واقعات کا ذکر ہے مگر زیادہ منافقین کی حرکات بیان ہوئی ہیں کہیں کہیں مسلمانوں کو خطاب اور ان کے احوال سے تعرض کیا گیا ہے۔ آیت حاضرہ میں مسلمانوں کو بڑی شدت سے جہاد کی طرف ابھارا اور بتلایا ہے کہ تھوڑے سے عیش و آرام میں پھنس کر جہاد کو چھوڑنا گویا بلندی سے پستی کی طرف گر جانے کا مرادف ہے۔ مومن صادق کی نظر میں دنیا کے عیش و آرام بھی آخرت کے مقابلہ میں کوئی وقعت نہ ہونی چاہیے۔

حدیث میں ہے کہ اگر خدا کے نزدیک دنیا کی وقعت پرِ پشہ کے برابر ہوتی تو کسی کافر کو ایک گھونٹ پانی کا نہ دیتا۔

◆ یعنی خدا کا کام تم پر موقوف نہیں۔ تم اگر سستی کرو گے وہ اپنی قدرت کاملہ سے کسی دوسری قوم کو دین حق کی خدمت کے لئے کھڑا کر دے گا۔ تم اس سعادت سے محروم ہو گے جو تمہارے ہی نقصان کا موجب ہے۔

منت منہ کہ خدمت سلطاں ہمی کنی

منت شناس ازو کہ بخدمت گزاشتت

سَكِينَتَهُ عَلَيْهِ وَأَيَّدَهُ بِجُنُودٍ لَّمْ تَرَوْهَا وَ

اپنی طرف سے اس پر تسکین — اور اس کی مدد کو وہ فوجیں بھیجیں — کہ تم نے نہیں دیکھیں — اور

جَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِينَ كَفَرُوا السُّفْلَىٰ ۗ وَكَلِمَةُ

نیچی ڈالی بات کافروں کی — اور اللہ کی

اللَّهِ هِيَ الْعُلْيَا ۗ وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ۝ انفِرُوا

بات ہی اونچی ہے — اور اللہ زبردست ہے حکمت والا ◆ — نکلو

خِفَافًا وَثِقَالًا وَجَاهِدُوا بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنفُسِكُمْ

ہلکے — اور بوجھل ◆ — اور لڑو — اپنے مال سے — اور جان سے

فِي سَبِيلِ اللَّهِ ۚ ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُمْ

اللہ کی راہ میں — یہ بہتر ہے تمہارے حق میں — اگر تم کو

تَعْلَمُونَ ۝ لَوْ كَانَ عَرَضًا قَرِيبًا وَسَفَرًا قَاصِدًا

سمجھ ہے ◆ — اگر مال ہوتا نزدیک — اور سفر ہلکا

لَّاتَّبَعُوكَ وَلَٰكِن بَعُدَتْ عَلَيْهِمُ الشُّقَّةُ ۚ

تو وہ لوگ ضرور تیرے ساتھ ہو لیتے — لیکن کٹھن نظر آئی ان کو مسافت ◆

وَسَيَحْلِفُونَ بِاللَّهِ لَوِ اسْتَطَعْنَا لَخَرَجْنَا مَعَكُمْ

اور اب قسمیں کھائیں گے اللہ کی — کہ اگر ہم سے ہو سکتا — تو ہم ضرور چلتے تمہارے ساتھ

يُهْلِكُونَ أَنفُسَهُمْ وَاللَّهُ يَعْلَمُ إِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ ۝ ع

وبال میں ڈالتے ہیں اپنی جانوں کو — اور اللہ جانتا ہے — کہ وہ جھوٹے ہیں ◆

عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ ۚ لِمَ اَذِنْتَ لَهُمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ

معاف کیا تجھ کو اللہ نے — کیوں رخصت دے دی تو نے ان کو — یہاں تک کہ ظاہر ہو جائے

لَكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَتَعْلَمَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿۴۳﴾ لَا

تجھ پر سچ کہنے والے — اور جان لیتا تو جھوٹوں کو — نہیں

يَسْتَاْذِنُكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ

رخصت مانگتے تجھ سے — وہ لوگ جو ایمان لاتے ہیں اللہ پر — اور آخرت کے دن پر

اَنْ يُّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ۗ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ

اس سے کہ لڑیں — اپنے مال اور جان سے — اور اللہ خوب جانتا ہے

بِالْمُتَّقِيْنَ ﴿۴۴﴾ اِنَّمَا يَسْتَاْذِنُكَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ

ڈر والوں کو — رخصت وہی مانگتے ہیں تجھ سے — جو نہیں ایمان لاتے

بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَارْتَابَتْ قُلُوْبُهُمْ فَهُمْ

اللہ پر — اور آخرت کے دن پر — اور شک میں پڑے ہیں دل ان کے — سو وہ

فِيْ رَيْبِهِمْ يَتَرَدَّدُوْنَ ﴿۴۵﴾ وَلَوْ اَرَادُوا الْخُرُوْجَ

اپنے شک ہی میں بھٹک رہے ہیں — اور اگر وہ چاہتے نکلنا

لَاَعَدُّوْا لَهٗ عُدَّةً وَّلٰكِنْ كَرِهَ اللّٰهُ انْۢبِعَاثَهُمْ

تو ضرور تیار کرتے کچھ سامان اس کا — لیکن پسند نہ کیا اللہ نے — ان کا اٹھنا

فَثَبَّطَهُمْ وَقِيْلَ اقْعُدُوْا مَعَ الْقٰعِدِيْنَ ﴿۴۶﴾ لَوْ

سو روک دیا ان کو — اور حکم ہوا — کہ بیٹھے رہو — ساتھ بیٹھنے والوں کے — اگر

◆ **منافقین کو آنحضرت ﷺ کی اجازت** | منافقین جھوٹے عذر کر کے جب مدینہ میں ٹھہرے رہنے کی اجازت طلب کرتے تو آپ اپنے کریمانہ اخلاق سے اغماض کر کے اور یہ سمجھ کر کہ ان کے ساتھ چلنے میں فساد کے سوا کوئی بہتری نہیں اجازت دے دیتے تھے۔ اس کو فرمایا کہ اگر آپ اجازت نہ دیتے تو زیادہ بہتر ہوتا۔ کیونکہ اس وقت ظاہر ہو جاتا کہ انہوں نے اپنے نہ جانے کو کچھ آپ کی اجازت پر موقوف نہیں رکھا ہے جانے کی توفیق تو انہیں کسی حال نہ ہوتی۔ البتہ آپ کے روبرو ان کا جھوٹ کھل جاتا۔ یہ اجازت دینا کوئی گناہ نہ تھا مجتہد نے جو مصالح حاضرہ کے اعتبار سے زیادہ موزوں ہو، اس خلاف اولیٰ صورت کے ترک کی ہدایت خطاب "عفا اللہ عنک" سے شروع کیا۔ عفو کو لازم ضروری نہیں کہ کسی گناہ کے مقابلہ میں ہو۔ بعض محققین نے "عفا اللہ عنک" اس جملہ کو صدر کلام میں محض دعا و تعظیم کے طور پر لیا ہے جیسا عرب کے محاورات میں شائع تھا مگر سلف سے وہی منقول ہے جو ہم نے پہلے بیان کیا۔ اور "لم اذنت لہم" اس کی تائید کرتا ہے۔ واللہ اعلم۔

◆ **جہاد سے منہ پھیرنے والے مومن نہیں ہیں** | یعنی جن کے دلوں میں ایمان و تقویٰ کا نور ہے ان کی یہ شان نہیں کہ جہاد سے الگ رہنے کی اس طرح بیہودہ عذر کر کے اجازت حاصل کریں۔ ان کا رنگ تو وہ ہے جو اسی پارہ کے آخر میں بیان ہوا ہے۔ "تولوا واعینہم تفیض من الدمع حزنا الا یجدوا ما ینفقون" یعنی بے سروسامانی وغیرہ کے عذر سے اگر جہاد فی سبیل اللہ کے شرف سے محروم رہ جاتے ہیں تو اس فضیلت کے فوت ہونے پر ان کی آنکھیں اشکبار ہوتی ہیں۔ بے حیائی کر جہاد سے علیحدہ رہنے کی اجازت لینا انہی کا شیوہ ہے جن کو خدا کے وعدوں پر یقین نہیں نہ آخرت کی زندگی کو سمجھتے ہیں۔ حق تعالیٰ نے اسلام و مسلمین کے غالب و منصور ہونے کی جو خبریں دی ہیں ان کے متعلق ہمیشہ شک و شبہ میں گرفتار رہتے ہیں۔

◆ **منافقین کی حالت** | ان کا ارادہ ہی گھر سے نکلنے کا نہیں۔ ورنہ اس کا کچھ تو سامان کرتے جو حکم جہاد سنتے ہی جھوٹے عذر لے دوڑے۔ واقعہ یہ ہے کہ خدا نے ان کی شرکت کو پسند ہی نہیں کیا۔ یہ جاتے تو وہاں فتنے اٹھاتے۔ نہ جانے کی صورت میں انہیں یہ چونک ہونے کا کہ مومنین خدا کے فضل سے ایک تنکے برابر بے ایمانوں کی پروا نہیں۔ اسی لئے خدا نے صفوف مجاہدین میں شامل ہونے سے روک دیا اس طرح کہ ان کا وبال انہی کے سر پر رہے۔ گویا ان کو تکوینا کہہ دیا گیا کہ جاؤ عورتوں بچوں اور اپاہج آدمیوں کے ساتھ گھر میں گھس کر بیٹھے رہو۔ اور پیغمبر علیہ السلام نے ان کے اعذار کاذبہ کے جواب میں جو گھر بیٹھ رہنے کی اجازت دے دی یہ بھی ایک طرف خدا ہی کا فرمانا ہے۔ اس لئے تکوینا کی قید بھی ضروری نہیں۔

خَرَجُوا فِيكُم مَّا زَادُوكُمْ إِلَّا خَبَالًا وَلَأَوْضَعُوا

نکلتے تم میں — تو کچھ نہ بڑھاتے تمہارے لیے — مگر خرابی — اور گھوڑے

خِلَالَكُمْ يَبْغُونَكُمُ الْفِتْنَةَ ۚ وَفِيكُمْ سَمَّاعُونَ

دوڑاتے تمہارے اندر — بگاڑ کروانے کی تلاش میں ◆ — اور تم میں بعضے جاسوس ہیں

لَهُمْ ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِالظَّالِمِينَ ﴿٤٧﴾ لَقَدِ ابْتَغَوُا

اُن کے — اور اللہ خوب جانتا ہے ظالموں کو ◆ — وہ تلاش کرتے رہے ہیں

الْفِتْنَةَ مِن قَبْلُ وَقَلَّبُوا لَكَ الْأُمُورَ حَتَّىٰ جَاءَ

بگاڑ کی — پہلے سے — اور الٹتے رہے ہیں تیرے کام — یہاں تک کہ آ پہنچا

الْحَقُّ وَظَهَرَ أَمْرُ اللَّهِ وَهُمْ كَارِهُونَ ﴿٤٨﴾ وَمِنْهُم

سچا وعدہ — اور غالب ہوا حکم اللہ کا — اور وہ ناخوش ہی رہے ◆ — اور بعضے ان میں

مَّن يَقُولُ ائْذَن لِّي وَلَا تَفْتِنِّي ۚ أَلَا فِي الْفِتْنَةِ

کہتے ہیں — مجھ کو رخصت دے — اور گمراہی میں نہ ڈال — سنتا ہے — وہ تو گمراہی میں

سَقَطُوا ۗ وَإِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيطَةٌ بِالْكَافِرِينَ ﴿٤٩﴾ إِن

پڑ چکے ہیں — اور بے شک دوزخ — گھیر رہی ہے کافروں کو ◆ — اگر

تُصِبْكَ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ ۖ وَإِن تُصِبْكَ مُصِيبَةٌ

تجھ کو پہنچتی ہے کوئی خوبی — تو وہ بری لگتی ہے ان کو — اور اگر پہنچے کوئی سختی

يَقُولُوا قَدْ أَخَذْنَا أَمْرَنَا مِن قَبْلُ وَيَتَوَلَّوا

تو کہتے ہیں — ہم نے تو سنبھال لیا تھا اپنا کام — پہلے ہی — اور پھر کر جائیں

◆ یعنی اگر تمہارے ساتھ نکلتے تو اپنے جبن و نامردی کی وجہ سے دوسروں کی ہمتیں بھی پست کر دیتے اور چغلی میں لگا بجھا کر مسلمانوں میں تفریق ڈالنے کی کوشش کرتے اور جھوٹی خبریں اڑا کر ان کو دشمنوں سے ہیبت زدہ کرنا چاہتے۔ غرض ان کے وجود سے بھلائی میں تو کوئی اضافہ نہ ہوتا، ہاں برائی بڑھ جاتی اور فتنہ انگیزی کا ڈر رہتا۔ ان ہی وجوہ سے خدا نے ان کو جانے کی توفیق نہ دی۔

◆ یعنی اب بھی ان کے جاسوس یا بعض ایسے سادہ لوح افراد تم میں موجود ہیں جو ان کی بات سنتے اور تھوڑا بہت متاثر ہو جاتے ہیں (ابن کثیر) گو دنیا فتنہ و فساد برپا نہیں کر سکتے جو ان شریروں کے وجود سے ہو سکتا تھا۔ بہر کیف اس حیثیت سے ایسوں کا ہمراہ جانا مفید ہے کہ وہ بچشم خود مسلمانوں کی اولوالعزمی، بے خوفی وغیرہ دیکھ کر ان سے نقل کریں گے تو ان کے اوپر بھی مسلمانوں کی ہیبت قائم ہوگی۔

◆ جس وقت حضور مدینہ تشریف لائے، یہود اور منافقین مدینہ آپ کے خلاف طرح طرح کی فتنہ انگیزیاں کرتے رہے اور اسلام کی روز افزوں ترقیات کا گلا گھونٹنے کے لئے بہت تدبیریں الٹ پھیر کیں۔ مگر بدر میں جب کفر و شرک کے بڑے بڑے سرغنے سرنگوں کر گئے اور حیرت انگیز طریقہ پر اسلام کا غلبہ ظاہر ہوا تو عبداللہ بن ابی اور اس کے ساتھیوں نے کہا هٰذا امرٌ قد توجه کہ یہ چیز تو اب رکنے والی معلوم نہیں ہوتی چنانچہ بہت سے لوگ خوف کھا کر محض زبان سے کلمہ اسلام پڑھنے لگے مگر چونکہ دل میں کفر چھپا ہوا تھا اس لئے جوں جوں اسلام و مسلمین کی کامیابی اور غلبہ دیکھتے، دل ہی دل میں جلتے اور غیظ کھاتے تھے۔ غرض ان کی فتنہ پردازی اور مکاری کوئی نئی چیز نہیں۔ شروع سے ان کا یہی وتیرہ رہا ہے۔ جنگ احد میں یہ لوگ اپنی جماعت کو لے کر راستہ سے لوٹ آئے تھے۔ مگر آخر دیکھ لیا کہ حق کس طرح غالب ہو کر رہتا ہے اور باطل کیسے ذلیل و رسوا کیا جاتا ہے۔

◆ ایک بڑے منافق جد بن قیس نے کہا کہ حضرت مجھ کو ساتھ نہ لے جائیے۔ روم کی عورتیں بہت حسین ہوتی ہیں میں انہیں دیکھ کر دل قابو میں نہ رکھ سکوں گا۔ تو مجھے وہاں بھیج کر گمراہی میں نہ ڈالئے۔ فرمایا کہ یہ لفظ کہہ کر اور اپنے جبن و تمرد پر بھولی پن کا پردہ ڈال کر وہ گمراہی کے گڑھے میں گر چکا۔ اور آگے چل کر کفر و نفاق کی بدولت دوزخ کے گڑھے میں گرنے والا ہے۔ بعض نے آیت کو عام منافقین کے حق میں رکھا ہے اور لَا تَفْتِنِّیْ کا مطلب یہ لیا ہے کہ ہم کو ساتھ لے جا کر اموال وغیرہ کے نقصان میں مبتلا نہ کیجئے اس کا جواب اَلَا فِی الْفِتْنَةِ سَقَطُوْا سے دیا۔

وَّهُمْ فَرِحُوْنَ ۝ قُلْ لَّنْ يُّصِيْبَنَآ اِلَّا مَا كَتَبَ

خوشیاں کرتے ◆ تو کہہ دے ہم کو ہرگز نہ پہنچے گا مگر وہی جو لکھ دیا

اللّٰهُ لَنَا ۚ هُوَ مَوْلٰىنَا ۚ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ

اللہ نے ہمارے لیے وہی ہے کارساز ہمارا اور اللہ ہی پر چاہیے کہ بھروسہ

الْمُؤْمِنُوْنَ ۝ قُلْ هَلْ تَرَبَّصُوْنَ بِنَآ اِلَّآ اِحْدَى

کریں مسلمان تو کہہ دے تم کیا امید کرو گے ہمارے حق میں مگر دو

الْحُسْنَيَيْنِ ۭ وَنَحْنُ نَتَرَبَّصُ بِكُمْ اَنْ يُّصِيْبَكُمُ اللّٰهُ

خوبیوں میں سے ایک کی اور ہم امیدوار ہیں تمہارے حق میں کہ ڈالے تم پر اللہ

بِعَذَابٍ مِّنْ عِنْدِهٖٓ اَوْ بِاَيْدِيْنَا ڮ فَتَرَبَّصُوْٓا

کوئی عذاب اپنے پاس سے یا ہمارے ہاتھوں سو منتظر رہو

اِنَّا مَعَكُمْ مُّتَرَبِّصُوْنَ ۝ قُلْ اَنْفِقُوْا طَوْعًا اَوْ

ہم بھی تمہارے ساتھ منتظر ہیں ◆ کہہ دے کہ مال خرچ کرو خوشی سے یا

كَرْهًا لَّنْ يُّتَقَبَّلَ مِنْكُمْ ۭ اِنَّكُمْ كُنْتُمْ قَوْمًا

ناخوشی سے ہرگز قبول نہ ہوگا تم سے بے شک تم

فٰسِقِيْنَ ۝ وَمَا مَنَعَهُمْ اَنْ تُقْبَلَ مِنْهُمْ نَفَقٰتُهُمْ

نافرمان لوگ ہو ◆ اور موقوف نہیں ہوا قبول ہونا ان کے خرچ کا

اِلَّآ اَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَبِرَسُوْلِهٖ وَلَا يَاْتُوْنَ

مگر اسی بات پر کہ وہ منکر ہوئے اللہ سے اور اس کے رسول سے اور نہیں آتے

منافقین کی عادت تھی۔ جب مسلمانوں کو فتح و کامیابی نصیب ہوتی تو جلتے اور کڑھتے تھے۔ اور اگر کبھی کوئی سختی کی بات پیش آ گئی مثلاً کچھ مسلمان شہید یا مجروح ہو گئے تو فخریہ کہتے کہ ہم نے از راہ دور اندیشی پہلے ہی اپنے بچاؤ کا انتظام کر لیا تھا۔ ہم کہتے تھے کہ یہی حشر ہونے والا ہے چنانچہ ان کے ساتھ گئے ہی نہیں۔ غرض ڈینگیں مارتے ہوئے اور خوشی سے بغلیں بجاتے ہوئے اپنی مجلسوں سے گھروں کو واپس جاتے ہیں۔

منافقین کو جواب | یعنی سختی یا نرمی جو جس وقت کے لئے مقدر ہے وہ ٹل نہیں سکتی۔ نہ دنیا میں اس سے چارہ ہے۔ مگر ہم چونکہ ظاہر و باطن سے خدا کو اپنا حقیقی مولا اور پروردگار سمجھتے ہیں چنانچہ ہماری گردنیں اس کے فیصلے اور حکم کے سامنے پست ہیں۔ کوئی سختی اس کی فرمانبرداری سے باز نہیں رکھ سکتی۔ اور اسی پر ہم کو بھروسہ ہے کہ وہ عارضی سختی کو آخرت میں یقیناً اور بسا اوقات دنیا میں بھی راحت و خوشی سے تبدیل کر دے گا۔ اندریں صورت تم ہماری نسبت دو بھلائیوں میں سے کسی ایک کی ضرور امید رکھتے ہو۔ اگر خدا کے راستہ میں مارے گئے تو شہادت و جنت، اور واپس آئے تو اجر یا غنیمت ضرور مل کر رہے گی۔ جیسا کہ حدیث صحیح میں حق تعالیٰ نے مجاہد کی نسبت ان چیزوں کا تکفل فرمایا ہے۔ برخلاف اس کے تمہاری نسبت ہم منتظر ہیں کہ دو برائیوں میں سے ایک برائی ضرور پہنچ کر رہے گی۔ یا نفاق و شرارت کی بدولت بلاواسطہ قدرت کی طرف سے کوئی عذاب تم پر مسلط ہوگا، یا ہمارے ہاتھوں سے خدا تم کو سخت سزا دلوائے گا جو رسوا کر کے تمہارے نفاق کا پردہ فاش کر دے گی۔ بہرحال تم اور ہم دونوں کو ایک دوسرے کا انجام دیکھنے کے لئے منتظر رہنا چاہئے۔ آخر معلوم ہو جائے گا کہ دونوں میں زیادہ انجام بیں اور دور اندیش کون تھا۔

منافقین کے نفقات قبول نہیں | جد بن قیس نے رومی عورتوں کے فتنہ کا بہانہ کر کے یہ بھی کہا تھا کہ حضرت میں بذات خود نہیں جا سکتا۔ لیکن مالی اعانت کر سکتا ہوں۔ اس کا جواب دیا کہ بے اعتقاد کا مال قبول نہیں خواہ خوشی سے خرچ کرے یا ناخوشی سے۔ یعنی خوشی سے خدا کے راستہ میں خرچ کرنے کی ان کو توفیق کہاں ہو گی وَلَا يُنْفِقُوْنَ اِلَّا وَهُمْ كٰرِهُوْنَ تاہم اگر بالفرض خوشی سے بھی خرچ کریں تو خدا قبول نہ کرے گا۔ اس کا سبب اگلی آیت میں بتایا ہے۔

الصَّلٰوةَ اِلَّا وَهُمْ كُسَالٰى وَلَا يُنْفِقُوْنَ اِلَّا وَهُمْ

نماز کو — مگر ہارے جی سے — اور خرچ نہیں کرتے — مگر

كٰرِهُوْنَ ۝٥٤ فَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَلَاۤ اَوْلَادُهُمْ ؕ

ناخوشی سے ◆ — سو تو تعجب نہ کر — ان کے مال — اور اولاد سے

اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ بِهَا فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا

یہی چاہتا ہے اللہ — کہ ان کو عذاب میں رکھے ان چیزوں کی وجہ سے — دنیا کی زندگی میں

وَتَزْهَقَ اَنْفُسُهُمْ وَهُمْ كٰفِرُوْنَ ۝٥٥ وَيَحْلِفُوْنَ

اور نکلے ان کی جان — اور وہ اس وقت تک کافر ہی رہیں ◆ — اور قسمیں کھاتے ہیں

بِاللّٰهِ اِنَّهُمْ لَمِنْكُمْ ؕ وَمَا هُمْ مِّنْكُمْ وَلٰكِنَّهُمْ

اللہ کی — کہ وہ بے شک تم میں ہیں — اور وہ تم میں نہیں — ولیکن وہ

قَوْمٌ يَّفْرَقُوْنَ ۝٥٦ لَوْ يَجِدُوْنَ مَلْجَاً اَوْ مَغٰرٰتٍ

لوگ ڈرتے ہیں تم سے — اگر وہ پاویں کوئی پناہ کی جگہ — یا غار

اَوْ مُدَّخَلًا لَّوَلَّوْا اِلَيْهِ وَهُمْ يَجْمَحُوْنَ ۝٥٧ وَمِنْهُمْ

یا سر گھسانے کو جگہ — تو الٹے بھاگیں اسی طرف رسیاں تڑاتے ◆ — اور بعضے ان میں

مَّنْ يَّلْمِزُكَ فِى الصَّدَقٰتِ ۚ فَاِنْ اُعْطُوْا مِنْهَا

وہ ہیں کہ تجھ کو طعن دیتے ہیں — زکوٰۃ بانٹنے میں — سو اگر ان کو ملے — اس میں سے

رَضُوْا وَاِنْ لَّمْ يُعْطَوْا مِنْهَآ اِذَا هُمْ يَسْخَطُوْنَ ۝٥٨

تو راضی ہوں — اور اگر نہ ملے — تو جبھی وہ ناخوش ہو جاتے ہیں ◆

عدم قبول کا اصلی سبب تو ان کا کفر ہے جیسا کہ ہم پہلے متعدد مواقع میں اشارہ کر چکے کہ کافر کا ہر عمل مردہ اور بے جان ہوتا ہے۔ باقی نماز میں ہارے جی سے آنا یا برے دل سے خرچ کرنا یہ سب کفر کے ظاہری آثار ہیں۔

کفار کی ظاہری خوشحالی کی وجہ | شبہ گذر سکتا تھا کہ جب یہ ایسے مردود ہیں تو ان کو مال و اولاد وغیرہ نعمتوں سے کیوں نوازا گیا ہے اس کا جواب دیا کہ یہ نعمتیں ان کے حق میں عذاب ہیں جس طرح ایک لذیذ اور خوشگوار غذا تندرست آدمی کی صحت و قوت کو بڑھاتی ہے اور فاسد الاخلاط مریض کو ہلاکت سے قریب تر کر دیتی ہے۔ یہی حال ان دنیوی نعمتوں (مال و اولاد وغیرہ) کا سمجھو ایک کافر کے حق میں یہ چیزیں سوء مزاج کی وجہ سے عذاب جاں ہیں۔ چونکہ کفار دنیا کی حرص و محبت میں غرق ہوتے ہیں اس لئے اول ان کے جمع کرنے میں بڑی کلفت اٹھاتے ہیں۔ پھر ذرا نقصان یا صدمہ پہنچ گیا تو جس قدر محبت ان چیزوں سے ہے اسی قدر غم سوار ہوتا ہے اور کوئی وقت اس کے فکر و اندیشہ اور مادہ پرستی سے خالی نہیں جاتا۔ پھر جب موت ان محبوب چیزوں سے جدا کرتی ہے اس وقت کے صدمے اور حسرت کا تو اندازہ کرنا مشکل ہے۔ غرض دنیا کے عاشق اور حریص کو کسی وقت حقیقی سکون اور اطمینان میسر نہیں۔ چنانچہ یورپ و امریکہ وغیرہ کے بڑے بڑے سرمایہ داروں کے اقوال اس پر شاہد ہیں۔ باقی مومنین جو دولت اور اولاد کو معبود اور زندگی کا اصلی نصب العین نہیں سمجھتے چونکہ ان کے دل میں حب دنیا کا مرض نہیں ہوتا اس لئے یہی چیزیں ان کے حق میں رحمت اور دین کی اعانت کا ذریعہ بنتی ہیں۔ اس کے علاوہ اکثر کفار کثرت مال و اولاد پر مغرور ہو کر کفر و طغیان میں اور زیادہ شدید ہو جاتے ہیں جو اس کا سبب بنتا ہے کہ آخر دم تک کافر ہی رہیں۔ نیز منافقین مدینہ جن کے حق میں یہ آیات نازل ہوئیں ان کا حال یہ تھا کہ باول ناخواستہ جہاد وغیرہ کے مواقع پر ریا و نفاق سے مال خرچ کرتے تھے اور ان کی اولاد میں بعض لوگ مخلص مسلمان ہو کر نبی کریم ﷺ کے ہمراہ جہاد میں شریک ہوتے تھے، یہ دونوں چیزیں منافقین کے منشائے قلبی کے بالکلیہ خلاف تھیں۔ اس طرح اموال و اولاد ان کے لئے دنیا میں عذاب بن گئے تھے۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں "یعنی یہ تعجب نہ کرے کہ بے دین کو اللہ نے نعمت کیوں دی۔ بے دین کے حق میں اولاد اور مال وبال ہے کہ ان کے پیچھے دل پریشان رہے اور ان کی فکر سے چھوٹنے نہ پائے مرتے دم تک۔ نہ توبہ کرے یا نیکی اختیار کرے۔"

منافقین کے نفاق کی وجہ | یعنی محض اس خوف سے کہ کفر ظاہر کریں تو کفار کا سا معاملہ ان کے ساتھ بھی ہونے لگے گا، قسمیں کھاتے ہیں کہ ہم تو تمہاری ہی جماعت (مسلمین) میں شامل ہیں۔ حالانکہ یہ بالکل غلط ہے اگر آج ان کو کوئی پناہ کی جگہ مل جائے یا کسی غار میں چھپ کر زندگی بسر کر سکیں یا کم از کم زمین میں سر گھسانے کی جگہ ہاتھ آ جائے، غرض حکومت اسلامی کا خوف نہ رہے تو سب دم سے چھوڑ کر بے تحاشا اسی طرف بھاگنے لگیں۔ چونکہ نہ اسلامی حکومت کے مقابلہ کی طاقت ہے نہ کوئی پناہ کی جگہ ملتی ہے اس لئے قسمیں کھا کھا کر جھوٹی باتیں بناتے ہیں۔

آنحضرت ﷺ پر منافقین کا طعن | بعض منافقین اور بعض اعراب (بدو) صدقات و غنائم کی تقسیم کے وقت دنیوی حرص اور خود غرضی کی راہ سے حضورؐ کی نسبت زبان طعن کھولتے تھے کہ تقسیم میں انصاف کا پہلو ملحوظ نہیں رکھا گیا۔ مگر یہ اعتراض اسی وقت تک تھا جب تک ان کی خواہش کے موافق صدقات وغیرہ میں سے حصہ نہ دیا جائے۔ اگر انہیں خوب جی بھر کر خواہش و حرص کے موافق دے دیا گیا تو خوش ہو جاتے اور کچھ اعتراض نہیں رہتا تھا گویا ہر طرح مال و دولت کو قبلہ مقصود ٹھہرا رکھا تھا۔ آگے بتلاتے ہیں کہ ایک سچے مومن کا مطمح نظر یہ نہیں ہونا چاہئے۔

وَلَوْ اَنَّهُمْ رَضُوْا مَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ ۙ

اور کیا اچھا ہوتا اگر وہ راضی ہوتے — اس پر جو دیا ان کو اللہ نے — اور اس کے رسول نے

وَقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ سَيُؤْتِيْنَا اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ

اور کہتے — کافی ہے ہم کو اللہ — وہ دے گا ہم کو — اپنے فضل سے

وَرَسُوْلُهٗٓ ۙ اِنَّآ اِلَى اللّٰهِ رٰغِبُوْنَ ﴿۵۹﴾ اِنَّمَا

اور اس کا رسول — ہم کو تو اللہ ہی چاہیئے ◆ — زکوٰۃ

الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا

جو ہے — سو وہ حق ہے مفلسوں کا — اور محتاجوں کا — اور زکوٰۃ کے کام پر جانے والوں کا

وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغٰرِمِيْنَ وَ

اور جن کا دل پرچانا منظور ہے — اور گردنوں کے چھڑانے میں — اور جو — تاوان بھریں — اور

فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ؕ فَرِيْضَةً مِّنَ

اللہ کے رستہ میں — اور راہ کے مسافر کو — ٹھہرایا ہوا ہے

اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۶۰﴾ وَمِنْهُمُ الَّذِيْنَ

اللہ کا — اور اللہ سب کچھ جاننے والا حکمت والا ہے ◆ — اور بعضے ان میں

يُؤْذُوْنَ النَّبِيَّ وَيَقُوْلُوْنَ هُوَ اُذُنٌ ؕ قُلْ اُذُنُ

جو بدگوئی کرتے ہیں نبی کی — اور کہتے ہیں کہ یہ شخص تو کان ہے — تو کہہ — کان ہے

خَيْرٍ لَّكُمْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَيُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ

تمہارے بھلے کے واسطے — یقین رکھتا ہے اللہ پر — اور یقین کرتا ہے — مسلمانوں کی بات کا

یعنی بہترین طریقہ یہ ہے کہ جو کچھ خدا پیغمبر کے ہاتھ سے دلوائے اس پر آدمی راضی و قانع ہو اور صرف خدا پر توکل کرے اور سمجھے کہ وہ چاہے گا تو آئندہ اپنے فضل سے بہت کچھ مرحمت فرمائے گا۔ غرض دنیا کی متاع فانی کو نصب العین نہ بنائے۔ صرف خداوند رب العزت کے قرب و رضا کا طالب ہو اور جو ظاہری و باطنی دولت خدا اور رسول کی سرکار سے ملے اسی پر مسرور و مطمئن ہو۔

زکوٰۃ کے مصارف چونکہ تقسیم صدقات کے معاملہ میں پیغمبر پر طعن کیا گیا تھا، اس لئے متنبہ فرماتے ہیں کہ صدقات کی تقسیم کا طریقہ خدا کا مقرر کیا ہوا ہے۔ اس نے صدقات وغیرہ کے مصارف متعین فرما کر فہرست نبی کریم ﷺ کے ہاتھ میں دے دی ہے آپؐ اسی کے موافق تقسیم کرتے ہیں اور کریں گے کسی کی خواہش کے تابع نہیں ہو سکتے۔ حدیث میں آپؐ نے فرمایا "خدا نے صدقات (زکوٰۃ) کی تقسیم کو نبی یا غیر نبی کسی کی مرضی پر نہیں چھوڑا بلکہ بذات خود اس کے مصارف متعین کر دیئے ہیں۔ جو آٹھ ہیں۔" "فقراء" (جن کے پاس کچھ نہ ہو) "مساکین" (جن کو بقدر حاجت میسر نہ ہو) "عاملین" (جو اسلامی حکومت کی طرف سے تحصیل صدقات وغیرہ کے کاموں پر مامور ہوں) "مؤلفۃ القلوب" (جن کے اسلام لانے کی امید ہو یا اسلام میں کمزور ہوں وغیرہ ذٰلک من الانواع۔ اکثر علماء کے نزدیک حضورؐ کی وفات کے بعد یہ مد نہیں رہی) "رقاب" (یعنی غلاموں کا بدل کتابت ادا کر کے آزادی دلائی جائے۔ یا خرید کر آزاد کئے جائیں۔ یا اسیروں کا فدیہ دے کر رہا کرائے جائیں) "غارمین" (جن پر کوئی حادثہ پڑا اور مقروض ہو گئے یا کسی کی ضمانت وغیرہ کے بار میں دب گئے) "سبیل اللہ" (جہاد وغیرہ میں جانے والوں کی اعانت کی جائے) "ابن السبیل" (مسافر جو حالت سفر میں مالک نصاب نہ ہو گو مکان پر دولت رکھتا ہو) "حنفیہ" کے یہاں تملیک ہر صورت میں ضروری ہے اور فقر شرط ہے۔ تفصیل فقہ میں ملاحظہ کی جائے۔

وَرَحْمَةٌ لِّلَّذِينَ آمَنُوا مِنكُمْ ۚ وَالَّذِينَ

اور رحمت ہے ایمان والوں کے حق میں تم میں سے اور جو لوگ

يُؤْذُونَ رَسُولَ اللَّهِ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿٦١﴾

بدگوئی کرتے ہیں اللہ کے رسول کی اُن کے لیے عذاب ہے دردناک ◆

يَحْلِفُونَ بِاللَّهِ لَكُمْ لِيُرْضُوكُمْ وَاللَّهُ وَرَسُولُهُ

قسمیں کھاتے ہیں اللہ کی تمہارے آگے تاکہ تم کو راضی کریں اور اللہ کو اور اس کے رسول کو

أَحَقُّ أَن يُرْضُوهُ إِن كَانُوا مُؤْمِنِينَ ﴿٦٢﴾ أَلَمْ

بہت ضرور ہے راضی کرنا اگر وہ ایمان رکھتے ہیں ◆ کیا وہ

يَعْلَمُوا أَنَّهُ مَن يُحَادِدِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَأَنَّ

جان نہیں چکے کہ جو کوئی مقابلہ کرے اللہ سے اور اس کے رسول سے تو

لَهُ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدًا فِيهَا ۚ ذَٰلِكَ الْخِزْيُ

اس کے واسطے ہے دوزخ کی آگ سدا رہے اس میں یہی ہے بڑی

الْعَظِيمُ ﴿٦٣﴾ يَحْذَرُ الْمُنَافِقُونَ أَن تُنَزَّلَ عَلَيْهِمْ

رسوائی ◆ ڈرا کرتے ہیں منافق اس بات سے کہ نازل ہو مسلمانوں پر

سُورَةٌ تُنَبِّئُهُم بِمَا فِي قُلُوبِهِمْ ۚ قُلِ اسْتَهْزِئُوا

ایسی سورت کہ جتا دے ان کو جو ان کے دل میں ہے تو کہہ دے ٹھٹھے کرتے رہو

إِنَّ اللَّهَ مُخْرِجٌ مَّا تَحْذَرُونَ ﴿٦٤﴾ وَلَئِن سَأَلْتَهُمْ

اللہ کھول کر رہے گا اس چیز کو جس کا تم کو ڈر ہے ◆ اور اگر تو ان سے پوچھے

◆ ١ **آنحضرت ﷺ کیلئے منافقین کی بدگوئی** | منافقین آپس میں بیٹھ کر اسلام کے متعلق بدگوئی کرتے۔ جب کوئی کہتا کہ ہماری یہ باتیں پیغمبر علیہ السلام تک پہنچ گئیں تو کہتے کیا پروا ہے۔ ان کے سامنے جھوٹی تاویلیں کر کے اپنی برأت کا یقین دلا دیں گے کیونکہ وہ تو کان ہی کان ہیں جو کچھ سنیں فوراً تسلیم کر لیتے ہیں۔ ان کو باتوں میں لے آنا کچھ مشکل نہیں۔ بات یہ تھی کہ حضرت اپنے حیاء و وقار اور کریم النفسی سے جھوٹ کا جھوٹ پہچانتے اب بھی نہ پکڑتے۔ خلق عظیم کی بناء پر مسامحت اور تغافل برتتے۔ وہ بیوقوف جانتے کہ آپ نے سمجھا ہی نہیں۔ حق تعالیٰ نے اس کا جواب دیا کہ ہاں! وہ کان ہیں مگر تمہارے بھلے کے واسطے ہیں۔ نبی کی یہ خو تمہارے حق میں بہتر ہے۔ نہیں تو اول تم پکڑے جاؤ گے اور یہ بھی ممکن ہے کہ حضور کی اس چشم پوشی اور خلق عظیم پر کسی وقت متنبہ ہو کر تمہیں ہدایت ہو جائے۔ تمہاری جھوٹی باتوں پر پیغمبر علیہ السلام کا سکوت اس لئے نہیں کہ انہیں واقعی تمہارا یقین آ جاتا ہے۔ یقین تو ان کو اللہ پر ہے اور ایمانداروں کی بات پر۔ ہاں تم میں سے جو لوگ ایمان رکھتے ہیں ان کے حق میں آپ کی خاموشی و اغماض ایک طرح کی رحمت ہے کہ ان کی افعال پر فوراً تکذیب کر کے ان کو رسوا نہیں کیا جاتا۔ باقی منافقین کی حرکات شنیعہ خدا سے پوشیدہ نہیں۔ رسول کی پیٹھ پیچھے جو بدگوئی کرتے ہیں یا "ھو اذن" کہہ کر آپ کو دبانا چاہتے ہیں اس پر عذاب سخت کے منتظر رہیں۔

◆ ٢ حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ "کسی وقت حضرت ان کی دغا بازی پکڑتے تو مسلمانوں کے روبرو قسمیں کھاتے کہ ہمارے دل میں بری نیت نہ تھی۔ تا کہ ان کو راضی کر کے اپنی طرف کر لیں۔ نہ سمجھے کہ یہ فریب بازی خدا اور رسول کے ساتھ کام نہیں آتی۔" اگر یہ لوگ اپنے ایمان میں واقعی سچے ہیں تو دوسروں کو چھوڑ کر خدا و رسول کو راضی کرنے کی فکر کریں۔

◆ ٣ یعنی جس رسوائی سے بچنے کے لئے نفاق اختیار کیا ہے اس سے بڑی رسوائی یہ ہے۔

◆ ٤ **منافقین کا نفاق کھولا جائیگا** | منافقین اپنی مجلسوں میں اسلام و پیغمبر اسلام کی بدگوئی کرتے، مخلص مسلمانوں پر آوازے کستے، بہت سے دین کا مذاق اڑاتے، پھر جب خیال آتا کہ ممکن ہے یہ باتیں حضور ﷺ تک پہنچ جائیں تو کہتے کیا مضائقہ ہے۔ وہ تو کان ہی کان ہیں ہم ان کے سامنے جھوٹا حلف اٹھا کر بری ہو جائیں گے، آپ ہماری بات کو قبول کر لیں گے۔ مگر چونکہ بسا اوقات وحی الٰہی کے ذریعہ سے ان کے نفاق و بدباطنی کی قلعی کھلتی رہتی تھی اس لئے یہ ڈر بھی لگا رہتا تھا کہ کوئی سورت قرآن میں ایسی نازل نہ ہو جائے جو ہمارے مخاطبات سرّیہ اور نیات خفیہ کی پردہ فاشی کر دے۔ اصل یہ ہے کہ منافقین کا قلب بجز تذبذب و تردد کے کسی ایک طرف قائم نہ ہوتا تھا۔ ان کے دل ہر وقت شکوک میں رہتے تھے۔ کبھی آنحضرت ﷺ کی شان اغماض و کریم النفسی کو دیکھ کر کچھ تسلی حاصل کرتے مگر ساتھ ہی قرآن کی طرف سے گھبرا اٹھتے تھے۔ اسی لئے فرمایا کہ بہتر ہے تم ٹھٹھے کرتے رہو اور استہزاء و تمسخر کا شغل جاری رکھو اور پیغمبر کی نسبت "ھو اذن" کہہ کر تسلی کر لو لیکن خدا اس چیز کو ضرور ظاہر کر دے گا جس کا تم کو ڈر لگا ہوا ہے، وہ تمہارے مخفی نفاق کا تار تار کھول کر رکھ دے گا۔

لَيَقُولُنَّ إِنَّمَا كُنَّا نَخُوضُ وَنَلْعَبُ ۚ قُلْ أَبِاللَّهِ

تو وہ کہیں گے ہم تو بات چیت کرتے تھے اور دل لگی ◆ تو کہہ کیا اللہ سے

وَآيَاتِهِ وَرَسُولِهِ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِئُونَ ﴿٦٥﴾ لَا

اور اس کے حکموں سے اور اس کے رسول سے تم ٹھٹھے کرتے تھے ◆ بہانے

تَعْتَذِرُوا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ إِيمَانِكُمْ ۚ إِنْ نَعْفُ

مت بناؤ تم تو کافر ہو گئے اظہار ایمان کے پیچھے اگر ہم معاف کر دیں گے

عَنْ طَائِفَةٍ مِنْكُمْ نُعَذِّبْ طَائِفَةً بِأَنَّهُمْ

تم میں سے بعضوں کو تو البتہ عذاب بھی دیں گے بعضوں کو اس سبب سے کہ وہ

كَانُوا مُجْرِمِينَ ﴿٦٦﴾ الْمُنَافِقُونَ وَالْمُنَافِقَاتُ بَعْضُهُمْ

گنہگار تھے ◆ منافق مرد اور منافق عورتیں سب کی

مِنْ بَعْضٍ ۚ يَأْمُرُونَ بِالْمُنْكَرِ وَيَنْهَوْنَ

ایک چال ہے سکھائیں بات بری اور منع کریں

عَنِ الْمَعْرُوفِ وَيَقْبِضُونَ أَيْدِيَهُمْ ۚ نَسُوا اللَّهَ

بات بھلی اور بند رکھیں اپنی مٹھی بھول گئے اللہ کو

فَنَسِيَهُمْ ۗ إِنَّ الْمُنَافِقِينَ هُمُ الْفَاسِقُونَ ﴿٦٧﴾ وَعَدَ

سو وہ بھول گیا ان کو تحقیق منافق وہی ہیں نافرمان ◆ وعدہ دیا ہے

اللَّهُ الْمُنَافِقِينَ وَالْمُنَافِقَاتِ وَالْكُفَّارَ نَارَ

اللہ نے منافق مرد اور منافق عورتوں کو اور کافروں کو آگ دوزخ کی

ع ١٤

وقف لازم

◆ **آنحضرت ﷺ کی منافقین سے باز پرس** "تبوک" میں جاتے ہوئے بعض منافقین نے ازراہ تمسخر کہا اس شخص (محمد ﷺ) کو دیکھو کہ شام کے محلات اور روم کے شہروں کو فتح کر لینے کا خواب دیکھتا ہے۔ انہوں نے رومیوں کی جنگ کو عربوں کی باہمی جنگ پر قیاس کر رکھا ہے۔ میں یقین کرتا ہوں کہ کل ہم سب رومیوں کے سامنے رسیوں میں بندھے ہوئے کھڑے ہوں گے۔ یہ ہمارے قراء (صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین) بھوسے اور نامردے کیا روم کی باقاعدہ فوجوں سے جنگ کریں گے" وغیرہ ذالک من الہفوات۔ اس قسم کے مقولے جو مسلمانوں کو روم سے مرعوب و ہیبت زدہ کرنے اور شکستہ خاطر بنانے کے لئے کہہ رہے تھے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں نقل ہوئے۔ آپ نے بلا کر باز پرس کی تو کہنے لگے کہ حضرت! ہم کسی کا کچھ ایسا اعتقاد تھوڑا ہی رکھتے ہیں محض خوش وقتی و دل لگی کے طور پر کچھ کہہ رہے تھے کہ باتوں میں بسہولت سفر کٹ جائے۔

◆ **اللہ کی آیات سے استہزاء** یعنی کیا دل لگی اور خوش وقتی کا موقع رہ گیا ہے کہ اللہ، رسول اور ان کے احکام کے ساتھ ٹھٹھا کیا جائے؟ خدا اور رسول کا استہزاء اور احکام الٰہیہ کا استخفاف تو وہ چیز ہے کہ اگر محض زبان سے دل لگی کے طور پر کیا جائے، وہ بھی کفر عظیم ہے۔ چہ جائیکہ منافقین کی طرح ازراہ شرارت و بدباطنی ایسی حرکت سرزد ہو۔

◆ یعنی جھوٹے عذر تراشنے اور حیلے حوالوں سے کچھ فائدہ نہیں جن کو نفاق و استہزاء کی سزا ملنی ہے مل کر رہے گی۔ ہاں جو اب بھی صدق دل سے توبہ کر کے اپنے جرائم سے باز آجائیں گے انہیں خدا معاف کرے گا جو پہلے ہو چکا ہے۔ باوجود کفر و نفاق کے اس طرح کی فتنہ انگیزی اور استہزاء سے علیحدہ رہے ہیں انہیں استہزاء و تمسخر کی سزا یہاں نہ ملے گی۔

◆ **اللہ تعالیٰ نے منافقین کو بھلا دیا** یعنی سب سے بڑے نافرمان یہی بدباطن منافق ہیں جن کے مرد و عورت زبانی اقرار و اظہار اسلام کے باوجود شب و روز اسی فکر و دھن میں لگے رہتے ہیں کہ ہر قسم کے حیلے اور فریب کر کے لوگوں کو اچھی باتوں سے روکیں اور برے کاموں پر آمادہ کریں۔ خرچ کرنے کے اصلی موقعوں پر مٹھی بند رکھیں۔ غرض کل پڑھتے رہیں۔ لیکن نہ ان کی زبان سے کسی کو بھلائی پہنچے نہ مال سے۔ جب یہ خدا کو ایسا چھوڑ بیٹھے تو خدا نے بھی ان کو چھوڑ دیا۔ چھوڑ کر کہاں گرایا؟ اس کا ذکر اگلی آیت میں ہے۔

جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ هِيَ حَسْبُهُمْ ۚ وَلَعَنَهُمُ

آگ کی | پڑے رہیں گے اس میں | وہی بس ہے ان کو | اور اللہ نے ان کو

اللّٰهُ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ ﴿٦٨﴾ كَالَّذِيْنَ مِنْ

پھٹکار دیا | اور ان کے لیے عذاب ہے برقرار رہنے والا | جس طرح کہ تم سے

قَبْلِكُمْ كَانُوْٓا اَشَدَّ مِنْكُمْ قُوَّةً وَّاَكْثَرَ اَمْوَالًا وَّ

اگلے لوگ | زیادہ تھے تم سے زور میں | اور زیادہ رکھتے تھے مال | اور

اَوْلَادًا ؕ فَاسْتَمْتَعُوْا بِخَلَاقِهِمْ فَاسْتَمْتَعْتُمْ بِخَلَاقِكُمْ

اولاد | پھر فائدہ اٹھا گئے اپنے حصہ سے | پھر فائدہ اٹھایا تم نے | اپنے حصہ سے

كَمَا اسْتَمْتَعَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ بِخَلَاقِهِمْ

جیسے فائدہ اٹھا گئے | تم سے اگلے | اپنے حصہ سے

وَخُضْتُمْ كَالَّذِيْ خَاضُوْا ؕ اُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ

اور تم بھی چلتے ہو | انہی کی سی چال | وہ لوگ مٹ گئے

اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ

ان کے عمل | دنیا میں | اور آخرت میں | اور وہی لوگ

الْخٰسِرُوْنَ ﴿٦٩﴾ اَلَمْ يَاْتِهِمْ نَبَاُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ

جو ہیں نقصان میں | کیا پہنچی نہیں ان کو خبر ان لوگوں کی | جو ان سے پہلے تھے

قَوْمِ نُوْحٍ وَّعَادٍ وَّثَمُوْدَ ۬ۙ وَقَوْمِ اِبْرٰهِيْمَ

قوم نوح کی | اور عاد کی | اور ثمود کی | اور قوم ابراہیم کی

◆ یعنی یہی کافی سزا ہے جس کے بعد دوسری سزا کی ضرورت نہیں رہتی۔

◆ شاید یہ مطلب ہو کہ دنیا میں بھی خدا کی پھٹکار (لعنت) کا اثر برابر پہنچتا رہے گا۔ یا پہلے جملہ کی تاکید ہے۔ واللہ اعلم۔

◆ یعنی دنیوی لذائذ کا جو حصہ ان کے لئے مقدر تھا اس سے فائدہ اٹھا گئے اور آخری انجام کا خیال نہ کیا۔

◆ یعنی تم بھی ان کی طرح آخری انجام کے تصور سے غافل ہو کر دنیا کی متاع فانی سے جتنا مقدر حصہ پا رہے ہو اور ساری چال ڈھال انہی کی سی رکھتے ہو تو سمجھ لو جو حشر ان کا ہوا وہی تمہارا بھی ہو سکتا ہے ان کے پاس مال و اولاد اور جسمانی قوتیں تم سے زائد تھیں پھر انتقام الٰہی کی گرفت سے نہ بچ سکے تو تم کو کیا بھروسہ ہے جو خدائی سزا سے اس قدر بے فکر ہو بیٹھے ہو۔

◆ یعنی کوئی دنیوی یا اخروی برکت و کرامت انہیں نصیب نہ ہوئی۔ باقی دنیوی لذائذ کا جو حصہ بظاہر ملا وہ فی الحقیقت ان کے حق میں استدراج اور عذاب تھا جیسا کہ دو رکوع پہلے "فَلَا تُعْجِبْكَ أَمْوَالُهُمْ وَلَا أَوْلَادُهُمْ" کے فوائد میں گذر چکا اور اس سے پیشتر بھی کئی مواقع میں لکھا جا چکا ہے۔

وَ اَصْحٰبِ مَدْيَنَ وَ الْمُؤْتَفِكٰتِ ؕ اَتَتْهُمْ رُسُلُهُمْ

اور مدین والوں کی ۔ اور ان بستیوں کی خبر جو الٹ دی گئی تھیں ◆ پہنچے ان کے پاس ان کے رسول

بِالْبَيِّنٰتِ ۚ فَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَ لٰكِنْ كَانُوْۤا

صاف حکم لے کر ۔ سو اللہ تو ایسا نہ تھا ۔ کہ ان پر ظلم کرتا ۔ لیکن وہ

اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ۝۷۰ وَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتُ

اپنے اوپر آپ ظلم کرتے تھے ◆ اور ایمان والے مرد ۔ اور ایمان والی عورتیں

بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۘ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ

ایک دوسرے کی مددگار ہیں ۔ سکھلاتے ہیں نیک بات

وَ يَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ

اور منع کرتے ہیں ۔ بری بات سے ۔ اور قائم رکھتے ہیں نماز ۔ اور

يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَ يُطِيْعُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ ؕ

دیتے ہیں زکوٰۃ ۔ اور حکم پر چلتے ہیں اللہ کے ۔ اور اس کے رسول کے

اُولٰٓئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ

وہی لوگ ہیں ۔ جن پر رحم کرے گا اللہ ۔ بے شک اللہ زبردست ہے

حَكِيْمٌ ۝۷۱ وَعَدَ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ

حکمت والا ◆ وعدہ دیا ہے اللہ نے ایمان والے مردوں ۔ اور ایمان والی عورتوں کو ۔ باغوں کا

تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا

کہ بہتی ہیں نیچے ان کے نہریں ۔ رہا کریں انہی میں

پچھلے انبیاء کی تکذیب کا انجام | قوم نوح طوفان سے "عاد" آندھی سے "ثمود" صیحہ (چیخ) سے ہلاک ہوئے۔ ابراہیم علیہ السلام کی حق تعالیٰ نے عجیب و غریب خارق عادت طریقہ سے تائید فرمائی جنہیں دیکھ کر ان کی قوم ذلیل و ناکام ہوئی اور ان کا بادشاہ نمرود نہایت بدحالی کی موت مارا گیا۔ اصحاب مدین صیحہ (چیخ) یا رجفہ (زلزلہ) وغیرہ سے تباہ ہوئے۔ قوم لوط کی بستیاں الٹ دی گئیں اور اوپر سے پتھروں کی بارش ہوئی۔ ان سب اقوام کا قصہ (بجز قوم ابراہیم کے) سورۂ اعراف میں گذر چکا۔

یعنی خدا کسی کو بلاوجہ اور بے موقع سزا نہیں دیتا۔ لوگ خود ایسے جرائم کا ارتکاب کرتے ہیں جن کے بعد عذاب الٰہی کا آنا ناگزیر ہے۔

مومنین کی صفات | ابتدائے رکوع میں منافقین کے اوصاف بیان ہوئے تھے۔ یہاں بطور مقابلہ مومنین کی صفات ذکر کی گئیں۔ یعنی جبکہ منافقین لوگوں کو بھلائی سے روک کر برائی کی ترغیب دیتے ہیں۔ مومنین بدی کو چھڑا کر نیکی کی طرف آمادہ کرتے ہیں۔ منافقین کی مٹھی بند ہے مومنین کا ہاتھ کھلا ہوا ہے۔ وہ بخل کی وجہ سے خرچ کرنا نہیں جانتے، یہ اموال میں سے باقاعدہ حقوق (زکوٰۃ وغیرہ) ادا کرتے ہیں۔ انہوں نے خدا کو بالکل بھلا دیا۔ یہ پانچ وقت خدا کو یاد کرتے اور تمام معاملات میں خدا و رسول کے احکام پر چلتے ہیں اسی لئے وہ مستحق لعنت ہوئے اور یہ رحمت خصوصی کے امیدوار ٹھہرے۔

وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ۭ وَرِضْوَانٌ

اور ستھرے مکانوں کا | رہنے کے باغوں میں | اور رضامندی

مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ ۭ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿٧٢﴾

اللہ کی ان سب سے بڑی ہے | یہی ہے بڑی کامیابی ◆

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ

اے نبی | لڑائی کر کافروں سے | اور منافقوں سے

وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ ۭ وَمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۭ وَبِئْسَ

اور تندخوئی کر ان پر | اور ان کا ٹھکانا دوزخ ہے | اور وہ برا

الْمَصِيْرُ ﴿٧٣﴾ يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ مَا قَالُوْا ۭ وَلَقَدْ

ٹھکانا ہے ◆ | قسمیں کھاتے ہیں اللہ کی | کہ ہم نے نہیں کہا | اور بے شک

قَالُوْا كَلِمَةَ الْكُفْرِ وَكَفَرُوْا بَعْدَ اِسْلَامِهِمْ وَ

کہا ہے | انہوں نے لفظ کفر کا | اور منکر ہو گئے مسلمان ہو کر ◆ | اور

هَمُّوْا بِمَا لَمْ يَنَالُوْا ۚ وَمَا نَقَمُوْٓا اِلَّآ اَنْ اَغْنٰىهُمُ

قصد کیا تھا | اس چیز کا جو ان کو نہ ملی ◆ | اور یہ سب کچھ اسی کا بدلہ تھا | کہ دولت مند کر دیا ان کو

اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ فَاِنْ يَّتُوْبُوْا يَكُ

اللہ نے | اور اس کے رسول نے | اپنے فضل سے | سو اگر توبہ کر لیں | تو

خَيْرًا لَّهُمْ ۚ وَاِنْ يَّتَوَلَّوْا يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ

بھلا ہے ان کے حق میں | اور اگر نہ مانیں گے | تو عذاب دے گا ان کو اللہ

عَذَابًا اَلِيْمًا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ وَمَا لَهُمْ

عذاب دردناک | دنیا اور آخرت میں | اور نہیں ان کا

فِي الْاَرْضِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ۝ وَمِنْهُمْ

روئے زمین پر | کوئی حمایتی اور نہ مددگار ◆ | اور بعضے ان میں

مَّنْ عٰهَدَ اللّٰهَ لَئِنْ اٰتٰىنَا مِنْ فَضْلِهٖ

وہ ہیں کہ عہد کیا اللہ سے | اگر دیوے ہم کو | اپنے فضل سے

لَنَصَّدَّقَنَّ وَلَنَكُوْنَنَّ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝ فَلَمَّآ

تو ہم ضرور خیرات کریں | اور ہو رہیں ہم نیکی والوں میں | پھر جب

اٰتٰىهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ بَخِلُوْا بِهٖ وَتَوَلَّوْا وَّهُمْ

دیا ان کو | اپنے فضل سے | تو اس میں بخل کیا | اور پھر گئے

مُّعْرِضُوْنَ ۝ فَاَعْقَبَهُمْ نِفَاقًا فِيْ قُلُوْبِهِمْ

ٹل کر ◆ | پھر اس کا اثر رکھ دیا نفاق | اُن کے دلوں میں

اِلٰى يَوْمِ يَلْقَوْنَهٗ بِمَآ اَخْلَفُوا اللّٰهَ مَا

جس دن تک کہ وہ اس سے ملیں گے | اس وجہ سے کہ انہوں نے خلاف کیا | اللہ سے

وَعَدُوْهُ وَبِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ ۝ اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا

جو وعدہ اس سے کیا تھا | اور اس وجہ سے کہ بولتے تھے جھوٹ ◆ | کیا وہ جان نہیں چکے

اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ سِرَّهُمْ وَنَجْوٰىهُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ

کہ اللہ جانتا ہے | ان کا بھید | اور ان کا مشورہ | اور یہ کہ اللہ

◆ یعنی حضورؐ کی دعا سے خدا نے انہیں دولتمند کر دیا تو فضول کے بارے سبکدوش ہوئے، مسلمانوں کے ساتھ ملے جلے رہنے کی وجہ سے غنائم میں حصہ ملتا رہا، حضورؐ کی برکت سے پیداوار اچھی ہوئی۔ ان احسانات کا بدلہ یہ دیا کہ خدا اور رسولؐ کے ساتھ دغا بازی کرنے لگے اور ہر طرح پیغمبر علیہ السلام اور مسلمانوں کو ستانے پر کمر باندھ لی۔ اب بھی اگر توبہ کر کے شرارتوں اور احسان فراموشیوں سے باز آ جائیں تو ان کے حق میں بہتر ہے۔ ورنہ خدا دنیا و آخرت میں وہ سزا دے گا جس سے بچانے والا روئے زمین پر کوئی نہ ملیگا۔ بعض روایات میں ہے کہ "جلاس" نامی ایک شخص یہ آیات سن کر صدق دل سے تائب ہوا اور آئندہ اپنی زندگی خدمت اسلام میں قربان کر دی۔

◆ **ثعلبہ بن حاطب کا واقعہ** ایک شخص ثعلبہ بن حاطب انصاری نے حضرتؐ سے عرض کیا کہ میرے حق میں دولتمند ہو جانے کی دعا فرما دیجئے۔ آپ نے فرمایا کہ ثعلبہ! تھوڑی چیز جس پر تو خدا کا شکر ادا کرے اس بہت چیز سے اچھی ہے جس کے حقوق ادا نہ کر سکے۔ اس نے پھر وہی درخواست کی۔ آپؐ نے فرمایا کہ اے ثعلبہ! کیا تجھے پسند نہیں کہ میرے نقش قدم پر چلے آپؐ کے انکار پر اس کا اصرار بڑھتا رہا۔ اس نے وعدہ کیا کہ اگر خدا مجھ کو مال دے گا، میں پوری طرح حقوق ادا کروں گا۔ آخر حضورؐ نے دعا فرمائی، اس کی بکریوں میں اس قدر برکت ہوئی کہ مدینہ سے باہر ایک گاؤں میں رہنے کی ضرورت پڑی اور اتنا پھیلاوا ہوا کہ اس میں مشغول ہو کر رفتہ رفتہ جمعہ و جماعات بھی ترک کرنے لگا۔ کچھ دنوں بعد حضورؐ کی طرف سے زکوٰۃ وصول کرنے والے "عامل" پہنچے تو کہنے لگا کہ زکوٰۃ تو جزیہ کی بہن معلوم ہوتی ہے۔ دو ایک دفعہ ٹلا کر آخر زکوٰۃ دینے سے صاف انکار کر دیا۔ حضورؐ نے تین مرتبہ فرمایا "ویح ثعلبہ" اور یہ آیات نازل ہوئیں۔ جب اس کے بعض اقارب نے اس کی خبر پہنچائی تو ہادل ناخواستہ زکوٰۃ لے کر حاضر ہوا۔ حضورؐ نے فرمایا کہ خدا نے مجھ کو تیری زکوٰۃ قبول کرنے سے منع فرما دیا ہے۔ یہ سن کر اس نے بہت ہائے واویلا کی کیونکہ حضورؐ کا زکوٰۃ قبول نہ کرنا اس کے لئے بڑی عار کی بات تھی۔ جہالت کے تصور سے سر پر خاک ڈالتا تھا۔ مگر دل میں نفاق چھپا ہوا تھا۔ پھر حضورؐ کے بعد ابو بکر صدیقؓ کی خدمت میں زکوٰۃ لے کر حاضر ہوا۔ انہوں نے بھی قبول کرنے سے انکار فرمایا۔ پھر حضرت عمرؓ اور ان کے بعد حضرت عثمانؓ کی خدمت میں زکوٰۃ پیش کی، دونوں نے انکار فرمایا۔ ہر ایک یہی کہتے تھے کہ جو چیز نبی کریمؐ نے رد کر دی ہم اس کو قبول نہیں کر سکتے۔ آخر اسی حالت نفاق پر حضرت عثمانؓ کے عہد میں اس کا خاتمہ ہوا۔

◆ یعنی خدا سے صریح وعدہ خلافی کرنے اور جھوٹ بولتے رہنے کی سزا میں ان کے بخل و اعراض کا اثر یہ ہوا کہ ہمیشہ کے لئے نفاق کی جڑ ان کے دلوں میں قائم ہو گئی جو موت تک نکلنے والی نہیں۔ اور یہی "سنت اللہ" ہے کہ جب کوئی شخص اچھی یا بری خصلت خود اختیار کر لیتا ہے تو کثرت مزاولت و ممارست سے وہ دائمی بن جاتی ہے۔ بری خصلت کے اسی دوام و استحکام کو کبھی کبھی ختم (مہر لگانے) سے تعبیر کر دیتے ہیں۔

عَلَّامُ الْغُيُوبِ ۝ الَّذِينَ يَلْمِزُونَ الْمُطَّوِّعِينَ

خوب جانتا ہے سب چھپی باتوں کو ◆ وہ لوگ جو طعن کرتے ہیں ان مسلمانوں پر

مِنَ الْمُؤْمِنِينَ فِي الصَّدَقَاتِ وَالَّذِينَ لَا يَجِدُونَ

جو دل کھول کر خیرات کرتے ہیں اور ان پر جو نہیں رکھتے

إِلَّا جُهْدَهُمْ فَيَسْخَرُونَ مِنْهُمْ ۙ سَخِرَ اللَّهُ

مگر اپنی محنت کا پھر ان پر ٹھٹھے کرتے ہیں اللہ نے ان سے ٹھٹھا

مِنْهُمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝ اسْتَغْفِرْ لَهُمْ

کیا ہے اور ان کے لیے عذاب دردناک ہے ◆ تو ان کے لیے بخشش مانگ

أَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ۚ إِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِينَ

یا نہ مانگ اگر تو ان کے لیے ستر بار بخشش

مَرَّةً فَلَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَهُمْ ۚ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ كَفَرُوا

مانگے تو بھی ہرگز نہ بخشے گا ان کو اللہ یہ اس واسطے کہ وہ منکر ہوئے

بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ ۗ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ

اللہ سے اور اس کے رسول سے اور اللہ رستہ نہیں دیتا نافرمان

الْفَاسِقِينَ ۝ فَرِحَ الْمُخَلَّفُونَ بِمَقْعَدِهِمْ خِلَافَ

لوگوں کو ◆ خوش ہو گئے پیچھے رہنے والے اپنے بیٹھ رہنے سے جدا ہو کر

رَسُولِ اللَّهِ وَكَرِهُوا أَنْ يُجَاهِدُوا بِأَمْوَالِهِمْ

رسول اللہ سے اور گھبرائے اس سے کہ لڑیں اپنے مال سے

◆ یعنی تو ایسے ہی وعدے کریں، باتیں بنائیں یا مجبور ہو کر مال پیش کریں۔ خدا ان کے ارادوں اور نیتوں کو خوب جانتا ہے اور اپنے پیغمبروں کے ساتھ جو غدر و شرارت کرتے ہیں ان سے پوری طرح آگاہ ہے۔ وہ جانتا ہے کہ لنصدقن ولنكونن من الصلحين کا وعدہ اور پھر اس کو توڑ ڈالنا کس دل اور کیسی نیت سے تھا۔

◆ **منافقین کا استہزاء اور طعن** ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ نے مسلمانوں کو صدقہ کرنے کی ترغیب دی۔ حضرت عبد الرحمن بن عوف نے چار ہزار (دینار یا درہم) حاضر کر دیئے۔ عاصم بن عدی نے ایک سو وسق کھجوریں (جن کی قیمت چار ہزار درہم ہوتی تھی) پیش کیں۔ منافقین کہنے لگے کہ ان دونوں نے محض دکھاوے اور نام و نمود کو اتنا دیا ہے۔ ایک غریب صحابی ابو عقیل حباب نے جو محنت مشقت سے تھوڑا سا کما کر لائے، اس میں سے ایک صاع خرما صدقہ کیا تو مذاق اڑانے لگے کہ یہ خوامخواہ آدمی سے لہو لگا کر شہیدوں میں داخل ہونا چاہتا ہے۔ بھلا اس کی ایک صاع کھجوریں کیا کام کریں گی۔ غرض تھوڑا دینے والا اور بہت خرچ کرنے والا کوئی ان کی زبان سے بچتا نہ تھا۔ کسی پر طعن کسی سے ٹھٹھا کرتے تھے۔ حق تعالیٰ نے فرمایا سخر الله منهم (اللہ نے ان سے ٹھٹھا کیا ہے) یعنی ان کے طعن و تمسخر کا بدلہ دیا۔ بظاہر تو وہ چند روز کے لئے تمسخر کرنے کے لئے آزاد چھوڑ دیئے گئے ہیں لیکن فی الحقیقت اندر ہی اندر ان کی جڑیں کٹتی چلی جارہی ہیں۔ اور عذاب الیم ان کے لئے تیار ہے۔

◆ **منافقین کیلئے استغفار، عبداللہ بن ابی کی نماز جنازہ** یعنی منافقین کے لئے آپ کتنی ہی مرتبہ استغفار کیجئے ان کے حق میں بالکل بیکار اور بے فائدہ ہے۔ خدا ان بدبخت کافروں اور نافرمانوں کو کبھی معاف نہ کرے گا۔ واقعہ یہ پیش آیا کہ مدینہ میں رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی کا انتقال ہوا۔ آپ نے قمیص مبارک کفن میں دیا۔ لعاب مبارک اس کے منہ میں ڈالا، نماز جنازہ پڑھی اور دعائے مغفرت کی۔ حضرت عمرؓ اس معاملہ میں آڑے آتے تھے اور کہتے تھے کہ یا رسول اللہ! یہ وہی خبیث تو ہے جس نے فلاں فلاں وقت ایسی ایسی ناپاک حرکات کیں۔ ہمیشہ کفر و نفاق کا علمبردار رہا۔ کیا حق تعالیٰ نے منع نہیں فرمایا "استغفر لهم او لا تستغفر لهم ان تستغفر لهم سبعين مرة فلن يغفر الله لهم" آپ نے ارشاد فرمایا کہ مجھ کو استغفار سے منع نہیں کیا گیا۔ بلکہ آزاد رکھا گیا ہے کہ استغفار کروں یا نہ کروں۔ یہ خدا کا فعل ہے کہ ان کو معاف نہ کرے۔ یعنی ان کے حق میں میرا استغفار نافع نہ ہو۔ سو ان کے حق میں نہ سہی، کیا عجب ہے دوسروں کے حق میں میرا یہ طرز عمل نافع ہو جائے کہ دوسرے لوگ سب سے بڑے موذی دشمن کے حق میں نبی کے اس وسعت اخلاق اور رحمت و شفقت کو دیکھ کر اسلام و پیغمبر اسلام کے گرویدہ ہو جائیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ صحیح بخاری کی ایک روایت میں آپ نے فرمایا کہ اگر میں جانتا کہ ستر مرتبہ سے زائد استغفار کرنے سے اس کی مغفرت ہو سکتی ہے تو میں ستر مرتبہ سے زیادہ استغفار کرتا۔ گویا اس جملہ میں حضور نے متنبہ فرما دیا کہ حضرت عمرؓ کی طرح آپ بھی اس کے حق میں استغفار کو غیر مفید تصور فرما رہے تھے۔ فرق اس قدر ہے کہ حضرت عمرؓ کی نظر "بغض فی اللہ" کے جوش میں صرف اسی نقطہ پر مقصور تھی اور نبی کریم ﷺ میت کے فائدہ سے قطع نظر فرما کر عام پیغمبرانہ شفقت کا اظہار اور احیاء کے فائدہ کا خیال فرما رہے تھے۔ لیکن آخر کار آیت "ولا تصل على احد منهم مات ابدا ولا تقم على قبره" نے صریح طور پر منافقین کا جنازہ پڑھنا یا ان کے اہتمام دفن و کفن وغیرہ میں حصہ لینے کی ممانعت کر دی۔ کیونکہ اس طرز عمل سے منافقین کی ہمت افزائی اور مومنین کی دل شکستگی کا احتمال تھا۔ اس وقت سے حضورؐ نے کسی منافق کے جنازہ کی نماز نہیں پڑھی۔

وَأَنفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَقَالُوا لَا تَنفِرُوا فِي

اور جان سے ◆ اللہ کی راہ میں ◆ اور بولے ◆ کہ مت کوچ کرو گرمی

الْحَرِّ ۗ قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ أَشَدُّ حَرًّا ۚ لَّوْ كَانُوا يَفْقَهُونَ ﴿٨١﴾

میں ◆ تو کہہ دوزخ کی آگ سخت گرم ہے ◆ اگر ان کو سمجھ ہوتی ◆

فَلْيَضْحَكُوا قَلِيلًا وَلْيَبْكُوا كَثِيرًا جَزَاءً بِمَا

سو وہ ہنس لیویں ◆ تھوڑا ◆ اور رو ویں بہت سا ◆ بدلہ اس کا جو

كَانُوا يَكْسِبُونَ ﴿٨٢﴾ فَإِن رَّجَعَكَ اللَّهُ إِلَىٰ طَائِفَةٍ

وہ کماتے تھے ◆ سو اگر پھر لے جاوے تجھ کو اللہ ◆ کسی فرقہ کی طرف

مِّنْهُمْ فَاسْتَأْذَنُوكَ لِلْخُرُوجِ فَقُل لَّن

ان میں سے ◆ پھر اجازت چاہیں تجھ سے ◆ نکلنے کی ◆ تو تو کہہ دینا کہ تم

تَخْرُجُوا مَعِيَ أَبَدًا وَلَن تُقَاتِلُوا مَعِيَ عَدُوًّا ۖ

ہرگز نہ نکلو گے میرے ساتھ کبھی ◆ اور نہ لڑو گے ◆ میرے ساتھ ہو کر کسی دشمن سے

إِنَّكُمْ رَضِيتُم بِالْقُعُودِ أَوَّلَ مَرَّةٍ فَاقْعُدُوا مَعَ

تم کو پسند آیا بیٹھ رہنا ◆ پہلی بار ◆ سو بیٹھے رہو پیچھے رہنے

الْخَالِفِينَ ﴿٨٣﴾ وَلَا تُصَلِّ عَلَىٰ أَحَدٍ مِّنْهُم مَّاتَ

والوں کے ساتھ ◆ اور نماز نہ پڑھ ان میں سے کسی پر ◆ جو مر جاوے

أَبَدًا وَلَا تَقُمْ عَلَىٰ قَبْرِهِ ۖ إِنَّهُمْ كَفَرُوا بِاللَّهِ وَ

اور کبھی نہ کھڑا ہو اس کی قبر پر ◆ وہ منکر ہوئے اللہ سے ◆ اور

منافقین کی سزا یہاں منافقین کے متعلق ہے جو غزوۂ تبوک کی شرکت سے علیحدہ رہے۔ یعنی منافقین کا حال یہ ہے کہ بزدلی اور عیب کا کام کر کے خوش ہوتے ہیں۔ تنگی سے گھبرا کر دور بھاگتے ہیں۔ اور جیسا کہ پہلے گذر چکا خیرات کرنے والوں پر طعن کرتے اور آوازے کستے ہیں۔ ایسی قوم کو نبی کے استغفار سے کیا فائدہ پہنچ سکتا ہے۔ یہیں سے گناہ اور بد اعتقادی کا فرق نکلتا ہے۔ گناہ وہ ایسا گناہ ہے جو پیغمبر کے بخشوانے سے بخشا جائے۔ "وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا" (نساء رکوع ۹) لیکن بد اعتقادی و تکبر کا صریح مرتبہ استغفار فائدہ نہ دے۔

یا تو منافقین آپس میں ایک دوسرے کو کہتے تھے اور یا بعض مومنین سے کہتے ہوں گے کہ ان کی ہمتیں سست ہو جائیں۔

یعنی اگر سمجھ ہوتی تو خیال کرتے کہ یہاں گرمی سے بچ کر جس گرمی کی طرف جا رہے ہو وہ کہیں زیادہ سخت ہے۔ یہ تو وہی مثال ہوئی کہ دھوپ سے بھاگ کر آگ کی پناہ لی جائے۔ حدیث میں ہے کہ جہنم کی آگ دنیا کی آگ سے انہتر حصے زیادہ تیز ہے۔ نعوذ باللہ منہا۔

یعنی چند روزہ اپنی حرکات پر خوش ہو لو اور ہنس لو۔ پھر ان کرتوتوں کی سزا میں ہمیشہ کو رونا ہے۔

حضور تبوک میں تھے اور منافقین مدینہ میں۔ ممکن تھا کہ بعض منافقین آپ کی واپسی سے قبل مر جائیں، اس لئے "اِلٰى طَآىِٕفَةٍ مِّنْهُمْ" فرمایا۔

منافقین کو جہاد میں شریک کرنے کی ممانعت یعنی اب اگر یہ لوگ کسی دوسرے غزوہ میں ساتھ چلنے کی اجازت مانگیں تو فرما دیجئے کہ بس! تمہاری ہمت و شجاعت کا بھانڈا پھوٹ چکا اور تمہارے دلوں کا حال پہلی مرتبہ کھل چکا۔ نہ تم کبھی ہمارے ساتھ نکل سکتے ہو اور نہ دشمنان اسلام کے مقابلہ میں بہادری دکھا سکتے ہو لہٰذا اب تم کو تکلیف کرنے کی ضرورت نہیں۔ عورتوں، بچوں، اپاہج اور ناتوان بڈھوں کے ساتھ گھر میں گھسے بیٹھے رہو اور جس چیز کو پہلی دفعہ تم نے اپنے لئے پسند کر لیا ہے مناسب ہے کہ اسی حالت پر مرو۔ تاکہ اسی طرح عذاب الٰہی کا مزہ چکھو۔

یعنی دعاء و استغفار کے لئے یا اہتمام دفن کے لئے۔

رَسُوْلِهٖ وَمَاتُوْا وَهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿۸۴﴾ وَلَا تُعْجِبْكَ

اس کے رسول سے — اور وہ مر گئے نافرمان ◆ — اور تعجب نہ کر

اَمْوَالُهُمْ وَاَوْلَادُهُمْ ۭ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّعَذِّبَهُمْ

ان کے مال — اور اولاد سے — اللہ تو یہی چاہتا ہے — کہ عذاب میں رکھے ان کو

بِهَا فِي الدُّنْيَا وَتَزْهَقَ اَنْفُسُهُمْ وَهُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿۸۵﴾

ان چیزوں کے باعث دنیا میں — اور نکلے ان کی جان — اور وہ اس وقت تک کافر ہی رہیں ◆

وَاِذَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ اَنْ اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَجَاهِدُوْا مَعَ

اور جب نازل ہوتی ہے کوئی سورت — کہ ایمان لاؤ اللہ پر — اور لڑائی کرو اس کے

رَسُوْلِهِ اسْتَاْذَنَكَ اُولُوا الطَّوْلِ مِنْهُمْ وَقَالُوْا

رسول کے ساتھ ہو کر — تو تجھ سے رخصت مانگتے ہیں — مقدور والے ان کے — اور کہتے ہیں

ذَرْنَا نَكُنْ مَّعَ الْقٰعِدِيْنَ ﴿۸۶﴾ رَضُوْا بِاَنْ يَّكُوْنُوْا مَعَ

ہم کو چھوڑ دے — کہ رہ جائیں ساتھ بیٹھنے والوں کے — خوش ہوئے — کہ رہ جائیں

الْخَوَالِفِ وَطُبِعَ عَلٰي قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ ﴿۸۷﴾

پیچھے رہنے والی عورتوں کے ساتھ ◆ — اور مہر کر دی گئی ان کے دل پر — سو وہ نہیں سمجھتے ◆

لٰكِنِ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ جٰهَدُوْا

لیکن رسول — اور جو لوگ ایمان لائے ہیں ساتھ اس کے — وہ لڑے ہیں

بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ لَهُمُ الْخَيْرٰتُ ۡ وَ

اپنے مال — اور جان سے — اور انہی کے لیے ہیں خوبیاں — اور

◆ **منافقین کی نماز جنازہ کی ممانعت:** یہ آیت عبداللہ بن ابی کے واقعہ کے بعد نازل ہوئی، جیسا کہ چند آیات پہلے ہم مفصل بیان کر چکے ہیں۔ اس آیت کے نزول کے بعد منافقین کا جنازہ پڑھنا قطعاً ممنوع ہو گیا۔ امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ احتیاطاً ایسے شخص کا جنازہ نہ پڑھتے تھے جس کی نماز میں حضرت حذیفہؓ شریک نہ ہوں کیونکہ ان کو آنحضرت ﷺ نے بہت سے منافقین کا نام بنام گنوا دیا تھا۔ اسی لئے ان کا لقب "صاحب سر رسول اللہ ﷺ" ہوا۔

◆ چار رکوع پہلے اسی مضمون کی آیت گزر چکی۔ اس کا فائدہ ملاحظہ کر لیا جائے۔

◆ **جہاد سے جان چرانا:** یعنی قرآن کی کسی سورت میں جب تنبیہ کی جاتی ہے کہ پوری طرح خلوص، پختگی سے ایمان لاؤ، جس کا بڑا اثر یہ ظاہر ہونا چاہئے کہ پیغمبر علیہ السلام کے ساتھ ہو کر خدا کے راستہ میں جہاد کریں۔ تو یہ منافقین جان چرانے لگتے ہیں اور ان میں کے استطاعت و مقدور والے بھی جھوٹے عذر تراش کر اجازت طلب کرنے آتے ہیں کہ حضرت! ہمیں تو یہیں مدینہ میں بیٹھ رہنے دیجئے۔ گویا کمال بے غیرتی اور بے مروتی سے اس پر راضی ہیں کہ لڑائی یا خطرہ کا نام سنتے ہی خانہ نشین عورتوں کے ساتھ گھروں میں گھس کر بیٹھ رہیں۔ ہاں جس وقت جنگ وغیرہ کا خطرہ نہ رہے اور امن و اطمینان کا زمانہ ہو تو باتیں بنانے اور قینچی کی طرح زبان چلانے میں سب سے پیش پیش ہوتے ہیں۔ فَاِذَا جَآءَ الْخَوْفُ رَاَیْتَهُمْ یَنْظُرُوْنَ اِلَیْكَ تَدُوْرُ اَعْیُنُهُمْ كَالَّذِیْ یُغْشٰى عَلَیْهِ مِنَ الْمَوْتِ فَاِذَا ذَهَبَ الْخَوْفُ سَلَقُوْكُمْ بِاَلْسِنَةٍ حِدَادٍ (الاحزاب رکوع ۲)

◆ یعنی کذب و نفاق، تخلف عن الجہاد اور تخلف عن الرسول ﷺ کی شامت سے ان کے دلوں پر مہر کر دی گئی کہ اب موٹے موٹے عیب بھی ان کو عیب نظر نہیں آتے اور انتہائی بے غیرتی و بزدلی پر بجائے شرمانے کے نازاں و فرحاں ہوتے ہیں۔

أُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۸۸﴾ أَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ جَنّٰتٍ

وہی ہیں مراد کو پہنچنے والے — تیار کر رکھے ہیں اللہ نے ان کے واسطے باغ

تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ

کہ بہتی ہیں نیچے ان کے نہریں — رہا کریں ان میں

ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۸۹﴾ وَجَاۗءَ الْمُعَذِّرُوْنَ مِنَ

یہی ہے بڑی کامیابی ◆ اور آئے بہانے کرنے والے

الْأَعْرَابِ لِيُؤْذَنَ لَهُمْ وَقَعَدَ الَّذِيْنَ كَذَبُوا

گنوار — تاکہ ان کو رخصت مل جاوے — اور بیٹھ رہے — جنہوں نے جھوٹ بولا تھا

اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۭ سَيُصِيْبُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ

اللہ سے اور اس کے رسول سے — اب پہنچے گا — ان کو جو کافر ہیں — ان میں

عَذَابٌ أَلِيْمٌ ﴿۹۰﴾ لَيْسَ عَلَى الضُّعَفَاۗءِ وَلَا عَلَى الْمَرْضٰى

عذاب دردناک ◆ نہیں ہے ضعیفوں پر — اور نہ مریضوں پر

وَلَا عَلَى الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ مَا يُنْفِقُوْنَ حَرَجٌ إِذَا

اور نہ ان لوگوں پر — جن کے پاس نہیں ہے خرچ کرنے کو — کچھ گناہ — جب کہ

نَصَحُوْا لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۭ مَا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ مِنْ

دل سے صاف ہوں اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ — نہیں ہے نیکی والوں پر

سَبِيْلٍ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۹۱﴾ وَّلَا عَلَى الَّذِيْنَ

الزام کی کوئی راہ ◆ اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے ◆ اور نہ ان لوگوں پر

◆ **مومنین کے فضائل** | منافقین کے بالمقابل مومنین مخلصین کا بیان فرمایا کہ دیکھو یہ ہیں خدا کے وفادار بندے۔ جو اس کے راستہ میں نہ جان سے بچتے ہیں نہ مال سے۔ کیسا ہی خطرہ کا موقع ہو، اسلام کی حمایت اور پیغمبر اسلام کی معیت میں ہر قربانی کے لئے تیار رہتے ہیں۔ پھر ایسوں کے لئے فلاح و کامیابی نہ ہوگی تو اور کس کے لئے ہوگی۔

◆ **مُعَذِّرُوْنَ اور قاعِدُوْنَ** | یعنی جس طرح مدینہ کے رہنے والوں میں منافقین بھی ہیں اور مخلصین بھی۔ اسی طرح دیہاتی گنواروں میں ہر قسم کے لوگ پائے جاتے ہیں۔ ان میں سے یہاں دو قسموں کا ذکر فرمایا۔ مخلص دیہاتیوں کا ذکر اس رکوع کے خاتمہ پر وَمِنَ الْاَعْرَابِ مَنْ یُّؤْمِنُ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ میں آئے گا۔ یہاں دیہاتیوں کی جن دو جماعتوں کا ذکر ہے۔ (مُعَذِّرُوْنَ اور قَاعِدُوْنَ) ان میں سے پہلی جماعت (مُعَذِّرُوْنَ) کے مصداق میں مفسرین سلف کا اختلاف ہے کہ آیا اس سے مراد جھوٹے بہانے بنانے والے منافق ہیں (جیسا کہ ترجمہ سے ظاہر ہوتا ہے) یا سچے عذر کرنے والے مسلمان جو واقعی جہاد کی شرکت سے معذور تھے اگر پہلی شق اختیار کی جائے تو آیت میں منافقین کی دو قسموں کا بیان ہوگا۔ "مُعَذِّرُوْنَ" تو وہ ہوئے جو باوجود نفاق کے محض رسم ظاہر داری نباہنے کے لئے جھوٹے حیلے بنا کر حضورؐ سے اجازت طلب کرتے تھے۔ اور "قاعدون" سے وہ منافقین مراد ہوں گے جنہوں نے دعوائے ایمان میں جھوٹ بولا۔ پھر ظاہر داری کی بھی پروا نہیں کی۔ جہاد کا نام سن کر گھروں میں بیٹھ رہے، بالکل بے باک و بے حیا ہو کر عذر کرنے بھی نہ آئے۔ اس تقدیر پر "سَیُصِیْبُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْهُمْ" دونوں جماعتوں کو شامل ہوگا۔ اور "مِنْهُمْ" پر متنبہ کر دیا کہ جو لوگ دونوں جماعتوں میں سے اپنے کفر پر آخر تک قائم رہیں گے ان کے لئے عذاب دردناک ہے جن کو توبہ کی توفیق ہو جائے گی وہ اس وعید کے نیچے داخل نہیں۔ اور اگر "مُعَذِّرُوْنَ" سے مراد مومنین مخلصین لئے جائیں جو واقعی معذور تھے تو "قاعِدُوْنَ" سے مراد منافقین ہوں گے اور "سَیُصِیْبُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ" کی وعید صرف ان ہی کے حق میں ہوگی۔ پہلی جماعت کا ذکر گویا قبول عذر کے طور پر ہوگا۔

◆ **مسلمان معذورین کا عذر** | جھوٹے عذر کرنے والوں کے بعد سچے معذورین کا بیان فرماتے ہیں۔ حاصل یہ ہے کہ عذر کبھی تو شخصی طور پر لازم ذات ہوتا ہے مثلاً بڑھاپے کی کمزوری جو عادۃً کسی طرح آدمی سے جدا نہیں ہو سکتی، اور کبھی عارضی ہوتا ہے۔ پھر "عارضی" یا بدنی ہے جیسے بیماری وغیرہ، یا مالی، جیسے افلاس و فقدان اسباب سفر۔ چونکہ غزوہ تبوک میں مجاہدین کو بہت دور دراز مسافت طے کر کے پہنچنا تھا۔ اس لئے سواری نہ ہونے کا عذر بھی معتبر و مقبول سمجھا گیا، جیسا کہ آگے آتا ہے۔

◆ یعنی جو لوگ واقعی معذور ہیں، اگر ان کے دل صاف ہوں اور خدا و رسول کے ساتھ ٹھیک ٹھیک معاملہ رکھیں (مثلاً خود نہ جا سکتے ہوں تو جانے والوں کی ہمتیں پست نہ کریں) بلکہ اپنے مقدور کے موافق عمل کرنے اور اخلاص کا ثبوت دینے کے لئے مستعد ہوں ان پر جہاد کی عدم شرکت سے کوئی الزام نہیں۔ ایسے مخلصین سے اگر بمقتضائے بشریت کوئی کوتاہی ہو جائے تو حق تعالیٰ کی بخشش و مہربانی سے توقع ہے کہ وہ در گزر فرمائے گا۔

إِذَا مَآ أَتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ قُلْتَ لَآ أَجِدُ مَآ

کہ جب تیرے پاس آئے تاکہ تو ان کو سواری دے تو نے کہا میرے پاس کوئی چیز نہیں کہ تم کو

أَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ تَوَلَّوا وَّأَعْيُنُهُمْ تَفِيضُ مِنَ

اس پر سوار کر دوں تو الٹے پھرے اور ان کی آنکھوں سے بہتے تھے

الدَّمْعِ حَزَنًا أَلَّا يَجِدُوا مَا يُنفِقُونَ ﴿٩٢﴾ إِنَّمَا

آنسو اس غم میں کہ نہیں پاتے وہ چیز جو خرچ کریں ◆ راہ

السَّبِيلُ عَلَى الَّذِينَ يَسْتَأْذِنُونَكَ وَهُمْ

الزام کی ان پر ہے جو رخصت مانگتے ہیں تجھ سے اور وہ

أَغْنِيَاءُ رَضُوا بِأَن يَكُونُوا مَعَ الْخَوَالِفِ

مالدار ہیں خوش ہوئے اس بات سے کہ رہ جائیں ساتھ پیچھے رہنے والوں کے

وَطَبَعَ اللَّهُ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ فَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٩٣﴾

اور مہر کر دی اللہ نے ان کے دلوں پر سو وہ نہیں جانتے ◆

◆ **معذور صحابہ کا بے مثال شوق جہاد** | سبحان اللہ نبی کریم ﷺ کی صحبت نے صحابہ رضی اللہ عنہم کے دلوں میں عشق الٰہی کا وہ نشہ پیدا کیا تھا جس کی مثال کسی قوم وملت کی تاریخ میں موجود نہیں۔ مستطیع اور معذور والے صحابہ کو دیکھو تو جان ومال سب کچھ خدا کے راستے میں لٹانے کو تیار ہیں اور سخت سے سخت قربانی کے وقت بڑے ولولہ اور اشتیاق سے آگے بڑھتے ہیں۔ جن کو معذور تھے وہ اس غم میں رو رو کر جان کھوئے لیتے ہیں کہ ہم میں اتنی استطاعت کیوں نہ ہوئی کہ اس محبوب حقیقی کی راہ میں قربان ہونے کے لئے اپنے کو پیش کر سکتے۔ حدیث صحیح میں ہے کہ آپ نے مجاہدین کو خطاب کر کے فرمایا کہ تم مدینہ میں ایک ایسی قوم کو اپنے پیچھے چھوڑ آئے ہو جو ہر قدم پر تمہارے اجر میں شریک ہے تم جو قدم خدا کے راستے میں اٹھاتے ہو یا کوئی جنگل قطع کرتے ہو یا کسی کچھ کوئی پر چلتے ہو، وہ قوم ہمارے ہر موقع پر تمہارے ساتھ ساتھ ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہیں واقعی مجبوریوں نے تمہارے ہمراہ چلنے سے روکا۔ حسن کے "مرسل" میں ہے کہ یہ مضمون بیان فرما کر آپ نے یہ آیت "وَلَا عَلَى الَّذِيْنَ اِذَا مَآ اَتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ قُلْتَ لَآ اَجِدُ ...... الخ" تلاوت فرمائی۔

◆ یعنی باوجود قدرت واستطاعت جہاد سے پہلو تہی کرتے ہیں اور نہایت بے حسی سے یہ عار گوارا کرتے ہیں کہ عورتوں کی طرح گھر میں چوڑیاں پہن کر بیٹھ جائیں۔ گناہ کی ممارست (پریکٹس) سے آدمی کا قلب ایسا مسخ اور سیاہ ہو جاتا ہے کہ اسے بھلے برے اور عیب وہنر کی تمیز بھی باقی نہیں رہتی۔ جب بے غیرتی کرتے کرتے کوئی شخص اس قدر پاگل ہو جائے کہ نادم ومتاسف ہونے کی بجائے الٹا نازاں اور خوش ہو تو سمجھو کہ اس کے دل پر خدائی مہر لگ چکی ہے۔ اعاذنا اللہ

رموزِ اوقاف قرآن مجید

ہر ایک زبان کے اہل زبان جب گفتگو کرتے ہیں تو کہیں ٹھہر جاتے ہیں کہیں نہیں ٹھہرتے۔ کہیں کم ٹھہرتے ہیں کہیں زیادہ۔ اس ٹھہرنے اور نہ ٹھہرنے کو بات کے صحیح بیان کرنے اور اس کا صحیح مطلب سمجھنے میں بہت دخل ہے۔ قرآن مجید کی عبارت بھی گفتگو کے انداز میں واقع ہوئی ہے۔ اسی لئے اہل علم نے اس کے ٹھہرنے نہ ٹھہرنے کی علامتیں مقرر کر دی ہیں جن کو رموز اوقاف قرآن مجید کہتے ہیں۔ ضروری ہے کہ قرآن مجید کی تلاوت کرنے والے ان رموز کو ملحوظ رکھیں۔ اور وہ یہ ہیں۔

○ جہاں بات پوری ہو جاتی ہے وہاں چھوٹا سا دائرہ لکھ دیتے ہیں۔ یہ حقیقت میں گول ت ہے جو بصورت ۃ لکھی جاتی ہے اور یہ وقف تام کی علامت ہے یعنی اس پر ٹھہرنا چاہیے۔ اب تو ۃ نہیں لکھی جاتی، چھوٹا سا دائرہ ڈال دیا جاتا ہے اس کو آیت کہتے ہیں۔

م یہ علامت وقف لازم ہے اس پر ضرور ٹھہرنا چاہیے۔ اگر نہ ٹھہرا جائے تو احتمال ہے کہ مطلب کچھ کا کچھ ہو جائے۔ اس کی مثال اردو میں یوں سمجھنی چاہیے کہ مثلاً کسی کو یہ کہنا ہو کہ اٹھو مت بیٹھو جس میں اٹھنے کا امر اور بیٹھنے کی نہی ہے تو اٹھو پر ٹھہرنا لازم ہے۔ اگر ٹھہرا نہ جائے تو اٹھو مت بیٹھو ہو جائے گا جس میں اٹھنے کی نہی اور بیٹھنے کے امر کا احتمال ہے اور یہ قائل کے مطلب کے خلاف ہو جائے گا۔

ط وقف مطلق کی علامت ہے اس پر ٹھہرنا چاہیے۔ مگر یہ علامت وہاں ہوتی ہے جہاں مطلب تمام نہیں ہوتا اور بات کہنے والا ابھی اور کچھ کہنا چاہتا ہے۔

ج وقف جائز کی علامت ہے۔ یہاں ٹھہرنا بہتر اور نہ ٹھہرنا جائز ہے۔

ز علامت وقف مجوز کی ہے۔ یہاں نہ ٹھہرنا بہتر ہے۔

ص علامت وقف مرخص کی ہے۔ یہاں ملا کر پڑھنا چاہیے لیکن اگر کوئی تھک کر ٹھہر جائے تو رخصت ہے۔ معلوم رہے کہ ص پر ملا کر پڑھنا بہتر ہے۔

صلے الوصل اولیٰ کا اختصار ہے۔ یہاں ملا کر پڑھنا بہتر ہے۔

ق قیل علیہ الوقف کا خلاصہ ہے۔ یہاں ٹھہرنا نہیں چاہیے۔

صل قد یوصل کی علامت ہے یعنی یہاں کبھی ٹھہرا بھی جاتا ہے کبھی نہیں۔ لیکن ٹھہرنا بہتر ہے۔

قف یہ لفظ قف ہے جس کے معنی ہیں ٹھہر جاؤ۔ اور یہ علامت وہاں استعمال کی جاتی ہے جہاں پڑھنے والے کے ملا کر پڑھنے کا احتمال ہو۔

س یا سکتہ سکتہ کی علامت ہے۔ یہاں کسی قدر ٹھہر جانا چاہیے مگر سانس نہ ٹوٹنے پائے۔

وقفہ لمبے سکتہ کی علامت ہے۔ یہاں سکتہ کی نسبت زیادہ ٹھہرنا چاہیے لیکن سانس نہ توڑے۔ سکتہ اور وقفہ میں یہ فرق ہے کہ سکتہ میں کم ٹھہرنا ہوتا ہے۔ وقفہ میں زیادہ۔

لا لا کے معنی نہیں کے ہیں۔ یہ علامت کہیں آیت کے اوپر استعمال کی جاتی ہے اور کہیں عبارت کے اندر۔ عبارت کے اندر ہو تو ہرگز نہیں ٹھہرنا چاہیے۔ آیت کے اوپر ہو تو اختلاف ہے۔ بعض کے نزدیک ٹھہر جانا چاہیے۔ بعض کے نزدیک نہ ٹھہرنا چاہیے لیکن ٹھہرا جائے یا نہ ٹھہرا جائے اس سے مطلب میں خلل واقع نہیں ہوتا۔ وقف اسی جگہ نہ کرنا چاہیے جہاں عبارت کے اندر لا لکھا ہو۔

ک کذالک کی علامت ہے یعنی جو رمز پہلے ہے وہی یہاں سمجھی جائے۔